دُرِّ مُختار (اُردو)

(غایۃُ الاَوطار)

مترجمہ

مولوی خُرم علی صاحب مرحوم تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی

جِلد سوم

قانونی کتب خانہ • کچہری روڈ • لاہور

Marfat.com

دُرّ المُختار (اُردو)

(غایۃ الاَوطار)

مترجمہ

مولوی خُرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی

جلد سوم

قانونی کتب خانہ • کچہری روڈ • لاہور

Marfat.com

مطبوعہ:-
پاکستان ایجوکیشنل پریس
لاہور
(پاکستان)

جملہ حقوق محفوظ

Marfat.com

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمۂ اُردو درالمختار

صفحہ	مضمون
	کتاب البیوع
۱	یعنی انواع بیع کے احکام
۸	بیان تعاطی۔
۱۰	حقیقت خلو
۲۳	فصل اسمین کہ کون سی چیزین بیع مین بطریق تبعیت داخل ہوتی ہین
۳۳	باب خیار الشرط یعنی جاکڑ دینے کے احکام مین۔
۳۴	جاکڑ مال تین دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہین۔
۴۷	باب خیار الرؤیۃ یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو بیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔
۵۳	باب خیار العیب یہ باب ہے خیار العیب کے احکام مین یعنی مبیع مین عیب نکل آنے سے پھیر دینے کا اختیار ہے۔
۷۰	باب البیع الفاسد یعنی بیع فاسد کے احکام۔
〃	تفصیل بیوع باطلہ۔
۷۵	ذکر بیوع فاسدہ۔
۸۶	ذکر بیع بالشرط۔
۸۷	احکام بیع فاسد۔
۹۳	ذکر بیوع مکروہہ۔
۹۶	فصل فی بیع الفضولی یعنی غیر کی ملک کو بیچ دینے کے احکام
۱۰۳	باب الاقالۃ۔ یعنی بیع کو توڑنے کے احکام۔
۱۰۸	باب المرابحۃ والتولیۃ یعنی نفع پر اور دام کے دام بیچنے کے احکام
۱۱۴	فصل مبیع اور ثمن مین تصرف کرنے کے احکام۔
۱۲۰	فصل فی القرض یعنے قرض کے بیان مین۔
۱۲۲	ذکر ہنڈوی۔
۱۲۴	باب الربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام مین۔
۱۳۳	باب الحقوق یعنے حقوق مین۔
۱۳۵	باب الاستحقاق یعنے بیع مین دوسرے کا حق نکل آنے کا بیان۔

صفحہ	مضمون
۱۴۲	باب السلم یعنی بُدنی کے احکام مین۔
۱۴۴	بیان شروط صحت سلم۔
۱۵۱	باب المتفرقات یعنی اُن مسائل کے ذکر مین جو اپنے ابواب سے متفرق ہین۔
۱۶۴	باب الصرف یعنی نقد کی بیع عوض نقد کے۔
۱۷۱	تذنیب کتاب البیوع کا دبالہ اور تتمہ۔
〃	ذکر بیع التلجیہ۔
۱۷۲	ذکر بیع الوفا۔
۱۷۴	**کتاب الکفالۃ**
	یعنی ضمانت کے بیان مین۔
〃	تفسیر ذمہ۔
۱۸۱	مسائل مال ضمانی۔
۱۹۲	ذکر بیع عینہ۔
۱۹۷	مسئلہ مصادرہ سلطان۔
۱۹۸	باب کفالۃ الرجلین یعنی دو مردون کے ضامن ہونیکا بیان۔
۲۰۱	**کتاب الحوالۃ** یعنی ایک کا دین دوسرے پر حوالہ کرنا۔
۲۰۵	کراہت سفتجہ یعنی ہنڈوی۔
۲۰۷	**کتاب القضاء**
	یعنے جھگڑا فیصل کرنے کے احکام۔
۲۱۰	مفتی کو کیا کیا باتین ضرور ہین۔
۲۱۲	تقسیم رشوت و احکام آن۔
۲۲۰	فرق ہدیہ و رشوت۔
۲۲۳	فصل فی الحبس یعنے حبس کے احکام۔
۲۳۰	ذکر اسکا کہ قاضی اگر دوسرے کو اپنا خلیفہ بنا دے۔
۲۳۱	ذکر مرافعہ۔
۲۳۳	قضا بالموجب کا بیان۔
۲۴۲	قاضی اگر حکم مین خطا کرے۔

Marfat.com

صفحہ	مضمون
۲۴۴	شرط قضا بعلم قاضی۔
۲۴۶	باب التحکیم یعنی پنچ مقرر کرنے کا بیان۔
۲۴۹	باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی وغیرہ کو۔
۲۵۴	مسائل شتی یعنی چند مسائل متفرقہ کتاب القضا کے۔
۲۷۰	**کتاب الشہادۃ** یعنی گواہی دینے کے احکام۔
۲۷۴	**لطیفہ**
۲۷۷	معنی عادل۔
۲۸۶	باب القبول وعدمہ یعنی قبول شہادت اور عدم قبول مین
۲۹۵	حرمت سرود۔
〃	عداوت دنیاوی۔
۲۹۷	اہل صناعات دنیہ کی گواہی مقبول ہے۔
〃	تفصیل کبائر۔
۳۰۲	فرق سلف وخلف۔
۳۰۹	باب الاختلاف فی الشہادۃ یعنی شہادت کے اختلاف کا حکم
۳۱۵	باب الشہادۃ علی الشہادۃ یعنے گواہی پر گواہی دینے کا بیان۔
۳۱۹	باب الرجوع عن الشہادۃ یعنے شہادت سے رجوع کرنے کے بیان مین۔
۳۲۵	**کتاب الوکالۃ**
۳۳۱	یعنے دوسرے کو وکیل کرنے کے احکام۔
۳۳۸	باب الوکالۃ بالبیع والشراء یعنی خرید اور فروخت کیلئے وکیل کرنیکے احکام۔
۳۴۷	**فصل**
۳۵۳	باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض یعنی خصومت اور قبض کرنیکی وکالت کے احکام
۳۵۸	باب عزل الوکیل یعنی وکیل کے معزول کرنیکے احکام۔
۳۶۵	**کتاب الدعوی**
۳۷۵	یعنے دعوی کرنے کے احکام۔
۳۸۱	درصورت قسم دلانے کے گواہی سے باز رہنا جائز ہے۔
۳۸۴	باب التحالف یعنی دو شخصون کے باہم قسم کھانے مین۔
	فصل فی دفع الدعاوی یعنی دعوی کے دفع کرنیکا بیان۔
	باب دعوی الرجلین یعنی دو مردون کے دعوی کرنیکا ذکر۔

صفحہ	مضمون
۳۹۴	باب دعوی النسب یعنی نسب کے دعوی کا بیان۔
۴۰۲	**کتاب الاقرار**
	یعنے اقرار کرنے کے احکام۔
۴۰۸	اشارہ ناطق کا نو چیزون مین صحیح ہے۔
۴۱۴	باب الاستثناء یعنی اقرار مین سے استثنا کرنیکا ذکر۔
۴۲۰	باب اقرار المریض یعنی اقرار مریض کے احکام۔
۴۲۸	فصل فی مسائل شتی یعنی اسمین چند مسائل متفرقہ کتاب الاقرار کے ہین
۴۳۴	**کتاب الصلح**
	یعنی مدعی اور مدعا علیہ کے صلح کرنے کے احکام
۴۳۶	جواز رشوت دفع ظلم کے لیے۔
۴۵۲	**کتاب المضاربۃ**
	یعنی ایک شخص دوسرے کے مال سے نفع کی شرکت ٹھہراکر جو تجارت کرے اسکا بیان۔
۴۵۹	باب المضارب الذی یضارب یعنی مضارب اگر راس المال تیسرے کو مضاربت پر دیوے۔
۴۶۴	فصل فی المتفرقات یعنی مضاربت کے مسائل متفرقہ کے بیان مین۔
۴۶۹	**کتاب الایداع**
	یعنی اپنا مال دوسرے کے پاس حفاظت کیلئے رکھدینے کے احکام۔
۴۷۸	قاعدۂ کلیہ اعتبار شروط مالک ودیعت۔
	کتاب العاریۃ
	یعنی چیز کو مانگے دینے کے احکام۔
۴۸۳	عاریت چار قسم ہے۔
۴۹۰	**کتاب الہبۃ**
	یعنی چیز کو مفت بخش دینے کے احکام۔
۴۹۳	تیرہ عقود بدون قبض صحیح نہین۔
۴۹۷	تفضیل اولاد در عطا جائز ہے مع الکراہۃ۔
۴۹۹	باب الرجوع فی الہبۃ یعنی ہبہ کو پھیر لینے کے احکام۔
۵۰۴	ہبہ کا پھیرنا بدون رضاے طرفین یا حکم حاکم صحیح نہین۔
۵۰۷	فصل فی المسائل المتفرقۃ یعنی ہبہ کے مسائل متفرقہ کا بیان
۵۱۰	فرق در تملیک وہبہ۔
	تمت

Marfat.com

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنہ کہ ربع سوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در مختار

جلد سوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی

قانونی کتب خانہ ○ کچہری روڈ ○ لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہی انواع بیع کے احکام مین لما فرغ من حقوق اللہ لعبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد والمعاملات ؛ جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہی بحر الرائق مین ہی کہ مشروعات چار قسم پر ہین حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمین دونون حق مجتمع ہین لیکن حق اللہ غالب ہی ۴ وہ جسمین دونون حق مختلف ہین مگر حق العبد غالب ہی سزاوین ۱۲ حقوق اللہ مذکور ہوئے یعنی صلوٰۃ اور زکوۃ اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اُسکے بعد معاملات شروع ہوئے انمین ابتدا نکاح سے ہوئی اسواسطے کہ اُسمین معنی عبادات کا شمول ہے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہی اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہی لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر تر ہی چنانچہ فتح القدیر مین تصریح ہی کہ ابتدا معاملات بیع سے نہین بلکہ لقطہ اور لقیطا اور مفقود اور شرکت کا معاملات بیع داخل ہونا غیر مخفی ہے ومناسبتہ للوقف ازالۃ الملک لکن لا الی مالک معین بل الیہ وکانا بسیط ومرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالہ ملک ہی لیکن وقف مین بعد ازالہ ملک کے کسی مالک کیطرف ملک راجع نہین ہی اور بیان یعنی بیع مین مالک کیطرف راجع ہوتی ہی یعنی ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہی تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کے مانند ہوے علم کہتا ہی اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود مین مرکب پر لہذا تعلیم مین بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اسواسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہین اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہی تو اس سے ترکیب متحقق نہین ہو سکتی وجمع لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والثمن انواعا اربعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم بیع مطلق ومرابحۃ تولیۃ وضیعۃ مساومۃ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ کہتا ہی یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہی اور مصدر تثنیہ اور جمع نہین ہوتا لیکن مصنف نے بصیغہ جمع کا ذکر کیا ہی تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہین یا مفید ملک ہی فی الحال وہ نافذ ہی یا مفید ملک عند الاجازۃ وہ

Marfat.com

موقوف ہی یا مفید ملک عند القبض ہی وہ فاسد ہی یا مفید ملک اصلا نہین وہ باطل ہی اور مبیع یا عین ہی یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہین یا بیع العین بالعین ہی
وہ مقایضہ ہی یا بیع الدین بالدین ہی وہ صرف ہی اور مراد دین سے یہان نقدین ہین یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہی وہ سلم ہی یا بیع العین بالدین
ہی وہ بیع مطلق ہی اور یہی قسم اکثر خلق مین رائج ہی اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہی لہذا اُسکو بیع مطلق کہا اور یہان دین سے وہ مراد ہی جو نقد اور نسیہ
دونون کو شامل ہی اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہین یا بیع ثمن اول سے زائد ہی تو وہ مرابحہ ہی یا ثمن اول کے برابر ہی تو وہ تولیہ ہی یا ثمن اول سے
کمتر ہی وہ وضیعہ ہی یا بیع اُس ثمن پر ہی جسپر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا تفاوت ثمن اول وہ مساومہ ہی اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہی کہ مصدر کو
بمعنی مفعول لیجئے تو اب مبیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع مذکور کرنا صحیح ہوگا ہو لغۃ مقابلۃ شئی بشئی مالا اولا بدلیل وشروہ بثمن بخس بیع لغت مین
عبارت ہی ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہ ہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسفؑ کے بھائیون نے یوسف کو بیچا
ناقص ثمن سے م کہتا ہی چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا اُنپر نہین ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی مین مبادلہ مال کا مال سے شرط
نہین لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت مین عبارت ہی تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع مین بھی اسیطرح ہی اور اسیطرح لفظ شرا اور اشترا
اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہی اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتے ہین مگر عرف مین
لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہی انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیون نے ۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تھا اور جسنے خرید کیا
تھا اُسنے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحطاوی وہو من الاضداد اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہے یعنی خرید اور فروخت دونون مین مستعمل ہوتا
ہی شرا کی لفظ کے مانند ویستعمل متعدیا وبمن للتاکید وباللام یقال بعتک الشئی وبعتہ لک فہی زائدۃ قالہ ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہی دو
مفعولون کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کیواسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہی عرب بولتے ہین (بعتک الشئی وبعتہ لک) تو لام زائد ہی ایسا کچھ کہا ہی ابن قطاع نے
وباع علیہ القاضی ای بلا رضاہ اور بولتے ہین باع علیہ القاضی یعنے قاضی نے اُسکا مال بدون اُسکی رضامندی کے بیچ لیا م کہتا ہی شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ
بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہی اور عدم رضا علی کے لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عام اختیار ہی وشرعا مبادلۃ شئی مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب
کتراب وتیتۃ ودم اور شرع مین بیع عبارت ہی باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی
تعریف سے نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون م کہتا ہی یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہی اسواسطے کہ اُنمین بھی مبادلہ ہی مرغوب کا مرغوب سے
اور وہ دونون وجہ مخصوص کی قید سے نہین نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہی یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے
(ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی) یعنے مال کو مال سے بدلنا برضاء عاقدین یہ حقیقت ہی بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال مین داخل ہی اسواسطے کہ بحر الرائق
مین ہی کہ مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اُس کا رکھ چھوڑنا حاجت کیواسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہی سب آدمیون کے تمول سے
یا بعض آدمیون کی تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہی مالیت سے اور شرعا اسکی اباحت انتفاع ہی سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ
مال نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ اور جو چیز لوگون کے نزدیک مال ہو لیکن اُس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہین چنانچہ شراب اور جب کہ
دونون امر یعنی تمول اور اباحت نہون تو دونون مین سے ایک بھی ثابت نہوگا چنانچہ خون کہ نہ اُسکو مال کہتے ہین نہ متقوم بولتے ہین علی وجہ مفید
مخصوص ای بایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہے یا تعاطی م کہتا ہی طحطاوی
نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہی اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع مین داخل ہو جاے اسواسطے کہ فقط ایجاب اُس مین بھی
ہوتا ہی فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین یعنے باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا

Marfat.com

م کہتا ہی طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ متبرع من اجانبین مبادلے مین داخل ہی اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہین
(۱) متبرع ہبہ ابتدائی ہی ہر جانب سے تو اگر شارح متبرع کو مبادلے پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلے مین
داخل نہ تھا والہبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ھم کہتا ہے کہ ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہین لیکن بنظر انتہا کے
بیع ہی وخرج بمفید مالا یفید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا وزنا وصفۃً اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین بیع درم کی درم سے جو کہ
وزن اور صفت مین برابر ہین ھم کہتا ہے اور ایک درم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہی تو فاسد ہی بسبب بیاج کے نہ بسبب عدم فائدے کے
اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہی چنانچہ ایک سفید ہی اور دوسرا سیاہ تو ظاہر ا بیع جائز ہی بسبب فائدے کے کذا فی الطحطاوی ولا
مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الآخر صیرفیہ اور صحیح نہین بدلنا اور مجبر کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی
الصیرفیہ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونون کے حصے برابر ہین سو اُنکا مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اُسمین کچھ فائدہ نہین ولا اجارۃ السکنی بالسکنی
اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہی کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہی تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق
نسیہ کے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وہما
رکنہ اور بیع ہوتی ہی قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہی اور یہ دونون بیع کے رکن ہین ھم کہتا ہی فتح القدیر مین ہی کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہین
جو تبادل پر دلالت کرتے ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہی جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہو
قول ہو یا فعل وشرطہ اہلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہی بائع اور مشتری کی ھم کہتا ہے شرط بیع کی عاقدین تمیز اور وہ ولایت ہی جو ثابت
ہی ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اور اُسکے اثر کو سمجھتا ہو تو اُسکی بیع منعقد
ہی اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہی تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونون کا وکیل ہو اُسکی بیع منعقد نہوگی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور
شرط ہی متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سُنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوے کرے باوجودیکہ وہ پاس ہین اور تمام اہل مجلس نے اُسکو سُنا
تو اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کے بحر الرائق مین چھپّن شمار کیے ہین جسکا جی چاہے اُسکو دیکھے ومحل المال اور محل بیع کا مال ہی ھم
کہتا ہی بیع مین شرط یہ ہی کہ مال متقوم شرعاً مقدور التسلیم ہو فی الحال یا ثانی الحال تو مال کی قید سے حر یعنی آزاد نکل گیا اور متقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا
مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا بیع مین یہ شرط ہی کہ مملوک ہو بیع کے وقت
اور ملک ثابت ہوتی ہی استیلا علی المبیع سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اُسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت
ملک ہی بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہی اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہوگی ھم کہتا ہی ثبوت
ملک بیع کا حکم اصلی ہی اور اُسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہی اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اُسکی استمتاع کا اور ثابت ہونا
شفعہ کا اگر بیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور جواز بیع کی حکمت انتظام ہی بقاء معاش
انسان اور عالم کا ھم کہتا ہی انسان حاجتمند ہی طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا جوتنا پھر اُسمین بیج بونا پھر اُس کا
سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرتا
تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان مین اُسکو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ اُسکی حاجات روا ہون اس
طرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے تو اگر بیع شرعاً سبب تملیک بدلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شئی مطلوب کو یا زبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال

Marfat.com

کرتا یا صبر کرکے مرجاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہین تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے مین بقاء مکلفین محتاجین ہی اور دفع حاجات ہی بطریق انتظام معقول کے
تانی الفتح وصفتہ مباح مکروہ حرام واجب اور بیع کی صفت یہ ہی کہ بعضی بیع مباح ہی اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہی بیع مباح وہ ہی جو مسلمانون مین کثیر
الوقوع ہی اور مکروہ وہ ہی جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہی اور اُسکا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہی اور واجب مال یتیم کی بیع ہی جب یتیم کے
ہلاک ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اُسکے خونمال تلف ہونے کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وثبوتہ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا
قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہی ہم کہتا ہی قرآن مین ارشاد ہوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنے اللہ نے بیع کو حلال کیا اور ربیا کو حرام فرمایا اور حدیث
قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث مین بکثرت ثابت ہی اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہی بیان سے اور قیاس سے یہان قیاس شرعی مراد نہین اسواسطے
کہ یہان مقیس اور مقیس علیہ نہین بلکہ استحسان عقلی مراد ہی چنانچہ مذکور ہوچکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہی جس سے بنی آدم اپنی معاش مین مستغنی نہین ہوسکتے
فالایجاب ہو ما یذکر اولا من کلام احد المتعاقدین فالقبول ما یذکر ثانیا من الآخر سواء کان بیعت او اشتریت سو ایجاب وہ ہی جو بائع اور مشتری کا
پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوگیا کہ قبول اُسکا نام ہی جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہے اگر
بائع نے اول یون کہا کہ مین نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا مین نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہی اور مشتری کا قول قبول ہی اور اگر مشتری نے اول
یون کہا کہ مین نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہی اور بائع کا قول قبول ہی فتح القدیر مین ہی کہ لغت مین ایجاب بمعنے اثبات
ہی مطلقاً اور یہان اثبات فعل خاص سے مراد ہی جو رضاے اولی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہی اثبات فعل ثانی سے
تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے ممتاز ہوجاے **الدال علی التراضی** قیدہ اقتداءً بالآیۃ وبیانا للبیع الشرعی ولذا لم یلزم بیع المکرہ وان انعقد
ولم ینعقد مع النزل لعدم الرضا بحکمہ معہ ہذا ایجاب کلام اول کا نام ہی جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی
پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کردینے کے واسطے ولہذا مکرہ کی بیع لازم نہین ہوتی اگرچہ منعقد ہوجاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہین ہوتی
اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہین خوش طبعی کے ساتھ اُسکو دریافت کرلے ہم کہتا ہی بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضا کہتا اسواسطے کہ
کہ راضی ہوتی ہی دونون جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل نہین ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہی (ہو مبادلۃ المال
بالمال بالتراضی) اور قرآن مجید مین تراضی یون ارشاد فرمائی (الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم) شارح کا کلام اسکا مقتضی ہی کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہی
فضولی کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ بحر الرائق مین مصرح ہی کہ وہ فاسد موقوف ہی رضامندی پر اور منار اور اُسکی شرح مین مصرح ہی کہ ہزل
یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہوجاتی ہی اسواسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہی محل بیع مین لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہی تو شارح کا یون کہنا
کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہین ہوتی غیر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ویرد علی التعریفین ما فی التاتارخانیہ لو خرجا معاً صح البیع اور ایجاب اور قبول دونون کی
تعریفون پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی نکلین تو بیع صحیح ہی یعنے اُس صورت مین ایجاب کی قبلیت
اور قبول کی بعدیت ثابت نہین تو مصنف کی دونون تعریفین مسلم نہ رہین لکن فی القہستانی لو کانا معاً لم ینعقد کما قالوا فی السلام لیکن قہستانی
مین ہی کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہون تو بیع منعقد نہوگی چنانچہ فقہا نے سلام مین کہا ہے یعنے اگر سلام اور اُسکا جواب ساتھ ہی نکلین تو جواب
ادا نہوگا اعادہ اُسکا لازم ہی یہ شارح نے استدراک کرکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد
بیع منقول ہی واللہ اعلم وعلی الاول مانی الاشباہ تکرار الایجاب مبطل للاول الا فی عتق وطلاق علی مال وسیجی فی الصلح اور تعریف اول یعنے
ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہی مگر عتق اور طلاق بہ عوض

Marfat.com

مال مین مبطل نہین اور اُسکا ذکر کتاب الصلح مین آویگا مع تکرار ایجاب کی صورت بیع مین صاحبین کے نزدیک یون ہی کہ بائع نے کہا کہ مین نے اُسکو ہزار درم کو بیچا پھر بولا کہ مین نے اُسکو دوسو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کیطرف راجع ہوگا اور دوسو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولی نے کہا کہ تو آزاد ہی ہزار درم پر پھر بولا کہ تو آزاد ہی دوسو دینار پر تو غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اُس پر دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین تکرار عقد مذکور نہوگی (ز) یہان گفتگو ہی تکرار ایجاب مین اور اسی طرح نظم آیندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہ ہی کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر ادلیت صادق نہ آئی اور اُسکا جواب یون ممکن ہی کہ اول سے مراد یہ ہی کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ بہ نسبت غیر قبول ثانی ہو یا یون کہیے کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی فی المنظومۃ المجیبیۃ اشعار

وکل عقد بعد عقد جدوا	فالبطل الثانی لانہ سدی	فالصلح بعد الصلح اضحی باطلا	کذا النکاح ما عدی مسائلا
منہا الشراء بعد الشراء صحوا	کذا الکفالۃ علی ما صرحوا	اذا المراد صاح فی المحقق	منہا اذا زیادۃ التوثق

اور منظومہ مجیبیہ مین ہی اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ ہی تو صلح بعد صلح کے باطل ہی اسیطرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہی یعنے دوسرے نکاح سے مہر مسمی لازم نہین آتا مگر چند مسائل مین عقد ثانی باطل نہین ہوتا ازان جملہ خرید بعد خرید کو علمانے صحیح کہا ہی اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین بموجب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق مین اسوقت یعنی درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہی یعنے دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا اصیل سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی وثوق مقصود ہی لہذا باطل نہین

وہما عبارۃ عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملک والتملیک ماضیین کبعت واشتریت او حالین کمضارعین لم یقترنا بالسوف والسین کابیعک فیقول اشتریہ احدہما ماض والآخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہی اُن دو لفظون سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دونون لفظین ماضی کی ہون چنانچہ بعت واشتریت یعنی مین نے بیچا اور مین نے مول لیا یا دونون لفظین حال کی ہون جیسے لغت عرب مین دو لفظ مضارع کے جنسے سوف اور سین متصل نہین چنانچہ ابیعک یعنی مین تیرے ہاتھ بیچتا ہون تو مشتری کہے اشتریہ یعنی مین اُسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرطیکہ ایجاب فی الحال کے کذا فی الشرح زیلعی مین ہی کہ بیع منعقد ہوتی ہی ہر ایک اُس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ مین نے بیچا اور خرید کیا یا مین راضی ہوا یا اُسکو لی بعوض اتنے کے اور برہان مین ہی یا بائع نے کہا کہ کھالے اس کھانے کو بعوض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کھایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اُسکا حلال ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہ گھر یا یہ غلام تجھکو ہبہ کیا بعوض اُس تیرے کپڑے کے تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہی اور حاشیہ سری الدین مین ہی بائع نے کہا کہ جب تو مجھکو اُسکی قیمت دے تو مین نے اُسکو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اُسی مجلس مین قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہی بطریق استحسان کے بائع نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہی اگر تجھکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجھکو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہی بحر الرائق مین ہی تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہونگے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ اُنمین معنی معتبر نہین اُنمین وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کے واسطے صراحۃً یا کنایۃً موضوع ہین اور جب کہ بائع نے ایجاب مین مخاطب کی طرف خطاب کیا تو قبول مین خطاب کرنا شرط نہین تو اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ اتنے پر بیچا اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا اور یون نہ کہا کہ مین نے تجھسے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی **ولکن لا یحتاج الاول الی نیۃ بخلاف الثانی فان نوی بہ الایجاب للحال صح علی الاصح والا لا الا اذا استعملوہ للحال کما ہل غرزم فکالماضی** کا بیعک لآن لتحضہ للحال ولیکن اول یعنے جب کہ ایجاب اور قبول بصیغۂ ماضی

Marfat.com

ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہین بخلاف ثانی کے یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بہ لفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہی سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہی بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہین مگر جبکہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہون چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہی عدم اشتراط نیت مین اور ابیعک الآن کے مانند ہی یعنے تیرے ہاتھ اب بیچتا ہون اسواسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہی ہم قول اصح کے مخالف وہ قول ہی جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر مین ہی کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہین کذا فی الطحطاوی چونکہ لغت عربی و فارسی مین حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہی جسکو مضارع کہتے ہین لہذا اُس کے استعمال مین نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت ہند کے کہ اسمین حال کا صیغہ جدا ہی چنانچہ بیچتا ہون اور مول لیتا ہون اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچون گا اور مول لون گا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہین **واما المتمحض للاستقبال فکالامر لایصح اصلا الا الامر اذا دل علی الحال کخذہ بکذا فقال خذت** اور صیغہ صحیح بطریق الاقتضاء فلیحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہی یعنے جسپر سوف اور سین ہی تو وہ امر کے مانند ہی اُس سے بیع اصلا صحیح نہین مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اُسکو اتنے پیسے اور مشتری نے کہا کہ مین نے لیا یا مین راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضا کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرح منلا یہ مین ہی کہ بلفظ امر بیع منعقد نہین ہوتی اسطرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا یا بائع نے یون کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ مین نے خرید کیا تو بیع منعقد نہوگی جیسے لفظ استقبال سے منعقد نہین ہوتی چنانچہ بائع گا یون کہنا کہ مین اُسکو تیرے ہاتھ بیچونگا اور مشتری کا یون قبول کرنا کہ مین نے مول لیا انتہی بحر الرائق مین کہا کہ خذہ بکذا مستدعی ہی سابقیت بیع کا یعنے ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہی لیکن خصوصیت مادہ یعنے امر بالاخذ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن استدعاے ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہی اور استدعاے خذہ کا بطریق اقتضا کے انتہی اور تقدیر کلام یون ہی بعتک فخذہ یعنے اُسکو مین نے تیرے ہاتھ بیچا سو اُسکو لے کذا فی الکلبی ہندوستان مین اکثر یہی رواج ہی کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہی مثلاً مشتری کہتا ہی بائع سے کہ اُسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہی کہ مین نے بیچا یا یون بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہین ہوتی تا وقتیکہ مشتری پھر یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا نا ایجاب اور قبول دونون بلفظ ماضی ہو جائین ہان اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو بیع دیگا اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بہ سبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہی **وتصح اضافتہ الی عضو یصح اضافۃ العتق الیہ** کوجہاء فرج والا لا کظہر وبطن اور صحیح ہی اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اُس عضو کیطرف جسکی طرف اضافت عتق کی صحیح ہی چنانچہ منھ اور شرمگاہ اور نہین تو نہین یعنے جس عضو کیطرف اضافت عتق صحیح نہین اُسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہین چنانچہ پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلاً بائع کہے اس غلام کا منھ بیچا تو بیع صحیح ہی اور اگر کہیگا کہ اُسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہین **وکل ما دل علی معنی البعت واشتریت نحو قد فعلت ونعم وہات الثمن وہو لک او عبدک او فداک او خذہ قبول** اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت کے معنی پر مانند اس قول کے کہ متقدمین نے کیا اور یہان اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہی یا تیرا غلام ہی یا تجھپر فدا ہی یا اُسکو لے یہ سب الفاظ قبول ہین ہم فتاوے عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہی کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ مین نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی مین نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دے تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہی بقول اصح اور وجیز کردری مین ہی کہ مشتری نے کہا کہ مین نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہی یا تیرا غلام ہی یا تجھپر فدا ہی تو بیع تمام ہوگئی لکن فی الولوالجیۃ ان بدا البائع فقبل المشتری نعم لم ینعقد لانہ لیس بتحقیق وبعکسہ صح لانہ جواب لیکن والولوالجیہ مین ہی کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہان کہہ کے تو بیع منعقد نہوگی اسواسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہین اور بالعکس اسکے یعنے

Marfat.com

اگر مشتری نے ابتداء کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہان کہکر تو صحیح ہی اسواسطے کہ وہ جواب ہی وفی القنیۃ نعم بعد الاستفہام کھل بعت منی بکذا بیع ان نقد الثمن لان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز فلیحفظ اور قنیہ مین ہی کہ ہان کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کے کہ کیا تونے مجھسے بیچا بعوض اتنے درم کے بیع ہی اگر ثمن نقد دے اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے اُسکو بیچا سو لے فلانے اُسکو خبر کردے سو غیر مخاطب نے اُسکو خبر کردی تو جائز ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ اور رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغہا اور موقوف الصحۃ نہین بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنے ایجاب باطل ہی تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اُس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہونچی بلا کتابت و رسالت اور اُسنے بیع قبول کی تو منعقد نہوگی بالاتفاق مگر جبکہ ایجاب مذکور اُسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہونچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس مین ہم ہکذا فی الہدایۃ وصدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی فلہ الرجوع لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین نہایہ چنانچہ باطل ہی ایجاب نکاح درصورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہی اسواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہی بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ اُسمین ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہی باتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق مین رجوع کرنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ یمین ہی یعنے تعلیق بالشرط ہی کذا فی النہایۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہین کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہی اسواسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہی واما الفعل فالتعاطی وہو التناول تاموس فی خسیس ونفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہی وہ تعاطی ہی اور تعاطی عبارت ہی تناول سے کذا فی القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب وقبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیز مین ہو خواہ عمدہ مین بخلاف کرخی کے یعنے اُنکے نزدیک بیع منعقد نہین ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی مین نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہی بیش قیمت سے اور خسیس کم قیمت سے اور بعضون نے کہا کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہی اور اس سے کم قیمت خسیس ہی بحر الرائق مین کہا کہ یہان اطلاق ہی معتمد ہی کذا فی الطحطاوی ہدایہ مین ہی کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہی فتح القدیر مین کہا وجہ صحت یہ ہی کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہی یعنے بیع قولی اور فعلی کو اجناس ناطفی مین ہے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہون کتنے کو بیچتا ہے اُسنے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اُتنے جدا کردے سو اُسنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہوگئی اور اسی طرح اگر قصاب سے کہا اور اُسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہی تو وہ بیع ہوگئی یہانتک کہ اگر مشتری نے ثمن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب گوشت دینے سے انکار کریگا تو قاضی دونون سے زبردستی دلا دیگا انتہی مافی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح و یعنی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتوی ہی کذا فی الفیض ہم فتح القدیر مین ہی کہ اسمین اختلاف کہ بیع التعاطی مین قبض بدلین شرط ہی یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہی صحیح قول ثانی ہی اسواسطے کہ امام محمدؒ نے تصریح کی ہی کہ بیع التعاطی قبض احد البدلین سے ثابت ہوتی ہی اور یہ ثمن اور مبیع کو شامل ہی انتہی طحطاوی نے کہا صورت اُسکی یہ ہی کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہون پھر مشتری بائع کی رضامندی سے مبیع لیکر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دیکر بلا تسلیم مبیع چلا جائے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذا لم یصرح معہ مع التعاطی بعدم الرضا فلو دفع الدراہم واخذ البطاطیخ والبائع یقول لا اعطیہا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی جبکہ تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہ ہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دیے اور خربوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہی کہ مین اُنکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہوگی کما لو کان بعد

Marfat.com

عقد فاسد خلاصۃ وبزازیۃ وصرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بہما البیع قبل متارکۃ الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولی وعلیہ فیحمل ما فی الخلاصۃ وغیرہا علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہین ہوتی اگرچہ عقد فاسد کے بعد ہو کذا فی الخلاصۃ والبزازیۃ اور بحر الرائق مین تصریح کی ہی کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہین ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی مین بطریق اولے بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہوگی اور بنا بر تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہا مین ہی وہ اسی پر محمول ہی ہم یعنے خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہی طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح مین خلاصہ سے یون نقل کیا ہی کہ بیع التعاطی مین یہ بھی ضرور ہی کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہی انتہی یعنے تصریح قید متارکہ خود خلاصہ مین موجود ہی تو بحر الرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہی اور حموی کیطرح نہر الفائق مین بھی خلاصہ کی روایت منقول ہی وتمامہ فی الاشباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی علی الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد مین اس قاعدے کے تحت مین مذکور ہی کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت مین کہ جسکی بنا فاسد پر ہوئی وہ خود فاسد ہی یعنے جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا وقیل لابد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ حلوانی واکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثۃ اقوال وقد علمت المفتی بہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ بیع التعاطی مین اعطاء جانبین یعنے بائع اور مشتری دونون کا دینا ضرور ہی طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علما ہین اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہی اور اسکا حلوانی نے فتوے دیا ہی اور کرمانی نے اکتفا کیا ہی مبیع کے تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اسمین منقح ہوے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کو ہم قول اول یہ ہی کہ ایک کا دینا کافی ہی خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہی کہ تعاطی مین دونون کا دینا ضرور ہی اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہی کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہی اور منشا اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہی کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی مین اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہی اور بعضے مقام مین اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہی اور بعضے مکان مین تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہ بوجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہین بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہی اور یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الطحطاوی وحررنا فی شرح الملتقی صحۃ الاقالۃ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہمنے تحریر کی ہی شرح ملتقی مین صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع مین خاص نہین ہم شرح ملتقی مین صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کے صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے ما یستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا جو چیزین آدمی لیتا ہی بائع سے یعنے بدون انعقاد بیع کے جبکہ بائع اس سے ان چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد انکے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہی ہم بحر الرائق مین ہی کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہ ہی کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہوگی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنے ہی جو قنیہ مین ہی کہ جن چیزون کی بقال سے بدون بیع کے لینے کی عادت ہی علی وجہ الخراج یعنی بطور اچاپت کے چنانچہ مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد منعدم ہونیکے تو صحیح ہی انتہی تو یہان معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی بیع البراءات التی یکتبہا الدیوان علی العمال لا یصح بخلاف بیع حظوظ الائمۃ لان مال الوقف قائم ثمہ ولا کذلک ہہنا اشباہ وقنیۃ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبزہ قبل قبضہ من المشرف بخلاف الجندی بحر وتعقبہ فی النہر بیچنا تنخواہ کی ان چٹھیون کا جنکو متصدیان دفتر عاملون پر لکھ دیتے ہین صحیح نہین بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ انکی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ وقف کا مال وہان قائم اور موجود ہی اور ویسا نہین ہی یہان عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہین بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہی کذا فی الاشباہ والقنیۃ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنے والے مشرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہر الفائق

یستجیر

ف از بقال بطور اچاپت گرفتن جائز است ۱۲

Marfat.com

ہین اسپر اعتراض کیا ہی ہم نہر الفائق مین کہا کہ ظاہر الفتیہ کی روایت ضعیف ہی اسواسطے کہ فقہا کا اسپر اتفاق ہی کہ بیع معدوم کی صحیح نہین اور اسیطرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہین تو اسکی بیع کہان صحیح ہوگی اور اسکو یاد رکھنا جو ابن وہبان نے کتاب الشرب مین کہا ہے کہ فتیہ کی روایت مخالف قواعد کے ہی

التفات کے لائق نہین جبتک کہ دوسرے کی نقل سے اسکی تائید نہو انتہی ملخصا و افتی المصنف بطلان بیع الکالئ بالکالئ لما فی الاشباہ بیع الدین لا یجوز من المدیون اور فتوے دیا ہی مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہی اسواسطے کہ اشباہ مین ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہین مگر مدیون سے جائز ہی ہم جا کہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہین جو سلطان یا امیر نے اسکے واسطے بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہی تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی چڑھی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہی اور دین کا بیچنا غیر مدیون سے جائز نہین اور مدیون سے بیچنے کی صورت یہ ہی کہ کپڑا بیچا بعوض غلام کے سو ایک نے غلام پر تو قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اُسی شخص کے ہاتھ بیچا چند دراہم معینہ کے عوض تو بیع صحیح ہی اور اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہین ہی اسواسطے کہ یہ بیع ہی منقول کی اسکے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا وفی الاشباہ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ہذا لا یجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی مصنف اور اشباہ مین ہی کہ جائز نہین عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کسی ملک سے خالی ہین چنانچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہین عوض لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ مین ہی کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہین حق مجرد کی قید اسواسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رقبہ عوض جائز ہے وفیہا فی آخر بحث تعارض العرف مع اللغۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ یفتی بجواز النزول عن الوظائف بمال اور اشباہ کے تعارض عرف اور لغت کے آخر بحث مین ہی کہ ظاہر مذہب یہ ہی کہ عرف خاص کا اعتبار نہین لیکن بہت علما نے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہے تو بموجب اسکے فتوے دیا جاتا ہی وظائف اوقاف سے کنارہ کرنیکے جواز کا بعوض مال کے ہم یہ قول مخالف نہین قول سابق کے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہین اسواسطے کہ قول سابق اسپر مبنی ہی کہ عرف خاص معتبر نہین ظاہر الروایۃ مین اور یہ قول مفتی بہ پر کہ عرف خاص معتبر ہی بناء احکام عرف عام پر ہوتی ہی نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہی جو سب لوگونمین رائج اور مشہور ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہی جو چند لوگونمین رائج ہو چنانچہ فقہا مین خلاصہ یہ ہی کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہی لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہی عینی نے اپنے فتاوے مین کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتمد نہین لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اسپر چلتے ہین اور بعضے علما نے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہی کہ امام حسن رضؓ نے معاویہؓ سے نزول عن الخلافۃ پر صلح کی اسقدر مال پر جو ہر سال اُنکو کافی ہوا اور حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا و یلزم خلو الحوانیت فلیس لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارتہا لغیر ولو وقفا انتہی اور بناء بر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہے خلو دکانین کے لزوم پر جو دوکانونکے مالک کو صاحب خلو کا خارج کر دینا جائز نہین اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اسکے سوا کو اگرچہ دوکانین وقف ہون انتہی مافی الاشباہ ہم حقیقت خلو یہ ہی کہ واقع دراہم اس منفعت کا مالک ہو جسکے مقابلہ مین اُسنے دراہم دیے خواہ یہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہی کہ وقف مین مکانات قریب لانہدام ہون تو واقف یا ناظر وقف اُس شخص کو بکرایہ دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کریگا سو اُس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ ہوا اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جاے تو صاحب خلو دو تہائی مین واقف کا شریک ہوگا بعد اسکے سو اگر اُن مکانات مین پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکور مین واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو مین اختلاف ہی مقدسی حنفی اور اہوری مالکی اُسکو باطل کہتے ہین اور صاحب اشباہ وغیرہ اسکے جواز اور لزوم کے قائل ہین اسواسطے کہ اوقاف ناصحی مین ہی کہ دکانین بازار کی اراضی جبکہ ان لوگون کے پاس اجارہ ہو جنھون نے دوکانونکو بنایا ہی تو وقف جائز ہی اسواسطے کہ ہمنے اُن دکانونکو اُنکے تصرف مین دیکھا کہ انکو بیچ ڈالتے ہین اور اُنکو میراث لیتے ہین سلطان اُنسے مزاحمت نہین کرتا اُنلوگون

Marfat.com

پر تو فقط غلہ اور محصول ہی جو دیا کرتے ہین یہی عادت جاری ہی متاخرین کی مدتہاے دراز سے انتہی ولہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دوکان کو اُسکا خارج کرنا اور غیر شخص کو اُسکا اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ دوکان اصل مین وقف ہو انتہی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو مین ایک مستقل رسالہ لکھا ہی اور صحت خلو کی شرط یہ ہی کہ دراہم مبذولہ جہت وقف مین صرف ہون سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہین اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہین اور دافع دراہم کے واسطے خلو مقرر کر دیتے ہین تو یہ خلو صحیح نہین اور فائدہ خلو کا یہ ہی کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہی تو اسپر ملک کے احکام جاری ہونگے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور ادائے دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت ہون تو اسمین حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ سموی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہی اسواسطے کہ اُسپر بکثرت عمل جاری ہو گیا ہی تمام ممالک مین خصوصاً دیار مصر مین تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے بارتکاب احب الضررین اسواسطے کہ حکم بطلان سے تضییع اموال خلق اور کثرت اختصام بین الانام لازم آتا ہی علی الخصوص جبکہ وہ وقف ہو خیرات اور حسنات پر تو اُسکے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی مختصراً وفی معین المفتی للمصنف معزیا لولوالجیۃ عمارۃ فی ارض بیعت فان بناءً او اشجاراً جاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی مین ہی ولوالجیہ کیطرف نسبت کرکے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی سو اگر عمارت بناے مکان ہی یا درخت ہین تو بیع جائز ہی م یعنی فقط عمارت پر بیع واقع ہوئی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین مین ہو یا عمارت بیع کی زمین کے ساتھ اسطرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہی کیونکہ مکان اور درخت مال ہین اور ثمن مشتری پر لازم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وان کرابا او کری انہار او نحوہ مما لم یکن ذلک بمال ولا بمعنے مال لم یجز انتہی اور اگر عمارت کھودی جوتی زمین ہی یا نہرونکا کھودنا اور صاف کرنا ہی مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اُسکے اُس قسم کے کہ جو چیز نہ خود مال ہی نہ بمعنے مال تو بیع اُسکی جائز نہین انتہی ما فی الولوالجیۃ م جوتنے اور صاف کرنے کے مانند زمین کا ہموار کرنا ہی اونچ نیچ سے اور لا بمعنے مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہی بطریق خلو کے کذا فی الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لا یجوز وکذا رہنہا ولذا جعلوہ الآن فراغا کالوظائف فلیحرر انتہی وسنذکرہ فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی مین کہا اور ولوالجیہ کی عبارت کا مفاد یہ ہی کہ بیع مسکہ جائز نہین اور اسیطرح اسکا رہن جائز نہین اور اسیواسطے اب علما نے اُسکو فراغ قرار دیا ہے یعنے مسکہ کو مسمی بفراغ کیا ہی مثل اور متعلقات وقف کے تو اُسکی تحریر اور تنقیح کرنی چاہیے انتہی ما فی معین المفتی اور قریب ہی کہ ہم اسکو بیع الوفا مین ذکر کرینگے م درمختار کے محشیون کا کلام اس مقام مین مختلف ہی لفظاً ومعنیً طحطاوی نے بیع السکہ ضبط کیا ہی بحذف میم اور شرح اُسکی یون کی ہی کہ بیع سکہ یعنے کوچہ غیر نافذہ کے حق مرور کی بیع جائز نہین اور شیخ ابو الطیب اور شیخ عابد سندھی مدنی نے مسکہ باضافت میم ضبط کیا ہی اور اکثر نسخ درالمختار کے اسی کے موافق ہین پھر مسکہ کی مراد مین اختلاف ہی شیخ ابو الطیب نے کہا کہ ظاہر مسکہ بالضم سے کنوئین کا کھودنا سخت مکان مین مراد ہی کذا فی القاموس تو بیع اس مکان کی نہر کھودنے کی بیع کے مانند ہی انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسئلہ سکہ اور مسئلہ حفر بیر کے لیے فراغ کا لفظ مناسب نہین اسواسطے کہ فراغ اُس کو کہتے ہین کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے ٹھہرا دے کچھ عوض لیکر تو کنوئین کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجھکو بے معنی معلوم ہوتا ہی تو بہتر یہ ہی کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر گھر موقوف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دے عوض لیکر تو اسکو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہی کیونکہ قاموس مین منجملہ معنی مسکہ یہ بھی مذکور ہی کہ المسکۃ ما یتمسک بہ اور مفتی ابو مسعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہی کہ مسکہ متعلق بوقف ہی نہ متعلق بحکم بیر انتہی واللہ اعلم وینعقد ایضا بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ فانہ بوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین وتمامہ فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہی ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع مین اور باپ کے بیچنے مین اپنے طفل سے اسواسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کے اسکی عبارت دو عبارتونکے برابر ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اُسکا درر مین ہی م یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہے اسطرح کہ کہے کہ مین نے اُس کی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہین کذا فی البحر اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجھے مول لے دے تو بیع جائز نہین اور اگر وصی

Marfat.com

اسکی چیز آپ خرید کرے بشرطیکہ منفعت یتیم تو جائز ہی کذا فی البزازیہ یعنے دس درم کی قیمت والے کو پندرہ درم دیکر خرید کرے اور باپ کی خرید فروخت مین اپنے طفل سے منفعت طفل مشروط نہین ونور شفقت کے سبب سے **فاذا وجب احد قبل الآخر بالمعاکان اومشتریا فی المجلس** لان خیار القبول مقید بہ ہم جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اُسکو قبول کرے مجلس مین اسواسطے کہ قبول کرنے کا اختیار مقید بمجلس ہی ہم یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنیسے بیع ثابت نہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت مین کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طحطاوی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہی جسمین وہ قول اور فعل نپایا جائے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کر دے اگرچہ اعراض کے واسطے نہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائے گی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ متغیر ہو **وکل المبیع بکل الثمن او ترک** سلایلزمہ تفریق الصفقۃ مجلس ایجاب مین عاقد ثانی کل مبیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ لازم نہ آوے ہم صفقہ عبارت ہی ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کے وقت اور باصطلاح فقہ مین صفقہ سے خود عقد مراد ہی یعنی غیر کیلی اور وزنی چیز مین یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اسمین بعض مبیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا جائز نہین تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یون ایجاب کیا کہ مین نے یہ دس امرود یا پونڈے یا لیمون چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہی مجلس مین چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیمون چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ مین نے پانچ امرود یا لیمون کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہوگی کیونکہ قبول مخالف ہوگیا ایجاب کے **الا اذا اعاد الایجاب القبول** تفریق ایجاب جائز نہین مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب و قبول کرین تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب و قبول سے نہ اول سے او رضی الآخر **وکان الثمن منقسطا علی المبیع بالاجزاء المکیل والموزون** یا راضی ہو جائے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزاء پر چنانچہ مکیل و موزون کے اجزاء پر ثمن منقسم ہو سکتا ہی ہم مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے دس سیر گیہون دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ مین نے پانچ سیر گیہون پانچ آنے کو خرید کیے اور بائع اسپر راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی سو اس صورت مین قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا **والا لا وان رضی الآخر بعد م جواز البیع بالحصۃ ابتداء** کما حررہ الوانی اور اگر ثمن مبیع کے اجزاء پر منقسم نہو تو بیع جائز نہین اگرچہ دوسرا شخص تفریق بالقبول پر راضی ہو جائے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا مین جائز نہین کذا حررہ الوانی المحشی للدرر ہم اگر انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہو بلکہ انقسام بالقیمت ہو یعنے مبیع کے اجزا متفاوت القیمت ہون چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑون کو بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ بائع راضی ہو جائے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا مین جائز نہین اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اُسکے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا مین عارض ہوئی نہ ابتدا مین اور عدم جواز بیع مذکور اُس صورت مین ہی کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحطاوی **او بین ثمن کل** کقولہ بعتہما کل واحد بمائۃ وان لم یکرر لفظ بعت عند ابی یوسف ومحمد ہو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑون کو بیچا ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعت کا دوبارہ نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی ہم صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہو نہین کافی ہی بلا شرط تکرار لفظ چنانچہ اُسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظمؒ کے نزدیک تعدد صفقہ مین تکرار لفظ بھی شرط ہی اس طرح پر کہ (بعتک مین العبدین بعتک ہذا بخمسمائۃ وبعتک ہذا بخمسمائۃ) یعنے ان دو غلامون کو تیرے ہاتھ مین نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض مین نے بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض مین نے بیچا اور فتح القدیر مین صاحبین کے قول کو یون ترجیح دی ہی کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہی اسواسطے

اعادات

Marfat.com

کہ ظاہرا بائع کی غرض یہ ہی کہ دونون مین سے کوئی بک جائے اور اگر دونون کو یکبارگی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بیفائدہ تھا وما لم یقبل بطل الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول او قام احدہما وان لم یذہب عن مجلسہ علی الراجح نہر وابن الکمال فانہ کمجلس خیار المخیرۃ وکذا سائر التملیکات فتح اور جبتک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنی یون بولا کہ مین نہین بیچتا یا نہین خرید کرتا یا دونون مین سے کوئی کھڑا ہو گیا اگرچہ اُس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر وہکذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کے مانند ہی کہ بمجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہی اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح م نہر الفائق مین ہی اختلاف مجلس اُس عمل کے استعمال سے ثابت ہوتا ہی جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کھانا اور پینا اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اُس برتن سے جو ہاتھ مین تھا ایجاب کے وقت اور سو جانا در صورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہین بدلتا یعنے اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑھتا تھا سو اُسنے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہی اور اگر نفل نماز مین دوسری رکعت پڑھ کر قبول کریگا تو بھی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دیگا اور چار پڑھ کر قبول کریگا تو صحیح نہین اور چلنا تو مطلقاً ظاہر الروایۃ مین اختلاف مجلس کا سبب ہی یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کی حالت مین خرید و فروخت کرین تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونون سوار ہون اور طحطاوی وغیرہ کا یہ مختار ہی کہ اگر فی الفور متصل قبول کیا چلنے کی حالت مین تو جائز ہی اور محیط مین اسکی تصحیح ہی اور خلاصہ مین ہی کہ ایک دو قدم چلنے مین جائز ہی مجمع التفاریق مین کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور مجتبی مین ہی کہ مجلس متحد وہ ہی کہ جس مین احد المتعاقدین بجز گفتگوے ایجاب اور قبول کے اور کام مین مشغول نہون یا وہ اشتغال نہ کرین جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گھر کے مانند ہی تو مجلس منقطع نہوگی اُسکے چلنے سے اسواسطے کہ بائع اور مشتری اُسکے ٹھہرانے پر قادر نہین انتہے اور فتح القدیر مین سوائے خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہین کذا فی الطحطاوی واذا وجد الزم البیع بلا اختیار الا بعیب او رویۃ خلافا للشافعی اور جب کہ ایجاب اور قبول پائے گئے تو بیع لازم ہو گئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین سوائے خیار العیب اور خیار الرویۃ کے بخلاف مذہب شافعی کے م یعنے جب ایجاب اور قبول اپنے شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسی کو نقض بیع مین اختیار نرہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہی کہ بائع اور مشتری دونون کو بقائے مجلس تک اختیار ہی امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہی جو صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہی کہ (المتبایعان بالخیار مالم یفترقا) یعنے بائع اور مشتری مختار ہین جبتک جدا نہین ہوئے شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین مذکور کیا وحدیثہ محمول علی تفرق الاقوال اذ الاحوال ثلثۃ قبل قولہما وبعدہ وبعد احدہما واطلاق المتبایعین فی الاول مجاز الاول وفی الثانی مجاز الکون وفی الثالث حقیقۃ فیحمل علیہ اور حدیث خیار با شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہی اسواسطے کہ یہان تین حالات محتمل ہین قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت مین مجاز ہی باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت مین مجاز ہی باعتبار وجوہ گذشتہ کے اور تیسری صورت مین حقیقت ہی تو اُسی پر محمول ہوگا م حدیث ممدوح مین تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہی اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہین بلکہ تفرق اقوال مراد ہی یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یون کہنا کہ مین نہین مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہی چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے انکو متبائع بولنا بھی مجاز ہی چنانچہ پیر کو جوان بولنا تو متشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا بھی حقیقت ٹھہرا اور متشاغل اُسوقت صادق آتا ہی جبکہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نہ کرے لہذا یہی بالیقین مراد ٹھہرا اور یہ بعینہ خیار القبول ہی اور یہ تقریر ہی ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہ ہوا کہ جو دو شخص خرید و فروخت کی گفتگو کر رہے ہین ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہین دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمھاری تقریر بھی مجاز سے خالی نہین

Marfat.com

حال خلاف موجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہی مطلب اسکا یہ ہی کہ حلول مقتضاے عقد ہی اور اجل یعنے مدت ثمن ثابت نہین ہوتی مگر شرط تاجیل سے و موجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہی ثمن موجل سے جس کی مدت معلوم اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پہونچے ہم یعنے اُس ثمن موجل سے بیع صحیح نہین جسکی مدت مجہول ہی کہ باعث نزاع ہی اور وجہ نزاع یہ ہی کہ بائع مدت قریب مین تقاضا کریگا اور مشتری اُسکا انکار کریگا لہذا مجہول الی مدت کی بیع فاسد ہی ولو باع موجلا صرف لشہر یفتی اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینہ کی طرف پھیری جاویگی اسی کا فتوے ہی کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول لنافیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت مین اختلاف کیا تو اُسکا قول معتبر ہی جو مدت کی نفی کرتا ہی مگر سلم مین مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا ہم اختلاف مدت کی یہ صورت کہ بائع کہتا ہی کہ مین نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہی کہ نہین مدت پر بیع واقع ہوئی ہی تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع مین عدم تاجیل اصل ہی اور سلم مین مثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہی فساد سلم کا اسواسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہین ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین ایک کم مدت بیان کرتا ہون اور دوسرا زیادہ مدت تو کمتر مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہی والبینۃ فیہما للمشتری اور دونون صورتون مین یعنے اختلاف مدت اور مقدار مدت مین مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہی ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونون مختلف ہون مدت کے گذر جانے مین بائع کہتا ہو کہ مدت ہوچکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہی تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی وبطل لاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہی مدیون کی موت سے ہم مدت کا فائدہ یہ ہی کہ مدیون تجارت کرکے ثمن ادا کرے منفعت سے پھر جب مدت مقرر کرنیوالا مرگیا تو اُسکا متروکہ ادائے دین کے واسطے متعین ہوگا ثواب تاجیل کا کیا فائدہ ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع بحال ثم اجله اجلا معلوما او مجهولا كنيروز وحصاد صار مؤجلا ثمنیہ بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پھر اُسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ نوروز یا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع مؤجل ہوجاوے گی کذا فی المنیہ اور ایک نسخے مین منیہ کی جگہ قنیہ ہی نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہی صحت بیع مذکور صاحبین کا قول ہی اور امام کے نزدیک بیع فاسد ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر له الف من ثمن مبيع فقال اعط كل شهر مائة فليس بتاجيل بزازیہ بائع کے ہزار درم ہین مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے مین سو درم دیا کرو تو یہ مدت معین کرنا نہین ہی کذا فی البزازیہ یعنے فی الحال طلب کرسکتا ہی کذا فی البحر علیہ الف ثمن جعله ربه نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرط الملتقط وہی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہین جن کی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہی یون کہکر کہ اگر کسی قسط مین خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونون کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہی ہم حلبی نے کہا ان اخل حال ہی جعل کے فاعل کا بتقدیر قول کے

قلت وبما یکثر وقوعه مالو اشتری بفلوس رائجة فكسدت بضرب جديدة يجب قيمتها يوم البيع من الذهب لا غير اذ لا يمكن للحكام الحكم بمثلها لمنع السلطان منها ولا يدفع قيمتها من الفضة الجديدة لانها ما لم يغلب غشها فجيدها ورديها سواء اجبا غا اما ما غلب غشه ففيه الخلاف کما سیجئ فی فصل القرض فتنبه وبه اجاب سعدی آفندی مین کہتا ہون اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہی کہ اگر چلن کے روپیون سے خرید کیا پھر اُنکا رواج موقوف ہوگیا دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو اُن روپیون کی جو قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوائے اسکے اسواسطے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکمون کو ممکن نہین بسبب منع کردینے سلطان حال کے اُنکے رواج سے اور انکی قیمت فضہ جدیدہ سے بھی مشتری نہ دے اسواسطے کہ جبتک چاندی کی ملونی غالب نہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونون برابر ہین باجماع امام اور صاحبین کے اور جس چاندی مین ملونی غالب ہوگی اُسمین امام اور صاحبین کا اختلاف ہی چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل مین آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہی اس مسئلہ کا سعدی آفندی نے ہم طحطاوی نے کہا غلبہ غش باب الصرف مین مذکور ہی نہ قرض مین اور قرض مین رواج اور کساد مذکور ہی بلا قید غلبۂ غش

Marfat.com

وہذا اذا بیع بثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یہ یعنے صحت بیع ثمن موجل اُسوقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین موجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہی کذا فی الفتح ہم ثمن دین سے ثمن نقد بقرینۂ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہ ہی کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہی اور اُسکے دینے کا مثلاً دس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہی اور اگر ثمن کپڑا ہی یا اور اسباب تو اُسکے ادا مین مدت معین کرنا صحیح نہین کہ بیع فاسد ہی بخلاف جنسہ ولم یجیبہما قدر لما فیہ من ربوا النسا کما سیجئی فی بابہ وجب کہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونو کیل یا وزن شامل نہو اسواسطے کہ اسمین تاخیر کا بیاج ہی چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا مین آویگی ہم خلاصہ یہ ہی کہ بیع ثمن موجل درست ہی دو شرطسے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقود کے ہو نہ منجملہ عیان کے دوسری شرط یہ ہی کہ بیع بخلاف جنس ہو بشرطیکہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہون چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت مقرر کرکے صحیح ہی تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہون کی من بھر گیہون سے یا گیہون کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہین ہی کہ بیاج ہی والاجل ابتداؤہ من وقت التسلیم ولو فیہ خیار فمذ سقوط الخیار عندہ خانیہ اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کے وقت سے ہی اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اُسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیہ یعنے مدت کا شمار تسلیم کے بعد ہی نہ بعد ایجاب و قبول کے وللمشتری بثمن موجل الی سنۃ منکرۃ الاجل سنۃ ثانیۃ مذ تسلیم لمنع البائع السلعۃ عن المشتری سنۃ الاجل المنکرۃ تحصیلاً لفائدۃ التاجیل اور اُس مشتری کے لیے جس نے سال غیر معین کے ثمن موجل پر خرید کیا دوسرے سال کی مدت ہی تسلیم مبیع کے وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت مین تا تقرر مدت کا فائدہ حاصل ہو ہم خلاصہ یہ ہی کہ مشتری نے ادائے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب و قبول کے بعد سال بھر تسلیم مبیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اُسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری مبیع مین تصرف کرکے ادائے ثمن پر قادر ہو یہ قول ہی امام کا خلافا للصاحبین فلو معینۃ او لم یمتنع البائع من التسلیم لا اتفاقا لان التقصیر منہ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے ہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور ہی ہم اگر مشتری نے کہا کہ مین اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسیطرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ جب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر یا جب تک تسلیم مبیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدرر و الشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ محل اختلاف امام اور صاحبین وصورت امتناع تسلیم ہی اور اگر بائع نے امتناع نہین کیا تو ابتداے مدت عقد کے وقت سے ہی بالاجماع و الثمن المسمی قدرہ لا وصفہ ینصرف مطلقا الی غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوی لانہ المتعارف اور جب ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ اُسکا وصف تو اس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کیطرف یعنے جس شہر مین بیع منعقد ہوئی وہان کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ جسکا رواج غالب ہی وہی متعارف ہی ہم یعنے جب مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اُس شہر کے نقد غالب کیطرف راجع ہوگا جسمین بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کیطرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہی تو مطلق اُسی طرف پھیریگا اگرچہ اُس شہر مین اور دراہم بھی موجود ہون جنسے معاملہ نہین ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر مین ہی کذا فی النہر طحطاوی نے مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایک مرو سے اصفہان مین بعوض اتنے دنانیر کے سو اُسنے قیمت نہ دی یہانتک کہ مشتری بخارا مین ملا تو اسپر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہے وان اختلف النقود و مالیۃ کذہب شرنفی و بندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس لزوال الجہالۃ اور اگر نقود شہر کے مختلف ہون باعتبار مالیت کے جیسے شرنفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہی اُنکے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اُسوقت فساد نہین جبکہ مشتری بیان کرے ایک نقد کو اُسی مجلس مین بسبب دور ہو جانے جہالت کے ہم بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے جو باعث نزاع ہی اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین باعتبار رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس مین تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہی اسواسطیکہ جہالت رفع ہوگئی قبل اسکی تقرر کے مصنف نے

Marfat.com

اختلاف نقود کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہی مشتری کو اختیار ہی جو چاہے ادا کرے اور اسیطرح اگر نقود مالیت اور رواج دونون مین مختلف ہون یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتونمین بیع صحیح ہی باعتبار اُس نقد کے جو غالب الرواج ہی کذا فی النہر وصح بیع الطعام ہو فی عرف المتقدمین اسم للحنطۃ ودقیقھا کیلا وجزافا مثلث الجیم معرب گذاف المجازفۃ اور صحیح ہی بیع طعام کی پیمانہ سے ناپ کر اور بطور تخمین اور اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اُسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم گذاف فارسی کا معرب ہی بمعنے مجازفت ہم کہتا ہی کہ علامۂ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہی جدید اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطلوبغا نے کہا کہ مجازفت بیع مین عبارت ہی مباہلہ سے انکی اصل مصنف کے کلام مین طعام سے جمیع حبوب مراد ہین نہ فقط گیہون اور نہ جمیع ماکولات بقرینۂ کیل اور جزاف کے حبوب کی بیع اٹکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہوجانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ یکی مین عینی سے منقول ہی کہ اٹکل کی بیع مین شرط یہ ہی کہ ممیز اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسہ و لم یکن راس مال سلم لشرطیۃ معرفتہ کما سیجئ اوکان بجنسہ ویھودون نصف صاع اذ لا ربوا فیہ کما سیجئ بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہی جبکہ بیع اُسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس المال نہو اسواسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع سے کمتر ہی اسواسطے کہ نصف صاع سے کمترین بیاج نہین چنانچہ باب الربوا مین آویگا ومن المجازفۃ البیع بانار وحجر لا یعرف قدرہ تیقینا ولا للمشتری الخیار فیھما نہر اور منجملہ تخمین ہی بیچنا برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہی کذا فی النہر ہم کہتا ہی نہر الفائق مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز ہے کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت مین کیل نہین ہی شرط صحت یہ ہی کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خُرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکونمین بسبب رواج کے جائز ہے اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمع النوازل مین ثبوت خیار پر تصریح ہی اسصورتمین کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لایق یون ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بھی اختیار ثابت ہو انتہی وہذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر التفتت فان احتملھما لم یجز کبیعہ قدر ما یملأ ھذا البیت ولو قدر ما یملأ ھذا الطست لجاز مسراج اور یہ یعنے برتن کی پوری اور پتھر کے وزن سے بیع اُسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل نہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہوگی چنانچہ اُس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہ کوٹھری بھر جائے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بھر دے تو جائز ہے کذا فی السراج وصح فی ماسمی صاعا فی بیع صبرۃ کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقۃ علیہ ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہی بیع ہر مسمے کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہی اناج کے ڈھیر کی بیع مین اُسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اُسکو خیار التکشف کہتے ہین ہم کہتا ہے ایک ڈھیر ہے گیہون یا جو کا اُسکے مالک نے کہا کہ مین نے اسکو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اُسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار ہے اور مبیع فی نفسہ متفاوت چیز نہین اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈھیر کے صاع یا کے سیر کا ہے اور درم یا آنے کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہوگیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین ہدایہ سے منقول ہی کہ ایک صاع مین بیع لازم ہی بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہے واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرره او سمی جملۃ قفزانہا بلا خیار لو عند العقد وبہ لو بعدہ عندھما وبہ یفتی اور صحیح ہی بیع سب ڈھیر مین اگر اُسکا پیمانہ ہوگیا عقد کی مجلس مین بسبب دور ہوجانے مفسد کے قبل اُسکے جمنے کے یعنے جہالت قبل انقضاے مجلس زائل ہوگئی یا بائع نے اُس ڈھیر کے قفیز بیان کر دیے

Marfat.com

تو بیع صحیح ہوگی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس مین ہوا تو بیع باختیار مشتری ہوگی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسیکا فتوے ہی م کہتا ہی قفیز ایک پیمانہ ہی شرح ملتقی مین ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوے اس نظر سے نہین کہ امام کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اس نظر سے تا خلق اللہ پر آسانی ہو فان رضی ہل یلزم البیع بلا رضی من البائع الظاہر نعم نہر پھر درصورت خیار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہر جواب یہ ہی کہ ہان بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یہانتک کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اُسکا فسخ معتبر نہوگا اور مشتری سب ڈھیر کو لیگا کذا فی النہر ایضاً وفسد فی الکل فی بیع ثلۃ بفتح فتشدید قطیع الغنم وثوب کل شاۃ وذراع لف ونشر بکذا اور تمام مین بیع فاسد ہی بھیڑ بکری کی ریوڑ اور کپڑے کی بیع مین اسطرح کہ ہر بکری عوض اتنے کے ہے اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلۃ بفتح ثاے مثلثہ وتشدید لام عبارت ہی گلہ غنم سے اور شاۃ اور ذراع مین لف ونشر مرتب ہی م کہتا ہی یعنے بائع نے بھیڑ بکریون کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ اسمین سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپے کو ہی یا کپڑے کے تھان کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہی تو بالکل فاسد ہی تمام افراد مین امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد یہان مختلف ہین تو قیمت سب پر برابر منقسم نہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تعیین مین بائع چاہیگا کہ مشتری چھوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہون کے ڈھیر کے کہ وہان ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ گیہون کے افراد یعنے اُسکے دانون مین تفاوت نہین یکسان حال ہی مصنف نے کپڑے مین کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتابی نے جامع صغیر مین مضرت تبعیض کی قید لگائی ہی یعنے جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اُسمین بیع مذکور صحیح نہین تو اگر جس تھان سے گز دو گز اُترنا موجب نقصان نہو تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اُسمین ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے گیہون کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہی کذا فی المنح عن غایۃ البیان وان علم عدد الغنم فی المجلس لم ینقلب صحیحا عندہ علی الاصح اور اگر بھیڑ بکری کا شمار مجلس مین معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بہ صحت نہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے م کہتا ہی یعنے بعد عقد کے مجلس مین شمار معلوم ہونیسے صحیح نہوگی ولو رضیا انعقد بالتعاطی ونظیرہ البیع بالرقم سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور مانند اُسکے بیع بالرقم ہی کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہی کذا فی السراج م رقم کے معنے نقش کے ہین جسکو ہندی مین آتک کہتے ہین اور سراج مین ہی بیع بالرقم یہ کہ بائع کہے کہ مین نے یہ کپڑا بیچا موافق اُسکی رقم کے یعنے جو ثمن کہ کپڑے پر لکھا ہی اور مشتری کو وہ معلوم نہین سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھے گا تو بیع فاسد ہی اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھے گا اور بیع کو پسند رکھیگا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فساد مؤکد ہو جائیگا اور بعد اُسکے منقلب بجواز نہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر مین ہی کہ بیع بالرقم فاسد ہی اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب عقد مین متمکن ہو گئی ہی مانند قمار کے معلوم نہین کہ ثمن کیا ہی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر مجلس مین ثمن معلوم ہو جائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنے تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہ منافی ہی فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی مین ضرور ہی کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی مگر یہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجئے وکذا الحکم فی کل معدود متفاوت کابل وعبید وبطیخ وکذا کل ما فی تبعیضہ ضرر کمصوغ اوانی بدائع اور اسیطرح غنم اور ثوب کا حکم ہی ہر معدود مختلف مین چنانچہ اونٹ اور غلامون اور خربوزون مین اور اسیطرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہو چنانچہ ڈھلے برتن کذا فی البدائع ولو سمی عدد الغنم والذراع او جملۃ الثمن صح اتفاقا اور اگر بائع نے بھیڑ بکریون کی گنتی اور کپڑون کے گزونکا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل مین بیع صحیح ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے م کہتا ہی یہ تسمیہ مفروض ہی قبل عقد کے یا صلب عقد مین اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونیسے بیع صحیح نہین وہان تسمیہ مفروض ہی بعد عقد کے تو دونون صورتون مین کچھ تناقض نرہا کذا فی الطحطاوی وعن ابی السعود والضابطۃ بکلمۃ کل ان الافراد ان لم تعلم نہایتہا فان لم تود للجہالۃ فللاستغراق کیمین وتعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہ ہی کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو

Marfat.com

سوا اگر عدم علم جہالت کا باعث ہو تو وہان لفظ کل استغراق کے واسطے ہی یعنے جمیع افراد مراد ہونگے چنانچہ یمین اور تعلیق م کہتا ہی طحطاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت مراد ہی جو موجب نزاع ہو شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ بجاے یمین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود ہی یمین ہی تعلیق کی یہ مثال ہی کہ کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق، یعنے جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی (وکلما اکلت اللحم فعلی درہم) اور ہر بار کہ مین گوشت کھاؤن تو مجھپر ایک درم دینا واجب ہی تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمے پر درم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہی کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے مین ایک درم دیا کر سو مامور نے ایک مہینے سے زیادہ دیے تو آمر پر وہ لازم ہونگے والافان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ واقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہی تو اگر افراد کی نہایت مجلس مین نہ معلوم ہو تو وہان لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام و صاحبین کے چنانچہ اجارے اور ضمانت اور اقرار مین ہم کہتا ہی اجارے کی مثال یہ ہی کہ مین نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر عوض اتنے کے تو اُسپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہی کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اُسپر ایک مہینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف رح اور اقرار کی صورت یہ ہی کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیرے مجھ پر کل درم مین تو ایک درم لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والافان تفاوتت الافراد کالغنم لم یصح فی شئ عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سوا اگر افراد قیمت مین متفاوت ہون چنانچہ غنم تو کسی چیز مین امام کے نزدیک بیع صحیح نہین نہ ایک فرد مین نہ سب افراد مین والاصح فی واحد عندہ کالصبرۃ اور اگر افراد مین تفاوت نہ ہو تو ایک صاع یا ایک سیر مین امام کے نزدیک بیع صحیح ہی چنانچہ گیہون جو کے ڈھیر مین وصحاہ فیہما فی الکل بحر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونون مین یعنے سب غنم اور سب ڈھیر مین کذا فی البحر م کہتا ہی صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہی کہ مبیع معلوم ہو چکی اشارے کے سبب سے اور جہالت ثمن کی شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہی تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہی وفی النہر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرہان والقہستانی عن المحیط وغیرہ وبقولہما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق مین عیون سے اور شرنبلالیہ مین برہان سے اور قہستانی مین محیط وغیرہ سے منقول ہی کہ آسین صاحبین ہی کے قول پر فتوے ہی بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انہا مائۃ قفیز بمائۃ درہم وہی اقل واکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء اوفسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل وموزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈھیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہی سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہی یا زیادہ ہی تو مشتری کم کو لے اُسکے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہے یعنے اگر مثلاً ساٹھ قفیز گیہون ہون تو ساٹھ درم کو لینا چاہیے یا بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہی ہر ایک اُس کیلی یا وزنی چیز مین جسکے پارہ پارہ ہونے مین ضرر نہین ہم کہتا ہی ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکلگیا اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بھر ہی پھر وہ وزن مین مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اُسکا مالک ہی یعنے بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اُس چیز مین جسکو تبعیض مضر ہی وصف ہی جیسے ذراع کپڑے مین وصف ہی کذا فی الطحطاوی ومازاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنے اگر ڈھیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہی بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنے بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہین تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع مثلہ علی انہ مائۃ ذراع مثلاً اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرر نہر واخذ الاکثر بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر والوصف لا یقابلہ شئ من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلاً سو گز ہی سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اُسکو دیکھ لیا تو اُسکو ترک بیع مین اختیار نہ ہوگا بسبب منتفی ہو جانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لیگا بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنے گز وصف ہی بسبب معیوب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنے کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہین اور وصف کے مقابلہ مین ثمن کچھ نہین پڑتا ہم کہتا ہی توضیح اسکی

Marfat.com

یہ ہی کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہی مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسّی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر مین اختیار ہی چاہے ساٹھ یا اسّی گز پوری قیمت کو سو روپے دے کرلے یا نہ لے اور اکثر یعنے ایک سو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اُسمین کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروع مین ذراع وصف ہی اور مکیل و موزون مین کیل اور وزن وصف نہین نہر الفائق مین ہی کہ اصطلاح فقہا مین وصف شے اُس سے عبارت ہی جو تابع ہو شے کا اور منفصل نہو اُس سے جب اُسمین حاصل ہو تو اُسکی خوبی کو زیادہ کردے چنانچہ ذراع وصف ہی کپڑے مین اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اُسمین سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ ہیگا یعنے اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہین اور دس گز کافی ہی لہذا بعضون نے وصف کی تعریف یون کی ہی کہ وصف وہ ہی جو تبعیض سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہی اور جو ایسا نہو وہ اصل ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب مین اوصاف اُلدہ کے مانند ہی جسکے مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا یعنے ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوتا چنانچہ گیہون وغیرہ مین منقسم ہوتا ہی الا اذا کان مقصودا بالتناول کما افادہ بقولہ **وان قال** فی بیع المذروع **کل ذراع بدرہم اخذ الاقل بحصتہ** لصیرورتہ اصلاً بافرادہ بذکر الثمن **وترک** التفریق الصفقۃ مگر جبکہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اُسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اُسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع مین کہا کہ ہر گز بعوض درم کے ہی تو مشتری کمتر کو اُسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہی مگر یہان اصل ہوگیا بسبب اُسکے علیحدہ کردینے کے ثمن کے ذکر کردینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے م کہتا ہی یعنے اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دیکر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہی لیکن جب اُسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہوگیا **وکذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرہم او فسخ** لدفع ضرر التزام الزائد اور اسیطرح سو گز سے زیادہ کو مشتری نے ہر گز عوض درم کے یا چاہے فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا ضرور دفع ہو م کہتا ہی چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے خریدنے مین مشتری کو اختیار رہیگا **تا التزام** لما لا یلزم لازم نہ آئے **وفسد بیع عشرۃ اذرع من مائۃ ذراع من دار او حمام وسمحاہ وان لم یسم جملتہا علی الصحیح** لان الجہالۃ بیدہما اور فاسد ہی بیع دس گز کی گھر یا حمام کے سو گز دن مین سے اور صاحبین نے اُسکو صحیح کہا ہی اگرچہ بائع نے سب گز دن کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ مین ہی م کہتا ہی فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہی کہ ذراع حقیقت مین اُس آلہ کا نام ہی جس سے ناپتے ہین خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہان متعذر ہین تو مجازاً یہان ذراع سے زمین مراد ہی جو ذراع سے ناپی جاتی ہی اور زمین پر اطلاق ذراع نہین ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہو کر اسواسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہی کہ محل محسوس کا مقتضی ہی تو اس صورت مین دس گز غیر معلوم ٹھہرے کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہین تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کہیگا کہ مین دس گز فلانی طرف سے دونگا مشتری کہیگا نہین مین فلانی طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہی محل محسوس کا مقتضی نہین تو اُسکا شائع ہونا جائز ہی کیونکہ اُسکی جہالت باعث نزاع نہین اسواسطے کہ دس حصے والے کا شریک ہی تمام گھر مین بلا تعیین موضع اور صاحبینؒ کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہی کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا ناپ کر بائع اور مشتری کے اختیار مین ہی ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہی خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نکرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کیے تا قول آئندہ صحیح ہو اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی **لا یفسد بیع عشرۃ اسہم من مائۃ سہم** اتفاقا لشیوع السہم لا الذراع فاسد نہین بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم کے باتفاق امام و صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہی تو محل کا مقتضی نہین اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہی چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی لو تراضیا علی تعیین لا ذرع فی مکان کذا و ینبغی انقلابہ صحیحا لو فی المجلس لو بعدہ فبیع بالتعاطی نہر باقی ہی یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین گز دن کی تعیین پر ایک مکان خاص مین مین نے اسکو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور لائق یہ ہی کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد مین ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النہر **شتری عدد من قمحی** شیئا بالوزن فجاء ہ

Marfat.com

علی انہ کذا فنقص اوزاد فسد للجہالۃ خرید کیے چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ کپڑے ہون یا بھیڑ بکری کذا فی البحر جوہرۃ اس شرط پر خرید ہوے کہ اتنے ہین پھر کم نکلے یا زیادہ ہوے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے ہم کہتا ہی مثلاً دس تھان کی گٹھری خریدی بیس روپے کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تھان یا گیارہ تھان نکلے تو دونو صورتون مین بیع فاسد ہی اسواسطے کہ نقصان کی صورت مین ثمن مجہول ہی کیونکہ ثمن کے اجزا کی قیمت والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہین جسکو بیس روپون کے کم کر دیجیے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہوگیا اور درصورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی تو اُسمین نزاع واقع ہوگا مشتری نکہے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری رضا علی ان فیہا کذا نخلا متمرا فاذا واحدۃ فیہا لا تثمر فسد بحر اور اگر ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ اُسمین اتنے کھجور کے درخت پھلنے والے ہین سو اُسمین ایک غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد ہی کذا فی البحر یعنے فاسد ہی ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلۂ سابقہ مین درصورت کمی وجہ اُسکی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلا من الثیاب وغنما و استثنی واحدا بغیر عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیۃ چنانچہ کپڑون کی گٹھری یا چند بکریان بیچین اور اُسمین سے ایک کپڑا یا ایک بکری بلا تعیین نہ بیچی تو بیع فاسد ہی اور اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنے کرلی تو بیع جائز ہی کذا فی الخانیۃ یعنے درصورت استثنا غیر معین بیع فاسد ہی جہالت کے سبب سے مشتری دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اعلے لینے کا قصد رکھیگا اور درصورت تعیین یہ جہالت نہین ولو بین ثمن کل من القیمی بان قال کل ثوب منہ بکذا او نقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا یعنے اسطرح کہا کہ اس گٹھری مین سے ہر تھان کی یہ قیمت ہی اور ایک تھان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خرید اور عدم خرید مین مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہی مسئلۂ سابقہ مین مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی مین جہالت طاری ہوئی اور یہان ہر تھان کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی مین جہالت نہوئی مثلاً دس تھان بیچے بیس روپے کو اسطرح کہ ہر تھان کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھان نکلینگے تو اُنکا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھان کے دو روپے کم ہو جائینگے وان زاد ثوب فسد بجہالۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلاً دس تھان کی شرط مین گیارہ تھان نکلے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت مزید کے ہم کہتا ہی درصورت زیادتی جہالت ثمن بلکہ جہالت مبیع ہی یعنے دس تھان مبیع کی تعیین مین نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنے عمدہ تھان کو عشرۂ مبیعہ مین مشتری داخل کریگا اور بائع برعکس اُسکے ولو رد الزاید او عزلہ ہل یحل لہ الباقی فیہ خلاف اور اگر مشتری نے زاید کو پھیر دیا یا اُسکو جدا رکھدیا تو کیا باقی اُسکو حلال ہی اُسمین اختلاف ہی ہم کہتا ہی بزازیہ مین ہی کہ گٹھری خریدی اس شرط پر کہ اُسمین اتنے کپڑے ہین پھر اُسکو زاید پایا اور بائع غائب ہی تو زاید کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال مین لائے اسواسطے کہ وہ اُسکا مالک ہوگیا انتہے اور گویا یہ استحسان ہی والا بیع فاسد ہی جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ اور قنیہ مین مصرح ہی کہ محمدؒ کا یہ استحسان ہی کہ اُسمین سے ایک کپڑا جدا کر کے باقی استعمال مین لائے اور اُسمین قبل اسکے یہ ہی کہ ایک شے خریدی سو اُسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے تو باقی حلال ہی مثلیات مین اور قیمت والی چیز مین حلال نہین تاوقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جسمین بخل جاری نہو تو اُسوقت مین اُسکو جدا رکھے انتہی مافی البحر اور نہر الفائق مین ہی کہ یہ جو بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہوگیا یعنے قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہی اور خانیہ مین ہی کہ گٹھری خریدی جسمین بیس تھان ہین ہر تھان عوض اتنے کے پھر اُسکو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہین پس اگر بائع غائب ہو تو علما نے کہا ہی کہ مشتری اُسمین سے ایک تھان کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان ہی محمدؒ کا بنظر مشتری کے انتہی مافی النہر اور ظاہر یہ ترجیح ہی کل علما کے نزدیک جدا کر دینے کے وقت بائع کے غائب ہونے مین اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی تو حلت باقی ظاہر تر امر ہی کذا فی الطحطاوی اشتری ثوبا یتفاوت جوانبہ فلو لم یتفاوت لکن باس لم تحل الزیادۃ ان لم یضرہ القطع وجاز بیع ذراع منہ نہر خرید کیا کپڑا جسکے جوانب متفاوت ہین تو اگر جوانب اُسکے متفاوت نہون بلکہ برابر ہون چنانچہ تھان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ لینا حلال نہین اگر اسکو عیب لینا ضرر نہ کرتا ہو اور بیع ایک گز کی اُسمین سے جائز ہی کذا فی النہر ہم کہتا ہی زاہد عتابی نے جامع صغیر کی شرح مین کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہی حلت

Marfat.com

زیادت کم از ذراع اُس کپڑے مین ہی جو قطع بعض سے معیوب ہو جاتا ہو چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عمامہ اور مانند اُسکے اور اگر کم پاس یعنے تھان ہو جسکو قطع مضر نہین اور مشتری نے خرید کیا بشرطیکہ دس گز ہونے کے پھر اُسکو گیا وہ گز پایا تو زیادتی اُسکے لیے مسلم نہین بلکہ اُسکو بائع کو پھیرے چنانچہ مکیلات اور موزونات مین پھیر دینا لازم ہی انتہی حلبی نے کہا مشائخ نے کہا ہی کہ اگر ایک گز اس کپڑا پاس سے بیچے تو جائز ہی مانند بیع قفیز کے ڈھیر سے اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضر نہین کذا فی الطحطاوی شبلی

علی انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرہم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ وزیادۃ نصف بلاخیار لانہ اتلف واخذہ بتسعۃ فی تسعۃ ونصف بخیار لتفرق الصفقۃ

وقال محمد یاخذہ فی الاول بعشرۃ ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعۃ ونصف وہو اعدل الاقوال بحر وقواہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القہستانی وغیرہ قول الامام وعلیہ المتون فعلیہ الفتوی یعنے مختلف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز عوض درم کے تو مشتری اُسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے مین بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اُسکو نافع تر ہی اور اُسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے مین لے یا چاہے نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت مین اُسکو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت مین ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہی کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہی مین کہتا ہون لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہی اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہین تو امام ہی کے قول پر فتوی ہی ہم امام کی دلیل یہ ہی کہ ذراع وصف ہی اصل مین اور حکم اصل کا اُسوقت لیتا ہی جب شرط پائی جائے سو شرط یہان ذراع مین پائی گئی نہ نصف ذراع مین تو کمتر از ذراع اپنی اصالت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہین واقع ہوتا اور محمد نے جزو کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرورۃ قہستانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہین اور فتح القدیر مین ہی کہ بعضے شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہی اور ذخیرے مین کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع مین گفتگو ہی اسواسطے کہ گاہے فتوی قول صحیح پر ہوتا ہی نہ اصح پر یا گاہے غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہی آسانی کے واسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنے قول امام کا مفتے بہ ہونا تمام نہین اور تو معلوم کر چکا ہی اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب **فصل**

فیما یدخل فی البیع تبعاً وما لا یدخل یہ فصل ہی اسمین جو مبیع یعنے مبیع مین بطریق تبعیت داخل ہوتا ہی اور جو بالتبع داخل نہین ہوتا الاصل ان مسائل ہذا الفصل مبنیۃ علی قاعدتین لی حدہما ما افادہ بقولہ **کل ما کان فی الدار من البناء** یعنے کل ما ہو متناول لاسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہی کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدون پر ہی ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر مین ہی از قبیل عمارت کے یعنے جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہی عرف مین وہ مبیع مین داخل ہی بدون ذکر کرنے کے ہم شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام مین گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہی نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدۂ ثانیہ مین شارح تعمیم کیطرف اشارہ کرے گا یعنے جو چیز رواج مین اسم مبیع کو شامل ہی جیسے گھر کو عمارت شامل ہی وہ بدون ذکر کے مبیع مین داخل ہی تو گھر کی بیع مین عمارت بلا ذکر داخل ہی اسواسطے کہ گھر عبارت ہی زمین اور عمارت سے وذکر الثانیہ بقولہ **او متصلا بہ تبعا لہا دخل فی بیعہا** یعنے ان کل ما کان متصلاً بالمبیع اتصال قرار وہو ما وضع لالان یفصل البشر دخل تبعا وما لا فلا اور قاعدۂ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اُس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع مین داخل ہی گھر کے تابع ہو کر یعنے جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنے جو اسواسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اُسکو اُکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع مین داخل ہی بالتبع اور جو ایسی متصل نہین وہ داخل بیع نہین چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جسکا ایک سرا زمین مین گڑا نہو وما لم یکن من القسمین فانہ من حقوقہ ومرافقہ دخل بذکرہا والا لا اور جو دونون قسمون مین یعنے نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہین تو داخل نہوگی ہم شارح نے قواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کیے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند تین قاعدے مذکور کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفا وہ بیع مین بلا ذکر صریح داخل ہی دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہی مبیع کا اور اُسکی بیع مین داخل ہی تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونون

Marfat.com

تسمونمین نہ ہو تو اگر حقوق اور مرافق بیع مین ہی تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہوگا ورنہ نہین کذا فی الطحطاوی فیدخل البناء والمفاتیح المتصلۃ اغلاقہا کضبۃ وکیلون لو من فضۃ لا اقفل لعدم اتصالہ والسلم المتصل فی السریر والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا بنیا والبکرۃ لا الدلو والحبل ما لم یقل بمرافقہا فی بیعہا لے الدار تو گھر کی بیع مین عمارت داخل ہی اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہین گا ہے جدا نہین ہوتین چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہون نہ قفل یعنے قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور گھر کی بیع مین داخل ہی زبان متصل اور وہ تختہ اور زینہ جو زمین مین گڑا اور جما ہی اور چکی اگر اسکا نیچے کا پاٹ زمین مین گڑا ہو اور کنوئین کی گھرنی داخل دار ہی اور ڈول اور رسی داخل نہین جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے م اغلاق جمع ہی غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی مین کلیدانہ اور بند در کہتے ہین یعنے آلہ حدید جو دونون کواڑ دنمین کیلون سے جڑا ہوتا ہی دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے بلین اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہین فتاوے عالمگیری مین ہی کہ اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین مین گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع مین داخل ہی اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہی ورنہ تاتارخانیہ مین ہی کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہون وہ گھر کی بیع مین داخل ہین اور فتح القدیر مین ہی کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین مین گڑا ہی بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع مین داخل ہی لیکن دیار مصر مین نیچے کا پتھر زمین مین نہین جماتے بلکہ دونون پتھر منتقل اور متحول رہتے ہین تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہی نہ وہ ڈول اور رسی جو اسپر معلق ہی انتہی اور فتاوے عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ جب ایک گھر یا دکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمین سے اینٹین اور لکڑیان نکلین تو اگر بقصد عمارت ہین استحکام کے واسطے جیسا کہ لکڑی کے مجوسے تو انکا مالک مشتری ہی اور اگر بطور ودیعت کے ہون تو بائع انکا مالک ہی اور وجیز کردری مین ہی کہ اگر دکان کے آگے چھپتا ہو جیسا کہ بازارون مین ہوتا ہی تو داخل بیع نہوگا مگر بذکر مرافق انتہی وکذا البستانہا اور اسیطرح گھر کی بیع مین خانہ باغ داخل ہی م فتح القدیر مین ہی کہ وہ خانہ باغ مراد ہی جو گھر کے اندر ہی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہی تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہین اگرچہ اسکا دروازہ گھر مین ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروانے سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہو تو داخل ہی اور اگر اسکا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہین انتہی واما البیر الکائنۃ فی الدار فتدخل فتح کما سیجی فی باب الاستحقاق اور وہ کنوان جو گھر مین ہی سو گھر کی بیع مین داخل ہی کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق مین آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین کاسے م دھوبیون اور رنگریزونکی دیگین اور عسالین کے تغار اور تیلیونکے مٹھورا اور مٹکے اور دھوبیون کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کو کوٹ کر صاف کرتے ہین وہ سب انکی بیع مین داخل نہین اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو مین کہتا ہون کہ لائق یون ہی کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیاے مذکورہ داخل ہون کذا فی فتح القدیر وفی الحمار الکافہ ان شراہ من المزارعین واہل القری لا لو من الحمر مین اور گدھے کی بیع مین اسکا پالان داخل ہی اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والون سے خرید کیا ہو اور گدھے والون سے یعنے جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہون انسے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہوگا طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہی کہ سوداگرون کی عادت یہ ہی کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہین وتدخل قلادۃ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہی باعتبار رواج کے م جو رسی کہ گدھے کے گلے مین بندھی ہی وہ حمار کی بیع مین داخل ہی عرف مین لیکن جنان اسکا رواج نہین وہان داخل نہین اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہی اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہین کذا فی العالمگیریۃ اور گھوڑے کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین فقط نکیل داخل ہی اور کسی کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین کہ گھوڑا بیچے اور اسپر زین ہو بعضون نے کہا کہ زین داخل نہین بلا تنصیص یا بحکم ثمن کذا فی فتح القدیر ویدخل مع الدابۃ الرضیع دفعا للامتان لا رضیعا اولا بقیتی اور گاے کا بچہ دودھ پیتا گاے کی بیع مین داخل ہی اور گدھے کی بیع مین اسکا بچہ داخل نہین خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی کا فتوی ہی م وجہ اسکی یہ ہی کہ گاے کا دودھ بخوبی حاصل نہین ہوسکتا بدون اسکے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہین جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے محطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہی اور اہل مو کا مدار عرف پر ہی ویدخل شباب عبید وجاریۃ لا کسوۃ مثلہما لعطیہما ہذہ اور غیر ہا اور غلام اور لونڈی کے

Marfat.com

کپڑے اُنکی بیع مین داخل ہین یعنے وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہین بائع کو اختیار ہی کہ اُنکو وہی لباس دے جو اُنکے بدن پر ہی یا سوائے اُسکے م اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے ہون تو داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریۃ لاحلیہا الا ان سلمہا او قبضہا وسکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع نہین مگر اسطرح کہ بائع اُسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اُسپر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اُسکا صیرفیہ مین ہی **ویدخل الشجر فی بیع الارض** بلا ذکر قید فی المسئلتین فبالذکر اولی **مثمرۃ کانت اولا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہا علی شرف القطع** فتح اور داخل ہین درخت زمین کے بیع مین بلا شرط بیع اشجار خواہ بارآور ہون یا نہون چھوٹے ہون یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو رہا ہی کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہی جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونون مسئلون مین قید ہی یعنے گھر کی بیع مین عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہی اور زمین کی بیع مین اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہین تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہو گیا تو بطریق اولے داخل ہونگے **اذا کانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار** اشجار زمین کی بیع مین اُسوقت داخل ہین جبکہ وہ زمین مین موضوع ہون قرار اور دوام کے ساتھ مانند عمارت کے فلو فیہا صغار تقلع زمن الربیع ان من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین مبیع مین ایسے چھوٹے درخت ہون جو فصل ربیع مین اُکھاڑے جاتے ہون سو اگر جڑ سے اُکھاڑے جاتے ہون تو زمین کی بیع مین وہ بھی داخل ہین اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہون تو بدون شرط کے داخل نہین اور پورا اُسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہی م علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین یون مذکور ہی کہ قصب فارسی یعنے نیستان داخل ہی زمین کی بیع مین اور نیشکر داخل نہین کہ بجاے زراعت ہی اور گلاب اور آس اور چنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہین کہ بجاے اثمار کے ہین اور اُنکے اصول داخل ہین اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہین اور روئی اور کسم بجاے اثمار داخل نہین اور انکی جڑون مین دخول اور عدم دخول کے دو قول ہین اور فتاوے قاضی خان مین ہی کہ قول صحیح یہ ہی کہ کپاس کی جڑ داخل نہین اور سرخسی نے کہا کہ بیگن کے اصول داخل نہین اور گندنا وغیرہ جو چیز علے وجہ الارض ہی وہ داخل نہین اور گاجر اور پیاز اور شلجم رسیدہ بائع کا ہی خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہین تو مشتری کا ہی اور زعفران بلا ذکر داخل نہین اور اُسی کے اصول مین محمد سے دو روایتین ہین اور حبوب اور کتان اور جوار باجرہ کھیت کے مانند ہی انتہے ملخصا کذا فی الطحطاوی

وفی القنیۃ شری کرما دخل الوثائل المشدودۃ علے الاوتاد والمنصوبۃ فی الارض وکذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل برکائز الکرم اور قنیہ مین ہی خرید کیا انگور کے درختون کو تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تھونیان جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہین جن پر انگور کی شاخین پھیلتی ہین جنکا نام ارض خلیل مین رکائز الکرم ہی م وثائل جمع وثل بفتحتین کی یعنے ریشہ خرما کی رسی اور بعضے نسخون مین بجاے وثائل وتائر ہی جمع وتیرہ کی یعنے وہ رسیان جو گھر کے ستونون مین تانی جاتی ہین کپڑے ٹانگنے کو جنکو بعضے اہل ہند الگنی کہتے ہین یہان مراد وہ رسیان ہین جن پر انگور کی شاخین پھیلتی ہین وفی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف وذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق قبل السلم اور نہر الفائق مین ہی کہ جو چیز مبیع مین بالتبع داخل ہین اُسکے مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف کے مانند ہی اور مصنف نے اُسکو باب الاستحقاق مین باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے م نہر الفائق مین کہا ولہذا قنیہ مین ہی کہ ایک گھر مول لیا اُسکی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنے اسواسطے کہ عمارت تابع ہی انتہے فتح القدیر مین ہی جیسے بیع مین اشیا داخل ہوتی ہین بلا تسمیۃ بالتبع اسی طرح بیع سے چند چیزین بلا تسمیۃ خارج ہو جاتی ہین چنانچہ قریات کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتی ہین خلاصہ مین ہی قریہ بیچا جسمین مسجد ہی اور اُسکو استثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہی یا نہین اسمین اختلاف مشائخ ہی اور اسیطرح حیاض کا حکم ہی اور قبرستان مین ذکر حدود ضرور ہی مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہو انتہی ما فی الفتح **ولا یدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ** الا اذا نبت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح المجمع اور داخل نہین زراعت زمین کی بیع مین بدون نام لینے زراعت کے مگر جبکہ کھیت جما ہو اور اُسکی کچھ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح مین کذا فی شرح المجمع م زراعت اسواسطے بیع ارض مین نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل

Marfat.com

باتصال قرار نہین بلکہ اُسکا اتصال فصل کے واسطے ہی یعنے آدمی نے اُسکو بنیت قطع بویا ہی تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ مالک نے زمین مین بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیج بیع مین داخل نہین اسواسطے کہ جبتک بیج نہین جماتو اُسپر تابع ہونا ثابت نہین اور اگر جما ہی بے قیمت ہی تو صواب یہ ہی کہ داخل ہی چنانچہ ظہیریہ مین ہی انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہی کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کیجاوے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہی کذا فی فتح القدیر **بتصرف** یعنے اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سو درم ہون مثلاً اور زراعت سمیت ایکسو دس درم ہون تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہرصورت سو درم ہون تو زراعت بلا قیمت ہی **ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط** عبر بہنا بالشرط وثمہ بالتسمیۃ لیفید ان لافرق بینہما وان ہذا الشرط غیر مفسد وخصہ بالثمر اتباعاً لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبائع الا ان یشترطہ المبتاع اور نہ پھل داخل ہی درخت کی بیع مین بدون شرط کرلینے مشتری کے مصنف نے یہان یعنے دخول ثمر مین شرط کر تعبیر کی اور وہان یعنے دخول زراعت مین تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ مین کچھ فرق نہین اور تا معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہین اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرتے ہے کہ پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ مشتری اُسکو شرط کرلے ہم مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر ثمر کو شامل ہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تابیر یعنے تلقیح اس سے عبارت ہی کہ مادہ کھجور کے غلاف شگوفہ کو چیرے نر کھجور کا شگوفہ اُسمین ڈالا جاوے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہی دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہی جو امام محمد نے اصل مین روایت کی کہ (من اشتری نخلا فیہا ثمر فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع) یعنے جو ایسی نہین خرید کرے جسمین کھجور کے درخت ہین تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ مشتری شرط کرے یہ حدیث مطلق ہی اسمین تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل مین تابیر شرط ہی یعنے اگر تابیر ہوئی ہی تو پھل کا بائع مالک ہی اور نہین تو مشتری مالک ہی اسواسطے کہ صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمر رض سے حدیث مروی ہی کہ (من باع نخلا موبرۃ فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المتباع) کہ جسنے کھجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہوچکی ہی تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے حنفیہ کہتے ہین اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہین ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہین اور مفہوم صفت کا اور جعل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہین کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہی اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اُس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہی واللہ تعالے اعلم **ویومر البائع بقطعہما الزرع والثمر وتسلیم المبیع الارض والشجر عند وجوب تسلیمہما فلو لم ینقد الثمن لم یومر فانیۃ** اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونون کے قطع کرلینے کا یعنے زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنے زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد نہ دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہوگا کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہین ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خرید کرنا تین صورت سے خالی نہین ایک صورت یہ ہی کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اُکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اُسکے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اُسکو اختیار ہی کہ جڑون سمیت کھودے کیونکہ جڑ بھی بیع مین داخل ہی لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہین کہ جڑ کے باریک باریک ریشون تک کھودتا چلا جاوے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع مین بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسیطرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو شاخین نکلین گی اُنکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہ ہی کہ درخت خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم نہوگا اور اگر کھود لیگا تو اسکو اختیار ہی کہ دوسرا درخت وہان جماوے تیسری صورت یہ ہی کہ درخت خرید کرے اور کچھ شرط نہ کرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک زمین بھی بیع مین داخل ہی صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہی کہ زمین داخل ہی چنانچہ محیط مین ہی بحر الرائق مین کہا ہی کہ یہی قول مختار ہی اور یہ بالاتفاق ہی کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اُسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی چنانچہ نہر الفائق مین ہی اور اگر درخت قرار و ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع مین نہین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق

Marfat.com

ہین ہی اور جہان زمین بالتحت الشجر داخل ہی تو اتنی داخل ہی جتنا وہ درخت موٹا ہی بیع کے وقت یہانتک کہ اگر درخت بیع کے بعد اسقدر سے زیادہ موٹا ہوگیا ہو تو مالک زمین کو اختیار ہی کہ اُتنا چھیل ڈالے اور جہانتک شجر کی عروق اور شاخین پہونچی ہین وہ داخل بیع نہین اور اسی پر فتوے ہی محیط مین کذا فی العالمگیریۃ **وان لم یظہر صلاحہ** للحال ملک المشتری مشغول ملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فارغا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہی اگرچہ اُسکی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک نے مشغول اور مختلط ہی تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جدا کرکے کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیہ سر حیث یجبر الورثۃ علی قطع البسر ہو المختار من الروایۃ ولو الجیۃ وما فی الفصولین باع ارضا بدون الزرع فہو للبائع باجر مثلہا محمول علی ما اذا رضی المشتری نہر چنانچہ اگر میتنے کھجور کے درختون کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہین تو وارثون پر زبردستی کیجائیگی گدر پھل کے قطع کرنے مین یہی روایت مختار ہی کذا فی الولوالجیۃ اور جو فصولین مین یہ روایت ہی کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہی زمین کی اجرت مثل دیکر اُسپر محمول ہی جبکہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہوجاوے ہکذا فی النہر یعنے اگر راضی نہو تو قطع زراعت واجب ہی **ومن باع ثمرۃ بازرۃ اما قبل الظہور فلا یصح اتفاقا ظہر صلاحہا اولا** صح فی الاصح اور جس نے نمودار پھل کو بیچا خواہ اُسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہی اصح قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہین ہم بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہی اور باقی مین اتفاق ہی اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اُس پھل کے جو لائق انتفاع ہی تو یہ بالاتفاق صحیح ہی اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنے بائع پھلونکو درخت پر رہنے دے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہی اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد درصورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہی اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو ائمہ ثلثہ اور محمد مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہی جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سو ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہی اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہی کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہوجاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہی کہ اُنمین پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہی جو صحیحین مین انس سے روایت ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحہا عن بیع النخل حتی تزہو قیل ما زہوہا قال تحمار او تصفار یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہانتک کہ اُنکی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہانتک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنے سرخ یا زرد ہوجاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر رضہ سے حدیث مرفوع ہی کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اُسکی آفت سیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے حدیث مرفوع ہی کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہانتک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہی جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہوچکی یعنے جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہی مگر یہ مشتری اُسکی شرط کرے تو حدیث مین پھل کو مشتری کا ٹھہرایا بشرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقا ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراط مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہی اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہی اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہ ہی کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنے کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اس دعوی پر وہ حدیث دلالت کرتی ہی جو نسائی وغیرہ مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہونے دے کسطرح اپنے بھائی کا مال تجھکو حلال ہوگا یعنے اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت سیدہ ہوگئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہی تو اسمین احتمال مذکور کی گنجایش نہین تو حدیث نہی اُسکو شامل نہوئی اور جسکا محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہوگئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہی اور اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ حدیث تابیر کی معارضے سے سالم ہی بلکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف **ولو بر بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب** وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الاخراج اکثر ذیلعی اور اگر کچھ

Marfat.com

پھل نمودار ہیں اور کچھ نہیں تو ظاہر مذہب مین یہ بیع صحیح نہین اور سرخسی نے اُسکو صحیح کہا ہی اور حلوانی نے جواز کا فتوے دیا ہی اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہون کذا فی شرح الزیلعی ہم قید اکثریت مین شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق مین حلوانی کا فتوی کل قسم مین منقول ہی اور یہی قول ہی امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت عقد اصل مبیع ہی اور جو اُسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہی خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہی بسبب تعامل در عرف کے کذا فی الطحطاوی **ویقطعها المشتری فی الحال جبرا علیه** اور پھلونکو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار مین ہم قطع بعد البیع اسواسطے لازم ہی تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جائے **وان شرط ترکها علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع** حاوی اور اگر مشتری نے پھلون کا قائم رکھنا درختون پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہو گی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہی کذا فی الحاوی القدسی **وقیل** قائلہ محمد رح **لا یفسد اذا تناهت الثمرة للتعارف فکان** شرطًا یقتضیه العقد وبه یفتی بحر عن الاسرار لکن فی القهستانی عن المضمرات ان علی قولهما الفتوے فتنبه اور بعضون نے کہا قائل اس قول کے محمد ہین کہ بیع ثمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہین جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہ شرط ایسی ہی جسکو عقد بیع مقتضی ہی اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہی کہ شیخین کے قول پر فتوے ہی تو خبردار رہنا مم شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہان دونون قول مفتی بہ ہین تو مفتی یہان فتوے دینے مین مخیر ہی محشی مدنی نے کہا شارح سے یہان بے تاملی واقع ہوئی اس واسطے کہ قہستانی مین شیخین کے قول کا فتوی نہایہ سے منقول ہی اور محمد کے قول کا فتوے مضمرات سے قید باشتراط الترک لانہ لو شراہا مطلقا وترکہا باذن البائع طاب له الزیادة وان بغیر اذنه تصدق بازدانی ذاتها مصنف نے فساد بیع مین اشتراط ترک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر پھلون کو مشتری نے مول لیا مطلقًا یعنے بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پھلون کو درختون پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پھلون مین زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہی اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلون کو درختون پر رہنے دیا تو جسقدر پھلون کی ذات مین زیادتی ہوئی ہو اُسکو تصدق کرے فقیرون پر مم زیادتی معلوم ہونیکا یہ طریقہ ہی کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہون پھل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہوگا مابین مین وہی زیادتی ہی کذا فی العینی مثلًا تیس روپے قیمت ہی بیع کے دن اور چالیس قیمت ہی بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدون اُسکے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی **وان بعد ما تناهت لم یتصدق** بشیء اور اگر پھلون کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلون کو درختون پر رکھا تو کچھ خیرات نکرے یعنے اسواسطے کہ ثمار کی ذات مین کچھ تغیر نہین ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی **وان استاجر الشجر الی وقت ادرک بطلت الاجارة وطابت الزیادة لبقاء الاذن ولو استاجر الارض لترک الزرع فسدت لجهالة المدة ولم تطب له الزیادة** ملتقی الابحر لفساد الاذن بفساد الاجارة بخلاف الباطل کما حررناه فی شرحه اور اگر ثمار کی بیع مین درخت کو اجارہ لیا پھل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہی اور زیادتی پھل کی حلال ہی بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہی بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہوگی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارے کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ہے ملتقی کی شرح مین مم وجہ فرق اجارۂ باطلہ اور فاسدہ مین یہ ہی کہ اجارۂ باطلہ مین اذن بمقصود بنفسہ ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعًا ثابت نہین اور معدوم باعتبار صلاحیت تضمن کی نہین رکھتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسدہ ہی جسکا وصف فوت ہونہ اصل تو وہ معدوم ٹھہرا تو تضمن کی لیاقت رکھتا ہی تو جب متضمن بالکسر فاسد ہوگا تو متضمن بالفتح فاسد ہوگا **والحیلة ان یاخذ الشجرة معاملة علی ان له جزءا من الف جزء** اور پھلون کے خرید کرنے اور درختون پر رکھنے کا یہ حیلہ ہی کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ کے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہزار حصون مین سے مم معاملہ اور مساقاۃ یہ ہی کہ اشجار کو سینچنے کے واسطے کچھ پھل مقرر کر کے شرح ملتقی مین ہی کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ مین نے تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لیے اس شرط پر کہ پھلون مین تیرا ایک حصہ ہی اور ایک کم ہزار حصے

Marfat.com

حصے ہین انتہی لیکن اسمین یہ خلل ہی کہ مشتری نے پھل قیمت دیکر لیے سو اُنکو بطور معاملہ کیونکر لیگا ہان مگر یون کہیے کہ ثمن بطریق احسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہی
وان اشتری اصول الرطبۃ کالباذنجان واشجار البطیخ والخیار لیکون الحادث للمشتری اور ثمار حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا یہ حیلہ ہی کہ اصول رطبہ خرید کرے مانند
بیگن کے اور خربوزے اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہون وہ مشتری کے مملوک ہون ہم جو شخص خربوزے وغیرہ کے
پھل مول لے اور چاہے کہ درختون مین لگے رہین تاکہ بڑھین یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہین وہ میرے مملوک ہون تو اُسکا یہ طریقہ ہی کہ پھلون کو اُسکے درختون
سمیت مول لے بشرطیکہ زمین کا مالک بقاے اشجار کا اپنی زمین مین اذن دے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الزرع والحشیش
یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیہا الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا یہ طریقہ ہی کہ جسقدر
موجود ہی اُسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اُس مدت معین تک جسمین کھیت کی پختگی معلوم کرے ہم مثلاً چالیس روپے کو
ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپے کو کھیت مول لے اور دس روپے اُجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجود ویحل لہ
البائع ما یوجد اور ثمار اشجار کے مول لینے مین یہ حیلہ ہی کہ موجود پھلون کو مول لے اور بائع مباح کردے اُن پھلون کو جو ہنوز پیدا نہین ہوے یعنے اباحت کے
بعد اُسکا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختون پر قائم رہین کذا فی الطحطاوی فان خاف ان یرجع یقول علی انی متی رجعت فی الاذن تکون ماذونا فی الترک ثمنی ملخصاً
پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنے شاید بائع اذن دیکر پلٹ جائے اور کہے کہ اب بقاے ثمار وغیرہا کا اذن نہین دیتا تو اُسکا یہ
طریقہ ہی کہ بائع یون کہے کہ جب مین اذن مین رجوع کرون تو تو ماذون ہی ترک مین یعنے درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہی کذا فی الفتح
عن الفقیہ ابی اللیث ما جاز ایراد العقد علیہ بانفرادہ صح استثناءہ منہ الا الوصیۃ بالخدمۃ یصح افرادہا دون استثنائہا اشباہ جو چیز بلا انضمام تنہا بک سکتی ہی مثلاً اسکا
نکال لینا مبیع سے صحیح ہی مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہی یعنے بلا رقبۂ جاریہ نہ اُسکا نکال لینا یعنے رقبۂ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی الاشباہ ہم اور
جس چیز پر ایراد عقد بیع تنہا نہین ہو سکتا چنانچہ حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اسکا استثنا کرلینا مبیع سے صحیح نہین تو اگر بائع یون کہے کہ مین نے
اس لونڈی کو بیچا سواے اسکے حمل کے یا یہ دُنبہ بیچا سواے اسکی چکتی کے یا ہاتھ پاؤن کے تو یہ استثنا صحیح نہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا کرنے کی
قاعدہ مذکورہ سے کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ قاعدہ عقود مین جاری ہی اور وصیت عقد نہین لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی جائز ہی اور عقد بعد
موت کے صحیح نہین کذا فی الطحطاوی وعن الفتح والنہایۃ ثم فرع علی ہذہ القاعدۃ بقولہ فصح استثناء قفیز من صبرۃ وشاۃ معینۃ من قطیع وارطال
معلومۃ من بیع ثمر نخلۃ لصحۃ ایراد العقد علیہا ولو الثمرۃ علی رؤس النخل علی الظاہر پھر مصنف نے اس قاعدے پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہی استثنا
کرلینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلۂ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلون کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد
عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگرچہ پھل درختون پر لگے ہون بنا بر ظاہر مذہب کے کصحۃ بیع بر فی سنبلۃ بغیر سنبل البر لاحتمال الربوا چنانچہ صحیح ہی بیع گیہون کی اُس کی
بال مین گیہون کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہون بالی کے اندر ہو اور بعوض غیر جنس اُسکی بیع ہو تو صحیح ہی اور اگر گیہون کی بالی کو گیہون کی بالی
دیکر خرید کرے تو صحیح نہین اس احتمال سے کہ شاید ایک کم نہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہون کے مانند جو اور جوار کی بیع اُن کی بالیون مین صحیح ہے
وباقلاء وارز وسمسم فی قشرہا اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع اُن کے چھلکون مین صحیح ہی وجوز ولوز وفستق فی قشرہا الاول وہو الاعلی
اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع اُنکے پہلے چھلکون مین یعنے اوپر والے پوست مین درست ہی خلافاً للشافعی وعلی البائع اخراجہ الا اذا باع بما فیہ
اور بائع پر لازم ہی اُسکا نکال دینا یعنے گیہون وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اُسپر نہین وہل لہ خیار رویۃ الوجہ نعم فتح اور
ایسی بیع مین مشتری کو خیار الرویۃ ہی یا نہین دلیل اسکو مقتضی ہی کہ ہان اُسکو دیکھنے کے بعد اختیار ہی لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز

Marfat.com

بیع کو نہین دیکھا کذا فی الفتح وانما یبطل بیع ما فی تمر وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانہ معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہی کہ وہ معدوم ہی بنا بر عرف اور رواج کے فہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ گیہون وغیرہ کی بیع خلات کے اندر صحیح ہی اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہین باطل ہی حالانکہ دونون خلاف مین ہین تو دونون مین کیا فرق ہی شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف مین کالعدم ہین اسواسطے کہ لوگ بولتے ہین کہ یہ خرما اور یہ روئی ہی اور نہین بولتے کہ یہ گٹھلی ہی خرمے کے اندر اور یہ بنولہ ہی روئی کے اندر اور یون بولتے ہین کہ یہ گیہون ہین بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہی چھلکے کے اندر اور یون نہین کہتے کہ ان چھلکون مین بادام ہی بلکہ اُسکی طرف خیال بھی نہین جاتا کذا فی الفتح واجرۃ کیل وعدد ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے کی مزدوری بائع پر ہی اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تمامی تسلیم سے ہی یعنے تسلیم مبیع بائع پر واجب ہی اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہین ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن ونقدہ وقطع ثمر واخراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور اُسکے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہی ہم یہی قول صحیح ہی کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر الروایۃ ہی کذا فی الخانیۃ خلاصہ مین ہی کہ قطع ثمر کی اُجرت مشتری پر اُسوقت ہی جبکہ بائع نے ثمر اور مشتری مین تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم جاء یردہ بعیب الزیافۃ مگر جبکہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اُجرت بائع پر ہی اسواسطے کہ اب پرکھنا اسواسطے ہی کہ بائع کا حق پورا ملے کذا فی المنح فرع مسئلہ ملتقط شارح کا ظہیریہ نقد الصراف ان الدراہم زیوف رد الاجرۃ وان وجد البعض فبقدرہ نہر عن اجارۃ البزازیۃ صراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہین تو صراف پرکھائی کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلین تو اُسکی بقدر اُجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ البزازیۃ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہی کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اُجرت اُسکی بائع پر ہی اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہی یعنے اگر ایسی صورت مین بائع پر اُجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہی اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہی اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہی ویسلم الثمن اولا فی بیع سلعۃ بدنانیر ودراہم ان حضر البائع السلعۃ اور اول دیا جائے ثمن متاع کی بیع مین دنانیر اور درہم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو یعنے اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیون یا اشرفیون یا پیسون سے اور بائع نے اشیاء مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہی تا بائع کا حق ثمن مین معین ہو جائے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع مین بمجرد عقد کے متعین ہو گیا کیونکہ مبیع اُسکے ملک مین داخل ہو گئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہین یہانتک کہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جائیگی اور بائع کا حق ثمن مین بدون قبض کے متعین نہین ہوتا اسواسطے کہ ثمن مین تعین شرط نہین یہانتک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہی تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہین اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہین اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہو گی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون باذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہی اور نقض تصرف مشتری صحیح ہی اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہین چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہین ذکرہ العلامۃ شاہین عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہی اور اُسپر قبضہ نہین ہوا اور نہ ثمن دیا یہانتک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اُسکا غیر سے بیع لینا جائز ہی اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہی اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہو گیا اور بازاردن مین اکثر ہوا کرتا ہی اور بائع کو حبس مبیع تا استیفاے کل ثمن جائز ہی اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہی لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہو گئی ہو

Marfat.com

تو روک نہین سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہی اور بعض موجل تو تا استیفاے ثمن حال حبس کا اختیار ہی اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اُس سے حق حبس ساقط نہین اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہی اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اُسکا حق ساقط ہو گیا اب بائع مبیع کو استرداد نہین کر سکتا تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنے کے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اُسکی غیبت مین تو یہ قبض ہو گیا اور اسیطرح ہر کیل اور موزون کو جب پیمانہ کر کے یا تول کے مشتری کے برتن مین رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہو گا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اُسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ اُسکو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اُسکو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہی ورنہین اور زمین مین قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہی اور مال منقول مین ایسے دوسرے مکان مین لیجانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہی جو مکان بائع سے اختصاص نہین رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اُسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اُسکی لگام پکڑے ہوے ہی اور گھوڑا دونون کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسیطرح پر ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً **وفی بیع سلعۃ بمثلہا او ثمن بمثلہ سلما معاً** عالم یکن احدہما دینا کسلم وثمن موجل اور متاع کی بیع مین اُسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع مین اُسکی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونون ساتھی تسلیم کرین جب تک کہ احد البدلین دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن موجل هم یعنے اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیون کا معاوضہ اشرفیون یا روپیون سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھی بلا توقف تسلیم کرین اسواسطے کہ دونون متاع متعین ہین یکسان اور دونون ثمن غیر متعین ہین برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مرجح ہی ہان مگر مبیع سلم مین مسلم فیہ کی تسلیم ساتھی نہین اسواسطے کہ اُسمین تاجیل شرط ہی اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہی اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کر لی ہی تو اُسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہین قبل مدت کے اور بائع مبیع کو حبس نہین کر سکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اُسکا حق درباب حبس ساقط ہو گیا بحر الرائق مین ہی کہ درصورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہین کر سکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اُسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علے وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل بعد العقد دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہی اسطرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے هم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہی کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہی کہ اُسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطاً ثالثاً ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعید الم یصر قابضاً والناس عنہ غافلون فانہم یشترون قریۃ ویقرونہ بالتسلیم والقبض وہو لا یصح بہ القبض علے الصحیح وکذا فی الہبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علے الملتقی اور اجناس مین عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہی وہ یہ ہی کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تخلیہ کر دیا تیرے مابین اور مبیع کے مابین مین تو اگر یون نہ کہیگا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہریگا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہین اسواسطے کہ مثلاً گاؤن خرید کرتے ہین اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہین یعنے بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہی اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہی اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہین ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسیطرح ہبہ اور خیرات مین قبضہ صحیح نہین ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الکانیا اور یہ رایبان اسکا ہم نے شرح ملتقی مین کیا ہی هم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہین ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہی ہان مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہین اور اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لیگا اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق مین ہی کہ اگر گیہون کو بالیون مین بیچا اور بائع نے اُن کو تسلیم کیا بالیون سمیت تو تسلیم صحیح نہین کہ مشغول بحق غیر ہی اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہی اگرچہ بائع کی ملک سے منفصل ہی اور اگر کوٹھری کے گیہون خریدے اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہی اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نہ کیا تو قبض نہین اور کنجی دینی گھر کی بیع مین تسلیم ہی اگر مشتری

Marfat.com

بلا تکلف اُسکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ مین نے گھر کو تجھکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اُسپر قبضہ کیا تو بیع درحقیقت قبضہ نہین ہوا اور اگر گھر قریب ہی تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہی کہ مشتری اُسکے قفل بند کرنے پر قادر ہی تو اُسکو قریب کہینگے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہی انتہی کذا فی الطحطاوی وجدہ لے البائع الثمن زیوفا لیس لہ استرداد السلعۃ وحبسہا بسقوط حقہ بالتسلیم وقال زفر لہ ذلک کما لو وجدہا رصاصًا او ستوقۃ او مستحقا وکالمرتہن عنیۃ بائع نے ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جسکا لینا دینا سوداگرون مین رائج ہی مگر سرکار بادشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع پھیر لینے اور اُسکے حبس کر رکھنے کا اس سبب سے اختیار نہین سبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اُسکو اُسکا اختیار ہی چنانچہ اگر دراہم رانگ کے ہون یا اُنپر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہی اور چنانچہ مرتہن کو اختیار ہی کذا فی المنیۃ م یعنے اگر راہن نے دراہم دین کے ادا کیے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہی کہ اُن کو پھیر دے اور مرہون پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدل دراہم الجیاد اللتی کانت لہ علی زید زیوفا علی ظن انہا جیاد ثم علم بانہا زیوف یردہا ویسترد الجیاد ان کانت قائمۃ والا فلا یرد ولا یسترد خالد نے اپنے کھرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہین پھر معلوم ہوا کہ وہ کھوٹے ہین تو اُن کو پھیر دے اور کھرے پھیرے اگر موجود ہون اور اگر کھوٹے روپے خرچ ہو گئے ہون تو نہ پھیرے اور نہ پھیرے کما لو علم بذلک عند القبض چنانچہ اس صورت مین پھیرنے کا اختیار نہین جبکہ اُسکو قبضہ کرنے کے وقت اُنکا کھوٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیوف ویرجع بالجیاد کما لو کانت رصاصًا او ستوقۃ ابو یوسف نے کہا اگر کھوٹے روپے صرف ہو گئے ہون تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیرے چنانچہ اگر رانگ کے ہون یا اُنپر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہی اشتری شیئًا وقبضہ ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوۃ للغرماء وقال الشافعی رح ہو احق بہ کما لو لم یقبضہ المشتری فان البائع احق بہ اتفاقا ولنا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا مات المشتری مفلسًا فوجد البائع متاعہ بعینہ فہو اسوۃ للغرماء شرح مجمع للعینی خریدی کوئی چیز اور اُس پر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہی باقی قرض خواہون کے یعنے دامادا ہی اور قرض خواہون کے مانند بائع کو بھی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ تر حقدار ہی اُس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نہ کیا اور مفلس مر گیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہی بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہی کہ جب مشتری مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہی اور قرض خواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی م امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہی کہ (من ادرک مالہ بعینہ عند رجل قد افلس فہو احق بہ من غیرہ) یعنے جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اُس مال کا زیادہ تر حقدار ہی اُسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہی جو شارح نے ذکر کی اور سند اُسکی سنن ابو داؤد مین مذکور ہی اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہی کہ ہماری حدیث مفسر ہی اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہی اعم اخص کی کچھ حاجت نہین وتمامہ فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے باغ نصف الزرع بلا ارض ان باعہ لاکار لرب الارض جاز بعکسہ لا الا اذا کان البذر من الاکار فینبغی ان یجوز خانیۃ نصف کھیت بدون زمین کے بیچا اگر اُسکو کشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہی اور بالعکس اسکے یعنے اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین مگر جبکہ بیج کشتکار کا ہو تو لائق یہ ہی کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیۃ باع شجرا وکرما مثمر الا یدخل الثمر وحینئذ یستعار الشجر الی الادراک فلو ابی المشتری اعارتہ خیر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع الفصولین قال فی النہر والفرق یظہر بین المشتری والبائع پھل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل بیع نہوگا اور اُسوقت مین درخت عاریت لیا جاوے مشتری سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہی چاہے بیع کو باطل کرے یا پھلون کو درخت پر سے توڑے کذا فی جامع الفصولین نہر الفائق مین کہا کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین م یعنے عنقریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری

Marfat.com

فقط پھل خریدکرے بدون درخت کے تو اُسپر نے الحال پھل توڑنا واجب ہی درصورت عدم اعارہ بائع اگرچہ پھل خام ہون اور بیان بائع ابطال اور قطع ثمر
بین مختار ہی اور مشتری مختار نہین حالانکہ مشتری اور بائع مین کوئی وجہ فرق ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

یہ باب ہی خیار الشرط کے احکام مین خیار بمعنے اختیار ہی یعنے وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہی چاہین بیع کو قائم رکھین چاہین
توڑین وجہ تقدیمہ مع بیان تقسیمہ مبین فی الدرر خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اُسکی تقسیم کی بیان کے ساتھ دُرر مین مصرح ہی ہم صاحب دُرر نے کہا کہ بیع گاہے لازم
ہوتی ہی اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہی جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہی جسمین اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہی لہذا اُسکو پہلے ذکر کیا
اُسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اِسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداءً حکم کا مانع ہی پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع
ہی آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہی اور خیار الشرط چند قسم پر ہی ایک قسم بالاتفاق فاسد ہی چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ تجھکو اختیار ہی یا مجھکو
چندروز اختیار ہی یا مجھکو ہمیشہ اختیار ہی اور ایک قسم جائز ہی بالاتفاق یعنے یون کہنا کہ مجھکو تین دن یا اس سے کمتر مین اختیار ہی اور ایک قسم مین اختلاف ہی وہ
یہ ہی کہ یون کہے کہ مجھکو اختیار ہی ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظمؒ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہی اور ابو یوسف و محمد کے نزدیک جائز ہی انتہی ملخصاً کذا فی
الطحطاوی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہی اِسواسطے کہ حدیث مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہی حاکم نے مستدرک مین
عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اُسکے سر مین زخم لگا تھا تو اُسکے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک
اختیار مقرر فرمایا تھا اُس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اُسکی زبان ثقیل ہو گئی تھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہدیا کر لا خلابۃ یعنے مجھکو فریب
نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والون کی طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو گران قیمت ہی تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو
بیع مین اختیار دیا ہی اور اس حدیث کو امام شافعیؒ نے اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط مین اور ابن ابی شیبہ نے
روایت کیا ہی کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہونچا ہی الثلاثۃ البیوع لہا انمین سے تین خیار
وہ ہین جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوے ہین یعنے باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب و خیار تعیین و غبن و نقد و کمیۃ و استحقاق و تغریر
فعلی و کشف حال و خیانۃ مرابحۃ و تولیۃ و فوات وصف مرغوب فیہ و تفریق صفقۃ بہلاک بعض مبیع و اجازۃ عقد الفضولی و ظہور المبیع مستاجرا و مرہونا
اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا مسئلہ یہ ہی کہ دو یا تین غلام بیچے اِس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کرے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہی
اور اختیار غبن یعنے اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہی اور اختیار نقد یہ ہی کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری
تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہ کہ خرید کی بعوض اُن دراہم کے جو اس برتن مین ہین پھر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکھا
تو اُسکو اختیار ہی اور یہ خیار الرویۃ نہین اِسواسطے کہ نقود مین خیار الرویۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خیار
تغریر فعلی یعنے ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکا کھاوے چنانچہ بکری یا گاے کے تھن چند روز باندھ رکھنا تا بہت دودھار نظر پڑے
بموجب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہی کہ خرید کی بعوض سونے کے جو اس پتھر کے ہموزن
ہو اور خیار کشف مین خیار التکشف بھی داخل ہی وہ یہ ہی کہ اناج کا ڈھیر بیچا ہر صاع عوض درہم کے تو بیع صحیح ہی ایک صاع مین لیکن بسبب تفرق صفقہ مشتری کو
اختیار ہی نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم نہ کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو
تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ مین بامور مذکورہ خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہی اور

Marfat.com

بقدر خیانت کم کردینا جائز ہی اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب ہی یا روٹی پکانا جانتا ہی پھر خلاف اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن دیکر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض مبیع کے اور یہ نہین ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہی مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنے اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہی تو مشتری کو لینے نہ لینے مین اختیار ہی اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنے بعد بیع کے معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گروی ہی تو مشتری کو اختیار ہی اور اگر مستاجر یا مرتہن اُسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہین کذا فی الاشباہ من احکام الفسوخ قال یفسخ باقالۃ وتحالف فبلغت تسعۃ عشر سببا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہی اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا اُنیس کو پہونچا ہم اقالہ یہ ہی کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائین اور تحالف کی صورت یہ ہی کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونون کی مقدار مین اختلاف ہوا اور دونون گواہ لانے سے عاجز ہوے اور ایک دوسرے کے دعوی پر راضی نہوا تو دونون سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کر دیگا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہین سوائے تحالف کے کہ اُسکو قاضی فسخ کرتا ہی کذا فی الحلبی عن الاشباہ واغلبہا ذکرہا المصنف یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہی جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہی وہ جانتا ہی صح شرط للمتبایعین معا ولاحدہما ولو وصیا ولغیرہما ولو بعد العقد لا قبلہ تاتارخانیۃ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھی اور دونون مین سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہوا اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح نہین قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیۃ ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہی خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اس طرح شرط کرے کہ مین نے تجھ کو اختیار دیا اُس بیع مین جسکو مین منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلا او بعضہ کثلثہ او ربعہ ولو فاسدا شرط خیار صحیح ہی سب مبیع مین یا بعض مین چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی مین اگرچہ وہ عقد جس مین شرط ہوئی ہی فاسد ہو ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے مین تو اُس کا قول معتبر ہی جو اختیار کی نفی کرتا ہی بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہی کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہی مین دن یا اس سے کمتر مین ہم تین دن کا اختیار اُسوقت صحیح ہی جبکہ مبیع سریع الفساد نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ مین مذکور ہی کہ اگر وہ چیز خریدی جو جلد سڑ جاتی ہی تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہی کہ مشتری پر کچھ جبر نہین لیکن استحسان مین مشتری سے یون کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور تجھپر ثمن کا دینا واجب نہین یہان تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہو جاے تا جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی وفسد عند اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہی اطلاق یا ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنے اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا تقید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے حلبی نے کہا تو قیت مجہول بھی تابید کے مانند ہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد مین ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھ کو اختیار ہی تو یہ اختیار تا دوام مجلس ہی مانند اس قول کے کہ تجھ کو اقالہ بیع کا اختیار ہی لا اکثر والا فیفسد فلکل فسخہ خلافا لہما صحیح نہین تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اُسکے فسخ کرنے کا اختیار ہی بخلاف صاحبین کے یعنے صاحبین کے نزدیک خیار شرط در صورت ذکر مدت معین صحیح ہی خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ ایک مرد نے اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا الخیار ثلثۃ ایام (یعنے اختیار تین ہی دن ہی کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح مین جاکڑ کہتے ہین اور بعض تین دن سے زیادہ جاکڑ لیتے ہین سو شرعاً جائز نہین غیر انہ یجوز ان ما جاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاوے گی اگر صاحب

Marfat.com

اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاوے گی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم اسواسطے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنی تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابع مین ہو تا عدم طلوع فجر اور یہ قول حنفیہ عراق کا ہی اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہو گی تو وہ فاسد ہی فائدہ خلاف کا یہ ہی کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہی اور بقول ثانی حرام نہین کذا فی الطحطاوی وصح شرطہ ایضا فی لازم یحتمل الفسخ اور صحیح ہی شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ مین بھی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ موصی وصیت مین اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہی اور موصی لہ کو قبول اور عدم قبول مین اختیار ہی اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کھزارعۃ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر علیہ وکتابۃ وخلع ورہن وعتق علی مال لو شرط لزوجۃ وراہن وقن عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنے مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار شرط ہوا ہو زوجہ کے واسطے خلع مین اور راہن کے واسطے رہن مین اور مملوک کے واسطے عتق مین ہم زوجہ اور راہن اور مملوک کی قید اسواسطے لگائی کہ اُنکی جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہی بخلاف زوج اور مولی کے کہ اُنکی جانب سے عقد لازم ہی لیکن محتمل فسخ نہین اسواسطے کہ یمین ہی اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اُسکی جانب سے عقد لازم نہین مرتہن کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی عن المنح ونحو ہا الکفالۃ وحوالۃ وابراء وتسلیم شفعۃ بعد الطلبین ووقف عند الثانی اشباہ واقالۃ بزازیۃ فہی ستۃ عشر اور مانند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابراء اور تسلیم شفعہ دو طلب کے بعد یعنے طلب مواثبۃ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیۃ تو یہ سولہ عقود ہین بیع کو ملا کر جنمین شرط کرنا اختیار کا صحیح ہی ہم مطلق ضمانت مین خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہی بزازیہ مین ہی کہ ضامنی مین دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہی بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی لانہ فی نکاح وطلاق ویمین ونذر وصرف وسلم واقرار الا الاقرار بعقد یقبل اشباہ ووکالۃ ووصیۃ نہر فہی تسعۃ صحیح نہین شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار مین مگر اُس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہی تو اُس اقرار مین شرط خیار صحیح ہی کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت مین شرط خیار صحیح نہین کذا فی النہر یہ تو عقد ہوئے ہم جب اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درم ہین اس شرط پر کہ مجھکو تین دن اختیار ہی تو اقرار لازم ہوگا اور شرط خیار باطل ہو گی اسواسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار نہین ہان اگر یون اقرار کریگا کہ مجھپر ہزار درم ہین اس بیع کی ثمن کے جسکو مین نے بشرط خیار خرید کیا تو یہ صحیح ہی اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اُسکی تصدیق کرے اسواسطے بیع اُن عقود سے ہی جو قابل خیار ہین کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ لابی السعود وقد کنت غیرت ما نظمہ فی النہر فقلت اشعار یاتی خیار الشرط فی الاجارۃ ✣ والبیع والابراء والکفالۃ ✣ والرہن والعتق وترک الشفعۃ ✣ والصلح والخلع کذا والقسمۃ ✣ والوقف والحوالۃ والاقالۃ ✣ لا الصرف والاقرار والوکالۃ ✣ ولا النکاح والطلاق والسلم ✣ نذر ویمان فہذا یغتنم ✣ اور مین نے بدل کر الا نہر الفائق کی نظم کو اور یون کہا مین نے کہ شرط خیار آتی ہی اجارے مین اور بیع اور ابراء اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح مین اور اسیطرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ مین نہ صرف اور اقرار اور وکالت مین اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین مین اس نظم کو غنیمت جاننا چاہیے ہم شارح نے نہر الفائق کی نظم مین کچھ بھی تغیر نہین کی سوائے اسکے کہ بجائے حوالہ قسمت لایا اور نہ کوئی عقد اُس پر زیادہ کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیے پر مرقوم ہی ظاہر ہی قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم مین داخل نہین اور قسم ثانی سے وصیت فان اشتری شخص شیئا علی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا لزفر فلو لم ینقد فی الثلثۃ فسد فنقد بعدہا لو فی مدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہ یعنے مشتری اگر اُسکا ثمن نہ دے تین دن تک تو بیع نہین یہ صحیح ہی بطریق

استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن مین نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م اور اسیطرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہین یہ بھی صحیح ہی لیکن پہلی صورت مین مشتری کو اختیار ہی اور دوسری صورت مین بائع کو خانیہ مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ بیع مذکور فاسد ہی منفسخ نہین تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اُسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہی کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ مین ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ فان اشتری کذلک الی اربعۃ ایام لایصح خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسیطرح چار دن تک تو بیع صحیح نہین بخلاف محمد کے م یعنے مشتری نے اسطرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہین اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہی اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہین فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہی خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا م یعنے مصنف اپنے اس قول یعنے فان اشتری مین فاے تفریع نہ لاتا تو خوب تھا اسواسطے کہ یہ مسئلہ خیار الشرط مین داخل نہین بلکہ ملحق بخیار الشرط ہی اور الحاق مقتضی مغائرت کا ہی اور تفریع مقتضی اُسکی ہی کہ اُسی کی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کنز اور دُرر غرر نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ہی ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقا فیہلک علی المشتری بقیمتہ اے بدلہ لیعم المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیۃ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہین جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنے بدل مبیع سے تا مثلی کو بھی شامل ہے جس صورت مین کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اُسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوئی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمۃ ہی جتنی اُسکی قیمت پہونچے کذا فی النہر یعنے اگرچہ ثمن مسمی سے قیمت مین زیادہ ہو ضمان اُسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اُسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیۃ م درصورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہوگئی ہو بہر صورت اُسپر ضمان ہی اور مقبوض علی سوم الشراء مین بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون مین ذکر کیا ہی کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور وہ تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان نہین اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور تلف ہوا تو اُسکی قیمت کا اُسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوے ہی انتہی اور یہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہی اسواسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونون کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی اور نہر الفائق مین ہی کہ مشتری پر قیمت اس واسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہوگئی اور بیع نافذ نہین ہو سکتی بدون محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہوگیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اُسمین ہلاک ہونے سے قیمت ہی قیمتی مین اور مثل ہی مثلی مین یہ اُس صورت مین ہی کہ جب مدت خیار مین ہلاکی ہو اور اگر ہلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہی نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالسوم خانیۃ اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ مین ہلاک ہوا تو وکیل اُسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جبکہ موکل نے وکیل کو اُسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیۃ م وکیل شراء نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اُسنے پسند نہ کیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہوگیا تو اُسکا ضمان قیمت وکیل پر ہی موکل سے نہین لے سکتا مگر اُس صورت مین لے سکتا ہی جب کہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اُس کا تاوان مطلقا لازم نہین خواہ اُس کا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہوا ہو م سوم النظر (بقصد تامل) یہ ہی کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجھ کو دے تا مین اس مین نظر اور تامل کرون یا غیر کو دکھاؤن پھر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے نزدیک اُسپر کچھ تاوان نہین ۱۲

Marfat.com

یعنے اسواسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یون کہیگا کہ یہ کپڑا مجھکو دے اگر مین راضی ہونگا تو اُسکو لونگا پھر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اِسواسطے کہ یہ قبض علے سوم الشرا ہوا سوم النظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہی کہ پہلی صورت مین اُسنے تامل درغیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہین اور دوسری صورت مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہی کذا فی النہر وعلی سوم الرہن بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور دین مین اُسکا ضمان لازم آویگا مم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص پر دین تھا سو اُسنے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے اُسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنے اگر اُس چیز کی قیمت دین سے اقل ہی تو اُسکا ضمان لازم ہی اور اگر دین کمتر ہی قیمت سے تو اُسکا ضمان لازم نہین ہی تو رہن کی گفتگو مانند حقیقت رہن کے ہوئی کذا فی الطحطاوی وعلے سوم القرض بقرض سالمہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اُسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہی مم صورت اُسکی یہ ہی کہ زید نے خالد سے دس روپئے قرض مانگے خالد نے اُسکو مثلاً ایک تلوار دی کہ اسکو دس پر رہن رکھ لے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس روپے کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اُسمین اور رہن کے مسئلے مین دو وجہ سے فرق ہی ایک یہ کہ دین ثابت ہی راہن کے ذمے پر اور مستقرض کے ذمے پر ثابت نہین. دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہی اور یہان ضمان بقدر قرض مساوم علیہ ہی کذا فی الطحطاوی وعلے سوم النکاح لامتہ بقیمتہا نہر اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اُسکی قیمت کے ہی کذا فی النہر یعنے اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اُسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اُسکے پاس تو اُسکی قیمت کا ضمان اُسپر لازم ہی ویخرج عن ملکہ البائع مع خیار المشتری فقط فیہلک فی یدہ بالثمن اور مبیع خارج ہوجاتی ہی بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی مبیع مشتری کے ہاتھ مین بعوض ثمن کے ہم اسواسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہین اور وجود عیب مانع رد ہی تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہی نہ قیمت کا اور ثمن اور قیمت مین یہ فرق ہی کہ ثمن وہ ہی جس پر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شے کی تقویم ہو یعنے مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا بعیب لا یرتفع کقطع یدہ یا مانند معیوب ہوجانے مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا چنانچہ ہاتھ کاٹنا ہم یہ تشبیہ ہی معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونون صورتون مین یعنے درصورت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت مین موجب قیمت کا ہی اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی المنح فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ البیع واخذ نقصان القیمی لا المثلی لشبہۃ الربوا حدا دے تو مشتری کو عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنے درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہی بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب سے کذا فی الحدادی مم یعنے اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اُسمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اُسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنہ فی الثانیۃ اور درصورت ثانی یعنے درصورت خیار مشتری عیب دار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا دلو یرتفع کمرض فان زال فی المدۃ فہو علے خیارہ والا لزمہ العقد لتعذر الرد ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہی جو زائل ہوسکتا ہی چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہی چاہے لے چاہے پھیرے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اُسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر رہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکہ المشتری خلافا لہما للا یصیر سائبۃ قلت السائبۃ ہی التی لا ملک فیہا لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہنا ویلزم اجتماع البدلین والعود علے موضوعہ بالنقض بشراء قریبہ اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُن کے نزدیک مشتری اُس کا مالک ہوجاتا ہی تابع سائبہ یعنے غیر مملوک نہ ٹھہر جائے اِسواسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی اُس کا مالک نہو تو پھر مبیع پر

Marfat.com

سائبہ ہونا صادق آئے ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ سائبہ وہ ہی جسمین کسی کی ملک نہ ہو اور نہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہی اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آئے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطہ منقوض ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہی اسواسطے کہ درصورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجیے جیسا صاحبین کا مذہب ہی تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک مین یعنے مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اس کی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہی اور دوسرا خلل یہ ہی کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہی تاعاقد غور اور تامل کرکے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہوجاوے اور مبیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہوجاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہی بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہی شارح کے اس قول کا واالعود علے موضوعہ بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر ولا یخرج شئی منہما ای مبیع وثمن من ملک بائع او مشتر عن مالکہ اتفاقاً اذا کان الخیار لہما وایہما فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنے مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہین جاتا جبکہ بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور انمین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ ہوجاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز رکھیگا تو فقط اُسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کا ہم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا ثمن مین بجاے فسخ قولی ہی اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہوجاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہی بہرصورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح وہذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اسحق عزک فخم اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہی دس مسئلونمین جنکو علامہ عینی نے اپنے اِس قول اسحق عزک فخم مین جمع کیا ہی بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہی الالف من لامۃ لو شرایا بخیار وہی زوجتہ بقی النکاح الف اشارہ ہی امۃ سے یعنے اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہی مشتری کی تو نکاح باقی ہی یعنے اسواسطے کہ مدت خیار مین زوجہ زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہوگیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولی کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من لاستبرا فحیضہا فی المدۃ لا یعتبر استبرا اور سین اشارہ ہی استبرا سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبرا معتبر نہوگا ہم یعنے لونڈی کو بشرط خیار خریدکیا اور اُسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو یہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایۃ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پھیر دیجاوے تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہی بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر من المحرم فلا یعتق محرمہ مح اشارہ ہی محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہوگا یعنے اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خریدکیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک بخلاف صاحبین کے قمن القربان لمنکوحتہ المشتراۃ فلہ ردہا الا اذا نقصہا بحق اشارہ ہی قربان بالکسر سے یعنے اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خریدکی اور مدت خیار مین اُس سے قربت کی تو مشتری کو اُسکا پھیر دینا جائز ہی مگر جبکہ اُسمین نقصان لگگیا ہو قربت سے ہم پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ جماع بہ سبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی مکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر مخصوص نہ رکھا اسواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا مستوجب قرار دیا ہی اور صاحبین کے نزدیک ملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہوگیا اب مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو کو نقصان بھی لاحق نہ ہوا ہو نہر الفائق مین

درایہ سے منقول ہی کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اُسمین کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو ع من الودیعۃ عند بائعہ فہلک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک ع اشارہ ہی ودیعۃ سے یعنے جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اُسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے سے بواسطۂ عدم ملک کے یعنے چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اُسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اُسکی ودیعت صحیح ہی اُسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری کے ہاتھ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایۃ زمن الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتری لزمہ العقد لان الولادۃ عیب فی رد ابن کمال ز اشارہ ہی زوجہ سے یعنے اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدر و ابن کمال م اسیطرح شرح وقایہ مین بھی ہی کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی ام ولد ہوجاوے گی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اُسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا سو وہ اُسکی مملوک ہوگئی و فی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم تنقصہا الولادۃ لا یبطل خیارہ واقرہ المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہی کہ جب لونڈی جنی یعنے مشتری کے پاس تو اُسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی کذا فی الطحطاوی ک من الکسب للعبد فی المدۃ فہو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہی کسب سے یعنے اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اُس نے کچھ مال کمایا مدت خیار مین تو وہ مال بائع کا ہی بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہی اور درصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہی کذا فی الطحطاوی ف من الفسخ کبیع الامۃ فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہی فسخ سے یعنے اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پھر فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبراء واجب نہین اسواسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہی اُسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ مشتری اُسکا مالک نہین ہوا بخلاف صاحبین کے خ من الخمر فلو شراہ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدہما فہو للبائع عینی وتبعہ المصنف لکن عبارۃ ابن الکمال اسلم المشتری خ اشارہ ہی خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا تو وہ شراب بائع کی ہی کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اُسکا تابع ہوا ہی لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہی کہ مشتری مسلمان ہوگیا م شرح وقایہ مین بھی اسلام مشتری مذکور ہی حلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہی تو عینی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہی یعنے مشتری پر انتہے بائع اسواسطے شراب مذکور کا مالک ہی کہ اگر بیع باطل نہ کی جاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اُسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید تا فذ ہی اور خیار باطل ہی اسلیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہی اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایۃ م من الماذون لو ابراہ البائع عن الثمن صح استحسانا وبقی خیارہ لانہ یلی عدم التملک کل ذلک عندہ خلافا لہما م رمز ہی ماذون سے یعنے عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط خیار پھر بائع نے اُسکو ثمن معاف کردیا یعنے مدت خیار مین تو صحیح ہی بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہی اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہی یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک درصورت مذکورہ عہد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اُسکو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اُسکا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلا عوض کی ولایت نہین اور امام اعظم رح کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اُسکا رد کرنا امتناع ہوا تملیک سے اور ماذون کو

Marfat.com

عدم تملک کی ولایت ثابت ہی اسواسطے کہ جب اُسکی کوئی چیز نہ لیجاوے تو اُسکو قبول نہ کرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایۃ قلت وزید علی ذلک مسائل منہا
ت التعلیق کان ملکتہ فہو حر فشراہ بخیار لم یعتق مین کہتا ہون اور مسائل عشرۂ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہین از انجملہ تعلیق ہی جسکا اشارہ ت ہی
چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پھر اُسنے غلام کو بشرط خیار خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہوگا بسبب عدم ملک کے
بخلاف صاحبین کے ت واستدامۃ السکنیٰ باجارۃ او اعارۃ لیس باختیارت اشارہ ہی استدامت سے یعنے دوام سکنیٰ بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار
نہین ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اُسکا ساکن ہی بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت مستدام ہوئی
خواہرزادے نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنیٰ ملک عین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہی جامع الفصولین مین ہی کہ درصورت ابتدا
سکنیٰ خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہی صید سے یعنے شکار خرید کیا بشرط خیار پھر حج کا احرام باندھا یعنے درصورت
قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنے بیع بائع کو پھیر دی جاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہی اور اگر بائع کا اختیار ہی تو بالاتفاق
بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والزوائد الحادثۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع ف اشارہ ہی زوائد کا یعنے جو چیزین زوائد پیدا ہون مدت
خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنے اسواسطے کہ اُنکا حدوث مشتری کی ملک مین نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اُنکا
مالک مشتری ہی حلبی نے کہا زوائد عام ہین زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلے کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھوین
مسئلے مین داخل ہی یعنے کسب مین جسکی رمز کاف ہی رد العصیر فی بیع مسلمین لو خمرا فی المدۃ فسد خلافا لہما فینبغی ان یرمز لہما لفظ تصدر وبضم الرمز الی
الرمز دلم ارہ لاحد فلیحفظ ر اشارہ ہی عصیر سے یعنے اگر دو مسلمانون نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی
بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہی کہ ان مسائل خمسہ کو بلفظ تصدر مرموز کیجیے اور یہ کہ اس مزکور رمز اول سے ملائیے اور مین نے یہ نہین دیکھا کہ
کسی نے ان مسائل کو باین لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے م رمز اول اور ثانی ملکر یہ ترکیب ہوئی اسحق عزک فخم تصدر یعنے اپنی عزت کو رگڑ ڈال حق تعالیٰ
کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگون کی تعظیم کر بقدر اُنکے مراتب کے تا حق تعالےٰ اور لوگون کے نزدیک تو صدر نشین ہو اجازۃ
من لہ الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما وفسخ احدہما فلیس للآخر الاجازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ
جسکے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اُسنے بیع کو نافذ کر دیا تو صحیح ہی باوجود ناواقفی اپنے ساتھی کے بالاتفاق مگر یہ کہ بائع اور
مشتری دونون کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہین ہوتی
م صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہی کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا علم ضرور نہین مانند
طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول سے تو صحیح
نہین جب تک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی م اگر مدت مین بیع فسخ کی اور اُسکے ساتھی کو
علم نہوا تو بیع موقوف ہی طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور فسخ باطل ہی والحیلۃ
ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یدعلیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہی کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر
ضامن لیکر اُسکے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اُس شخص کو قائم کرے جسپر رد بیع کیجاوے کذا ذکرہ العینی م جب
معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہین ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہو جاوے تو مجھ کو فسخ کا اختیار
نہ رہیگا تو اُس کی یہ تدبیر ہی کہ اُس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اُس کی طرف سے مخاصم قرار دے

Marfat.com

پھر صاحب اختیار بیع یا ثمن اُسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر قیدنا بالقول لصحتہ بالفعل بلا علمہ اتفاقا کما افادہ بقولہ شارح کہتا ہی ہمنے عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی بواسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اُسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مصرح کیا م فسخ بالفعل کی مثال یہ ہی کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرف مالکانہ شروع کیے مثلاً مبیع اگر غلام ہی اُسکو آزاد کر دیا یا اُسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ مفعلی ہی اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنے منجملہ نقود نہ ہو اور مشتری اُسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا درصورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن الملتقی وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہوجاتی ہی اُسکی موت سے م یعنے جسکے لیے اختیار مشروط تھا وہ مرگیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع ہو یا مشتری ہو اگر بائع صاحب اختیار مرگیا تو ثمن اُسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اُسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اُسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مرگیا جسکے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہی کذا فی الطحطاوی اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہی کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رویۃ وتعریر ونقد لان الاوصاف لا تورث اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا مورث کا جیسے خیار رویۃ اور خیار تعریر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی م یعنے بیع منفسخ نہین ہوتی وارث کے فسخ کرنیسے جیسے مورث کے فسخ کرنیسے فسخ ہوسکتی ہی اُسکی حیات مین اسواسطیکہ اختیار عبارت ہی ارادے اور مشیت سے سو ارادہ مورث کا اُسکی موت سے منقطع ہوگیا جیسے اور تصرفات اُسکے منقطع ہوگئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہی کہ ارث اُسمین جاری ہی جو انتقال پذیر ہی مانند اعیان کے نہ اُسمین جسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے منح الغفار مین ہی کہ خیار تعریر یہ ہی کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التعریر کی ظاہر البحث ہی مصنف کی اور خیار النقد بحث ہی صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ انکو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا واما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ تخلفہ الوارث فیہا لانہ یرث خیارہ در رلیخفظہ اور خیار العیب در خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہی امور مذکورہ مین یہ نہین کہ مورث کے خیار کا وارث ہوتا ہی کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنے اگر اوصاف مین وراثت نہین ہے تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیون ثابت ہوتا ہی خلاصۂ جواب یہ ہی کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنے مثلاً خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہی اسواسطے کہ مورث اُس مبیع کا مستحق ہی جو عیب سے سالم ہی اسیطرح اُسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اُسکا قائم مقام ہی تو عند التحقیق موروث عین مبیع ہی بصف سلامت عیوب اور اسیطرح خیار التعیین وغیرہ علامۂ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہی صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب قایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہی کہ خیار العیب اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہی تو ظاہر ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ وان لم یعلم المرض واعماره والاعتاق ولو لبعضہ وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ اولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرج داخل لشہوۃ القبل لمنکر الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہوجاتی ہی مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہی آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہوا اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہی چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسیطرح ہر ایک اُس تصرف سے جو نافذ نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح مین اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور درصورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ہم اجارہ اور نظر مین لف ونشر مرتب ہی یعنے اجارہ ایسا تصرف ہی جو بدون ملک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہی جو بدون ملک کے حلال نہین

Marfat.com

مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اُسکو دوا پلانا کھیت کا سچانا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا امکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل خیار اور اتمام بیع کے سبب ہین کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شراہا بالخیار علی انہا بکر فوطیہا لیعلم انہی بکر ام لا کان اجازۃ ولو وجدہا ثیبا ولم یثبت فلا رد بہذا العیب نہر وسیجئ فی بابہ اور قاعدۂ مذکورہ کا مقتضی یہ ہی کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پہ کہ وہ باکرہ ہی پھر اُس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہی یا نہین تو یہ اجازت ہی بیع کی اور اگر اُسکو باکرہ نہ پایا اور فورًا قربت سے باز رہا بلا توقف تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار العیب کے باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نہ کر سکیگا ہم جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہی اور اختیار باطل ہوتا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے اجازت بیع کا موجب ہی اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہی لیکن یہ حلال نہین بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعۃ وان لم یاخذہا معراج بہای بدار فیہا خیار الشرط بخلاف خیار رویۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہی شفعہ طلب کرنے سے بواسطۂ اُس گھر کے جس مین خیار الشرط ہی اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرویۃ وخیار العیب کے کذا فی المعراج ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اُسکے پڑوس مین دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانۂ اول کے خانۂ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانۂ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے خرید کیا اور اُسکے ہمسایہ مین دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اُسکو اختیار ہی کہ رویت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنے بیع تمام ہوتی ہی مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جب کہ اختیار اُسکے واسطے مشروط ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہی یعنے طلب شفعہ اس کی دلیل ہی کہ اس نے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہین ہو سکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو بشرط المشتری او البائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ عاقدا کان او غیرہ بہنسی صحیح استحسانا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہی بنا بر استحسان کے اور اس صورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم مین بائع بھی مشتری کے مانند ہی چنانچہ دُرر کے کلام سے معلوم ہوتا ہی اور اسی کا یقین کیا ہی بہنسی نے م قیاس یہ ہی کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہی تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہی کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی اُس کا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہی اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین مصرح ہی کہ احد المتعاقدین کو غیر کے واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہی حلبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہو چکا وہکذا فی البحر طحطاوی نے کہا اُسکی صورت یون ممکن ہی جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے ایک بائع دوسرے بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدہما من النائب والمنیب او نقض صح ان وافقہ الآخر پھر جبکہ نائب ومنیب مین سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہی اگر دوسرے نے اُسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدہما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے بالعکس اُسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہی بسبب عدم مزاحم کے یعنے شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہی اسواسطے کہ اُسوقت تعارض نہ تھا

اور شخص متاخر کا فعل لغو ہی ولو کان معاً فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھی زمان واحد مین پائی گئی تو فسخ زیادہ تر ثابت ہی قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہی اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہین ہوتی واعتراض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز اذ فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع ابتداءً اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہی کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہی اسواسطے کہ مبسوط مین ہی کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود ہا عقد کے اعادے پر تو جائز ہی اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہی اس اعتراض کا یون جواب دیا گیا ہی کہ ہم نہین مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہی بلکہ یہ دوسری بیع ہی سرے سے م نہر الفائق مین ہی کہ فسخ کا اولی ہونا یہ روایت ہی کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہی اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہی کہ تصرف مالک کا اولی ہی اور بعضون نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہی اور ثانی قول محمد ہی باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہی ایک غلام مین اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جسمین اختیار شرط کیا تو صحیح ہی بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے م صورت اسکی یہ ہی کہ بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ دونون غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص مین اختیار ہی والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اس غلام کی جسمین اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل کی بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہی اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہی م عدم تعیین اور تفصیل اسطرح کہ بائع نے کہا کہ مین نے دو غلامون کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام مین مجھکو اختیار ہی تو کسی غلام کی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ جسمین اختیار شرط ہی وہ خارج ہی بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہی وہ معلوم نہین اس سبب سے کہ جسمین خیار شرط ہی وہ مجہول ہی علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہی اسواسطے کہ قیمت والی چیز مین ثمن مبیع پر برابر منقسم نہین ہوتا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتاتی ایضاً الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہی اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو اسمین بھی چارون صورتین حاصل ہوتی ہین م یعنی اگر مشتری نے دو غلام خرید کیے اور ایک غلام مین اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن و تعیین مبیع بیع صحیح ہی اور اگر تعیین اور تفصیل نہین یا فقط تعیین ہی یا فقط تفصیل ہی تو بیع صحیح نہین بسبب جہالت کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع فتح وسیجیء فی الفضولی والوکالۃ فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار مین سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہین اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہی وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونون صورتون مین یہ ہی کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اسکی رضامندی کے زائل نہین ہو سکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہی قیمت والی چیزون مین نہ مثلیات مین بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے م قیمت والی وہ چیز ہی جس کے افراد مین تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہی اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہی جسکے افراد یکسان ہون بلا تفاوت چنانچہ مکیل اور موزون پھر جب مثلیات مین تفاوت نہوا تو انمین خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہی ولو للبائع فی الاصح کافی خیار تعیین صحیح ہی اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح مین کذا فی الکافی م مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہی کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے

Marfat.com

ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ انمین سے تو ایک کو پسند کرلے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہی کہ مشتری کہے بائع سے مین نے ان غلامونکی
ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے قول اصح کی یہ وجہ ہی کہ یہ بیع جائز ہی خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کے خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی
فتح القدیر مین اسکو رد کیا ہی اسطرح پر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہی تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو اپنے موافق
اور مناسب جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہین اسلیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہی اُسکو اُسکا حال خوب تر معلوم ہی اسکا جواب شارح نے
آیندہ قول مین دیا لانہ قد یرث شیئا یقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیطلبہ بہذا الشرط فتمست الحاجۃ الیہ نہر اسواسطے کہ بائع کبھی قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے
پاتا ہی اور بائع کا وکیل اُسپر قبضہ کرتا ہی اور بائع اُس چیز کو نہین پہچانتا تو اُسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہی تو اس صورت مین بائع کو حاجت پڑی خیار
تعیین کی تا اُسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النہر عن سید حموی نکہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہی اور مناط احکام نوادر پر نہین کذا فی الطحطاوی
فیما دون الاربعۃ لانہ فارغ الحاجۃ بالثلثۃ۔ لوجود حید وردی و وسط خیار تعیین صحیح ہی چار چیزون سے کمتر مین بسبب حاجت روائی کے تین چیز سے
بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے م یعنے خیار تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہی اور دفع حاجت تین مین بخوبی متصور ہی کیونکہ
عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین مین حاصل ہی تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہی تو غیر مشروع ہی ومدتہ کخیار الشرط اور
خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہی یعنے تین دن تک امام کے نزدیک م اگر تین دن مین تعیین کردے تو بہتر ہی اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین
تو متعین کرنے کے واسطے اُسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اُسکو اختیار ہی فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت کے
اُسکو خیار تعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا
مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح م منح الغفار مین ہی کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کرلیا اور قبضہ کیا پھر ایک مین عیب لگ گیا تو معیوب تین
بیع لازم ہوگئی ثمن معین کے ساتھ اور رد سلم مبیع امانت ہی اور اگر دونون ساتھی ہلاک ہوگئے تو دونون مبیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو
یا مختلف ولو اختر یا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالمبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الآخر بل یطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصون نے ایک
چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہی پھر ایک شخص بیع سے راضی ہوگیا خواہ صراحۃً یا دلالۃً اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ نا
حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اُسکو رد نہین کرسکتا بلکہ اُسکا اختیار باطل ہوگیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف
فی خیار الرویۃ والعیب قلیس لاحدہما الرد بعد رویۃ الآخر او رضاہ بالعیب خلافا لہما نصر البائع بعیب الشرکۃ اور اسیطرح خلاف ہی امام اور صاحبین
کا خیار الرویۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہین بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے
م شرکت خیارات ثلثہ کی عدم رد کی علت ہی یعنے اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہین سکتا
یا ایک شخص نے بعد رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب مین راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر ایک
مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو مبیع مین نصفا نصف اسمین ضرر ہی بائع کا ضرر ہی کیونکہ اول بائع بلا شرکت
اُسکا مالک تھا اب اُسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہہ عیب ہی اسواسطے کہ مشترک مین ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کرسکتا کما یلزم البیع
لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما للباقین فرضی احدہما دون الآخر قلیس لاحدہما الانفراد اجازۃ اور دا خلافا لہما مجمع
چنانچہ بیع لازم ہوجاتی ہی اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور عدم بیع مین پھر ایک
بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع مین تنہائی جائز نہین بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی المجمع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہی اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت سے خود راضی ہوگیا اشتری عبدا بشرط خبزہ او کتبہ لے حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنے ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اُسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنے روٹی پکانا اور لکھنا اُسکا پیشہ ہی پھر برخلاف اُسکے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اُسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری اُسکو اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے یا اُسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے م درصورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی ازبسکہ لائق رغبت کے وصف ہی لہذا مشتری کو اُس کے نہ ہونے سے رد بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہی یا اکثر لوگ بدخط لکھ لیتے ہین اسقدر فعل سے اُسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک وکذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہین یعنے غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اُسپر قبض مبیع کے واسطے زبردستی نہ کیجائیگی یہانتک کہ اس وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلاً معلوم ہو جاے اور یہی حکم ہی باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہوگیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون مین اُتنا مشتری بائع سے پھیرے قول اصح مین م مثلاً کاتب کی قیمت سو درم ہی اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دیے ہون تو چالیس درم پھیرے بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او تحلب کذا رطلا او تخبز کذا صاعا او تکتب کذا قدرا فسد لانہ شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہا حلوب او لبون جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہی یا اتنا دودھ دیتی ہی یا غلام اتنے سیرون کی روٹی پکاتا ہی یا اتنے ورق لکھتا ہی تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہی وصف نہین ہی یہان تک کہ اگر یہ شرط کریگا کہ مثلاً بکری دودھار ہی یا شیردار ہی تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہی نہ شرط فاسد م حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہوسکتا کیونکہ احتمال ہی کہ حمل ہو یا ریح یا بیماری اسیطرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہوسکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح ان پر دلالت کرتا ہی کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہی کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا صحیح نہین بلکہ اُسکا قاعدہ یہ ہی کہ جس وصف مین غرر نہو یعنے اُسکے وجود مین تردد نہو تو اُسکا شرط کرنا جائز ہی اور جسکے وجود مین احتمال ہی اُسکا اشتراط صحیح نہین مگر بمعنے برات وجود اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاہر اور قول منکر کا معتبر ہی اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہین ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت اور اُسکے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی مین منکر کا قول معتبر ہی م یعنے ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہی اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہی کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہی یا ایک کہتا ہی کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہی یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہی اور دوسرا منکر تو ان سب صورتون مین منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا بدلہا قائلا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتری بیمینہ وجاز للبائع وطیہا درر وانعقد بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اُسکے دوسری لونڈی پھیر دی یون کہکر کہ یہ وہی خریدی لونڈی ہی بائع نے کہا وہ یہ نہین ہی اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اُس لونڈی سے قربت

Marfat.com

کرنا جائز ہی کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح م جب یہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا واجب ہی
اور ہر مبیع کا یہی حکم ہی لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی مین یہ حکم ہوا تو اُسکے غیر مین بطریق اولی یہی حکم ہی اسواسطے کہ فروج مین زیادہ تر
احتیاط لازم ہی کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہی امانت کے پھیر دینے مین تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس
امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا یہی تیری امانت ہی اور امانت رکھانے والا اسکا منکر ہی اور اُسکے گواہ نہین تو وہ چیز
اُسکو حلال ہی طحطاوی نے کہا ظاہرا عاریت اور اجارے کی چیز کا بھی یہی حکم ہی واللہ اعلم ولو قال البائع عند ردہ کان یحسن لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری
لان الاصل عدم الخبز والکتابۃ فکان الظاہر شاہدا لہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اُسمین نہ پایا گیا اور مشتری نے اُسکو
پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان
اور کتابت اصل ہی تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہی م صفات عارضہ مین عدم اصل ہی اور صفات اصلیہ مین وجود اصل ہی چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کے
عارضہ سے ہین لہذا اُسمین مشتری کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہی کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہی ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتبہ وخبزہ وکان یحسن ذلک
فنسیہ فی ید البائع رد علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مر ان الاوصاف لا یقابلہا شیء من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا
بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے مبیع کے
قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باینہمہ اُسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے
مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا م باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہرا مشتری نے اُسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باعتبار دلالت
حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا بما فیہا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شیء من ذلک لا خیار
للمشتری گھر بیچا اُن چیزون کے ساتھ جو اُسمین داخل ہین منجملہ دھنیون (کڑیون) اور دروازون اور لکڑیون اور کھجور کے درختون کے پھر اُسمین یہ چیزین کچھ نہ نکلین تو
مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین یعنے اسواسطے کہ دار عبارت ہی عرصے سے اور اشیاے مذکورہ تابع ہین اور تابع کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا اور مراد عدم
اختیار سے یہ ہی کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہین تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرویۃ البتہ
اُسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءہا آجرا فاذا ہو لبن او ارضا علی ان شجرہا کلہا مثمرۃ فاذا واحدۃ منہا لا تثمر او ثوبا علی انہ مصبوغ بعصفر فاذا
ہو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اُسکی پختہ اینٹ کی ہی سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اُسکے سب درخت پھلتے ہین سو
اُنمین سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اُسپر کسم کا رنگ ہی اور اُسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی م اسواسطے کہ صفات مذکورہ مین اغراض
طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے ہین اور اختلاف غرض بجاے اختلاف جنس ہی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی انہا بغلۃ مثلا فاذا بغل جاز وخیر وبعکسہ
جاز لا خیار لکونہ علی صفۃ خیر من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابطۃ اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہی لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہی اور اسکو اختیار ہی لینے
نہ لینے مین اور اسکے بالعکس یعنے نر کی شرط مین مادہ نکلی تو بیع جائز ہی بلا خیار یعنے پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ مبیع ایسی شرط پر شامل
ہی جو مشروط سے بہتر ہی کذا فی المجتبی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے م قاعدہ یہ ہی کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہی اور اگر وصف
مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہین چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہی سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ
بے عیب نکلے تو مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا البیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہین ہوتی شرط سے بتیس مقام مین جو
اشباہ مین مذکور ہین م مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہی بیان اُسکا یون ہی کہ جو شرط کہ بیع مین مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہی جس کے

Marfat.com

عقد مقتضی ہی بلا شرط تو اُسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہین اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند اُسکو عقد مقتضی نہین لیکن عقد کے مناسب ہی یعنے موجب عقد کی موکد ہی اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہین لیکن شرع مین اُسکا جواز ثابت ہی چنانچہ شرط خیار اور شرط مدت اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند شرع مین اُسکا جواز وارد نہین لیکن اُسکا رواج ہی چنانچہ پھٹا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اُسکو دوخت کردے یا پرانا پھٹا کپڑا خرید کرنا اس شرط پر کہ بائع اُسکو پیوند کردے کہ قیاساً جائز نہین لیکن استحساناً جائز ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی اور مختارات النوازل مین ہی کہ شروط مفسدہ معارضات مین ربوا کے مانند ہین نہ تبرعات مین انتہی اسواسطے کہ اسمین صلاح متعاقدین کا نفع ہی بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کی بیع بشرط رہن ہی یعنے بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور از انجملہ بیع بشرط کفیل یعنے ثمن کا کسی کو ضامن دے اور از انجملہ شرط بے عیبی بیع اور از انجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور از انجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمین عیب ہو اور از انجملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیر ذلک شرط علی انہا مفسدۃ ان للتبری لانہ یفسد وان للرغبۃ فسد بدائع بیع مین ہی شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہی تو بیع فاسد نہین اور اگر رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدائع ہم سرد واز بسیا شرعاً حرام ہی لہذا اگر اُسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حبلہا ان الشرط من المشتری فسدوان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتے لو کان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع مین اُسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کیطرف سے ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کیطرف سے ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہی تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برات کے واسطے ہی یعنے اس عیب سے وہ پاک ہی تو اگر یہ شرط اُس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین راغب ہین اُنکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیۃ یعنے اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہی تو اب اس شرط حمل کو برات عن العیب پر محمول کرنا نہین ہو سکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہی اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہی اور زیادتی موہوم ہی اس احتمال سے کہ معلوم نہین کہ حمل ہی یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط الاوصاف ان کل وصف لا غرر فیہ فاشتراطہ جائز لا ما فیہ غرر الا ان یرغب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہی تو بیع جائز ہی بنا بر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہی کہ جس وصف مین تردد نہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اُسکا شرط کرنا جائز ہی نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہی چنانچہ حمل مگر اور راہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اُسکی شرط مفسد نہین وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متے عاین ما یعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین ہی کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اُس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہی احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر گھی کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اُسمین سیر بھر گھی لت کیا ہی اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اُسکو دیکھتا ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اُسکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہی پھر جب معائنہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے تیار ہوا ہی پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہی تو مشتری کو اختیار نہین پھیرنے کا فرع اُسکی کثیر ہین اور اعمار قصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہی تو تکثیر بھی بے فائدہ ہی کذا فی النہر

باب خیار الرؤیۃ

یہ باب ہی خیار الرویۃ کے احکام مین یعنے وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشیٔ الی شرطہ غیر ظاہر لما یجئ ان لا لرد قبل الرویۃ اضافت خیار کی رویت کیطرف از قبیل اضافت مسبب کے ہی سبب کیطرف اور وہ جو بعضون نے کہا کہ منجملہ اضافت شیٔ کے ہی اپنی شرط کیطرف سو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہی قبل رویت کے یعنے تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہے

Marfat.com

ثبوت اختیار کی نہ شرط و تثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شئ بعینہ لان کلا منہا معاوضۃ
فلیس فی دیون ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرویۃ فتح خیار الرویۃ ثابت ہی چار مقام مین اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح مین یعنے وہ
صلح جو شئے معین پر ہوئی ہو مال کے دعوے سے اسواسطے کہ ہر ایک ان چار مقامین سے معاوضہ ہی تو دیون اور نقود اور اُن عقود مین جو فسخ کرنے
سے فسخ نہین ہوتے خیار الرویۃ نہین کذا فی الفتح م فتح القدیر مین ہی کہ جب دیون مین خیار الرویۃ نہوا تو مسلم فیہ مین نہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ
مراد ہین تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اُسمین خیار ہی اور عقود غیر منفسخہ چنانچہ اور بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے
ہو صح الشراء والبیع لما لم یرہ یا ہ صحیح ہی مول لینا اور بیچنا اُس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہین دیکھا ہم خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی
عن الملتقی والاشارۃ الیہ لے البیع او الی مکانہ شرط الجواز فاو لم یشر لذلک لم یجز اجماعا فتح و بحر نے حاشیہ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع
کیطرف یا اُسکے مکان کیطرف شرط ہی جواز کی اور اگر مبیع یا اُسکے مکان کیطرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہین کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے
حاشیہ مین قول اصح یہ ہی کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہی ہم خلاصہ مین ہی کہ اگر گیہون شہر مین دو جگہ ہون تو بیع جائز ہی بلا اشارہ اور یہی اصح ہی اور ملتقی مین
ہی کہ اگر گیہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہون تو بیع جائز ہی اگر بائع کی ملک مین ہون اور محیط مین ہی کہ اگر اپنے پاس کے گیہون بیچے اور اشارہ انکی طرف
نہ کیا تو جائز ہی انتہی یہ قول دلالت کرتے ہین کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہو اور مشار الیہ نہو اور اسیطرح اطلاق متون مذہب اور بعض
شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق مین بعد ذکر اشتراط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ
اشارے کی شرط جواز ہونے مین علی الخصوص بلا اجماع کلام ہی واللہ اعلم ولہ لے للمشتری ان یردہ اذا راہ اور مشتری کو جائز ہی کہ مبیع کو پھیر دے
جب اُسکو دیکھے ہم ابن ابی شیبہ اور بیہقی مین مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی
مول لے جسکو نہین دیکھا تو اُسکو اختیار ہی جبکہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور یہی
مذہب ہی امام مالک اور احمد کا اور حدیث مین رویت سے علم بالمقصود مراد ہی بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمین خط رویت کفایت
نہین کرتی چنانچہ مبیع جبکہ سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اُسکو اختیار ثابت ہی سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اسکو اختیار ہی سونگھنے کے
وقت بعد رویت کے اسیطرح اگر چیز کو دیکھکر خرید کیا پھر اُسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود مین کافی نہین اور اسیطرح اعمی کی خرید مین اختیار
ثابت ہی جب کوئی مبیع کا حال اُس سے بیان کرے تو اُسکے حق مین بیان شخص غیر بجائے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا یردہ اذا رآہ الا اذا
اعادہ لے البائع اشباہ بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہی مگر جبکہ مبیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اُسکو نہ پھیرے جبکہ اُسکو دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے
بھی پھیر سکتا ہی مگر جبکہ مبیع کو پہونچا دے بائع کے مکان کیطرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ لے قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرویۃ بالنص و
الوجود للمعلق قبل الشرط خیار الرویۃ ثابت ہی اگرچہ مشتری راضی ہو گیا ہو زبانی قبل اُسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہی رویت کے ساتھ
بنص حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہین قبل شرط کے م رضاے قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اسطرح کہ اُسمین
تصرف کرے تو اختیار اُسکا زائل ہوگا کذا فی الاشباہ بلا تقرر مدت یعنے تمام عمر جب تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت ہی یہی قول اصح ہی کذا فی العنایہ بسبب مطلق ہونے
اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہی فسخ اُسکا قول اصح مین کذا فی البحر بسبب لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع مستحکم
ہی خ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا وثبت الخیار للرویۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہوا الاصح عنایہ لاطلاق النص فلم یوجد مبطلا اور
خیار الرویۃ مطلقا ثابت ہی بلا تقرر مدت یعنے تمام عمر جب تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت ہی یہی قول اصح ہی کذا فی العنایہ بسبب مطلق ہونے

Marfat.com

نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے ہم اور غیر اصح یہ قول ہی کہ خیار الرویۃ موقت بوقت امکان فسخ ہی رویت کے بعد وہ مبطل خیار الشرط مطلقا د مفید الرضی بعد الرویۃ لا قبلہا دُرر اور خیار الرویۃ کا مبطل وہ ہی جو خیار الشرط کا مبطل ہی مطلقا یعنی صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہی رضامندی کا بعد رویت کے نہ قبل رویۃ کے کذا فی الدرر ہم مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اُسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلہ الاخذ بالشفعۃ ثم رد الاول بالرویۃ دُرر من خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رویت مبطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہی لینا بسبب شفعہ کے پھر بیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی الدرر من باب خیار الشرط تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اُسکے پاس بکنے لگا تو اُسکو بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اُسکے پہلا گھر دیکھا تو اُسکو پھیر سکتا ہی ویشترط لفسخہ علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہی تا دھوکا نہ پڑے یعنے خریدے سے بائع کو اطمینان ہوتا ہی تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہین کریگا لہذا علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دھوکا نہ کھاوے ولا خیار للبائع مالم یرہ فی الاصح اور اختیار نہین اس بائع کا جسنے مبیع کو بن دیکھے بیچا قول اصح مین ہم ایک شخص کو ایک چیز وراثت مین ملی اور اُسنے بدون رویت کے بیچ ڈالی تو بعد رویت اُسکو فسخ بیع مین اختیار نہین ہدایہ وغیرہ مین تصریح ہی کما دل امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر عدم خیار کیطرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہرگز معتبر نہین ہوتا تو شارح کو اسکا اصح کہنا مناسب نہ تھا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہی وکفی رویۃ مایوذن بالمقصود کوجہ صبرۃ ورقیق اور اسقدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہی جس سے مقصود معلوم ہوجاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا مُنھ دیکھنا ہم یعنی تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہین بسبب تعذر کے لہذا اُتنا دیکھنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہوجاوے ڈھیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہی یعنی جب اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ لیا تو اب اُسکو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجاے کل کے ہی ہان اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اُسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرویۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری مین ہون تو یہان بعض کا دیکھنا کافی نہین اسواسطے کہ اسکی افراد مین تفاوت کثیر ہوتا ہی تو جب تک سب کو نہ دیکھیگا اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق مین ہی لونڈی غلام کی ہتھیلیان اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہین تبیین الحقائق مین ہی کہ بنی آدم مین اگر جمیع اعضا دیکھے سواے چہرہ تو خیار الرویۃ باقی ہی کذا فی الطحطاوی ووجہ دابۃ ترکب وکفلہا ایضا فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور اُسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہی قول اصح مین یعنی چہرہ اور پٹھا دونون کا دیکھنا ضرور ہم سواری کی قید سے بکری گائے نکل گئی کہ اُسکا حکم آویگا رویۃ ظاہر توب مطوی وقال زفر لا بد من نشرہ کلہ ہو المختار کما فی اکثر المعتبرات قال المصنف اور لپٹے کپڑے کی ظاہری تہ دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا اُس کپڑے کو سب کھولنا ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی ایسا کچھ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم قال زفر اسواسطے مختار ہوا کہ اس زمانے مین ثیاب کے ظاہر اور باطن مین بہت اختلاف ہوتا ہی کذا فی الفتح عن المبسوط وداخل دار وقال زفر لا بد من رویۃ داخل البیوت فی ہذا الصحیح وعلیہ الفتوی جوہرہ وہذا اختلاف زمان لا برہان فمثلا الکرم والبستان اور داخل دار یعنے گھر کا صحن دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھریون کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہی اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہی نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسیطرح حکم ہی باغ کا گنجان درخت ہون یا متفرق ہم امام اور صاحبین رح کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہی اور اصح یہ ہی کہ بنا بر انکی عادت کے ہی اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی مین یا قدیم یا جدید ہونے مین بخلاف ہمارے دیار کے کہ انمین نہایت تفاوت ہوتا ہی اسواسطے مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہین تو اب ان سب کا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہی دیار مصر اور شام اور عراق مین تو معلوم ہوگیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہی نہ باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسیطرح باغات مین بھی خارج سے دیکھنا کافی نہین کذا فی النہر وکفی جس شاۃ لحم اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہی اسواسطے کہ

Marfat.com

اسطرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی معلوم ہوجاتی ہی تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہی اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدن ٹٹولنے کے معلوم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی عن ابی اللیث و نظر جمیع جسد شاۃ تنبیہ للدر والنسل مع ضرعہا ظہیریۃ اور جو گوسفند پالو دودھ اور بچے لینے کے واسطے ہو تو اُسکے تمام بدن کا دیکھنا تھنون کے ساتھ کافی ہی کذا فی الظہیریہ وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ لانہ المقصود جوہرۃ اور گاے اور اونٹنی شیر دار کے تھن کا دیکھنا کافی ہی اسواسطیکہ وہی مقصود ہی کذا فی الجوہرۃ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہی لاخارج دار وصحنہا علی المفتی بہ کما مر اور رویۃ ذہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہین خارج دار اور اُسکے صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی یہ چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا یا دیکھنا تیل کا شیشے مین کافی نہین بسبب وجود حائل کے وکفی رویۃ وکیل قبض اور کافی ہی دیکھنا وکیل قبض کا مر وکیل قبض وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میرے بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے مین و وکیل شراء اور کافی ہی دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو فلانی چیز خرید کر لا رویۃ رسول المشتری وبیانہ فی الدر کافی نہین رویت مشتری کے پیامی کی اور بیان اُسکا درمختار مین ہی صورت رسالت یہ ہی کہ مشتری ایک سے کہے کہ تو میرا پیام پہونچادے قبضہ کرنے کا تو وکیل قبض کی رویت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط خیار ہی جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وہو کالبصیر الی ثنی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہی عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اُسنے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر کے مانند ہی مگر بارہ مسئلون مین جو مذکور ہین اشباہ مین ہم از انجملہ اُسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہین اگرچہ پے چلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق شہادت مطلقاً نہین اور نہ لائق قضا نہ امامت عظمیٰ یعنے بادشاہی اور اُسکی آنکھ مین دیت نہین بلکہ حکومت واجب ہی اور اُسکی امامت نماز مین مکروہ ہی مگر اُسوقت مکروہ نہین جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اُسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہین اور اُسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم مین نے نہین دیکھا اور وصف مبیع بجاے اُسکی رویت کے ہی کذا فی الاشباہ وسقط خیارہ بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہی مبیع کے ٹٹولنے اور اُسکے سونگھنے اور چکھنے سے اُس چیز مین جو معلوم ہوجاتی ہی اُس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے ووصف عقار وشجر وعبد وکذا کل ما لا یعرف بجس وشم وذوق حدادی اور ساقط ہوتا ہی خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسیطرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہین ہوتی اُسمین ذکر وصف بجاے رویت مسقط خیار ہی ہم بیان اوصاف اشیاء مذکورہ بالغ وجہ ممکنہ لازم ہی تا اُسکے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رویت ہو اور بنظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہی اُسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اُسکو اختیار نہین بیع کے فسخ کرنیکا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خریدی پھر وہ اندھا ہوگیا تو اُسکا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا وجدت المذکورات کشم الاعمی وکذا رویۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوہا نہر قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار ربہا لے بالمذکورات لانہا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح مالم یوجد منہ ما یدل علی الرضی من قول او فعل او تعیب اور یہ لک بعضہ عندہ ولو قبل الرویۃ یہ سب کچھ اُسوقت ہی جبکہ اشیاے مذکورہ چنانچہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر یا اور اُسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اُسکے خرید کرنے کے یعنے اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرۂ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہی اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوے تو اُسکو بواسطے اشیاے مذکورہ کے اختیار ثابت ہی یہ نہین کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہین جیسا کہ بعضون نے اُسکو غلط سمجھا ہی تو اُسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نہ پائی جاے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہوجاوے یا بعض مبیع ہلاک ہوجاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رویت ہو

Marfat.com

م درصورت عیب اسواسطے پھیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس اُسمین عیب تھا تو اب پھیرنے مین اُسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی یہ صورت ہے مثلاً دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان یزرعہا قبل ان یزرعہا بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ بنفسہ اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اُسنے اُسمین زراعت کی تو خیار الرویۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی ولو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رویۃ ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا نہر اور اگر مشک کا ناف خرید کیا پھر اُسمین سے مشک نکال لیا تو اُسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرویۃ کے اور نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج نے اُسمین عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی النہر ھم طحطاوی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور نہین اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہے جو شارح نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب اُسوقت تک ہے جبتک مشتری کے پاس دوسرا عیب نے پیدا ہوا ہو اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا ومن رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الآخر فلہ ردہما ان شاء لا ردالآخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونون کپڑے خرید کیے بعد اُسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اُسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین یکمشت لینی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے ولو شتری مارای حال کونہ قاصدا لشرائہ عند رویتہ فلو راہ لا لقصد شرا ثم شراہ فہل لہ الخیار ظہیریۃ ووجہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید بحر قال المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ عالما بانہ مرئیہ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم خیر لعدم الرضی در ر فلا خیار لہ اذا تغیر بخیر او اگر خرید کیا اُس مبیع کو جسکو بحالت قصد خریدہ دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ جانکر کہ یہ مبیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اُسکو اختیار رہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اُسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اُسکو اختیار ہے کذا فی الظہیریۃ اور اُسکی وجہ ظاہر ہے اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہین دیکھتا وہ خوب تر تامل مفید نہین کرتا کذا فی البحر اُسکی رویت کالعدم ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ نہ جانے کہ اسکو مین دیکھ چکا ہون تو اُسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کے کذا فی الدرر وغایہ اور کنز مین یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکھی چیز کے خریدنے مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن مین رویت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل موجب اعتماد تقیید مذکور کی ہوئی یعنے اگرچہ ظہیریہ مین یہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہے اور صورت عدم علم کی یہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقابدار لونڈی خریدکی اور یہ اُسکو معلوم نہوا کہ یہ وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار رہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپٹا نادانستہ خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا رای ثیابا فرفع البائع بعضہا ثم شتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار کذا لو کان ملفوفین وثمنہا متفاوت تلا نہ ربا یکون لہ الاروی بالاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اُٹھا لیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اُسکو خیار الرویۃ ثابت ہے اور اسیطرح اگر دو کپڑے کسی چیز مین پیچیدہ ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب عشرۃ لاختیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر منجملہ اثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر ہذا لو المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ فالقول للمشتری علما بانظاہر والظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جب کہ بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر ہو جانے مین یہ اُسوقت ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرتے ہوئے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کے مانند مین ایک مہینہ قلیل ہے حکم عمل بالظاہر دونون مسئلون کا

قال فی النہایۃ ای الصفقۃ الواحدۃ کما فی المعراج وفی البحر عن البدائع ہذا اذا وجد فی البیع قدر علی صاحبہ کذا فی الطحطاوی ص ۱۰۲

ظاہر التقلیل ہی یعنے مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہی لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہی لہذا مشتری کا قول معتبر ہوا شرنبلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہی باعتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہی اور جانورون کا تغیر اس سے کم مدت مین ہوتا ہی چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی حد مذکور نہین کی اور اسیطرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کما ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرویۃ لانہ ینکر الرویۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی اگر دونون اصل رویت مین مختلف ہون اسواسطے کہ مشتری منکر ہی رویت کا اور باعتبار منکر کے قول کا ہی وکذا لو انکر البائع کون المردود مبیعا فی بیع بات او فیہ خیار شرط او رویۃ فالقول للمشتری اور اسیطرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہین بیع قطعی بلا خیار مین یا اس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرویۃ ہی تو مشتری کا قول معتبر ہی ہم یعنے بیوع ثلثہ مذکورہ مین جب تعیین مبیع مین اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہی اور بیع بلا خیار مین پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بطور خیانت تولیۃ یا مرابحۃ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا ولو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول اللا خیر اور اگر بیع مین خیار العیب ہی تو بائع کا قول معتبر ہی اور فرق یہ ہی کہ مشتری فسخ بیع مین منفرد ہی اول قسم مین یعنے جسمین مشتری کا قول معتبر ہی یعنے مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرویۃ مین نہ قسم ثانی مین یعنے خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب مین عقد منفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی و المشتری عد لا من متاع ولم یرہ و باع او لبس منہ نحو ثوب بعد القبض او وہب وسلم رده بخیار عیب لا بخیار رویۃ او شرط الا صل ان رد البعض یوجب تفریق الصفقۃ وہو بعد التمام جائز لا قبلہ فخیار الشرط والرویۃ یمنعان تمامہا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہین اور ایک کپڑا اسمین سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کروا دیا تو اسکو پھیر سکتا ہی خیار العیب سے نہ خیار الرویۃ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا یہ ہی کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ کا ہی اور تفریق بعد تمام ہو جاتے بیع کے جائز ہی نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرویۃ صفقہ تمام ہونے کے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہی قبل قبض کے نہ بعد قبض کے دہلی بعود خیار الرویۃ بعد سقوطہ عن الثانی لاخبار شرط و صححہ قاضیخان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہی خیار الرویۃ بعد اسکے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہی کہ عود نہین کرتا جیسے خیار شرط بعد سقوط کے عود نہین کرتا اور اس قول کو قاضیخان وغیرہ نے صحیح کہا ہی یعنے اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اسپر مو ہوب لہ کا قبضہ کروا دیا پھر اسکی طرف اس چیز نے عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد ہبہ کے تو اب اسکو بائع اول کیطرف پھیر نہین سکتا اسواسطیکہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہی کہ رضا پر دلالت کرتا ہی اور خیار الرویۃ کا سبطل ہی اور جب چیز ساقط ہو گئی تو اسکا عود بلا سبب قوی نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شری شیئا لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرویۃ ایک چیز بن دیکھی خرید کی تو بائع ثمن کو قبل رویت کے طلب نہین کر سکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہین ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلہما الخیار مجتبی اور اگر عاقدین نے باہم خرید فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرویۃ ثابت ہی کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اس عوض کا جو اسکو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر شری جاریۃ بعبد و الف فتقابضا ثم ردبائع الجاریۃ لعیبہا بخیار الرویۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ لما مر انہ لا خیار فی الدین خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام اور ہزار درم کے پھر دونون نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرویۃ کے تو بیع باطل نہوگی لونڈی مین بقدر حصہ ہزار درم کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اختیار ثابت نہین دین مین یعنے زر تقدین ارادہ بیع ضیعۃ ولا یکون للمشتری خیار ما لحیلۃ ان یقر بثوب لانسان ثم یبیع الثوب المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وہو لا یجوز اللتی الصفقۃ ولو بحیلۃ ارادہ کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو تدبیر اسکی یہ ہی کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کے واسطے پھر اسی کپڑے کو زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اس کپڑے کا مستحق ہوگا جسکا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار زمین مین باطل ہو جاوے گا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے

Marfat.com

اور وہ جائز نہین مگر شفعہ مین کذا فی الولوالجیۃ م طحطاوی نے کہا یہان تفریق عقد سے کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ اگر مشتری دونون مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہون سے اُسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال مین ماخوذ ہی علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کیطرف سے پیدا ہوا اُسکے اقرار کرنے سے شری شیئین و باحدہما عیب ان قبضہما لہ رد المعیب والا لا کما مر خرید کیا دو چیزون کو اور ایک چیز مین عیب ہی اگر دونون پر قبضہ کر چکا ہی تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہی اور نہین تو نہین چنانچہ گذر گیا م مذکور یہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کرنے کے جائز ہی بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہ باب ہی خیار العیب کے احکام مین ہو لغۃ ما یخلو عنہ اصل الفطرۃ السلیمۃ عیب لغت عرب مین وہ چیز ہی جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنے جو اصل خلقت مین داخل نہو و شرعا ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب وہ ہی جسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا من وجد بمشتریہ ما ینقص الثمن ولو یسیرا جوہرۃ عند التجار المراد بہم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف اخذہ بکل الثمن اور وہ جس نے اپنی خریدی چیز مین ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوہرۃ تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اُسکو پھیر دے سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہی ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہی اپنی شرح مین م تو معلوم ہوا کہ فقہ مین عیب اُسکا نام ہی جس سے قیمت کم ہو جاوے واقف کارون کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع مین نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہی اگرچہ منفعت مین کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب مین داخل ہی تجار کو عام اسواسطے کیا کہ گاہے مبیع مصنوعات سے ہوتی ہی تو وہان کاریگرون کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت مین اُسکے لوگ معتبر ہین اور صنعت مین اُسکے اہل کا اعتبار ہی انتہی اور یہ مراد نہین کہ عیب وہ ہی جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہین اگرچہ اُنکی تجارت اور صناعت مین سے نہو مشتری کو رد معیب مین اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہی اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا ہان اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اُسکے ثمن کم ہوگا اور اگر مشتری اُسکے لینے کا ارادہ کریگا اور مسئلہ خیار العیب مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہی اول یہ ہی کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھو ڈالنا درصورت عدم نقصان تو عیب نہ ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط برأت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سو اگر زائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا تپ زائل ہو جائے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحطاوی و مالم یتعین امساکہ کحلالین فاحرما او احدہما درصورت عیب اُسوقت تک اختیار ہی جبتک امساک مبیع متعین نہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردونمین سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونون نے احرام باندھا یا ایک نے تو اب رد بیع ممتنع ہی بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی و فی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف و قیمتہ ثلثۃ آلاف لم یرد بعیب بخلاف خیار الشرط والرویۃ اشباہ للاضرار بیتیم و موکل و مولی و فی النہر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکۃ کفنا و وجد بہ عیبا ولو تبرع بالکفن اجنبی لا یرجع اور محیط مین ہی وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خرید کی اور قیمت اُسکی تین ہزار ہین تو رد بیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرویۃ کے کہ اُسمین رد بیع کر سکتا ہی کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولی کے اور نہر الفائق مین کہا ہی لایق یون ہی کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہی مانند اُس وارث کے جسنے ترکے سے کفن خرید کیا اور اُسمین عیب پایا اور اگر کفن دینے مین شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہین وہذہ احدی ست مسائل لا رجوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہ یعنے عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہی اُن چھ مسئلون سے جن مین رجوع بالنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین و ذکرنا فی شرحنا للملتقی معزیا للقنیۃ انہ قد یرد بالعیب ولا یرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقی کی شرح مین قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہی کہ گاہے بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہی اور ثمن نہین پھیر لیا جاتا م چنانچہ

Marfat.com

غلام کو بیع کیا اور اُسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ مین نے ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہین پھر اگر مشتری نے غلام مین عیب پایا اور اُسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہین پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہی کیونکہ وہ امین ہی اور عاقد نہین کذا فی النہر عن الخانیۃ کالاباق الا اذا ابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ دلم یخف عندہ فانہ لیس بعیب چنانچہ غلام مین بھاگنا عیب ہی مگر جبکہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اُسی شہر مین بائع کے پاس گیا اور اُسکے پاس چھپے رہا تو یہ بھاگنا عیب نہین یعنے اگر دوسرے شہر مین بائع کے پاس بھاگیگا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور والاصح انہ عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے مین کہ عیب ہی یا نہین اور قول بہتر یہ ہی کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہی دم اسمین تین قول ہین ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہین تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہی دو تین بار کا بھاگنا عیب نہین اور ظاہر اور جانورون کا بھی یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن قبل عودہ من الاباق این ملک وقتیۃ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہین کذا فی شرح این ملک والقنیۃ والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی او یسیر الفلس وفلسین دچنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چرا دے مولی سے یا کمتر چیز چرا دے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہین ہم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چرا دے یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چرا دے تو عیب ہی دلو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن بقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیرے بسبب اُسکے مقطوع ہونے کے دونون چوریون سے ملا کر ہم ربع ثمن کے رجوع کی یہ وجہ ہی کہ غلام کے ہاتھ کا خونبہا اُسکی نصف قیمت ہی اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب متنصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنے ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلثۃ ارباع ثمنہ یعنی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین رُبع اُسکے ثمن کے پھیرے یعنے پون قیمت کذا فی العینی وکلما تخلف صغرای مع التمییز فقدروہ بخمس سنین دیاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک وکبر الانہا فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانۃ عیب فی الکبر سوء اختیار ودوار باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثۃ مختلف السبب ہین طفلی اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہی اور جوانی مین بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہی طفلی سے مراد طفلی با تمیز ہی اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت وحدہ تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی سو اگر وہ بذات خود نہ کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اُسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ بان ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لا لرد لاتحاد السبب فی حالۃ متحد ہونے مین اسطرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بھاگنا اسکی طفلی مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اُسکا پھیر دینا جائز ہی بسبب متحد ہونے سبب کے ہم جب طفلی یا جوانی مین دونون کے پاس سے بھاگا تو اُسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی مین تصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ وہ متمنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین اسواسطے کہ وہ نیا عیب ہی ہم یعنے جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی مین اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت مین تو اب مشتری اُسکو اس عیب سے پھیر نہین سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہی اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوائے اُس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہین مگر اُس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد ہم عند بائعہ ثم ہم عند مشتریہ ان من نوعہ لہ ردہ والا لا یعنی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہ تپ اُسی تپ کی قسم سے ہی تو اُسکو پھیرنا جائز ہی اور اگر دوسری قسم سے ہی تو جائز نہین کذا فی شرح العینی ہم غانیہ مین مذکور ہی کہ نوع ہمی سے مراد یہ ہی کہ ایک ہی

Marfat.com

وقت مین دونون کے پاس تپ آئی ہو اور اگر اُسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین یہی محفوظ ہی ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی فی بقی لو وجد د
یبول ثم تعیب حتی رجع بالنقصان ثم بلغ ہل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم یتجہ بانی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو
بستر پر پیشاب کرتا پایا پھر اُسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہانتک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی کہ نقصان
پھیرے مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جو ان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب ہی کہ ہان استرداد نقصان جائز ہی کذا فی الفتح عن التطہیر تہ
والجنون سوء اختلال القوۃ التی بہا ادراک الکلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنے دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہی
کذا فی التلویح ہم یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہی اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اُس قوت کے اختلال سے جو ممیز ہی اشیائے حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام
کار کی مدرک ہی کذا فی الطحطاوی فی باب تعریف العقل انہ القوۃ المذکورۃ ومعدنہ القلب وشعاعہ فی الدماغ درر اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل
عبارت ہی قوت مذکورہ سے یعنے جو قوت کہ مدرک ہی کلیات کی اُسکا نام عقل ہی اور اُسکی کان دل ہی اور اُسکی روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدرر وہو لا یختلف بما
لاتحاد شبہ بخلاف نام مرقیل یختلف یعنی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی سے اُسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اُسکے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے
یعنے اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہی کذا فی شرح العینی ہم جب اختلاف سبب ہوا تو اگر غلام مجنون ہوا
طفلی مین بائع کے پاس پھر مجنون ہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہی تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی ومقدارہ فوق یوم
ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنے اُسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہی اور تیسرا
قول یہ ہی کہ جنون مطبق عیب ہی نہ غیر مطبق کذا فی البحر ولابد من معاودتہ عند المشتری فی الاصح والا فلا رد الا فی ثلث زنا الجاریۃ والتولد من الزنا والولادۃ
فتحا وجنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہی قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین رد بمیع بلا معاودت جائز
ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح ہم ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اُس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی
کہ گابہے زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا کہ اسی قول پر فتوے ہی قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب لا ان توجب نقصانا وعلیہ الفتوی اعتمدہ فی النہر
مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہی اور اسی قول پر بحر الفائق مین اعتماد کیا ہی ہم پہلا قول بھی مفتی بہ
ہی تو یہان قاضی اور مفتی مخیر ہین اکمل عیب فی بنات آدم لانی البہائم اور بحر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورت مین عیب ہی نہ جانور مین والجذام والبرص والعمی
والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور سُن بہری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب
ہین وکذا الالدر وہو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسیطرح فتق یعنے دونون فوطے پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی ہم بہتریہ تھا کہ شارح
یون کہتا الغتہ والخصا عیبان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہی کذا فی الطحطاوی واذا اشتری علی انہ خصی فوجدہ فحلا فلا خیار لہ جوہرہ اور جب کہ
مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پھر اُسکو تندرست پایا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط
سے عمدہ پایا والبخر تتن الفم والذفر تتن الابط وکذا تتن الانف بذاذیۃ والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا لا فیہ ولو امرد فی الاصح خلاصۃ اور بخر یعنے
گندہ دہنی اور ذفر یعنے گندہ بغلی اور اسیطرح گندہ بینی کذا فی البزازیۃ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین اگرچہ غلام
امرد سادہ رو ہو قول اصح مین کذا فی الخلاصۃ ہم امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوے کہ مقصود کے مخل ہین یعنے لونڈی کی خرید سے ہم بستری
اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہی اور یہ اشیا اُسکے مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد ہو
یا غیر امرد الا یفحش الاولان فیہ بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہون اسطرح پر کہ میان کے پاس

Marfat.com

آنے کی مانع ہون تو البتہ عیب ہین غلام مین بھی او یکون الزنا عادۃ لہ بان یتکرر اکثر من مرتین یا یہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اسطرح پر کہ زنا
اُس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے زیادہ تو عیب ہی غلام مین بھی واللواطۃ بہا عیب مطلقا اور لواطت لونڈی مین عیب ہی مطلقاً یعنے خواہ مفت ہو یا اجرت
لیکر اسواسطے کہ مانع ہم بستری ہی کذا فی البحر وبہ ان مجانا لانہ دلیل الابنۃ وان باجر لا قنیۃ اور لواطت غلام مین عیب ہی اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت اُبنہ کی
دلیل ہی اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہین کذا فی القنیۃ م اُبنہ اُس علت کا نام ہی جسمین ایسی چل ہو مبرز مین کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہی یہانتک
کہ جانورون مین بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام مین ایسا عیب نہین کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت اُبنہ کی دلیل نہین بلکہ حرص مال کی علامت ہی اور
یہ مراد نہین کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہین شرعاً اسواسطے کہ شرعاً اقبح اور معیوب تر ہی زنا سے وفیہا شری حمارا تعلوہ الحمران طاوع فعیب والا لا اور قنیہ مین
ہی کہ خرید کیا گدھا جسپر گدھے چڑھتے ہین اگر برضامندی اُسکی یہ فعل ہوتا ہی تو عیب ہی کہ مرض کی دلیل ہی اور نہین تو عیب نہین واما التخنث بلین صوت وتکسر مشی
فان کثر رد لا ان قل بزازیۃ اور زنخا اور مہلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیۃ والکفر باقسامہ
وکذا الرفض والاعتزال بحر بحثا عیب فیہما ولو المشتری ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسیطرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر بحثا لا نصا عیب ہی لونڈی غلام مین اگرچہ
مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج م حموی نے کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہین نہ وہ رافضی جو شیخین کو برا کہے
اسواسطے کہ وہ کافر مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض لبنت سبعۃ عشر وعندہما خمسۃ عشر ویعرف بقولہا اذا انضم الیہ نکول البائع قبل
القبض وبعدہ ہو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہی اور عدم
حیض معلوم ہوتا ہی لونڈی کے کہنے سے جبکہ اُسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہی کذا فی الملتقی ولا تسمع
فی اقل من ثلثۃ اشہر عند الثانی اور مسموع نہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر مین ابو یوسف کے نزدیک م اور محمد رح کے نزدیک چار مہینے دس دن اور
امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر مین دعوی مسموع نہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی مین عیب ہی نہ صغیرہ اور آئسہ مین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی
کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضۃ والسعال القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور قدیم
کھانسی عیب ہی نہ عادت کی کھانسی م بحر الرائق مین ہی کہ مرض کی کھانسی عیب ہی قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب فی الحال لا المؤجل
بعتقہ فانہ لیس بعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اُس دین کا ہونا عیب ہی جسکا فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی مدت اُسکی آزادی پر
معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہین چنانچہ اُسکو مسکین نے ذخیرے سے نقل کیا ہی م دین مؤجل بعتق وہ ہی جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن
مولی لکن عمم الکمال وعللہ بنقصان ولائہ ومیراثہ لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہی اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہی
م وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہی کہ ارباب دیون مولی اور عصبات پر مقدم ہین کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیہا فہو عیب معراج
کسبل وحوص وکثرۃ دمع والثولول بمثلثۃ کزنبور بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعہ ثآلیل قاموس وقیدہ بالکثرۃ بعض شارح الہدایۃ اور پربال اور نزول آب
آنکھ مین اور اسیطرح ہر مرض آنکھ مین عیب ہی کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکا اور مسا ثولول بثاء مثلثہ بروزن زنبور
چھوٹی سخت پھنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہین اور جمع اُسکی ثآلیل ہی کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے مسے مین
کثرت کی قید لگائی ہی یعنے مسون کی کثرت عیب ہی نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسیطرح داغ عیب ہی اگر آگ سے بسبب بیماری کے
داغ دیا ہو اور نہین تو عیب نہین وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو
انگلیون کا مقطوع ہونا دو عیب ہین اور سب انگلیون کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہی والعسر وہو من یعمل بیسارہ فقط الا

Marfat.com

ان یقبل بالیمین ایضاً کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہی والشیب و شرب خمر جہراً وقماران عد عیباً اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اُنکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم ختانہا لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوے ہون هم بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہین اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اُسکا عدم ختان عیب نہین اور قاضی خان کے فتاوی مین ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق مین عیب تھا اب ہمارے زمانے مین عیب نہین کذا فی الطحطاوی و عدم نہق حمار وقلۃ اکل دواب ونکاح وکذب ونمیمۃ وترک صلوٰۃ لکن فی القنیۃ ترک ما فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور کم کھانا جانورون کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہی لیکن قنیہ مین ہی کہ ترک نماز غلام مین موجب رد بیع نہین رفیعا لوظہران الدار مشومۃ ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ مین ہی کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہی تو لائق یہ ہی کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے مین خواہش نہین کرتے وفی منظومۃ المجیبۃ والخال عیب لو علی الذقن او الشفۃ لا الخد والعیوب کثیرۃ برانا اللہ منہا اور منظومہ مجیبہ مین ہی کہ خال عیب ہی اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اُس کے سوا عیب بہت ہین حق تعالے ہمکو اُن سے بچاوے آمین حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بہ بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن وجب لا لارش وما قبلہ فلہ اخذہ اور وہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصۂ عیب قدیم ثمن پھیرے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے اُسکو لے حصۂ نقصان کو کم کرکے یا اُس کو پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنے خواہ عیب قدیم ہو یا نہ ہو کذا فی الجلبی ہم طلبی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہی بقولہ او رده سے فقط اور اس کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہی بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم ہی یعنے قولہ فلہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہین یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اُسکی پانچ صورتین ہین بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہی خواہ قدیم عیب ہو یا نو چاہے اُسکو چھوڑ دے اور چاہے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اُسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہین کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہی چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اُسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اُس کو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اُس کو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہین سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہی اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہی اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہی اور پھیر دینا ممنوع ہی اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہی کذا فی البحر جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہی چنانچہ قولہ عند المشتری اُسپر دلالت کرتا ہی اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچون صورتون مین جائز ہی مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنیٰ کر لیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے ہمیں پھیر دینا ممکن نہین لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہی تو شارح پر لازم تھا کہ یون کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الجلبی ملخصاً واو بین البائع علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اُسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہی اور گواہ مشتری کے مقبول ہین هم نہر الفائق مین قاضی خان کی شرح سے مصرح ہی کہ درصورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہی کیونکہ وہ اثبات اختیار ہی اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ

منظومۃ

وہ اختیار کا منکر ہی انتہی تو بائع کا قول اُسوقت معتبر ہی جبکہ مشتری کے گواہ نہون اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہین کرتی کما لایخفی ولا یرد جبرا ما لہ حمل ومؤنۃ الا فی بلد العقد بجبر اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اُس مبیع کو جسکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اُسمین پھیر دینا جائز ہے باوجود باربرداری کے بھی کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ حاجت باربرداری بمنزلۂ عیب حادث کے ہی کذا فی البحر رجع بنقصانہ الا فیما استثنی ومنہ مالو افتراہ تولیۃ او خاطہ لطفلہ زیلعی اور ضی بہ البائع جوہرہ یعنے اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیرے مگر اُن مسائل مین رجوع نہین جنکا استثنا ہوگیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے بزازیہ سے اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اُس کو اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہوگیا کذا فی الجوہرۃ م رجوع نقصان کا یہ طریقہ ہی کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاوے پھر عیب کے ساتھ کیجاوے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکھا جائے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پھیرے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اُسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوان حصہ پھیرے یعنی ایک درم اور اگر ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیرے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اسکے متن مین موجود ہی وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہ ہی کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اُسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اُسمین ایک قدیم موجود تھا تو اُسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو اور مقتضاے تولیت یہ ہی کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہی اور قبض مین باپ اُسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصۂ نقصان رجوع نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کر کے کذا فی الطحطاوی ولہ الرد برضی البائع اور اُسکو پھیر دینا جائز ہی بائع کی رضامندی سے م یعنے اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیرے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضاے بائع کے رضاے بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے مین ضرر ہی بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع اُسکے ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر درصورت رضاے بائع مشتری مختار ہی پھیر دینے مین یا رکھ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الکبری الا لمانع عیب او زیادۃ کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب قدیم رجع بہ اے بنقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضاے بائع پھیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہی رد کا یا بسبب زیادت مانعہ کے پھیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اُسکو قطع کیا پھر مشتری اُسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیرے اس حالت مین پھیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے م یہ مثال عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال درخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبلہ البائع کذلک لہ ذلک لا نہ اسقط حقہ پھر اگر بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اُسکو جائز ہی اسواسطے کہ اُسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتری بعیر افنخرہ فوجد معارہ فاسدا لا یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اُسکو حلال کیا اور اُسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہوگئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہوگیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اُسمین فساد مالیت نہین لہذا اُسمین رجوع درست ہوا نہ اِسمین کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کلا او بعضہ او وہبہ بعد القطع بجواز ردہ مقطوعا لا مخیطا کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہین کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے مبیع کے کاٹ کر نہ سی کر چنانچہ اُسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین بیان کیا فلو قطع المشتری وخاطہ او صبغہ بای صبغ کان عینی اولت السویق بسمن او خبز الدقیق او غزل وبنی ثم اطلع علی عیب لا یرجع بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربح حتی لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ در وابن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اُسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی مین ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین مین درخت لگایا یا عمارت

Marfat.com

بنائی پھر مشتری اُس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیرے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہوجانے مبیع کے اور یہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہی بسبب حاصل ہوتے رہوا کے یہان تک کہ اگر بائع اور مشتری دونون رد مبیع پر راضی ہوجاوین تو حاکم اُسپر حکم نہ کرے کذا فی الدرر و ابن کمال ہم زیادتی مبیع مین امتناع رد اسواسطے ہوا کہ اصل مبیع مین بلا زیادت فسخ نہین ہوسکتا کیونکہ زیادتی جدا نہین ہوسکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہین تو بہر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا لحصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ حرمت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہی سو یہان دونون مفقود ہین کذا فی الطحطاوی کما یرجع لو باعہ لے الممتنع ردہ فی ہذہ الصورۃ بعد رویۃ العیب قبل الرضی بہ صریحا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہی اگر مبیع ممتنع الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ مین عیب دیکھنے کے بعد قبل اُسکے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنے اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو مبیع سے رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اس طرح ہی کہ مبیع کو لباس یا رکوب مین استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہی مبیع پر تو مبیع کو امتناع مین کچھ تاثیر نہین تو مشتری مبیع سے حابس مبیع کا نہ ٹھہرا لہذا رجوع نقصان مین اُسکو اختیار ہوگا کذا فی الطحطاوی او مات العبد المراد ہلاک المبیع عند المشتری او اعتقہ او دبرہ او استولدا او وقف قبل علمہ بعیبہ یا غلام مرگیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہی مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اُسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو وقف کیا اُسکے عیب پر اطلاع ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکلہ کلہ او بعضہ او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندہما وعلیہ الفتوی بحر وعنہما یرد ما بقی ویرجع بنقصان ما اکل وعلیہ الفتوی اختیار و قہستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اُسکو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا یہانتک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیر دے گا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہی کہ مابقی کو پھیر دے اور جسقدر کھانا کھایا ہی اُسکے نقصان کو پھیرے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الاختیار و القہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف مین شرط ہی کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہون ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب مین بھی شرط ہی کہ قبل علم بالعیب ہون چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہی کہ شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوے فقط اکل طعام مین ہی اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ مین فتوی ہی اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق مین استحسان کہا ہی اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی مین یون مصرح ہی کہ استحسان عدم رجوع ہی اور یہی قول ہی امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی دعائین فلہ رد الباقی بحصتہ من الثمن اتفاقا ابن کمال و ابن ملک و یجبر و قلت فعلی مانی الاختیار و القہستانی یترجح القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتنون مین ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اُسکے حصے کے موافق کم ثمن کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہی کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح و ابن ملک و یہ مسئلہ اسی باب مین آویگا مین کہتا ہون بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہو یا ہم قیاس یعنے رجوع نقصان یہی قول صاحبین ہی یہی شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہی نہ استحسان کذا فی الحلبی ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ طفلہ او امرأتہ او مکاتبہ او ضیفہ مجتنیا بعد اطلاعہ علی العیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للعینی فی الرمز لکن ذکر فی المجمع قبل الرویۃ واقرہ شراحہ حتی العینی فیفید البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لا یرجع بشیء لاعتاقہ الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اُس کو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہوتے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تابع ہوکر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لیکن مجمع مین جمیع مسائل مین قبل رویت کو ذکر کیا ہی اور اُس کے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہی یہان تک کہ عینی نے بھی شرح مجمع مین تو کلام عینی مین بعدیت اولے ہونے کی مفید ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ مین مشتری کچھ بھی رجوع نہین کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اُسکے فعل سے ہم عینی کے

Marfat.com

کلام مین تناقض ہی شرح کنز مین بعدیت مذکور ہی اور شرح مجمع مین قبل روایت حلبی سے کہا روایت مجمع یہی حق ہی والا ان مسائل مین یعنے اعتاق یا مال سے آخر تک اور مسائل سابقہ مین یعنے بیع اور موت اور اعتاق اور تدبیر مین کچھ فرق نہین رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذہ معینا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا رجع اختیارا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہ ہی کہ جہان کہین بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہی تو وہان مشتری ثمن کو بقدر نقصان پھیر نے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہی کذا فی الاختیار ہم بحر الرائق مین ہی کہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہ ہی کہ جب مبیع متمنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان متمنع ہی اور جب متمنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اسطرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان متمنع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الفتوی علی قولہما فی الاکل واکرہ القہستانی اور اختیار مین ہی کہ فتوے صاحبین کے قول پر ہی اکل طعام مین اور ثابت رکھا ہی اسکو قہستانی نے ہم ذکر فتوے عنقریب مذکور ہو چکا تو مکرر ہو گیا شری لحم بیض او بطیخ کجوز وقثاء فکسرہ فوجدہ فاسدا ینتفع بہ لو علفا للدواب قلہ لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کیے انڈے اور خربوزے کے مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا ککڑی کھیرا پھر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہی اگرچہ جانورون کا چارہ ہو سکے تو اسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہی اگر اسمین سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنے بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہین کذا فی التہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اسکے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اسکا عیب جان گیا قبل اس کے توڑنے کے تو اس کو پھیر دینا جائز ہی وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اس طرح پر کہ انڈا گندہ ہو یا ککڑی کڑوی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی التہر ولو وجد اکثرہ فاسدا جاز بحصتہ عندہما نہر اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور اکثر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہی صاحبین کے نزدیک کذا فی التہر ہم نہایہ مین ہی کہ صاحبین کا قول اصح ہی قلیل وہ ہی جس سے اخروٹ خالی نہوتے ہون عادت مین چنانچہ سو مین ایک اور دو تو ایک دس مین کثیر ہی چنانچہ قنیہ مین مصرح ہی اور سرخسی نے کہا کہ تین عفو ہین یعنے سو مین کذا فی التہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب عندہما وبہ یفتی اور مجتبے مین ہی کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اسکو مشتری نے کھایا پھر اسکے بائع نے اسمین چوہے کے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوے ہی ہم یعنے طاہر گھی کی قیمت کیجائے پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی وباع ما اشتراہ فرد المشتری الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردعلیہ بقضاء لانہ فسخ ما لم یحدث بہ عیب آخر عندہ فانہ یرجع بالنقصان مثلا زید نے بیچا اس کو جس کو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے تو زید اسکے بائع کو یعنے خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہی اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیرے گا مشتری ثانی کے رد بیع کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اس کے پاس پیدا ہوا اور اس نے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اس کے بائع سے یعنے مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پھیر سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وہذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رویۃ او شرط وفی العقار یعنے رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اس وقت ہی جب کہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے مبیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہی غیر راضی

Marfat.com

غیر اراضی میں مانند ردخیار الرویۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنی اگر مشتری ثانی نے خیار الرویۃ یا خیار الشرط میں رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا اُسکی بایع پر مطلقاً جائز ہے خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ ہے رد مطلق میں اور اراضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اُسمیں مشتری اول بایع پر رد نہیں کرسکتا بدون حکم قاضی کذا فی الطحطاوی وہذا اذا باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقا بحر اور یہ یعنی جواز رد اُسوقت ہے جب کہ مشتری اول نے اُسکو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اگرچہ بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے رضامندی کی وہذا فی غیر النقدین لعدم تعینہما فلہ الرد مطلقا شرح مجمع اور یہ یعنے تفصیل مذکور رد بیع میں باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر میں ہے بسبب متعین ہونے نقدین کے بیع میں تو نقدین میں مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع بحر الرائق میں ہے کہ مبیع میں عین ہونے کی قید لگائی تا صرف سے احتراز ہوجاوے اسواسطے کہ اسمیں رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہیں عقود میں تو جبکہ دینار درہم سے سول لیے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار میں عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو مشتری اول بایع کو پھیر دے کذا فی الطحطاوی **ولو ردہ برضاہ بلا قضاء لا** دان لم یحدث مثلہ کما الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اُسکو بایع پر نہیں پھیر سکتا اگرچہ ایسا عیب ہوگیا ہو جو پیدا نہ ہوتا ہو قول صحیح میں اسواسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنی بایع کے حق میں کذا فی الفتح اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب حادث ہوسکتا ہو چنانچہ زائد انگلی تو اسکو مشتری اول بایع پر پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہے کہ عیب بایع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنح **ادعی عیبا** موجبا للفسخ او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یجز المشتری **علی دفع الثمن** للبایع **بل یرہن** المشتری لاثبات العیب **او یحلف** بائعہ **علی نفیہ ویدفع الثمن** ان لم یکن شہود مشتری نے دعوی کیا اُس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہے بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہوگا بایع کو ثمن دینے پر تکر گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بایع اُسکا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہوں **وان ادعی غیبتہ شہودہ دفع الثمن ان حلف** بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہوں کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو اگر مشتری اُسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پھیر لیا جائیگا **ولو قال احضر ہم الی ثلثۃ ایام اجلہ** اور اگر مشتری نے کہا کہ میں گواہوں کو حاضر کرتا ہوں تین دن تک قاضی اُسکو مہلت دے **ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بہا قبلت خلافا لہما** فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور قاضی نے بایع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح **ولزم العیب بنکولہ** ای البایع عن الحلف **وعرب لازم** ہوگا بایع کے قسم کھانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہے ماسوائے حدود کے کذا فی المنح **ادعی** المشتری **اباقا ونحوہ مما یشترط لردہ وجود العیب عندہما کبول او مرقۃ وجنون لم یحلف بائعہ اذا انکر قایمہ للحال حتی یرہن المشتری انہ قد ابق عنده فان برہن حلف بائعہ عند ما بالله ما ابق وما سرق وما جن قط وفی الکبیر بالله ما ابق فلو بلغ مبلغ الرجال** لاختلافہ صغیرا و کبیرا مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعوی کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہے جسکے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس مشروط ہے چنانچہ بول و سرقہ او جنون تو قسم نہ لیجائیگی اوسکے بائع سے جب وہ اس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اُسپر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر بگواہی ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اسکے بائع سے یوں قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام میں یوں قسم کھائے کہ قسم خدا کی کہ وہ نہیں بھاگا جب سے کہ وہ جوان مردوں کے برابر ہوا بسبب مختلف ہونے گرمختگی کے طفلی اور جوانی میں یعنی طفلی میں گرمختگی عیب نہیں اور جوانی میں عیب ہے کما مر سابقاً تمام اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اُس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اُسنے اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اسپر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اُسنے گواہوں سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائیگا

Marfat.com

اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر و اعلم ان العیوب انواع خفی کا باق و علم حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہی
چنانچہ بھاگنا اور اسکا حکم معلوم ہو چکا ہم بون معلوم ہو چکا کہ گاہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہی اور گاہی شرط نہین اور
اسکو اختیار ہی قبول اور رد مین مگر جبکہ دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہو کما تقدم مگر بختگی کے مانند وہ عیب ہے جو معلوم نہو بدون تجربہ اور آزمائش کے چنانچہ سرقہ اور
بول فی الفراش اور جنون کذا فی البحر الطحطاوی ظاہر کعور و صمم و اصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ ذالم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہری
چنانچہ یک چشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد مبیع کا حکم کرے بدون قسم یعنے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بایع کے پاس
جبکہ بایع نے یہ دعوی نہ کیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تھا ہم اسی طرح اگر بایع نے دعوی کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے
وقت یا اسنے ابرا عیب کا دعوے کیا سو اگر اسکا دعوے ثابت ہوا گواہون سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہو سکتا والا مشتری سے قسم
لیجائیگی پھر اسنے اگر قسم کھائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہی کذا فی النہر و الا یعرفہ الا الاطبا لکبد فیکفی قول عدل و لا شبانہ عنہ بائعہ
قول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا سوائے اطبا کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہی ایک عادل طبیب کا قول اور اس عیب کے
ثابت کرنے کے واسطے اسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اسکو دریافت کرے کذا فی النہر
عن البدائع و الا یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول لواحدۃ ثم یکلف البائع عینی اور چوتھی قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین چنانچہ عورت
کی شرمگاہ کی تنگی تو ایک عورت کا قول کافی ہی پھر بائع سے قسم لیجائے کذا فی العینی ہم عینی مین یون مذکور ہی کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت کا
قول کافی ہی پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہی تو رد مبیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس لا ینظرہ الرجال
الا النساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی جسکو نہ مرد دیکھین نہ عورتین سو
قاضی خان کی شرح مین ہی کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعوے کیا کہ وہ خنثی ہی تو اسمین بائع سے قسم لیجائے یعنی جب اسکو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت
تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین الا یحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ بعض مبیع مین غیر بائع
کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی مین اور مثلی مین مختار ہی چاہے باقی مین بیع قائم رکھے
چاہے پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے م کل ثانی سے کل مبیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجھا ہی اسواسطے کہ بعض مستحق مین بیع باطل ہی
بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہی کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعض القیمی عیب لا المثلی کما یجی اور اگر استحقاق بعد قبض کے
ہی تو مشتری مختار ہی قیمی مین اور نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ آویگا یعنی اگر استحقاق سے باقی مین عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام
تو مشتری باقی مین مختار ہے چاہے اسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ شی واحد کے ہین
حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اسکو باقی مین اختیار ہی اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہون پھر ایک
مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہوا اور اسمین بعض مستحق غیر ہو تو اسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہی اسمین اختیار پھرنے کا نہین کذا فی النہر و ان
شری شیئین فقبض احدہما دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او ظہر عیب احدہما خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری
پر تو اسکا حکم وہ ہی جو ماقبل قبض کا حکم ہی یعنی اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہی و ہو ای خیار العیب بعد رؤیۃ العیب علی الفور علی المعتمد و
کما فی الخانیۃ خلافا لما فی الجامع الصغیر و ہو ما فی الخلاصۃ و البزازیۃ و غیرہما و ہو ای خیار العیب بعد رؤیۃ العیب علی التراخی علی المعتمد و
کما فی الخانیۃ خلافا لما فی الجامع الصغیر و ہو ما فی الخلاصۃ و البزازیۃ و غیرہما یعنی خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہی یعنی فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو خانیہ مین ہی سو غریب ہے
سو یعنے قول ضعیف ہی کذا فی البحر جامع صغیر مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہی یعنے اب

Marfat.com

اسکو پھیرنے کا اختیار نہین کذا فی الحلبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد وخاصم فلہ الرد مالم یوجد مبطلہ کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح و فی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہان تک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے واللبس والرکوب والمداواۃ لہ وبہ عینی رضی بالعیب الذی یداویہ فقط مالم ینقصہ برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہی عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنے مبیع کو علاج مین صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہی فقط اسی عیب کی جسکی دوا کی تاوقتیکہ دوا سے اسکو ناقص کر دیا ہو کذا فی البرجندی م یعنی اگر مبیع غلام ہی اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہی کیونکہ یہ دلیل ہی اسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام مین دو بیماریان ہین اور ایک بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ مین درد تھا اور اسکی دوا سے ہاتھ اسکا شل ہو گیا یا آنکھ مین اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس اسمین دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہی رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہی ومنہ العرض علی البیع الا الدراہم اذا وجدہ زیوفا فعرضہا علی البیع فلبس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیہ ام لا او عرضہ علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہی مبیع کا بیچنے کے واسطے سوائے دراہم کے جب کہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کیواسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہین چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہی یا نہین یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والون کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہین م اور منجملہ دلائل رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہی بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہی کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہی نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال لہ البائع اتبیعہ قال نعم لزم ولو قال لا لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر لملکہ بزازیۃ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہی اسنے کہا ہان تو بیع لازم ہو گئی اب خیار العیب سے نہین پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہین تو بیع لازم نہین اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کیواسطے پیش کرنا ہی اور نہین کہنا بائع کی ملک ثابت رکھنا ہی کذا فی البزازیۃ یعنے یہ چیز میری مملوک نہین اسواسطے کہ مین اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہی لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع او لشراء العلف لہا او للسقی والحال ان المشتری لا بد لہ منہ ای الرکوب بعجز او صعوبۃ رضامندی نہین سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے چارہ خرید کرنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہی بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے م یعنے مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہین جا سکتا یا جانور سرکش ہی کہ بدون سوار ہونے کے نہین ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہین تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہی وہل ہو قید الام خیرین او للثلثۃ واستظہر البرجندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہی یا تینون کی قید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہی اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اپنی شرح مین درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہی م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا لا بد لہ منہ قید ہی اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق مین اعتماد کیا ہی انتہی تو اول سے اخیرین مراد ہین اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنے تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہ ہی کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین اطلاق ہی اور دوسری مین تفصیل ہی کذا فی الطحطاوی ولو قال البائع رکبتہا لحاجتک وقال المشتری لا بل لردہا فالقول للمشتری بحر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے کہا نہین بلکہ اس کے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہی کذا فی البحر وفی الفتح وجد بہا عیبا فی السفر فحملہا فہو عذر اور فتح القدیر مین ہے

Marfat.com

کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پھر اُسپر بوجھ لادا تو یہ عذر ہی یعنے بعد سفر کے اُسکو پھیر سکتا ہی م طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے
پھیر نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے راہ مین ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ پھیر سکتا ہی بقیاس اُسکے چارہ لادنے کے انتہی
تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہی **اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع او احدام متعدد لیتوزع الثمن علی تقدیر الرد او فی عدد المقبوض**
فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد
مین کہ ایک ہی یا چند عدد تا قیمت منقسم ہو جاوے پھیرنے کی صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ
قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین یا اُسکی صفت مین یا تعیین مین م عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہی کہ دو غلام
خرید کئے بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونون غلام قبض کئے اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رویۃ
فقال البائع لیس ہو المبیع فالقول للمشتری فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا
مبیع کو پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرویۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اُسکی تعین مین اور اگر آیا تا اُسکو پھیرے
خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح م
اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت مین داخل ہی تو اُسمین مشتری کا قول معتبر ہی چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہی ظہیریہ سے خلافا للشارح کذا
فی الطحطاوی **واشتری عبدین ای شیئین ینتفع باحدہما وحدہ صفقۃ واحدۃ** خرید کئے دو غلام یعنی وہ دو چیزین بصفقہ واحد خرید کین کہ اُنمین سے فقط
ایک چیز سے انتفاع متصور ہی م شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلامون کا تین مین بطور مثال کے ہی نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہی کہ دونون کا
ثمن جدا جدا مذکور نہین کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہی **وقبض احدہما ووجد بہ او بالآخر**
عیبا لم یعلم بہ الا بعد القبض اخذہما او ردہما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اُسمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر قبضہ کرنے
کے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پھیرے م یعنی فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین اسواسطے کہ اُسمین تفریق صفقہ
ہی قبل تمام ہونیکے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہی اور قبل قبض تفریق جائز نہین **ولو قبضہما رد المعیب بحصتہ سالما وحدہ لجواز التفریق بعد التمام** اور
اگر دونون چیزون پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب دار چیز کو پھیر دے مبیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے صفقہ کے
اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر **کما لو قبض کیلیا او وزنیا او زوجی خف ونحوہ کزوجی ثور الف احدہما بالآخر**
بحیث لا یعمل بدونہ وجد ببعضہ عیبا فان لہ رد کلہ او اخذہ بعینہ لانہ کشیء واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایۃ وہو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر
جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے
ایسا ہل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اسکے اور بعض کیلی یا وزنی مین یا ایک موزے یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ سب کو پھیر دے یا
عیب دار کو بھی رکھے اُسکے عیب کے ساتھ اسواسطے کہ اشیاے مذکورہ شیء واحد کے مانند ہین اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنون مین ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایۃ
اور یہی صحیح تر ہی کذا فی البرہان **اشتری جاریۃ فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوۃ ثم وجد بہا عیبا لم یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی رح واحمد**
ولنا انہ استوفی ماءہا وہو جزؤہا خرید کی لونڈی اور اُس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اُسکو مساس کیا شہوت سے پھر اُسمین عیب پایا تو اُسکو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ
وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہی کہ مشتری نے بسبب قربت کے اُسکی منی نکالی اور منی اُس کا جزو بدن ہے م
یعنے اگر اب پھیر دے تو ایسا ہو کہ گویا اُس نے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ اور تقبل او مساس مین

Marfat.com

اگرچہ خرج منی نہو لیکن چونکہ مقدمہ ہی وطی کا لہذا حکم وطی مین ہی والواطی زوجہا ان تمیا ردہا ان کبرا لاکبر اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہی اگر وہ ثیبہ ہی تو اسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہی تو نہ پھیرے کذا فی البحر **ورجع بالنقصان** لامتناع الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیرنے سبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومۃ المجتبیہ لو شرط بکارتہا فبانت ثیبا لم یرد بہا بل یرجع باربعین درہما نقصان ہذا العیب فی الحادی والملتقط الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط البکارۃ فیرد بہا لعدم المشروط اور منظومہ مجتبیہ مین ہی کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اسکو نہ پھیرے بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیرلے اور حادی اور ملتقط مین ہی کہ ثیبہ ہونا عیب نہین مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہونے مشروط کے ہم منظومہ کی روایت مین مراد یہ ہی کہ اسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا قبل کے موافق ہو جاوے اور حادی اور ملتقط کی روایت اسپر محمول ہی کہ اسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے نواب دونون روایتون مین تعارض نرہا کذا فی الطحطاوی **الا اذا قبلہا البائع** لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع **ویعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب** الحادث لعود الممنوع بزوال المانع **ورد فیرد المبیع مع النقصان علی الراجح** نہر یعنی جبکہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہی اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے بواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر یعنی نقصان کیساتھ پھیر دے یعنی جبکہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اسقدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی **وظہر عیب بمشتری البائع الغائب وثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ہلک ہلک من المشتری الا اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ** لان القضاء علی الغائب بالخصم نفذ علی الاظہر اور ظاہر ہوا عیب اُس چیز مین جو خریدہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے مبیع کو شخص معتبر کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال ہلاک ہو گا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اسکے پھر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہو گا اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور نافذ ہو جاتی ہی بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر نفاذ قضا علی الغائب مین دو روایتین ہین کتاب المفقود مین نفاذ کی روایت کی تصحیح ہی اور کتاب القضا مین عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہی شرح حموی مین ہی کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہی جسکے مذہب مین قضا علی الغائب جائز ہی اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اسکے واسطے کوئی رائے نہین باوجود اعتقاد کرنے اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی **ولمخاصمۃ قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل اودرد ردالمقطوع او اسکم** بنصف عشر مجمع **واخذ ثمنہما ای ثمن المقطوع والمقتول** یا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا اُس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونون کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اُسکا نصف ثمن بائع سے پھیر نہ لے کذا فی المجمع اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونون کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک پورا ثمن پھیرلے اور اگر بائع اسکا پھیرلینا قبول کرے تو پورا ثمن پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر **ولو تداولتہ الایدی تقطع عند الاخیر او قتل رجع البائع بنصفہم علی بعض وان علموا بذلک لکونہ کالاستحقاق لانعدام الخلل فالہا** اور اگر اسکی مع چند ہا دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کرین یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیرلے اگرچہ انکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو سبب ہونے میں قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے زائد عیب کے بخلاف صاحبین کے ہم یعنے جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہین ویسے ہی اسکا علم بھی مانع رجوع نہین اور صاحبین کے نزدیک

Marfat.com

مشتری راجیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے مال سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہی کذا فی الطحطاوی وصح البیع بشرط البراۃ من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراۃ عن الحقوق المجہولۃ لا یصح عندہ ویصح عندنا لعدم افضائہ الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود الحادث بعد العقد قبل القبض فلا یردہ بعیب اور صحیح ہی بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی رحمہ کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے انکے نزدیک صحیح نہین اور ہمارے نزدیک صحیح ہی اسواسطے کہ عدم تعیین براءت مین منازعت کو نہین پہونچاتی اور اس شرط مین داخل ہی وہ عیب جو موجود ہی قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بیع کو پھیر نہین سکتا مگر براءت عیب کی یہ صورت ہی کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو پھیر نہین سکتا اسواسطیکہ غرض اس شرط سے یہ ہی کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق رد باب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہین ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی براءت سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اسکا واقف ہو یا نہو اسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو وخصہ محمد ومالک بالموجود کقولہ من کل عیب بہ اور محمد اور امام مالک نے براءت کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہی نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ نون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے ہر عیب سے عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہی تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنے اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس صورت مین مشتری پھیر سکتا ہی وقال ما یحدث صح عند الثانی وسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک وفاسد ہی یہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ براءت احتمال اضافت کا نہین تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہی کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہی اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اسمین نرہے کذا فی الجلابی ابراۃ من کل دار فہو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمدہ المصنف رح تبعا للاختیار وجوہرۃ لانہ المعروف فی العادۃ وسواہ فی العرف مرض بائع نے ابرا کیا ہر داہے تو وہ مرض پر محمول ہی اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہی اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اختیار اور جوہرہ کا تابع ہوکر اسواسطے کہ لفظ دار عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہی اور سوائے بیماری باطن کے عرف مین مرض مشہور ہم مذہب مشہور یہی ہی کہ دار مطلق مرض ہی اسواسطے کہ لغت مین مرض ظاہر اور باطن دونون کو دار کہتے ہین لیکن عرف مین پیٹ کی بیماری کو دار بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المنح ولو ابرا من کل غائلۃ فہی السرقۃ والاباق والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہی ہم ہر چند لغت مین غائلہ بمعنی شر اور بدی ہی لیکن یہ تخصیص عرفی اسواسطے ہی کہ مدار احکام عرف پر ہی اشتری عبدا فقال لمن باعہ ایاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یتفق بینہما البیع فوجد مشتریہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرط ولا یمینہ من الرد علیہ افراۃ السابق بعدم العیب لانہ مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا تو اس غلام کو خرید کر اسمین کوئی عیب نہین پھر دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اس غلام مین عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اسکے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہی ترویج سے یعنی دیکھے عیب سے کمتر خالی ہوتا ہی تو قاضی یقین کرے گا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولی کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ شتم پر محمول ہی اور رد بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی ولو عینہ ای العیب فقال لا عور بہ او لا شلل لا یردہ لاحاطۃ العلم بہ الا ان لا یحدث مثلہ کلا اصبع بہ زائدۃ فوجدہا فلہ ردہ للیقین بکذبہ اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اس نے خرید نہ کیا اور پھر یہی عیب اس مین ظاہر ہوا تو اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا بسبب دریافت ہونے کے اس عیب کے بخوبی تمام

Marfat.com

مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہین ہوجاتا دفعۃً چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہین پھر مشتری نے زائد انگلی اسمین پائی تو اسکو اس صورت مین پھیر دینا جائز ہی باوجود نفی عیب مذکور بسبب متیقن ہوجانے اسکے جھوٹ کے قال لآخر عبدی ہذا آبق فاشتراہ وباع من آخر فوجدہ المشتری الثانی آبقا لایردہ بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یبرہن انہ آبق عندہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی لوجودہ منہ السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہی تو اسکو مجھسے خرید کرے سو اسنے اسکو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اسکو پھیر نہین سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہون سے ثابت نہ کرے کہ وہ اسکے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہی اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصدق نہین ہوسکتا کذا فی الطحطاوی واشتری جاریۃ لہا لبن فاراضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا لانہ استخدام خریدکی شیرواری لونڈی سو اسنے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اسمین عیب پایا تو اسکو پھر دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہی ہم یعنی اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہے بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردہا مع لبنہا او صاع من تمر بل یرجع بالنقصان علی المختار شرح مجمع وحررنا فیہا علقناہ علی المنار بخلاف اس بکری کے جو کم شیر تھی سو اسکے بائع نے تھن باندھے یعنی دو چار روز دودھ نہ دوہا تا اسمین دودھ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہی تو اس بکری کو نہ پھیرے اسکے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیرے بقول مختار کذا فی شروح الجمع اور رہنے اسکی تحریر کی ہی منار کی شرح مین کما لو استخدمہا فی غیر ذلک فہی المبسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس یتوسعون فیہ وہو للاختیار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس برضی الا علی کرہ من القن بخر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پھیر دینا جائز ہی اور مبسوط مین ہی کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہین اس واسطے کہ استخدام مین لوگون کے نزدیک وسعت ہی تنگی نہین اور استخدام آزمائش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کار ہی یا نہین اور بزازیہ مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہین اور صغرے مین ہی کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہین مگر مملوک پر زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہی نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری لیس بہ ذا بالمبیع اصبع زائدۃ او نحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجد بہ ذلک کان لہ الرد بلا بین لما مر مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہین جو اتنی مدت مین پیدا ہوسکے پھر اس اقرار کے بعد ہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا تو اسکو پھر دینے کا اختیار ہی بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنی نفی عیب مذکور مین کذب مشتری متیقن ہی کیونکہ انگلی اتنی مدت مین پیدا نہین ہوسکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہی جو بائع کے پاس موجود تھا باع عبدا وقال المشتری بریت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجدہ آبقا فلہ الرد لو قال لا اعلمہ لا لانہ نفی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ بہ فلم یتعین اقرارا باتہ للحال ولنفی الثانی اضافہ الیہ فکان اخبارا بانہ آبق فیلزمہ رضا بہ قبل الشراء خانیۃ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے جانب اسکے ہر عیب سے سوائے گریختگی کے پھر اسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اسکو پھیرنے کا اختیار ہی اور اگر اس نے کہا کہ مین اسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوائے اسکے بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہین کی اور نہ اسکو موصوف بگریختگی کیا تو اس کا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار ہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اسکی طرف نسبت کیا تو اسنے خبر کردی کہ یہ بھگوڑا ہی تو مشتری

Marfat.com

راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیۃ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع مین اختیار نہین وفیہا لو بری من کل حق لہ قبلہ دخل
العیب لا الدرک اور خانیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اسکے برارت کی تو اس قول مین برارت عیب داخل ہوگی نہ درک
ہم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمین عیب داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہین سکتا ہے اور اگر مبیع
مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہوگا یعنی اگر یہ قول کفیل بالدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہوگی شاید اسواسطے کہ حق
مشتری ہنوز متحقق نہین جو اسکی برارت سے ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی مشتر العبد او امتہ قال اعتق البائع العبد او دبر او استولد الامۃ او
ہو حر الاصل و انکر البائع حلف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو
ام ولد بنایا یا وہ حر اصلی ہے اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجائے بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنی در صورت عدم
شہادت قاضی قسم لیگا فان حلف قضی علی المشتری بما قالہ من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر حکم ہوگا
بموجب اسکے قول کے یعنی عتق اور مانند اسکے اسواسطے کہ مشتری اسکا اقرار کر چکا یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی
ثابت ہو جائیگی مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب ملک کا دعوے مشتری کر سکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہے رجع بالعیب ان علم بہ لان المبطل بالرجوع
ازالتہ عن ملکہ الی غیرہ بانشائہ او اقرارہ ولم یوجد حتی لو قالہ باعہ وہو ملک فلان وصدقہ فلان فاخذہ لا یرجع بالنقصان لازالتہ باقرارہ
کانہ وہبہ اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے ثمن پھیر لے اگر عیب کا ہونا اس غلام یا لونڈی مین معلوم ہوا اسواسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل
مشتری کا ازالہ ہے اپنی ملک سے غیر کو مالک کر کے انشاء تملیک سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہین یعنی رجوع نقصان اس صورت
مین درست نہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کر دیا ہوتا بیع وغیرہ سے یا اقرار ملک غیر سے سو یہان کوئی بات حاصل نہین تو اگر مشتری
نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلان شخص کی ملک ہے اور فلان شخص نے بھی اسکی تصدیق کی اور اس غلام کو لے لیا تو مشتری بائع
سے رجوع بالنقصان نہین کر سکتا بسبب ازالہ اسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اسکو ہبہ کر دیا وجد المشتری بغنیمۃ محرزۃ بدارنا او
غیر محرزۃ لو البیع من الامام او امینہ بحر قال المصنف فقید محرزۃ غیر لازم عیبا لا یرد علیہما لان الامین لا ینتصب خصما عیب کو پایا غنیمت خریدار نے جو محفوظ ہو گئی
دار الاسلام مین آکر یا غنیمت غیر محفوظہ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اسکے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا غنیمت مین محفوظ ہونے کی قید لازم نہین تو
مشتری بعلت عیب امام اور اسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت نہین ہو سکتا امین سے عام مراد ہے تا وکیل مدعا کے موافق ہو جاوے اسواسطے
کہ خود امام بھی امانت دار ہے بیت المال کا کذا فی الطحطاوی بل ینصب الامام خصما فیرد علی منصوب الامام ولا یحلفہ لان فائدۃ الحلف النکول ولا یصح نکولہ واقرارہ بلکہ اگر
مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اسکے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری مبیع کو منصوب پر رد کرے اور قسم نہ لے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہے
یعنی انکار قسم اور حالانکہ نکول منصوب کا صحیح نہین ہم تو اب رد متصور نہین بدون گواہون کے کذا فی المنح فاذا رد علیہ المعیب بعد ثبوتہ یباع ویدفع الثمن
الیہ ویرد النقص والفضل الی محلہ لان الغرم بالغنم درر پھر جب عیب والی چیز اسکو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی جاوے اور
ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اسکے محل مین اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر یعنی امام اسکو بیچ ڈالے
اگر ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر مبیع منجملہ چار خمس کے ہو تو اسمین سے ثمن پورا کر دے اور اگر خمس مین سے ہو تو اسمین سے دے اور اسیطرح
اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی وہین رکھے جہان کی مبیع ہو کذا فی المنح وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان
یدفع البائع الدراہم الی المشتری ولا یرد علیہ جاز ویجعل حظا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز مین عیب پایا اور دونون نے اسپر مصالحہ کیا کہ بائع چند

Marfat.com

دراہم مشتری کو دے اور مشتری اسکو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ہم بحر الرائق میں کہا کہ یہاں تک ظاہر ہو گیا کہ خیار العیب ساقط ہوتا ہے وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہو جانے سے بعد بیع اور قبض کے اور شرائط برات ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے وعلی العکس وہو ان یصطلحا ان یدفع المشتری الدراہم الی البائع ویرد علیہ المبیع الصحیح لانہ لا وجہ لہ غیر الرشوۃ فلا یجوز اور بالعکس اسکے وہ یہ ہے کہ دونوں اسپر صلح کریں کہ مشتری چند درہم بائع کو دیکر مبیع پھیر دے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہیں سوائے رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سوداگران کی اصطلاح میں اسکو احمقانہ کہتے ہیں سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہدایہ کی شرح تکملہ میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو کچھ دے شرط اسکی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں وفی الصغری ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم برئ او ظہر ان لا عیب فیہ فللبائع ان یرجع بما ادی ولو زال بمعالجۃ المشتری لا فتیہ اور صغری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب زائل ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اسمیں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اسکو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی التبیین رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی والا یساوہ لا یلزم الموکل راضی ہو گیا وکیل بیع کے عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جو اسمیں موجود ہے قیمت میں برابر ہو ثمن مسمی کے اور اگر قیمت اسکی ثمن معین سے برابر نہو تو موکل کو بیع لازم نہیں چاہے تو پھیر دے فروع مسائل ملتقطہ شارح کے لایحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہیں چھپانا عیب کا مبیع یا ثمن میں اسواسطے کہ غش یعنی تدلیس اور اخفا عیب حرام ہے مگر دو صورت میں حرام نہیں الاولی الاسیر لو اشتری شیئا لنفسہ ودفع الثمن مغشوشا جاز ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنے دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ہم شباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا ولنا ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں انتہی اور اسی کے موافق قاضی خان میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو اہل حرب سے خرید کیا تو انکو کھوٹے اور مغشوش درم دینے جائز ہیں اسواسطے کہ احرار کی خرید درحقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کرلے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز ہیں کذا فی الاشباہ جبایات بباء موحدہ نہ نیون چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے بظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفیہا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر دو صورتوں میں فسخ نہیں ہم سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا اگر مبیع مشتری کے مملوک ہیں تو انکو وصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدہما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا ہم صورت اسکی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک مرد نے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بعید ثمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرویۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اسکو باطل کر یگا انتہی ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ لعیب الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز قبل قبضہ ولو کان فسخ الجاز دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اسکے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی قید اسواسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اسکے پاس ہے اور

Marfat.com

منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہو دنی البزازیۃ شری عبدا فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لانہ ضمان العہدۃ وضمنہ الثانی لانہ ضمان العیوب ان ضمن السرقۃ والحریۃ او الجنون والعمی فوجدہ کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہی کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد نے اسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہی اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہی اور ابو یوسف نے اسکو ضامن کہا ہی اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہی اور ضمان عیوب جائز ہی اور اگر وہ مرد وزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اسکو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہی دنی جواہر الفتاوی شری ثمرۃ کرم ولا یمکن قطافہا لغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان انتقص المبیع بتناول الزنابیر فلہ الفسخ لتفرق الصفقۃ علیہ اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ خریدے پھل انگور کے اور ممکن نہین انکا توڑنا بھڑون کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہی اور پھل کم ہو گئے ہون بھڑونکے کھا جانے سے تو اسکو فسخ بیع مین اختیار ہی بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جسقدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نہی بھڑونکے کھانے سے

باب البیع الفاسد

یہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین م بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہی کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہی تا تغالب منفعۃ ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالف دین ہی اور فاسد مشتق ہی فساد سے جو ضد صلاح ہی اور اصل معنی لغوی تغیر وصف کی طرف راجع ہی اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہی کہ مال متقوم ہو اور اسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اسکی صحت کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب لفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی تعدد اسباب کے سبب سے کذا فی النہر المراد بالفاسد الممنوع مجازا عرفیا فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیہ بعض الصحیح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہی اعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہو گئی اور گاہے اسباب مین بعض اقسام بیع صحیح کے بھی بالتبع مذکور ہوتے ہین م مجاز عرفی کا قول بہتر ہی اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف فقہا مراد ہی کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ انکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنے فاسد یا ساقط الحکم کے ہی اور فقہ مین بیع باطل وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہی قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہی مکروہ لغت مین مغضوب ہی اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہی بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وکل ما اورث خللا فی رکن البیع فہو مبطل وما اورثہ فی غیرہ فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن مین وہ مبطل بیع ہی اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد ہی بیع کا م شرح بدیع مین ہی کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہی اور اگر سالم نہو اسطرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اسکے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہی بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اسکے ثمن مین خلل واقع ہو اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا ثمن مین ایسی شرط ہو جو مقتضائے عقد کے مخالف ہی تو اس طرح کی بیع فاسد ہی نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی انتہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ جو مورث خلل ہی رکن بیع اور اسکے محل مین وہ مبطل ہے تو فقہا کے مقتضائے کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہی رکن بیع اور مبیع سے لینے مال متقوم اسواسطے کہ بنا بیع انھین دونون چیزون پر ہی اور اصل شے اسی کا نام ہے جس پر اس شے کی بنا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہے جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہی عقد کی کیونکہ عقد کے تابع ہی اور چنانچہ شرط مخالف مقتضائے عقد کذا فی الطحطاوی بطل بیع ما لیس بمال المال ما یمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل

والمنع درر فخرج التراب ونحوہ باطل ہی بیع اُس چیز موجود کی جو مال نہین مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اسمین دینا بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اُسکے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تراب کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے چنانچہ تا ذورات فالصہ نکل گئے م موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہی چنانچہ وہ مال جس کی آدمی آرزو رکھتا ہی اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہی تو اگر مٹی و قاذورات سے ملکر پانس ہو جاوے تو اُسکی بیع باطل نہین چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح خ۔ بیع کبد و طحال غیر مال کی بیع باطل ہی چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہوگئی باطل ہے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل اُنکی خون ہی لیکن جاری نہین والمیتۃ سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفہا او بخنق ونحوہ اور چنانچہ مردہ جانور سوائے مچھلی اور ٹڈی کے کہ ان کی بیع باطل نہین اور کچھ فرق نہین مسلمان کے حق مین اس مردار جانور مین جو خود بخود مرگیا یا کسی نے اُس کو گلا داب کے یا کسی اور سبب سے سوائے ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والبیع بہ ای جعلہ ثمنا بادخال الباء علیہ لان رکن البیع مبادلۃ المال بالمال ولم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہی اسواسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہی مال کا دوسرے مال سے سو پایا نہ گیا حر سے خرید کرنا یعنے حر کو ثمن ٹھہرانا اُس پر باء جارہ داخل کرکے م لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا اسطرح ہوتا ہی کہ بعتک الدار بہذا الحر یعنے مین نے گھر بیچا بعوض اس حر کے تو حر اس مثال مین ثمن ہی نہ مبیع خلاصہ یہ ہی کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہی خواہ یہ چیزین مبیع قرار دی جاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علو سقط لانہ معدوم اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنے وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہی تو اُس موضع کی بیع باطل ہی کیونکہ وہ معدوم ہی م حق تعلی کی مثال یہ ہی کہ ایک گھر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہی اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونون درجہ یا اوپر کا درجہ گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہی اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہی اور اسواسطے کہ وہ متعلق بہوا ہی اور ہوا مال نہین کیونکہ مال وہ ہی جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہ امر حاصل نہین ومنہ بیع ما اصلہ غائب کجزر وفجل او بعضہ معدوم کورد وياسمين وورق قرصاد جوزہ مالک لتعامل الناس وبہ افتی بعض مشائخنا رحمہم اللہ عملا بالاستحسان وہذا اذا علمت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز لہ خیار الرویۃ وتکفی رویۃ البعض عندہما وعلیہ الفتوی شرح مجمع اور منجملہ بیع معدوم اُسکی بیع ہی جس کی جڑ نظر سے غائب ہو چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم ہی چنانچہ گلاب اور چنبیلی کے پھول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہین اور توت کے پتون کی بیع امام مالک رح نے اس بیع کو جائز کہا ہی لوگون کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہی قیاس چھوڑ استحسان پر عمل کرکے اور یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اسوقت ہی جبکہ گاجر وغیرہ جمی ہوا اور اُسکا موجود ہونا معلوم نہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار الرویۃ ثابت ہی اور بعض مبیع کا دیکھنا صاحبین رح کے نزدیک کافی ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی شرح المجمع والمضامین ما فی ظہور الاباو من المنی اور مضامین کی بیع باطل ہی مضامین جمع ہی مضمونہ کی یعنی وہ منی جو نر ون کی پیٹھون مین ہی یعنے جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اُسکی پشت سے جدا نہین ہوا باطل ہی معدوم ہونے کے سبب سے والملاقیح جمع ملقوحۃ ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہی ملاقیح جمع ہی ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ مین ہی والنتاج بکسر النون حبل الحبلۃ ای نتاج النتاج لدابۃ او آدمی اور باطل ہی بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہی حبل الحبلہ سے یعنے جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ م حبل الحبلہ اس بچہ کا بچہ جو ہنوز پیٹ مین ہی زمانہ جاہلیت مین دستور تھا کہ گابھن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تھے یعنے مشتری یون کہتا تھا کہ اگر یہ گابھن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اُسکے بچے کو مین نے خرید کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو باطل کردیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن مین ابن عمر سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور مؤطا مین

Marfat.com

بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہو اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مر جائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح **وبیع امۃ تبین** انہ ذکر الضمیر لتذکیر الخبر **عبد و عکسہ** بخلاف البہائم اور اُس لونڈی کی بیع باطل ہی جس کا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اس کے یعنے اس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہی بخلاف جانوروں کے مصنف ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والانثی من بنی آدم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فصحیح وتخییر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہی کہ نر اور مادہ بنی آدم میں دو جنسیں ہیں باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات میں نر اور مادہ ایک جنس ہیں تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے **م** آدمی میں نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے میں اغراض بکثرت متفاوت ہیں بخلاف بہائم کے کہ انمیں چندان تفاوت اغراض نہیں تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی **ومتروک التسمیۃ عمدا** ولو من کافر بزازیۃ وکذا ما ضم الیہ لان حرمتہ بالنص اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہی جسکے ذبح کے وقت نام خدا عمداً متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اُسکو بیچا ہو اور اسی طرح اُس چیز کی بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیۃ کے ساتھ ملا کر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہوا **م** متروک التسمیہ عمداً امام شافعی کے نزدیک حلال ہی اگر ذابح اُسکا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل میں ہی تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیہ عمداً مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اسکے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہی صاحب کافی نے اسکا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی اور مورد نص میں مساغ اجتہاد نہیں تو یہ اختلاف معتبر نہیں اور بحکم قاضی بھی نافذ نہیں **وبیع الکراب وکری الانہار لا** نہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء وشجر فصح اذا لم یشترط ترکہا ولو الجیۃ اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہی اسواسطے کہ یہ موجود مال نہیں بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہی تو بیع اُسکی صحیح ہی بشرطیکہ اسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیۃ **م** لینے ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اُس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اُس میں ہل چلایا اُسمیں پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ ہوگیا یا اُسکی مدت منقضی ہوگئی پھر متاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہیں کیونکہ یہ مال متقوم نہیں کذا فی الطحطاوی **ومافی حکمہ** اے حکم مالیس بمال **کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق** فان بیع ہؤلاء باطل ای بقاء فلم یملکوا بالقبض ابتداء فصح بیعہم من النفسہم وبیع من ضم الیہم وزر او رجو چیز کہ حکم مذکورین ہی یعنے جو چیز کہ مال نہیں ہی چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی یعنے باعتبار انجام کار اشخاص مذکورین مملوک نہیں ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہیں انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود انکی ذات سے صحیح ہی اور اُس مملوک کی بیع صحیح ہی جو اُنکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر **م** حر کی بیع ابتداء اور بقاءً دونوں طرح باطل ہی کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہیں اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہیں کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہیں کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انمیں موجود نہیں لیکن باعتبار انجام کار کے اُنکی بھی بیع باطل ہی اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد میں حدیث سے ثابت ہی کہ اُسکو اُسکے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر میں فی الحال متحقق ہی کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہی اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہی تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جاویں کذا فی الطحطاوی وقول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل موقوف ضعفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ التوقف علی قضاء آخر امضاء اور داعینی ونہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ اُنکی بیع باطل موقوف ہی تضعیف کی ہی اس قول کی بحر الرائق میں کہ مرجح اشتراط رضاے مکاتب ہی قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضا ہے ام ولد کی بیع میں اور فتح القدیر میں نفاذ قضا کی تصحیح ہی میں کہتا ہوں کہ قوی تر یہ ہی کہ قضاے بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہی

Marfat.com

حکم اول کے جاری رکھنے مین یا رد کرنے مین کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ
اُس صورت پر محمول ہی جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہی جبکہ
دوسرے قاضی نے اُسکو جاری کر دیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول مین مختلف فیہ تھا عمر فاروق رض اُسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضی رض مجوز
تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہو گا یا نہین بعضون کے نزدیک رافع
نہین اور ہمارے نزدیک رافع ہی خلاف کا فصول استروشنی مین ہی کہ قضاے بیع ام ولد مین دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہ ہی کہ نافذ نہین اور
جامع مین یون ہے کہ قضائے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہی اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہی والا باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہی کذا فی
الطحطاوی عن العینی وفی السراج ولد ہولاء کہم وبیع مبعض کحر اور سراج مین ہی کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد اُنکے مانند ہی عدم جواز بیع مین
اور عبد معتق البعض حر کے مانند ہی بطلان بیع مین وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہی مبیع مال غیر متقوم
کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعا جائز نہین کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے م ابن کمال نے کہا کہ تلویح مین مذکور ہی کہ تقوم دو قسم ہی
تقوم عرفی یعنی احراز اور غیر محرز چنانچہ شکار اور گھاس مال متقوم نہین اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہان مراد ہی کذا فی الطحطاوی و
کخمر وخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا بل بالخنق ونحوہ فانہا مال عند ذمی کخمر وخنزیر مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہین
مر گیا بلکہ گلا دابنے اور مانند اُسکے چنانچہ مارنے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال ہی کفار ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور وہذا ان بیعت بالثمن ای
بالدین کدراہم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکہ بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یہ یعنے
شراب اور سور اور مردار اگر اُنکی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے تو مبیع اور ثمن ہر ایک
مین بیع باطل ہی یعنی قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہین ہوتے اور اگر اُنکی بیع ہوئی بعوض عین یعنی متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ مین بیع باطل ہی اور
اسباب مین فاسد ہی تو متاع کا مالک ہو گا قبضہ کرنے سے اُسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال وبطل بیع قن ضم الی حر وذکیۃ ضمت الی میتۃ ماتت
حتف انفہا قید بہ لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہی بیع اس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ
کی بیع باطل ہی جو ملایا گیا اُس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود
بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک ومبنی الخلاف ان الصفقۃ لا تتعدد بمجرد تفصیل
الثمن بل لابد من تکرر لفظ العقد عندہ خلافا لہما فظاہر النہایۃ یفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بناے خلاف یہ ہی کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہین ہوتا
بمجرد تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد مین مکرر رکھنا لفظ عقد کا ضرور ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ
مین کافی ہی اور نہایہ کا ظاہر اسکا مفید ہی کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہی بخلاف بیع قن ضم الی مدبر ونحوہ او قن غیرہ وملک ضم
الی وقف غیر المسجد العامر فانہ کالحر بخلاف العامر بالمعجمۃ الخراب فکمدبر اشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحرام والحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور
اُسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے
ساتھ ملکر بکے گی تو اُسکی بیع باطل ہی جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہی بخلاف ویران مسجد کے کہ اُسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہی جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہی
چنانچہ یہ تصریح اشباہ مین ہی منجملہ اُس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہی ولو محکوما بہ فی الاصح خلافا لما افتی بہ الملا ابو
السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہی قول اصح مین برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے م مفتی مرحوم

Marfat.com

کا یہ فتوٰی ہی کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اُس کے ساتھ ملک کی بیع فاسد ہی نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہے اور اطلاق وقف کی ہی فیصح بحصتہ فی القن عبدہ والملک لا نہا مال فی الجملہ تو صحیح ہی بیع بقدر اُسکے حصے کے غلام مین مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک مین وقف کے ساتھ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملہ مال ہین دلو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح عینی اور اگر ایک گاؤن بیچا اور وہان کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا نہ کر لیا تو بیع صحیح نہین کذا فی العینی م بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ اگر قریہ بیچا اور اُسمین کے مساجد اور مقابر کو استثنا نہ کر لیا تو قول اصح یہ ہی کہ ملک مین بیع صحیح ہی اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولی ہی اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہی وہ مشروط کے برابر ہی کما لو باطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہی بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو م غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہی اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہی وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز کسرجین وبعر واکتفی فی البحر بمجرد خلطہ تراب اور باطل ہی بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جبکہ مٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہی جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہی اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہی بمجرد اُسکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونیکے م طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ بال نہین اور خالص مٹی مال نہین پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہو گئی اس کا جواب یہ ہی کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی اور خلط سے انتفاع جائز ہی نہ بدون خلط کے وشعر انسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف رح وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہی بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اُسکو سور کے بال کی بحث مین مذکور کیا ہی وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم ومالہ خطر العدم اور باطل ہی بیع اُس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہی بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہی م معقود علیہ کی شرط یہ ہی کہ حال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اُسکے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اُس کے پاس نہین تو وہ نہ اُسکی ملک ہی نہ مقدور التسلیم ہی اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہی اُسکی بیع بھی جائز نہین چنانچہ حمل اور دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلیجہ زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صحیح لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہی عن بیع مالیس عند الانسان درحقیقی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اُسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہی اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اُسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین م اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہی اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اُس سے بیع کیا کرون پھر اُس کو بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنی تو بیع اُسکو جو تیرے پاس نہین ہی کذا فی التیسیر وبطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن وہو المال اور باطل ہی وہ بیع جسمین نفی ثمن کی تصریح ہی بسبب نہونے رکن کے یعنی مال م اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہو گی چنانچہ مذکور ہو گا وبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ہلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی التتنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہی یعنے مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر مبیع اُسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے کہ وہ امانت ہی اور تتنیہ مین تاوان دینے کی تصحیح کی ہی بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہی م حموی مین ہی کہ سرخسی کے نزدیک ضمان مختار ہی اور تتنیہ مین وجہ صحت یہ مذکور ہے کہ مشتری نے اُسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مثابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین مین قاضی خان سے منقول ہی کہ ضمان دینا صحیح ہی تو خلاصہ یہ ہی کہ دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا بیع الحربی اباہ او ابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفیہا باع الوصی مال الیتیم لنفسہ فاخبر باطل

Marfat.com

وقبل فاسد درج اور قینہ مین ہی کہ بیچا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہی اور بعضون کے نزدیک فاسد ہی اور قینیہ کی وصایا مین ہی کہ بیچا وصی کا یتیم کے مال کو بہ نقصان صریح باطل ہی اور بعضون کے نزدیک فاسد ہی اور اسی کی ترجیح ہی بعضون کے نزدیک ہم فائدہ خلاف کا یہ ہی کہ درصورت باطل ہونے کے بعد قبض مبیع مملوک نہین اور فاسد مین مملوک ہی وفی التحفۃ بیع المضطر وشراءہ فاسد اور تحفہ مین ہی کہ مضطر کا بیچنا اور خرید کرنا فاسد ہی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس کی طرف باضطرار احتیاج مند ہی اور بائع اشیائے مذکورہ کو نہین بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کرکے اور اسی طرح مضطر سے خرید کرنا نہایت ثمن کو کم کرکے کذا فی المنح ابوداؤد مین علی مرتضیٰ رضہ سے روایت ہی کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنے حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التبیین وفسد بیع ماسکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہی وہ بیع جسمین سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا مین نے خرید کیا اور دونون نے ثمن کو ذکر نکیا تو بیع فاسد ہی اور اگر نفی ثمن کی تصریح ہوگی تو بیع باطل ہی چنانچہ مذکور ہوچکا کبیعہ بقیمتہ جیسے بیع بیع کی بقدر اسکی قیمت کے فاسد ہی ہم یعنی بلا تعین ثمن قیمت مجلسہ پر بیع فاسد ہی وفسد بیع عرض ہی المتاع القیمی ابن کمال بخمر وعلیہ فینعقد فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہی بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب مین نہ شراب مین پر صورت چنانچہ عنقریب گذریگا عرض عبارت ہی متاع قیمت والی سے کذا صرح ابن کمال تو روپیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہین وفسد بیعہ ای العرض بام الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا ملک المشتری للعرض العرض لما مر انہم مال فی الجملۃ اور فاسد ہی بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہان تک کہ اگر متعاقدین تقابض بدلین کرینگے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہین بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ اور فاسد ہی بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ مین نہ آئے شکار کرنے سے بشرطیکہ اسکی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم یا دنانیر یا کیل اور موزون سے ہو تو بیع باطل ہی کذا فی شرح الوقایہ وہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا کہ جو مچھلی شکار نہین ہوئی تو سزاوار یہ ہی کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہو اسواسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہی اسلیے کہ متقوم احراز سے ہوتا ہی اور احراز یہان حاصل نہین او صیدتم التی فی مکان لا یوخذ منہ الا بحیلۃ کالسمک بحر او نہر لا یقدر علی تسلیمہ بالمشاہدۃ مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالی ہی ایسے مکان مین یعنی حوض وغیرہ مین کہ اسمین سے گرفتار نہین ہوتی مگر جال کے حیلے سے تو بیع فاسد ہی بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان اخذ بدونہا صح وللمشتری الرد اور اگر مچھلی پکڑ لیجائے بدون حیلہ جال کے تو بیع اسکی صحیح ہی اور مشتری کو خیار الرویۃ ہی الا اذا ادخل بنفسہ وطرح السید مدخلہ فلو سدہ ملکہ مگر جبکہ مچھلی خود حوض مین گھس گئی اور اسنے اسکا مدخل بند نہ کردیا تو اسکی بیع صحیح نہین بلکہ باطل ہی بسبب عدم ملک کے اور اگر اسنے اسکا مدخل بند کردیا تو اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہی اور موجب ملک کا جیسے جال مین پڑنا موجب ملک ہی بحر الرائق مین ہی کہ جب مچھلی حوض مین گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہوگیا اور بیع اسکی بموجب تفصیل مذکور کے ہی یعنی درصورت تسلیم صحیح ہی والا غیر صحیح اور بعضون نے کہا مطلقا بیع صحیح نہین بواسطہ عدم احراز کے اور خلاف اس صورت مین ہی جبکہ انسان نے وہ حوض شکار کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو باجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ولم یجز الاجارۃ بکہ ملیصا ومنہا السمک بحر اور جائز نہین اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اسمین سے مچھلیون کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر وبیع طیر فی الہواء لا یرجع بعد ارسالہ سن بدہ او قبل صیدہ اصلا فباطل لعدم الملک اور فاسد ہی بیع اُن چڑیون کی ہوا مین جو پلٹ نہین آتین ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور اُنکا بیچنا قبل انکے شکار کرنے کے تو باطل ہی بسبب عدم ملک کے یعنی اگر چڑیا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا مین اڑتی پھرتی ہی اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہین تو اسکی بیع فاسد ہی اور اگر ہنوز اسکو نہین پکڑا تو بیع باطل ہی اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہی مچھلی کے مانند کذا فی التجنیس وامکان بطیر ویرجع کالنعام صح وقیل لا درجح فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اڑ جاتی ہو اور پھر آتی ہو پلٹ کر چنانچہ پالوکبوتر تو اسکی بیع اڑنے کی حالت مین صحیح ہی اور بعضون نے کہا کہ

Marfat.com

صحیح نہین اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق مین مم وجہ صحت یہ ہی کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہی اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہین چنانچہ تجویز ہلاک مبیع قبل قبض مانع نہین پھر درصورت عروض ہلاکی بیع فسخ ہوتی ہی اسی طرح یہان درصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق مین کہا ہمین نظر ہی اسواسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت ہی تسلیم پر بعد بیع کے ولہذا بندہ گریختہ کی بیع جائز نہین انتہامین کہا ہی کہ جواز بیع درصورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہین اسواسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تو مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہین اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع فسخ ہوجاویگی بخلاف بندہ گریختہ کے کہ عادت مین اسکا عود کرنا معتاد نہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی وبیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہی بیع حمل یعنے پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق مین اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہی ولد الولد کے مانند مم مصنف نے اتباع صاحب بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی مین اسکو باطل کہا ہی اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہی اسکی خرید سے جو جانورون کے پیٹ مین ہی تا وضع رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ اور اسواسطے کہ مشکوک الوجود ہی کذا فی الطحطاوی وامۃ الاحمل ہا فسادہ بالشرط بخلاف ہبہ ووصیۃ اور فاسد ہی بیع لونڈی کی سوائے اسکے حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہی ولبن فی ضرع وجزم البرجندی ببطلانہ اور فاسد ہی دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہی مم فساد بیع کے چند وجوہ ہین ا معلوم نہین کہ تھن مین دودھ ہی یا نہ ۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت مین غالبًا نزاع واقع ہوگا ۳ جائز ہی کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اسطرح پر کہ تخلیص اسکی متصور نہین ۴ امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحطاوی ولؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہی بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ نیستی کے یعنے اسکا وجود اور مقدار معلوم نہین وصوف علی ظہر غنم وجزۃ الثانی والثالث اور فاسد ہی بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف رح اور امام مالک نے اسکو جائز کہا ہی فساد بیع کا یہ سبب ہی کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہی تو مبیع غیر مبیع سے مختلط ہوگی کذا فی النہر وفی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحًا اور سراج مین ہی کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کردیا مشتری کو بعد عقد کے تو بیع منقلب ہوکر صحیح نہو جاویگی وکذا اکل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان ونوی تمر وبزر بطبخ لما مر انہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال پیدائشی ہو جیسے کھال جانور کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اسکی بیع فاسد ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اشیاے مذکورہ عرف مین بعد دم ہین وانما صحوا بیع الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باحصانہا للتحامل درگندنا اور درخت بید اور توت کے پتون کی بیع کو شاخون کے ساتھ فقہا نے صحیح کہا ہے فقط رواج کے سبب سے مم یہ جواب ہی اس سوال کا جو فقہون کے اس قول پر وارد ہوتا ہی کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہی کہ وہ نیچے سے بڑھتا ہی تو بائع اور مشتری کی ملک مین اختلاط ہوتا ہی خلاصہ سوال یہ ہی کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہی حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہی اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہی بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت مین اس تعلیل یعنے تعامل اور رواج کی کچھ حاجت نہین کیونکہ وہ دونون درخت اوپر سے بڑھتے ہین تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہین ہوتی لیکن قینیہ مین ہی کہ توت کی بیع اس وقت صحیح ہی جب کہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃً یا عرفًا کذا فی الطحطاوی وفی القینیہ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ بسنۃ جاز وسنبتین لا لانہ نبتہ موضع قطعہ عرفا اور قینیہ مین ہی بیجا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہین ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہی اور اگر دو سال سے قطع نہین ہوا تو بیع جائز نہین اس واسطیکہ قطع کرنے کا مکان عرف مین مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہی وجذع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحًا ابن کمال اور فاسد ہی بیع اس شہتیر اور کڑی معین کی جو چھت مین منسوب ہی اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہین ہوتی کذا صرح ابن کمال م معین شہتیر اور کڑی کی بیع اس واسطے ناجائز ہوئی کہ اس کی تسلیم مین لزوم ضرر ہی بائع کے واسطے اور غیر معین مین دو حلتین ہین ایک لزوم ضرر

Marfat.com

دوسری جہالت مبیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامۂ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وذراع من ثوب **یضرہ التبعیض** فلو قطع وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ویوم یضرہ القطع فکرباس جازلا انتفاء المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اُس کپڑے سے جسکو پھاڑنا مضر کرتا ہو چنانچہ عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اُس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چھت سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر کر صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہو چنانچہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے مع مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان مین ضرر مذکور حاصل نہین لہذا اُسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اُس کے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا فلو قطع او قلع تا شہیر کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اُسکا ترجمہ زیادہ کر دیا **وضربۃ القانص** بقاف ونون الصائد اور فاسد ہی بیع شکاری کی ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی قانص بقاف ونون عبارت ہی شکار کرنیوالے سے مم صورت اُسکی یہ ہی کہ شکاری کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ اُسکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کھینچنے مین نکلے تو یہ بیع جائز نہین کیونکہ وہ چیز مجہول ہی علاوہ اُسکے احتمال ہی کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والقانص بنون معجمۃ الغوص اور فاسد ہے بیع غواص کی ایکبار غوطہ لگانیکی قانص بنون معجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنیوالا مم صورت اسکی یہ ہی کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکبار غوطہ مارتا ہون تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہی بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہی جو سابق مذکور ہو چکی والبیع فیہما باطل للغرر بحر ونہر والکمال وابن کمال قال المصنف وقد نظمہ الاخسر فی سلک الفاسد فتبعتہ فی المختصر ویجب ان یراد بہ الباطل لانہ مما لیس فی ملکہ کما مر اور رجال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح مین کہا کہ ملا اخسر نے دُرر غرر مین اس بیع کو فاسد کی لڑی مین پرو دیا سو مین بھی اُن کا پیرو ہو گیا اس مختصر مین اور واجب ہی کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہی جو بائع کی ملک مین نہین چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک مین نہین اُسکی بیع باطل ہی سوائے سلم کے **فالمزابنۃ** ہی بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا تروح مجمع ومثالہ العنب بالزبیب عنایہ للنہی وشبہۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطبا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزابنہ وہ بیع ہی تر کھجور یکی کی جو لگی ہے درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اُسکے پیمانے کے گمان اور اکمل سے کذا فی شروح المجمع اور مانند اُسکے انگور تر کی بیع ہی جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہی بسبب نہی شارع کے اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر نخلہ کھجور نہ ہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنے اختلاف جنس مین شبہہ بیاج کا نہین مم اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہی کہ ہی بیع الثمر بالمثلثۃ علی راس النخل بتمر بالتاء المثناۃ لیکن یہ خلاف تحقیق ہی اسواسطے کہ ثمر بثاء مثلثہ عبارت ہی بار درخت یعنی یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہی حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن وتخمین جائز ہی اختلاف جنس کے سبب سے لہذا تفسیر مزابنہ یہی بہتر ہی جو شارح نے کی **والملامسۃ للسلعۃ** اور فاسد ہی بیع الملامسۃ یعنی مبیع مین ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا مم مغرب مین ہی کہ بیع الملامسۃ اور بیع الماس یہ ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جبکہ تو نے میرا کپڑا چھوا یا مین نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور منتقی مین امام سے ہی کہ بیع الملامسۃ یہ ہی کہ کہے مین تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہون اپنے کو سو جبکہ مین تجھکو چھؤن اور ہاتھ لگاؤن تو بیع واجب ہی یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کہا ملامسۃ ہی کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھوئے تو چھونے والیکو بیع لازم ہو جاوے بلا خیار الرویۃ اور یہ اسطرح پر کہ مثلاً اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو **والمنابذۃ** ای نبذ ہا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذۃ یعنی مبیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے مم منابذۃ یہ ہی کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیری طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تامل وبلا خیار فسخ **والقاء الحجر علیہا** اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی مبیع پر مم القاء حجر کی یہ صورت ہی کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہون تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑ جائیگا

Marfat.com

بیع واقع ہو بلا تامل و بلا ردیت و بلا خیار کے اسکے بعد وہی من جمیع الجاہلیۃ فنہی عنہا کلہا عینی لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحر اور یہ یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اور شرع مین ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر ہم ان بیوع مین وجود قمار ہی بواسطہ معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگا دے تو مین نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اسواسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہی ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین جابر سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہ کہ گیہون کو اسکی بالیون مین بیچے بعوض گیہون کے برابر پیمانے مین ظن و تخمین سے کذا فی النہر **وبیع ثوب من ثوبین** او عبد من عبدین لجہالۃ المبیع اور فاسد ہی بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنے معلوم نہین کہ دو کپڑون مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون غلام مبیع ہی تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کس پر قبضہ کرے بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہی فلو قبضہما و ہلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل لان الفاسد معتبر بالصحیح پھر اگر مشتری نے دونون کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اس واسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے م ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہی کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہی اور دوسرا کپڑا امانت ہی اور ایک اولی نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہو گئے کذا فی الفتح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہی کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس شرط سے کہ ایک مین مشتری مختار ہی پھر دونون ضائع ہو گئی تو ہر ایک کے نصف نصف ثمن کا تاوان اسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے ثمن بیع صحیح مین کذا فی البحر ولو مرتبین فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اس کا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی درصورت تعذر رد مالک اسکا مضمون ہونا متعین ہو گیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول لاضامن ہذا اذا لم تشترط خیار التعیین فلو شرط اخذ ایہما شاء اجاز لما مر اور تعیین مضمون مین ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہی یعنی جبکہ اس نے دعوی کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے اسوقت ہی جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع جائز ہی چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہو چکا **والمرعی** ای الکلاء **واجارتہا** ایضا بطلان بیعہا فلعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہی بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اس کا بطلان اس کی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہی بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین م ابو داؤد مین حدیث مذکور مین لفظ ہی کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہی کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہی کہ غیر کے کنوئین اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور جانورون کے پانی پلانے کا اختیار ہی اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہی کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک اس مین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہی کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہی لیکن انکار لینا بدون اذن مالک جائز نہین اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہی کہ پانی کو برتنون مین نہ رکھ چھوڑا ہوا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بھر رکھنے اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہی کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے ان کا مالک ہو گیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہی جب کہ گھاس خودرو ہو اور اگر

Marfat.com

ایک شخص نے پانی بیچ کر گھاس جمائی ہو تو اُسکی بیع جائز ہی کیونکہ وہ اسکا مالک ہی چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین ہی اور یہی قول ہی اکثر فقہا کا خلافاً للقدوری کذا فی الطحطاوی بتصرف وا ما بطلان اجارتہا فلانہا علے استہلاک عین ابن کمال اور گھاس کے اجارے کا بطلان اسواسطے ہی کہ یہ اجارہ شئے مباح کے استہلاک پر ہی کذا صرح ابن کمال حالانکہ شی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہین چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز نہ ہوگا کذا فی البحر ہذا اذا نبت بنفسہ وان ابتتہ بستقی وتربیتہ ملکہ وجاز بیعہ عینی وقیل لا یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہی جبکہ گھاس خود بخود ہوا اور اگر اُسکو پانی دیکر اور پرورش کر کے جمایا ہو تو اُسکا وہ مالک ہی اور اُسکی بیع جائز ہی کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری. نے کہ جائز نہین قال وبیع القصیل والرطبۃ علے ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ ولیرحل دابتہ فتاکلہ جاز وان لیترکہ لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہی اگر اسواسطے ہی کہ اُسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اُسمین چھوڑ دے کہ اُسکو کھالے تو بیع جائز ہی اور اگر اسواسطے ہی تا مشتری اُس کو قائم رکھے تو جائز نہین ہم قصیل بقاف وصاد مہملہ خوید ہی اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہی ولایت مین اُسکو بوتے ہین فارسی مین اُسکو سپست کہتے ہین وحیلۃ ان لیستاجر الارض لضرب فسطاطہ اولایقاف دوابہ اولمنفعۃ اخری کمقیل ومراح وتمامہ فی وقف الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنے کے واسطے یا اپنے چوپایون کے باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانوروان کے بھلانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے وقف مین ہی یعنی اسطرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی وردہان کی گھاس بھی **وبیاع دود القز** ای الابریسم **وبیضہ** ای بذرہ وہو بذر الفلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہی بیع ریشم کے کیڑی کی اور اسکے انڈی کی یعنی اسکے بیج کی جسکو عربی بذر الفلیق کہتے ہین جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہی **والنحل المحترز وہو دود العسل** اور جائز ہی بیع نحل محرز کی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم کی اسطرح پر کہ شہد اور چھتے کے ساتھ اُسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وہذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی ہی وابن ملک وخلاصہ وغیرہا اور یہ یعنے ریشم کے کیڑے اور اُسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ مالک وشافعی اور احمد کا اور اُسی قول کا فتوی ہی کذا فی العینی وابن ملک والخلاصہ وغیرہم نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہی حقیقت مین اور شرعاً مقدور التسلیم ہی اگرچہ مکھی ماکول نہین جیسے خچر اور گدھی کی بیع کذا فی الشرح الجموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہی اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہی کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق وبہ یفتی للحاجۃ مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیڑی اور جونک کہتے ہین اور اسی کا فتوی ہی بسبب حاجت اور ضرورت کے کذا فی المجتبی **بخلاف غیرہا من الہوام** فلا یجوز اتفاقاً کحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع بجلدہ او عظمہ والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمدہ المصنف ویجئ فی التفرقات بخلاف اور کیڑون کے سوائے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ اُن کی بیع بالاتفاق جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور اُن حیوانات کی جو دریا مین رہتے ہین کہ اُنکی بیع جائز نہین سوائے مچھلی کے اور اس جانور کے جسکی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین اور اُسکا بیان باب التفرقات مین آویگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا انما تجوز الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما وہو بینہما انصافا لا اثلاثا فلو دفع بدر القز او بقرۃ او دجاجا لاخر بالعلف مناصفۃ والخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل علی المحضا ومثلہ دفع البیض کما للاخفی شرکت ریشم مین جائز نہین مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنے پرورش بھی دونون سے ہوا اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونون مین آدھو آدھ ہو نہ تین تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیان دوسرے شخص کو دین نصفا نصف پر ابر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے اور مرغی کے پیدا ہون گے وہ مالک کے مملوک ہون گے بواسطے

Marfat.com

پیدا ہونے کے اُسکی ملک سے اور مالک پر چارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی ملخصا اور اُسکے مانند ہی انڈون کا دینا دوسرے
شخص کو چنانچہ یہ پوشیدہ نہین م فتاوی عالمگیری مین باب الاجارہ مین مذکور ہی کہ ایسا اجارہ فاسد ہی اور اس قسم کی مسائل کا حیلہ یہ ہی کہ انڈون کا مالک
آدھے انڈے اور مرغیون کا مالک آدھی مرغیان اس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر ثمن سے ابرا کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف
ہوگا کذا فی الطحطاوی **والآبق** ولو طفلا او الیتیم فی حجرہ ولو وہبہ لہما صح عینی وما فی الاشباہ تحریف نہر اور فاسد ہی بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند صغیر
سے یا اُس یتیم سے جو اُسکی گود مین ہی بیع کی ہو اور اگر اُسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہی اور جو اشباہ مین ہی وہ تحریف ہی کذا فی النہر م نہر الفائق
مین مذکور ہی کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہین ہبہ درست ہی اور خانیہ کے بعضے نسخے مین اسکے بالعکس مذکور ہی اور دوسرے نسخے مین اسکے موافق ہی اور شاید کہ
پہلا نسخہ تحریف ہی اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہین ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کی طرف اسواسطے کہ
اشباہ کی روایت اسی کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی والنہر **الا ممن یزعم انہ ای الآبق عندہ فحینئذ یجوز لعدم المانع** غلام گریختہ کی بیع فاسد ہی مگر اُس شخص سے
بیچنا فاسد نہین جسکو یہ گمان ہی کہ وہ یعنی غلام گریختہ اُسکے پاس موجود ہی تو اب اُسکی بیع جائز ہی بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تھا
پھر جب مشتری نے اُسکے مقبوض ہونیکا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نرہی **وہل یصیر قابضا ان قبضہ نفسہ او قبضہ ولم یشہد نعم** اور کیا مشتری اُسکا قابض
ٹھہریگا یا نہین اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر اُسنے اُسپر قبضہ کیا ہی اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسی کو گواہ نہ کیا تو مشتری قابض ٹھہریگا یعنے اسواسطے کہ یہ غصب کا قبض ہے
اور وہ بجائے قبض عن البیع ہی کیونکہ وہ قبض ضمان ہی قبض مبیع کے مانند **وان اشہد لا لانہ قبض امانۃ فلا ینوب عن قبض الضمان لانہ اقوی عنایۃ** اور اگر
قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگون کو گواہ کیا ہی کہ مین اُسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہون تو وہ قابض نہ ٹھہریگا اسواسطے
کہ یہ قبض امانت ہی تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہی قبض امانت سے کذا فی العنایۃ م اگر غلام مذکور ہلاک
ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا **والا اذ لا یق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یصح لعدم لزوم التسلیم ذخیرۃ**
اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جب کہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اُسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہی بسبب لازم ہونے تسلیم کے کذا فی
الذخیرۃ م یہ قول عطف ہی الا ممن یزعم پر **ولو باعہ ثم عاد وسلمہ تم البیع علی القول** بفسادہ ورجحہ الکمال **وقیل لا یتم علی القول** ببطلانہ **وہو الاظہر**
من الروایۃ واختارہ فی الہدایۃ وغیرہا وبہ کان یفتی الثلجی وغیرہ بحر وابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے
اُسکو مشتری کے قبضے مین کر دیا تو بیع تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اُسی کی ترجیح دی ہی ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہ ہے
کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہین ہوتی اُسکے باطل ہونے کے قول پر یعنی جنکے نزدیک بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہین ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایۃ
ہی اور اُسی کو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہی اور بلخی رح وغیرہ اسی کا فتوی دیتا تھا کذا فی البحر وابن کمال م فتح القدیر مین ہی کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار
مشائخ بلخ اور ثلجی ہی بتائے مثلثہ وجیم کذا فی الطحطاوی **ولبن امراۃ** ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی والرق مختص بالحی ولا حیاۃ فی
اللبن فلا یحلہ الرق اور فاسد ہی بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن مین ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے اسواسطے کہ
دودھ آدمی کا جزء ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہی اور حالانکہ دودھ مین حیات نہین تو اسمین ملک کا حلول نہین **وشعر الخنزیر**
لنجاسۃ عینہ فانہ یبطل بیعہ ابن کمال **وان جاز الانتفاع** بہ لضرورۃ الخرز حتی لو لم یوجد بلا ثمن جاز الشراء للضرورۃ وکرہ البیع
فلا یطیب ثمنہ ویفسد الماء علی الصحیح خلافا لمحمد قیل ہذا فی المنتوف اما المجزور فطاہر عنایۃ اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اُس کے
نجس العین ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اُس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی ضرورت سے یہانتک

Marfat.com

کہ اگر بدون ثمن کے نہ ملے تو اُسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اُسکی بیع مکروہ ہی تو حلال اور پاک نہین ثمن اُسکا اور بال اُسکا پانی کو بقول صحیح فاسد یعنے نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضون نے کہا کہ یہ حکم ہے اُکھاڑے ہوئے بال مین اور تراشا ہوا بال طاہر ہی کذا فی العنایۃ م سور کا بال سر پر سخت ہوتا ہی انگلی کے مقدار اور بعد اُسکے نرم ہوتا ہی تاگے مین گرہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم مین موچی اُس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسے اب سوزن سے سیتے ہین وعن ابی یوسف رح یکرہ الخرز بہ لانہ نجس ولذالم یلبس السلف مثل ہذا الخف ذکر ہذا القہستانی ولعل ہذا فی زمانہم واما فی ہذا فلا حاجۃ الیہ کما لا یخفی اور ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ مکروہ ہی موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہی اور اسی واسطے علما اسلف ایسا موزہ نہین پہنتے تھے چنانچہ اُس کو قہستانی نے ذکر کیا ہی اور شاید کہ یہ یعنے سور کے بال سے انتفاع لینا علمائے سابقین کے زمانہ مین تھا اور ہمارے زمانے مین اُس کی کچھ حاجت نہین یعنے بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین م صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ درصورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اُسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اُس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم یفصلوہ ہنا اعتمادا علی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہی بیع جانور مردار کی کھال کی اُسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہوا اور اگر بیع کچے چمڑے کی ثمن یعنے چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہی اور مصنف رح یعنی صاحب دُرر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نہ کی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہے دانی محشی دُرر نے اُسکو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ ای الدبغ یباع الا جلد انسان وخنزیر وحیۃ اور بعد دباغت کے یعنے چمڑا پکانے کے اُس کی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقولہ لتوانی حرمت علیکم المیتۃ وہذا جزاہا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اُسکے پاک ہو جانے کے اس وقت مین انتفاع جائز ہے سوائے اُسکے کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بہ قول صحیح بدلیل حق تعالی کے اس قول کے کہ تمپر حرام کر دیا جانور مردہ اور یہ یعنے کھال جزو ہے مردہ کی وفی الجمع وبنجیز بیع الدہن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع مین ہی کہ ہم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع اور اُس سے فائدہ لینا سوائے کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے م غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سوائے مسجد کے ودک عبارت ہے چربی اور ہڈیون کے گودے سے کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اُس چیز سے جائز ہے جس مین زندگی حلول نہین کرتی چنانچہ اُس کا پٹھا اور اون چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ مین م بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہین کیونکہ ان مین حیات کا دخل نہین کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجہ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنیکے لیے ہی کذا فی المنح وفسد شرا ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول صورتہ باع شیئا بعشرۃ ولم یقبض الثمن ثم اشتراہ بخمسۃ لم یجز وان رخص السعر للربا خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل کے بیچی اُس کا خرید کرنا اس سے جس نے اُسکو خریدا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اُسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اُس چیز کا نرخ ارزان ہو گیا ہو فساد بیع کا سبب بیاج کے ہی بخلاف امام شافعی کے مذہب کے م جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا درصورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کی قبض کی قید سواسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہیگا تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشرا من لا یجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لہما فی عبدہ ومکاتبہ اور

Marfat.com

خرید کرنا اُس کا جسکی گواہی بائع کے فائدے کے واسطے جائز نہین چنانچہ اُسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے تو اُس کا خرید کرنا بھی جائز نہین بخلاف صاحبینؒ کے کہ اُن کے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوائے اُسکے غلام اور مکاتب کے ولا بد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا کما لو اشتراہ بازید او بعد النقد اور ضرور ہے عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع مین مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدر اہم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ہنا وفی قضاء دین وشفعۃ واکراہ ومضاربۃ ابتداء وانتہاء وبقاء وامتناع مرابحۃ وتیراء وزکوۃ وشرکات وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العمادیۃ اور درہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین آٹھ مسئلون مین ازانجملہ یہ مقام ہے اور ادائے دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع مرابحہ مین اور چلملے مسائل مذکورہ پر زیادہ کیے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مصرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ کی طرف نسبت کرکے م اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہے کہ عقد اول بدراہم تھا پھر بائع نے اُسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار الحسبان دراہم اور دنانیر یہان متحد الجنس ہین اور ادائے دین کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اُس نے ادائے دین مین پہلوتہی کی پھر اُسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور غیر دنانیر کے اور مال سے قاضی ادائے دین نہین کر سکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہی کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درہم ہین یا زیادہ تو اسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اُسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درہم ہی تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہی اور اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جنکی قیمت اُتنی ہی بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتدائے مضاربت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور نفاذہ بیان کردیا پھر مضارب کو اُتنے درم دیے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہی اور نفاذہ برقرار ہی شرط کے موافق اور اسی طرح انتہاء اور بقائے مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہی کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اُسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اُسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اُسکو بطور مرابحہ بیع نہ کرے اور اسی طرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہے تو مرابحہ ممتنع ہی اور زکوۃ کی یہ صورت ہی کہ ضم دراہم کا دنانیر سے کرنا اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکات کی یہ صورت ہی کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون تو دونون مین شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیاء متلفہ مین قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اُسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنابات کی دیت کی یہ صورت ہی کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہی اور ہاشمہ مین عشر ہے اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہے اور جائفہ مین ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار ہین یا دس ہزار درم ہین تو اشیائے مذکورہ مین جاہے دیت سونیکی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الخلاصۃ وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بالعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اُس کے مقبوض ہونے کے تو اُس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اُسکے قبض کے م چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اُسمین تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی نیند سے ثمن نکل گیا کہ اُس مین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے جائز ہی خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو تعیین سے چنانچہ کیل یا متعین نہ ہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اُسکی علت یہ ہے کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ اصل بیع مین مبیع ہی

Marfat.com

نہ ثمن وصح البیع فیما ضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شئ آخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الآخر فینقسم الثمن علی قیمتہا ولا یشیع الفساد لانہ طارئ ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہی بیع اُس چیز مین جو ملائی گئی اُسکی طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اُسکو دوسری چیز یعنے مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو مبیع اول یعنے تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنے کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اُس کی قیمت پر منقسم ہوگا اور مبیع اول کا فساد بیع ثانی مین نہ شائع ہوگا اس واسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اُس کے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی **وبیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا** لان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ **بخلاف شرط طرح وزن الظرف** فانہ یجوز کما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہی بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اُسکے ظرف کے ساتھ اور اُس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اس واسطے کہ مقتضائے عقد کم کر ڈالنا ہی برتن کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز ہی جیسا یون بھی بیع جائز ہی کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہو جائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہی اور یہی حکم ہی جمیع موزونات کا نہر الفائق مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز نہ ہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہی اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر ہو مشروط سے تو اسمین مشتری کا نفع ہی یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہی اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہی تو بیع صحیح ہی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار مبیع معلوم ہو جاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھ **ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری** بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اُسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہم طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہی بمعنی مانعۃ الخلو اس واسطے کہ گاہے ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہی اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہی لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونیکی یہ وجہ ہی کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اُسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اُسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہی یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہی تو مشتری قابض ہی اور قول نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہی تو فی الحقیقۃ ثمن کا اختلاف ہی تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے **وصح بیع الطریق** وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح اور صحیح ہی بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہی کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوہبانیۃ **شعر** ولیس لہم قال الامام تقاسم + بدرب لم ینفذ کذا البیع یذکر + اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ سے یہ بیت ہی کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ کا جائز نہین اور اسی طرح اُسکی بیع بھی مذکور ہے یعنے بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ کوچہ نافذہ یعنی شارع عام کی بیع بطریق اولی جائز نہین کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا وارتضاہ فی الغاز الاشباہ **شعر** ومالک الارض لیس یملک بیعہا + لغیر شریک ثم لو منہ ینظر + اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت مین یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہیلیون مین اُس کو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سوائے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اُسمین تامل ہی یعنے ناظم اس کے جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہی اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حد اے بین لہ طول وعرض اولا وہبۃ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اُس کے حدود یعنے طول اور عرض مذکور ہو یا نہ ہو اور اسی طرح اُس کا ہبہ بھی صحیح ہے واذا لم یبین یقدر بعرض باب الدار العظمی اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہ ہو تو اس کا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھہرایا جاوے

Marfat.com

م بہتر یہ تھا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنے اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اُس سے پہلا دروازہ ہی گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بھی باب الدار العظمے وارد ہے تو ظاہرا اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جسکو ہند مین پھاٹک بولتے ہین واللہ اعلم **لا بیع مسیل الماء وھبتہ** لجہالتہ اذلا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اُس کا بسبب اُسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پھیلتا ہے اُسکی مقدار معلوم نہین **م مسیل** سے یا رتبہ اسیل مراد ہی یعنی وہ مکان جس مین پانی بہتا ہے چنانچہ سرپا سطح یعنے چھت اور طریق سے یا رتبہ طریق مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہے لہذا اُس کی بیع اور ہبہ جائز نہین اور رتبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اُسکی حدود مذکور نہ ہون تو اُسکی بیع اور ہبہ جائز ہے یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر مسیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعلی ہی جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہے اسکے بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور عین باتی سے متعلق ہی یہ اس صورت مین ہی جب من حیث المسیل اعتبار ہوا اور اُس کا طول اور عرض نہ بیان ہوا اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجئے تو وہ زمین مملوک ہی اور اسکی بیع جائز ہے چنانچہ سرخسی نے ذکر کیا ہے یا من حیث المسیل اعتبار کیجئے لیکن اُسکے حدود مذکور ہون تو بھی اُسکی بیع جائز ہے بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیہ للحسن الچلپی **وصح بیع حق مرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا وحده فی روایۃ** وہ اختارہ المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححہ ابو اللیث رح اور صحیح ہے بیع حق مرور یعنے راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہے اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اُسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہے م حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اُسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اُس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح ہی کذا فی الطحطاوی **وکذا بیع الشرب** وظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیہ وشرح وہبانیہ وتحقیقہ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کیساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہے اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہے اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہے کذا فی المنح اور ظاہر الروایۃ مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین **لا بیع حق تسییل وہبتہ** سواء کان علی الارض کبناء محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلی وقد مر بطلانہ صحیح نہین بیع حق تسئیل کی اور ہبہ اُسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اُس کے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت پر ہو اس واسطے کہ وہ حق تعلی ہے اور اُس کے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی **و لا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا نیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وعدہ البرجندی سبعۃ فاذا لم یبینا فالعقد فاسد** ابن کمال رح اور صحیح نہین بیع اُس ثمن سے جو مؤجل ہے نوروز تک نوروز پہلا دن ہے فصل ربیع کا جس مین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہ نوروز سلطان ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہے جس مین آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نہ کی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقد فاسد ہے کذا صرح ابن کمال رح یعنے بسبب مجہول ہونے مدت کے **والمہرجان وہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان** اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے م مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہے نوروز کے مانند لہذا بیع صحیح نہین

Marfat.com

وصوم النصاری وفطرہم وفطر الیہود وصومہم فاکتفاء بذکر احدہما سراج اور نصاری کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیون کے روزہ
نرکھنے اور رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہین مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیون کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یدر المتعاقدان
نیروز وما بعدہ فلو عرفاہ جاز بیع اُس وقت صحیح نہین جبکہ متعاقدین نوروز اور اُسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہون اور اگر دونون اوقات مذکورہ کو
جانتے ہون علی التحقیق تو بیع جائز ہی یعنے اسواسطے کہ اب جہالت کی مدت باقی نرہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومہم للعلم بہ وہو خمسون یوما
بخلاف نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا اُنکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہی بسبب اُسکے معلوم ہونے کے اور وہ یعنی صوم نصاری
کی مدت پچاس دن ہین م درمین تمرتاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہین اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی مین پچپن ۵۵ دن کی اور
قہستانی مین سینتیس ۳۷ دن مسطور ہین ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانہا تتقدم وتتاخر
اور صحیح نہین بیع حاجیون کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنے کھلیان مانڈنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ امور مذکورہ
مین تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنہا ای عن ہذہ الآجال اثم اجل الثمن الدین اما تاجیل المبیع
او الثمن العین فمفسد ولو الی معلوم شمنی الیہا صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنے بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ مین
مقرر کی تو اس طرح مدت ٹھہرانا صحیح ہی اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہی اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی م ثمن دین کی اس
طرح تاجیل صحیح ہی بقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہی اور تاجیل بعد بیع تبرع ہی تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہی
جو صلب عقد مین واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی ہذہ الاوقات لان الجہالۃ الیسیرۃ متحملۃ فی الدین والکفالۃ لا الفاحشۃ چنانچہ ضامن ہونا
ان اوقات تک صحیح ہی اس واسطے کہ کمتر جہالت دین اور ضمانت مین محتمل ہی نہ جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور قدوم غائب او اسقط
المشتری الاجل فی الصور المذکورۃ قبل حلولہ وقبل فسخہ وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اتفاقا
ابن کمال وابن ملک کجہالۃ فاحشۃ کہبوب ریح ومجیء مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے امثلہ مذکورہ
مین قبل آنے مدت کے اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہان تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاوین قبل اسقاط مدت کے تو فساد
بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز نہوگا باتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور مینھ برسنے
کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائہما ای
وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیرہ ای غیر المحرم ببیع صیدہ یعنے صح ذلک عند الامام مع اشد کراہۃ کما صح امر لان العاقد یتصرف باہلیتہ
وانتقال الملک الی الآمر امر حکمی وقالا لا یصح وہو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرہان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنے وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب
یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنے یہ توکیل اور بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہی
نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہی اسواسطے کہ عاقد یعنے ذمی وکیل پہلی صورت مین اور غیر محرم وکیل دوسری صورت
مین تصرف کرتا ہی بیع اور شرا مین اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہی اور صاحبین رح نے کہا کہ
بیع مذکور صحیح نہین یعنے باطل ہی اور یہی قول ظاہر تر ہی کذا فی الشرنبلالیۃ عن البرہان م جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا اشد کراہت کے
ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہی کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اُسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور درصورت بیع اُسکے ثمن
کو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی النیروز اور صحیح نہین یعنی فاسد ہی بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بیع بشرط عطف

Marfat.com

ہو نیروز پر م بلکہ معطوف علیہ البیع الی النیروز ہی نہ لفظ نیروز کما لا یخفی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہی کہ حدیث مرفوع مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی کذا فی الطحطاوی یعنے الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدہما وفیہ نفع لمبیع وہو من اہل الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ لم یکن مفسدا کما سیجیء مصنف رح نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکھا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جسکو عقد بیع مقتضی نہین اور نہ اُسکے مناسب ہی اور اُسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اُسمین فائدہ ہی اُس مبیع کا جو اہل ہی استحقاق منفعت کا اس طرح پر کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہو تو یہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اُسکا ذکر آویگا م جو شرط عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہی اور جو شرط عقد سے واجب نہین اُسکو عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہی جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے بر خلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع و مشتری کی مضرت نہو جیسے کپڑا بیچنا اس شرط پر کہ مشتری اُسکو نہ بیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط ہی جسمین نہ نفع ہی نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اُسکے کھانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ ولم یرد الشرع بجوازہ اما لو جری العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اسکا رواج نہ جاری ہو اور شرع مین اُسکا جائز ہونا نہ وارد ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنے شراک لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعہ البائع ویخیطہ قباء مثال لما لا یقتضیہ العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اُسکی قبا سی دے یہ مثال ہی اُس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین اور اُس مین فائدہ ہے مشتری کا م اور از انجملہ یہ شرط ہی کہ باغ کی بیع مین بائع اُسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنادے یا زمین کی بیع مین یہ شرط کرے کہ بائع اُسمین مسجد بنادے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اُسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی او یستخدمہ مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال شہرا لما مر ان الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام دُرر یا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہی اس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہی کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اُسمین استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدرر او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد قبضہ ولزم الثمن عندہ والا لا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہی اگر اعتاق بعد اسکے قبضے کے واقع ہو اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدہا او لا یخرج القن عن ملکہ مثال لما فیہ نفع للمبیع یستحقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو حرم بنادے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق عتق وغیرہ کے خارج نہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہے جسمین نفع ہے اس مبیع کا جو مستحق ہی نفع کا م اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہی اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہی اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہ آتا ہی کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع المشتری کذا فالاظہر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہی اُس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہی جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی نہین اور اُس مین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص اجنبی ہی یا بائع یا مشتری

Marfat.com

اسکو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہی اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اُسکو ذکر کیا ہی اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا
ہی کشرط ان لا یبیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابۃ والمبیعۃ فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے یہ شرط کرنا کہ بیع جانور کو
مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی ہی کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی
مین منحصر ہی او لا یقتضیہ لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہی عقد کے جیسے
رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کذا صرح ابن ملک م یعنی بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس
رہن رکھ یا اُس شخص کو ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہی ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بہ تسمیہ تو اگر مسمی اور مشار الیہ
نہو تو جائز نہین مگر جب کہ دونون اُسکی تعیین مین مجلس عقد کے اندر راضی ہوجاوین اور قبل تفرق مشتری اُسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین
تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کردین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت
قبول نکرے تو جائز نہین او جری العرف بہ کبیع نعل ای صرم سماہ باسم ما یؤول الیہ عینی علی ان یحذہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وہو السیر ومثلہ
تسمیر القبقاب استحسانا للتعامل بلا تکسیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اُسپر دوال لگاوے
اور اُسی کے مانند کیلین جڑنا ہی کھڑاون کا اس شرط سے بیع صحیح ہی بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے
کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہی سیر سے بفتح سین مہملہ وسکون یاے تحتانیہ یعنی وہ دوال اور تسمہ جو نعلین مین پشت
قدم پر رہتا ہی م صرم بفتح صاد معرب ہی چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان ابطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقتہ کخیار الشرط
اشباہ من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی۔ یعنے شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اُسوقت ہی جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق
ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہی مگر اس مثال مین کہ مین نے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہو اور اُسکی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط
کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عبر ابن کمال باذن بائعہ صریحا او دلالۃ
بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور واجب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اُسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال
کے اس طرح کہ مشتری اُسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجاے رضاے بائع اذن بائع مذکور ہی م ابن کمال نے
اذن ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضاے بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی اور امر بائع شامل ہی بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ
اس سے ملک ثابت ہوتی ہی باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کے مانند بجاے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن
ابی السعود فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل فقدم مع حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی
اور اُسکا حکم پہلے مذکور ہوچکا م بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہوچکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اُسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اُسپر
تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتوی ہی وحینئذ فلا حاجۃ بقول الہدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال کما افادہ
ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا کما مر حقق اخراجہ بذلک قنیۃ اور اُسوقت مین یعنی جبکہ بیع باطل بیع
فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نرہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے دونون
عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اُسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب دیا ہی اس طرح کہ جب فاسد شامل
ہے باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہوچکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہوگیا خبردار رہنا

Marfat.com

م حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی افراد سے وہ ہے جو اس قید سے بھی خارج نہین ہوتی یعنے بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ
یہ بیع باطل ہے باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے
مملوک ہوتی ہے اور حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ینہہ البائع عنہ ولم یکن فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار
شرط نہو م نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضائے بائع مغنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہے اسواسطے کہ درصورت خیار
الشرط کے قبض سے ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار الشرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولی نہوگی بلکہ یعنے بیع فاسد
مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا م یعنی اسکی ذات کا مالک ہوگا علمائے بلخ کے نزدیک اسواسطے
کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر اسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبراء واجب
ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو استبراء واجب نہوتا اور علمائے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل
وفی شراء الاب من مالہ لطفلہ او بیعہ لہ کذلک فاسدا لا یملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنے والے کی
بیع مین اور باپ کے خرید کرنے مین اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسی طرح اپنی اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون
استعمال کے م بحر الرائق مین یہ مسئلہ محیط سے باین عبارت منقول ہے باع عبدا من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبدا لنفسہ من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک
حتی یقبضہ ویستعملہ انتہی یعنی باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک
ثابت نہوگی تا وقتیکہ اس پر قبضہ نکرے اور استعمال مین نہ لاوے اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہے تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال
سے اور جبکہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہوگا مگر جبکہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفلہ فاسدا وشرائہ لنفسہ
من مال طفلہ کذلک لا یملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لا یملکہ بہ اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض
ہے مشتری کے ہاتھ مین وہ امانت ہے مشتری اس قبض سے اسکا مالک نہوگا م یہ قول اسپر مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے
کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمع تفاریق مین ہے کہ
ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا ملکہ ثبتت کل احکام الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطیہا ولا ان یتزوجہا منہ البائع ولا شفعۃ
لجارہ لو عقارا اشباہ اور جبکہ مبیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سوائے پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اسکا کھانا
اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہین اسکے پڑوسی کو
اگر مبیع زمین ہو کذا فی الاشباہ م مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اسپر فسخ بیع واجب ہے تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہے
فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے
وفی الجوہرۃ وشرح المجمع ولا شفعۃ بہا فہی سادسۃ اور جوہرہ اور شرح مجمع مین ہے کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی
یعنے اگر زمین یہ بیع فاسد خرید کی اور اسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بحق شفعہ نہین لے سکتا بمثلہ ان مثلیا
والا بقیمتہ یعنے ان بعد ہلاکہ او تعذر ردہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کالمغصوب مشتری قبض سے مالک ہوگا مبیع کا مثل
دیکر اگر مبیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی قیمت تھی اس واسطے کہ
بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف رح کی یہ ہے

Marfat.com

کہ مبیع کے ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی م اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے رد علین واجب ہی نہ قیمت کذا فی النہر والقول فیہا للمشتری لانکارالزیادۃ اور قیمت مین مشتری کا قول معتبر ہی بواسطہ انکار زیادت یعنی مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہی اور معتبر قول منکر ہی ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہی ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض بیع کے اور یہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکرابن ملک م بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا امتناعا عنہ مفعول لہ ہوتا اعداما کے مانند کذا فی الطحطاوی اوبعدہ مادام المبیع بحالہ جوہرہ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا جریا بعد قبض فسخ واجب ہی جب تک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ مین ہی یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہی سواسطے کہ بیع فاسد گناہ ہی تو اسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر م اور اگر مبیع مین کچھ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا ولذا لایشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لایحتاج للقضاء درر اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہی لہذا فسخ کرنے مین حکم قاضی شرط نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہی وہ حکم قاضی کی محتاج نہین کذا فی الدرر فاذا اصر احدہما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبر اعلیہما حقا للشرع بزازیہ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اسکو فسخ کردینا بیع فاسد کا دونون پر زبردستی کرکے جائز ہی حق شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کہتا اس واسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہی اسواسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہی نہ عکس اسکا وکل مبیع فاسد رده المشتری علی بائعہ ہبۃ او صدقۃ او بیع او لوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب وقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبری المشتری من ضمانہ قنیۃ اور جس مبیع فاسد کو پھیر دے مشتری اسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب واقع ہو مبیع اسکے بائع کے ہاتھ مین تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیۃ م اگرچہ یہ متارکہ بیع ہی لیکن ظاہر ابدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا واصل ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ مستحقہ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جبکہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر اسکی طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہی م اگر مشتری نے مبیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور اسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت متحقہ سے پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنے مشتری کے ہاتھ سے نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کیے جنمین بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہی فان باع المشتری المشتری الفاسد بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا وبخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے مبیع فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور پر بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اسکے بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کرچکا یعنی مصنف کے اس قول مین کل مبیع فاسد الخ وفسادہ بغیر الاکراہ فلو یقبض کل تصرفات المشتری اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراہ کے ہی اور اگر فساد اسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے مفوض اور جائز ہونگے اودیعہ وسلم اوعتقہ اوکاتبہ اواستولد ہا ولو لم تحبل ردہا مع عقرہا اتفاقا سراج یا مشتری نے مبیع ہبہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کروادیا یہ غلام کو آزاد کردیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا اور اگر وہ حاملہ ہوگئی ہو تو اسکو پھیر دے اسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل یعتق البائع بامرہ وکل الوامرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری قابضا اقتضاء فقد ملک المامور بلا یملکہ الآمر آزاد کیا غلام کو بعد اسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے یعنے بسبب عدم ملک کے

Marfat.com

بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس طرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بالطریق اقتضا کے اور یہ عجیب بات ہی کہ البتہ شخص امور مالک ہوا اسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہین ومافی الخانیۃ علی خلاف ہذا مار وایۃ او غلط من الکاتب کما بسطہ العمادی اور جو خانیہ مین برعکس اسکے قول ہی یا دوسری روایت ہی یا اغلاط کاتب سے ہی چنانچہ عمادی نے اسکو مشرح بیان کیا ہی ۱۲ خانیہ مین ہی کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اسکی طرف سے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنح اووقفہ وقفا صحیحا لانہ استہلکہ حین وقفہ وخرجہ عن ملکہ ومافی جامع الفصولین علی خلاف ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو مستہلک کیا جبکہ اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہین سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مفصل بیان کیا ہی ۱۲ جامع الفصولین مین یہ ہی کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تا وقتیکہ عمارت بنادے انتہی نہر الفائق مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہی اور یہ بہتر ہی تغلیط سے اور بحر الرائق مین اسکو عدم تسلیم قاضی پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی اور ہبہ او اوصی او تصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا مبیع فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق العبد کے اس سے مگر چار صورت مین جو اشباہ مین مذکور ہین م اشباہ مین ہی کہ عقد فاسد تعلق حق العبد سے لازم ہو جاتا ہی اور فساد مرتفع ہو جاتا ہی مگر چند مسائل مین اجارۂ فاسد یا پھر متاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اسکا توڑنا جائز ہی ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اسکا توڑنا درست ہی مشتری نے مبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہی اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری مین ہی تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہین اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہی اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آیندہ قول مین موجود ہی کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ ونکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوائے اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب ہے نفاذ بیع فاسد کا م اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہی عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہی اور نکاح مین اخراج عن الملک نہین وہل یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم ولوالجیۃ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہو جاتا ہی اسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہی کہ ہان باطل ہو جاتا ہی کذا فی الولوالجیۃ م یہان گفتگو اسمین ہی کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہی جمیع مسائل سابقہ مین اور کلام ولوالجی قبل از قبض مین مفروض ہی تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا ومتی زال المانع کرجوع ہبۃ وعجز مکاتب وفک رہن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہو جاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائے قیمت کا حکم نہ کیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ اب ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہین دلا یبطل حق الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث بہ یفتی اور حق فسخ باطل نہین ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ ہوگا فسخ کرنے مین اسی کا فتوی ہی ولبعد الفسخ لا یاخذہ الا بہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف مالہ شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا

Marfat.com

تلیس للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ کا جارۃ درہن وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع اُسکا بائع نہ لے تاوقتیکہ اُس کا ثمن منقود پھیر دے ثمن منقود سے ثمن مقبوض مراد ہی تا غیر نقدین کو بھی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہین مانند اجارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی مین مذکور ہی ہم شرح زیلعی مین ہی کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہین بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر اجارہ فاسدہ بدین سابقہ ہو پھر موجر اجارہ فسخ کرے تو متاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہین بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہی رہن فاسد کا بدین سابق انتہی قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہی کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز ہی اور اسی طرح متاجر کو حبس جائز ہی جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول عقد صحیح غلط ہی بلکہ یون کہنا تھا بخلاف عقد ہا الصحیح کذا فی الطحطاوی ملخصًا اور اسی طرح نہر الفائق مین ہی فان مات احدہما او الموجر او المستقرض او المرتہن فاسدا یعنی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری ونحوہ احق بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حق حبسہ حتی یاخذ مالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مرجاے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مرجاے اور متاجر اور مقرض اور مرتہن زیادہ تر حق دار رہین باقی ارباب دیون سے بلکہ حق ہین قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس عین کا حق ہی یہانتک کہ اپنا مال لیوے بعد الفسخ نص علی المتوہم ہی اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہی بطریق اولی عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہی کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری احق بالمبیع ہی تا استیفاے ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہی بائع کی حیات مین اسی طرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسدہ یا اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد دیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اسکو اجارے کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تاوقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شی مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہی باقی غریمون سے کذا فی الطحطاوی فیاخذ المشتری دراہم الثمن بعینہا لو قائمۃ ومثلہا لو ہالکۃ بناء علی تعین الدراہم فی البیع الفاسد وہو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہون اور اُنکے مانند اور دراہم کو لے گا اگر وہ موجود نہون بنا بر معین ہونے دراہم کے بیع فاسد مین اور یہی قول تعین کا اصح ہی ہم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد مین دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہی تو اس سے یہ لازم آتا ہی کہ بائع کو منفعت ثمن کی حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہین کیونکہ علت حرمت کی یہان تعین مال ہی تو جب ثمن بھی مبیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہی نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول مین تصرف کرکے دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایۃ الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لا یضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہی کہ بائع کو جو حلال ہوا ہی وہ فائدہ جو اسکو ثمن مین حاصل ہوا ہی وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہی قول اصح کے مبنی نہین بلکہ علت بھی دوسرے قول اصح پر مبتنی ہی اسواسطے کہ عقد ثانی ثمن مین غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہین اور عقد اول مین ثمن کا متعین ہونا مضر نہین چنانچہ اسکو علامہ سعدی آفندی نے بیان کیا ہی ہم خلاصہ جواب یہ ہی کہ بائع کے واسطے نفع اسلیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہی ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی مین غیر متعین ہی اور صورت مسئلہ جامع صغیر مین امام اعظم سے یون مروی ہی کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خرید کی اور دونون مین تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض مین امام نے فرمایا کہ جس نے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جس نے دراہم قبض کیے اسکو نفع حلال ہی انتہی ہوا سے مشتری کو نفع حلال نہوا

Marfat.com

کہ عقد متعلق بمال متعین یعنے جاریہ ہی تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہین بلکہ اسکا متعلق ذمہ پر واجب ہے تو خبث اسمین متمکن نہوا تو اسکا تصدق واجب نہوا یہ حکم ہی اُس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو جنانچہ مغصوب اور امانات مین جبکہ اسمین امانت دار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونون کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جبکہ عرض یا نقد مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہی یعنی اگرچہ دونون نے ضمان ادا کیا ہو اور علت خبث نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہی جب تک مبیع مقابضہ نہو کیونکہ اسمین دونون کو نفع حلال نہین چنانچہ عقد صرف مین دونون کو نفع حلال ہے کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ربح فی مبیع تعین بتعیین بان باعہ بازید لتعلق العقد بعینہ فیکون الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہین مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع سے جو متعین ہو تعیین سے اس طرح پر کہ مبیع مذکور کو زیادہ ترثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع مین تو اسکو تصدق کرے م طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول مین منحصر ہی اور اگر مبیع بیچکر اُسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی مین کما طاب ربح مال دعاہ علی آخر فصدقہ علی ذلک فقضی ای اوفاہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقہما ان لم یکن علیہ شئی لان بدل المستحق مملوک لمکافاسدا و الخبث لفساد الملک انما یعمل فیما تعین لا فیما لا تعین چنانچہ حلال ہی نفع اس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس کی تصدیق کی پھر اُسنے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اسواسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہی بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہی نہ غیر متعین مین م مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جبکہ نقدین کا دعوی کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعین ہی نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو انکو ادا کرکے ادا کیے پھر دونون نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اسکو حلال ہی اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا مدعی کو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پھر جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوے مستحق سے مراد یہان دین ہی اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی الطحطاوی و اما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو و ابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہی چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونون مین عمل کرتا ہی چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہی و قال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یطلقہ اصلا و قواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہی م نہر الفائق مین کہا کہ فقہا نے کتاب الاقرار مین تصریح کی ہی کہ اگر مقرلہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہی اپنے اقرار مین تو اسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہی نہ ابو یوسف کے نزدیک تو اسوقت مین اُسکو نفع حلال نہوگا اور یہان کلام ظن مدعی پر محمول ہی یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہی پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونون کا دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہی اُسکو غور کرے انتہی و یطیب الحرام لو دخل بامان و اخذ مال حربی بلا رضاہ و اخرجہ الینا ملکہ و صح بیعہ لکن لا یطیب لہ و للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ و یطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب مین ہی کہ حرام انتقال کرتا ہی ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لے کر داخل ہو اور حربی کا مال بدون اُسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کیطرف نکال لاوے تو اُسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک مین خبث ہی دغا کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور نہ اُسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اُسکے عقد کے فساد کے سبب سے اور جس نے اس سے خرید کیا اُسکو حلال ہی بسبب اسکی صحت عقد کے م جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہی تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوبکی

Marfat.com

خریداری حرام ہے مگر یہ کہ غارت گر اور غاصب اُسکی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کردے تو اب اسکو مول لینا درست ہی کذا فی الطحطاوی فی خطر الاشباہ
الحرمۃ متعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الخطر مین ہی کہ حرمت متعدد ہوتی ہی اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق مین نہین ہم
اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ مین بھی متحقق ہوتی ہے سوائے وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق مین
وہ مال حلال ہی وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وشحقہ ثمہ اور ظہیریہ مین علت وارث کو باین قید مقید کیا ہی کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور
ہم اسکی تحقیق کریگے اُسکے مقام مین ہم یعنے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصون کا مال بسرقہ یا غصب یا رشوت لیا ہی تو اسپر واجب ہی کہ انکو یا انکے
وارثون کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیرے گا تو وارث پر وہ مال حرام ہی مجتبیٰ مین ہی کہ مورث مرگیا اور کسب اُسکا حرام ہی تو میراث حلال ہی پھر اُسنے
کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین بلکہ میراث وارثون پر مطلقاً حرام ہی انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ
ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف بنی او غرس فیہا اشتراہ فاسدا شرع فیہا بقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من
القولیۃ یلزمہ قیمتہا وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اُس مین جسکو فاسد خرید کیا تو اسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہوگیا اور
فسخ ممتنع ہوگیا شارح کہتا ہی یہ شروع ہی اُن مسائل مین جنمین حق استرداد قطع ہو جاتا ہی افعال حسیہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنے
اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اُسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہا ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے
اور درختون کو اکھاڑے اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا یہ جو امام کی دلیل ہی امتناع فسخ مین
کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہی سو ممنوع ہی اسواسطے کہ اجارہ مین اگر درخت لگادے تو بالاتفاق قطع واجب ہی تو ظاہر ہوا کہ بنا اور
غرس گاہے دوام کے واسطے ہوتا ہی اور گاہے نہین وتعقبہ فی النہر لحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہی یعنے رفع کیا ہی نہر الفائق
مین بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہی اس سے دوام مقصود
ہوتا ہی بخلاف اجارہ کے کیونکہ اسمین تسلیط نہین تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہی انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اسوقت مسلم ہو جبکہ بائع کے
حق کے سبب سے فسخ ہو تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہی کہ اُسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہی تو اب کچھ
فرق نہ رہا مبیع اور اجارہ مین وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن ونجارۃ علقت منہ اور اسی طرح الغ فسخ ہی ہر ایک وہ
زیادتی جو مبیع سے متصل ہی اور اس سے پیدا نہین ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے مین اور پیسنا گیہون کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حامل
ہوگئی مشتری سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہی بنظر مرد کی منی کے فلو متصلۃ کولد او متولدۃ کسمن فلہ الفسخ ولیغرمہا باستہلاکہا سوے منفصلۃ
غیر متولدۃ جو ہرہ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنے غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے فربہی تو اسکو فسخ کا اختیار ہی اور اُسکا تاوان دے اُسکے
استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرۃ ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہی کہ چارون قسم کی زیادتی مین سے فقط متصل
غیر متولد زیادتی مین فسخ ممتنع ہی اور مشتری پر قیمت واجب ہی نہ باقی مین ودخل جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او آفۃ
سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع او رجامع الفصولین مین ہی کہ اگر مبیع ناقص ہوگئی مشتری کے
ہاتھ مین مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتھ یعنے بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے
لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہی یعنے چاہے مشتری سے نقصان کا
مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول لا اذا تبایعا وہما یمشیان فلا باس بہ تعلیل النہی بالاخلال بالسعی

Marfat.com

فاذا انتفے انتفی اور مکروہ تحریمی ہے صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعے کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی ام قرآن مجید مین منصوص ہی کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہی اگر بعد ازان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوکہ چلنے کی حالت مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہکذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہی یعنی اسواسطے کہ منصوص معلل نہین کذا فی الطحطاوی وقد خص منہ من لا جمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہی اس سے بیع اسکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہی یعنے عورتین اور مسافر اور بیمارون کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ انپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفتحتین وسکون ان یزید ولا یرید الشراء او یمدحہ لیس فیہ لیروجہ اور مکروہ ہی لاڑیاپن نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑھاوے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہین تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین وجبری فی النکاح وغیرہ اور لاڑیاپن نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہی ہم یعنے حرمت لاڑلیپن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی لا تناجشوا یعنے لاڑیاپن نکرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی تم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاء الخداع عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہی اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہوا ور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خریدثمن کا زیادہ کر دینا بقدر قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت مین بائع کا فائدہ ہی اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین لہذا مکروہ نہین والسوم علی سوم غیرہ دلوذمیا او مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو ہم صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکا دے مرد اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التبیین اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہی تو مسلم مراد ہی نہ ذمی او مستامن اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا و ذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہی کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفیر ہی وہذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المہر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قد حاد حلسا ہبیع من یزید اور یہ یعنے کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہی بمقدار ثمن پر یا مہر پر درصورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین ہو اسلے کہ یہ بیع من یزید ہی اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ہم عنایہ مین ہی کہ اتفاق ثمن کی صورت ہی کہ دو شخص مول چکا دین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہی لیکن مکروہ ہی کیونکہ اسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہی تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کی طرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہی نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہ ہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہین انتہی اور جامع ترمذی مین انس رضؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا تو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اسنے کہا کیون نہین ایک کمل ہی جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہی جسمین پانی پیتا ہون فرمایا کہ انکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا مین انکو بعوض ایک درم کے خرید کرتا ہون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دو درم کو لیتا ہون سو حضرتؐ نے دونون چیزین اسکو دین اور دونون درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل و عیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی مول

Marfat.com

پاس خرید کر لایا وہ لایا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسمین اپنے دست مبارک سے بینٹ ڈالا پھر فرمایا کہ جالکڑیان لایا کر اور بیچا کر اور مین تجھکو پندرہ دن نہ دیکھون اُسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اسکو دس درم حاصل ہوے سو اُسنے کچھ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہی تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیرے منھ مین ہی قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی م یہ حدیث جواز نیلام کی جو افضل ہندین مشہور ہی اصل ہے **وتلقی الجلب** یعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہی اناج کی بھرنی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ہی م تلقی جلب کی صورت اسپیجابی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہی اور اہل شہر قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلے مین جا کر ملا اور اُنسے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین آکر اسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر مین آتا تو اہل شہر کو گنجائش ہوتی درصورت قحط تلقی جلب مکروہ ہی اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہوتا ہو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہ ہی کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرلے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو یہ خرید جائز ہی لیکن مکروہ ہی بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر رہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وہذا **اذا کان یضر باہل البلدۃ او یلبس السعر علی** الواردین لعدم علمھم فیہ فیکرہ للضرر والغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اُسوقت ہی جبکہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والون پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب انکی لاعلمی کے تو مکروہ ہی بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دھوکا دینے کے دوسری صورت مین **اما اذا انتفیا فلا یکرہ** اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون تو تلقی جلب مکروہ نہین **ویکرہ بیع الحاضر للبادی** اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کر کے نہ بیچے صحیح مسلم وغیرہ مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نکرے اور چھوڑو لوگون کو تا اللہ تعالے روزی دے بعضے آدمیون کو بعضون سے **وہذا فی حالۃ قحط وعوز والا لا لانعدام الضرر** اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہی اور اگر قحط نہو شخص بیرونی کا مال بیچدینا بطریق دلالی کے مکروہ نہین بسبب منعدم ہونے ضرر کے م یعنی قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج پیچھے لایا اور شہر والے نے اس سے کہا کہ تو بیع مین جلدی نکر مین تجھکو گران بیچ دونگا تو اسواسطے مکروہ ہی کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہی بخلاف فراخ سالی کے **قیل الحاضر المالک والبادی المشتری فی الاصح کما فی المجتبی انہما السمسار والبائع لموافقۃ** آخر الحدیث وعوام الناس یرزق اللہ لبعضھم من بعض ولذا عدی باللام بمن بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہی اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر چنانچہ مجتبی مین یہ ہی کہ حاضر سے مراد دلال ہی اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑو لوگون کو تا اللہ روزی دے بعضونکو بعضون سے اور اسپر واسطے بیع کا تعدیہ لام سے ہوا نہ من سے م یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی سنن ابوداؤد مین **لا یکرہ بیع من یزید لما مر ویسمی بیع المرابحۃ** نہین بیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین بیالہ اور کمل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع الدلالہ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہے لہذا کہتا ہی کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ دیتا ہی **ولا یفرق** بین ذی رحم محرم منہ ای محرم من جہۃ الارضاع کابن عم ہو اخ رضاعا فاھم اور جدائی نہ کیجاوے صغیر غیر بالغ اور اسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم ہو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت سے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو بوجہ لے شارح کہتا ہی مصنف نے نہی تفریق کو نہی تحریم کیا مبالغے کو اسطے منع بیع مین بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ یہ بیع فاسد ہی ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو م نفی مین مبالغہ منع کیا ہو اسطے کہ تفریق کو محال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہی جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے مراہق یعنی قریب البلوغ بھی صغیر مین داخل رہا **الا اذا کان التفریق باعتاق** وتوابعہ ولو علی مال او بیع ممن حلف بعتقہ او کان المالک کافرا لعدم تخاطبہ بالشرائع

Marfat.com

او متعدد اولو الآخر لطفلہ او مکاتبہ فلا باس بہ او تعدد محارمہ فلہ بیع ما سوی واحد غیر الاقرب فالابوین الملحق بہما فی الاصح کما یجب کہ تفریق بسبب اعتاق اور اسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اُس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسنے غلام مبیع کے آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہین یا مالک متعدد ہون اور اگر دو سر غلام اسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق مین کچھ مضائقہ نہین یا غلام کے محارم چند ہون تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہی سوائے ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہی کذا فی الفتح اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کی بیع جائز ہی نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہی او بحق مستحق کخروجہ مستحقا یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا مستحق نکلنا یعنے زید کے پاس دو غلام محرم ہین اور ایک غلام اُسمین دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہین وکذا دفع احدہما بالجنایۃ وبیعہ بالدین او باتلاف مال الغیر ورہ بعیب لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لافی الضرر بالغیر اور چنانچہ دینا دو مین سے ایک غلام کو بسبب اسکے ارتکاب جنایت کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق جائز ہی اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اُسکے محرم مین منع ہی تو بنظر دفع ضرر غیر کے ہی صغیر سے نہ غیر کے ضرر مین م یعنی منظور شرع یہ ہی کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اُسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہین کہ غیر کو یعنے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہو تو درصورت جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت مین قرضخواہون کو قیمت دینی پڑے اور تیسرے صورت مین عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف الکبیرین والزوجین فلا باس بہ خلافا لاحمد فالمستثنی احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمین کچھ ممانعت نہین برخلاف امام احمد بن حنبل رح کے مذہب کے تو مستثنے گیارہ ہین م یعنی صغیر اور اسکے محرم نسبی مین تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہین مگر گیارہ صورتون مین جائز ہی ۱ اعتاق ۲ توابع اعتاق ۳ اُسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جبکہ مالک متعدد ہون ۶ جبکہ صغیر کے محارم کلی شخص ہون ۷ جبکہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت مین ۹ بیچنا غلام مدیون کے دین مین ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر مین ۱۱ پھیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق مین بارھوین صورت یہ زیادہ کی ہی جبکہ صغیر قریب البلوغ ہوا اور اسکی ماں اسکی بیع سے راضی ہو وکما یکرہ التفریق بالبیع وغیرہ من اسباب الملک کصدقۃ ووصیۃ یکرہ بشراء الامن حربی ابن ملک ویقسم فی المیراث والغنائم جوہرہ اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اُسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید مکروہ نہین کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم مین قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرۃ م ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم جنمین ایک صغیر ہی چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہونچتا ہی تو واجب ہی کہ دونون غلامون کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونون بھائی انکا ثمن قسمت کر لیں اور اسیطرح غنیمت کے قاسم اور غازی مین تفریق حرام ہی کیونکہ غازی بمنزلہ مشتری کے ہی کذا فی الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہی بعد ذکر وقوع مکروہ کے واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منہما ایضا بحر وغیرہ لوفع الاثم مجمع اور معلوم کرکہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہی یعنے جیسے فاسد کا فسخ واجب ہی ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہی کذا فی البحر وغیرہ لسبب دور کر ڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیہ صح شراء کافر مسلما ومصحفا مع الاجبار علی اخراجہما عن ملکہ وبیعہ فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجمع مین یہی روایت ہی کہ ہم صحیح کہتے ہین شراء کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجبار کے ساتھ اور یہ مسئلہ متفرقات مین آویگا واللہ تعالی اعلم یعنی اگر کافر مسلمان غلام یا مصحف کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہی باطل یا فاسد نہین لیکن کافر مجبور کیا جائیگا کہ انکو اپنی ملک مین نہ رکھے نا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہی واللہ اعلم باصواب فصل فی الفضولی یہ فصل ہی بیع فضولی کے احکام مین م فضولی نسبت ہی فضول کی طرف جمع ہی فضل بمعنے زیادت کے چنانچہ انصاری اور علی مناسبۃ ظاہرۃ مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہی کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شے پر موقوف ہی یعنی فاسد مین قبض پر اور موقوف مین اجازت پر کذا فی الجلبی وذکرہ فی الکنز

Marfat.com

بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کنز مین بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہی اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتون مین سے ہی م وجہ اسکی یہ ہی کہ مستحق دعوی کے وقت یہ کہتا ہی کہ یہ مبیع میری ملک ہی اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اُسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہی کہ مبیع غیر کا حق ہی ہو من یشتغل بما لا یعنیہ فالقائل لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیہ الکفر فتح یعنی فضولی لغت مین اسکو کہتے ہین جو مشغول ہو بیفائدہ کام مین تو جس نے کہا اُس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہی کہ تو فضولی ہی تو اُسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر بالمعروف شرعاً واجب ہی اور فاعل کو مفید ہی تو اُسکو فضولی کہنا ظاہراً نفی وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوئی اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہین ہوتی و اصطلاحاً **من تصرف فی حق غیرہ** بمنزلۃ الجنس **بغیر اذن** شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل و وصی اور اصطلاح فقہ مین فضولی وہ ہی جو اپنے غیر کے حق مین تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہی تو اسمین وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہین اور بغیر اذن شرعی فصل ہی جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے **کل تصرف صدر منہ** تملیکا کان کبیع و تزویج او اسقاطا کطلاق واعتاق **ولہ مجیز** ای لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ **حال وقوعہ العقد موقوفا** جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اسکا مجیز ہی یعنے اُس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہی جو قادر ہی اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت مین تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر م یعنی اگر مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اُسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اُسکی زوجہ کو طلاق دی یا اُسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھیگا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا **وما لا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا** بیانہ صبی باع مثلا ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجاز بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازہ بنفسہ لم یجز لانہ وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل ما لم یقل اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہین حالت عقد مین تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اُسنے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اُسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اُسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنے صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نرکھتا تھا اور اُسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یون نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اُسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہی م ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ غیر کی ملک مین متصرف نہین لیکن چونکہ اُسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اُسکو فضولی قرار دیا **وقف بیع مال الغیر** ان الغیر بالغا عاقلا فلو صغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر معزیا للحاوی اور غیر کے مال کی بیع متوقف ہی اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر مین ہے حاوی سے نقل کرکے وہذا ان باعہ علی انہ لمالکہ اور یہ یعنے توقف بیع اس صورت مین ہی اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہی یعنے بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہی تو فقط اسی شرط سے ہی اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط الخیار فیہ لمالکہ المکلف او باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک بہ فالبیع باطل اور اگر اسکو بیچا اس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہی یا اسکو بیچا اپنی ذات سے یعنے خود خرید کیا یا اُسمین اُسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب کی بعوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہے م ابو سعود نے حاشیۂ اشباہ مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اُس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اس واسطے کہ فائدہ

Marfat.com

بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہی سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین مین حاصل ہی لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اُسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبون نے
دو شخصون کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہی اور ظاہر امیی حکم ہی دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا تو غصب
کی کچھ قید نہین اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود معاوضات مین
متعین نہین کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعہ موقوف الا فی ہذہ الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہی کہ فضولی کی بیع موقوف ہی مگر ان پانچ صورتون مین
باطل ہے م چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہی قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری
صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کریگا تو مشتری یعنے فضولی پر
نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی م جب فضولی پر خرید نافذ
ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہی نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور
ثمن اس سے لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ہذا العبد لفلان فقال
البائع بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرہا یہ یعنے خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہی جبکہ اُسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب کیا ہو تو اگر غیر کیطرف
نسبت کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ مین نے اسکے ہاتھ بیچا تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی
کذا فی البزازیۃ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہی کذا فی البحر والاشباہ
عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہی کہ فضولی غاصب ہی مبیع کا م حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہی طحطاوی نے کہا
بہتر یہ ہی کہ مصنف کے قول یعنی لمالکہ کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا اپنے
واسطے باطل ہی اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا یعنے ایجاب و قبول کا متولی نہین ہوتا سوائے باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور
ہو چکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط لا الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک
بہ فتح لکن ضعف المصنف رح الاولی لمخالفتہا لفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان
البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہی کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتون مین
باطل ہی جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اُسمین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اُس
شخص کے ہاتھ جس نے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہی بسبب اس کے مخالف
ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ بیع غاصب کی موقوف ہی نہ باطل اور اسکی تصریح ہی کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو
اس بیع کی اجازت درست ہی بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف
ہی واما الثانیۃ ففی النہر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق
مین یون ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر چنانچہ ہمارے استاد نے فرمایا ہی یہ ہی کہ بیع فضولی
کی درصورت شرط خیار موقوف ہی اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف
وزدت علیہ مسئلتین من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہے اور مین نے
اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہین ہوئی

Marfat.com

یعنی باطل ہی انتہی طحطاوی نے کہا الی ہہنا بمعنی انتہی ہی ووقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی وکذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور
صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہی مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہی وفی العمادیۃ وغیرہا لا ینعقد
اقاریر العبد ولا عقودہ وسحققہ فی الحجر اور عمادیہ وغیرہا مین ہی کہ غلام کے اقرار منعقد نہین ہوتے اور نہ اُسکے عقود اور اُسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر مین م
ظاہر عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہی اسواسطیکہ بیع منجملہ عقود کے ہی اور وہ موقوف ہی نہ غیر منعقد اور جواب اسکا یون ممکن ہی کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہی ووقف
بیع مالہ من فاسد عقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہی م غیر رشید وہ ہے
جو تصرف کرنا بخوبی نہ جانتا ہو وبیع المرہون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتہن ومستاجر ومزارع اور جو چیز گرو ہی اور غیر کے اجارے مین
ہی اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی مین ہی اُسکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہی م مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہین نہ فسخ بیع کے لیکن
کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونون کا مالک ہی نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی ووقف بیع شئی برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علمہ المشتری فی المجلس البیع نفذ
والا بطل اور موقوف ہی بیع شے کی اسکی رقم پر یعنی ثمن کی علامت اُسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع مین علامت مذکورہ کو دریافت کر لیا تو بیع نافذ ہی اور نہین تو
باطل ہی م مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہی اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ مین اُسکے بالعکس ہی قلت وفی مرابحۃ البحر انہ فاسد لہ عرضیۃ
الصحۃ لا بالعکس ہو الصحیح علیہ فیحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا مین کہتا ہون اور بحر الرائق کے باب المرابحہ مین ہی کہ بیع بالرقم فاسد ہی جسکو صحت عارض
ہو سکتی ہی یعنے علم فی المجلس سے نہ بالعکس سکے یعنے صحیح عارض الفساد نہین یہی قول صحیح ہی تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہی اور بنا بر قول
ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہی مباشرت حرام نہین وترک المصنف قول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے
اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع مین م درر مین ہی کہ ایک شے زید کے ہاتھ بیچی پھر اُس کو
بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہین یہان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دین تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع
ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مین نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہی جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے
کہ مشتری مبیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہی اُسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین
والبیع بما باع فلان والبائع یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح والا بطل اور
بیع موقوف ہی بعوض اُس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اُسکو جانتا ہی اور مشتری نہین جانتا اور بیع اُس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہین
یا مانند اُس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد مین ثمن کو دریافت کر لیا تو تینون صورتون مین بیع صحیح ہی نہین تو باطل ہی
وبیع الشئی بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل وافی اور موقوف ہی بیع شے کی اُسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد مین تو صحیح ہی نہین تو باطل ہی
کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہی وہ بیع جسمین خیار مجلس شرط ہی یعنی اگر مجلس مین اختیار کرے گا تو صحیح والا غیر صحیح ووقف
بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مر عن البدائع اور موقوف ہی بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے بشرطیکہ
غاصب نے اُسکے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا ووقف ایضا بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب اور
بھی موقوف ہی بیع مالک کی شے مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہون سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے
خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہی والا نہین وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم مین ضرر ہی بائع کا اُسکی تسلیم
فی المجلس پر موقوف ہی م چنانچہ چھت کی کڑی بیچنا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے

Marfat.com

باقی وارثون کی اجازت پر موقوف ہی و بیع الورثۃ الترکۃ المستغرقۃ علی اجازۃ الغرماء اور بیچنا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہون کی اجازت پر موقوف ہے و بیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحضرۃ الآخر توقف علی اجازتہ او بغیبتہ فباطل اور دو وکیلون یا دو وصیون یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہی دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہے واوصلہ فی النہر الی بنف وثلثین اور نہر الفائق مین بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہی م نہر الفائق مین اڑتیس قسمین بیع موقوف کی مذکور ہین از انجملہ مصنف اور شارح نے تیئیس قسمین ذکر کی ہین وحکمہ ای بیع الفضولی لولہ مجیز حال وقوعہ کما مر قبول الاجازۃ من المالک اذا کان البائع والمشتری والمبیع قائما بان لا یتغیر المبیع بحیث یعد شیئا آخر لان اجازتہ کالبیع حکما اور حکم یعنے اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہی مالک سے جبکہ بائع یعنے فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اس طرح پر کہ مبیع متغیر نہو گئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہی م تغیر مبیع کی یہ صورت ہی کہ مثلاً کپڑے کی قطع اور دوخت نہوئی ہو والا اجازت مفید نہوگی کیونکہ اب اسکا نام کپڑا نرہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین کرنے کے کہ اسمین اجازت مفید ہوگی ایسا کچھ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہی یعنی بعد رنگ کرنیکے اجازت غیر مفید ہی کذا فی الطحطاوی وکذا یشترط قیام الثمن ایضا لو کان عرضا معینا لانہ مبیع من وجہ فیکون عطا للفضولی وعلیہ مثل المبیع لو مثلیا والا فقیمتہ وغیر العرض ملک للمجیز امانۃ فی ید الفضولی ملتقی اور اسی طرح شرط ہی قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہی ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹھہریگا اور خرید فضولی خود فضولی پر نافذ ہی تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہی اور نہین تو قیمت اسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہی یعنے منجملہ نقود ہی تو وہ مالک مجیز کی ملک ہی فضولی کے ہاتھ مین امانت ہی کذا فی الملتقی وکذا یشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا یجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہی تو جائز نہین اجازت اسکے وارث کی بواسطہ باطل ہو جانے اجازت کے اسکی موت سے وحکمہ ایضا ان اخذ المالک الثمن او طلبہ من المشتری یکون اجازۃ عمادیۃ اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہی کذا فی العمادیۃ وہل للمشتری الرجوع علی الفضولی بمثلہ لو ہلک فی یدہ قبل الاجازۃ الاصح نعم ان لم یعلم انہ فضولی وقت الاداء الا ان علم قنیۃ واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ المصنف وجزم الزیلعی وابن ملک بانہ امانۃ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہی مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہی کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہی اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت یہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہی اور جائز نہین اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیۃ اور اسی قول کو معتمد جانا ہی ابن شحنہ نے اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف رحمہ اللہ نے اپنی شرح مین اور زیلعی اور ابن ملک نے اس پر یقین کیا ہی کہ ثمن امانت ہی مطلقا یعنے خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہین وقولہ اسأت نہر بئس ما صنعت او احسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یون کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہی بقول مختار کذا فی الفتح م اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہین کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہین کذا فی الطحطاوی وہبۃ الثمن من المشتری والتصدق علیہ بہ اجازۃ لو المبیع قائما عمادیۃ اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہی بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیۃ وقولہ لا اجیز رد لہ ای للبیع الموقوف فلو اجاز بعدہ لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الآجر ثم اجاز جاز اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا بیع موقوف کا رد کرتا ہی اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہین اسواسطے کہ مفسوخ ایجاز پذیر نہین ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ مین اجازت نہین دیتا اجارہ دینے والے کی بیع کو پھر بعد اسکے اسنے اجازت دی تو جائز ہی وافاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعل والقول وان للمالک الاجازۃ والفسخ وللمشتری الفسخ لا الاجازۃ وکذا الفضولی قبلہا فی البیع لا النکاح لانہ سفیر محض

بزازیہ اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اُسکا فسخ کردینا جائز ہے اور مشتری کو فسخ جائز ہی نہ اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع مین فسخ کرنا جائز ہی نہ نکاح مین کیونکہ فضولی نکاح مین سفیر محض ہی کذا فی البزازیہ ہم جب فضولی نکاح مین سفیر ہوا تو حقوق نکاح وکیل سے متعلق ہونگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اُسمین فضولی کو فسخ کا اختیار ہے تا حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اُسکی طرف راجع ہونگے یعنے مطالب بالتسلیم اور مخاصم بالعیب ہوگا اور اُسمین اُسکا ضرر ہی تو اُسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اُسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح وفی المجمع لو اجاز احد المالکین خیر المشتری فی حصتہ والزمہ محمد بہا اور مجمع مین ہی کہ اگر دو مالکون مین سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہی اُسکے حصہ لینے مین اور محمد نے مشتری پر حصے کی بیع لازم رکھی ہی بلا اختیار **سمع ان فضولیا باع ملکہ فاجاز ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعتبر اجازتہ لصیرورتہ بالاجازۃ کالوکیل حتی یصح حطہ من الثمن** مطلقاً بزازیہ مالک نے سُنا کہ فضولی نے اُسکا مال بیچ ڈالا سو اُسنے بیع کو جائز رکھا اور حالانکہ اُسکو ثمن کی مقدار معلوم نہین پھر جب اُسکو علم ہوا مقدار کا تو اُسنے بیع کو رد کیا تو اُسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہوجانے فضولی کی اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اُسکا کم کردینا ثمن سے صحیح ہی مطلقاً کذا فی البزازیہ یعنے جبکہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہی مطلقاً خواہ مالک کو اُسکا علم ہوا نہو کذا فی المنح **اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ المشتری او باعہ فاجاز المالک** بیع الغاصب **وادی الغاصب الضمان** الی المالک علی الاصح ہدایہ **وادی المشتری الضمان الیہ** علی الصحیح زیلعی **نفذ الاول** وہو العتق **لا الثانی** وہو البیع لان الاعتاق انما یقع للملک وقت نفاذہ لا وقت ثبوتہ خرید کیا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اُسکو آزاد کردیا یا اُسکو بیچ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الوہبانی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اسواسطے کہ اعتاق محتاج ہی ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونیکے وقت ہم یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع ضرر کے واسطے اور بعد اجازت کے نافذ ہوگیا اور اس حدیث شریف مین کہ (لا عتق لابن آدم فیما لا یملک) عتق نافذ فی الحال مراد ہی بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہی ثبوت کے وقت قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکہ بہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی سو اسواسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہین تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اُسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ہم یعنی غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہی نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہین تو عتق اُسوقت واقع ہوا جبکہ اصلا ملک نہ تھی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اُسمین ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت کذا فی الطحطاوی **ولو قطعت یدہ مثلاً عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ** ای القطع لہ **وکذا کل ما یحدث من المبیع کالکسب والولد والعقر ولو قبل الاجازۃ یکون للمشتری لان الملک تم لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب** لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلاً غلام مبیع کا اُس کے مشتری کے پاس پھر اُسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہی اور اسی طرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے چنانچہ اُسکا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت ان کا حدوث ہو مشتری کے مملوک ہین اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اُسکی ملک مین حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اُس کے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہی نہ غصب سے **وتصدق بما زاد علی نصف الثمن وجوبا** لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اُسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے بسبب نہ داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اُس کے ضمان مین کذا فی الفتح ہم ایک ہاتھ کی دیت غلام مین نصف قیمت ہی اور مشتری کے ضمان مین اُس قدر داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہی تو نصف ثمن سے جس قدر دیت زیادہ ہوگی اُس مین شبہہ ہی عدم ملک کا لہذا اُسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحطاوی عن الفتح **باع عبد غیرہ بغیر امرہ** قید اتفاقی **فبرہن المشتری** مثلاً **علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد انہ لم یامرہ بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع ردت** بینتہ

Marfat.com

ولم یقبل قولہ للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اُسکے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا یا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اُس کے گواہ مردود ہین اور اُسکا قول مقبول نہوگا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہی یعنی اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری مین تو یہی امر ہی م وجہ تناقض یہ ہی کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اُس کے نفاذ پر دلیل ہی اور گواہ مقبول نہین ہوتے مگر صحیح دعوی پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی مقبول نہونگے **کما لو اقام البائع البینۃ انہ باع بلا امر او برہن علی اقرار المشتری بذلک** واصلہ ان من سعی فی نقض ماتم من جہتہ لایقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اُسپر کہ اُسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اس طرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ جو شخص سعی کرے اُس چیز کے توڑنے مین جو اُسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہی تو اُسکی سعی مقبول نہین مردود ہی مگر دو مسئلون مین مقبول م ایک مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اُسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اُسکو قبل اس کے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اُس پر گواہ لایا تو گواہ اُس کے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کسی کو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اُسکو مین نے مدبرہ کیا تھا اور اُس پر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی پھیرے اور اُس پر محمول ہوگا کہ اُسنے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اُسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نہ رہے کذا فی الطحطاوی **وان اقر البائع المذکور ولو عند غیر القاضی بحر بان رب العبد لم یامرہ بالبیع ووافقہ علیہ علی عدم الامر المشتری انتقض البیع** لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار لعدم التہمۃ فاذا توافقا بطل فی حقہما لا فی حق المالک للعبد ان کذبہما وادعی انہ کان یامرہ فیطالب البائع بالثمن لانہ وکیل لا المشتری خلافا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے مجھکو اسکی بیع کا امر نہین کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائے گی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب نہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار مین پھر جب متعاقدین موافق ہوے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہی نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی اُن کے نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کرسکتا ہی سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے بھرے کذا فی الطحطاوی **وباع دار غیرہ بغیر امرہ واقبضہا المشتری نہر واما ادخالہا فی بناء المشتری فقید اتفاقی** دُرر اپنے غیر کا گھر بیچا بدون اُس کے امر کے اور اُسپر مشتری کا قبضہ کرادیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت مین چنانچہ کنز مین واقع ہی سو قید اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الدرر م بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہی کیونکہ یہی محل نزاع ہی **ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری لم یضمن البائع قیمۃ الدار لعدم سرایۃ اقرارہ علی المشتری** پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا تاوان نہ دیگا بسبب سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر م عدم سرایت اقرار بائع اُس کے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزاع دار کی علت ہی یعنے مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہی کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہی اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی **فان برہن المالک اخذہا لانہ نور دعواہ بہا** اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کردیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باعہ فضولی واجرہ آخر او زوجہ او رہنہ فاجیزا معا ثبت الاقوی فتصیر مملوکۃ لا زوجۃ فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اُسکو اجارہ دیا یا اُسکا نکاح کردیا یا رہن رکھا پھر دونون فضولیون کے فعل کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہی نکاح سے اور اگر دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دونون نے جدا جدا بیچا پھر دونون کے واسطے اجازت ہوئی

ساتھ ہی

Marfat.com

ساتھ ہی تو نکاح باطل ہوگا اور دونون مشتریون کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے مین اختیار ہوگا کذا فی المنح سکوت المالک عند العقد لیس باجازۃ خانیۃ من آخر فصل الاقالۃ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہین چنانچہ خانیہ مین ہی فصل اقالہ کے اخیر سے

باب الاقالۃ

یہ باب ہی اقالہ کے احکام مین ہم مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہی کہ اقالہ عبارت ہی رفع عقد سے اور عقد فضولی درصورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہی ہی لغۃ الرفع من اقال اجوف یائی اقالہ لغت مین رفع ہی اقال اجوف یائی سے ہم بعضون نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہی اور ہمزہ سلب کا ہی شارح نے اسکو رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہی نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہین قلت البیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قُلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہی کہ اسکا مصدر ثلاثی یائی آتا ہی نہ واوی مجموع اللغۃ مین کہا قال البیع قیلا نسخہ تیسری وجہ یہ ہی کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہما نے اسکو ق ی ل کے مادے مین مذکور کیا ہی نہ ق و ل مین وشرعاً رفع البیع اور شرع مین اقالہ عبارت ہی رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اس کے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا وعمم فی الجوہرۃ فعبر بالعقد اور جوہرہ مین اقالہ کو عام کہا ہی تو یون تعبیر کیا ہی کہ اقالہ عبارت ہی رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہی وتصح بلفظین ماضیین وہذا رکنہا او احدہما مستقبل کاقلتی فقال اقلتک لعدم المساومۃ فیہا فکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہی دو ماضی لفظون سے اور یہ اقالہ کا رکن ہی یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کر بائع نے کہا کہ مین نے تجھ سے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ مین مول چکانا نہین تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا خلاصۂ سوال یہ ہی کہ ابو یوسف رح کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہی اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہین ہوتی خلاصۂ جواب یہ ہی کہ اقالہ اسمین درحکم بیع نہین اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ مین جاری نہین بخلاف بیع کے وقال محمد کالبیع قال البرجندی وہو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہی منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظون سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضاً بفاسختک وترکت وتارکتک ورفعت اقالہ صحیح ہوتا ہی ان الفاظ سے بھی جو متن مین مذکور ہوے یعنے مین نے تجھ سے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھ سے مین نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو مین نے اٹھا ڈالا ہم مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہین بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہی وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ہو الصحیح وبزازیہ اور اقالہ صحیح ہی تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند یہی قول صحیح ہی کذا فی البزازیہ م یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا تلفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہی وفی السراجیۃ لا بد من التسلیم والقبض من الجانبین اور سراجیہ مین ہی کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن مدفع ضروری دونون جانب سے م یہ قول مقابل ہی قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہی وتتوقف علی قبول الآخر فی المجلس ولو کان القبول فعلا کما لو قطعہ وقبضہ فورا بعد قول المشتری اقلتک لان من شرائطہا اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہی طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس مین اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطون سے اتحاد مجلس ہی م فی الفور سے مراد یہ ہی کہ قبول اسی مجلس مین واقع ہو اشتراط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہی جو قنیہ مین مذکور ہی کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ مین اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ مین بھی نہین چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی بہ سبب نہ متحد ہونے مجلس کے ورضی المتعاقدین او الورثۃ او الوصی اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہی متعاقدین کی یا ان کے وارثون یا وصی کی وبقاء المحل قابلا للفسخ بخیار فلو زاد او زیادۃ تمنع الفسخ لم تصح خلافا لہما اور شرط ہی باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہی بواسطے خیارات ثلثہ یعنے خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت کے تو اگر مبیع مین ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہی تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا للصاحبین یعنے صاحبین م زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہی چنانچہ رنگ اور دخت

Marfat.com

اور زیادت منفصلہ متولدہ چنانچہ ولد اور ثمر وقبض بدلی الصرف فی اقالۃ اور شرط ہی قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ مین وان لا یہب البائع الثمن للمشتری قبل قبضہ اور یہ شرط ہی کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نہ کیا ہو قبل اُس کے قبضہ کرنے کے ہم طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اُسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہین وان لا یکون المبیع باکثر من القیمۃ فی بیع ماذون ووصی ومتولی اور یہ شرط ہی کہ بیع اُس ثمن سے نہو جو قیمت سے زیادہ تر ہی غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع مین م یعنے ایک چیز کی قیمت ایک درم ہی اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اُسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہین برعایت مولی اور یتیم اور وقف کے اور اسی طرح اگر کثیر القیمت کو ثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہین وتصح اقالۃ المتولی ان خیر الوقف والا لا الاصل ان من ملک البیع ملک اقالتہ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء قیل وبالسلم اشباہ اور صحیح ہی اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہین تو نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو بیع کا مالک ہی وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہی مگر پانچ صورتون مین مالک بیع کا مالک اقالہ نہین تین صورتین مذکور ہوچکین یعنے بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی صورت خرید کا وکیل بعضون نے کہا اور پانچوین صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنے مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہین کرسکتا ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک اُسکا اقالہ جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوہرۃ اور اقالہ جاری نہین نکاح اور طلاق اور عتاق مین کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنے طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہین ہوتی عتاق کے مانند وابرا بحر من باب التحالف اور اقالہ نہین ابرا مین کذا فی البحر من باب التحالف اس واسطے کہ دین ابرا سے ساقط ہوگیا اور ساقط پھر عود نہین کرتا وہی مستدوتیہ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہی بدلیل حدیث شریف ھ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیمۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالی روز قیامت مین اُسکی زلت اور لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت مین ہی مسلما نادما اور نادم ہی کذا فی فتح القدیر ویحب فی عقد مکروہ وفاسد یجبر فیما اذا غرہ البائع یسیر انہر بحثا فلو فاحشا فلہ الرد کما یجیء اور اقالہ واجب ہی عقد مکروہ اور فاسد مین کذا فی البحر اور اُسمین اقالہ واجب ہی جب کہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے اُسکو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہی چنانچہ آویگا وحکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ہو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہی کہ اقالہ فسخ ہی متعاقدین کے حق مین اُس چیز مین جو منجملہ احکام عقد کے ہی موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہین م موجبات عقد وہ امور ہین جو منفس عقد ثابت ہون بدون شرط کے امام اعظمؒ کے نزدیک اقالہ فسخ ہی خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق مین بیع جدید نہین مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقاً متعاقدین کے حق مین اور غیر متعاقدین کے حق مین بھی اور محمدؒ کے نزدیک فسخ ہی مطلقاً الا لو حب بشرط زائد کان بیعا جدیدا فی حقہما ایضا کان شری بدینہ الموجل عینا ثم تقایلا لم یعد الاجل فیصیر دینہ حالا کانہ باعہ منہ ولو ردہ بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیہا خانیۃ اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہوا تو اقالہ متعاقدین کے حق مین بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی جنس کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اُس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نہ کرے گی تو اُسکا دین فی الحال لازم الادا ہوجائیگا گویا صاحب دین نے اُس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضی پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہوگی کیونکہ یہ رد کرنا فسخ ہی بیع نہین اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون مین عود نہ کریگی کذا فی الخانیۃ م یعنے اقالہ اور رد بالعیب مین کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہ ہی کہ بیع مین مدت اور کفالت کا اعادہ نہین بعد اقالہ کے اور رد بالعیب مین مدت کا اعادہ ہی نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونہ فسخا فرد عافالاول انہا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا للشرع لا قبلہ مطلقا ابن الملک

Marfat.com

پھر اقالے کے فسخ کے چند فروع ذکر کیے فرع اول یہ ہی کہ اقالہ باطل ہوتا ہی بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ متعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بنظر حق شرع شریف نہ قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت قبل القبض مانع اقالہ نہین مطلقاً خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصہ تفریع یہ ہی کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع **والثانی یصح بمثل الثمن الاول بالسکوت عنہ** اور فرع ثانی یہ ہی کہ اقالہ صحیح ہی ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے سکوت سے یعنی درصورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہوتا **ویرد مثل المشروط ولو المقبوض اجود او ارد ا** اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول مین شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کھوٹا اگر ثمن دس دینار تھا اور مشتری نے اُس کے عوض درہم دیے پھر دونون نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ساقط ہوگئے تو مشتری دینار لیگا نہ درہم کذا فی النہر ولو تقایلا وقد کسدت ردا لکاسد اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہوگئے تو کاسد پھیرے کذا فی النہر **من الفتح الا اذا باع المتولی او الوصی للوقف او للصغیر شیئا باکثر من قیمتہ او اشتری شیئا باقل منہا للوقف او للصغیر لم تجز اقالتہ ویرد بمثل الثمن الاول** کذا الماذون لما مر ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہی مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز بیچی اُسکی قیمت سے زیادہ یا دونون نے کوئی چیز خرید کی وقف یا صغیر کے واسطے اُسکی کمتر قیمت سے تو اقالہ اُسکا جائز نہین اگرچہ ثمن اول کی مثل سے اقالہ ہو اور اسی طرح غلام ماذون کا حکم ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا **وان وصلیۃ شرط غیر جنسہ او اکثر منہ او اجلہ وکذا فی القلیل الا مع تعیبہ فیکون فسخا بالاقل لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص الا بقدر ما یتغابن الناس فیہ** ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہی اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن مین مگر مبیع کے معیوب ہوجانے کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہی تو یہ فسخ بالاقل ہی اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ تر نہ کمتر بعضون نے کہا مگر اُس قدر کی زیادتی اور کمی مین کچھ مضائقہ نہین جسمین لوگ متغابن ہوتے ہین شارح نے کہا ان شرط کا ان وصلیہ ہے نہ فصلیہ تمام ان شرط متعلق ہی ماقبل استثنا سے تو اُسکی تقدیم استثنا پر مناسب تھی کذا فی الحلبی **والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ** اور فرع ثالث یہ ہی کہ اقالہ فاسد نہین ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اُسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہین چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا تعلیق کی صورت یہ ہی کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزان خرید کیا تو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اُسکے ہاتھ بیع کیجیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیع کی تو بیع ثانی منعقد نہوگی اسواسطے کہ یہ اقالے کی تعلیق ہی شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر **والرابع جاز للبائع بیع المبیع منہ ثانیا بعد ما قبل قبضہ ولو کان بیعا فی حقہما لبطل کبیعہ من غیر المشتری** یعنی اور فرع رابع یہ ہی کہ بائع کو جائز ہی بیع کا بیچنا مشتری سے دوسرے کو بعد اقالے کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونون کے حق مین تو بیع ثانی باطل ہوتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہی کذا فی العینی یعنی بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہی وجہ فساد بیع منقول ہی قبل اُسکے قبض کے **والخامس جاز قبض المکیل والموزون منہ بعد ما بلا اعادۃ کیلہ ووزنہ** اور فرع خامس یہ ہی کہ جائز ہی قبضہ کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اُسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہوتا **والسادس جاز ہبۃ المبیع منہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہما لما جاز لکل ذلک** اور فرع سادس یہ ہی کہ جائز ہی ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کے واسطے بعد اقالہ قبل القبض کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق مین تو فروع ستہ مین یہ سب کچھ جائز نہوتا **ہم وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہی کہ بیع فسخ ہوجاتی ہی اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل القبض وانما ہی بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالۃ فہو قبلہ فہی فسخ فی حق الکل فی غیر العقار** اور اقالہ تو بیع ہی متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق مین بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہی سب کے حق مین سوائے زمین کے ہم زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبض کرنے سے پہلے جائز ہی بخلاف منقول کے **ولو بلفظ مفاسخۃ ومتارکۃ او ترا ولم یجعل بیعا التفاتا**

باہم فسخ کرنا ۱۲ باہم ترک کرنا ۱۲

ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاسخہ یا متارکہ یا ترادیعنی باہم رد کرنے کے ہوگا تو باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے بیع ٹھہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع ہی ہم بلفظ بیع اقالہ کی یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جسکو تو نے خرید کیا وتمرتہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع الشفعۃ ثم تقایلا قضی لہ بہا لکونہ بیعا جدیدا فکان الشفیع ثالثہما اور اُسکا ثمرہ یعنی حق ثالث مین اقالے کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع مین ہی سو موضع اول یہ ہی کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اُسکو دلایا جاویگا بسبب اُسکے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمہ بعدہما لانہ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہی کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہین کر سکتا بسبب اُس عیب کے جو اُسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہی اُسکے حق مین مم یعنی جبکہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونون مین اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ مبیع مین عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اُسکو پھیر دے بائع اول کو تو اُسکو یہ جائز نہین اسواسطے کہ یہ اُس کے حق مین بیع ہی گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموہوب لہ الموہوب من آخر ثم تقایلا لانہ کالمشتری من المشتری منہ اور موضع ثالث یہ ہی کہ واہب کو یہ پھیر لینا جائز نہین جبکہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونون مین اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہی اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراہ منہ بالاقل اور موضع رابع یہ ہی کہ مشتری نے جبکہ مبیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اُس سے خرید کرنا کمتر ثمن سے جائز ہی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہین دیا پھر اُسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی مین اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری مذکور سے اُسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہی گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی والخامس اذا اشترے بعروض التجارۃ عبد للخدمۃ بعد ما حال علیہا الحول ووجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ والفقیر ثالثہما اذا رد بعیب بلا قضاء اقالہ اور موضع خامس یہ ہی کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام مین کوئی عیب نکلا مشتری نے اسکو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئین مالک کے ہاتھ مین تو اُنکی زکوۃ ساقط نہوگی پس یہان فقیر تیسرا ہی متعاقدین کا ہوا اسواسطے کہ بواسطے عیب کے پھیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہی ہم غلام مین خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اُس کی خرید استہلاک نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہین اور غیر تقضا کی قید کا یہ فائدہ ہی کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق مین فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہوگی اور اجناس ہلاک ہوگئین تو زکوۃ واجب نہوگی رد بالعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہی فقیر کے حق مین تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہلک ٹھہرا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق مین تو بیع اول سے مرتفع ہوجاتا کذا فی الطحطاوی ویزاد التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء لانہ حق اللہ تعالی فاللہ ثالثہما صدر الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہی اسواسطے کہ استبرا حق اللہ ہی تو اللہ تعالی تیسرا ٹھہرا متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ ہم وجوب استبرا کی یہ صورت ہی کہ لونڈی خرید کی اور اُسپر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا تو یہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث مین تو بائع اول کو وطی اُسکی جائز نہوگی مگر بعد استبرا کے والاقالۃ بعد الاجارۃ والرہن فالمرتہن ثالثہما نہر فہی تسعۃ اور مواضع مذکورہ پر زائد ہی اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مرتہن تیسرا ہی متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے نوہوئے ہم نہر الفائق مین کہا کہ مجھ سے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو مین نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہی بیع کے مانند بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہی ثالث کے حق مین اور ثالث یہان مرتہن ہی اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا انتہی تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہی اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہی اگر اُسنے جائز رکھا تو نافذ ہی اور نہین تو باطل ہی شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہی کذا فی الطحطاوی والاقالۃ تمنع صحتہا ہلاک المبیع ولو حکما کالباق اور صحت اقالہ کا مانع ہی ہلاک ہونا مبیع کا اگرچہ ہلاک حقیقی نہین بلکہ حکمی ہو چنانچہ بھاگ جانا غلام کا ہم اور اگر ہلاکی مبیع کی

Marfat.com

بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہوکر مبیع پھر قائم ہوگی کذا فی البحر لا الثمن ولو فی بدل الصرف نہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف مین واقع ہوہم چونکہ اصل مبیع مین مبیع ہے نہ ثمن لہذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہی نہ ہلاکی ثمن کی وہلاک بعضۃ تمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہوجانا مانع اقالے کا نہین بقدر باقی کے جزو کل کے ساتھ اعتبار کرکے ہم ازانجملہ یہ ہی کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اسکے حصہ کے اقالہ صحیح ہی چنانچہ شارح اُسکو قنیہ سے مذکور کریگا ولیس منہ مالو شری صابونا نجف فتقایلا لبقاء الکل للمبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہین اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہوگیا پھر دونون نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے جائز نہین واذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف وجب کہ احد البدلین مقایضہ اور اسیطرح سلم مین ہلاک ہوجاوے تو اقالہ صحیح ہی باقی بدل مین اور مشتری پر ہالک کی قیمت لازم ہی اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک لازم ہی اگر وہ مثلی ہو اور اگر دونون بدل ہلاک ہوگئے تو اقالہ باطل ہی مگر صرف مین باطل نہین ہم مقایضہ عبارت ہی بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثنا منقطع ہی تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعد ہا قبل القبض بطلت بزازیہ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اُسکی تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہووے بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہی کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا شجرۃ فقطعہ او عبدا فقطعت یدہ واخذ ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شیٔ لبائعہ من ارش الشجر والید ان علما بہ بقطع الید الشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن او الترک قنیۃ اور اگر درخت والی زمین خریدی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا خون بہا لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی اور تمام ثمن اُسکو لازم ہی اور اُسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہین اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہو تو وہ مختار ہی تمام ثمن کے لینے مین یا ترک کرنے مین کذا فی القنیۃ وفیہا شرٰی ارضا مزروعۃ ثم حصدہا ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ مین ہی کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی زمین مین اُسکے حصے کے اور ہم یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک مین داخل ہی چنانچہ مذکور ہوچکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونون نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہین اسواسطے کہ عقد خوید پر وارد ہی نہ گیہون پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ مین ہی کہ دونون نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہی تو اُسکو پھیر دے اور اُسکا ثمن لے وفیہا مونۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ مین ہی کہ پھیر دینے کا خرچ بائع پر ہی ہر طرح یعنے خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اُسکے غیبت مین کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت مین پایا نہین جاتا کذا فی الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا المبیع ثم تقایلا اے الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط والساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہی اقالہ کرنا اقالہ کا سو مرتبہ کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اُٹھ جائیگا اور مبیع پھر آویگی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہین کرتا اسواسطے کہ سلم مین مسلم فیہ دین ہی کہ ساقط ہوگیا اور ساقط ہوا وہ پھر نہین آتا کذا فی الاشباہ وفیہا راس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعد ہا کقبلہا اور اشباہ مین ہی کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہی جیسا قبل اقالہ کے تو اُسمین تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہین جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہین ہم یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اُسمین تصرف جائز نہین جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف جائز نہین یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہین کرسکتا کذا فی الحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعد ہا فالقول لہ فی قدر راس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکسان ہی مگر دو صورت مین یکسان نہین ایک صورت یہ ہی کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال مین بعد اقالہ کے تو دونون پر باہم قسم نہین ہم اس صورت مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونون قسم کھائین گے یعنے درصورت عدم بینہ کذا فی الحطاوی ہو تفرقا قبل قبضہ الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہی مگر صرف مین جائز نہین ہم اور اگر متفرق ہوے

Marfat.com

قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہین اسواسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہی قولہ الا فی الصرف استثناء منقطع ہی کیونکہ کلام راس المال
مین ہے وفیہا اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور اشباہ مین ہی کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت
عقد اور بطلان مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف مین مدعی صحت کا قول معتبر ہی قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ
من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد مین کہتا ہون مگر ایک صورت مین مدعی فساد کا قول معتبر ہے
جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعویٰ کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود
دعویٰ فساد کے ہم اس صورت مین مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادائے ثمن فاسد ہی اور بائع مدعی صحت ہی اسواسطے کہ ادعاء اقالہ
مستلزم صحت بیع ہی کیونکہ اقالہ صحیح نہین مگر بیع صحیح مین تو باوجودیکہ یہان صحت اور فساد مین اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو بعکسہ تحالفا بشرط
قیام المبیع الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے بالعکس ہووے یعنے بائع مدعی ہو کہ مین نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ
ہو تو دونون پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جبکہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ مین ہلاک کر ڈالا ہو تو دونون پر قسم نہین ہم جبکہ غیر مشتری
نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہے مبیع کی اور جبکہ مشتری نے بائع کے ہاتھ مین مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی
الطحطاوی ورایت معزیا للخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب بخلاصہ مین نے یہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے
اسکا پھل کھایا ایک سال پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین ہم نزل بضم نون وزاے معجمہ اگرچہ بمعنے روزی ومہمانی کے ہی لیکن یہان پھل انگور کا مراد ہے

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہ باب ہی مرابحہ اور تولیہ کے احکام مین لما بین المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جبکہ مبیع مثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا
ہم یعنی اب تک اُن بیوع کا بیان تھا جنمین جانب مبیع ملحوظ تھا اب اُن بیوع کا بیان شروع ہوا جنمین جانب ثمن ملحوظ ہی چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور
تقدیم اول کی ثانی پر اسواسطے ہوئی کہ بیع مین مبیع اصل ہی نہ ثمن نہر الفائق مین ہی کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے حاجت ہی کہ ناواقف محتاج ہی تاجر واقفکار کے فعل
کی طرف تو اُسکے مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور بروایت صحیح ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا
ارادہ کیا تو صدیق رضی نے دو اونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ ہمکو دے صدیق رضی نے کہا وہ آپکے واسطے مفت ہی سو حضرت نے نہ لیا مگر
ثمن دیکر ولم یذکر المساومۃ والوضیعۃ لظہورہما اور مصنف نے مساومہ ووضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب اُنکے ظاہر ہونے کے ہم مساومہ وہ بیع ہی جسکے ثمن مین متعاقدین کا
اتفاق ہو کوئی ثمن کیون نہو تو اُسمین ثمن اول کی طرف التفات نہین اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہی اور وضیعہ بیع ہی کمتر ثمن اول سے اور اسکا رواج سوداگرون مین
کمتر ہی کیونکہ تجارت سے غرض استرباح ہے المرابحۃ مصدر رابح یعنے مرابحہ مصدر ہی رابح کا ہم عرب بولتے ہین باع المتاع او شری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے
جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا وشرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بہبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنتہ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار
ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع مین مرابحہ عبارت ہی اُس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہو گیا ہی منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب
ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جبکہ اُسکا ثمن یا قیمت اُتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مملوک اُسکو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مضمومہ مبیع کی جنس سے
نہو چنانچہ مزدوری دھوبی کی اور مانند اسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اُس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہی کذا فی المبسوط ہم خلاصہ یہ ہی کہ مرابحہ فقط اسی مین منحصر نہین کہ مبیع بائع کی
خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لے کر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اُسپر دال ہی بلکہ ہر مملوک چیز مین مرابحہ جاری ہی سو اگر مبیع خرید ہی بائع کی تو اُسمین مرابحہ یون ہی کہ ثمن سابق
پر نفع بڑھا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہی تو اُنمین مرابحہ یون ہی کہ اُس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے طحطاوی نے

باب المرابحۃ والتولیۃ

Marfat.com

کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جایز نہین چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور حاشیہ زیلعی میں ہدایہ سے اسکا جواز منقول ہی غصب کی صورت مین کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اُس کو بیچنا بطور بیع مرابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف مین تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہی کہ مرابحہ عبارت ہی بیع مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم **والتولیۃ** معطوف علی مرابحۃ **وھی** ای التولیۃ **جعلہ** ای المبیع **الیٰ** غیرہ **کما** ای کجعلہ **الیٰ** غیرہ **کا** یعنی غیر کو والی اور کارساز مقرر کیا **وشرعا بیعہ بثمنہ الاول لو حکما** یعنی بقیمۃ سواء بر عنہا بہ لانہ الغالب در اصطلاح شرع مین تولیہ بیع ہی مملوک چیز کی اس کے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اُس چیز کی قیمت ہی اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ ثمن مین اکثر رایج ہی ہم جتنے کو خرید کرتا اُتنے کو بیچنا اُسکا نام تولیہ ہی لیکن ظاہر یہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اُس کو بھی شامل ہوجاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہی جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہی **وشرط صحتہا کون العوض مثلیا** او قیمیا **مملوکا للمشتری** اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلی چنانچہ دراہم اور دنانیر اور کیل اور موزون اور عددی متقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اسواسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہان مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہی ہان اگر مشتری اُسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید مین تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اُسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اُسی کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہی کیونکہ زید اُسکے دینے پر قادر ہی کذا فی النہر **متصرف وکون الربح شیئا معلوما ولو قیمیا** مشارا الیہ کہذا الثوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ برنج دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز مشار الیہ ہو چنانچہ یہ کپڑا بسبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کر یگا دہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچے گا تو جائز ہوگا مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اُسکا مجلس عقد مین معلوم ہوجاوے تو اُسکو لینے نہ لینے مین اختیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی **لم وہ** یازدہ کے نفع سے کل ثمن اُسکا معلوم نہوا لہذا بیع جائز نہوئی **ویضم** البائع **الیٰ راس المال اجر القصار والصبغ** بای لون کان **والطراز** بالکسر علم الثوب **والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکروم وکسحہا وکری المساۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور دلالے بائع راس المال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیون نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور ریال وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے اور بھیڑ بکریون کے ہانک لانے کی مزدوری اور ثوب اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سنچائی کھیت اور انگور کی اور اُسکی جاروب کشی اور بہون اور نہرون کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری مع اور اسیطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور موتی مین سوراخ کرنے کی مزدوری اُسکے ثمن کے ساتھ ملادے کذا فی النہر **واجرۃ السمسار** ہو الدلال علی مکان السلعۃ وصاحبہا **المشروط فی العقد علی الاصح** مبنی الدرر ورجح فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملادے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول مین مشروط تھی اسی قید پر یقین کیا ہی درر مین اور بحر الرائق مین اطلاق کو ترجیح دی ہی سمسار وہ شخص ہی جو متاع اور صاحب متاع کو بتادے مع اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال مین کچھ فرق نہین صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہی جو متوسط ہو بائع اور مشتری مین لیکن عرف فقہا مین دونون مین فرق ہی سمسار وہ ہی جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہی جس کے ساتھ متاع ہو غالبًا نہر الفائق مین ہی کہ عدم ضم اُجرت دلال بالاجماع ثابت ہی وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم ورد اعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہ ہی کہ جو چیز کہ مبیع مین زیادہ ہوجاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اُسکی قیمت مین زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگرون کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے

Marfat.com

یعنی جسکو تجار اپنے عرف مین راس المال کے ساتھ ملاتے ہون اُسکو ملانا چاہیئے ویقول قام علی بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب اور بائع کہے کہ یہ چیز اتنے کو پڑی اور یون نہ کہے کہ مین نے اتنے کو خرید کی اسواسطے کہ یہ جھوٹ ہی مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خرید کیا اور ایک روپیہ اُسکی سلائی مین صرف ہوا تو مالک اُسکے بیچنے کے وقت یون کہے کہ یہ قمیص یا یہ قبا مجھکو پانچ روپیہ کو پڑی اور یون نہ کہے کہ مین نے پانچ کو خرید کی کہ صاف جھوٹ ہی یہ اُس صورت مین ہی جبکہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومت بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جس قدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم المورث ونحوہ او باع برقمہ لوصادقا فی الرقم فتح اور اسی طرح مرابحہ جائز ہے جبکہ متولی مورث وغیرہ کی قیمت ٹھہراوے یا مبیع کو اُنکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم مین سچا ہو کذا فی الفتح ہم رقم عبارت ہی اُس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہ ہی کہ مشتری رقم کو نہین پہچانتا اور کپڑے پر دس روپے کی رقم لکھی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے مین اسپر اتنا نفع لے کر بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہی اور اگر دس کو گیارہ بتاویگا تو بیع صحیح نہوگی لا یضم اجر الطبیب والمعلم ورد للعلم والشعر وفیہ مافیہ فلذا علمہ فی المبسوط لعدم العرف نہ ملاوے طبیب اور معلم کی اُجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت مین جو کچھ کہ ہی سو ہی اسی واسطے مبسوط مین عدم ضم تعلیم کی اُجرت مین عدم عرف کو علت قرار دیا ہی ہم بعضے علما نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہی کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک مین زیادہ نہین ہوجاتی حال آنکہ یہ غلط ہی بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہوجاتی ہی تو مبسوط کی تعلیل خوب ہی یعنی اگر رواج ہو ضم کرنے کا تو ملاوے والا نہ ملاوے کذا فی الفتح ملخصاً والدلالۃ والراعی اور نہ ملاوے راس المال کے ساتھ اُجرت دلال اور چرانے والے کی ولا النفقۃ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ہم یعنی جو سودا گر کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت مین سفر تجارت کے اندر اُسکو بھی اس بیع مین حساب نکرے ولا اجر عمل عمل بنفسہ اتطوع بہ متطوع اور نہ ملاوے اُجرت اس عمل کی جو بذات خود کیا یعنی مثلاً اپنا رنگ اور سینا حساب نہ کرے یا کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اُسکی اُجرت بھی نہ ملاوے وجعل الآبق وکراء بیت الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما صرحوا بہ کانہ للعرف والا فلا فرق یظہر فتدبر اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اُجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اُجرت مخزن کے کہ اُسکو راس المال کے ساتھ ملاوے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہی اور گویا کہ ضم اُجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہی اور اگر یہ علت نہین تو کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا بیت الحفظ اور مخزن مین سو تامل کرے ویاتی خذ فی الطریق من الظلم الا اذا جرت العادۃ بضمہ ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور راس المال کے ساتھ نہ ملاوے اُس خرچ کو جو لیا جاتا ہی راہ مین ظلم سے مگر اُسوقت ملانا چاہیئے جبکہ رواج مین اُسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہی ضم اور عدم ضم مین چنانچہ معلوم کر چکا تو عینی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہی چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اسپر دلالت کرتا ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اُسکو مقتضی ہے کہ درصورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملاوے فان ظہر خیانۃ فی مرابحۃ باقرارہ او برہان علی ذلک او نکولہ عن الیمین اخذہ المشتری بکل ثمنہ اور وہ لفوات الرضی پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ مین اُسکے اقرار سے یا گواہون سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اُس کو لے اُس کے پورے ثمن سے یا اُسکو پھیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنی درصورت خیانت مشتری اس بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اُسکو لینے نہ لینے مین اختیار ہوگا نہر الفائق مین ہی خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اُسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہین یا جو نو درہم کو مثلاً خرید کی ہو اُسکو دس درہم کی بتاوے ولہ الحط قدر الخیانۃ فی التولیۃ لتحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہی مقدار خیانت کا کم کرڈالنا تولیہ مین تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ہم یعنی اگر قدر خیانت کو کم نہ کرے تو تولیہ ثابت نہو اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہین ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو ہلک المبیع او استہلکہ فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنع ردہ من الرد لزمہ بجمیع الثمن المسمی وسقط خیارہ اور اگر مبیع ہلاک ہوجاوے یا اُسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ مین اُسکے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے رد کی چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو مبیع اُسکو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اُس کے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیبا ثم حدث آخر لم یرجع بالنقصان اور ہم اول ذکر کر چکے ہین کہ اگر صاحب تولیہ مبیع مین عیب پاوے پھر دوسرا عیب اُسمین پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیرے ہم مولی اسم مفعول ہی تولیہ سے رجوع

Marfat.com

بالنقصان ہو اسطے جائز نہین کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تساوی عقدین کا مقتضی ہی کذا فی الطحطاوی وشراہ ثانیا بجنس الثمن الاول بعد بیعہ بربح فان رابح طرح مابح قبل ذلک خرید کیا اُسکو دوبارہ ثمن اول کے ہمجنس سے بعد اُسکے بیچنے کے نفع لے کر پھر اگر اُسکا مرابحہ کیا چاہے تو کم کرڈالے اُسقدر کو جو نفع لے چکا ہی قبل اسکے مم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خریدکیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اُس کے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خرید کیا تو اب اگر دوسری بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یون کہے کہ یہ کپڑا مجھکو پانچ کو پڑا پھر اُسپر جتنا چاہے نفع لے اور قید ہمجنس ثمن کا فائدہ یہ ہی کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہو اور ثمن ثانی دس درم ہون تو اُسکو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جایز ہی اسواسطے کہ خریدنا بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اُسکا طرح کرنا متصور نہین مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ مین دخل نہین کذا فی النہر وان استغرق الربح ثمنہ لم یربح خلافا لہما وہو ارفق وقولہ اوثق بحر اور اگر فائدہ اسکے ثمن کو مستغرق ہو اسطرح پر کہ دس درم سے خرید کر کے بیس درم کو بیچے بطور مرابحہ کے پھر اُسکو مشتری سے خرید کرے بعوض دس درم کے تو اب دوسری بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اُسکو نہ بیچے بخلاف صاحبینؒ کے کہ اُنکے نزدیک دونون صورتون مین ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہی اور یہ قول خلق پر سہل تر ہی اور امام کا قول مضبوط تر ہی کذا فی البحر ولو بین ذلک او باع بغیر الجنس او تخلل ثالث جاز اتفاقا فتح اور اگر اسکو بیان کرے اسطرح پر کہ مین نے اسکو بیچا تھا اتنا نفع لیکر پھر اتنے کو خریدکیا اور اب مین اتنے نفع پر بیچتا ہون یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے نفع لینا جائز ہی کذا فی الفتح راجع لے جاز ان یبیع مرابحۃ غیر مشتری من مکاتبہ اوماذونہ ولو المستغرق دینہ لرقبتہ فاعتبار ہذا القید لتحقق الشراء غیر المدیون بالاولی علی ماشری الماذون کعکسہ نفیا للتہمۃ مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اُس مولی کو جسنے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اُسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس اسکے یعنے ماذون اگر اپنے مولی سے خرید کرے تو مرابحہ مولی کی خرید پر کرے تہمت دور کرنے کے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہی اسواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہوگا تو مولی کا اُس سے خرید کرنا صحیح نہوگا کیونکہ وہ مولی کا مال ہی تو غیر مدیون مین بطریق اولی یہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خریدکیا پھر اُس کے مولی نے اُس سے پندرہ درم کو مول لیا تو مولے دس درم پر نفع لے کر بیچے اور اسیطرح اگر مولی نے کپڑا دس درم کو خریدکیا پھر اُسکے غلام مذکور نے اُس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیع کرے باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے اسواسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہی کیونکہ ملک غیر مین تصرف کو مفید ہی مگر اُسمین عدم عقد کا شبہہ ہی اسواسطے کہ غلام کا مال حق مولی سے خالی نہین تو گویا مولی نے اپنے ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ مین اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر وکذا کل من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وفرعہ ولو بین ذلک راجع علی شراء نفسہ ابن الکمال اور اسی طرح حکم ہی ہر ایک اُس شخص کا جسکی گواہی اُس کے حق مین مقبول نہین چنانچہ اُسکی اصل اور فرع اور اگر مولی یا غلام یا اصل یا فرع بیان کردے کہ مین نے اُسکو اپنے غلام یا مولی سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا ہی تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لے کر بیچے کذا صرح ابن الکمال ہم اس حکم مین احد الزوجین اور احد المتفاوضین اصل اور فرع کے ساتھ برابر ہین اور یہ مذہب ہی امام کا خلافا للصاحبین کذا فی الطحطاوی ولو کان مضاربا معہ عشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوبا وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باع الثوب مرابحۃ رب المال باثنی عشر ونصف لان نصف الربح لہ کذا عکسہ کما یجئ فی بابہ وتحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جسکے پاس دس درم ہین بالمناصفہ نفع پر انھین درمون سے اُسنے کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال کا ساڑھے بارہ درم کو بیچے اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی درم ملک ہی صاحب مال کی اور اسیطرح اس کے بالعکس مین حکم ہی یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربۃ مین آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق مین ہی یربح مزیدا بلا بیان لے من غیر بیان انہ اشتراہ سلیما او بیان نفس العیب فواجب فتعیب عندہ بالتعیب بآفۃ سماویۃ او بصنع المبیع ووطی الثیب ولم ینقصہا الوطی

کقرض فاردحرق ناراللثوب المشتری وقال ابویوسف وزفر رح والثلثۃ لابدمن بیانہ قال ابواللیث وبہ ناخذ وجہ الکمال اقرہ المصنف عریدۃ مرابحہ نفع لے کر بیچے بلابیان یعنی بیع جائز ہی بدون اسطرح بیان کرنے کے کہ اُسنے مبیع کو باسلامت خرید کیا تھا سو اُسمین عیب لگ گیا اُس کے پاس لحوق عیب نا کی سے بسبب آفت آسمانی کے یا مبیع کے فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اُسمین کچھ نقصان نہو گیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدہ کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب کا بیان کردینا مرابحہ مین ضرور ہی فقیہ ابواللیث نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بھی اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی ہم بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہی تا فریب دینا لازم نہ آوے خلاصہ مین ہی کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اُسپر بیان کردینا واجب ہی بعضے مشائخ نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہی کذا فی الطحطاوی ویراجع **ببیان التعییب** ولو لفعل غیرہ لغیر امرہ وان لم یاخذ الارش وقیداخذہ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لے کر بیچے عیب دار کردینے کے بیان ہے یعنی اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہی اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اُسکے امر کے عیب لاحق ہوگیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الفتح **ووطی البکر** کتکسرہ بنشرہ وطیہ بصیرورۃ الاوصاف مقصودۃ بالاتلاف ولذا قال ولم نقیصہا الوطی اور نفع لے کر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اسکے کھولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی بسبب ہوجانے اوصاف کے مقصود تلف کردالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہ قید لگائی کہ عدم بیان اسوقت ہی جبکہ جماع سے اُسمین نقصان نہو گیا ہو ہم ہرچند اوصاف کے مقابل ثمن نہین بڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہوجاتے ہین تو اُن کے مقابل ثمن واقع ہوگا چون کہ جماع باکرہ ازالہ بکارت کا موجب ہی لہذا اُسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اسواسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر وجب نقصان نہین ہوتی **اشتراہ بالف نسیئۃ وباع برمح مائۃ بلابیان خیر المشتری** اُدھار خریدکیا ہزار درم سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنے گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو افتیار ہے چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے **فان تلف المبیع بتعیب او تعییب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا** پھر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہوجانے سے یا عیب دار کردینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اُسکو اُدھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح مرابحہ کے مانند تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنی درصورت معیوب کردینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیب دار ہوجانے کے آفت آسمانی سے اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی اُدھار خریدنے مین بھی وقال ابوجعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل ما بین الحال والموجل بجر و مصنف اور ابوجعفر نے کہا کہ مختار فتوے کے واسطے پھیر لینا ہی زیادتی کا جو ما بین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہی کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال مثلاً پندرہ ہون اور ثمن مؤجل بیس ہون تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پھیرلے **ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ ولم یعلم المشتری بکم قام علیہ فسد البیع لجہالۃ الثمن وکذا حکم المرابحۃ وغیر المشتری بین اخذہ وترکہ** یعلم فی مجلسہ الا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنی اُسکو بطور تولیہ بیچا بعوض اُسقدر کے جتنا اُسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اُس ثمن کے جس سے اُسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اُسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہی بسبب نہ معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہی مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اُسکے لینے اور چھوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہوگیا ہو اور اگر مجلس مین نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہی ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہی کیونکہ یہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا ردبغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا کما فی الفتیہ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ وبہ یفتی ثم رقم

Marfat.com

وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فلہ الرد والا لا وبہ افتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال وتصرفہ فی بعض المبیع قبل علمہ بالغبن غیر مانع منہ فیرد مثل ما اتلفہ ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتہی ملخصا جان اس بات کو کہ رد بیع نہین ظاہر الروایۃ مین غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہی جو قیمت ٹھہرانے والون کی قیمت مقرر کرنے مین داخل نہو اور اسی عدم رد کا بعضون نے فتوی دیا ہی مطلقاً خواہ اُسکو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیۃ پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا کہ غبن فاحش مین پھیر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگون پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربۃ کے اکثر روایات ہین اور اسی کا فتوی ہی پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا کہ اگر اسکو دھوکھا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکھا دیا یا اُسکو دلال نے دھوکھا دیا تو اُسکو رد بیع کا اختیار ہی اور نہین تو نہین یعنی اگر اُسکو کسی نے دھوکھا نہین دیا تو رد بیع مین اختیار نہین اور اسی قول کا فتوی دیا ہی صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض مبیع مین قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رد نہین تو مشتری اُسکا مثل پھیر دے جسکو اُسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے بنا بر صواب قول کے انتہی قول القنیۃ ملخصاً م جسقدر تصرف کیا اُسکے رد مثل کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ مین مصرح ہی لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اُسکا قول مردود ہو جو قائل ہی کہ رد باقی جائز ہی اُس کے حصے کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی بقی لو کان قیمیا لم ارہ باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور اُسمین غبن فاحش ہوا ہو مین نے اس مسئلہ کو مصرح نہین دیکھا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ مین کہتا ہون قول اخیر پر یعنی اگر غبن فاحش فریب دینے سے ہی تو رد جائز ہی والا نہین یقین کیا ہی امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا مین اور اسی کی تصحیح کی ہی زیلعی وغیرہ نے م صاحب تحفہ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہین کہ مغبون رد نہ کرے ولیکن یہ حکم اُس مغبون مین ہی جسکو کسی نے دھوکھا نہین دیا اور اگر اُسکو فریب دینے سے غبن ہوا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور لا یوجب الرجوع الا فی ثلث منہا ہذہ اور اشباہ کی کتاب الکفالۃ مین خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہی کہ غرور یعنی دھوکھا پڑنا موجب رجوع نہین مگر تین صورت مین از انجملہ ایک یہ صورت ہی جو متن مین مذکور ہو چکی یعنے غبن فاحش سے رد ہی اگر اُسکا دھوکھا دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ فلو ہلکا ثم استحقا رجع علی الدافع بما ضمنہ اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ غرور اُس عقد مین ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونون تلف ہون پھر مستحق غیر نکلین تو دافع سے بھر لے جسقدر اُس نے تاوان دیا م دافع شامل ہی بائع اور مشتری اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور موجر اُجرت سے منتفع ہوتا ہی ودیعت کی صورت یہ ہی کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کرکے کہ مین اسکا مالک ہون پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ مین پھر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہی کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہی کہ زید سے بقدر ضمان بھر لے کیونکہ اُسنے اُسکو دھوکھا دیا اس بات مین کہ ودیعت میری ملک ہی اور صورت اجارہ یہ ہی کہ مثلاً جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کرکے کہ یہ میرا مملوک ہی پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اُس سے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر لینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہین فریب دینے سے عاریت اور ہبہ مین کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ مین اپنی ذات کے واسطے ہی یعنے جب مستعار اور موہوب مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونون شخص معیر اور واہب سے رجوع نہین کر سکتے کیونکہ مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر اور موہوب کی طرف راجع تھا نہ معیر اور واہب کی طرف الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کبایعوا عبدی او ابنی فقد اذنت لہ ثم ظہر حرا او ابن الغیر رجعوا علیہ للغرور ان کان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہی کہ غرور معاوضہ کے ضمن مین چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام یا میرے بیٹے سے خرید و فروخت کرو مقرر مین نے اُسکو تجارت کا اذن دیا ہی پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہی یا وہ غیر کا بیٹا ہی نہ زید کا تو اہل بازار زید سے بھر لین بسبب غرور کے بشرطیکہ باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اُسکے آزاد ہونے کے بعد بھر لین وہذا ان اضافہ الیہ وامر مبایعتہ اور یہ یعنی دھوکھا دینے والے سے بھر لینا اُسوقت ہی کہ جب اُسنے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یون کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہی اور اسکے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو ومنہ لو بنی المشتری او استولد ثم استحقا

Marfat.com

رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد اور منجملہ غرور عقد معاوضہ کی یہ صورت ہی کہ اگر مشتری نے گھر مین عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت بھرے ھم بائع سے قیمت لینا عمارت کا اُسوقت ہی جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کردے لیکن تسلیم ولد کو فقہا نے ذکر نہین کیا مگر اُن کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اُس قیمت کو بھرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومنہ مایاتی فی باب الاستحقاق اشترتی فاذا عبد بخلاف ارتہنی اور ازانجملہ وہ مسئلہ ہی جو باب استحقاق مین آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھکو خرید کرلے کہ مین غلام ہون بخلاف یون کہنے کے کہ مجھکو رہن رکھلے ھم یعنی اُسکے کہنے سے اُسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب لغیبۃ[1] معروفہ ہو تو فریب دینے والے پر کچھ نہین والا مشتری اُسی سے بھرے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کرکہ درالمختار کے نسخ یہان مختلف ہین اکثر نسخون مین یون ہی کہ اشترتی فاذا عبد ارتہنی اور بعضے نسخون مین یون ہی بخلاف ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اُس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہی کہ خرید کرنے مین رجوع ضمان ہی نہ رہن رکھنے مین واللہ اعلم الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما زوجہ امراۃ علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق ویجی آخر الدعوی تیسری صورت یہ ہی جبکہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کردیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہی پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے بھرلے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر مین آویگا فرع مسئلہ الحقہ شارح کا ہی یتنقل الرد بالتعریر الی الوارث استظہر المصنف لا التصریح بان الحقوق المجردۃ لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت وقد منا فی خیار الشرط معزیا للدرر کیا انتقال کرتا ہی رد مبیع فریب دینے سے وارث کی طرف یعنے اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اُسکا وارث اُسکو پھیر سکتا ہی یا نہین مصنف نے اپنی شرح مین عدم انتقال کو قوی کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہین ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہی کیونکہ عبارت ہی فقط ارادہ اور مشیت سے مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یون ہی کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہی ہمارے اُستاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے مین کہتا ہون اور ہم اسکو پہلے ذکر کرچکے ہین خیار الشرط مین دُرر سے نقل کرکے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ مایخالفہ قال لی انہ یورث کخیار العیب ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایدہ بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب بصیر مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح مین جسکا تحفۃ الاقران نام ہی ذکر کیا ہی وہ جو اُس کے مخالف ہی اور مصنف مائل ہوا اُسکی طرف کہ رد بیع غرور سے موروث ہوتا ہی خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اُسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونے کو نقل کیا ہی اور اُسکی تائید کی ہی اشباہ کے اُس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبیل واقع ہی کہ وارث رد بیع کرتا ہی بسبب عیب مبیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہی بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہین ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اُسکو تامل کرھم وجہ تائید یہ ہی کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مفید ہی کہ خیار الغرور موروث ہوتا ہی یعنی وارث مغرور ٹھہرے صورت کے دھوکا دینے سے وقدمنا عن الخانیۃ انہ متی عاین مایعرف بالعیان تنتفی الغرور فتدبر اور ہم نے مقدم ذکر کیا ہی باب خیار الشرط مین خانیہ سے کہ جب اُسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہوجاتی ہی مشاہدہ کرنے سے تو خطرۂ نیستی ساقط ہوجاتا ہے غور کرلے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیہما وتاجیل المدیون یہ فصل ہی مبیع اور ثمن کے تصرف کرنے مین قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے دونون مین اور دیون کی مدت مقرر کرنے مین صح بیع عقار لا الخیشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الضرر لندرۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان کمنقول فلا یصح اتفاقا بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہین قبل اس بات کے کہ اُسکے بائع سے لیکر اُسپر قبضہ کیا صحیح ہی بسبب عدم خطرہ انفساخ عقد کے برتقدیر ہلاکی کے کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہی تو اگر عقار بالا خانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اُسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانیکا ریت سے تو اُسوقت مین غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین تو اُسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین ھم امام شافعیؒ اور محمدؒ کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے جائز نہین کیونکہ حدیث شریف مین غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہی شیخین کہتے ہین کہ نہی کی علت یہ ہی کہ برتقدیر ہلاکی بیع کے انفساخ بیع محتمل ہی اور ہلاکی عقار مین نادر ہی

[1] لعل صوابہ لعینہ اسکا تقاضا دیکھ لیا ہو

Marfat.com

اور نادر کا کچھ اعتبار نہین سنح الغفار مین ہی کہ مصنف نے تعبیر بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد مثمن یا رضاے بائع پر موقوف ہین تو بائع کو قبل اُسکے ابطال بیع جائز ہی طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہی نہ بیع سے ککتابۃ واجارۃ وہ بیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما یجئی جیسے بالاتفاق صحیح نہین کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اُسکے تقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اُسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن مین آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ وتدبیرہ وہبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد وہو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے اور اُسکے مدبر کرنے اور اُسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اُسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہی محمد رح کے قول پر اور یہی اصح ہی مم یعنے اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین کیا تو اُسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد رح کے قول پر صحیح ہے خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہی کہ یہ تصرفات جائز نہین مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہی قبض مین تو قبضہ مامور بجاے قبضہ مشتری ہو گا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہو گا تملیک سے بخلاف بیع کہ وہ مفید ملک نہین قبل قبض کے اور تملیک مبیع قبل قبض کے فاسد ہی اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد یفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فلا فجائز عینی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہے ہلاکی عوض سے قبل اُس کے مقبوض ہونے کے چنانچہ مبیع اور اُجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو اُسمین تصرف قبل القبض جائز نہین اور جو عقد کہ فسخ نہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اُسمین تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہی کذا فی العینی والمنقول لو وہبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح ہذا البیع ولم ینتقض البیع الاول الان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقا جوہرۃ قلت وفی المواہب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الصحۃ یحتملہما فتدبر اور بیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اُس کے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اُسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہین اور بیع اول نہ ٹوٹے گی اسواسطے کہ یہ مجاز ہی اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہی کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہی بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہی مطلقا خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرۃ مین کہتا ہون اور مواہب الرحمن مین ہی کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہی انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونون کو محتمل ہی غور کرے مم یعنی بیع منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہی اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اُسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اُسمین دونون محتمل ہین کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہین اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہی اسواسطے کہ بیع کے دونون رکن یعنی مبیع اور ثمن ثابت ہین تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد دصورت ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہی اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقدر حوا بفسادہ بانہ لا یقال لا کلہ انہ اکل حرام لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خرید کیا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہی یعنی مکروہ تحریمی ہی اُسکا بیچنا اور کھانا تاوقتیکہ اُسکو ناپ لے اور البتہ علمانے اُس کے فساد بیع کی تصریح کی ہی اور اُسکی کہ اُسکے کھانے والے کو حرام خور نہ کہین گے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہین چنانچہ کمال الدین نے اسکو مشرح بیان کیا ہی حرام خور اسواسطے نہ کہین گے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہی مگر وہ گنہگار رہو گا کیونکہ اُسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابر رض سے روایت کی نہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اُسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری اور اس مضمون کو اسحٰق اور بزار اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہی اگرچہ اس حدیث مین ضعف ہی لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہی کذا فی فتح القدیر عدم جواز کی علت فقہی کو شارح بعد اس کے بیان کریگا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لاحتمال الزیادۃ وہی للبائع اور مکیل کے مانند ہی موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی بائع کا حق ہی مم یعنی

Marfat.com

جب مکیل اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اسمین تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہین کہ شاید زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہی تو اگر واقع مین وہ بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ٹھہرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہوا تا غیر کے مال مین تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہی کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اتنا ثمن کم کر ڈالے فتح القدیر مین کہا کہ معدود سے عددی متقارب مراد ہی چنانچہ انڈا اور اخروٹ بخلاف مجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل اور موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کے چنانچہ ایک ڈھیر گیہون کا خرید کیا تو اسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہی تو اسمین احتمال زیادتی کا نہین وقید بقولہ غیر الدراہم والدنانیر لجواز التصرف فیہما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیۃ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور مصنف نے موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ موزونات مین دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہین کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیۃ اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخلاصہ م خلاصہ یہ ہی کہ بیع موزونات مین دو صورت مین مشتری کو دوسرے بار وزن کر لینا شرط نہین ایک درہم اور دنانیر کے عقد صرف مین اسواسطے کہ انکی مقدار مقرری مین غالباً تفاوت نہین ہوتا اور دوسرے بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہوگی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیلہ من البائع بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا او بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرۃ رجل فشراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہی بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اسنے مکیل کو خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اسکے کیل کرنے کے تو جائز نہین اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو بواسطہ عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض ہی نہ ٹھہرا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی م حضور مشتری مین کیل بائع اسواسطے کافی ہوا کہ مبیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون پر صحیح نہین ولو کان المکیل والموزون ثمنا جاز التصرف فیہ قبل کیلہ ووزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہی اسمین تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہی یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہین پھر جب ثمن مین تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متممات بطریق اولی جائز ہوگا لا یحرم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرط الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فہو فی حرمتہ ما ذکر کموزون والاصل ما مر مرارا ان الذرع وصف لا قدر فیکون کلہ للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہین بیع مذروع قبل از پیمائش گز اگرچہ اسکو بشرط پیمائش خرید کیا ہو مگر جبکہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کے مانند ہو گیا اور قاعدہ اسکا وہ ہی جو چند بار مذکور ہو گیا کہ گز وصف ہی نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جبکہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنی کیا ہے جس کو تبعیض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہوا اسواسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا م مضرت تبعیض موزون چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہین رہتا تو اسوقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہی اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو مناسب یہ تھا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بہبۃ او بیع او غیرہما لو عینا ای مشارا الیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیکہ ممن علیہ الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیرہ ابن ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہی بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنی اسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہی متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو اسمین تصرف اسکی تملیک کا ہی مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اسطرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہی اور تملیک دین جائز نہین غیر مدیون سے کذا صرح بن ملک سواء تعین بالتعیین کمکیل او لا کعقود فلو باع ابلا بدراہم او بکر جاز اخذ بدلہما شیئا آخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہی خواہ ثمن معین ہو جاتا ہو

Marfat.com

معین کم نرسے خیاچہ کیل یا تعین نہتا ہو تعین سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہون سے بیچا تو درم اور گیہون کے عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہی عبداللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع مین بیچتے تھے تو درم کی جگہ دینار اور بجاے دینار درم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو جائز رکھتے تھے کذا فی الفتح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمہر واجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق بمال وموروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون قبلہا قبل قبضہا عینی سوی صرف وسلم فلا یجوز اخذ خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہے ہر دین مین قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا اور ارث اور وصیت کی چیز خلاصہ یہ ہی کہ تمام اثمان اور دیون مین قبل اُن کے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہی کذا فی العینی سوے صرف اور سلم کے کہ اُن مین خلاف جنس ثمن لینا جائز نہین بسبب فوت ہونے اسکی شرط کے مم یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہی تو قبل اُسکے تصرف اُسمین جائز نہین وصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ من المشتری ووارثہ خلاصہ ولفظ ابن ملک او من اجنبی اور صحیح ہی زیادہ کردینا ثمن مین اگرچہ زیادتی اُسکے خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد مین ہو یا بعد اُس کے مشتری کی طرف سے زیادتی ہو یا اُس کے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے کہا یا زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو مم اگر اجنبی کی زیادتی بامر مشتری ہی تو مشتری پر واجب ہی نہ اجنبی پر اگر اسکے بلا امر ہی تو اگر مشتری نے قبول کرلی تو اُسپر لازم ہی ورنہ باطل ہی اور اگر اجنبی نے زیادہ کرے کے وقت مشتری کی طرف سے ذمہ کرلیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگر یہ بامر مشتری تھا تو اجنبی مشتری سے بھرے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ان فی غیر صرف وقبل البائع فی المجلس او بعدہ بطلت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہی اگر غیر صرف مین ہو اور بائع اُس زیادتی کو مجلس مین قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہوجائیگی کذا فی الخلاصہ مم صرف مین زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہین کیونکہ سود ہی وفیہا لو ندم بعد ما زاد اجیر اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پچتاوے تو اُسپر جبر کیا جاوے یعنی حاکم بزور دلاوے وکان المبیع قائما فلا تفسخ بعد ہلاکہ ولو حکما علی الظاہر بان باعہ ثم اشتراہ ثم زاد او زیادتی صحیح ہی بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہین بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاکی حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے اسطرح پر کہ مشتری نے اسکو بیچا پھر اُسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول مین مم مبیع کو ہلاک حکمی سواسطے کہا کہ اختلاف ایدی اختلاف سلعہ کے برابر ہی اور اگر مبیع کے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کریگا تو بطریق اولی جائز ہی کذا فی الطحطاوی وزادنی الخلاصہ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فتلغو بعد القبض او دبر او کاتب او دمرت الشاۃ فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف مالو آجر او رہن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام الاسم والصورۃ وبعض المنافع اور خلاصہ مین زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہی یعنی ہونا مبیع کا محل مقابلہ زیادتی در انحالیکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق مین اسطرح پر کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج نہوگئی ہو مبیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مرگئی پھر مشتری نے زیادہ ثمن کردیا تو جائز نہین بسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اُسکے کہ اگر مبیع کو باجارہ دیا یا اُسکو رہن رکھا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کرڈالی تو ان صورتون مین زیادہ کرنا جائز ہی بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع مبیع کے مم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ مبیع اور تدبیر اور کتابت اور موت ہلاک حکمی مین داخل ہین کذا فی الجلبی وصح الحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہی کم کردینا ثمن کا یعنی بائع کیجانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع اور قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان بأصل العقد بالاستناد وتبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہی بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتداے عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہی تمام ثمن کا کم کردینا مم وجہ بطلان یہ ہی کہ اسمین اصل عقد کی تبدیل ہی کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا گرادینا یا ہبہ ہی یا مبیع بلا ثمن ہی تو فاسد ہی کذا فی الزیلعی واثر الالتحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وہلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما یظہر فی شفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہی تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف مین لیکن شفعہ مین تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہی نہ زیادتی کا مم یعنی اگر اول دس کی خریدی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن مین زیادہ کردیے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم پر کرے اور درصورت کم کردینے ثمن کے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھیرے اور بائع کو حبس مبیع مین تا قبض زیادتی اختیار ہے اور صرف مین زیادتی اور کمی مفسد عقد ہی اور شفعہ مین شفیع کو زیادتی اسواسطے لازم نہوئی کہ اُسکا حق ثابت ہوچکا تھا بیع اول سے تو لزوم زیادت مین اُس کے حق کا ابطال ہی اور حالانکہ بائع اور مشتری اُس کے ابطال کے مالک نہین وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دونہا ان فی غیر سلم زیلعی وقبل المشتری اور مبیع مین زیادہ کردینا صحیح ہی بائع کی جانب سے

اور بائع کو اُسکا دینا لازم ہی بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ مین نہو کذا فی الزیلعی اور مشتری اُسکو قبول کرے ہم زیلعی نے کہا مسلم فیہ مین زیادہ کرنا صحیح نہین کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہی اُسکو تو موجود فرض کیا ہی مسلم الیہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ مین زیادہ کرنا اُسکی حاجت کا دافع نہین بلکہ موجب مزید حاجت ہی لہذا جائز نہین **ویلتحق ایضاً بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط حصتہما من الثمن** اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہی تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہوگئی قبل قبض کے تو اُسکا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا ہم مثلاً تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کردی پھر تین سیر تلف ہوئی قبل قبض کے تو مشتری کو دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہوجائیگا کذا لو زاد فی الثمن عرضا وہلک قبل تسلیمہ الفسخ العقد بقدرہ قیمۃ اور اسی طرح اگر مشتری نے ثمن مین اسباب زیادہ کردیا پھر وہ تلف ہوگیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ہم مثلاً ایک پیر سو درم کو خریدی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن مین ایک کتاب زیادہ کردی جسکی قیمت پچاس درم تھی پھر کتاب ضائع ہوگئی قبل تسلیم کے تو مبیع کی ایک تہائی مین بیع منسخ ہوگی کذا فی المنح یعنی اسواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہی طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قائم ہی تو اُسکا مقتضی یہ ہی کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضمان دے واللہ تعالیٰ اعلم **ولا یشترط للزیادۃ ہنا قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن** کما مر اور شرط نہین یہان کی زیادتی مین یعنی زیادت مبیع مین قائم رہنا مبیع کا شرط نہین تو زیادہ کرنا صحیح ہی بعد اُس کے ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اُسمین قیام مبیع شرط ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا **ویصح الحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح** لانہ اسقاط و اسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بادنی فی براۃ الاسقاط لافی براۃ الاستیفاء اتفاقاً اور صحیح ہی کم کردینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشارالیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہی اور اسقاط عین کا صحیح نہین بخلاف دین کے کہ اُسکا اسقاط صحیح ہی تو پھیرے جو اُسنے دیا تھا برات اسقاط مین نہ برات استیفا مین بالاتفاق ہم محیط مین ہی کہ متعین گیہون پیمانہ بھر خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کردیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہین اسواسطے کہ گیہون عین ہین یعنی متعین مشارالیہ ہین اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہین اور اگر گیہون کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہی اسواسطے کہ گیہون یہان دین ہین اور اسقاط دین صحیح ہی انتہی برات اسقاط کی مثال یہ ہی کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجھکو بری الذمہ بطریق برات اسقاط کے کیا اور برات استیفا کی مثال یہ کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا بطریق برات استیفا اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقہا فقولان اور اگر برات کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کے تو اُسمین دو قول ہین یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع مین اختلاف ہی و اما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو ہبۃ او حط فیرجع المشتری بادنی علی ما ذکرہ السرخسی فیتامل عند الفتوی بحر اور وہ ابراء جو ثمن کی طرف مضاف ہی وہ تو صحیح ہی اگرچہ ابراء بطریق ہبہ یا کم کردینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیرلے جو اُسنے ثمن دیا تھا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کذا فی البحر ہم یعنے شیخ الاسلام کے نزدیک ابراء مین تفصیل ہی کہ برات اسقاط مین رجوع ہی نہ برات استیفا مین اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک ابراء ثمن بعد استیفاء اور قبض کے صحیح ہی تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہی اور جب برات استیفا مین رجوع جائز ہوا تو برات اسقاط مین بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اُسمین اختلاف ہوا تو مفتی پر تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ مین رجوع کرنا برات اسقاط مین اور عدم رجوع برات استیفا مین باتفاق علما نقل کیا ہی سو خلاف واقع ہی کذا فی الطحطاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنی سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہی وفی البزازیۃ باعہ علی ان ابرأہ من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ کذا جاز للحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ مین ہی بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اتنا گرادے تو صحیح ہی بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوائے ہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لاحق نہین ہوتا **والاستحقاق للبائع او شریک الشفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد ویتعلق بالزیادۃ ایضاً** فلو وجد بہ عیب فرجع المشتری بالکل او استحق بائع اور مشتری اور شفیع کا اُس سے متعلق ہوتا ہی جس پر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہی تو اگر عیب وغیرہ سے مبیع پھر جاوے تو مشتری سب پھیرلے یعنی ثمن اور زیادت ہم سبب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار رہیگا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیرلے اور جب شفیع مبیع کو مستحق شفعہ لے تو اُس زیادتی کے ساتھ جسکو بائع نے مبیع پر زیادہ کردیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ولزم تاجیل

کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہی تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے ہم دین وہ ہی جو گردن پر واجب ہو بسبب عقد یا استہلاک کذا فی الطحطاوی عن السمرقندی نہر الفائق مین ہی تاجیل ہر دین کی صحیح ہی خواہ ثمن مبیع ہو یا سوائے اسکے سوا سطے کہ صاحب دین کو معاوضہ دینا جائز ہی تو تاخیر مطالبہ بطریق اولی جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنی بلا مدت باقی رہیگا اور خانیہ مین ہی کہ اگر مدیون نے کہا کہ مین نے مدت کو باطل کیا اُسکو چھوڑا تو دین حال ہو جائیگا اور اگر مدیون بولا کہ مین مدت سے بری ہون یا مجھکو اُسکی کچھ حاجت نہین تو یہ قول ابطال اجل نہوگا انتہی مافی النہر الا فی سبع علی مافی مدانیات الاشباہ بدلی صرف وسلم وثمن عند اقالۃ وبعدہا وما اخذ بہ الشفیع ودین المیت والسابع القرض مگر سات صورتون مین تاجیل دین لازم نہین چنانچہ اشباہ کی مدانیات مین ہی صرف کے دونون عوضون مین اور سلم مین یعنی راس المال مین اور ثمن مین اقالہ کے وقت اور اُسکے بعد اور اُس دین مین جس کے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین میت مین اور ساتوین قرض مین ہم بحر الرائق مین ہی کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہین خلاصہ مین ہی کہ اگر مدیون مرگیا اور دین حال ہوگیا اور دائن نے اُسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہین نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ مسائل مذکورہ مین تاجیل صحیح نہین نہ یہ کہ صحیح غیر لازم ہی چنانچہ ظاہر بحر الرائق اسپر ناطق ہی کیونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہی فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہین ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ اور صلہ ہی ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہی اور جو تبرع کا مالک نہین وہ قرض دینے کا بھی مالک نہین چنانچہ وصی اور ولی اور مکاتب اور عبد ماذون پھر جب عاریت ٹھہرا تو اُسمین تاجیل لازم ہوئی کیونکہ معیر کو اگر اُسنے عاریت کی مدت ٹھہرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہی اور باعتبار انتہا قرض معاوضہ ہی کیونکہ اُسمین رد مثل واجب ہی تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہین کیونکہ لازم آتا ہی کہ دراہم کی بیع دراہم سے اُدھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہی لہذا علما حنفیہ قائل ہوے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہی کذا فی الزیلعی وفی النہر یعنی اگر قرض مہینہ بھر کے وعدے پر دیا ہو تو مقرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہی الا فی اربع اذا کان مجحودا تاجیل قرض لازم نہین مگر چار صورتون مین لازم ہی جبکہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو درصورت عدم شہادت تام صورت اُسکی یہ ہی کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ مین تیرے قرض کا اقرار نہین کرونگا تاوقتیکہ تو اُسکی کچھ مدت نہ مقرر کردے یا اصل مال سے کچھ کم کر ڈالے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہی تو اب مدت لازم ہوگی کہ اُسکو فی الحال مطالبہ نہین کر سکتا یہ اُس صورت مین ہی جبکہ اُسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ گواہون کے روبرو یہ کہا تو مقرض فی الحال ماخوذ ہوگا کذا فی الطحطاوی اور حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثابت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک ادا حالہ علی اجر فاجلہ المقرض احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبرئۃ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کے واسطے کچھ مدت مقرر کردی یا مستقرض نے اپنے اُس مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہی سوا سطے کہ حوالہ بری الذمہ کردینے والا ہی مجیل کا ہم حوالہ کی دونون صورتین بلکہ ایک مسئلہ ہین جسے مسئلہ رابعہ یعنی وصیت مین دو صورتین ہین والرابع الوصیۃ او وصی بان یقرض من مالہ الف درہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسامح فیہا نظر الموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ فیصح ویلزم چوتھی صورت لزوم تاجیل قرض کی وصیت ہی یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ اُسکے مال سے ہزار درم فلانے شخص کو قرض دیے جائین سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اُسکے ثلث مال سے اور آسانی کی جائیگی سال کی مدت مین بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اُس قرض کی جو زید پر ہی سال بھر کی مدت ٹھہرائی تو وصیت صحیح ہی اور مدت لازم ہی والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدل صرف وسلم وصحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ وشفیع ودین میت ولازم فیما عدا ذلک ذکرہ المصنف وتعقبہ فی النہر بان الملحق بالقرض تاجیلہ باطل وخلاصہ یہ ہی کہ تاجیل دین کی تین طرح پر ہی بدل صرف اور سلم مین تو تاجیل باطل ہی اور تاجیل صحیح غیر لازم ہی قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت مین اور تاجیل لازم ہی سوائے دیون مذکورہ کے او صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی لیکن نہر الفائق مین اُسپر اعتراض کیا ہی کہ ملحقات قرض یعنی اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہی ہم قول صاحب نہر کا سابق مین مفصلاً مذکور ہو چکا قلت من حیل تاجیل القرض کفالۃ مؤجلا فیتاخر عن الاصیل لان الدین واحد بحر ونہر فی خامسۃ فلتحفظ مین کہتا ہون اور منجملہ تدابیر تاجیل قرض کی ضمانت ہی قرض کی مدت ٹھہرا کر تو مطالبہ قرض کا اصیل سے ضمناً متاخر ہو جائیگا بسوا سطے کہ دین تو ایک ہی ہی کذا فی البحر والنہر تو یہ پانچوین صورت عدم جواز تاجیل قرض سے مستثنی ہوئی اُسکو یاد رکھنا چاہیے تمام یعنی اگر زید نے مثلاً سو درم خالد سے قرض لیے اور چاہا کہ ادائے قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جائے تو اُسکا طریقہ یہ ہی کہ زید محمود کو ضامن دے اور محمود ایک سال یا ایک مہینے کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمناً زید سے مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہی کہ ابو یوسفؒ کے نزدیک درصورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہوگا مگر مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہی

Marfat.com

شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہو واللہ تعالیٰ اعلم وفی حیل الاشباہ حیلۃ تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا ویصدقہ الطالب ان کان مؤجلا علیہما ویقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا والا لامر الوارث بالبیع للدین وہذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ اشباہ کے باب الحیل مین تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہی کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب دین اُسکی تصدیق کرے کہ میت اور اُسکا کفیل پر دین مؤجل تھا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت نے کچھ متروکہ نہین چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اُس کے بیچ ڈالنے کا ادائے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہے کہ جب دین مؤجل فی الحال واجب الادا ہو جاتا ہی مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہین ہوتا ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین مؤجل ہو جاتا ہے اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اُس کے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہی علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہی تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہین خلاف واقع ظاہر کرکے کذا فی الطحطاوی

وقلت سیجئ فی آخر الکتاب ان لو حل بموتہ وادا قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین مین کہتا ہون آخر کتاب مین آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اُسکی مدت کے آنے کے ادا کر دیا تو اُس کے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہین مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہی متاخرین فقہا کا یعنے جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہی مدیون اور دائن کی بیع مین اُسمین سے مدیون کچھ نہ پاوے گا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن التنقیۃ **فصل** فی القرض یہ فصل ہی قرض کے بیان مین ہو لغۃ ما تعطیہ لتقاضاہ قرض لغت عرب مین وہ چیز ہی جسکو تو دے تا اُسکا تو تقاضا کرے ہم چیز عام ہے قیمتی اور مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہی بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہی قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتقاضاہ وہو اخص من قولہ اور شرع مین قرض وہ ہی جس کو تو دے منجملہ مثلیات کے تا اُسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر تر ہی مصنف کی تعریف آیندہ سے ہم طحطاوی نے کہا لیکن یہ تعریف اُسپر بھی صادق آتی ہی جسمین عین شے کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودیعت **عقد مخصوص** بلفظ القرض ونحوہ یرد علی **دفع مال** بمنزلۃ الجنس **مثلی** خرج القیمی **لآخر لیرد مثلہ** خرج نحو ودیعۃ وہبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہی جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اُس کے چنانچہ یون کہنا کہ مجھکو سو درم دے تا مین تجھکو مثل اُسکے پھیر دون دفع مال بمنزلہ جنس کے ہی اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کے قید سے مانند ودیعت اور ہبہ نکل گئے ہم ودیعت کے مانند عاریت ہی کیونکہ ودیعت اور عاریت مین ردعین ہی نہ رد مثل اور ہبہ کے مانند صدقہ ہی کہ دونون مین ردعین ہی نہ رد مثل وصح القرض فی مثلی ہو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک اور صحیح ہی قرض مال مثلی مین مال مثلی وہ ہی جسکے تلف کر ڈالنے سے اُسی کے مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ انڈا اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ مین قرض صحیح نہین کذا فی العالمگیریۃ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہی بشرطیکہ قالب یکسان ہو لانی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہین مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزون مین چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہو جانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات مین رد مثل نہین ہو سکتا لہذا قرض اُن مین صحیح نہوا فتاوی عالمگیری مین ہی متفاوت چیز مین قرض صحیح نہین چنانچہ ریاحین رطبہ اور بقول مین لیکن حنا اور دسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے کچھ مضائقہ نہین واعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض مبیع فاسد سوا فیحرم الانتفاع بہ لابیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کرکہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہی وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہی تو اُس سے فائدہ لینا حرام ہی لیکن اُسکا بیچ ڈالنا حرام نہین بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے گھر کا قرض لینا بلکہ سائر اعیان کا قرض فاسد ہی انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی اُسمین اجازت نہین اگرچہ متعاقدین راضی ہو جاوین کذا فی الطحطاوی **فیصح استقراض** الدراہم والدنانیر کذا کل مایکال او یوزن اولیعد متقاربا **فصح استقراض** جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخیز وزنا وعددا کما یجئ تو صحیح ہی قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسی طرح ہر ایک اُس چیز کا جسمین پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہی یا اُسکا شمار ہوتا ہی بشرط تقارب مقدار پس صحیح ہی قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کرکے اور گوشت کا تولکر اور روٹی کا تولکر اور گن کر چنانچہ باب الربوا مین آویگا طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقراض سے فقہا نے عمدگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہین رکھا

Marfat.com

استقرض من الفلوس الرائجۃ والعدالی فکسدت فعلیہ مثلہا کاسدۃ ولا یغرم قیمتہا وکذا کل ما یکال ویوزن لما مر انہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ بغلائہ او رخصہ کرنی المبسوط من غیر خلاف وجعلوا فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام وعند الثانی علیہ قیمتہا یوم القبض وعند الثالث قیمتہا فی آخر یوم رواجہا وعلیہ الفتوی ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر انکا رواج جاتا رہا تو اسپر مانند اسکے غیر مروج فلوس لازم الادا ہین اور وہ شخص انکی قیمت کا تاوان ندے اور اسیطرح پر کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہی واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض مین ضمان بالمثل ہی تو کچھ اعتبار نہین اسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط مین اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہی اور بزازیہ وغیرہ مین وجوب مثل کو امام اعظم رح کا قول ٹھہرایا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک اسپر یوم القبض کی قیمت ہی اور محمد رح کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اسپر لازم ہی اور اسی قول پر فتوی ہی ہم گرانی اور ارزانی کا اسوقت اعتبار نہین جبکہ قرض لینا اور ادائے قرض کرنا ایک ہی شہر مین ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا عنایہ مین ہی کہ ظاہرا عدالی جمع ہی عدلی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف مین بنایہ سے منقول ہی کہ عدالی بفتح عین مہملہ وتخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ دراہم ہین جو عدال کی طرف منسوب ہین شاید عدال بادشاہ کا نام ہی جسکی طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہی کذا فی الطحطاوی وقال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض بمکۃ فعلیہ قیمتہ بالعراق یوم استقرضہ عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ صاحب بزازیہ نے کہا اور اسی طرح مسئلہ فلوس کے مانند ائمہ ثلثہ مین خلاف ہی جبکہ ایک شخص نے گیہون یا مطلق اناج قرض لیا عراق مین سو مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ شریفہ مین تو اسپر قیمت طعام واجب ہی وہ قیمت جو عراق مین تھی اس کے قرض لینے کے دن ابو یوسف رح کے نزدیک اور محمد رح کے نزدیک وہ قیمت لازم ہی جو بروز خصومت ہی اور صاحب قرض پر واجب نہین کہ مستقرض کے ساتھ پھر جائے عراق کی طرف اور وہان اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ مین قیمت عراق اور قیمت مکہ معظمہ کا حال بیان نہین کیا سو اگر دونون شہرون کی ایک ہی قیمت ہی تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہین اور اگر قیمت مختلف ہی تو یہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہی ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فیہ رخیص فلقیہ المقرض فی بلد الطعام فیہ غال فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب ویومر المطلوب بان یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد الذی اخذ منہ اور اگر اناج قرض لیا اس شہر مین جسمین اناج ارزان ہی پھر قرض دینے والے نے اس شہر مین قرض لینے والے سے ملاقات کی جسمین اناج گران ہی اور طالب نے اپنے حق کا اس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہین اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتماد کراوے ضامن دیکر تا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اس شہر مین جسمین اس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکہ کیلا او وزنا فلم یقبضہ حتی انقطع فانہ یجبر صاحب القرض علی تاخیرہ الی مجی الحدیث الا ان یتراضیا علی القیمۃ لعدم وجودہ بخلاف الفلوس اذا کسدت وتمامہ فی صرف الخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر پیمانے سے یا تول کر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا نہ کیا یہان کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی اسکی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونون اسکی قیمت پر راضی ہو جاوین بسبب نہ موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے جبکہ اونکا رواج جاتا رہے تو انکی قیمت دینا جائز نہین کیونکہ فلوس غیر مروجہ ناپیدا نہین اور پورا بیان اسکا خانیہ کے باب الصرف مین ہے ویملک المستقرض القرض بنفس القبض عندہما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فلہ رد المثل ولو قائما خلافا لہ بناء علی انعقادہ بلفظ القرض وفیہ تصحیحان وینبغی اعتماد الانعقاد لافادتہ الملک للحال بحر اور مالک ہو جاتا ہی مستقرض قرض کا بمجرد قبضہ کرنے کے امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک برخلاف ابو یوسف رح کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہی اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک تا قیام قرض اسکا رد مثل جائز نہین طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہی بلفظ قرض یعنی بدون اسکے استہلاک کے اور اسمین انعقاد اور عدم انعقاد دونون قولون کی تصحیح وارد ہی اور لائق ہی اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اسکے مفید ہونے کے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی بمجرد لفظ قرض اور قبض کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہی تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہین فجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراہم مقبوضۃ ولو تفرقا قبل قبضہا بطل لانہ افتراق عن دین بزازیۃ فلیحفظ تو جائز ہی مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہی مقرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونون شخص متفرق ہوے قبل قبض دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہی کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہی بلا قبض کذا فی البزازیہ ہم خرید مستقرض افادہ

Marfat.com

ملک پر متفرع ہی یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اُسکے ذمہ پر ضمان مثل ثابت ہو گیا تو اب اُسکو اُسکا خرید کرنا بثمن نقد جائز ہوا بحر الرائق مین ہے کہ بیع الدین بالدین جائز ہی بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف مین یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف مین کذا فی الطحطاوی **اقرض صبیا محجورا فاستہلکہ الصبی لا یضمن خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعہ او اودعہ ومثلہ المعتوہ** قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اُسکو تلف کیا تو اُسپر ضمان نہین بخلاف ابو یوسفؒ کے اور اسی طرح خلاف ہی طرفین اور ابو یوسفؒ کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اُس کے پاس امانت رکھی اور اُسنے تلف کر ڈالی اور صغیر کے مانند بیہوش ہی م ابو یوسفؒ کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہی فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہی کہ یہی قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی **ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یواخذ بہ قبل العتق خلافا للثانی وہو کالودیعۃ** سوا خانیہ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اُس سے قرض کا مواخذہ نہین اُس کے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسفؒ کے اور قرض اور ودیعت حکم مین برابر ہین کذا فی الخانیہ **وفیہا استقرض من آخر دراہم فاتاہ المقرض بہا قال المستقرض القہا فی الماء فالقاہا قال محمد لا شئ علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعۃ فانہ بالالقاء یعد قابضا والفرق ان لہ اعطاء غیرہ فی الاول لا الثانی وعزاہ لغریب الروایۃ** اور خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اُس کے پاس دراہم لایا مستقرض نے کہا کہ انکو پانی مین ڈالدے اور اُسنے دراہم پانی ڈال دیے محمدؒ نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہین اور یہی حکم دین اور سلم کے راس المال کا ہی بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی مین ڈال دینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونون صورتون مین یہ ہی کہ مامور کے غیر کے دینے کا اختیار ہی پہلی صورت مین یعنی قرض اور دین اور راس المال مین نہ دوسری صورت مین یعنی خرید اور ودیعت مین اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خان نے اس قول کو روایت غریبہ نادرہ کی طرف نسبت کیا ہی م خرید سے مراد یہ ہی کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی مین ڈال دے اور ثمن منقود کا پانی مین ڈالنا مراد نہین کذا فی الطحطاوی **وفیہا القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منہا لا یبطلہ ولکنہ یلغو شرط رد شئ آخر فلو استقرض الدراہم المکسورۃ علی ان یودی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض** اور خانیہ مین ہی کہ قرض متعلق نہین ہوتا جائز شرط سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہین کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہین کرتی ولیکن دوسری چیز کے پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہی تو اگر ٹوٹے پھوٹے دراہم قرض لئے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہی اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اس کو دوسرے شہر مین ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر مانند مقبوض کے یعنی ٹوٹے پھوٹے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر مین اناج کا دینا جہان قرض لیا جامع الفصولین مین ہی کہ قرض مین محل ایفا شرط نہین اور قرض کا محل متعین ہی کذا فی الطحطاوی **فان قضاہ اجود بلا شرط جاز ویجبر الداین علی قبول الاجود وقیل لا بحر** پھر اگر مستقرض نے نہایت کھری جنس ادا کی بدون مشروط ہونے عمدگی کے تو جائز ہی اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُسپر زبردستی نہین کی جائیگی کذا فی البحر م قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہی جیسے ناقص تر کے قبول مین جبر نہین کذا فی العالمگیریۃ اور اگر دین مؤجل تھا اور اُسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اُس کے قبول مین جبر ہوگا شارح نے اسکا حکم بیان نہ کیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج ہو چنانچہ ایک دانگ یعنی بقدر چھ جو کے سو درم مین تو جائز ہی نہ ایکدرم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز مین دو قول ہین اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج نہین اور مدیون اُسکو جانتا نہو تو اُسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کو تبعیض یعنی اُسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہین اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اسطرح پر کہ اُنمین کوئی خفیف الوزن درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہین اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہو تو جائز بطریق ہبہ کے انتہی ملخصا اور تبیین المحارم مین ہی کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کر دی مقرض کو تو صحیح نہین کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمۃ مین جائز نہین اور غیر محتمل القسمۃ مین جائز ہی کذا فی الطحطاوی **وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان تقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ** اور خلاصہ مین ہی کہ شرط کر کے قرض دینا حرام ہی اور شرط لغو ہی اسطرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اُسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تا اُسکا دین وہان دیا جائے م اور اگر استقراض مطلقا بلا شرط ہو اور بعد اُسکے

ذکر ہندی

ایفاء دین

ایفاء دین دوسرے شہر مین ہو تو مکروہ نہین کذا فی العالمگیریۃ اس صورت کو ہندوستان مین ہنڈوی کہتے ہین اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ مین آویگا وفی
الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام فکرہ للمرتہن سکنی المرہونۃ باذن الراہن اور اشباہ مین ہی کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہی تو مرتہن کو گروی مکان مین راہن کے
اذن سے رہنا مکروہ ہی یعنی اسواسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہو اور بعضون نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہی چنانچہ مصنف کتاب الرہن مین بیان کریگا م
کرخی نے کہا کہ نفع قرض کا اسوقت حرام ہی جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ تر ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر مقرض نے درم اسواسطے قرض دیے
تا مستقرض اُس سے متاع ثمن غالی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہی اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہی تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی
الاستقراض پر محمول کیا ہی اور افضل یہ ہی کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہی اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ
لینے سے پرہیز نکرے اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہی یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنیکا بھی اسیطرح حکم ہی شمس الائمہ نے کہا کہ یہ جو محمدؒ نے کہا ہی کہ مدیون
کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہین تو اُسپر محمول ہی کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہو یا بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے
سابق سے تو قبول دعوت حلال نہین اور اگر داین مدیون کے دراہم پاوے بشرطیکہ دین مؤجل نہو اور دراہم عمدہ تر نہون تو اُسکو لینا جائز ہی والا جائز نہین چنانچہ اگر درم
قرض ہون اور اُس کے دینار پاوے تو لینا درست نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً فروع مسائل ملحقہ شارح کے استقرض عشرۃ دراہم وارسل عبدہ لاخذہا فقال المقرض دفعتہ الیہ و
اقر العبد بہ وقال دفعتہا الی مولای وانکر المولی قبض العبد العشرۃ فالقول لہ ولا شئ علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضہا بحق انتہی بحر قرض مانگے دس درم اور
اپنے غلام کو اُنکے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ مین نے غلام کو قرض دیا اور اُسکے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ مین نے درم اپنے مولی کو دیے اور مولے نے
قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے قبض مین نہین آئے تو مولے ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ بھرے گا اسواسطے کہ غلام مقر ہے کہ
اُسنے دراہم پر بواجبی قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر م واجبی قبض کی وجہ یہ ہی کہ غلام نے بواسطہ استقراض مولے کے درہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادائے
قرض اُسپر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی وعن الخانیۃ عشرون رجلا جاؤا واستقرضوا من رجل وامروہ بالدفع لاحدہم فدفع لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت ومفادہ صحۃ
التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیہ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اُسکو امر کیا اپنے گروہ مین سے ایک مرد کے دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا
تو مقرض مطالبہ نہین کرسکتا اُس شخص سے مگر بقدر اُس کے حصے کے مین کہتا ہون اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہی نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیۃ
م فتاوی عالمگیری مین کہا خلاصہ یہ ہی کہ اقراض کی توکیل جائز ہی اور استقراض کی توکیل جائز نہین اور استقراض کی پیام رسانی آمر کے واسطے جائز ہی اگر استقراض کے وکیل نے
بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح پر کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے تو قرض آمر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اسطرح
پر کہ مجھکو قرض دے فلانے شخص مرسل کے واسطے تو وکیل اپنی ذات کیواسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لیے وہ اُسی کے مملوک ہونگے اسکو اختیار ہے چاہے موکل
کو ندے کذا فی الطحطاوی وفیہا استقراض العجین وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخمیرۃ بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ والسلام عن خمیرۃ یتعاطاہا الجیران یکون ربوا فقال ما رآہ المسلمون حسنا
فہو عند اللہ حسن وما رآہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح اور قنیہ مین ہی کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا تولکر جائز ہی اور لائق ہی جائز ہونا قرض کا خمیر مین بدون وزن کے رسول خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا اُس خمیر کا جسکو پڑوسی ایک دوسرے کو دیا لیا کرتے ہین کہ کیا یہ بیاج ہی تو فرمایا کہ جسکو مسلمان اچھا جانین وہ خدا تعالی کے نزدیک خوب ہی اور
جسکو مسلمان بُرا جانین وہ خدا کے نزدیک بُرا ہی م مختار الفتوی مین ہی کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہی بحر الرائق مین ہی کہ وزن کی قید سے اٹکل نکل گئی تو اٹکل سے قرض
بلا وزن جائز نہین اور حدیث ما رآہ المسلمون کی مسند احمد مین ابن مسعود سے مروی ہی اور یہ حدیث موقوف حسن ہی یعنے ابن مسعودؓ کا قول ہی نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام
کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنۃ وفیہا شراء الشئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ مین ہی کہ کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب
حاجت قرض کے جائز ہی اور مکروہ ہی اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی م اسکی گفتگو عنقریب مذکور ہو چکی قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود لو ادان زید العشرۃ

Marfat.com

باثنی عشر او بثلثة عشر بطریق المعاملة فی زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا تعطی العشرة بازید من عشرة ونصف ونبه علی ذلک فلم یمتثل ماذا یلزمه فاجاب یعزر ویحبس الی ان تظهر توبته وصلاحه فیترک مین کہتا ہون اور مفتی ابو سعود کے معروضات مین یہ سوال ہی کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض دے ہمارے زمانہ مین بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہی اسپر کہ دس درم ساڑھے دس سے زائد پر نہ دیے جاوین اور زید کو اسپر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اُسنے نہ مانا کیا سزا اُسپر لازم ہی تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اُسکو تعزیر دیجاے اور قید کیا جاے یہانتک کہ اُسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اُسکی خلاصی ہو م معاملہ سے مراد بیع العینہ ہی جسکا ذکر کتاب الکفالہ مین آویگا صورت اُسکی یہ ہی کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اُسنے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار مین دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اُسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوے اور زید کو دس درم

وفی هذه الصورة هل یرد ما اخذه من الربح لصاحبه فاجاب ان حصله منه من بالتراضی ورد الامر بعدم الرجوع لکن یظهر ان المناسب الامر بالرجوع واقبح من ذلک السلم حتی ان بعض القری قد خربت بهذا الخصوص انتهی اور اسی صورت مذکورہ مین سوال ہی کہ کیا صاحب دین پھیر دے جو اُسنے نفع لیا ہی مدیون سے تو مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ اگر اُسکو نفع اس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہی لیکن ظاہرا پھیر دینے کا حکم مناسب ہی اور بیع المعاملہ سے مراد سلم ہی یہانتک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص سے ویران ہو گئے انتہی جواب المفتی المرحوم م یہان سلم سے ایک قسم خاص مراد ہی یعنی دراہم قلیلہ دے اور بہت سے گیہون یا گھی وغیرہ ٹھہرا لے اسطرح پر کہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو مسلم فیہ کا یا کمتر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہ باب ہی ربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام مین م مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مین زیادت ہی مگر یہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہی اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی (یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت مین ربوا سے مراد قدر زائد ہی خواہ زائد قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین ہو اور گاہے ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی بمعنی مصدری قال اللہ تعالی (واحل اللہ البیع وحرم الربوا) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع مین زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصا معلوم ہوا کہ جیسے بیع مین سود حرام ہی ویسے ہی قرض مین بھی حرام ہے تو یہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہین کہ سود تو فقط بیع مین حرام ہی نہ قرض مین سو غلط ہی صحیح مسلم وغیرہ مین ابن مسعود سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابو داؤد اور ترمذی مین اتنی روایت زیادہ ہی کہ سود کے دونون گواہون اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نرہیگا مگر سود کھائیگا اور اگر سود نہ کھائیگا تو اُسکو اُسکی بھاپ لگیگی اور ایک روایت یون ہی کہ اُسکا غبار لگیگا کذا فی التیسیر ہو لغة مطلق الزیادة ربوا لغت مین مطلق زیادت کو کہتے ہین یعنی خواہ کیل یا وزن مین زیادت ہو یا سواے اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئة والبیوع الفاسدة فکلها من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانه لانه یملک بالقبض قنیة وبحر اور شرع مین ربوا عبارت ہی زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو اس تعمیم سے ربوا نسیہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف مین داخل ہو گئین اسواسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہین تو واجب ہی پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اُسکا رد ضمان اسواسطے کہ ربوا مین عوض مملوک ہو جاتا ہی قبضہ کرنے سے کذا فی القنیة والبحر م نسیہ کی یہ صورت ہی کہ درم کو درم سے بیچے سو ایک درم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہان حقیقی زیادتی نہین لیکن حکمی ہی کیونکہ نقد بہتر ہے نسیہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہین چنانچہ بیع بالشرط مین خال عن عوض خرج مسئلة صرف الجنس بخلاف جنسه ربوا وہ زیادتی ہی جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اسکے مخالف جنس سے نکلگیا م باب الصرف مین مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہون اور پیمانہ بھر جو اُسکے دو چند گیہون اور جو سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ گیہون بمقابل جو اور جو بمقابل گیہون واقع ہو گئے تو یہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وهو الکیل والوزن فلیس الذرع والعدد بربوا زیادتی خالی عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد وکیل اور وزن ہی تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہین م یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہی تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہین مثلا دس گز ثوب ہروی کو پانچ گز منسوب بہرات ۱۲

العدد

توب ہردی سے دست بدست بیچنا ربوا نہین کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہی اور اسیطرح ایک انڈے کو دو انڈون سے دست بدست بیچنا ربوا نہین مشروط ذلک الفضل لاحد المتعاقدین اور اسے بائع او مشتری فلو شرط لغیرہما فلیس بربوا بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کیواسطے مشروط ہو یعنی بائع یا مشتری کیواسطے تو اگر ان دونون کے سوا اجنبی کے واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہین بلکہ بیع فاسد ہی ہم ربوا نہین یعنی مصطلح ربوا نہین والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا مین داخل ہی قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ یہ مستغرق ہی اسکا کہ ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہی حالانکہ ایسا نہین ہی متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہی کیونکہ مقرض اور مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہین ہمین تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمر یہ سب حرام ربوا ہی چنانچہ جواہر اور نتف مین مصرح ہی انتہی کذا فی الطحطاوی فی المعاوضۃ فلیس الفضل فی الہبۃ بربوا فلو استری عشرۃ دراہم فضۃ بعشرۃ دراہم وزادہ والتقابض وہبہ منہ انعدم الربوا ولم یفسد الشرا وہذا ان ضربا الکسر لانہا ہبۃ مشاع لا یقسم کما فی المنح عن الذخیرۃ عن محمدؒ ربوا وہ ہی جسمین فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ مین ربوا نہین اگر خرید کیے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ یعنی چھ جو کی برابر چاندی ثمن مین زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کردی مشتری نے تو ربوا معدوم ہوگیا اور خرید فاسد نہوئی یعنے اسواسطے کہ یہ فضل فی الہبہ ہی نہ فضل فی المعاوضہ اور فضل فی الہبہ ربوا نہین اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اور یہ یعنی صحت ہبہ اسوقت ہی جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو مضر ہو اسواسطے کہ یہ ہبہ اس مشاع کا ہی جو قسمت پذیر نہین کذا فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد وفی صرف المجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محمدا اجاز الحط وجعلہ ہبۃ تبدأ بحط کل الثمن والبطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینہما حنفی عندی اور مجمع کے باب الصرف مین ہی کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہی اور محمد نے کم کرنا جائز رکھا ہی اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہی تمام ثمن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ کرنے کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقلہ ہی موضوع اسکا یہ ہی کہ متعاقدین نے عوض متساوین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع اُن دو درمون کے مسئلہ کے مانند ہی جسمین ایک درم کا وزن زیادہ ہی قال وفی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحد ہما اکثر وزنا فحلہ زیادۃ جاز لانہ ہبۃ مشاع لا یقسم ولو باع قطعۃ لحم لحم اکثر وزنا فوہب الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہی پھر زیادہ کو اُسنے حلال کر دیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہی کیونکہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہی اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہی سو زیادتی کو اُسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہین کیونکہ یہ ہبہ ہی مشاع قسمت پذیر کا قلت وما قدمنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا عند الامام سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علی ہذا مین کہتا ہون کہ ہمنے جو ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہی عدم فرق مین زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور موجب اُس کے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہی محمدؒ کے نزدیک اور اسی طرح امام اعظمؒ کے نزدیک سوائے عقد کے کہ وہ فاسد ہی بواسطہ عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ مین نے وہ شخص نہین دیکھا جس نے اسپر آگاہ کر دیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہان ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہی جبکہ زیادت ظاہر ہوگئی ہو احد العوضین مین یعنے بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہی جبکہ عقد متساویین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض مین زیادہ کر دیا ہو تو اول مین ہبہ کی تفصیل جاری ہی اور ثانی مین زیادت باطل ہی اور عقد صحیح ہی وعلۃ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعہود کیل او وزن مع الجنس اور علت اسکی یعنی تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہی جو فقہا کے نزدیک متعین ہی کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ مین علت وہ ہی جسکی طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہی لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہی کذا فی الطحطاوی جنس عبارت ہی مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہی اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اس باب مین وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین سوائے بخاری کے

عبادہ بن الصامت سے مروی ہی (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء یداً بید فاذا اختلف ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید زاد مسلم فمن زاد واستزاد فقد اربیٰ کذا فی النہر والفتح) یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہون گیہون سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے بیچو مثل کو بعوض مثل کے برابر دست بدست پھر جبکہ یہ اجناس مختلف ہون تو بیچو تم چاہو جسطرح بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم مین اتنی روایت زیادہ ہی کہ جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور مین تماثل کو شرط بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہین اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کیطرف اشارہ فرمایا اسواسطے کہ سونا چاندی موزون ہین اور گیہون اور جو اور کھجور اور نمک مکیل ہین تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیز مین مماثلت واجب ہی اور پوری مماثلت دو چیز مین دو اعتبار سے ہوتی ہی باعتبار صورت کے اور باعتبار معنی کے تو کیل اور وزن سے مماثلت صورت حاصل ہوتی ہی اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور منجملہ تتمیم تماثل مساوات ہی تقابض البدلین مین کیونکہ حال کو موخر پر مزیت ہی مثل مشہور ہی (النقد خیر من النسیۃ) لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہی اتحاد جنسیت کے ساتھ **فان وجدا حرم الفضل** ای الزیادۃ **والنساء** بالمد التاخیر **فلم یجز بیع قفیز بر بقفیز منہ متساویا احدہما نساء** سو اگر مقدار اور جنس دونون ساتھی پائے جائین تو فضل یعنے زیادت اور تاخیر دونون حرام ہین اور جائز نہین قفیز بھر گیہون کی بیع قفیز بھر گیہون سے برابر اور حالانکہ ایک عوض مین تاخیر ہو م نساء بالمد وفتح نون عبارت ہی تاخیر سے اور اسیطرح اگر دونون عوض نسیہ ہون تو بھی حرمت ثابت ہی شارح نے فضل پر تصریح نہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے اور اگر فضل اور تاخیر دونون مجتمع ہون تو حرمت فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی الطحطاوی **وان عدما** بکسر الدال من باب علم ابن ملک حلا کہروی بمرو مین لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونون منعدم ہون تو زیادتی اور تاخیر دونون حلال ہین چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسبب نہونے علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے ابن ملک سے نقل کیا کہ عدما بکسر دال علم یعلم کے باب سے ہی م کپڑے مین نفی مقدار تو ظاہر ہی کیونکہ وہ ذرعی ہی نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے ہی پھر جب علت تحریم کے دونون جز نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی اسیطرح نسخہ گلستان کو دو یا تین نسخون میزان الطب سے بیچنا یا گاڑھے کے ایک تھان کو اور دھوتر کے دو چار تھانون سے بدلنا حلال ہی اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیہ **وان وجد احدہما** ای القدر وحدہ او الجنس **حل الفضل وحرم النساء** ولو مع التساوی حتی لو باع عبداً بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونون چیزون مین سے ایک چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام کو دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کرکے تو بیع جائز نہوگی بسبب پائے جانے جنسیت کے م اجتماع امرین مذکورین حقیقی علت تھا تو ایک امر کے ہونے سے شبہہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شبہہ علت سے شبہہ فضل کا یعنی تاخیر اسواسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کے ہی اور حقیقت مین فضل نہین تو اگر ایک پیمانہ بھر گیہون دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہی کیونکہ یہان فقط قدر ہی اسواسطے کہ دونون کیلی ہین مگر جنس متحد نہین لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہون اور گیہون کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہی اور فقط جنس ہونے کی یہ مثال ہی کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی سے یا تخت کی تخت سے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہین اگر کوئی کہے کہ ابوداؤد مین روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرے اور موطا مین ہی کہ علی نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہین اسکا جواب یہ ہی کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرۃ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے بطریق نسیہ کے یعنی مدت ٹھہرا کر منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جزو یعنی اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہی اور اس حدیث سے اگلی دونون حدیثین متعارض نہین ہوسکتین کیونکہ مبیح ہین اور یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہی مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یون ہوسکتا ہی کہ اجازت مدت قبل تحریم ربوا کے ہوگی واللہ تعالی اعلم استثنی فی المجمع والدرر اسلام منقود فی موزون کیلا ینسد اکثر ابواب السلم اور استثنا کیا ہے مجمع اور درر مین منقود کی سلم کا جائز ہونا موزون مین تا اکثر ابواب سلم کے

Marfat.com

بند نہو جاوین م یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہی کہ حدیث مشہور مین وارد ہی کہ درصورت اختلاف جنس فضل جائز ہی اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہی کہ نقد یعنے دراہم اور دنانیر کو راس المال قرار دینا موزونات مین چنانچہ زعفران اور روئی وغیرہ مین جائز نہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہی تقریر جواب یہ ہی کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود و موزونات مین بالاجماع مستثنی ہی والاسلم کے اکثر ابواب بند ہو جاوین اور ہدایہ مین اس کے جواز کی دوسری علت بیان کی ہی یعنی نقود کا وزن تولون اور ماشون سے ہوتا ہی اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیرون سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہو گئے علاوہ اس کے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہان ثابت ہی اختلاف معنوی یہ ہی کہ نقود ثمن غیر متعین ہین اور زعفران اور روئی غیر ثمن متعین اور حکمی اختلاف یہ ہی کہ نقود مین تصرف قبل قبض کے جائز ہی بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہوئی و نقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت وفادہ ان القدر بانفرادہ لایحرم النسا بخلاف الجنس فلیحرر وقد مر فی السلم حرمۃ النسا تحقق بالجنس و بالقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے غایۃ التحقیق سے نقل کیا گیہون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون مین مین کہتا ہون اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہین بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم مین گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہی آگاہ رہنا چاہیے م عبارت ابن کمال یہ ہی کہ (قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ) یعنی ہمارے مذہب مین گیہون کا سلم زیتون مین منصوص ہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ دونون مختلف القدر ہین کیونکہ گیہون کیلی ہین اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہین کیونکہ اُسنے اسلام کیل کا موزون مین فرض کیا ہی اور حالانکہ وہ دونون مختلف القدر ہین تو جواز اسلام موزون کا موزون مین یا کیل کا کیل مین کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہو گیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی حاجت نرہی اور جب سلم مین یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہی تو اب اس کے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل الاول بقولہ فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کحص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہی پھر اصل اول یعنی درصورت وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہی کیلی کی بیع اپنی ہمجنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہمجنس وزنی سے بڑھکر اگرچہ کیلی اور وزنی کھانے کی چیز نہو بخلاف امام شافعی رح کے چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی م جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہی ویسے ہی نسیہ بھی حرام ہی لیکن مصنف نے اس واسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیہ لازم ہی بالعکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہی بالعکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطہ الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہی اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ شرح کیا ہی اسکو صاحب فتح القدیر نے م فتح القدیر مین ہی کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہی تو گیہون اور جو دو جنسین ہین اور ثوب ہروی اور مروی دو جنسین ہین بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہی اور تمر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہی اور لوہا اور رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہین اور اسیطرح صوف اور بالون کا سوت اور گائے بھیڑ اور بکری کا گوشت اور گھی کی چربی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہین اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنسین ہین اور ادہان جن کے اصول مختلف ہین وہ اجناس مختلفہ ہین انتہی ملخصا اور لحوم اہل جنس واحد ہین اور ابو یوسف سے مروی ہی کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کر کے درست ہی اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہو کر بیع نہین ہوتا عادت مین کذا فی النہر وحل بیع ذلک متماثلا لا متفاضلا اور بیع اسکی یعنی متحد القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہی نہ بڑھا کر بلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر المعیار بالذرہ وبما دون نصف صاع بحفنتین وثلث وخمسا لم یبلغ نصف صاع اور حلال ہی بیع مع التفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے بقدر جو اور نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہین فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ بھر کی دو لپ سے اور تین اور پانچ سے جبتک نصف صاع کو نہ پہونچے م معیار عبارت ہی پاسنگ سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہو جاوے نہر الفائق مین ہی کہ لپ دو لپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہین جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے واجبات مالیہ مین چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر مین نصف صاع سے کمتر تقدیر نہین فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو چنانچہ ربع اور ثمن قدح مصر مین رائج ہی تو اسکا تفاضل معتبر نہین یہ اُس صورت مین ہی کہ جب

Marfat.com

احد البدلین نصف صاع کو نہ پہونچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہین فتح القدیر مین کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ لپ دو لپ مین بھی ربوا ثابت ہی انتہی وتفاحۃ
بتفاحتین وفلس بفلسین او اکثر باعیانہما لو اخرہ لکان اولی لما فی النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقا اور حلال ہی بیع ایک سیب کی دو
سیب سے اور ایک پیسے کی دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونون بدل متعین ہون شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالون کے بعد لاتا
تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق مین ہی کہ تعیین سب مین قید ہی تو اگر دونون عوض غیر معین ہون یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہین باتفاق شیخین اور محمدؒ کے وتمرۃ بتمرتین
وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین وسیف بسیفین ودواۃ بدوائین واناء بانائین اثقل منہ مالم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل فتح اور حلال ہی ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے
اور ایک انڈے کی دو انڈون سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن
بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہی کذا فی الفتح وابرۃ بابرتین وذرۃ من ذہب وفضۃ
مما لا یدخل تحت الوزن بمثلہما فجاز الفضل لفقد القدر وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کحفنۃ بر بقبضتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ وحرم الکل محمد وصحح کما نقلہ الکمال
اور حلال ہی بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہین دونون کے مماثل ہمجنس سے یعنی ایک ذرہ کی بیع
دو ذرے سے تو فضل جائز ہی جمیع امثلہ سابقہ مین بسبب نہونے مقدار کے یعنی اشیاے مذکورہ کیلی اور وزنی نہین اور تاخیر حرام ہی بسبب پائے جانے جنس کے
یعنی چونکہ بدلین متحد الجنس ہین لہذا تاخیر حرام ہی یہانتک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہون کی بیع جو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہی مطلقا خواہ فضل ہو
یا نہو بسبب معدوم ہو جانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہی محمدؒ نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہی چنانچہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر مین
نقل کیا ہی م فتح القدیر مین یون ہی کہ اس سے تسکین خاطر نہین ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہی تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور
ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر مکائیل نصف صاع سے کمتر ہون چنانچہ ہمارے دیار مصر مین ہین تو کچھ بھی شک نہین اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اسکی مستلزم نہین
کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجیے اور مجھکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہی اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہی کہ انکے نزدیک مکروہ ہی تمر کی بیع دو تمر سے اور محمدؒ نے کہا ہی
کہ جو شی کثیر مین حرام ہی وہ اسکے قلیل مین بھی حرام ہی انتہی ملخصا وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذہب وفضۃ فہو کذلک لا تتغیر ابدا فلم یصح
بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا کما باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب
شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہون اور جو اور کھجور اور نمک یا جس کے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسیطرح ہی تا قیامت گاہی متغیر نہوگا تو صحیح
نہین بیع گیہون کی گیہون سے تولکر کیونکہ وہ وزنی ہین اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع قوی تر ہی عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنی سے م نص اسواسطے
عرف سے اقوی ہی کہ رواج گاہی باطل پر ہو جاتا ہی جیسے ہمارے زمانے مین متعارف ہی کہ شمع اور چراغ قبرستان مین لیجاتے ہین عید کی راتون مین اور نص شارع بعد از ثبوت
باطل پر نہین ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہی اور نص کل پر حجت ہی کذا فی فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع
سے تصریح نہین تو وہ رواج پر محمول ہی یعنی اگر رواج ہی اسکے کیل کا تو وہ کیلی ہی اور اگر وزن کی عادت ہی تو وہ وزنی ہی وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال اور
ابو یوسفؒ کے نزدیک عرف کا اعتبار ہی ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہی کمال الدین نے م ابو یوسفؒ کے نزدیک
عرف مطلقا اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہون وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع مین وارد ہوا ہی تو اسوجہ سے ہی کہ شارع علیہ السلام کے زمانے مین اشیاء مذکور
کیلی یا وزنی مروج تھین پھر جب رواج بدل جائے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ سعدی آفندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسفؒ
کے قول پر سعدی آفندی نے استخراج کیا ہی دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے مین اسکے مانند سے تولکر م یعنی دراہم وزنی ہین اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم
اور آٹے کی بیع اسکی مثل سے تولکر جائز نہین مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض پر ہو سکتی ہی کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن مین اختلاف نہین ہوتا فتاوی عالمگیری

Marfat.com

ہین تاتارخانیہ سے منع استقراض دراہم گن کر وارد ہی اور فیاثیہ مین ابو یوسفؒ سے منقول ہی کہ استقراض دقیق تولکر جائز ہی اگر لوگون مین رواج ہو اور اسی پر فتوی ہے
تواب سعدی آفندی کے استخراج کی کچھ حاجت نرہی کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف اور کافی مین وارد ہی کہ لوگون کی عادت پر
فتوی ہی کذا فی البحر اور مصنفؒ نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی ہم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان مین گیہون کا بدلنا گیہون سے اور جو کا جو سے تولکر جائز ہی
کیونکہ کیل یہان رائج نہین وزن ہی مروج ہی واللہ تعالی اعلم والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب ونفضۃ بلا شرط تقابض حتی لو باع برابر
بعینہا وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعیؒ فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہی غیر صرف مین اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر مین
بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہون گیہون سے بیچے معین کرکے اور بائع اور مشتری متفرق ہوے قبل قبض کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعیؒ کے بیع طعام
مین ولو احدہما دینا فان ہو الثمن وقبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اُس پر قبضہ کرے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہی ہم مثلاً
گیہون کو گیہون سے بیچا اور ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہی یعنی مدخول بالرجارہ ہو اس طرح پر کہ (بعت منک ہذا القفیز من الحنطۃ بقفیز حنطۃ) اور جو مدخول بالرجارہ نہین
وہ مبیع ہی قبض اسواسطے شرط جواز ہوا کہ دین متعین نہین ہوتا مگر قبض سے والا لالبیعہ مالیس عندہ سراج اور اگر دین ثمن نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہین کیونکہ یہ بیع اُس
چیز کی ہی جو اُس کے پاس نہین کذا فی السراج وجید مال الربوا لاحقوق العباد ورویہ سوا اور ربوا کا کھرا مال اور کھوٹا برابر ہے اور حقوق عباد مین کھرا
کھوٹے کے برابر نہین ہم ربوا مین کھرا کھوٹا اسواسطے برابر ٹھرا اگر جودت اور رداءت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسواسطے کہ مثلاً گیہون دوسرے
گیہون کے مثل نہین ہو سکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف مین تفاوت شمار نہین کرتے اور اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی (جیدہا ردیہا سوا) کذا
فی الطحطاوی پھر جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کرکے جائز نہین مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد مین جودت رداءت
کے برابر نہین تو اگر زید خالد کا مال تلف کریگا تو اُس کے برابر مقدار اور جودت مین زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو والا قیمت اُسکی لازم ہو گی ولیکن مستحق جودت بعقد
بیع نہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی اربع مال وقف ویتیم ومریض وفی القلب الرہن اذا انکسر اشباہ مگر چار مسائل مین مال ربوا کی جودت اور رداءت برابر نہین وقف اور قلب
یتیم اور مریض کے مال مین اور گروی یکلخت کنگن مین جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ ہم مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہی بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم
کے مال سے ایک قفیز جید گیہون ردی گیہون کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہین اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو یہ تصرف ثلث مال مین نافذ ہو گا یعنی
برعایت حق ورثہ اور اگر گروی کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر منکسر کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وباع فلوسا بمثلہا او بدراہم او
دنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کما مر فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہی اور اگر بائع اور مشتری
متفرق ہوے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی مین ہی کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہی کہ بیع الفلوس بالفلوس مین اور بیع الفلوس باحد النقدین
مین تقابض شرط نہین چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہی اور کلام محمدؒ اسمین مختلف ہوا نتہی اور بیع الفلس بالفلس مین اشتراط تعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز
بیع لحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین ہا نسیۃ فلا جیسے جائز ہی بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے جنس سے
ہو مثلاً گاے کا گوشت گاے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جسطرح سے کہ ہو برابر یا کم وبیش بشرط تعیین کے اور بطریق
نسیہ تو جائز نہین ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہی کہ اتحاد جنس مین تاخیر حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے مثلاً گاے کا گوشت بکری سے بیع کرے تو اگر نسیہ
بکری مین ہی تو یہ سلم ہی حیوان مین اور اگر اُسکے بدلے مین ہی تو یہ سلم ہی گوشت مین حالانکہ حیوان اور لحم دونون مین سلم جائز نہین وشرط محمد زیادۃ المجانس اور محمدؒ نے شرط
کیا ہی زیادہ ہونا ہمجنس کا ہم ہمجنس سے گوشت مقطوع مراد ہے تا کچھ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اس کے جگر اور طحال وغیرہ کے مقابل ہو
والا ربوا ثابت ہو گا کذا فی الحلبی ولو باع مذبوحۃ بحیۃ او بمذبوحۃ جاز اتفاقا وکذا المسلوختین ان تساویا وزنا ابن ملک ہو وارد بالمسلوخۃ المفصولۃ عن السقط کگرش

Marfat.com

واسعد بحر اور اگر مذبوح جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہی اور اسیطرح کھال اُدھیڑے دو جانورون کی باتفاق بیع جائز ہی اگر دونون وزن مین برابر ہون کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی نے مسلوخ سے اُس جانور کا ارادہ کیا جو اوجھڑی اور انتڑیون وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر ہم طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین ضمیر اراد طحاوی کی طرف راجع ہی شارح کو مناسب تھا کہ اُسکا کلام ذکر کرتا تا اُسکا ربط اُس سے ہوجاتا منح الغفار مین ہی کہ سقط للفتیتین وہ ہی جسپر گوشت کا نام منطبق نہین ہوتا چنانچہ کھال اور اوجھڑی اور انتڑیان اور تلی وکما جاز بیع کرباس بقطن وغزل مطلقاً کیف ماکان لاختلافہما جنسا اور جیسے جائز ہی بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جسطرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونون کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا بعد نقض کے سوت اور روئی نہین ہوجاتا کذا فی البحر کبیع قطن بغزل لقطن فی قول محمد وہو الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہی مطلقاً محمدؒ کے قول مین اور یہی قول اصح ہی کذا فی الحاوی القدسی وفی القنیۃ لا باس بغزل قطن بثیاب قطن بیدا بید لانہما لیسا بموزونین ولا جنسین وکذلک غزل کل جنس بثیابہ اذا لم توزن اور قنیہ مین ہی کہ کچھ مضایقہ نہین روئی کے سوت کی بیع مین روئی کے کپڑون سے دست بدست اسواسطے کہ دونون موزون نہین جو زیادتی جائز نہو اور دونون مختلف الجنس نہین کہ دست بدست شرط نہو اور اسی طرح مطلقاً دست بدست جائز ہی بیع ہر جنس کے سوت کی اُس کے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہوتا ہو ہم مسئلہ سابقہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہین تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک کی بیع دوسرے سے بطریق نسیہ بھی جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہی کہ تفاضل جائز ہی نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب وتمر متماثلا کیلا لا وزنا خلافا للامام فی الحال لا المآل خلافا لہما فلو باع مجازفۃ او موازنۃ لم یجز اتفاقاً ابن ملک اور چنانچہ جائز ہی بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تماثل وزنی کا قائل ہی امام کے نزدیک وسیاہی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہی نہ انجام کار مین بخلاف صاحبینؒ کے کہ اُنکے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہین پھر جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبینؒ کے جائز نہین کذا صرح ابن ملک ہم صاحبینؒ اور باقی ائمہ ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہین کہ رطب کم ہوجاتا ہی خشک ہوکر انجام کار مین اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہی اور ثانیا حال کا کم ہوجانا مساوات فی الحال کا مانع نہین بشرطیکہ موجب اُسکا امر خلقی ہو مساوات کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہین ہوتی اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو مین اور پیمانے مین ہلکی ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی امام اعظمؒ جب بغداد مین وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہی یا نہین امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہین کہ رطب تمر ہی یا نہین اگر تمر ہی تو عقد جائز ہی بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہین ہی تو بھی عقد جائز ہی بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ مین زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہوجاتا ہی خشک ہوکر لوگون نے کہا ہان تو اس سے ہمکو منع فرمایا انتہی امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہی اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین بعضون نے یون جواب دیا ہی کہ برتقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیہ مراد ہی اسواسطے کہ ابوداؤد اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار مین یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابوعیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہی سعد بن ابی وقاصؓ سے سنا وہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃً یعنی منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے وتمامہ فی فتح القدیر وعنب بعنب او زبیب متماثلا کذلک اور چنانچہ جائز ہی بیع تر انگور کی تر انگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر اسیطرح یعنی فی الحال نہ فی المآل کذا کل ثمرۃ تجف کتین وریحان بیاع رطبہا بطبہا وبیابسہا اور اسیطرح جو پھل کہ خشک ہوتا ہو چنانچہ انجیر اور انار اور اُسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع برطبا او مبلولا بمثلہ وبالیابس جیسے جائز ہی بیع تر یا بھگوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع تمر او زبیب منقوع بمثلہ او بالیابس منہما خلافا لمحمد زیلعی اور اسیطرح جائز ہی بیع بھگوئی خشک کھجور یا انگور کی اس کے مانند سے یا دونون کی خشک سے بخلاف محمدؒ کے کذا فی الزیلعی کہ اُنکے نزدیک حنطہ یا بسہ کی بیع مبلولہ سے جائز نہین بشرط انتفاخ والا جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ وفی العنایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب والتمر والجید والردی فہو ساقط

گندم خشک ۱۲ پھولنا ۱۲

الاعتبار وکل تفاوت بصنع العباد کالحنطۃ بالدقیق والحنطۃ المقلیۃ بغیرہا یفسد کما سیجئی اور عنایہ مین ہی کہ جو تفاوت پیدایشی ہی چنانچہ تر کھجور اور خشک اور عمدہ اور ناقص
پس وہ ساقط الاعتبار ہی یعنی اُنمین تفاضل جائز نہین اور جو تفاوت کہ آدمیون کے فعل سے ہی چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہون کی بیع بن بھنے سے
مفسد ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا وکبیع لحوم مختلفۃ بعضہا ببعض متفاضلا یہ ابیداور جیسے جائز ہی بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کرکے دست بدست
م لحوم مختلفہ مین تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوئی بسبب اتحاد قدر کے ولبن بقر وغنم اور جائز ہی بیع گاے کے دودھ کی بھیڑ
بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ انمین تفاضل جائز نہین کہ دونون ایک ہی جنس ہین کذا فی الطحطاوی وخل وقل بفتحتین ردی التمرۃ
خصہ باعتبار العادۃ بخل عنب اور جائز ہی ناقص کھجور کے سرکے کی بیع انگوری سرکے سے بڑھا کر وقل بفتح دال وقاف عبارت ہی ناقص کھجور سے اسکو مخصوص بذکر کیا
باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکے کا یہی حکم ہی لیکن عادت خلق یہ ہی کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہین لہذا فقط اسکو مذکور کیا وشحم بطن بالیۃ بالفتح ما یسمیہ العوام لیۃ ولحم اور جائز
ہی بیع پیٹ کی چربی کی دنبے کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دنبے کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی والیہ بفتح الف وہ ہی جسکو عوام عرب الیہ کہتے ہین وخبز ولو من بر بہیر او دقیق ولو منہ
اور جائز ہی روٹی کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو تو بھی زیادتی جائز ہی اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہوگئی مکیل
نرہی بخلاف گیہون اور آٹے کے کہ وہ دونون مکیل ہین تو قدر اور جنس دونون مفقود ہین یہانتک کہ بیع بطریق نسیہ بھی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ و
دھن مربی بالنفسج بغیر المربی منہ متفاضلا او وزنا کیف کان لاختلاف اجناسہا فلو اتحدا لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یوزن عادۃ حتی لو وزن لم یجز زیلعی اور جائز ہی بیع روغن زیتون
پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تولکر جسطرح سے ہو بسبب مختلف ہونے انکی اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیع مین
تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہین اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہین مگر چڑیون کے گوشت مین باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہی کیونکہ انکا گوشت موزون
نہین رواج مین اگر اسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہین کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج والاوز وزنی فی عادۃ مصر وفی النہر لعلہ فی زمنہ اما فی زماننا فلا والحاصل
ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصفۃ فلیحفظ اور فتح القدیر مین ہی کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہی مصر کی عادت مین اور نہر الفائق مین ہی کہ
شاید وزنی ہونا اُس کے زمانے مین ہوگا ہمارے زمانے مین تو مصر مین وزنی نہین اور خلاصہ یہ ہی کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہی یا اختلاف مقصود سے یا تبدل
صفت سے اسکو یاد رکھنا چاہیے م اختلاف اصل چنانچہ گاے کا گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبے کی چکتی مین اور تبدل صفت چنانچہ زیت
مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الاخیر ولو الخبز نسیئۃ بہ یفتی درر ای اذا اتی بشرائط السلم لحاجۃ الناس والاحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس ما سمی اور جائز ہی اخیر صورت یعنی روٹی کی بیع
گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم مین تاخیر ہو اسی کا فتوی ہی کذا فی الدرر یعنی تاخیر اُسوقت جائز ہی جب سلم کی شرائط پوری ملجاوے فتوی ہوا ہی بسبب حاجت آدمیون
کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم مین ہی اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہی مسمی کی جنس سے م یعنی اکثر ہوتا ہی کہ سلم ہوتا ہے گیہون کی روٹی مین اور مقبوض جو کی روٹی ہوتی ہی
تو اسمین استبدال مسلم فیہ ہی اُس کے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہین وفی القہستانی معزیا للخزانۃ الاحسن ان یبیع خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز ویجعل
الخبز الموصوف بصفۃ معلومۃ ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری الخاتم بالبر اور قہستانی مین خزانہ سے منقول ہی کہ بہتر طریقہ گیہون کے سلم کرنے کا روٹی مین یہ
ہی کہ مثلاً انگوٹھی بیچے نانبائی سے بقدر ارادہ روٹی کے اور اُس روٹی کو جو موصوف بصفت معین ہی ثمن قرار دے تاکہ وہ نانبائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اسکو
تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کرلے یعنی اس طریق سے شرائط سلم مشروط نہونگی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی وسیجئی جواز استقراضہ
ایضا اور قہستانی مین مضمرات سے منقول ہی کہ سلم جائز ہی روٹی مین تولکر اور اسیطرح گنکر اور اسی پر فتوی ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا م سلم کا جواز روٹی
مین گنکر قہستانی مین مذکور نہین علاوہ اس کے روٹی معدود منضبط نہین تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو سعود مین نہر الفائق سے منقول ہی کہ روٹی مین سلم ابو یوسف رح
کے نزدیک جائز ہی کیونکہ وہ وزنی ہی اُن کے نزدیک تو سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد

Marfat.com

ولا اسم حاوی اور جائز ہی دودھ کا بیچنا پنیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحاوی لا یجوز بیع البر بدقیق او سویق ہو الجروش ولا بیع دقیق
بسویق مطلقا ولو متساویا لعدم التسوی فیحرم لشبہۃ الربوا خلافا لہما جائز نہین گیہون کی بیع گیہون کے آٹے یا اُس کے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح اگرچہ
دونون برابر ہون اسواسطے کہ دونون کا برابر کر دینے والا کوئی پیمانہ نہین تو بیع حرام ہی بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبینؒ کے کہ اُنکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف
نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہی دست بدست م گیہون کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہین تفاضل اسواسطے جائز نہین کہ دونون جنس واحد ہین
کیونکہ آٹا اور ستو گیہون کے اجزا ہین اور تساوی اسواسطے جائز نہین کہ معیار دونون مین کیل ہی اور کیل سے تسویہ نہین ہو سکتا کیونکہ گیہون پیسنے سے زیادہ ہو جاتا ہی واما بیع
الدقیق متساویا کیلا اذا کان مکیوسین فجائز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطۃ مقلیۃ بمقلیۃ واما المقلیۃ بغیرہا ففاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ
دونون کو پیمانے مین داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے گیہون کی بیع بھنے گیہون سے جائز ہی
اور بھنے گیہون کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہی چنانچہ گذر گیا م بھوننے سے گیہون ہلکا ہو جاتا ہی لہذا اُسکی بیع غیر بھنے سے فاسد ہی طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا
آٹے سے بیچے تو لکر تو اُسمین دو روایتین ہین ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمہملۃ الشیرج حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ بمثلہ
والزائد بالثفل وکذا کل ما لثفلہ قیمۃ کجوز بدہنہ ولبن بسمنہ وعنب بعصیرہ فان لا قیمۃ لہ کبیع تراب ذہب بذہب فسد بالزیادۃ لربوا الفضل اور جائز نہین زیتون کی
بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع میٹھے تیل سے یہان تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو اُس روغن سے جو زیتون اور تل مین ہے تاکہ روغن کی مقدار
روغن کے مقابل مین ہو اور روغن زائد کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہی ہر ایک اُس چیز مین جسکی کھلی اور کھوجر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اُس کے تیل سے
اور دودھ کی اُس کے گھی سے اور انگور کی اُس کے شیرے سے سو اگر کھوجر کی قیمت نہو جیسے زرد آلو مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہی سونا زیادہ ہونے
سے بسبب زیادتی بیاج کے ویستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعلیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجاوے تول کر
اور گن کر محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہی اُسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہی مصنفؒ نے اپنی شرح مین آسانی کے واسطے
وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیئۃ جاز وبعکسہ لا وجاز بیع کسیراتہ کیف کان اور مجتبے مین ہی کہ ایک نقد روٹی بیچی اُدھار دو روٹیون سے تو جائز ہے اور بالعکس
اس کے یعنے نقد دو روٹیون کی بیع ایک روٹی اُدھار سے جائز نہین اور روٹی کے ٹکڑون کی بیع ہر طرح جائز ہی یعنی نقد اور نسیہ ولا ربوا بین سید وعبدہ ولو مدبرا لا مکاتبا
اور بیاج نہین درمیان مولی اور اس کے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو نہ مکاتب م غلام کا مال مملوک ہی مولی کا جسطرح چاہے لے یہان ربوا کو کیا دخل ہی بخلاف مکاتب کے
کہ وہ بجاے حر کے ہی قبض اور تصرف کی راہ سے اذا لم یکن دینہ مستغرقا لرقبتہ وکسبہ فلو مستغرقا یتحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر عن المعراج التحقیق
الاطلاق وانما یرد الزائد لا للربوا بل لتعلق الغرماء غلام اور میان کے مابین اُسوقت بیاج نہین جبکہ غلام کا دین اُسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو
تو بیاج ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحرائق مین معراج سے منقول ہی کہ تحقیق اطلاق ہی یعنی ہر طرح بیاج نہین خواہ اُسکا دین مستغرق ہو یا نہو
اور غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہی تو بیاج کے سبب سے نہین بلکہ قرضخواہون کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا
تبایعا من مالہما ای مال الشرکۃ زیلعی اور بیاج نہین دو متفاوض اور عنان کے دو شریکون مین جبکہ دونون نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے
کذا فی الزیلعی م قید مذکور شرکت عنان مین ہی اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہین دونون صورتون مین بیاج اسواسطے ثابت
نہین کہ ثمن اور مبیع مین دونون شریک ہین تو احد العوضین کا فضل اُس کے ملک سے خارج نہین ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ
لان مالہ ثم مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلثۃ اور بیاج نہین کافر حربی اور اُس مسلم مین جو حربیون کا مستامن ہی اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو بیاج
نہین وہان یعنی دار الحرب مین اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب مین مباح ہی مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اُسکی رضامندی سے ہر طرح بدون دغابازی کے بخلاف ابو یوسفؒ

Marfat.com

اور ائمہ ثلثہ کے ہم حلت ربوا مین دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین آویگا اور مسلمان سے ایک درم عوض دو درم کے بیع کریگا تو بالاتفاق جائز نہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہی کہ بیاج اُسوقت نہین جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیاج عام ہی خواہ زیادت مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کی طرف سے اور جواب مسئلہ حلت دونون صورتون کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ ابو یوسفؒ اور ائمہ ثلثہ کی یہ دلیل ہی کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین خواہ دار الحرب مین ربوا ہو یا دار الاسلام مین اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہی کہ (لا ربوا بین مسلم والحربی فی دار الحرب) اور یہ حدیث غریب ہی مبسوط مین کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مراسیل[1] سے ہی اور مکحول ثقہ ہی اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہی اور دوسری دلیل یہ ہی کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیقؓ نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کردیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوے تو صدیقؓ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہ قمار ہی اور مکہ اُسوقت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہی کہ مال اہل حرب مباح ہی بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہی نہ مال مباح مین اور علماے مذہب نے درس مین التزام کیا ہی کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہی کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اس کے مخالف ہی انتہی ما فی الفتح ملخصاً وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا جوہرہ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ثمہ ولم یہاجرا اور جو حربی مسلمان ہوگیا دار الحرب مین اور اُسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اُسکا حکم حربی کے مانند ہی تو مسلم کو اُس کے ساتھ بیاج درست ہی بخلاف ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے اسواسطے کہ اُسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہین اگر اُسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اس کے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہین کذا فی الجوہرۃ مین کہتا ہون مصنف کے قول سے معلوم ہوگیا حکم اُن دونون شخصون کا جو دار الحرب مین مسلمان ہوے اور دار الاسلام کی طرف اُنھون نے ہجرت نہ کی کیونکہ دونون حربی کے مانند ہین حکم مین ہم یہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ درصورت اسلام وہجرت ربوا نہین سو غلط ہی ٹھیک یہ ہی کہ اس صورت مین بالاتفاق ربوا جائز نہین چنانچہ منح الغفار مین ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح نہر الفائق مین ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اُسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا اُنکی طرف تو اُسکے ساتھ بیاج جائز نہین والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الستۃ مسائل اور خلاصہ یہ ہی کہ بیاج حرام ہی مگر ان چھ مسئلون مین حرام نہین ہم صواب یہ تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کرکے ۱ میان کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب مین ۵ مسلم کو اُسکے ساتھ جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اُس نے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجئے تو صحیح ہی واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الحقوق فی البیع

آخرہا لتبعیتہا ولتبعیۃ ترتیب الجامع الصغیر یہ باب ہی بیع کے حقوق مین مصنف اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے ہم حقوق جمع ہی حق کی اور اصطلاح فقہ مین حق وہ ہی جو مبیع کا تابع ہوا اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب سے چنانچہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف کی محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہی لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیوع کے لایا والا قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع مین قبل خیارات کے اسکو ذکر کرتا اشتری بیتا فوقہ آخر لا یدخل فیہ العلو مثلث العین ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر مالم ینص علیہ لان الشیء لا یستتبع مثلہ خرید کی کوٹھری جسپر دوسری کوٹھری ہی تو اُس خرید مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہوتا وقتیکہ تصریح نہ کردی بالاخانے کے بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع نہین ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہی یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہین اور لام بہرحال ساکن ہی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ یہان تین چیز کا معلوم کرنا ضروری ہی بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہی جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہی اور حکم اُسکا یہ ہی کہ بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہین ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا کل قلیل وکثیر اُسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند ہی مسقف ہونے اور شب باشی مین اور شے اعلیٰ کی تابع ہوتی ہی نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہی یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہین

[1] جمع مرسل اور حدیث مرسل وہ ہی کہ تابعی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرے اور صحابی کا واسطہ ذکر نہ کرے ۱۲

الست

باب الحقوق

Marfat.com

اور اسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اسکا صحن غیر مسقف نہین اور اسمین اصطبل نہین اور دار نام ہی اُس ساحت کا جس کے گرد حدود ہون اور وہ مکان بیوت اور اصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح **وکذا لا یدخل العلو بشراء منزل** ہو ما لا اصطبل فیہ **الا بکل حق ہو لہ او بمرافقہ** ای حقوقہ کطریق ونحوہ وعند الثانی المرافق المنافع اشباہ اور اسیطرح بالاخانہ داخل نہین منزل کی خرید مین منزل وہ ہی جسمین اصطبل نہین مگر بکل حق ہو لہ یا بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہین چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہین کذا فی الاشباہ م مرافق جمع ہی مرفق کی بکسر میم و فتح فا مرافق عبارت ہین توابع سے چنانچہ شرب اور مسیل اور حق وہ ہی جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل اور کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہی تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اُسکی متصل چیزون سے اور جامع الفصولین مین ہی کہ حقوق عبارت ہین مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسفؒ کے نزدیک منافع دار ہین اور ظاہر الروایۃ مین مرافق حقوق ہین کذا فی النہر **او بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ** یا بالاخانہ منزل کی خرید مین داخل ہوتا ہی بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل مین داخل ہی یا اُس سے متعلق ہے وہ مبیع ہی م چونکہ منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہی لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہوگا بیت کی مشابہت سے **ویدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا** ولو الابنیۃ بتراب او بخیام او قباب اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید مین اگرچہ کچھ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع مین داخل ہی اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہون یا خیمے یا خرگاہ وہذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصور کلہا فتح وکافی سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای نہر اور یہ تفصیل بیت اور منزل اور دار کی بموجب رواج کوفہ کے ہی اور ہمارے عرف مین بالاخانہ داخل بیع ہو جاتا ہی بدون اُسکے ذکر کے سب صورتون مین کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوائے اُسکے مگر دار السلطان مسمی بسرای ہے کذا فی النہر م استثنا کرنا دار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہین اور یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اُسکی یہ ہی (وفی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کلہا سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او منزل کذلک لان کل مسکن یسمی خانہ فی العجم ولو علوا سواء کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای انتہی) اور چونکہ بنا احکام کی عرف پر ہے تو ہر ایک اقلیم اور ہر زمانے مین وہان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی **کما یدخل فی شراء الدار الکنیف وبئر الماء والاشجار التی فی صحنہا وکذا البستان الداخل** وان لم یصرح بذلک جیسے داخل ہوتا ہی دار کی خرید مین پاخانہ اور پانی کا کنوان اور وہ درخت جو گھر کے صحن مین واقع ہین اور اسیطرح داخل بیع ہی وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہی اگرچہ اُس کے بیع کی تصریح نہ کی ہو **لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منہا فیدخل تبعا ولو مثلہا او اکبر فلا الا بالشرط** زیلعی وعینی داخل بیع نہین ہی باغ گھر کے باہر کا مگر اُسوقت داخل بیع ہی بطریق تبعیت کے جبکہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر یا بڑا تو داخل نہین مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی **والظلۃ لا تدخل فی بیع الدار لبنائہا علی الطریق فاخذت حکمہ الا بکل حق ونحوہ** مما مر وقالا ان مفتحہا فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہین ہوتا گھر کی بیع مین اسواسطے کہ اُسکی بنا راہ پر ہوتی ہی تو اُسنے راہ کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اس کے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبینؒ نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہی تو گھر کی بیع مین داخل ہی بالاخانے کے مانند **ویدخل الباب الاعظم فی بیت او دار مع ذکر المرافق** لانہ من مرافقہا خانیۃ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہی بیت اور دار کی بیع مین ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق مین داخل ہی کذا فی الخانیہ **لا یدخل الطریق والمسیل والشرب الا بنحو کل حق ونحو مما مر** داخل بیع نہین راہ اور پانی کی جگہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذکر مرافق یا کل قلیل وکثیر م عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہی جو انسان کی ملک مین ہی لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہی وہ داخل بیع ہی چنانچہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہی اور گھر کی راہ کا عرض اُس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہی اور طول اُسکا شارع عام تک ہی چنانچہ قہستانی مین ہی اور مسیل وہ مکان ہی جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہی اور شرب بکسر اول و سکون ثانی عبارت ہی پانی کے حصے سے کذا فی الطحطاوی **بخلاف اجارۃ الدار والارض فتدخل بلا ذکر لانہا تعقد للانتفاع لا غیر** بخلاف گھر اور زمین کے اجارے کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ مین داخل ہونگے بلا ذکر حقوق اور مرافق کے اسواسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کیواسطے ہی نہ سوائے اسکے یعنی اُسمین بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہین بخلاف بیع کے کہ اُسمین قطع نظر انتفاع کے ملک

تحدید عرض وطول طریق دار

رقبہ بھی مقصود ہی والرہن والوقف خلاصہ اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصۃ یعنی رہن اور وقف مین طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہین ولو اقر بدار او صالح علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا ومرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہی یا اُسپر صلح کی یا اُس گھر کی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اُسنے گھر کے حقوق اور مرافق ذکر نہ کیے تو راہ داخل نہوگی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمۃ وان ذکر الحقوق والمرافق الا برضی صریح نہر عن الفتح اور قسمت مین راہ داخل نہین اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہون مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی الیعقوبیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ لا یقصد بہ الانتفاع قلت ہو جید لولا مخالفتہ للمنقول کما مر ولفظ الخلاصۃ ویدخل الطریق فی الرہن والصدقۃ الموقوفۃ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ مین ہی لائق یون ہی کہ رہن بیع کے مانند ہو اسواسطے کہ مرہون سے انتفاع مقصود نہین ہوتا مین کہتا ہون کہ یہ کلام جید ہی اگر اُسکی مخالفت منقول سے نہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ یہ ہی اور داخل ہے طریق رہن مین اور صدقہ موقوفہ مین اجارے کے مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہی بحر الرائق کا تابع ہو کر نعم وینبغی ان یکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لا یخفی انتہی ہان لائق یون ہی کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کے مانند ہو عدم دخول طریق مین اور وجہ اسکی مخفی نہین انتہی ما فی النہر ہبہ وغیرہ مین استحداث (پیدا کرنا ۱۲) ہی اس ملک کا جو سابق مین نہ تھی تو اشیاے مذکورہ مانند بیع ہوئین تو مناسب ہی کہ اُنمین بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہی استحقاق کے احکام مین استحقاق لغت مین عبارت ہی طلب حق سے ہم اور استحقاق فقہ مین عبارت ہی ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شے کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہی ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جبکہ استحقاق حقوق سے مناسب ہو لفظاً ومعنی لہذا اُس کے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق والحریۃ الاصلیۃ ونحوہ کتدبیر وکتابۃ استحقاق دو قسم ہی ایک قسم مبطل ہی ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر (آزاد ۱۲) ہونا اور مانند اس کے چنانچہ مدبر اور مکاتب ہونا ہم یعنی جبکہ یہ ثابت ہو کہ مبیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہی تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہی وثانیہما ناقل لہ من شخص الی آخر کالاستحقاق بہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان ما فی یدہ من العبد ملک لہ وبرہن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہی ایک شخص سے دوسری کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اُسکے قبضے مین غلام ہی وہ میرا مملوک ہی اور اُسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل فسخ عقد کا موجب نہین بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہین ہم یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری فسخ عقد نہوگا والحکم بہ حکم علی ذی الید وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ ولو مورثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلا تسمع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہی قابض پر اور اُس شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثون تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ اُنپر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہین کر سکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اسطرح پر کہ بائعین مین سے کوئی بائع کہے کہ مین ثمن نہین پھیرتا کیونکہ مستحق کاذب ہی اسواسطے کہ مبیع میرے ملک مین جنی ہی یا میرے بائع کی ملک مین بواسطہ یا بلا واسطہ کذا فی الحلبی ملخصاً ولا یرجع احد من المشتری علی بائعہ ما لم یرجع علیہ ولا علی الکفیل ما لم یقض علی المکفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اُس سے ثمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسط رجوع ثمن نہ کرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اس سے نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پھیرے جبتک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہوتا دو ثمن ایک ملک مین مجتمع نہو جاوین اسواسطے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہی ہم اجتماع ثمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول مین ظاہر ہوتی ہی یعنی بائعین متوسطین مین اسواسطے کہ متوسطین مین سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہی تو اگر یہ شخص متوسط ثمن پھیرے قبل پھیر دینے کے تو اُسکی ملک مین دو ثمن مجتمع ہو جاوین اور حالانکہ یہ جائز نہین ولو صالح بشیء قلیل او ابرأ عن ثمنہ بعد الحکم لہ یرجع علیہ فلبائعہ ان یرجع علی بائعہ ایضاً لزوال البدل عن ملکہ اور اگر مشتری نے

باب الاستحقاق

عبد

صلح کرلی بائع سے کمتر چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری الذمہ کردیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہوگیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ثمن پھیر لینا جائز ہی بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کردیا ثمن سے تو گویا اُسنے بائع سے لے لیا کذا فی الطحطاوی فلو حکم للمستحق فصالح المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کیواسطے حکم ہوا اور مشتری سے مستحق نے صلح کرلی کچھ ثمن دیکر تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرے سوا اسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کردیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہی ہم یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھ تھوڑا ثمن مجھ سے لے اور مبیع مجھکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہین کرسکتا والمبطل یوجبہ ای یوجب فسخ العقود اتفاقاً اور استحقاق مبطل موجب ہے فسخ عقود کا بالاتفاق یعنے جو عقود کہ بائعین مین جاری ہوے ہین اُن کے فسخ ہوے مین قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہین کذا فی الدرر ولکل واحد من بائعہ الرجوع علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہی اگرچہ اُس مشتری سے ثمن نہ پھیر لیا گیا ہو ویرجع ہو ایضاً کذلک علی الکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع التثمین اذ بدل الحر لا یملک اور مشتری اسیطرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیرے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہوا ہو بسبب عدم اجتماع تثمین کے سوا سطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہین ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہوچکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من الناس سوا رکان بینۃ او بقولہ انا حر اذا لم یسبق منہ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیون پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اُس کے اس قول سے کہ مین آزاد ہون بشرطیکہ اس قول سے پہلے اس سے غلامی کا اقرار نہو گیا ہو کذا فی الاشباہ ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہی خالد نے کہا کہ مین حر اصلی ہون اور سابق مین اُسنے غلامی کا اقرار نہین کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اُسکی حریت اصلی کا حکم کردیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگون پر ہوگا کذا فی الجلی فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگون پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعوی اُسپر مسموع نہوگا وکذا العتق وفروعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہین ہم فروع عتق کتابت اور تدبیر اور استیلاد ہی اور عتق سے مراد ہی جو ملک مطلق مین ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی ملک المورخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یکون قضاء قبلہ کما بسطہ ملا خسرو ویعقوب باشا فاحفظہ فان اکثر الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک مؤرخ مین سب خلق پر ہوتا ہی تاریخ کے وقت سے اور حکم نہین ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو اور یعقوب پاشا نے مشرح بیان کیا ہی اسکو یاد رکھنا چاہیئے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہین ہم خلاصہ یہ ہی کہ عتق کا حکم ملک مطلق مین بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر حکم ہی اور ملک مورخ مین عتق کا حکم سب خلق پر ہی تاریخ کے وقت سے یعنے قبل تاریخ سب پر حکم نہین تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہی مین تیرا مالک ہون پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ مین تو محمود کا غلام تھا چھ برس سے سو اُسنے مجھکو آزاد کردیا اور اُسنے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا دعوی مندفع ہوگا پھر اگر حامد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہی مین تیرا مالک ہون سات برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہی اور اس دعوی کو اُسنے بگواہی ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہوگا اور بکر حامد کا مملوک ٹھہر جائیگا کذا فی الطحطاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا تسمع فیہ دعوی الملک آخر ودفع آخر ہو المختار رضحہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہی وقف کے حکم مین بعضون نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہی اور بعضون نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہین تو وقف مین دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہی اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہی وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب ونکاح وولاء وفی الوقف یقتصر علی الاصح اور اشباہ مین ہی کہ قضا متعدی ہوتی ہی چار صورت مین حریت اور نسب اور نکاح اور ولا مین اور وقف مین قضا متعدی نہین مقصور ہی بنا بر قول اصح کے یعنی جب قاضی عورت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولاء عتاقہ کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہین وتثبت رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ کما یسمع انہا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہی ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہوا سوا سطے کہ آویگا کہ شہادت حجت متعدیہ ہی اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا رجوع لانہ حجۃ قاصرۃ

Marfat.com

اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اُس کے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اس کے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا ثابت نہین اس واسطے کہ اقرار حجت قاصرہ ہی نہ متعدیہ والاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا فی کل شئ کما ہو ظاہر کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کما مر ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ شہادت حجت متعدیہ ہی جسکا ظہور سب آدمیون کے حق مین ہوتا ہی لیکن ہر چیز مین نہین چنانچہ یہ ظاہر کلام زیلعی اور عینی ہی بلکہ عتق اور اُس کے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ مین چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لا الاقرار بل حجۃ قاصرۃ علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ نہ اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہین بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہی مقر پر بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر ہم چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہین لہذا اُسکا اقرار اُسپر حجت ہی نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہین ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہی لہذا کافہ ناس کے حق مین نافذ ہی کذا فی المنح بقی لو اجتمعا فان ثبت الحق بہما قضی بالاقرار الا عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح ونہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونون مجتمع ہون سو اگر حق دونون سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہی کذا فی الفتح والنہر ہم اجتماع کی صورت یہ ہی کہ مدعی نے بنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اُسکی ملک کا اقرار کیا تو یہان اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہی نہ مقر پر مگر جبکہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہی کذا فی الطحطاوی فلو استحقت مبیعۃ ولدت عند المشتری لا باستیلادہ بینۃ یتبعہا ولدہا بشرط القضاء بہ ای بالولد فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینا انہ لذی الید او قالوا لا ندری لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ مبیع جو جنی مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اُسکا بچہ اُس کے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح مین کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہی اس تقیید کا جبکہ گواہون نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہون نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہی یا یون کہا کہ ہم نہین جانتے تو قاضی ولد کا حکم نکرے کذا فی النہر ثم استیلادہ لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ لمستحقہ کما مر فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلاد ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہین تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اُس کے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعوی نسب کے باب مین مذکور ہو چکا وان اقر ذو الید بہا لرجل لا یتبعہا فیاخذہا وحدہا والفرق ما مر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اُسکا بچہ لونڈی کے تابع نہوگا تو وہ مرد فقط اُس لونڈی کو لے گا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ مین یعنی گواہی حجت متعدیہ ہی اور اقرار حجت قاصرہ وہذا اذا لم یدعہ المقر لہ فلو ادعاہ تبعہا وکذا سائر الزوائد نعم لا ضمان بہلاکہا کزوائد المغصوب اور یہ یعنے نہ تابع ہونا ولد کا مبیعہ کے اُسوقت ہی جبکہ مقر لہ نے ولد کا دعوی نہ کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہی باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہین اگر مستحق کے واسطے قابض کے درخت کا اقرار کیا مگر درصورت دعوی مقر لہ ہان یہ البتہ ہی کہ ہلاک زوائد سے ضمان نہین مانند زوائد مغصوب کے ولم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قہستانی معزیا للعمادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم مین ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے عمادیہ کی طرف منسوب کر کے ومنع التناقض ای التدافع فی الکلام دعوی الملک لعین او منفعۃ لما فی الصغری طلب نکاح الامۃ یمنع دعوی تملکہا اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہی اسواسطے کہ صغری مین جو کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اس کے مالک ہونیکے دعوی کا مانع ہی ہم تناقض اسواسطے مانع ہی کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہین کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین تو دونون ساقط الاعتبار ہوے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونیکا دعوی کرنا پھر اُس کے نکاح کی درخواست کرنا صریحا متناقض ہی کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہین ہوتی یہ مثال ہی ملک عین کے دعوی کی اور ملک منفعت کی یہ مثال ہی کہ ایک عورت کے نکاح کا دعوی کرنا پھر اُس کے نکاح کا پیغام دینا کما یمنعہا لنفسہ یمنعہا لغیرہ الا اذا وفق اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہی اسیطرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہی مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے ہم بزازیہ مین ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہ چیز میرے فلانے موکل کی ہے پھر دعوی کیا کہ دوسرے موکل کی ہی تو یہ دعوی مقبول نہین مگر درصورت توفیق اسطرح پر کہ یہ چیز میرے فلانے موکل کی تھی جسنے مجھکو خصومت مین وکیل کیا تھا پھر اسنے میرے دوسرے

Marfat.com

مُوکل کے ہاتھ اُسکو بیچا اور اُسنے بھی مجھکو خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحطاوی ہل یکفی امکان التوفیق فلاف وتحققہ فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کے واسطے کافی ہی یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہی اسمین اختلاف ہی علما کا اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات مین و فروع ہذا الاصل کثیرۃ یجمعہا کتاب

الدعوی ومنہا ادعی علی آخر انہ اخوہ وادعی علیہ النفقۃ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی تم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ہو اخی لم یقبل للتناقض ان قال ابی او دنی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اور از انجملہ یہ ہی کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے اور اُسپر نفقہ کا دعوی کیا مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہین پھر مدعی کچھ ترکہ چھوڑکر مر گیا تو مدعا علیہ آیا اُسکی میراث طلب کرتا اگر اُسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اُسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اُس کے بعد مدعا علیہ نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہی اور شارح کو یہ دھوکا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑگیا بلکہ مطلب وہان کا یہ ہی کہ اگر بجاے دعوی اخوت دعی بنوۃ یا ابوۃ کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول و فروع کا تناقض مقبول ہی بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی ملخصًا الحریۃ کلام کا تناقض دعوی حریت کا مانع نہین والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اُسکے دعوی کا مانع نہین ہے جسکا سبب مخفی ہی چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت مم تناقض نسب کی یہ صورت ہی کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اُسنے اُسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ غلام اُسکا بیٹا ہی دعوی اُسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی بواسطے کہ نسب کی بنا عاق پر ہی اور یہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور ہی اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اُسکا وارث نہین پھر بولا کہ مین اُسکا وارث ہون تو مسموع ہی اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہی کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا پھر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہی اور خلع کا مال وہ پھیرے گی اگر یہ کلام تناقض ہی بواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہی اور اُسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترانی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر ای ظاہرا فان کان البائع حاضرا او غائبا بغیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجھکو خرید کر کہ مین زید کا غلام ہون سو اُسنے خرید کیا اُس کے کلام پر اعتماد کر کے اور وہ آزاد نکلا یعنی اُسکا آزاد ہونا ظاہر ہو گیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اُسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہی والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اُسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیرلے بخلاف ابو یوسفؒ کے بعدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہی اُنسے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترانی فقط او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اُسنے کہا کہ مجھکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اُسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت مین یہ ہی کہ کبھی آزاد کی خرید اُسکی خلاصی کیواسطے ہوتی ہی چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی دوسری صورت مین یہ ہی کہ ایک شخص گاہے غلام ہوتا ہی کسی کا اور اُسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پھیرلے بائع سے جب اُسکو پاوے بخلاف المرہون بان قال ارتہنی فانی عبد لم یضمن اصلا والاصل ان التعریر یوجب الضمان فی عقد المعاوضۃ لا التوثیقۃ بخلاف رہن کے اسطرح پر ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجھکو رہن رکھ لے مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہی تو ضامن نہوگا اصلًا اور قاعدہ یہ ہی کہ دھوکا موجب ضمان ہی عقد معاوضہ کے ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی بیع مین ضمان بسواسطے ہی کہ وہ عقد معاوضہ ہی اور رہن مین بسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہی نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل والا لا ان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمدہ المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صوبہ الزیلعی وتقدم فی الوقف ویجیء فی آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہی جس کے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہی تو یہ تناقض مقبول ہی اور رہن نہین تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین بواسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی نہ زیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کر کے برخلاف تصویب زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہو چکا

Marfat.com

اور آخر کتاب مین آویگا م اشتراط حکم قاضی لزوم وقف مین امام کا قول ہو اور فتوی زوال ملک پر ہو مطلقاً اشتری شیئاً ولم یقبضہ حتی ادعاہ آخر انہ لا تسمع دعواہ بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خریدی ایک چیز اور اُسپر قبضہ نہین کیا تا اینکہ دوسرے شخص نے اُسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہو تو دعوی اُسکا مسموع نہین بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی اُنپر جاری ہو ولو قضی لہ بحضرتہما تم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع وتمام فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پھر بائع یا مشتری اسپر گواہ لاوے کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع نے اُس کو مشتری کے ہاتھ بیچا تو مقبول ہو اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہو لا عبرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند الدعوی غابت عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ تقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن القصۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکی منذ سنتین مثلاً وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہین کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہو تو اگر مستحق نے دعوی کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس سے تو قبل اس کے کہ قاضی مستحق کیواسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اس کے گواہ موجود ہین کہ یہ جانور میرا مملوک تھا دو برس سے مثلاً اور اُسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنی مستحق علیہ کی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اُسکے دعوی کو ملک مطلق مین جو خالی ہو تاریخ سے دونون طرف سے ہم دونون طرف سے یعنے دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام مین تاریخ موجود ہو اسکا جواب یہ ہو کہ منح الغفار مین محیط سے منقول ہو کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہین تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہو اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہو لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم بکونہ ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو استولد مشتراۃ یعلم غصب البائع ایاہا کان الولد رقیقا لانعدام الفرد ویرجع بالثمن وان اقر بملکیۃ البیع للمستحق دُرر اسکا معلوم ہونا کہ مبیع غیر کی مملوک ہو بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہین تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اُس خریدی لونڈی کو جس کو جانتا ہے کہ بائع نے اُسکو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب نہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیرے بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہو تو مالک کا فریب ثابت نہین کہ ولد آزاد ہوتا فی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ورجع لم یقبل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب آخر مستلم الیہ بخلاف ما اذا لم یقر لانہ محتمل بخلاف النص اور قنیہ مین ہو کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق غیر کی مشتری کے قبض مین آ اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اُس صورت کے جبکہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار نہ کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہو بخلاف صحیح اقرار کے یعنے اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہو لیکن یہ محتمل ہو اور صریح اقرار محتمل نہین لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادۃ انہ کتاب قاضی کذا الان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ علی مضمونہ یقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہو فلانے قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہین بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے ہم ذخیرہ مین ہو کہ بخارا مین ایک شخص کے پاس ایک گدھا مستحق غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل پائی پھر بائع کو اُسنے سمرقند مین پایا سو اُسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہو تو سمرقند کے قاضی کو اسپر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا حکم دینا جائز نہین تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی ندین پس بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے گدھا نکلوا کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس بائع سے حکم دیا کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات وصلوک ان المقصود کل ہذا الزام الخصم بخلاف نقل الوکالۃ والشہادۃ لانہما لتحصیل العلم للقاضی ولذا لزم اسلامہم ولو الخصم کافرا اسی طرح عدم اعتماد کا حکم ہے سوائے نقل شہادت اور وکالت کے منجملہ محاضر اور سجلات اور صلوک کے

Marfat.com

اسواسطے کہ انمین ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہی بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اسواسطے کہ دونون قاضی کے علم حاصل کر دینے کے واسطے ہین اور اسی واسطے
اسلام شہود لازم ہی اگرچہ خصم کافر ہو ہم یعنی نقل شہادت اور وکالت مین تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہی اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اُسکے مضمون کے معتبر نہین
نقل شہادت کی یہ صورت ہی کہ گواہون نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اُسپر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھدے تا قاضی مکتوب الیہ اُسپر حکم کرے اور مکتوب شہود طریق کو سپرد
کرے اور نقل وکالت کی یہ صورت ہی کہ مثلاً مدعی نے قاضی کے سامنے کسی کو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعویٰ کرے دوسرے قاضی کی حکومت مین اور قاضی
وکالت نامہ لکھکر اس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہی جسمین قاضی حضور خصمین اور تداعی اور شہادت لکھے اور سجل وہ ہی جسمین اسی کے مانند لکھے اور وہ اُس کے پاس
اور صک وہ ہی جو مشتری اور شفیع غیر ہما کو لکھدے کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی دعوی حق مجہول من دار صولح علی شیء معین واستحق بعضہا لجواز دعواہ فیما بقی ولو استحق کلہا
رو کل العوض لدخول المدعی فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہین ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی مین جسکا مصالحہ ہو گیا شیء معین پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا اسواسطے کہ جا
ہی کہ مدعی کا دعوی باقی مین ہو نہ مستحق مین اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیرا جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین واستفید منہ ای من جواب المسئلۃ امران احد
صحۃ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالۃ الساقط لا تفضی الی المنازعۃ والثانی عدم اشتراط صحۃ الدعوی بصحتہ لجہالۃ المدعی بہ حتی لو برہن لم یقبل ولم یدع اقرارہ بہ او
اس سے یعنی جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شیء معین پر اسواسطے کہ نادانی شیء ساقط کی منازعت کو نہین پہونچاتی دوسرے
نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اُس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ لاویگا تو مقبول نہونگے جب تک یہ دعوی
نہ کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہی یعنی اگر اس قرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی ورنہ مقر سے زبردستی بیان کرایا جاویگا کذا فی الطحطاوی ورجع المدعی علیہ
بحصتہ فی دعوی کلہا ان استحق شیء منہا لفوات سلامۃ البدل اور سب گھر کے دعوے مین اگر کچھ اُسمین سے مستحق غیر نکلے تو مدعا علیہ بقدر اُس کے حصے کے پھیر لے بسبب
فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعی علیہ نے مال معین دیکر اُس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے
پھیر لے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نرہا قید بالمجہول لانہ لو ادعی قدرا معلوما کربعہ مثلا رجع ما دام فی یدہ ذلک المقدار وان بقی اقل رجع بحساب ما استحق من
مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا پنانچہ چوتھائی گھر کا دعوی کیا تو بدل صلح کو نہ پھیرے جبتک اس کے ہاتھ مین اسقدر یعنی چوتھائی
باقی ہی اور اگر اس مقدار سے کتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب کے موافق مدعی سے پھیرے یعنی مثلاً مدعی نے ربع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی
تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے پھیرے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کالو صالح من الدنانیر علی دراہم وقبضہا فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان ہذا الصلح فی معنی الصرف
فاذا استحق البدل بطل الصلح ووجب الرجوع در رو فیہا فروع اخر فلتنظر اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اُسپر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونے کے تو دنانیر کو پھیرے اسواسطے کہ یہ
صلح بمنزلہ صرف کے ہی پھر جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہو گئی تو اصل یعنی دنانیر کا پھیر لینا واجب ہو گیا کذا فی الدرر اور اسی کتاب مین اسیطرح کی چند فروع اور ہین
انکو دیکھنا چاہیے وفی المنظومۃ المجیبۃ حقہ منہا اور منظومہ مجیبہ مین چند مسائل مہمہ ضروریہ ہین از انجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہی اشعار لو مستحقا ظہر المبیع ۔ لہ علی بائعہ الرجوع ۔
بالثمن الذی لہ قد دفعا ۔ الا اذا البائع ہہنا ادعی ۔ بانہ کان قدیما اشتری ۔ ذلک من ذا المشتری بلا مرا ۔ اگر مبیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اُس کے بائع سے اس ثمن کا پھیر لینا جو
اُسکو دیا ہی جائز ہی مگر جبکہ بائع نے یہان یہ دعوی کیا کہ مین نے اس مبیع کو زمان قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعوی کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہین بشرط
اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہی تو رجوع بقدر زیادت جائز ہی کذا فی الطحطاوی اشعار لو مشتری خرابۃ وانفقا ۔ شیئا علی تعمیرہا وطفقا ۔ ذلک لسوی بعدہا اتی بہا ۔ ثم استحق رجل تمامہا ۔
فالمشتری فی ذلک لیس راجعا بہ علی الذی غدا لذلک بائعا ۔ ولا علی ذا المستحق مطلقا ۔ بذا الذی کان علیہا انفقا ۔ اگر ویران زمین خریدی اور کچھ اسکی مرمت مین خرچ کیا اور اس
مشتری نے بعد اس کے اُس کے ٹیلون کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اُس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اسمین پھیر نہین سکتا اُس کے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا
پھیر سکتا ہی اس مال کو جو اُسکی درستی مین صرف کیا مستحق سے مطلقا رجوع جائز نہین نہ ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر کا جائز نہین لیکن رجوع ثمن جائز ہی کذا فی الطحطاوی اشعار

Marfat.com

وان مبیع مستحقا ظہرا ٭ ثم القاضی علی من اشتری ٭ بہ فصالح الذی ادعاہ ٭ صلحا علی شئی لہ اداہ ٭ یرجع فی ذاک بکل الثمن ٭ علی الذی قد باعہ فاستبن ٭ اور اگر ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اُس کے مدعی سے کچھ اس کے مال مودی پر صلح کرلی تو مشتری اس امر مین تمام ثمن اُسکے بائع سے پھیرے یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ شری دارا وبنی فیہا فاستحقت رجع بالثمن وقیمۃ البناء مبنیا علی البائع اذا سلم النقض الیہ یوم تسلیمہ وان لم یسلم فبالثمن لا غیر اور منیہ مین ہی کہ ایک گھر خرید کیا اور اُسمین عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اُسکے تسلیم کے دن قیمت ٹھہرے پھیرے بشرطیکہ منقوض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے مین کردے اور اگر قبضہ نکروا دیا ہو تو فقط ثمن پھیرے نہ کچھ اور کما لو استحقت بجمیع بنائہا لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ تو رجوع ثابت نہین مگر ثمن کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہی تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب نہین ہوتا ولو حفر بئرا او نقی البالوعۃ او رم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشئی علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقۃ کما فی مسئلۃ الخرابۃ حتی لو کتب فی الصک فما انفق المشتری فیہا من نفقۃ او رم فیہا من مرمۃ فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے کنوان کھودا یا نجاسات کا چہ بچہ پاک کیا یا گھر مین کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اُسکے بائع سے کچھ پھیر نہ لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہی نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ مین مذکور ہوچکا یہانتک کہ اگر بائع نے بیعنامے مین لکھدیا کہ جو مشتری گھر مین صرف کرے گا اور اُسمین کچھ مرمت کریگا تو وہ بائع کے ذمہ ہی درصورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی ہم فساد بیع کی وجہ یہ ہی کہ یہ شرط ملائم بیع نہین اور عقد اسکو مقتضی نہین ولو حفر بئرا وطواہا یرجع بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فاذا شرطاہ فسد اور اگر کنوان کھودا اور اُس کی من بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونون قیمت کی شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیۃ ان قنطر علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ وبالجملۃ فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس بقیمۃ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ جص او طین وتمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہر کھودی تو اگر اُسپر پل بنایا تو بنای پل کی قیمت پھیرے نہ نہر کھودنے کے خرچ کو اور خلاصہ یہ ہی کہ پھیر لینا تو اُسوقت ہی جبکہ اسمین کچھ عمارت بنائے یا درخت بوئے اُس چیز کی قیمت پھیرے جسکو توڑنا اور بائع کا اُسپر قبضہ کروا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیرے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرھوین فصل مین ہی وفیہ شری کرما فاستحق نصفہ لہ رد الباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فصولین مین ہی کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہی اگر باغ اُس کے پاس متغیر نہوا ہو اور اُسنے اُسکا پھل نہ کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحقت احدہما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعدہ لزمہ غیر مستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کئے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہی تو مشتری مختار ہی چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہی تو اُسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اُسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق العبد او البقرۃ لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب القن او برذعۃ الحمار لم یرجع بشئی یدخل فی البیع تبعا لا حصۃ لہ من الثمن ولکن یخیر المشتری فیہ قنیہ اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اُس پر جو خرچ کیا ہے اُسکو نہ پھیرے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیر لے اور جو چیز کہ بیع مین بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت مین سے اُسکا کچھ حصہ نہین ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیہ ولو استحق من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعۃ ولکل ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفۃ رح وقال ابو یوسف رح لہ ان یرجع قال الا تری ان المشتری الثانی لو ابرا الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حرا فلکل الرجوع قبلہ خانیۃ اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلے مشتری کے ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہی کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادۂ شہادت لیکن نہ پھیر لے قبل اس کے کہ اُسکا مشتری اس سے پھیر لے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح نے کہا کہ اُسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہی ابو یوسف رح نے کہا کہ کیا تو نہین دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری

Marfat.com

اول کو ثمن معاف کردے تو مشتری اول کو رجوع درست ہی چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہی قبل اپنے پھیر دینے کے کذا فی الخانیۃ لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین مین اس روایت کے مخالف ہی خبردار رہنا ولو اشتری عبداً فاعتقہ بال اخذہ منہ ثم استحق العبد لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پھر اُس سے مال لے کر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیر لے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اُسکو اُسکا بعینہ پورا مال ملگیا ولو شری داراً بعبد واخذت بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گھر خرید کیا عوض غلام کے اور وہ گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہوگیا اور بائع شفیع سے گھر لے گا بسبب باطل ہوجانے بیع کے

باب السلم

یہ باب ہی سلم کے احکام مین ہم مصنف نے اُس بیع کا ذکر شروع کیا جسمین قبض احد العوضین یا دونون عوض کا شرط ہی اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کے اور صرف بجاے مرکب کے ہی کیونکہ صرف مین قبض عوضین کا شرط ہی اور سلم مین احد العوضین کا اور سلم جائز ہی قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس رضی نے آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہی اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ مین تشریف لائے تو وہان کے لوگون مین بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز مین وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم مین اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہی باعتبار حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہی اور غنی نفع آیندہ کے واسطے کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ کالسلف وزناً ومعنی سلم بفتحتین لغت مین سلف کے مانند ہی وزن اور معنی مین ہم مغرب مین ہی کہ جب ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہین کہ سلف فی کذا واسلم واسلف کذا فی النہر وشرعاً بیع آجل وہو المسلم فیہ بعاجل وہو راس المال اور اصطلاح شرع مین سلم عبارت ہی مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ مدت والی چیز مسلم فیہ ہے اور بلا مدت راس المال ہے یعنی مثلاً پہلے روپیے دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہون یا جو خرید کرنا اسکا نام سلم ہے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہ ہی جو بیع کا رکن ہی یعنی ایجاب اور قبول یہانتک کہ سلم منعقد ہوتی ہی بیع کے لفظ سے قول اصح مین ہم اور قول غیر اصح مین سلم بلفظ بیع منعقد نہین ہوتی لیکن انعقاد بیع بلفظ سلم باتفاق روایات ہی سلم مین ایجاب اور قبول اسطرح ہی کہ ایک شخص کہے کہ سلمتک وسلفتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الطحطاوی ویسمی صاحب الدراہم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم بکسر لام کہتے ہین ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلاً المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ کہتے ہین اور گیہون کو مسلم فیہ بولتے ہین اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ ولرب السلم فی الثمن والمسلم فیہ لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہی ثمن مین مسلم الیہ کی ملک ثابت ہی اور مسلم فیہ مین رب السلم کی ترکیب مین لف ونشر مرتب ہی ہم رب السلم کی ملک مسلم فیہ مین باعتبار دین فی الذمہ ثابت ہی لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہین کذا فی النہر ویصح فیما امکن ضبط صفتہ کجودتہ ورداءتہ اور صحیح ہی سلم اُس چیز مین جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہی چنانچہ اُس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا ہم ضبط صفت اور معرفت مقدار اسواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہی تو اگر اُسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعۃ ہوگی لہذا جائز نہین ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون وخرج بقولہ مثمن الدراہم والدنانیر لانہما اثمان فلم یجز فیہما السلم خلافاً لمالک اور صحیح ہی سلم اُس چیز مین جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ مکیل اور وہ موزون جو مثمن ہی مثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ دراہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہین لیکن یہ ثمن ہین نہ مثمن تو انمین سلم جائز نہین یعنی دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہین ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری ومشمش وتین ولبن بکسر الباء وآجر بلبن معین بین صفتہ ومکان ضربہ خلاصہ اور چنانچہ عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور زرد آلو اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جسکی صفت اور پاتھنے کا مکان مفرح ہوگیا ہو کذا فی الخلاصہ ہم عددی متقارب سے مراد وہ ہی جسکے افراد قیمت مین متفاوت نہون اور اُسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق مین کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہی بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی کثوب بین قدرہ طولاً وعرضاً وصفتہ کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام او مصر او زید او عمرو ورقتہ او غلظہ ووزنہ ان بیع بہ فان الدیباج کلہا

Marfat.com

ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زادت قیمتہ فلا بد من بیانہ مع الذرع اور چنانچہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہی جیسے وہ کپڑا جسکی مقدار مصرح ہوگئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اسکی مصرح ہوگئی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا یا کتان کا یا دونون سے مرکب اور اسکی صنعت کا بیان ہوگیا ہو چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمرو کا اور یہ تصریح ہوگئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اسکی مشرح ہوگئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسواسطے کہ دیبا جتنا گران وزن ہوتا ہی قیمت اسکی زیادہ ہوجاتی ہی اور حریر جتنا کہ ہلکا ہوتا ہی قیمت اسکی زائد ہوتی ہی تو ایسے کپڑے مین وزن کا بھی بیان ضرور ہی گز کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان اسواسطے صحت سلم کیلیے شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہی لا یصح فی عددی متفاوت مما یتفاوت مالیتہ کبطیخ وقرع ودر ورمان فلم یجز عددا بلا ممیز صحیح نہین سلم عددی متفاوت مین عددی متفاوت وہ ہی جسکی مالیت مین تفاوت ہو یعنے باوجود اتحاد جنس کے اسکے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور مولی اور انار تو ایسی چیزون مین سلم جائز نہین گن کر بلا ممیز یعنی بلا ذکر ضابطہ چنانچہ طول یا غلظ یا غیر ذلک فقط ذکر عدد سے جائز نہین کذا فی المنح وما جاز عددا جاز کیلا او وزنا نہر اور جسمین سلم جائز ہی گن کر اسمین کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہی کذا فی النہر ہم اور جسمین کیل جائز ہی اسمین وزن بھی جائز ہی اور جسمین وزن جائز ہی بقول معتمد اور کچی اینٹ مین کیل یا وزن جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر ویصح فی سمک ملیح ومالح لغۃ ردیۃ اور صحیح ہی سلم خشک مچھلی نمک سود مین شارح نے کہا سمک ملیح لغت فصیح ہی اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہی وفی طری حین یوجد وزنا وضربا ای نوعا قید لہما اور صحیح ہی سلم تازہ مچھلی مین اسوقت جبکہ وہ پائی جاتی ہی وزن سے اور اسکی قسم بیان کرکے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ دونون کی قید ہی ہم طحطاوی نے کہا جواز سلم بوقت وجود ظاہر اتر مچھلی کی قید ہی اسواسطے کہ خشک مچھلی بازارون مین ہر وقت ملتی ہی ہان اگر بعضے وقت بازار مین منقطع ہو تو سلم جائز نہین اقسام مچھلی کے بکثرت ہین چنانچہ رو ہو اور چال اور پڑھن وزن اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہوجاوے ولا عددا للتفاوت جائز نہین سلم مچھلی مین باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنی مچھلی یکسان نہین جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع نہو ولو صغارا جاز وزنا وکیلا اور اگر مچھلیان چھوٹی ہون تو ان مین وزن اور پیمانہ دونون جائز ہین یعنی بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع ہو وفی الکبار واتبان مجتبی اور بڑی مچھلیون مین دو روایتین ہین کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن مین مروی ہی اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہین اور متون مین تو جواز ثابت ہی کذا فی الطحطاوی ولا فی حیوان ما خلافا للشافعی سلم جائز نہین کسی جاندار مین بخلاف امام شافعی رح کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اسمین جائز نہین اسواسطے کہ حدیث مین نہی وارد ہی سلف فی الحیوان سے اور اسواسطے کہ باطن حیوان منضبط نہین ہوسکتا اگرچہ ضبط ظاہر ممکن ہی کذا فی البحر واطرافہ کرؤس واکارع خلافا لمالک رح جاز وزنا فی روایۃ اور سلم جائز نہین جانور کے اطراف مین چنانچہ اسکے کلہ پانون مین بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت مین سلم جائز ہی تولکر ولا فی حطب بالحزم ورطبۃ بالجرز الا اذا ضبط بما لا یؤدی الی النزاع وجاز وزنا فتح اور سلم جائز نہین لکڑیون مین گٹھے باندھ کر اور نہ رطبہ مین مٹھی باندھ کر مگر جبکہ اسطرح ضبط اور تعیین ہوجاوے کہ باعث نزاع نہو اور لکڑیون اور رطبہ مین تولکر سلم جائز ہی کذا فی الفتح ہم تعیین قاطع نزاع کی یہ صورت ہی کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہی اسکا طول مصرح ہوجاوے اسطرح پر کہ مقام گفتگو باقی نرہی حزم بضم حاے حطی وفتح زاے معجمہ جمع ہی حزمہ کی یعنی گٹھا اور جرز بضم جیم وفتح راے مہملہ جمع جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحطاوی وجواہر وخرز اور سلم جائز نہین جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ہم خرز بالتحریک وہ چیز ہی جو تاگے مین پروئی جاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہرا جواہرات اور موتیون مین بطریق وزن کے بھی سلم جائز نہین اسواسطے کہ دو موتیون مین تفاوت فاحش ہوتا ہی مالیت مین اگرچہ عدد اور وزن مین اتفاق ہو کذا فی الطحطاوی الا صغار لؤلؤ تباع وزنا لانہ انما یعلم بہ مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہین تول کر اسواسطے کہ انکی قیمت تو تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہی طحطاوی نے مکی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہی صغار جواہر کا ومنقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور اس نایاب چیز مین سلم جائز نہین جو بازارون مین نہین ملتی عقد سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار مین نہو اور گھرون مین ہو تو اسکا اعتبار نہین ولو انقطع فی اقلیم دون آخر لم یجز فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم مین نہ دوسری اقلیم مین تو سلم جائز نہین منقطع مین یعنی اقلیم عدیم الوجود مین شے منقطع کی سلم جائز نہین اسواسطے کہ اسکا لانا بدون مشقت عظیم کے متصور نہین تو عجز عن التسلیم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ راس مالہ اور اگر مسلم فیہ منقطع ہوگئی بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہی چاہے اس کے پائے جانے کا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے ولحم

Marfat.com

ولو نزوع عظم وجوزاه اذا بين وصفه ووضعه لانه موزون معلوم وبه قالت الائمة الثلثة وعليه الفتوى بحر وشرح مجمع اور گوشت مین سلم جائز نہین امامؒ کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبینؒ نے اسکو جائز کہا ہی جبکہ اُسکا وصف بیان ہوگیا ہو یعنی موٹا یا دُبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہی اور یہی قول ہی تینون امامون کا اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر وشرح المجمع اتقانی نے کہا صاحبینؒ کے نزدیک گوشت مین سلم جائز ہی بشرطیکہ بیان جنس اور سن اور نوع اور صفت اور موضع اور مقدار کے یعنی گائے کا گوشت یا بکری کا جانور یکسالہ ہو یا کم وبیش نر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دُبلا پہلو کا گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم وبیش کذا فی الطحطاوی لکن فی الفہستانی انہ یصح فی المنزوع بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع فتنبہ لیکن فہستانی مین ہی کہ بے ہڈی کے گوشت مین سلم جائز ہی بلا خلاف امام اور صاحبینؒ کے خلاف تو اُس گوشت مین ہی جسکی ہڈی جدا نہین ہی خبردار رہو لکن صرح غیرہ بالروایتین قدیر لیکن غیر فہستانی نے تصریح کی ہی دو روایتون کی سو تامل کرنا م یعنی امام سے دو روایتین ہین ایک روایت مین مطلقاً سلم جائز نہین اور دوسری روایت مین تفصیل مذکور ہی طحطاوی نے کہا کہ استدراکین[۱] کا حذف کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ جب قولی صاحبینؒ کے قول پر ہوا تو اب استدراک کی کیا ضرورت ہی ولو حکم بجوازہ صح اتفاقا بزازیہ اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کردے تو بالاتفاق صحیح ہی کذا فی البزازیہ وفی العینی انہ قیمی عندہ مثلی عندہما اور عینی مین ہے کہ گوشت امام کے نزدیک قیمی ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک مثلی **ولا بمكيال وذراع مجهول** قیدفیہما اور جائز نہین سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونون کی قید ہی نہ فقط ذراع کی م حلبی نے کہا پیمانہ معین اور گز معین مراد ہی اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہی تو ایفا متعذر ہی مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا تو سلم جائز ہی وجوز الثانی فی المتعارف بالتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم جائز رکھا ہی پانی مین مشکون بھر کے بسبب رواج کے کذا فی الفتح م یعنی سقے سے چند مشکین پانی کی خرید کرنا معین مشک سے جائز ہی **وبر قرية بعينها وثمر نخلة معينة الا اذا كانت النسبة لثمرة** اور نخلہ اور قریہ بیان الصفۃ لا التعیین الخارج فقیہ مرجلی و بلدی بدیانا فالمانع والمقتضی العرف فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گانون کے گیہون اور معین کھجور کے درخت کے پھل مین مگر جبکہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گانون کے بیان صفت کیواسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شی خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہون کی نسبت ہمارے ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی سلم کا عرف ہی ہم یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کیواسطے ہوتا ہی تو جائز ہی والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پھل مین سلم اسواسطے ناجائز ہی کہ شاید کسی آفت سے گیہون اُس گانون مین یا پھل اُس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہی سو مین احتمال فسخ عقد کا ہی لہذا اصح نہین علاوہ برین وہ چیز فی الحال معدوم بھی ہی قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہوگیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہی اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم مین بھی گیہون نہ پیدا ہون احتمال ضعیف ہی **ولا في حنطة حدثية قبل حدوثها لانها منقطعة في الحال وكونها موجودة وقت العقد الى وقت الحل شرط** فتح اور صحیح نہین سلم نے گیہون مین قبل اُسکے پیدا ہونے کے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہی اور رہونا اُنکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی کذا فی الفتح م فتح القدیر مین ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس اس کے یا دونون وقتون کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہی اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحٰق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہی وفی الجوہرۃ اسلم فی حنطۃ جدیدۃ ادنی ذرۃ حدثیۃ لم یجز لانہ لا یدری یکون فی تلک السنۃ حتی ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عامہ مفسد ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ مین ہی عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چنے مین تو جائز نہین کیونکہ معلوم نہین کہ اُس سال مین وہ پیدا ہوگا یا نہین مین کہتا ہون اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقہ سلم مین یہ قول لکھا جاتا ہی کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد سلم ہی یعنی مفسد ہی قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہی چنانچہ مخفی نہین **وشرطه** اے شروط صحتہ التی تذکر فی العقد **سبعة بيان جنس كبر** او تمر **وبيان نوع كسقي** وبعلی **وصفة** كجيد وردی **وقدر** ككذا كيلا لا بنقبض و لا بنبسط اور شرط سلم کی یعنے صحت سلم کی وہ شروط جو عقد مین مذکور ہوتی ہین سات ہین ۱ بیان ہے مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون یا کھجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ آدمیون کے سینچے یا بارش آسمانی کے سینچے ۳ بیان اُس کی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گیہون یا کچی ۴ بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنے کیل ہوگی اُس

[۱] یہ ردونون کلامون مین ہی ۱۲ منہ ۵۷ بالضم و تخفیف الرزن برزن جنا ۱۲

Marfat.com

کیل سے جو سکڑے اور پھیلے نہین واجل واقلہ فی السلم شہر بہ یفتی ۵ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم مین ایک مہینہ ہی اسی کا فتوی ہی ہم مقدار مدت مین اختلاف ہی
اور اصح وہ ہی جو محمدؒ سے مروی ہی کہ ایک مہینہ ہی کیونکہ ادنی عاجل اور اقصی آجل ہی اور ماخوذ ہی مسئلہ اُنمین سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اُسنے قبل تمام ہونے
یعنے کمتر مہینے سے ۱۲ ماہ سے زیادہ ۱۲
مہینے کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ ما دون شہر حکم عاجل مین ہی اور شہر وما فوق اس کے آجل ہی علما نے کہا اسی پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر وفی الحاوی لا باس
فی السلم فی نوع واحد علی ان یکون حلول بعضہ فی وقت وبعضہ فی وقت آخر اور حاوی مین ہی کہ سلم کرنیکا کچھ مضائقہ نہین نوع واحد مین اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت مین
ہو اور بعض کا دوسرے وقت مین ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیاخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالا لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولذا شرط دوام
وجودہ لتدوم القدرۃ علی تسلیمہ بموتہ اور باطل ہو جاتی ہی مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لے گا بسبب باطل ہو جانے مدت کے
مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسیواسطے یعنے ترکے سے مسلم فیہ کے لینے کیواسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہی صحت سلم مین تا اسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہی مسلم الیہ کی موت سے
یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اُسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو وبیان قدر راس المال ان تعلق العقد بمقدار کما فی مکیل وموزون وعددی غیر متفاوت واکتفیا بالاشارۃ
کما فی مذروع وحیوان ۶ مقدار راس المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو راس المال کی مقدار سے چنانچہ مکیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت مین اور صاحبینؒ نے اشارہ پر کفایت کی ہی
جیسے مذروع اور حیوان مین ہم صاحبینؒ نے کہا کہ جب راس المال کی طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اُسکی مقدار کا ضرور نہین چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہان اشارہ بالاتفاق
کافی ہی اسواسطے کہ مذروع مین گزون کا معلوم ہونا مشروط نہین کیونکہ عقد اُسکی مقدار سے متعلق نہین اسواسطے کہ مسلم فیہ گزون کے شمار پر منقسم نہین اسواسطیکہ گز وصف ہی اُس کے مقابل مین
کچھ ثمن نہین پڑتا تو اُسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی قلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد راس المال ابن کمال ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے
کہ گاہے مسلم الیہ قادر نہین ہوتا مسلم فیہ کی تحصیل مین تو راس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صرح ابن کمال یعنی اگر مقدار راس المال کی معلوم نہ ہوگی تو نزاع واقع ہوگی وقد
ینفق بعضہ ثم یجد باقیہ معیبا فیردہ ولا یستبدلہ رب السلم فی مجلس الرد فینفسخ العقد فی المردود ویبقی فی غیرہ فیلزم جہالۃ المسلم فیہ فیما بقی ابن ملک تو جب پیمانہ اور گاہے مسلم الیہ بعض راس المال
کو خرچ کر ڈالتا ہی پھر باقی راس المال کو عیب دار پاتا ہی تو اُسکو پھیر دیتا ہی اور رب السلم مجلس رد مین اُسکو بدل نہین دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا اُسقدر راس المال مین جو پھیر دیا گیا اور
عقد باقی رہیگا غیر مردود مین تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی باقی مین کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان راس المال کی مقدار کا والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل و
مؤنۃ اور ۷ ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہی اُس مسلم فیہ مین جسمین بار بردار اور کلفت ہی یعنی جس مسلم فیہ کی بار برداری مین کلفت اور مشقت ہی وہان بیان مکان ایفا شرط ہی نہ مانند مشک
اور موتی کے ومثلہ الثمن والاجرۃ والقسمۃ اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہی ہم ثمن کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو مکیل یا موزون سے اُدھار خرید کیا مدت
معین کرکے تو امامؒ کے نزدیک مکان ایفا شرط ہی اور اُجرت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کرکے تو امامؒ کے نزدیک
مکان ایفا شرط ہی اور قسمت کی صورت یہ ہی کہ دو شخصون نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا
مدت معین کرکے تو امامؒ کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہی بخلاف صاحبینؒ کے کذا فی الطحطاوی وعینا مکان العقد وبہ قالت الثلثۃ کبیع وقرض واتلاف وغصب قلنا ہذہ واجبۃ التسلیم
فی الحال بخلاف الاول اور صاحبینؒ نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہی واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی مذہب ہی باقی تینون امامون کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب مین
واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور غصب کا معین ہی ہم جواب دیتے ہین امامؒ کی طرف سے کہ یہ اشیاء یعنی بیع اور قرض وغیرہما
واجب التسلیم ہین فی الحال لہذا انمین وہی مکان متعین ہو گیا بخلاف پہلی صورتون کے یعنے مسلم فیہ اور ثمن اور اجرت اور قسمت شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء
حتی لو اوفاہ محلۃ منہا بری ولیس لہ ان یطالبہ فی محلۃ اخری بزازیہ ایفاء مسلم کو شرط کیا ایک شہر مین تو سب محلے اُس نے برابر ہین ایفا مین تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے
کسی محلے مین بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہین کہ اس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ مین کذا فی البزازیہ وفیہا قبلہ شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط
لم یصح اجتماع الصفقتین الاجارۃ والتجارۃ اور بزازیہ مین قبل مسئلہ سابقہ کے ہی کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لاد کر پہونچا اپنے گھر تک بعد ایفاے مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہین بسبب مجتمع ہو جانے

Marfat.com

دو عقد کے یعنی اجارہ اور تجارت ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہی وما لا حمل لہ کمسک وکافور وصغار لؤلؤ لا یشترط فیہ بیان
مکان الایفاء اتفاقاً ویوفیہ حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز مین اٹھانے کی کچھ حاجت نہین چنانچہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو
اسمین مکان ایفاء مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچاوے جہان اسکا جی چاہی قول اصح مین اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہی ہم حمل اور
مؤنث اس چیز مین نہین جسمین پیٹھ پر لادنے اور حمال کی مزدوری دینے کی حاجت نہین اور یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی ولو عین فیما ذکر مکانا تعین فی الاصح فتح لانہ
یفید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر لیا اسمین جو مذکور ہو چکا یعنے جسمین بار برداری کی حاجت نہین تو مکان مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح مین کذا فی الفتح
اسواسطے کہ تعین مکان سقوط خطرہ راہ کی مفید ہی وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانہما وان ناما او مشیا فرسخا او اکثر اور باقی رہا
شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہون یا بقدر فرسخ
یا زیادہ ساتھ چلے گئے ہون ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط مین تغییر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہین ہین جنکا ذکر کرنا شرط ہو انکا وجود بلا ذکر کافی ہے
ولو دخل لیخرج الدراہم ان توارى عن المسلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا اور اگر رب السلم مکان مین داخل ہوا تا دراہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم
باطل ہو گیا اور اگر اسطرح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہین وصحت الکفالۃ والحمالۃ والارتہان براس مال بزازیہ اور ضمانت اور حوالہ اور
گرو رکھنا سلم کے راس المال کیواسطے صحیح ہی ہم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے
مجلس کا ہی نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور درصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہی اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہی کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور
محتال علیہ کی طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وہو شرط بقائہ علی الصحۃ لا شرط انعقادہ لوصفہا فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال
سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہی نہ شرط ہی انعقاد سلم کی بوصف صحت تو درصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا
ولو ابی المسلم الیہ قبض راس المال اجبر علیہ خلاصہ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقی من الشروط کون
راس المال منقودا وعدم الخیار وان لا یشتمل البدلین احدی علتی الربوا وہو القدر المتفق او الجنس لان حرمۃ النساء تتحقق بہ اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال
کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور شامل ہونا بدلین کا ایک علت کی ربوا کی دو علتون سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہی یا جنس ہی اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی
ہی ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہون مین اور اسیطرح زعفران اور گھی مین صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین مین وزن متفق ہی لیکن
کیفیت وزن مختلف ہی کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہین اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا مین ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدہا العینی تبعا للغایۃ سبعۃ عشر اور
عینی نے باتباع غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطین سترہ شمار کی ہین ہم از الجملہ چھ شرطین راس المال مین یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور
اسکا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطین مسلم فیہ مین یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو
تعیین سے اور مضبوط ہونا وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہی یعنی عقد کا لازم ہونا
جسمین خیار الشرط نہو اور ایک شرط بنظر بدلین ہی یعنی ربوا کی دو علتون مین سے ایک علت کا نہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغیرہ القدرۃ علی تحصیل المسلم فیہ
اور اپنی شرح مین مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنیکی کچھ حاجت نہین باوجود اشتراط عدم انقطاع
کے نہر الفائق مین کہا قدرت علی التحصیل یہ ہی کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع علی الشرط الثامن بقولہ فان اسلم مائتی درہم فی کر بضم فتشدید ستون قفیزا والقفیز ثمانیۃ مکاکیک
والمکوک صاع ونصف عینی بہر حال کون المائتین مقسومۃ مائۃ دینا علیہ ای علی المسلم الیہ ومائۃ نقدا نقدہا رب السلم وافترقا علی ذلک فالسلم فی حصۃ الدین باطل
لانہ دین بدین وصح فی حصۃ النقد ولم یشع الفساد لانہ طاری حتی لو نقد الدین فی مجلسہ صح فی الکل مصنف نے شرط ثامن یعنے قبض راس المال پر اپنے

طاری

اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کر گیہون مین حالانکہ دو سو باین طریق مقسوم ہین کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایک سو نقد جن کو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہی کیونکہ مبادلہ ہی دین کا دین سے اور یہ جائز نہین اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد اُس کے بقدر دین باطل ہو گیا تا اینکہ اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درم مین سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کر بضم کاف و تشدید راے مہملہ عبارت ہی ساٹھ قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہی ہم اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایک سو تیس درم کا ولو اورثہما دینا نیز لو علی غیر العاقد فسد فی الکل اور اگر دو سو مین ایک سو دینار ہون اور ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہی و لا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال و لا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع و شرکۃ و مرابحۃ و التولیۃ و لو ممن علیہ حتی لو وہبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین اس کے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اُسی شخص سے کیون نہو جسپر راس المال یا مسلم فیہ ہی یہانتک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرے راس المال مین اسواسطے تصرفات جائز نہین کہ وہ مستحق القبض ہی مجلس عقد مین اور تصرف کرنا اُسمین قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہی اور مسلم فیہ مین اسواسطے تصرف درست نہین کہ وہ مبیع ہی اور مبیع منقول مین قبل قبض کے تصرف جائز نہین شرکت کی یہ صورت ہی کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو مجھکو نصف راس المال دے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہی کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ مجھکو فائدہ زیادہ دے یا اُسکے برابر دے تا مسلم فیہ بالخصوص تیرا ہو و فی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری مین ہی کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہی یعنی بعض سلم مین اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جایز ہی بشرطیکہ باقی معلوم ہو چنانچہ نصف وغیرہ خواہ بعد طول اجل ہو یا قبل اُس کے کذا فی الطحطاوی و لا یجوز رب السلم شراء شیء من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہین رب السلم کو خرید کرنا مسلم الیہ سے بعوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد مین اور اگر سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہی جیسے باقی دیون مین جائز ہی قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ و السلام لا تاخذ الا سلمک او راس مالک ای الا سلمک حالۃ قیام العقد او راس مالک حال الفسخ فامتنع الاستبدال خرید مذکور جائز نہین قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا متمنع ہو گیا ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہی اور اہل حدیث کو اسمین گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی مین بالمعنی باین لفظ ابو سعید خدری سے مروی ہے (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ فی غیرہ) یعنے جو ایک چیز مین سلم کرے وہ اُسکو اُسکے غیر مین نہ پھیرے اور یہ تقضی ہی اُسکو کہ نہ لے مگر اُسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لجواز تصرفہ فیہ بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اُس سے استبدال جائز ہی لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس مین بسبب جائز ہونے اُسکے تصرف کے بدل صرف مین بخلاف سلم کے یعنی راس المال مین تصرف جائز نہین ہم یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہی کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس مین اسواسطے کہ صرف مین تعیین حاصل نہین ہوتی بدون قبض کے کیونکہ اُسکا استبدال جائز ہی تو اُسمین قبض فی المجلس تعیین کیواسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اُسکے اقالہ مین استبدال جائز نہین تو اُسمین تعیین بالقبض کی حاجت نہین لہذا اُسمین نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی الطحطاوی و لو شری المسلم الیہ فی کر کرا و امر المشتری رب السلم لقبضہ قضاء عما علیہ لم یصح للزوم المکیل مرتین و لم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر مین اگر اُسنے ایک کر گیہون مثلاً خرید کیے اور خریدار مذکور نے رب السلم کو امر کیا اُس کے قبضہ کر لینے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے کیواسطے تو صحیح نہین بسبب لازم ہونے کیل کے دو بار اور حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا ہم یہان ناپا دو بار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع ہوے ایک عقد مسلم الیہ اور اُس کے مابین اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم مین اور دونون عقد بشرط کیل ہین سو یہان حاصل نہین لہذا صحیح نہین اور اصل اسمین وہ

Marfat.com

حدیث ہی جسمین بیع طعام سے نہی وارد ہی تا وقتیکہ اُسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہی جبکہ وُہ عقد مجتمع ہون اور ایک عقد مین تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہی اور رقید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہی موزون اور معدود کا کذا فی الطحطاوی وصح لو کان الکر قرضا وامر مقرضہ بہ لانہ اعارۃ لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہو اور اپنے مقرض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح ہی اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہی نہ بدلنا مع صورت قرض یہ ہی کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہون قرض لیے پھر زید نے ایک کر گیہون خریدے اور خالد کو اُسپر قبضہ کرنے کا امر کیا ادائے قرض کیواسطے اور دوسری صورت یہ ہوسکتی ہی کہ دین اول سلم تھا پھر جب مدت اُسکی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اُسپر قبضہ کرنے کا مقرض سے تو جائز ہی کذا فی البحر کما صح لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ منہ لہ ثم لنفسہ ففعل فاکتالہ مرتین لزوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہی اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اُس کے بائع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اس کے امر کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنے کا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اُسکو دو بار پیمانہ کیا یعنی ایک بار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے تو یہ قبض صحیح ہی بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہان دو بار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان یکیل المسلم فیہ فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای وعا رب السلم بغیبۃ اما بحضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ او امر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ ظرف البائع لم یکن قابضا لحقہ بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو ناپ دے میرے ظرف مین سو اُسنے ناپ دیا اُس کے ظرف مین یعنی رب السلم کے برتن مین رب السلم کی غیبت مین اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض ہوجائیگا بسبب تخلیے کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسی طرح کے ناپنے کو سو اُسنے ناپ دیا بائع کے ظرف مین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کے ظرف مین مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہی اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر مین ہی اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہی ہم خلاصہ یہ ہی کہ یہان سلم اور خرید مین فرق ہی کہ دو صورت مذکورہ مشتری کے امر سے قابض ٹھہریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود مین ہی تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کے تو بائع اُسکا وکیل ہوگیا امساک ظرف مین بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہی سو اُسکا مالک نہین ہوسکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرا تو مسلم الیہ مستعیر ظرف ہوگیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہا فی ظرف المشتری قبض بامرہ للتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونون کا بھر دینا مشتری کے ظرف مین قبض ہی بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون کے ایک کُر مین پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے متعین گیہون بقدر ایک کُر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنی دین اور عین اُسمین بھر دے تو اگر اُسنے پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف مین تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہی اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسی کا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہین ہی اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھہرا کہ ملک کا خلط ہوگیا قبل تسلیم کے اور خلط امام رحمہ اللہ کے نزدیک استہلاک ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وعکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وفیراہ بین القبض والبیع والشرکۃ اور اس کے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا نہوگا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہی نقض بیع اور شرکت مین ہم چونکہ خلط صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک استہلاک نہین لہذا مشتری مختار ہی چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اُتنے مال مین بائع کا شریک ہوجاوے اسلم امۃ فی کر بر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ وماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود علیہ وہو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیما فی المسلمین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہون مین اور لونڈی پر قبضہ ہوگیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اس کے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہی یا لونڈی پہلے مرگئی اُس کے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی بسبب باقی رہنے معقود علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہی دونون صورتون مین وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی تو سبب ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ مین اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقاء پر ہی تا انیکہ وہ

Marfat.com

مقبوض ہو اور اُسمین کچھ شک نہین کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہی تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہین کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہی لہذا اُسکی قیمت واجب ہوئی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کے مانند حکم ہے مقایضۃ مین م یعنی اقالہ صحیح ہی خواہ دونون عوض باقی ہون یا ایک ہلاک ہوگیا ہو اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہی من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹھہریگا بخلاف الشراء بالثمن فیہما لان الامۃ اصل فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونون صورتون مین اسواسطے کہ لونڈی اصل ہی مبیع مین م یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزار درم سے خرید کیا پھر لونڈی مرگئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس صورت مین لونڈی اصل ہی مبیع مین کیونکہ وہ مبیع ہی اور ہلاک مبیع قبل القبض مبطل اقالہ ہی بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہان لونڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع اور خلاصہ یہ ہی کہ اقالہ جائز ہی سلم مین قبل ہلاک ہوتے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے کہ اُسمین اقالہ جائز نہین دونون طرح کے ہلاک مین تقایلا البیع فی عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام مین پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہو اُسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہی اور بیع بحال خود قائم ہی کذا فی القنیہ والقول لمدعی الرداءۃ والتاجیل لا لنافی الوصف وہو الرداءۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہی نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا م یعنے اگر ایک شخص کہے کہ مین نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہی اور دوسرا کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو مدعی کا قول معتبر ہی نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا اور رداءت یعنی نقصان یہان بطور مثال کے ہی تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہی تقدیر اجل سے لیکن یہان تاجیل سے اجل مراد ہی اور اجل عبارت ہی غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندہما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اُسکے ساتھی کا قول معتبر ہی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے اور اگر اُسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبینؒ کے نزدیک اور امامؒ کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہی م تعنت لغت مین اس سے عبارت ہی کہ انسان وہان گرے جہان سے نکل نہ سکے لیکن یہان تعنت سے مراد یہ ہی کہ اُسکا منکر ہو جو اُس کے حق مین نافع ہی تعنت کی صورت یہ ہی کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو یہان مسلم الیہ کا قول اشتراط مین معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ راس المال پر عادت مین زائد ہوتا ہی تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم مدت کا قائل ہی تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مسلم الیہ متعنت ہی اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہی کہ اپنے مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یون کہنا کہ مین نے ردی شرط کیا تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور مسلم الیہ نے کہا بلکہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہی صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہی اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت مین امامؒ کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتمد ہی کہ مدعی صحت ہی اگرچہ دوسرا منکر ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہی اگرچہ منکر صحت ہی صاحب دُرر نے کہا خلاصہ یہ ہی کہ امام کے نزدیک دونون صورتون مین یعنی تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تھا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندہما للمنکر کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے امامؒ کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا اور صاحبینؒ کا امامؒ کی طرف نہر الفائق مین بھی امامؒ اور صاحبینؒ کا مذہب دُرر کے مانند مصرح ہی طحطاوی نے کہا عقد واحد پر اتفاق ہونا چنانچہ اس مقام مین ہی اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہی کیونکہ سلم بلا مدت بھی سلم فاسد ہی دوسرا عقد نہین بخلاف اختلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور درصورت صحت شرکت تحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہی م طالب سے مراد رب السلم ہی جو اقل مدت کا مدعی ہی وای برہن

Marfat.com

قبل ان برہنا قضی بینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونون مین سے جوگواہ لاویگا تو قبول ہونگے اور اگر دونون گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہون پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ الا ان یبرہن لآخر ان برہنا فبینۃ المطلوب اور دونون نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے مین تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی مگر جبکہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے وتحالفا فی السلم تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونون سلم مین اختلاف کرین یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہو اور دوسرا مدعی تو دونون قسم کھاوین بطریق استحسان کذا فی الفتح والاستصناع ہو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہی طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا ہم یہ لغوی معنی ہین اور شرع مین استصناع یہ ہی کہ صانع یعنے کاریگر جنانچہ موزہ گر یا کفشگر یا ٹھٹھیرے سے کہے کہ مجھکو اتنا لمبا چوڑا موزہ یا کفش بناوے یا ایسی دیگچی جسمین اتنا سماوے اور وزن اسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بناوے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر باجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما سلم فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہو اگر اسمین مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو نہ بطریق استعجال کے سو اسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہین ہوجاتا پھر جب استصناع موجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ہم اگر استصناع مین سلم کی مانند مدت ہی جنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہین تو وہ استصناع ہی اگر اسمین تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہین تو وہ استصناع فاسد ہی اگر مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو اسطرح پر کہ اسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسون تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زیلعی وغیرہ مین ایسا کچھ مذکور ہی اور مصنف کا کلام اس مدت مین موضوع ہی جو سلم کے لائق ہی تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہین کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیئے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہین اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا سو اسطے کہ وہ اجارہ نہین ہوسکتا کیونکہ استیجار اس عمل پر جو اجیر کی ملک مین ہو جائز نہین جنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اٹھائے چل اس مکان سے وہان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہین اور نہ استصناع بیع ہوسکتا ہی کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہین ولیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہی بسبب تعامل اور رواج کے چنانچہ جو لاہے سے بنولتا اس کے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے اسکے سوت سے کذا فی فتح القدیر جری فیہ تعامل امم لاقیاس الاول استصناع اجل باجل معلوم سلم ہی خواہ اسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبینؒ نے کہا کہ اول یعنی جسمین تعامل جاری ہی وہ استصناع ہی وہ سلم وبدونہ ای الاجل فیہا فیہ تعامل الناس کخف وتمقۃ وطست بمہملۃ وذکر فی المغرب بالسین المعجمۃ وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول لوگون کا جاری ہی جنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہی شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہی اور مغرب مین اسکو بشین معجمہ ذکر کیا ہی اور گا ہے اسکو طسوت بھی بولتے ہین ہم طست لغت طہ مین طشت بسین مشدد تھا ایک سین کو نے شناہ فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہی طست کی تو اگر شارح یون کہتا ویقال فی جمعہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بیعا لا عدۃ علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اس کے بیع ہونے پر تصریح کی اپنے آیندہ قول سے فیجبر الصانع علی عملہ لا یرجع الآمر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر پر زبردستی کیجائیگی اس کے بنانے پر اور بنوانے والا اس سے پھر نہین سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم ہوتا والمبیع ہو العین لا عملہ خلافا للبرذعی اور استصناع مین مبیع خود وہ شی مصنوع ہی نہ عمل اسکا برخلاف ابوسعید برذعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاعدہ صح ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اسکو لیا تو صحیح ہی اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اسکا لینا صحیح ہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور مبیع متعین نہین ہوجاتی آمر کے واسطے بدون اس کی

Marfat.com

رضامندی کے تو صحیح ہی بیچڈالنا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اُس کے آمر کے اور اگر مبیع اس کے واسطے متعین ہوتی تو اُسکا بیچنا درست نہوتا ولہ ای للآمر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ لاخیار للصانع بعد رویۃ المصنوع لہ وہو الاصح نہر اور اسکو یعنی آمر کو اُس کے لینے نہ لینے مین اختیار ہی بسبب خیار الرویۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہی کہ صانع کو اختیار نہین بعد دیکھنے اُس شخص کے جس کے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہی کذا فی النہر ولم یصح فیما لا یتعامل فیہ کالثوب الا باجل کما مر اور استصناع صحیح نہین اُسمین جس کے بنوانے کا لوگون مین رواج نہین چنانچہ کپڑے مین مگر مدت ٹھہرا کر چنانچہ باب السلم مین مذکور ہو چکا یعنی جسمین تعامل نہین اُس مین فرمائش صحیح نہین بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھہری تو اب مراعات جمیع شروط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی م بالفعل ہندوستان مین طبع کتب بکثرت رائج ہی اور اکثر سوداگر اور اہل مقدور کتابین چھپواتے ہین تو ظاہرا یہ استصناع صحیح ہی خواہ کل قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھ نہ دیجاوے مگر فرمائش مین یہ وتر ضرور ہی کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض وطول اتنا اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار منقول عنہ وغیر ذلک اور صاحب فرمائش کو بعد رویت کے اخذ وترک مین اور چھاپنے والے کو قبل رویت صاحب فرمائش کے بیع کتب مین اختیار ہی اور اگر شرائط سلم اسمین مرعی ہون تو اس صورت مین عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالی اعلم فان لم یصلح فسد ان ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال وان للاستعجال کعلی ان تفرغہ غدا کان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنے مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال وتاخیر المطالبہ مذکور ہو اور اگر استعجال کیواسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صانع سے یون شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہونا تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ الی آخر ما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ حال کے ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا السلم فی الدبس لا یجوز لما فی اجارۃ جواہر الفتاوی لو جعل الدبس اجرۃ لا یجوز لانہ لیس بمثلی لان النار عملت فیہ وکذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم دوشاب رطب مین جائز نہین اسواسطے کہ جواہر الفتاوی کی کتاب الاجارہ مین مذکور ہی کہ اگر دوشاب مذکور کو اُجرت قرار دے تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ مثلی نہین کیونکہ آگ نے اُسمین اپنا عمل کیا ہے اور اسی واسطے سلم اُس مین جائز نہین تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر عین ہو یعنی مبیع حاضر ہو تو جائز ہی کیونکہ بعد معائنہ اُسمین دھوکا نہین م دبس بالکسر وبکسرتین عبارت ہے عسل تمر سے سلم اس مین اسواسطے جائز نہین کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے گاہے جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہی اور گاہے پتلا تو اُسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہین بخلاف گھی کے کہ اُسمین تاثیر آگ کی بحد معلوم ہوتی ہی اگر زیادہ اور کم ہو تو گھی بگڑ جاوے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجی فی الغصب ان الرب والقطر واللحم والفحم والاجر والصابون والعصفر والسرقین والجلود والصرم وبر مخلوط بشعیر قیمی فلیحفظ مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب الغصب مین کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور پکی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور چمڑے اور کھال اور گیہون جو ملے قیمت والی چیزین ہین مثلی نہین اسکو یاد رکھنا چاہیے م شارح کا مطلب یہ ہی کہ جب اشیاء مذکورہ قیمی ہوئین تو اُن مین عقد سلم جائز نہین طحطاوی نے کہا باب السلم مین کہ رب وہ چیز ہی جو خرنوب سے نکلے اور قطر ایک قسم ہی عسل قصب سے اور محشی مذکور نے کتاب الغصب مین کہا کہ رب عبارت ہی ہر پھل کے نچوڑے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف مین وہ ہی جو شکر سے ٹپکے بحر الجواہر مین کہا کہ اصطلاح اطبا مین رب عبارت ہی اُس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دیکر یا آفتاب مین رکھ کر

باب المتفرقات

من ابوابہا وعبر فی الکنز مسائل منثورۃ وفی الدرر بمسائل شتی والمعنی واحد یہ باب ہی اُن مسائل کے ذکر مین جو اپنے ابواب سے متفرق ہین اور کنز مین اس باب کو مسائل منثورۃ اور درر غرر مین مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہی م عادت فقہا یہ ہی کہ جو مسائل کہ ابواب متقدمہ مین چھوٹ گئے اور اپنے مواضع مین مذکور نہوے تو اُن سب کو یکجا مذکور کر دیتے ہین اور اُنکو اسماے ثلثہ سے کسی ایک نام سے مسمے کرتے ہین اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ ولا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یصح ویضمن قنیہ خرید کیا بیل یا گھوڑا پختہ مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہین اور اُسکی کچھ قیمت نہین اور اُسکے تلف کرنے والے پر تاوان نہین اور قول ضعیف اُس کے برخلاف ہی یعنی بیع صحیح ہی اور متلف پر ضمان ہی کذا فی القنیہ م جبکہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہین تو اُسکا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان اسواسطے نہین کہ منجملہ آلات لہو ہی وفی آخر خطر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف رحمہ اللہ سے

باب المتفرقات

Marfat.com

روایت ہی کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اُس سے کھیلنا جائز ہی م طحطاوی نے کہا کہ طرز بیان اسپر دلالت کرتا ہی کہ یہ قول بھی ضعیف ہی وصح بیع الکلب ولو عقورا
والفہد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعہا حتی الہرۃ وکذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر وہو المختار للانتفاع بہا وبجلدہا کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہی بیع
کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندون کی بیع اُنکی باقی اقسام کے ساتھ یہانتک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہی اور اسیطرح درندون پرندون
کی خواہ وہ معلم ہون یا نہون سواے سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہی بسبب فائدہ لینے کے انسے اور انکی کھالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین پہلے ذکر کر چکے ہین
م امام شافعی رح کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شرینی سے
لیکن ابو حنیفہ رح نے اپنی مسند مین ہشیم سے عن عکرمہ عن ابن عباس رض روایت کی (قال رخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید) یعنے حضرت نے رخصت دی کلب شکاری
کی ثمن مین اور سند اس حدیث کی جید ہی اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہی کہ ہشیم ثقات تابعین سے ہی وتمامہ فی فتح القدیر والتمسخر بالقرد وان کان حراما لا یمنع بیعہ
بل یکرہ کبیع العصیر شرح وہبانیہ اور مسخراپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہی مانع اُسکی بیع کا نہین بلکہ اُسکی بیع مکروہ ہی چنانچہ انگور کا پانی بیچنا شراب بنانے والے سے
کذا فی شرح وہبانیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کالا ینبغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیرہ فلا باس ومثلہ سائر السباع عینی لائق نہین کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے
تو کچھ مضائقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین کذا فی العینی م یعنی کتے کا گھر مین رکھنا جائز نہین مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح (من اقتنی
کلبا الا کلب صید او ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح) یعنی جو کتا رکھے گا سواے شکار اور مواشی کے کتے کے تو اُس کے ثواب سے
ہر روز دو قیراط گھٹتے جاوینگے وجاز اقتناؤہ لصید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعاً اور جائز ہی کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے
بالاتفاق کما صح بیع خرء حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہی طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہی جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ یہ اقل
قیمت مبیع ہی وصح ہبۃ قنیہ اور صحیح ہی اسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ وادنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط ہے ایک
پیسہ ہی ولو کانت کسرۃ خبز لا یجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہین کذا فی القنیہ م یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہین کذا فی الطحطاوی
کما لا یجوز بیع ہوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہین زمین کے کیڑون کا بیچنا مانند خنافس اور سیہی اور بچھو اور
چھپکلی اور گوہ کے م خنافس جمع ہی خنفساء کی بضم خاے معجمہ وسکون نون وفتح فا کہ سیاہ کیڑا ہی گندہ بو سواے جعل[1] کے فارسی مین اُسکو خبزدوک[2] کہتے ہین طحطاوی نے
کہا محیط مین ہی کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہی بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے معالجے مین اسکی طرف حاجت ہی
ولا ہوام البحر کالسرطان اور جائز نہین دریا کے کیڑون کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے م چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی اور کیڑون سے فائدہ لینا حرام ہی
لہذا انکی بیع جائز نہوئی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع نالہ ثمن کسقنقور وجلود خز وجمل الماء لو حیا واطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا
مین ہین سواے مچھلی کے اُنکی بیع جائز نہین اور قنیہ مین جائز کہا ہی اُسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہی چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے
اُس کے جواز بیع کو مطلق کہا ہی یعنی بلا قید حیات م سقنقور جانور ہی گوہ کے مانند دریاے نیل کے کنارے پر تقویت باہ مین بے مثل ہی اور خز بفتح خاے معجمہ اور زاے معجمہ مشددہ
دریائی جانور ہی اُسکے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہی بحر الجواہر مین ہی کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہی جسکا خصیہ چند بید ستر ہی صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہی پھر یہ نام اُس
کپڑے کا ہو گیا جو اُس کے صوف سے بنا جاتا ہی وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا وردہ فی البدائع بانہ غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع
بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپون کی بیع کو جائز کہا ہی اگر اُنسے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین چنانچہ تریاق فاروق
وغیرہ مین اور اگر فائدہ نہین تو بیع جائز نہین اور اس قول کو بدائع مین رد کیا ہی اسطرح کہ یہ کلام راست اور درست نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعاً حرام ہی اُس
سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہین مانند شراب کے تو اُسکی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہین ہوتی م کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا

[1] نوعی از جانوران سیاہ آبی ۱۲ [2] خبزدوک بفتح خاے معجمہ وموحدہ وسکون زاے معجمہ بروزن پرستوک بمعنی سرگین گردانک ہندی کبریلا ۱۲

Marfat.com

کہ حرام چیز سے اسوقت علاج کرنا جائز ہی جبکہ اسی مین شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق مابین القولین یہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح اس صورت پر محمول ہی جبکہ شفا سانپ کے استعمال مین منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہی جبکہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہی واللہ تعالیٰ اعلم ویجوز بیع دہن نجس ای متنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہی بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہی کہ بالذات نجس نہین نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اس کو مسائل بیع مین بیع فاسد کے باب مین مقدم ذکر کر چکے ہین ہم متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا وینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد لما مر اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان مین جو مسجد کے سوا ہی چنانچہ کتاب الطہارۃ مین گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کصرف وسلم وربوا وغیرہا اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہی بیع مین چنانچہ صرف اور سلم اور ربا وغیرہ مین ہم ذمی مسلم کے مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہے تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہین وہ اسکو بھی جائز ہین اور جو مسلم کو جائز نہین وہ اسکو بھی جائز نہین سوائے مستثنیات آیندہ کے غیر الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا بل جو خنق او ذبح مجوسی فانہا کالخنزیر قدامر نا بترکہم وما یدینون بیع مین ذمی مسلم کے مانند ہی سوائے شراب اور سور اور اس مردار جانور کے جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلا دبنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہی اور ہم مامور ہین انکے عدم تعرض پر اور انکے معتقدات کے ترک پر ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیا مین اسواسطے نہین کہ یہ چیزین ان کے حق مین شرعًا مباح ہین چنانچہ بعضے سمجھے ہین بلکہ حرمت ان کے حق مین بھی ثابت ہے کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہین لیکن وہ اشیا مذکورہ کی بیع سے روکے نہین جاتے کیونکہ وہ انکی حرمت کے معتقد نہین اور ہم مامور ہین انکے اعتقادیات کے عدم تعرض پر وصح شراء الکافر ای الکافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبدا مسلما او مصحفا او شقصا منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و مصحف شریف کا یا دونون مین سے کچھ حصہ مول لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین ذکر کر چکے ہین ویجبر علی البیع اور کافر پر زبردستی کی جاوے گی بیچ ڈالنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہوگا لیکن حاکم زبردستی اس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہو گی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہی ولو المشتری صغیرا اجبر علیہ ولیہ فلو لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہو تو قاضی اسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اسپر بیع مین زبردستی کیجاوے وکذا لو اسلم عبدہ ومتبعہ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جائیگا بیع مین اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام مین ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضًا اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا تو جائز ہی پھر اگر مکاتب ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اس کے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا سعیانی قیمتہا اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونون محنت مزدوری کرین اپنی قیمت کے ادا کرنے مین ولو جمع ضربا بطیبہ مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی مستولد درو ناک کیا جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہی فرع مسئلہ الملحقہ شارح کا من عادتہ شراء المردان یجبر علی بیعہ دفعا للفساد نہر وغیرہ وکذا لحرم اخذ صبیان یومر بارسالہ لونڈون کا خرید کرنا جسکی عادت ہو تو اسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے شکار کیا تو اس کے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض الخمر سقطت ولو المستقرض فرد اتیان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہی اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتین ہین ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہی اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول ہی محمد کا کذا فی الطحطاوی وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض مشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اس کے مشتری نے اسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہی اس کے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہو الا مجوز نکاحہا استحسانا نہ فقط اس کا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی ہو المختار

تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسفؒ کے قول مین اور یہی مختار ہی وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو بہ قبل القبض لم یبطل النکاح وان بطل البیع فیلزم المہر المشتری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اُس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہو اور اگر بیع کا باطل ہوجانا اُسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہوگئی تو اُس کے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا ہم مشتری کے واسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر مین مذکور نہین اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہ کیونکر ہوگا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہا یہ ہی کہ نفع بدلے نقصان کے ہی کذا فی الطحطاوی اشتری شیئا منقولا او عقارا یبیعہ القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبۃ معروفۃ فاقام البائع بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظر اللغائب وادی الثمن وما فضل یمسکہ للغائب وان نقص تبعہ البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول او مشتری قبل قبض اور قبل ادائے ثمن کے غائب ہوا بغیبت معروفہ یعنی اُس کا مکان معلوم ہے اور اُسکے بائع نے گواہ قائم کیے اسپر کہ اُسنے اُسکو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اُس کے دین مین نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہان ہی تو مبیع بیچی جاوے گی یعنی قاضی اُس کو بیچے یا غائب کا مامور[1] بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اُسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اُسکا پیچھا کرے جبکہ اُسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا ہم اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش نہ سنے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نرہا اور مبیع کے مانند مرہون ہی یعنے اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اُسکی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین وان اشتری اثنان شیئا وغاب واحد منہما فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل ودفع الکل للحاضر اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خرید کی اور اُنمین سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اسطرح پر کہ اُسکا مکان معلوم نہین کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اُسکا کل ثمن دینا جائز ہی اور بائع پر زبردستی کی جائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر وله قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن بخلاف احد المستاجرین اور حاضر کو جائز ہی مبیع پر قبضہ کرنا اور اُسکا روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہانتک کہ اُسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنی اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اُجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اُجرت دی تو اُسکو حبس کرنا تا ادائے اُجرت جائز نہین والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف الموجر اور فرق بیع اور اجارہ مین یہ ہی کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کیواسطے جائز ہی تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف موجر کے ہم یعنی جبکہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہین بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھہرا اور مضطر کو رجوع ثمن اور حبس مبیع مین اختیار ہی بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہین کذا فی النہر اللہم الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ خداوندا مگر جبکہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی درصورت شرط تعجیل اجرت اجارہ درحکم بیع ہوگا یہ بحث ہی صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب باع شیئا بالف مثقال ذہب وفضۃ تنصفا بہ ای بالمثقال فیجب قسمتہ مثقال من کل منہما بعدم الاولویۃ کوئی چیز بیچی سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہی تو جب مثقال کی صفات دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئے مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق مین کہا لیکن اس صورت مین بیان صفت جودت وغیرہا شرط ہی اور اگر یون کہا کہ ہزار دراہم اور دنانیر سے بیچا تو بیان صفت شرط نہین کہ وہان جید ہی مراد ہونگے وفی ہذہ شیئا بالف من الذہب والفضۃ تنصفا ولصرف للوزن المعہود فالنصف من الذہب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراہم اور کسی چیز کی بیع مین بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن تقری مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے

[1] یعنی جس کا غائب نے مامور کیا ہو

Marfat.com

نصف درہم مراد ہونگے م یعنے پانسو دینار مثقال اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہی کذا فی النہر وشملہ نا علی کرخطہ وشعیر وسمسم لزم من کل ثلث کرو ہذا قاعدۃ فی المعاملات کلہا مہر ووصیۃ ودیعۃ وغصب واجارۃ وبدل خلع وغیرہ فی موزون وکیل ومعدود ومذروع یعنی اور مانند بیع کے اقرار ہی چنانچہ یوں کہنا کہ اُسکا میرے اوپر ایک کر گیہون اور جَو اور تل ہین تو ہر ایک اشیا ثلثہ سے کر کی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہی جمیع معاملات مین مانند مہر اور وصیت اور امانت اور غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور کیل اور معدود اور مذروع مین کذا فی النہر یعنی ہم مہر کی صورت یہ ہی کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور نقد سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو نقد کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین کیے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنے پانسو دینار مثقالی اور پانسو درم نقد کے وعلی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہما موزون کی مثال یہ ہی کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ایک مین سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور کیل کی صورت خود شارح بیان کرچکا اور معدود کی صورت یہ ہی کہ تو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہ ہی کہ تو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی وقولہ وزن سبعۃ تقدم فی الزکوۃ اور مصنف کا یہ قول زن سبعۃ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا ہم وزن سبعہ سے مراد یہ ہی کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہین اور ہر مثقال بیس قیراط اور ہر درم چودہ قیراط پانچ جو وافادہ الکمال ان ہم الدراہم تصیر للتعارف فی بلد العقد ففی مصر تصیر للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہی کہ درم کا نام پھیرتا ہی اسکی طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر مین تو مصر کے شہر مین درم سے فلوس مراد ہونگے وافاد فی النہر ان قیمتہ مختلف باختلاف الازمان فافتی اللقانی

بانہ یساوی نصفا وثلثۃ فلوس فلو اطلق الواقف الدرہم اعتبر زمنہ ان عرف والا صرف للفضۃ لانہ الاصل کما لو قیدہ بالنقرۃ کواقف التسخونیۃ والصرغتموشیۃ ونحوہما یقیمتہ درہمہا نصفان اور نہر الفائق مین تصریح کی ہی کہ درم کی قیمت مختلف ہی باعتبار اختلاف ازمان کے سو لقانی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہی ساڑھے تین فلوس کے تو اگر وقف کرنے والا درم کو مطلق کہے چاندی یا تانبے کی قید نہ لگائے تو اس کے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اُس کے زمانے کا عرف معلوم ہو اور نہین تو درم چاندی کے درم کی طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہی چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یون کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چنانچہ تسخونیہ اور سرغتموشیہ اور اُنکے مانند نے درم نقرئی کی قید لگائی ہی تو اُسکے درم کی قیمت دو نصف ہم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین لقانی مالکی ہی کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ درم کی قیمت دو نصف ہونا یہ کلام ہی صاحب نہر کا اور یہ اُسوقت مسلم ہی جبکہ دراہم مذکورہ صاحب نہر کے نزدیک متغیر نہو گئے ہون علاوہ اس کے صاحب نہر خود اول ذکر کرچکا ہی کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہی تو اُس سے عدول کرنا نچاہیئے وافاد المصنف ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذہب وعلی فلوس النحاس بعرف مصر الآن فلا بد من مرجح فان لم یوجد فالحمل علی الاستعمارات القدیمۃ للوقف کما عولوا علیہا فی نظائرہ لمعرفۃ خراج ونحوہ قال وبہ افتی الملا ابو السعود افندی اور مصنف نے اپنی شرح مین تصریح کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہی چاندی اور سونے اور فلوس مسی پر بصر کے بالفعل کے عرف مین تو درم نقرئی کی قید مین بھی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نہ پایا جاوے تو وقف کی عطایا قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہا نے نظائر وقف مین اُسپر اعتماد کیا ہی چنانچہ معرفت خراج اور اس کے مانند مین مصنف نے کہا اور اسی کا فتوی دیا ہے ملا ابو سعود آفندی نے ہم مرجح اعدل وہ ہی جو صاحب نہر نے بیان کیا ہی یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف استمرار قدیم معتبر ہوگا استمرار قدیم سے مراد عطائے قدیمی ہی کذا فی الطحطاوی ولو قبض زیفا بدل جید کان لہ علی آخر جاہلا بہ فلو علم والفقہ کان قضاء واتفاقا وفق او الفقہ فلو قائما یردہ اتفاقا فہو قضاء الحقہ اور اگر ایک شخص نے کھوٹے درم ناواقفی سے قبض کیے عوض کھرے درمون کے جو دوسرے شخص پر اُس کے تھے اور درم خرچ ہو گئے یا اُسنے خرچ کر ڈالے تو یہ اُسکے حق سے ادا ہو جاتا ہی طرفین کے نزدیک سو اگر کھوٹا ہونا اُسکو معلوم ہوا اور اُسنے خرچ کر ڈالا تو ادائے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہی اور اگر ناواقفی سے کھوٹے درم لیے اور وہ ہنوز موجود ہین تو انکو باتفاق پھیر دے ہم بحر الرائق مین کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہی درم مغشوش سے نہر الفائق مین ہی کہ درم زیف وہ ہی جو بیت المال مین نہ داخل ہو وقال ابو یوسف اذا لم یعلم یرد مثل زیفہ ویرجع بجیدہ استحسانا کما لو کانت ستوقۃ او نبہرجۃ وختارہ للفتوی ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر والشرنبلالیۃ فیہ نفیتی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہو تو بعد خرچ ہو جانے کے اُسکے مانند کھوٹے درم پھیر دے اور کھرے درم اُس سے

الفلوس

بیان نصف درہم اور ثلثہ کے مطلب انتظار کے کھرے درم کے نصف اور ثلثہ فلوس کے برابر ہونے کا

درہم کو مقید کیا نقرہ سے

ان دونون نامون کا اشتراک

درہم کو وقف کیا

نصف و ثلثہ فلوس

بالعموم اب ۱۲

Marfat.com

پھیرے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نبہرجہ درم ہون تو رد مثل جائز ہی اور اسی قول کو پسند کیا ہی ابن کمال نے فتوی دینے کے واسطے مین کہتا ہون اور
اسی قول کو ترجیح دی ہی بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین تو اسی کا فتوی دیا جاوے م ستوقہ درم جسپر چاندی کا پتر ہو اور نبہرجہ وہ درم جو دار الضرب سلطانی
مین نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسر فیہا ظبی ای انکسر رجلہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان للکاسر لا للآخذ فہو للآخذ لسبق یدہ لمباح اور اگر
چڑیا نے بچہ یا انڈا دیا ایک مرد کی زمین مین یا ہرن کا پاؤن اسمین خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اُسکا مملوک ہی جسنے اُسکو پایا اور لیا کیونکہ اُسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہو گیا
تو اگر کوئی مرد اُس کے پاؤن کو توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پکڑنے والے کا الا اذا ہیا ارضہ لذلک فہو لہ مگر جبکہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو
اسی کے واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اُسکا مالک ہوگا نہ آخذ او کان صاحب الارض قریبا من الصید بحیث یقدر علی اخذہ لو مد یدہ فہو لصاحب الارض
لتمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اسطرح پر کہ قادر ہو اُس کے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتھ پھیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہی بسبب
اُس کے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اُسکا مالک نہوگا کذا فی النہر وکذا مثل ما مر صید تعلق بشبکۃ نصبت للجفاف او دخل دار رجل
ودرہم او سکر نثر فوقع علی ثوب لم یعد لہ سابقا ولم یکف لاحقا فلو اعدہ او کفہ ملکہ بہذا الفعل اور اسیطرح مسئلہ مذکورہ کے مانند ہی وہ شکار جو پھنس گیا اُس جال مین
جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کیواسطے یا شکار داخل ہو گیا ایک مرد کے گھر مین اور درم یا شکر جو اُچھالے گئے لینے والون کے واسطے سو اُس کپڑے پر پڑے جو سابق
سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہین کر رکھا اور نہ کپڑا سمیٹا گیا بعد اُس کے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا سمیٹ لیا ہو بعد پڑنے درم اور
شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے فروع مسائل ملحقہ شارح کے عسل النحل فی ارضہ ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالہا شہد مکھی کا ہی اُس کی
زمین مین تو وہ اُسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہو اسواسطے کہ شہد زمین کی زیادات پیدائشی سے ہو گیا م انزال بالفتح جمع ہی نزل بضمتین کی بمعنی
ربح وزیادت فروع کذا فی الطحطاوی وشری دارا فطلب المشتری ان یکتب لہ البائع صکا لا یجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا جاءہ بعدول وصک فلیس لہ
الامتناع من الاقرار گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھانا چاہا تو اُسپر زبردستی نہ کیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جبکہ
مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہین م صک وہ وثیقہ ہی جسمین اقرار بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع
پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اس لئے جائز نہین کہ یہ مقتضاے عقد بیع سے نہین ہی اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری کے ہی اسواسطے کہ مشتری عدول
ہی شاہدون کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر اشہاد ضرور ہی کذا فی الطحطاوی شری قطنا فغزلہ امرأتہ فکلہ لہ ردی خرید
کی سو اُسکی زوجہ نے اُسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہی م چونکہ زوجہ نے اُجرت کاتنے کی شرط نہین کی تو ظاہرا زوج پر اجرت لازم نہوگی المرأۃ اذا کفنت بلا اذن الورثۃ
کفن مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو متروکہ زوج سے رجوع کرے ولو اکثر لا ترجع بشیء قال رحمہ اللہ ولو قیل ترجع بقیمۃ کفن المثل
لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے جائز نہین قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جاوے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے
بھرے تو بعید نہین طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر مین مطلع نہین ہوا م ظاہرا مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہی جہان سے شارح نے یہ فروع نقل کین ہین اور بعید نہین کہ
خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما واشتری بہ او بالدراہم المغصوبۃ شیئا قال الکرخی وان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وہذا قیاس وقال ابو بکر کلاہما سواء
ولا یطیب لہ کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو مبیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل
بیع ثمن نہین دیا تو خیرات نہ کرے اور یہ قول قیاس ہی اور ابو بکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونون برابر ہین اور اسکو فائدہ لینا حلال نہین م تصدق کرنا منفعت کا دراہم
مغصوبہ کے ضمان کے بعد مراد ہی اور ظاہر اقوال ابو بکر کا استحسان ہی تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہی کہ غلام کو غصب کیا اور اُسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا
پھر دوسرے غلام کو بعوض عرض کے بیچا پھر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہو اُسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی

Marfat.com

عن العالمگیریہ وکذا لو اشتری ولم یقبل بہذہ الدراہم واعطی من الدراہم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خریدی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خریدی اور ثمن دیا دراہم سے یعنی دراہم مغصوبہ سے ہم فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول مین زائد مال کو تصدق کرے اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ زائد مال اُسکو حلال ہی اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خریدی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہی ابو یوسفؒ کے قول مین اور امامؒ نے کہا کہ اسمین تصدق نہ کرے کذا فی الطحطاوی دفع مالہ مضاربۃ لرجل جاہل جاز اخذ ربحہ مالم یعلم انہ اکتسب الحرام اپنا مال دیا بطریق مضاربت کے اُس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہی تو اسکی منفعت لینا جائز ہی جبتک معلوم نہو کہ اُسنے کسب حرام سے حاصل کیا ہم طحطاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہی جو خانیہ مین مذکور ہی کہ ایک مرد نے کچھ خریدکیا تو اُسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہی یا حرام ہی لازم ہے یا نہین تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اُس شہر اور اُس زمانے مین ہو جس کے بازارون مین اکثر مال حلال ہی تو مشتری پر پوچھنا لازم نہین اور بنا بر حکم ظاہر پر رکھے اور اگر غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من رمی توبہ لایجوز لاحد اخذہ مالم یقل حین رمی لیا خذہ من ارادجس نے اپنا کپڑا پھینکدیا تو کسی کو اُسکا لینا جائز نہین جب تک کہ اُسنے اپنا کپڑا پھینکنے کیوقت یون نہ کہا ہو کہ اسکوے جسکا جی چاہے ہم یہ قول ظاہرا اباحت ہی نہ ہبہ کیونکہ موہوب لہ متعین نہین اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا بیع کی ملک پر جائز ہی اور جبکہ اباحت یا عدم اباحت کا قول معلوم نہو تو ظاہر لینا جائز نہین کیونکہ بقاء ملک مالک اصل ہی کذا فی الطحطاوی باع الاب ضیعۃ طفلہ والاب مفسد فاسق لم یجز بیعہ استحسانا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہی تو اُسکی بیع جائز نہین بطریق استحسان کے شرط لطفلہا علی ان لا ترجع علیہ بالثمن جائز ہو کا لہتہ استحسانا مان نے اپنے طفل کے واسطے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ صغیر پر رجوع ثمن نہ کریگی تو جائز ہی اور یہ خرید ہبہ کی مانند ہی بطریق استحسان کے قال الاسیر اشترنی اوفکنی فشراہ رجع بادی کا نہ اقرضہ قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر یا مجھکو خلاص کر سو اُس نے اُسکو خرید کیا تو جو اُسنے دیا ہی پھیرے قیدی سے گویا اُسنے اُسکو قرض دیا ہم پھیر لینا احد القولین ہی اور مفتی بہ عدم رجوع ہی اور اسیر کے مانند وہ شخص ہی جسکو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی الطحطاوی وعن جامع الفصولین ولو قال بالف فشراہ باکثر لم یلزمہ الفضل لانہ تخلیص لاشراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھکو مثلاً ہزار درم سے خرید کر سو اُسنے اُسکو زیادہ ہزار درم سے خرید کیا تو اُسپر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ یہ خلاص کرنا ہی نہ خرید کرنا ہم جامع الفصولین مین لزوم رجوع فضل مذکور ہی اور تعلیل تخلیص مفید لزوم ہے نہ عدم لزوم کذا فی الطحطاوی ملخصاً شری دارا ودرع وتاذی جیرانہ ان علی الدوام منع وعلی البدرۃ تحمل منہ اور ایک گھر خریدکیا اور اُسمین دباغت یعنی چمڑا بگایا اور اُس کے پڑوسی اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جاوے اور اگر گاہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے ہم جامع الفصولین مین ہی ایسے مسائل مین قیاس یہ ہم کہ جو اپنے ملک خاص مین تصرف کرے وہ رد کا نہ جاوے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہی وہان جہان غیرون کو مضر ہو بضرر صریح بعضون نے کہا ہی کو اکثر مشائخ نے لیا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی شری لحما علی انہ لحم غنم فوجدہ لحم معزلہ الرد گوشت خریدکیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور اسکو بکری کا گوشت پایا تو اُسکو پھیر دینا جائز ہی ہم غنم بکری کو بھی شامل ہی سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہی مگر یہ کہ عرف مین غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال زن لی من ہذا اللحم ثلثۃ اطال فوزن فاجبر ومن ہذا الخبز فوزن لم یجبر مشتری نے کہا کہ مجھکو اس گوشت سے تین رطل تولدے سو اُس نے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اُس کے لینے پر اور اگر کہا کہ اس روٹی مین سے تول دے اور اُسنے تولدی تو اُسپر لینے کے واسطے جبر نہوگا شری برزا خریفیا فاذا ہو ربیعی او شری برزا البطیخ فاذا ہو برزا لقثاء ان قائما ردہ ان مستہلکا فعلیہ مثلہ خریدکیا خریف کا بیج اور وہ ربیع کا بیج نکلا یا خریدکیا خربوزے کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اُسپر اُس کے مانند پھیر دینا جائز ہی ہم پھیر دینے کی وجہ یہ ہی کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہے سادم صاحب الزجاج فدفعہ فنظرہ فوقع منہ علی قداح فانکسر ضمن الاقداح لا القدح الواقع ایک شخص نے خریدکی گفتگو کی شیشے والے سے اور اُسنے پیالہ دیا کہ اس کو دیکھے سو اُسکے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالون پر کہ وہ دست تو تاوان دے پیالون کا نہ اُس پیالے کا جو گر پڑا ہم پیالون کا ضمان ہوا سطے لازم ہوا کہ لوگون کے اموال مین خطا معاف نہین اور اُس پیالے کا ضمان اس واسطے

Marfat.com

نہین کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہے بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہی کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقاً مضمون نہین شری شجرۃ باصلہا وفی قلعہا من الاصل ضرر بالبائع یقطعہ من وجہ الارض من حیث لا یتضرر بہ البائع ولو انہدم من سقوطہ حائط ضمن القالع ما تولد من قلعہ ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اُس کے اُکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہی تو اُس کو کاٹ ے زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہو اور اگر اُس کے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اُکھاڑنے والا اُسکا تاوان دے جو اُس کے اُکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دراہم زیوفا فکسرہا المشتری لاشیٔ علیہ لانہم ماصنع حیث غشہ دخانہ وکذا لو دفع الیہ لینظر الیہ فکسرہ کھوٹے درم دیے سو مشتری نے اُنکو توڑ ڈالا تو اُسپر کچھ تاوان نہین اور اُسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اُس نے اس کو دغا دی اور خیانت کی اور اسی طرح اگر اُس نے اُسکو دیا تا وہ اُسکو دیکھے اور اُسنے اُسکو توڑ ڈالا تو اُسپر کچھ نہین ہم مناسب یہ تھا کہ شارح بجاے مشتری بائع کہتا یا یہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہان ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہی لا باس ببیع المعشوش اذا بین غشہ او کان ظاہرا یراہ وکذا قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ فی حنطۃ خلط فیہا الشعیر والشعیر بری لا باس ببیعہ وان طحنہ لا یبیع کچھ مضائقہ نہین معشوش چیز کی بیع مین جبکہ بائع اُسکی ملونی بیان کردے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اُس کو دیکھتا ہو اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اُس گیہون مین جسمین جو مخلوط ہون اور جو نظر آتے ہون اُس کی بیع مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر مخلوط کا آٹا جیسا تو نہ بیچے ہم اسواسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہین رہتا ہان اگر بیان کردے تو بیع جائز ہی وقال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لا یبیعہا حتی یبین اور ابو یوسفؒ نے کہا اُس مرد کے باب مین جس کے پاس تانبا ملی چاندی ہی کہ اسکو نہ بیع کرے یہان تک کہ بیان کردے وکل شیٔ لا یجوز فانہ یبغی ان یقطع ویعاقب صاحبہ اذا انفقہ وہو یعرفہ اور جو چیز کہ جائز نہین سو لائق یہ ہی کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اُسکا مالک راجاوے جبکہ معشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجھکر شری فلوسا بدرہم فدفعہا الیہ قال ہی بدرہمک لا انفقہا حتی یعد ہا بیسے خرید کیے درم سے سو بائع نے اُسکو پیسے دیے اور کہا کہ یہ تیرے درم کے عوض ہین تو اُن کو خرچ نہ کرے جب تک کہ شمار نہ کرے ہم ظاہر اشمار کرنا اُس صورت پر محمول ہے جبکہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ شاید درم باعیب ہون تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم ہو کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرہم الزیف ورضی باقل مما یشتری بالجید حل نہ کوئی چیز خریدی کھوٹے درم سے اور جسقدر کھرے درم سے مول لیتے ہین اُس کے کمتر سے راضی ہو گیا تو اُسکو حلال ہی یعنی ایک چیز کھرے درم سے مثلاً سیر بھر بکتی ہی اور اُسنے کھوٹے درم سے آدھ سیر لی راضی ہو کر تو اس کے واسطے حلال ہی شری تبانا بغداد علی ان یوفی ثمنہ بسمرقند لم یجز بحالۃ الاجل کپڑے خریدے بغداد مین اس شرط پر کہ اسکا ثمن سمرقند مین ادا کریگا تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط خراج کلہا علی المشتری فہو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہی تو بیع فاسد ہی یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین بائع کا فائدہ ہی اخذ الخراج من الاکار لہ ان یرجع علی الدہقان استحسانا خراج لیا گیا کشتکار سے تو اُسکو زمیندار سے بھر لینا بطریق استحسان جائز ہی شری الکرم مع الغلۃ وقبضہ ان رضی الاکار جاز البیع ولہ حصتہ من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خرید کیے پھلون کے ساتھ اور اُسپر قبضہ کیا اگر کشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہی والا کشتکار کو بقدر اُس کے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہین تو اُسکی بیع جائز نہین ہم مراد وہ کشتکار ہی جسکا پھلون مین حصہ ہی قضاہ درہما وقال الفقہ والافروہ علی فقیہہ ولم یفقہ لہ ردہ استحسانا بخلاف جاریۃ وجدہا عیبا فقال اعرضہا او بعہا فان نفقت والا ردہا فعرضہا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہو تو مجھکو پھیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نہ کیے تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی بطریق استحسان کے بخلاف اُس لونڈی کے جسمین مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اُسکو بیع کے واسطے پیش کر یا بیچ ڈال سو اگر بک جائے تو بہتر ہے والا مجھکو پھیر دے سو مشتری نے اُسکو بیع کے واسطے پیش کیا تو پھیر دینا ساقط ہو گیا ہم دونون صورتون مین فرق یہ ہی کہ درم مقبوض عین حق قابض نہین بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اسمین اختیار باطل ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ اذا وطی رجل امتہ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء وقال ابو یوسف رحمہ اللہ استقبح

ولا یقربہا حتی تحیض حیضۃ کما لو اشتراہا کما سیجئ فی الحظر والکل من الملتقط امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جبکہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پھر اُسکا نکاح کر دیا وہین تو زوج کو اُسکی وطی بلا استبرا جائز ہی اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ مین اسکو قبیح جانتا ہون اور زوج اُسکا قربت نہ کرے جب تک اُسکو حیض نہ آوے جب سے اُسکو خرید کرے تو استبرا لازم ہی چنانچہ آویگا کتاب الحظر مین اور یہ سب فروع ملتقط سے ملتقط ہین م امام کے نزدیک زوج پر ہر چند استبرا لازم نہین مگر مالک پر استبرا واجب ہی چنانچہ شارح نے کتاب النکاح مین ذخیرہ سے نقل کیا ہی اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہی سو شاید ملتقط کی عبارت مین ہوگا والا درمختار مین مذکور نہین کذا فی الطحطاوی ما یبطل بالشرط الفاسد فلا یصح تعلیقہ یہ جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی شرط فاسد سے اور اسکی تعلیق شرط سے صحیح نہین وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین سے اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہی ہہنا اصلان احدہما ان کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع والا فلا کالقرض یہان دو قاعدے ہین ایک قاعدہ یہ ہی کہ جو مال کا مبادلہ ہی مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہی چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہین وہ شرط فاسد سے فاسد نہین ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ م جو مبادلہ کا مال کا مال سے نہین اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہین ہوتا اسواسطے کہ شروط فاسدہ بیاج سے متعلق ہین اور بیاج معاوضات مالیہ سے ملحق ہی نہ اُسکے غیر سے تو وہان فقط شرط ہی باطل ہو جائیگی ثانیہما ان کل ما کان من التملیکات او التقییدات کرجعۃ یبطل تعلیقہ بالشرط فی الاصح دوسرا قاعدہ یہ ہی کہ جو تصرف کہ تملیکات یا تقییدات مین سے ہی چنانچہ رجعت تو اُسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہی اور اگر تملیکات یا تقییدات سے نہین بلکہ اسقاطات یا اطلاقات یا ولایات یا تحریضات سے ہی تو اُسکی تعلیق شرط سے صحیح ہی م رجعت تقلید کی مثال ہی نہ تملیک کی لکن فی اسقاطات والتزامات یحلف بہا کحج وطلاق یصح مطلقا لیکن ان اسقاطات اور التزامات مین جنسے قسم کھائی جاتی ہی چنانچہ حج اور طلاق تو اُنکی تعلیق شرط سے مطلقا صحیح ہی یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب م حج اور طلاق مین لف ونشر غیر مرتب ہی یعنی حج التزام کی مثال ہی اور طلاق اسقاط کی وفی اطلاقات وولایات وتحریضات بالملائم بزازیہ اور اطلاقات اور ولایات اور تحریضات یعنے ترغیبات مین شرط مناسب سے تعلیق صحیح ہی کذا فی البزازیہ م اطلاقات چنانچہ اذن دینا تجارت اور ولایات جیسے قضا اور امارت اور ترغیبات چنانچہ امامؒ کا یون کہنا کہ جو غازی کافر کو مارے وہ انعام پاوے کذا فی الطحطاوی فالاول اربعۃ عشر علی ما فی الدرر والکنز واجارۃ الوقایۃ سو اول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہین چودہ ہین بموجب درر اور کنز اور وقایہ کی کتاب الاجارہ کے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان ماتن کے مخالف ہی اسواسطے کہ مصنف نے دونون اصلون کی تمثیل ساتھ ہی دی ہی نہ فقط اصل اول کی اور جو اصل اول کی مثال ہی وہ اصل ثانی کی بھی مثال ہو سکتی ہی بلا عکس اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزین شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہین وہ امثلہ مذکورہ فی المتن مین منحصر نہین کیونکہ حجر ماذون اور اجل اور قتل خطا اور جراحت موجبہ للمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہی انتہی البیع ان علقہ بکلمۃ ان لا یعلی علی ما بینا فی البیع الفاسد چودہ امور سے اول بیع ہی اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کے نہ بلفظ علی چنانچہ ہمنے اسکو بیع فاسد مین بیان کیا ہی م مگر ایک صورت مین تعلیق بلفظ ان شرطیہ مبطل بیع نہین چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ مین نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہو جاوے اسواسطے کہ اجنبی کیواسطے اختیار شرط کرنا صحیح ہی اور عاقد کا یون کہنا کہ بشرط کذا بمنزلۃ علی ہی اور ضرور ہی کہ شرط واو کے ساتھ متصل نہو والا بیع جائز ہی اور ضرور ہی کہ صلب عقد مین شرط ہو تو الحاق شرط سے التحاق نہوگا اصح روایت مین اور ذخیرہ مین ہی کہ لکڑیان خریدین گاؤن مین بشراء صحیح اور خرید کے متصل بلا شرط یون کہا کہ لکڑیان میرے مکان تک پہونچا دے تو بیع فاسد نہین کیونکہ یہ جدا کلام ہی کذا فی الطحطاوی والقسمۃ للمثلی اور قسمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہی م مراد جنس واحد ہی اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمتی مال کی قسمت کے مانند ہی تعلیق کی یہ صورت ہی کہ شریک اقتسام کرین اگر فلانا شخص راضی ہی اما قسمۃ القیمی فتصح بخیار شرط ورؤیۃ اور قیمت والے مال کی قسمت تو صحیح ہی خیار شرط اور خیار الرویۃ سے والاجارۃ اور اجارہ م تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہی کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ مستاجر اسکو قرض دے یا تحفہ دے یا مستاجر دوکان یا گھر کی مرمت کرے اور جتنا مرمت مین خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کرے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہی الا فی قولہ اذا جاء راس الشہر فقد اجرتک داری بکذا فیصح بہ یفتی عمادیہ تعلیق اجارہ صحیح نہین مگر اس قول مین کہ جبکہ مہینے کا سرا آوے تو مقرر مین نے تجھکو اپنا گھر اتنے کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہی اس شرط سے اسی کا فتوی ہی کذا فی العمادیہ وقولہ لغاصب دار فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا جاز کما سیجئ فی متفرقات الاجارۃ مع انہ تعلیق

Marfat.com

لعدم التفریغ اور مالک کے اس قول مین غاصب دار سے کہ گھر کو فارغ کردے اور نہین تو کرایہ اُسکا ہر مہینے مین اتنا ہی جائز ہی چنانچہ متفرقات اجارہ مین آویگا باوجودیکہ یہ تعلیق ہی
عدم تفریغ پر والاجازۃ بالزاے فقول البکر اجزت النکاح ان رضیت امی مبطل الاجازۃ بزازیہ اور اجازت بزاے معجمہ تو باکرہ کا یون کہنا کہ مین نے نکاح کو جائز رکھا اگر میری مان راضی
نہ خالی کرنا
ہو مبطل ہی اجازت کا کذا فی البزازیہ وکذا کل ما لا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فقصرہا علی البیع قصور کما وقع فی المنح اور اسیطرح جسکی تعلیق
شرط پر صحیح نہین یعنی جسمین تملیک یا تقیید ہی جبکہ وہ موقوف منعقد ہو تو اُسکی تعلیق صحیح نہین شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان ہے چنانچہ
منح الغفار مین واقع ہوا ہی م طحطاوی نے کہا منح الغفار مین بیع کی تمثیل واقع ہی اور مثال سے تخصیص ثابت نہین ہوتی اور کلیہ صاحب بحر کو مصنف نے خود ذکر کیا ہے
یعنے تو اب کچھ قصور نرہا والرجعۃ قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی بحرہ وہو خطاء والصواب انہا لا یبطل بالشرط اعتبارا لہا باصلہا وہو النکاح واطال
الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لا تفتقر لشہود ومہر ولہ رجعۃ امۃ علی حرۃ نکحہا بعد طلاقہا وتبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح مین
کہا کہ مین نے تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے اُستاد نے اپنی کتاب بحر الرائق مین کہا کہ رجعت کا یہان ذکر کرنا خطا ہی اور ٹھیک بات یہ ہے کہ
رجعت شرط سے باطل نہین ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہی یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہین ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل نہین
ہوتی اور صاحب بحر نے یہان بہت گفتگو دراز کی ہی لیکن نہر الفائق مین اُسپر اعتراض کیا ہی اور فرق بیان کیا ہی رجعت اور نکاح مین اسطرح پر کہ رجعت مین گواہون
اور مہر کی حاجت نہین اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اُس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد اُس کے طلاق کے جائز ہی اور رجعت باطل ہوتی ہی شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اُسمین
گواہون اور مہر کی حاجت ہی اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہین اور نکاح باطل نہین ہوتا شرط سے م طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا یہ اعتراض قوی نہین کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے
یہ لازم نہین کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم مین بھی اور تعجب ہی صاحب نہر سے کہ اُسنے صورت نزاع کو مخالفت کی صورت مین مذکور کیا والصلح عن مال بمال درر وغیرہا
اور صلح مال کی بعوض مال کے کذا فی الدرر وغیرہا وفی النہر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فداء فی حق المنکر ولا یجوز تعلیقہ اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر اطلاق صلح مراد
ہی یعنی بیع کی تخصیص نہین یہانتک کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدا ہوگا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین م حلبی نے کہا کہ حق تقیید ہی نہ اطلاق کیونکہ یہان گفتگو اُسکی ہی جو
شرط فاسد سے باطل ہوتا ہی یعنی معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ سے نہین اور ہر چند اسکی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام ہی اُس کے بطلان مین شرط فاسد
سے والابراء عن الدین لانہ تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کردینا کیونکہ وہ تملیک ہی ایک راہ سے م منح الغفار مین ہی کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک ہی لہذا پھر جاتا
ہی رد کرنے سے اگرچہ اسمین معنے اسقاط ہی انتہی حلبی نے کہا کہ ابراء عن الدین مین مبادلہ مال کا مال سے نہین تو لائق یہ ہی کہ شرط سے باطل نہو اور تملیکات مین اسکا معتبر ہونا دلالت نہین کرتا
مگر اس کے بطلان پر تو اس صورت مین مناسب یہ تھا کہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا الا اذا کان الشرط متعارفا تعلیق ابرا صحیح نہین مگر جبکہ شرط مشہور ہو چنانچہ متبوتہ نے زوج سے کہا کہ مین نے
تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو تجدید نکاح کرے بعوض مہر کے اور اُسکا مہر مثل سو درم ہی تو وہ بری الذمہ نہوگا بدون شرط کے کذا فی الطحطاوی او علقہ بامر کائن کان اعطیتہ شریکی
فقد ابرأتک وقد اعطاہ صح یا ابرا کو معلق کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تو نے فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ
مدیون اُس کے شریک کو دیچکا ہی تو تعلیق مذکور صحیح ہی وکذا بموتہ ویکون وصیۃ ولو لوارثہ علی ما بحثہ فی النہر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہی طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ
اپنے وارث کیواسطے ہو چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہی وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف م چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے
کہ مین نے تجھکو معزول کیا بشرطیکہ تو مجھکو تحفہ دے یا فلانا شخص آوے اور حق تعالی کے واسطے مجھپر اعتکاف واجب ہی اگر میرا بیمار صحت پاوے یا فلانا شخص آوے فانہما لیسا مما یحلف بہ
فلم یجز تعلیقہما بالشرط اسواسطے کہ عزل وکیل اور اعتکاف اُس جنس سے نہین جنسے قسم کھاتے ہون تو اُنکی تعلیق شرط سے جائز نہوئی وہذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النہر اور یہ یعنے
عدم جواز تعلیق دو روایتون مین سے ایک روایت ہی چنانچہ اُسکو مشرح بیان کیا ہی نہر الفائق مین م نہر الفائق مین مذکور ہی کہ سرخسی کی روایت مین تعلیق بالشرط جائز ہی اور عدم جواز
تعلیق اعتکاف منافی ہی اُسکی جو اعتکاف مین مذکور ہو چکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہی اور جب اُسکی تعلیق ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہو سکتا

Marfat.com

جامع الفصولین مین ہی کہ جسکی تعلیق بالشرط جائز ہی وہ شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا انتہی واتصح الحاق الاعتکاف بالنذر اور ملحق کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی عبادات مندورہ سے صحیح قول ہی ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا کہ صحت تعلیق اعتکاف صحیح ہی کیونکہ وہ عبادات سے ہی اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہی اسواسطے کہ وہ عبادات سے ہے نہ یہ کہ وہ ملحق بعبادات ہی والمزارعۃ اور مزارعت چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنی زمین تجھکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ مجھکو اتنا قرض دے یا فلانا شخص آوے والمعاملۃ ای المساقاۃ لانہا اجارۃ اور معاملہ یعنی درختون کی سچائی چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجھکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض مزارعت اور مساقات کی تعلیق اسواسطے صحیح نہین کہ دونون اجارہ ہین والاقرار اور اقرار اسطرح پر کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہین اگر وہ مجھکو قرض دے یا فلانا شخص آوے بحر الرائق مین کہا کہ اقرار ہر چند معاوضات مالیہ سے نہین لیکن اسکی تعلیق صحیح نہین اور وہ باطل ہوجاتا ہی شرط فاسد سے الا اذا علقہ بمجئ الغد اذ ہو تہ فیجوز ویلزمہ للحال یعنی اقرار باطل ہوتا ہی شرط سے مگر جب اسکو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرین تو جائز ہی اور فی الحال اسپر لازم ہوجاتا ہی کذا فی العینی ہم اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درم ہین جبکہ مہینہ پورا ہو یا لوگ صوم سے افطار کرین تو یہ اقرار جائز ہی اور دعوی مدت کا باطل مگر جبکہ مدت شہادت یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ رہو کہ فلانے شخص کے مجھپر ہزار درم ہین اگر مین مرجاؤن تو اسپر ہزار درم ثابت ہوے خواہ وہ زندہ رہی یا مرجاے کذا فی الطحطاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہین چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنا گھر وقف کیا اگر فلانا شخص سفر سے آوے والرابع عشر التحکیم کقول المحکمین اذا اہل الشہر فاحکم بیننا لانہ صلح یعنی فلا یصح تعلیقہ واضافتہ عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیۃ اور چودھوین حکم مقرر کرنا چنانچہ محکمین کا یون کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو ہمارے درمیان ہو اسطے کہ تحکیم صلح ہی فی الحقیقت تو اسکی تعلیق اور زمان مستقبل کیطرف اضافت کرنا صحیح نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ خانیہ کی کتاب القضا مین ہی وہم تو صحیح اسکی یہ ہی تحکیم صورۃً تولیت اور معنیً صلح ہی تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہین اور باعتبار تولیت کے صحیح ہی تو شک و احتمال کے ساتھ صحیح نہین اور محمد کے قول غیر مفتی بہ مین اسکی تعلیق اور اضافت صحیح ہی وبقی البطال لاجل نفی البزازیۃ انہ یبطل بالشرط الفاسد وکذا البحر علی مافی الاشباہ اور ان مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہوجاتے ہین ابطال مدت باقی رہا سو بزازیہ مین ہی کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہی اور اسی طرح عبد ماذون کے تصرف کو رد کرنا بموجب اس روایت کے جو اشباہ مین ہی وہم ابطال اجل کی صورت یہ ہی کہ مدیون نے کہا کہ مین نے وہ مدت جو میرے ادائے دین کی مقرر ہی باطل کردی اس شرط پر کہ دائن مجھکو فلانی چیز ہبہ کرے اور دائن راضی ہوگیا تو یہ ابطال باطل ہی اور مدت باقی ہی ومایصح ولا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضۃ المالیۃ سبعۃ وعشرون علی ما عدہ المصنف تعالی یعنی وہ مسائل کہ صحیح رہتے ہین اور شرط فاسد سے باطل نہین ہوجاتے بسبب عدم معاوضہ مالیہ کے وہ ستائیس ہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین شمار کیا ہی یعنی کاتب ہو کر اور مین نے آٹھ مسائل اور زیادہ کیے ہین وہم تو مجموع مسائل متن اور شارح کے پینتیس ہوے چنانچہ رقم اعداد سے معلوم ہوگا القرض والہبۃ والصدقۃ والخلع والطلاق والعتق والرہن اما الاول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عتق ۸ رہن ہم تعرض نے کہا کہ مین نے تجھکو اپنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہین ہوتا واہب نے کہا کہ مین نے یہ لونڈی تجھکو ہبہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اس کے پیٹ کا بچہ میرا مملوک ہی زوج نے کہا کہ مین نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ میرا کچھ مہر نہین تو نکاح صحیح ہی اور شرط فاسد ہی اور مہر مثل واجب ہی زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہی اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کیجیو مین نے تجھسے خلع کیا بشرطیکہ مجھکو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہی تو طلاق واقع ہوگی اور مال بھی واجب ہوگا مولی نے کہا غلام سے کہ تو آزاد ہی اس شرط پر کہ تین دن تک مجھکو اختیار ہی راہن نے کہا کہ مین نے اپنا غلام تیرے پاس رہن رکھا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر مین اسکو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤن تو وہ غلام تیرا ہی تو شرط باطل ہی اور رہن صحیح ہی کذا فی الطحطاوی والایصاء کجعلتک وصیا علی ان تتزوج بنتی او کسی کو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجھکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے والوصیۃ اوصیت چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے والد کا نکاح میری بیٹی سے کرے تو الیصا اور وصیت صحیح ہی اور شرط لغو ہی والشرکۃ ۱۱ شرکت چنانچہ یون کہنا کہ تجھکو مین نے اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجھکو اتنا تحفہ دے والمضاربۃ ۱۲ مضاربت اسطرح کہ اسکو ہزار درم دے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایک سال زراعت کے واسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہی اور مضاربت صحیح ہی کذا فی النہر وکذا القضاء والامارۃ کولیتک بلد کذا مو بداصح وبطل الشرط فلہ عزلہ بلا جنحۃ اور

Marfat.com

اسی طرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴ حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا کہ مین نے تجھکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دائمی تو صحیح ہی اور شرط باطل ہی تو بادشاہ کو اُس کے معزول کرنیکا بلا تصریح اختیار رہیگا ولایت موبدہ سے مراد یہ ہی کہ گاہی اُسکو معزول نہ کرے وہل یشترط الصحۃ عزلہ کمدرس ابدہ السلطان ان یقول رجعت عن التابید انتی یفھم بذلک واختار فی النہر اطلاق الصحۃ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنے کی صحت مین مانند اس مدرس کے جسکو ہمیشہ کیواسطے سلطان نے مقرر کیا یون کہنا کیا شرط ہی کہ مین نے تابید یعنی ہمیشہ منصوب رکھنے سے رجوع کیا بعضے علما نے اسکا فتوی دیا ہی اور نہر الفائق مین اطلاق صحت کو پسند کیا ہی یعنی خلاہ رجوع کرے یا رجوع نہ کرے ہر وقت معزول کا بادشاہ کو اختیار ہی وفی البزازیۃ لو شرط علیہ ان لا یرتشی ولا یشرب الخمر ولا یتمثل قول احد ولا یسمع خصومۃ زید صح التقلید والشرط اور بزازیہ مین ہی کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ وہ رشوت نلے اور شراب نہ پیے اور کسی کا کہنا نہ مانے اور زید کی مثلاً خصومت نہ سُنے تو تقلید قضا اور شرط دونون صحیح ہین ہم یعنی اگر انمین سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اُسکا حکم باطل نہوگا اور اُسکا حکم خصومت زید مین نافذ نہوگا اور سلطان پر واجب ہی کہ اگر اُسکا قضیہ پیش ہو تو آپ فیصل کرے کذا فی الطحطاوی عن البزازیۃ والکفالۃ ۱۵ اضامی اسطرح کہ مین تیرے غریم کا ضامن ہون اگر تو مجھکو قرض دے والحوالۃ ۱۶ احوالہ اسطرح کہ مین نے تیرا دین مثلاً زید پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ درصورت انکار یا موت زید کے تو مجھ سے مطالبہ نکرے الا اذا شرط فی الحوالۃ الا من ثمن ما اشتریت فان الحوالۃ تفسد لعدم قدرتہ علی الوفاء بالملتزم کما غراہ المصنف للبزازیۃ واجاب فی النہر بان ہذا من المحتال وعد ولیس الکلام فیہ فلیحفظ مگر جب حوالہ مین شرط ہو محال بہ کا دینا محیل کے ثمن سے تو حوالہ فاسد ہی کیونکہ محتال قادر اس کے ادا پر نہین جسکا اسنے التزام کیا چنانچہ اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین برازیہ کی طرف نسبت کیا ہی اور نہر الفائق مین جواب دیا کہ یہ قول محتال کی جانب سے وعدہ ہی اور وعدے مین کلام نہین تو اسکی تتبع کرنا چاہیئے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ کلام صاحب نہر غیر منقح ہی کیونکہ یہ شرط ہی نہ وعدا اور یہ شرط محتال علیہ کی جانب سے ہی نہ محال کیطرف سے کذا فی الطحطاوی والوکالۃ ۱۷ وکالت اسطرح پر کہ مین نے تجھکو وکیل کیا بشرطیکہ تو اپنے دین سے مجھکو بری الذمہ کرے والاقالۃ ۱۸ اقالہ اسطرح پر کہ عاقدین اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو اول سے یا کمتر تو اقالہ صحیح ہی اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ ۱۹ کتابت اسطرح کہ مولی کہے اپنے غلام سے کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا ہزار درم پر بشرطیکہ تو شہر سے باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ نکرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہی کذا فی المنح الا اذا کان الفساد فی صلب العقد ای نفس المبدل لکتابۃ علی خمر فتفسد بہ وعلیہ یحمل اطلاقہم کما حررہ خسرو مگر جبکہ فساد صلب عقد مین یعنی نفس بدل کتابت مین ہو چنانچہ اُسکا مکاتب کرنا شراب پر تو اس سے کتابت فاسد ہوجاتی ہی اور اسی پر اطلاق فقہا محمول ہی چنانچہ اسکو ملا خسرو نے درر مین تحریر کیا ہی ہم عمادی اور استروشنی وغیرہما نے کہا کہ کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہی اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہوجاتی ہے ملا خسرو نے کہا کہ یہ اطلاق اس فساد کے بطلان پر محمول ہی جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہ روایت اس حمل کے مخالف ہی کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اُسکا حمل داخل کتابت نہین تو کتابت فاسد ہی اسواسطے کہ کتابت مشروط فاسد سے باطل ہوجاتی ہی انتہی تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحطاوی واذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجھکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینے تک تجارت کرے فلانے امر مین تو یہ اذن جمیع تجارات اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ودعوۃ الولد کہذا الولد منی ان رضیت امرأتی ۲۱ ولد کے نسب کا دعوی کرنا چنانچہ یہ لڑکا میرا ہی اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہی اور شرط باطل والصلح عن دم العمد ۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اُسکا ولی قاتل سے کسی شے پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے یا تحفہ تو صلح صحیح ہی اور شرط فاسد اور قصاص ساقط کیونکہ اسقاطات سے ہی اور شرط کا محتمل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ ولم یذکروہ الکفالۃ بالصلح درر ۲۳ اور اسی طرح قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا اور فقہا نے ابراء کو مذکور نہین کیا صلح پر کفایت کرکے کذا فی الدرر وجہ کفایت یہ ہی کہ صلح اور ابرا مین چندان فرق نہین سوا اسطے کہ جب ولی نے قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجھکو بر بنا الف کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نہ رہی یا اس سے صلح کرے تو ابرا اور صلح صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر وعن البحر اصحۃ التی فیہا القود ولا لکان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اس زخم سے جسمین قصاص لازم ہو اور اگر ایسا زخم ہے جسمین دیت لازم ہی تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت مین اموال کا طریقہ جاری ہی تو گویا وہ معاوضات مالیہ مین ہی تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا دعن جنایۃ غصب ودیعۃ وعاریۃ ذاضمنہا رجل وشرط فیہا حوالۃ او کفالۃ درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن ہو اور اُن مین حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر یعنی غاصب مغصوب مین و رامانت دار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے

لما جنی شخص بما یوجب القود والمال فی ید رجل ودفعہ الی آخر فقتلہ

مترو شنی

Marfat.com

اور کچھ مال پر صلح کرے ادائے بدل صلح مین کوئی شخص جانی کا ضامن ہو اور ضامن حوالہ یا ضمانت اتین شرط کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا مین ضامن ہو البشرطیکہ فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہی اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والغصب والجحر علی المأذون نہر ۱۲ منہ نسب ۱۹ عبد مأذون پر تصرف کا روکنا کذا فی النہر ہم نسب دعوۃ ولد مین مذکور ہو چکا لیکن وہ ولد مین خاص ہی اور یہ عام ہی تو شرط فاسد سے باطل ہوگا والغصب وامان النفس شاہ ۳۰ غصب ۱۳ امان نفس کذا فی الاشباہ ہم یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہی اور شرط باطل بعضے نسخون مین بجائے امان النفس امان القن مذکور ہی طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان ذات مغصوب بشرط مراد ہی ورنہ الا نفس غصب مین اشتراط شرط بلا وجہ ہی وعقد الذمۃ ۳۲ عقد ذمہ اسطرح پر کہ بادشاہ کے اس کافر حربی سے کہ دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہی کہ مین نے تجھپر جزیہ مقرر کیا البشرطیکہ تو مجھکو تحفہ دے کذا فی الطحطاوی وعن المحوی وتعلیق الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین مبیع مین کچھ عیب پاؤن گا تو تجھکو پھیر دونگا البشرطیکہ تو مجھکو بعض ثمن سے بری الذمہ کردے طحطاوی نے کہا یہ مثال مناسب مقام ہی نجلات عینی وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بخیار الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین مبیع کو تین دن مین جاری نکرون تو تجھکو پھیر دون البشرطیکہ مین تجھکو تحفہ دون یا تو مجھکو تحفہ دے طحطاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہی وعزل القاضی ۳۵ قاضی کا معزول کرنا جیسا کہ بادشاہ کا یون کہنا قاضی سے کہ مین نے تجھکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی اسواسطے کہ ہم نے ذکر کیا ہی کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیہ نہین تو اتین شروط فاسدہ اثر نہین کرتین ہم ترجمے مین مذکور ہو چکا کہ شروط فاسدہ بیاج کی طرف راجع ہین اور بیاج متحقق نہین ہوتا مگر معاوضات مالیہ مین وبقی ما یجوز تعلیقہ بالشرط وہو مختص بالاسقاطات المحضۃ التی یحلف بہا کالطلاق وعتاق وبالالتزامات التی یحلف بہا کحج وصلوۃ والتولیات کقضاء وامارۃ یعنی وزیعنی اور باقی رہی وہ تصرفات جنکی تعلیق شرط سے جائز ہی اور وہ مخصوص ہی اُن اسقاطات خالصہ سے جنسے قسم کھائی جاتی ہی چنانچہ طلاق اور عتاق اور اُن التزامات سے مختص ہی جنسے قسم کھاتے ہین چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہی تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی ہم اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہین ہوتے کما مر زاد فی النہر الاذن فی التجارۃ وتسلیم الشفعۃ والاسلام نہر الفائق مین مایجوز تعلیقہ مین اذن فی التجارۃ اور تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہی وحرر المصنف دخول الاسلام فی القسم الاول لانہ من الاقرار ودخول الکفر ہنا لانہ ترک اور مصنف نے اپنی شرح مین منقح کیا ہی دخول اسلام کا قسم اول مین یعنی جسکی تعلیق جائز ہے ۱۲ شفعہ سے دست بردار ہونا ۱۲ یعنی جسکی تعلیق شرط سے صحیح نہین کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہی اور منقح کیا ہی دخول کفر کا یہان یعنی جواز تعلیق مین کیونکہ کفر عبارت ہو ترک سے یعنی ترک اسلام سے ہم اسلام عبارت ہونا اقرار سے علما مین مشہور نہین بلکہ تحقیق یہ ہی کہ اسلام عبارت ہی تصدیق قلب سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہی بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہی کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط صحیح نہین اسواسطے کہ یہ معلوم ہی کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہی وہ غالبًا اس فعل سے نفرت رکھتا ہی تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہین رکھتا تو اُسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس تنفر کے جو تعلیق سے اُسنے ظاہر کیا ہی اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام مین جس پر شرط کیا ۱۲ بیان کیا ہی کذا فی الطحطاوی وصح تعلیق ہبۃ وحوالۃ وکفالۃ وابراء عنہا بلائم اور صحیح ہی معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی برار کا شرط مناسب پر ہم بزازیہ کی کتاب البیوع مین ہی کہ تعلیق ہبہ بلفظان شرطیہ باطل ہی اور بلفظ علی جائز ہی اگر شرط ملائم ہو چنانچہ ہبہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہی تو شرط باطل ہوگا اور ہبہ صحیح ہی اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا تو صحیح ہی اور اگر شرط محض ہی چنانچہ دخول اراد اور رسوب ۱۲ ریح تو کفالت جائز ہی اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما یصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والتقلد والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فی الربقۃ مشر اور جسکا اضافت کرنا زمان مستقبل کی طرف صحیح ہی وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسی کو وصی مقرر کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور تقلد امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ ۱۴ تصرف ہین ہم یعنی تصرفات مذکورہ کو آیندہ زمانے کی طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہی کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہی کہ مستاجر تقاضا کے عین کر سکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنے کیوقت اور موجر کو جائز نہین کہ اُس کے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی یہ مثال ہی کہ موجر کہے کہ مین نے تجھکو ادایگی عشر اجارہ دیا بعد ایک مہینے کے اور وقف کی یہ مثال ہی کہ مین نے اپنا گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ یہ ایک قول شرنبلالیہ مین ہی کہ اختیار عدم صحت اضافت معتمد نہی کذا فی الطحطاوی وبقی العاریۃ والاذن فی التجارۃ فیصحان مضافین الیضا عادیتا اور باقی رہا ذکر عاریت اور اذن فی التجارۃ کہ یہ دونون بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی الطحطاوی ۱۲ وما لا یصح اضافتہ الی المستقبل عشر البیع

ملا
یعنی نہ کہ الطحطاوی
۱۲

والاجارة وفسخه والقسمة والشركة والهبة والنكاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدين لانها تمليكات للحال فلا تضاف الى الاستقبال كما لا تعلق بالشرط لما فيه من معنى القمار اور جن کی اضافت زمانہ مستقبل کی طرف صحیح نہین وہ دس ہین بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اُسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہین تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہین ہوتے کیونکہ اُس مین معنے قمار ہے یعنے مخاطرہ ہے کہ شرط متحقق ہو یا نہو ظاہرا رجعت اور ابراء پر تملیک صادق نہین کیونکہ رجعت تقیید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر یون کہیے کہ رجعت مین تملیک زوج ہے تمتع سے اور ابراء مین تملیک دین ہے مدیون کو وبقی الوکالة علی قول الثانی المفتی به اور جنکی اضافت صحیح نہین انمین وکالت کا شمار کرنا باقی رہا بموجب ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے ہم جب عدم صحت اضافت وکالت پر فتوی ہوا تو اُس کا شمار کرنا اُن تصرفات مین جنکی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہے

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان مین عنونه بالباب لا الكتاب لانه من انواع البيع مصنف نے اسکا عنوان باب سے کیا نہ کتاب سے یعنی اسکو بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے ہم شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے کہ اُسمین کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اسطرح ہے کہ بیع کی چار قسمین ہین چنانچہ کتاب البیوع کے شروع مین مذکور ہو چکا یعنی یا بیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین بالدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے ہو لغة الزيادة صرف لغت مین بمعنی زیادت کے ہے ہم ولہذا حدیث شریف مین نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگا دے تو حق تعالی اُسکا صرف اور عدل قبول نہ کریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنی شرعی معنے مین موجود ہے اسواسطے کہ صرف مین تقابض بدلین شرط ہے تو یہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع مین تقابض بدلین شرط نہین وشرعا بيع الثمن بالثمن اى ما خلق للثمنية ومنه المصوغ جنسا بجنس او بغير جنس كذهب بفضة اور شرع مین ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمین داخل ہے یعنی اُسکی بیع بھی صرف مین داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نرہا ولہذا عقد مین متعین ہو جاتا ہے کذا فی النہر فتح القدیر مین ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلے کیوقت اور نقود مستحق بالعقد نہین ہوتے مگر بطریق دین کے ويشترط عدم التاجيل والخيار والتماثل اى التساوى وزنا اور شرط ہے عدم تاجیل اور عدم خیار اور تماثل یعنی دونون عوضون کا برابر ہونا وزن مین ہم عدم تاجیل و خیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا بالتخلية قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیون کے جوڑون سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنی تقابض بالتخلیہ کافی نہین جبتک ہاتھ سے قبض نہو اور ظاہرا آستین سے قبض تقابض بالبراجم مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه صحيحا على الصحيح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنیوالے عاقد نے مدت باطل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہین ان اتحدا جنسا وان وصلية اختلفا جودة وصياغة لما مر فى الربوا تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونون عوض ایک ہی جنس ہون اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون اسواسطے کہ باب الربوا مین مذکور ہو چکا کہ مال ربوا مین جید اور ردی برابر ہے ہم جبکہ عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپے دیکر خرید کرتے ہین یا چھلا یا آرسی بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لیتے ہین سو عین ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانون کو اُس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اس طرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل ڈالے یعنے چاندی کو اشرفیون یا پیسون سے خرید کرے والا بان لم يتجانسا شرط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونون عوض ہمجنس نہون چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ہم یعنی درصورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہین طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین مین جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اُسمین قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے نہ دونون عوض کا قبض فلو باع النقدين احدهما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا فيه

Marfat.com

ای المجلس صح تو اگر نقدین یعنی چاندی سونے مین سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کرکے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے
اندر تو صحیح ہے م یہ تفریع ہے تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس مین فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تخمینی اور فضلی دونون درست ہین اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپے خرید
کرے یا ایک روپے سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہین پھر اگر اسی مجلس
مین تساوی عوضین معلوم ہوگئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقهما او امسکا ما اشارا الیه فی العقد وادیا مثلهما جاز
اور دونون عوض متعین نہین ہوتے بیع الصرف مین یہان تک اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا جدا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اُس نقد کو
جس کیطرف عقد مین اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہے م اسی طرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اسکا ہمجنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنح
ویفسد الصرف بخیار الشرط والاجل لاخلالهما بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف خیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے اسواسطے کہ خیار الشرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہین
یعنی اسواسطے کہ جبتک اختیار باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور اختیار اسکا مانع ہے اسیطرح مدت مانع قبض ہے ویصح مع اسقاطهما فی المجلس لزوال
المانع اور صرف صحیح ہے دونون کے اسقاط کر ڈالنے کے ساتھ بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اسی مجلس مین دونکو ساقط الاعتبار کر دیا تو بیع صحیح
ہوگی یعنی بشرط تقابض البدلین فی المجلس وصح خیار رویة وعیب فی مصوغ لا نقد اور خیار الرویت اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن مین صحیح ہے نہ نقد مین م خیار الرویة نقد مین
صحیح نہین کیونکہ انعقاد عقد نقدین کے مثل پر ہوتا ہے نہ عین نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقد مین خیار العیب بھی نہین ہوتا حالانکہ ایسا نہین
ہے بلکہ خیار العیب نقد مین داخل ہوتا ہے تو اگر بسبب عیب کے مجلس مین پھیر دیگا تو صرف باقی ہے اگر اسکا بدل داخل کریگا اسی مجلس مین اور اگر بعد افتراق دیگا تو بیع الصرف
باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الشرط الفاسد یلتحق باصل العقد عنده خلافا لهما نہر شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے
کذا فی النہر م مراد وہ شرط فاسد ہے جو بعد عقد کے مذکور ہو ظهر بعض الثمن زیوفا فرده ینتقض فیه فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا سو اُسنے اُسکو پھیر دیا تو اسیقدر مین بیع ٹوٹیگی یعنی
اسواسطے کہ اُسمین قبض نرہا اور دوسرے عوض مین دونون شریک ہو جائینگے بشرطیکہ اُسمین کوئی ایسا دینار نہو جو ثمن مردود کی مقدار پر ہو کذا فی الطحطاوی ولا یتصرف فی ثمن الصرف
قبل قبضه لوجوبه حقا لله تعالی تصرف کرنا نچاہیئے صرف کے ثمن مین قبضہ کرنے سے پہلے بسبب واجب ہونے قبض کے حق اللہ تعالی کی جہت سے فلو باع دینارا بدرهم
واشتری بها قبل قبضها ثوبا مثلا فسد بیع الثوب والصرف بحاله تو اگر بیچا دینار کو بعوض درم کے اور درم سے مثلا کپڑا خرید کیا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے
اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امة تعدل الف درهم مع طوق فضة فی عنقها قیمته الف انما بین قیمتهما لیفید انقسام الثمن علی المثمن او انه غیر جنس الطوق والا
فالعبرة لوزن الطوق لا لقیمته فقدره مقابل به والباقی بالجاریة بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درم کے برابر ہے اُس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اسکی گردن مین ہے جس طوق
کی قیمت ہزار درم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف اسواسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا مثمن پر معلوم ہو یا یہ معلوم ہو کہ وہ یعنی غیر نقد جنس طوق کی مغائر ہے اور
نہین تو وزن طوق کا اعتبار ہے نہ اُسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلے مین واقع ہوگا م لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا
شرط بلکہ اصل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد مجانس کے تو یہ ضرور ہے کہ نقد مضموم الیہ سے ثمن زیادہ ہو بالفین متعلق بباع ونقد من الثمن الفا او
باعها بالفین الف نقد والف نسیئة او باع سیفا حلیته خمسون ویخلص بلا ضرر فباعه بمائة ونقد خمسین فما نقد فهو ثمن الفضة سواء سکت او قال
خذ هذا من ثمنهما تحریا للجواز جاریة مسطورة اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درم کے اور ثمن سے ہزار درم دیے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اسطرح پر کہ ایک ہزار نقد اور ایک ہزار
کا وعدہ یا تلوار بیچی جسکا زیور پچاس درم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے سو اسکو بعوض سو درم کے بیچا اور پچاس درم ثمن مین دیے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری ساکت
رہا ہو یا یون بولا ہو کہ یہ لے دونون کے ثمن مین سے شارح نے کہا ثمن مودی کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہو جانے کیواسطے م چونکہ عاقدین مسلمان ہین تو
باعتبار حسن ظن کے انکا فعل حتی الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن معجل اُسکا ٹھہرایا جسمین شرط ہے اگرچہ اُسنے یہ بھی کہا ہو کہ دونون کا ثمن ہے اسواسطے کہ تثنیہ سے گاہے واحد بھی

Marfat.com

مراد ہوتا ہی چنانچہ قرآن مجید مین ہی کہ نسیاً حوتھما اور یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان مفتی ابوسعود نے کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہی کہ یہ شرط ہی ادائے خمسین مین حالانکہ ایسا نہین ہی یعنے ضرر اور عدم عدم حکم مین یکسان ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وکذا لو قال ہذا العجل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضاً لہ خولہانی بیعہ تبعاً ولو زاد خاصۃ فسد البیع لازالۃ الاحتمال اور اسیطرح مثل سابق چاندی کا ثمن ٹھہرایا جائیگا اگر مشتری نے یون کہا کہ یہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہی اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہی بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع مین تابع ہو کر یعنے تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہین اور اگر مشتری نے خاصۃ لفظ زیادہ کیا یعنی یون بولا کہ یہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہی تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنی اب اسیطرح گنجائش نہ رہی کہ زیور کو تلوار مین داخل کیجیے فان افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیۃ فقط وصح فی السیف ان تخلص بلا ضرر کطوق الجاریۃ وان لم تخلص الا بضرر بطل اصلا اسواگر بیع مذکور مین عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن تو بیع فقط زیور مین باطل ہی اور تلوار مین صحیح ہی اگر زیور بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہی ہم یعنی نہ زیور مین بیع صحیح ہی نہ تلوار مین اسواسطے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق واجب القبض ہی پھر جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی بواسطۂ فقدان شرط اور اسیطرح تلوار کی بھی باطل ہی کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہی بخلاف طوق وغیرہ کے جسکے جدا کرنیمین ضرر نہین کر وہان فقط جاریہ یا تلوار کی بیع صحیح ہی کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہی بلا ضرر والاصل انہ متی بیع نقد مع غیر مفضض ومرزکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن خلوہ مثلہ او اقل وجہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب عقد غیر نقد سے ملکر چنانچہ مفضض اور مرزکش بیچا جاوے اُس نقد کے جو اسکے ہمجنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہی تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہی اور اگر نقد کی بیع ہو اس نقد سے جو اسکا غیر جنس ہی تو فقط تقابض شرط ہی ہم مفضض وہ ہی جسپر چاندی کا پترہو چنانچہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ یا بکے چاندی کے پترے سے منڈھے اور مرزکش چنانچہ کمخواب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن مین بالیقین زیادت لازم ہی تاکہ چاندی کے مقابل اُسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن خلاً اس لکڑی کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پترہ ہی اور درصورت تساوی ثمن اسواسطے بیع فاسد ہی کہ مثلاً لکڑی کے عوض مین کچھ ثمن نہین رہتا اور درصورت عدم علم کمی بیشی کے اسواسطے بیع فاسد ہی کہ ہمین شبہہ ہی فضل کا اور شبہہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہی اور اگر مفضض کی بیع مثلاً اشرفیون سے کی تو یہان زیادت و رقلت اور مساوات کچھ شرط ثمن نہین لاختلاف جنس کے سبب سے ہان تقابض البدلین البتہ شرط ہی ومن باع اناء فضۃ بفضۃ وبذہب ونقد بعضہ ثمنہ فی المجلس ثم افترقا صح فیما قبض وان شرکا فی الاناء لانہ صرف اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اُسکا کچھ ثمن نہ لیا مجلس عقد مین یعنے بشرط قبض ظرف پھر دونون مین جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہی اُسقدر مین جسمین قبض ہوا اور دونون شخص برتن مین شریک ہونگے کیونکہ یہ صرف ہی ولا خیار للمشتری لتعیبہ قبل عدم نقدہ اور اسمین اختیار نہین مشتری کا بسبب عیبدار ہو جانے برتن کے مشتری کیجانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ہم یعنی بوجہ عیب شرکت مشتری بیع نہین کر سکتا کہ عیب اُسکی طرف سے ہوا نہ بائع کیطرف سے بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض فیخیر بعدم صنعہ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اسمین مشتری مختار ہی کیونکہ عیب مبیع کے فعل سے نہین و ان استحق بعضہ ای الاناء اخذ المشتری الباقی بقسطہ او رده بتعیبہ بغیر صنعہ قلت ومفادہ تخصیص استحقاق بالبنیۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اُسکے حصے کے خرید کے یا رد بیع کرے مختار ہی بسبب معیوب ہو جانے مبیع کے بلا فعل مشتری مین کہتا ہون اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہونیکا ہی شہادت سے نہ اقرار سے تو اسکی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے ہم جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹھہرا تو درصورت استحقاق اُسوقت مشتری کو اختیار رہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے گواہون سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کیجانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو نہین پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہی فان اجاز المستحق مقبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متی ینفسخ البیع اذ اظہر الاستحقاق ظاہر الروایۃ لا ینفسخ بلا فسخ وہو الاصح فتح پھر اگر مستحق بیع کا اجازت دے قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہی فقہا مین اختلاف ہی کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہی جبکہ استحقاق ظاہر ہو اور ظاہر الروایت یہ ہی کہ وہ فسخ نہین ہوتی جبتک فسخ نہ کیجائے اور یہی اصح ہی کذا فی الفتح وکان الثمن لہ یاخذہ البائع من المشتری وتسلیمہ لہ اذا لم یغیر قا بعد الاجازۃ ویصیر العاقد وکیلا للمجیز فلتعلق احکام العقد بدون المجیز حتی یبطل العقد بمفارقۃ العاقد دون المستحق جوہر اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اسوقت صحیح ہی جبکہ بائع اور مشتری متفرق

نہوگئے ہون بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت مین عاقد یعنے بائع وکیل ہوجائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے نہ مجیز سے تا اینکہ عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرہ **ولو باع قطعة نقرة فاستحق بعضها اخذ المشتری الباقی بقسطه بلا خیار لان التبعیض لا یضر** یا اور اگر چاندی کا ڈلا بیچا اور اسمین سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اسکے حصے کے بلا اختیار روبیع سواسطے کہ کاٹنا ڈلے کو ضرر نہین کرتا تام مشتری کو اسواسطے اختیار نہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہی بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اسمین قطع کرنا مضر ہی لہذا استحقاق ظرف مین مشتری مختار ہی **وہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضهما و ان قبل قبضهما له الخیار لتفرق الصفقة وکذا الدینار والدراہم جوہرہ** اور یہ یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہی اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنیکے اور اگر قبل قبض ہو تو مشتری کو اختیار ہی بسبب متفرق ہونے عقد کے اور یہی حکم ہی دینار و درم کا کذا فی الجوہرہ یعنی اگر دینار یا درم خریدے اور بعض دینار یا درم مستحق غیر نکلے تو مشتری باقی کو اسکے حصے کے موافق بلا اختیار اسواسطے کہ دینار و درم کی شرکت عیب مین داخل نہین کیونکہ استیفاء کل حق معوض ممکن ہی کذا فی البحر **وصح بیع درہمین ودینار بدرہم ودینارین بصرف الجنس بخلاف جنسه** اور صحیح ہی بیع دو درم اور ایک دینار کی ایک درم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کیطرف پھیر کر یعنی درم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درم واقع ہوگئی صحیح ہوگئی کیونکہ درصورت اختلاف جنس تساوی بدلین شرط نہین **ومثله بیع کر بر وکر شعیر بکری بر وکری شعیر** اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہی ایک گرگیہون کا دوسرا ایک کر جو کی بیع گیہون کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیہون کا ایک کر جو کے دو کر کے مقابل پہ ہو کر اور جو کا ایک کر گیہون کے دو کر کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہوگئی برابری شرط نہی **وکذا بیع احد عشر درہما بعشرة دراہم ودینار** اور اسیطرح صحیح ہی بیع گیارہ درم کی دس درم اور ایک دینار سے م اگرچہ یہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہوچکا لیکن مصنف نے اسواسطے اسکو ذکر کیا تا معلوم ہو کہ دو جنس مختلف دونون عوضون سے ہر ایک عوض مین پائی جاوین یا فقط ایک عوض مین دونون صورتون مین کچھ فرق نہین کذا فی النہر **وصح بیع درہم صحیح ودرہمین غلة** بفتح غین معجمہ وتشدید لام **وہی بیت المال وتقبله التجار بدرہمین صحیحین ودرہم غلة** للمساواة وزنا وعدم اعتبار الجودة اور صحیح ہی بیع ایک درم صحیح اور دو درم غلہ کی دو درم صحیح اور ایک درم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ بفتح غین معجمہ وتشدید لام وہ درم ہی جسکو بیت المال یعنی سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اسکو لیتے ہون **وعدم قبول بیت المال لسوء ضرب فیہ لا یمنع** عدم قبول بیت المال اسوجہ سے نہین کہ وہ درم کھوٹا ہے بلکہ درہم غلہ مقطعہ مکسر ہوتے ہین انمین سے کوئی ٹکڑہ اربع درم ہوتا ہی اور کوئی ثمن اور اس سے کمتر اور بیت المال مین نہین لیتے مگر علی کذا فی الطحطاوی عن المکی عن البرہان **وصح بیع ثمن علیه عشر دراہم بمثلہا من جنسہا لا من خلافہا** یعنی ثمن ہی لازم من وجہ نہ فصح بیعہ بمثلہ دینارا بہا اتفاقا **وتقع المقاصة بنفس العقد اذا لا دیون فی مسقط** اور صحیح ہی بیچنا اسکا جسپر دس درم قرض ہین اسکے ہاتھ سے جسکے درم ہین یعنے اپنے دائن سے تو مدیون کو دائن سے دینار کا بیچنا بعوض دراہم مذکورہ کے صحیح ہی اور مقاصہ واقع ہوجائیگا بمجرد عقد کے اسواسطے کہ سود نہین اس دین مین جو ساقط ہوا م خلاصہ یہ کہ زید کے دس درم خالد قرض ہین سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہی اور بمجرد عقد مذکور مقاصہ ہوجائیگا یعنی ثمن مین محسوب ہوکر عاقدین حساب مین برابر ہوجائینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آئندہ کے کہ وہان مقاصہ کرنیکی ضرور حاجت ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر ماتن یون کہتا وصح بیع مدیون بعشرة دراہم من ثمن دینارا بہا تو واضح تر اور مختصر تر ہوتا **او بیعه بعشرة مطلقة عن التقیید بدین علیه ان دفع البائع الدینار للمشتری فی تقاصا العشرة الثمن بالعشرة الدین ایضا استحسانا** یا صحیح ہی بیع مدیون کی بعوض ایسے درمونکے جو مطلق ہین قید دین سے بشرطیکہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونون نے دس درم ثمن کو دس درم دین مین مجرا بھی کر لیا ہو بطریق استحسان کے ورنہ درصورت اطلاق باہم مقاصہ شرط ہے تو اگر عاقدین باہم مجرا نہ کر لینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع نہوگا چنانچہ عنایہ مین مصرح ہی خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اسکے حاصل ہوا ہو بقول اصح وجہ استحسان یہ ہی کہ جب عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہوگیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا تو اضافتا الی الدین بطریق اقتضا ثابت ہوگئی کذا فی الطحطاوی **وفی ما غلب فضته وذہبه فضة وذہب حکما** اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم مین ہی اور جسمین سونا غالب ہو وہ بحکم سونے کے ہی م مثلاً آٹھ ماشے چاندی ہو اور تین ماشے تانبا تو وہ شرعاً خالص چاندی کے برابر ہی اسواسطے کہ نقود بواسطہ اطباع کے غش سے کمتر خالی ہوتے ہین اور گاہے غش خلقی ہوتا ہے چنانچہ ردی قسم مثل اسکا قلیل ساقط الاعتبار ہوا شرعاً **فلا یصح بیع الخالص ولا بیع بعضه بعضا الا متساویا وزنا** تو صحیح نہین خالص چاندی اور سونے کی

بیع غالب الفضۃ والذہب سے اور نہ بیع اسکے بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے وکذا لا یصح الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اور اسی طرح
غالب الفضۃ والذہب کا قرض لینا صحیح نہین مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض مین مذکور ہو چکا والغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب
اور جسمین غش یعنی تانبا یا سیسا غالب ہے چاندی سونے سے وہ اسباب اور اجناس کے حکم مین ہے غالب کو معتبر جان کر م اعتبار بالغالب مسئلہ سابقہ اور لاحقہ دونون کی علت
ہے فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ تر
ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف مین مذکور ہو چکا وبجنسہ متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس بخلافہ اور
صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار مین بسبب پھیرنے جنس کے مخالف جنس کیطرف م مثلاً ایک مغشوش مین تولہ بھر چاندی ہے اور دو تولے تانبا اور
دوسرے مغشوش مین دو تولے چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونون کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کیطرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل
کر کے بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لضرر التمییز بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس مین دونون صورتون مین
بسبب مضر ہونے تمییز کے م دونون صورتین یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق اسواسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے
کیونکہ چاندی یا سونا دونون جانب مین موجود ہے اور غش مین اسواسطے تقابض شرط ہوا کہ اسکے جدا کرنے مین چاندی یا سونے سے ضرر ہے وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش
او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربوا فی الاولین ولاحتمالہ فی الثالث اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اس سے کمتر ہو یا معلوم نہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہین بسبب بیاج کے
پہلی دو صورتون مین یعنی درصورت تساوی اور قلت اور بسبب محتمل ہونے بیاج کے تیسری صورت مین یعنی درصورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ ربوا بجائے حقیقت ربوا ہے اور در
صورت تساوی اسواسطے ربوا ہے کہ چاندی مثلاً چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض باقی رہا وہو ای غالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنی
غالب الغش متعین نہین ہوتا معین کرنے سے اگر اسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اسکے ثمن ہو جانے کے اسوقت مین م غالب الغش رواج سے اسواسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے
تو جبتک اسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہین یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہوگا چنانچہ خالص روپیے یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان عقد
نہین بلکہ اسکا مثل دیا جائیگا والا یرج تعین بہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہین تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اور جنس کے م متعین اسواسطے ہوگا کہ
وہ اصل مین منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگون مین متروک ہو گیا تو اسنے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اسکے
ہلاک قبل القبض سے عقد باطل ہوگا یہ اس صورت مین ہے جبکہ متعاقدین اسکا حال جانتے ہون اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونون اس حال سے
خبردار نہون یا خبردار ہون مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہوگی مگر جبکہ دراہم غیر مروجہ کیطرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحطاوی عن النہر
ان قبلہ البعض فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ والا فبجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہون اور بعضے نہ لیتے ہون تو وہ ناقص درمونکے برابر ہے تو اسکے
ہمجنس ناقص درم سے عقد متعلق ہوگا اگر بائع اسکا حال جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو تو اسکے ہمجنس عمدہ درم سے تعلق عقد ہوگا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ
عملا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اسمین جسمین تصریح نہین فان راج وزنا فیہ او
عددا فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اسمین وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونون جاری ہون تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے والمتساوی
غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخالصۃ اور جسمین غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضہ
یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے مین تو بیع اور استقراض اسمین جائز نہین مگر تول کر لیکن جبکہ دونونکی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم
نہین چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ مین م استثناء فقط تبایع کیطرف راجع ہے یعنی استقراض بہر صورت بلا وزن صحیح نہین اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہے اسواسطے
کہ صرف کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا واما فی الصرف فکغالب غش فیصح باعتبار المار اور بیع الصرف مین تو غالب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہوگی باعتبار گذشتہ

ایک نسخہ مین الخلاصۃ ہے بجائے الخالصۃ کے یعنی چنانچہ خلاصہ مین مذکور ہے ۱۲

Marfat.com

یعنی اگر کنیسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہو تو ضرور ہو کہ خالص اس سے اکثر ہو ورنہ الا جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہو تو تفاضل جائز ہو اور خلاف جنس سے بھی جائز ہو باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی **واشتری شیئا بغالب الغش وہو نافق او بفلوس نافقۃ فکسد ذلک قبل التسلیم للبائع بطل البیع کما لو انقطعت عما یدی الناس نانہ کا کساد خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہو یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہو گئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوئی ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہو وکذا حکم الدراہم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہو دراہم کا اگر انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہو جاویں تو بیع باطل ہو وصحاہ بقیمۃ المبیع وبہ یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے مبیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسی کا فتوی ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق م بجائے قیمت مبیع کے کاسد کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا در صورت بقاء عہد قیمت کا سد واجب ہے ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہو صاحب خیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہو اور صاحب محیط اور تتمہ وحقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی تو جو اجمال کہ شارح کے کلام میں ہو اس تقریر سے معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی **وحد الکساد ان تترک المعاملۃ بہا فی جمیع البلاد او فلورا جت فی بعضہا لم یطل بل یخیر البائع لتعیبہا** اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہو کہ اسکے ساتھ معاملہ کرنا جمیع بلاد میں متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہو بسبب اسکے عیب دار ہو جانے کے م یعنی اگر بائع کے شہر میں رائج نہوں تو اسکو اختیار ہو چاہے انکو لے چاہے انکی قیمت لے کذا فی البحر **وحد الانقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد فی ایدی الصیارفۃ وفی البیوت** کذا ذکرہ یعنی وہیں تک کہ ذکر کیا خلافا لما فی نسخ المصنف وقد غرہ للہدایۃ ولم ارہ فیہا واللہ اعلم اور انقطاع کی حد نہ موجود ہونا بازار میں اگرچہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں موجود ہو اسی طرح اسکو ذکر کیا ہو عینی اور ابن ملک نے بحرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ بواو عاطفہ مذکور ہو بخلاف شرح مصنف کے نسخوں کے کہ انمیں عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہو اور میں نے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو وفی البزازیۃ ولو اجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعلیہ فقول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایۃ فسخہ واللہ الموفق اور بزازیہ میں ہو کہ اگر دوسری بار رواج ہو گیا قبل اس کے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہو گی بیع پھر کے بہ سبب فسخ نہوتے بیع کے بدون فسخ کرنے کے اور بموجب اسکے تو مصنف کا یوں کہنا کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہو گئی اسکا مطلب یہ ہو کہ بائع کو اسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہو اور حق تعالی توفیق دینے والا ہو وقید بالکساد لانہ لو نقصت قیمتہا قبل قبض فالبیع علی حالہ اجماعا ولا تخیر للبائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت کم ہو جائے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہی بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں م جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو غالب النقد کا حکم بطریق اولی ثابت ہو گیا وعکسہ لو غلب قیمتہا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا تخیر للمشتری ویطالب بنقد ذلک العیار الذی کان وقع وقت البیع فتح اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہو گئی اور زیادہ ہو گئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہی اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے اسقدر نقد کا مطالبہ ہو گا جو بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح م عیار سے مراد وہ مقدار ہی جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اسکے قیمت زیادہ ہو جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وقید بقولہ قبل التسلیم لانہ لو باع دلال وکذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنہ بدراہم معلومۃ واستوفاہا فکسدت قبل دفعہا الی المتاع لا یفسد البیع لان حق القبض لہ عینی وغیرہ اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر انکا رواج موقوف ہو گیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد ہو گی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہی کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہو نہ صاحب متاع م اسی طرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کرے سو اسنے فلوس خرید کیے اور اپنے قبضہ کیا پھر انکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہو تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی الطحطاوی عن الملکی

Marfat.com

وصح البیع بالفلوس النافقة وان لم یتعین اور صحیح ہی بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہین درمون کے مانند م فلوس سے بیع اسواسطے صحیح ہی کہ وہ منجملہ انواع مال ہین درہم کے مانند تا اینکہ اگر ہلاک ہون قبل قبض تو عقد منفسخ نہین اور اگر فلوس بدل کر دے تو جائز ہی اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہین ہوتے کہ اثمان مین داخل ہین اور ثمن نقد کی تعیین واجب نہین بلکہ اگر ثمن کو متعین کر دے تو بھی متعین نہین ہوتا مگر جبکہ عاقدین یون کہین کہ ہمنے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا فی النہر و بالکاسدة حتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہین تاوقتیکہ انکو معین نہ کر دے چنانچہ قماش اور اسباب سے بیع بلا تعین صحیح نہین م تعیین اسواسطے ضرور ہی کہ درحالت عدم رواج فلوس مبیع ہین نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہی کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل افلس القرض اذا کسدت واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہی جبکہ فلوس کا رواج جاتا رہے اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب رکھی ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البزازیہ م محل خلاف اس صورت مین ہی کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہو گئے ہون پھر انکا رواج موقوف ہو گیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہون تو بعینہا انکو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ عن شرح المجمع وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایہ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور نہر الفائق مین ہی کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہی صاحبین کے قول کے مختار ہونے مین یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہی کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہی اشتری شیئا بنصف درہم مثلا فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم اور بعہ خرید کی کوئی چیز مثلا نصف درم کے فلوس کے تو خرید صحیح ہی بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اسکے معلوم ہونیکے اور مشتری پر اسقدر فلوس واجب ہین جو نصف درم کو بیچے جاتے ہین اور اسیطرح ثلث درم یا ربع درم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہی م زفر کے نزدیک خرید مذکور صحیح نہین کیونکہ فلوس عددی چیز ہین تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اسکا یہ ہی کہ ثمن مجہول نہین بلکہ معلوم ہی کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہین تو معلوم ہو گیا کہ قول مذکور سے اتنے فلوس کا اُسنے ارادہ کیا ہی جو نصف درم سے بیچے جاتے ہین اور یہ معلوم ہی تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہی کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہی بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصف صفة نصف ونصفا من الفضة صغیرا الا حبة صح ویکون النصف الا حبة بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جس نے صراف کو درم کبیر یعنی درم کامل دیا پھر بولا کہ دے مجھکو بعوض اسکے نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن مین بقدر نصف درم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہی اور ہوگا نصف درم مگر حبہ بمقابل اپنے مثل کے اور ما بقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا کہ لفظ فلوس منصوب صفت ہی نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دو بار کہا اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبة یعنی دے مجھکو بعوض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درم کبیر ہی مگر حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب مین بیع باطل ہی بسبب لازم آنے بیاج کے م بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض رہا نہر الفائق مین ہی کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک فلوس مین عقد صحیح ہی اور جو مقابل ہی چاندی کے اسمین باطل ہی اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنی اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبة تو فلوس مین بیع جائز ہی اور چاندی مین باطل انتہی وہکذا فی الطحطاوی وبما تقرر ظہر ان الاموال ثلثة الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبة الباء او لا قوبل بجنسہ او لا اور جو ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہانتک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہین قسم اول وہ مال ہی جو ثمن ہی ہر حال مین وہ چاندی اور سونا ہی خواہ اسپر باء جارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہو م سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہی جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب اور قسم ثانی وہ مال ہی جو مبیع ہی ہر حال مین چنانچہ کپڑے اور جانور م مبیع ہی ہر حال مین یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہون یا غیر جنس سے باء جارہ انپر آوے یا نہ آوے والثالث ثمن من وجہ مبیع من وجہ کالثلیان اور قسم ثالث وہ مال ہی کہ ایک وجہ سے ثمن ہی دوسری وجہ سے مبیع چنانچہ مثلی چیزین مکیلات اور موزونات سوائے نقدین کے

Marfat.com

فان اتصل بها البار فثمن والا فمبیع سواگر مثلیات کے ساتھ بار جارہ متصل ہو اسطرح کہ اشتریت الثوب بالحنطۃ تو اس راہ سے وہ ثمن ہی اور اگر متصل نہ ہو تو اس راہ سے وہ مبیع ہی بحر الرائق مین یون ہی کہ اگر مثلی معین ہو عقد مین تو وہ مبیع ہی اور اگر معین نہ ہو اور اسپر بار جارہ آوے اور اسکے مقابل مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہی واما الفلوس فان رائجۃ فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہون تو ثمن کے مانند ہین اور نہین تو جنس اور قماش کے مانند ہین والثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد عند العقد وعدم بطلانہ ای العقد بہلاکہ ای الثمن ویصح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم لا فیہما اور منجملہ احکام ثمن نہ مشروط ہونا اسکے وجود کا ہی عاقد کی ملک مین عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہی ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور صحیح ہی بدل لینا ثمن سے یعنی اسکو خرچ کر ڈالنا اور اسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم مین فی دونون یعنی بیع الصرف اور سلم مین ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہین وحکم المبیع خلافہ ای الثمن فی کل ما تقدم من اشتراط وجود المبیع فی ملکہ وہکذا اور حکم مبیع کا برخلاف ثمن کے ہی جمیع امور مذکورہ مین تو مشروط ہی مبیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک مین عقد کے وقت اور اسی طرح باقی امور مین بیع باطل ہو جاتی ہی مبیع کے ہلاک ہو جانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہین وثمن حکمہما وجوب التساوی عند المقابلۃ بالجنس فی المقدرات کما تقرر اور ثمن اور مبیع کی برابری کا واجب ہونا منجملہ احکام کے ہی مقابلہ جنس کے وقت مقدرات مین یعنی مکیلات اور موزونات مین چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہی باب الربوا مین یعنی مکیل یا موزون مین درصورت اتحاد جنس ثمن اور مبیع دونون کا برابر ہونا واجب ہی تذنیب فی بیع العینۃ وبیاتی تمامہ فی الکفالۃ وبیع التلجیۃ وبیاتی متنا فی الاقرار یہ کتاب البیوع کا دنبالہ ہی بیع العینہ کے ذکر مین اور اس کا بیان کتاب الکفالۃ کے تتمہ مین آویگا اور بیع التلجیہ کے بیان مین اور اسکا ذکر کتاب الاقرار کے تتمہ مین آویگا تذنیب عبارت ہی اس سے جسکو آخر کلام مین لاوین اور اسکو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدر ہی بمعنی مفعول اس تذنیب مین بیع العینہ کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہین تو بہتر یون تھا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیوع سے بیع العینہ باقی رہی سو اسکا ذکر کتاب الکفالۃ مین آویگا کذا فی الطحطاوی وہان نظہر اعقدا ولا یریدہ یلجأ الیہ لخوف عدو ہو لیس بیع فی الحقیقۃ بل کالہزل کما بسطتہ فی آخر شرحی علی المنار اور وہ یعنی بیع التلجیۃ یہ ہی کہ عقد کو دو شخص ظاہر کرین اور اسکا دل مین قصد نہ کرین ایسے عقد کیطرف التجا واقع ہوتی ہی دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت مین بیع نہین ہی بلکہ ہزل اور بیہودگی کے مانند ہی چنانچہ اسکو مین نے شرح منار کے آخر مین ہم مغرب مین ہی کہ تلجیہ عبارت ہی اس امر کے کرنیسے جسکا باطن مخالف ہی اسکے ظاہر کے فتاوی عالمگیری مین ہی کہ تلجیہ وہ عقد ہی جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہی تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہو جاتا ہی اور تلجیہ تین قسم پر ہی ایک قسم یہ ہی کہ نفس بیع مین تلجیہ ہو اسطرح پر کہ کسی مرد سے کہے کہ مین یہ ظاہر کرتا ہون کہ مین نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہین اور اسپر گواہ کرے پھر ظاہر مین بیع کرے تو یہ باطل بیع ہی دوسری قسم یہ ہی کہ تلجیہ بدل مین ہو چنانچہ عاقدین باطن مین اسپر متفق ہون کہ ثمن ہزار درم ہین اور ظاہر مین دو ہزار کو بیع کرین تو ثمن وہی ہی جو باطن مین مذکور ہوا اور زیادتی مین گویا انھون نے ہزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یون ہی کہ ثمن وہی ہی جو ظاہر مین مذکور ہو تیسری قسم یہ ہی کہ عاقدین باطن مین اسپر اتفاق کرین کہ ثمن ہزار درم ہی اور ظاہر مین سو دینار سے بیع کرین محمد نے کہا قیاس یہ ہی کہ عقد باطل ہو اور استحسان مین سو دینار سے بیع صحیح ہی اور اگر دونون اسپر اتفاق کرین کہ اس بیع کا اقرار کرین جو نہین واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کرین تو وہ بیع باطل ہی اور ان دونونکی اجازت سے بھی جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین غموض ہی جسکا ایضاح یہ ہی ونقلت عن التلویح ان الاقسام ثمانیۃ وسبعون اور مین نے نقل کیا شرح مذکور مین یہ تلویح سے کہ بیع التلجیہ کی اٹھہتر قسمین ہین عقد لہ قاضیخان فصلا آخر الاکراہ ملخصہ انہ بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار اور قاضیخان نے آخر اکراہ مین بیع التلجیہ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہی بیع الخیار کے مانند وجعلہ الباقانی فاسدا اور باقانی نے تلجیہ کو بیع فاسد قرار دیا ہی ولو ادعی حد ہما مع التلجیۃ وانکر الآخر فالقول لمدعی الجد بمینیہ اور اگر ایک شخص نے بیع التلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے اسکا انکار کیا تو مدعی جد کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہی ہم طحطاوی نے کہا شاید یہ اسواسطے ہی کہ جد اصل ہی یعنی ہزل خلاف اصل ہی لہذا اسکا قول معتبر نہو اولو برہن احدہما قبل ولو برہنا فالتلجیۃ اور دونونمین سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اسواسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہی ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعتر فا بنائہ علی التلجیۃ فالبیع باطل للتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم ولو لم تحضر ہما نیۃ فباطل علی الظاہر منیہ

Marfat.com

اور اگر دونون نے علانیہ بیع کی اگر دونون اقرار کرین کہ بناء بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہی بسبب متفق ہونے دونونکے اسپر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور پر تھا اور نہین تو بیع
لازم ہی یعنی اگر دونون اعراض پر متفق ہوئے یا بناء اور اعراض مین مختلف ہوئے تو بیع لازم ہی اور اگر دونون کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہوئی نہ بنا کی نہ اعراض
کی تو بیع باطل ہی قول ظاہر پر کذا فی المنیہ م منار مین مصرح ہی کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہی اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہی تو شاید یہان دو قول ہین کذا فی الطحطاوی
بالیقین اس مسئلہ مین دو قول ہین چنانچہ قول منیہ یعنی علی الظاہر اسپر دلالت کرتا ہی واللہ تعالی اعلم قلت مفادہ انہما لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد
جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ مین کہتا ہون کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفاء ثمن ٹھہرالین قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفاء سے تو عقد جائز
ہے اور کچھ اعتبار نہین مواضعت یعنی ٹھہرا رکھنے کا م وجہ افادہ یہ ہی کہ بیع التلجیہ اسوقت باطل ہی جبکہ دونون اسکا اعتراف کرین کہ بناء علانیہ تلجیہ پر تھی والا بیع لازم ہی
تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہی وبیع الوفاء ذکرتہ ہنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو مین نے یہان ذکر کیا درر کا تابع ہو کر وصورتہ ان
یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین سماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الاطاعۃ اور بیع الوفا کی صورت یہ ہی کہ کوئی
جنس بیع کرے ہزار درم سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو جنس مبیع پھیر دے اور شافعی مذہب اسکو رہن معاد کہتے ہین اور مصر مین
بیع الامانۃ بولتے ہین اور شام مین بیع الاطاعۃ کہتے ہین م رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہی کہ اسکا عود راہن کیطرف ہوتا ہی ایفاء مقبوض کیوقت اور بیع الامانۃ کی وجہ
یہ ہی کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہی کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دیے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھ کر مبیع دی کہ جب مین اسکو درم دونگا تو
وہ بلا تکرار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہی بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا معتقد ہی بعد وجود شرط کے قیل ہو رہن فتضمن زوائد اور بعضون نے کہا بیع الوفا فی الحقیقۃ
رہن ہی تو زوائد اسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہین مانند مرہون کے وقیل بیع یفید الامتناع اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہی کہ مبیع
سے فائدہ لینے کے مفید ہی وفی اقالۃ شرح المجمع علی النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ مین نہایہ سے منقول ہی کہ اسی پر فتوی ہی یعنی بیع ہونے پر وقیل
ان بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا اگر بلفظ بیع ہی تو رہن نہوگی م اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہی شرعاً اور ہر ایک کے احکام مستقلہ
ہین کذا فی الدرر ثم اذا ذکر الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جبکہ عاقد نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونون نے اسکو
بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگئی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ لان المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وہو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ واقرہ
خسرو ہنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن ملک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہی اور اس وعدے کا وفا کرنا
لازم ہی اسواسطے کہ مواعید گاہے لازم الایفا ہو جاتے ہین لوگون کی حاجت کیواسطے اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الکافی والخانیۃ اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ملا خسرو
نے یہان اور مصنف نے باب الاکراہ مین اور ابن ملک نے باب الاقالہ مین زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکر انہ فی مجلس
العقد او بعدہ اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرائط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد مین ہوا یا بعد
اسکے م جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحطاوی وفی البزازیۃ ولو باعہ الآخر باتا توقف علی اجازۃ مشتریہ
وفاء ولو باعہ المشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد اور بزازیہ مین ہی اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ساتھ بطریق بیع لازم کے
تو یہ بیع اسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اسکے بائع اور بائع کے وارثونکو حق
استرداد ثابت ہی م مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہوگیا اور بائع اور اسکے وارثون کو حق استرداد ہوا بنظر جانب
رہن وافاد فی الشرنبلالیۃ ان ورثۃ کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظرا لجانب الرہن فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث
اپنے مورث کے قائم مقام ہین بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یہی حکم فتاوی عالمگیری مین خواہر اخلاطی سے منقول ہے ولو استاجرہ بائعہ

ذکر بیع الوفاء

Marfat.com

لایلزم الاجر لانہ رہن حکما حتی لا یحل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفا کے بائع نے بیع کو اجارہ دیا تو اسکو اجرت لازم نہین اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہی یہان تک کہ اس سے فائدہ لینا حلال نہین ہم یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہی قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صدرت الاجارۃ بعد قبض المشتری المبیع وفاء و لو البناء وھذہ فی صحیحۃ والاجرۃ لازمۃ للبائع طول مدۃ التواجر انتہی منتبہ اور مین کہتا ہون اور ابن الحلبی کے فتاوی مین ہی کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے مبیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہی اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہی بقدر طول مدت تواجر انتہی تو آگاہ ہو جاہم یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہی شرنبلالیہ مین مذکور ہی کہ بیع الوفا مین نو قول ہین از انجملہ بعضے علماے محققین کا یہ قول جامع ہی کہ بیع الوفا بعضے احکام مین تو فاسد ہی یہانتک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہی اور بعضے احکام مین صحیح ہی چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے مین اور بعضے احکام مین بیع الوفا رہن ہی یہانتک کہ مشتری اسکی بیع اور رہن کا مالک نہین صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یون ہی کہ فتوی دینے مین اس قول جامع سے عدول کیا جاوے انتہی و منجملہ منافع اسکے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور جو فتاوی خیریہ مین عدم جواز اجارہ مذکور ہی تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وعلیہ فلو مضت المدۃ وبقی فی یدہ فافتی علماء الروم بلزوم اجر المثل وسیمونہ بیع الاستغلال مین کہتا ہون اور بموجب فتاوی ابن الحلبی رح کے اگر مدت اجارہ منقضی ہو جاوے اور اسکے ہاتھ مین باقی رہے تو علماے روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا ہی اور علماے محمدوصیل اس بیع کو بیع استغلال کہتے ہین و فی الدر رصح بیع الوفا فی العقار استحسانا واختلف فی المنقول اور در رمین ہی کہ بیع الوفا زمین مین صحیح ہی بطریق استحسان کے اور منقول مین اختلاف ہی یعنی بعضے صحیح کہتے ہین اور بعضے غیر صحیح م اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی وطی بائع اور مشتری کو حلال نہین اسواسطے کہ اسمین دونونکا حق متعلق ہی تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہو گئی اور اسیطرح کھانا اور پینا جائز نہین اگر مبیع ماکول یا ملبوس ہو کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط والمنیۃ اختلفا ان البیع بات او وفاء جدا وہزل فالقول لمدعی الجد والبتات الا لقرینۃ الہزل والوفاء اور ملتقط اور منیہ مین ہی کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہی یا بیع الوفا ہی واقعی بیع ہی یا ہزل اور بیہودگی تو اسکا قول معتبر ہی جو واقعی ہونی اور لزوم بیع کا مدعی ہی مگر یہ قرینہ ہزل اور وفا کا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا م قرینہ ہزل یہ ہی کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو بہ نسبت مبیع کذا فی الطحطاوی قلت لکنہ ذکر فی الشہادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجی فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات مین ذکر کیا کہ بیع الوفا کے مدعی کا قول معتبر ہی بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات مین آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع بعتک بیعا باتا فالقول لہ الا ان یدل علی الوفاء بنقصان الثمن کثیرا الا ان یدعی صاحبہ لتغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیع کی بطریق بیع لازم کے تو اسی کا قول معتبر ہی مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اسوقت دعوی لزوم بیع معتبر نہین مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع متغیر ہو جانے نرخ کا دعوی کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباہ فی اواخر قاعدۃ العادۃ محکمۃ عن المنیۃ لو دفع غزلا الی حائک لینسجہ بالنصف جوزہ مشائخ بخارا للعرف ثم نقل فی آخرہا عن اجارۃ البزازیۃ ان بہ افتی مشائخ بلخ وخوارزم وابو علی النسفی ایضا قال والفتوی علی جواب الکتاب للطحان لانہ منصوص علیہ فیلزم ابطال النص اور اشباہ مین اواخر قاعدۃ العادۃ محکمۃ کے اندر منیہ سے منقول ہی کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اسکو بُننے آدھے کپڑے کی مزدوری لینے پر اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہی بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسی قاعدے کے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتوی دیا ہی مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہی جو کتاب یعنی قدوری مین مذکور ہی یعنی عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہی تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہی م مفتی ابو سعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہی اور حلبی محشی نے کہا کہ مبسوط محمد مراد ہی جسکو اصل کہتے ہین کیونکہ اول عبارت اشباہ مین مبسوط مذکور ہی بالجملہ مسئلہ طحان یہ ہی کہ اگر آٹا پسوانے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کرکے تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہی تو وہ بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا

بتصرف وفیہا من البیع الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ
مین بیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا مین یہ ہی کہ بیع الوفا صحیح ہی بسبب حاجت آدمیون کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہا نے کہا ہی کہ کوئی امر لوگون پر تنگ
نہین ہوا مگر اسکا حکم کشادہ ہوجاتا ہی ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فاقول علی اعتبارہ ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی
بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا
کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہی ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتوی دیا ہی تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یون فتوے
دینا لائق ہی کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہی دوکانون کا خلو وہ لازم ہی اور دوکانون کا خلو اسکا حق ہوجاتا ہی تو صاحب دوکان اس کے نکالنے کا
دوکان سے مالک نہین اور نہ اسکے کرایہ دینے کا اسکے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو م تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہوچکی وکذا اقول علی اعتبار
العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اسی طرح مین کہتا ہون عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہی نزول عن الوظائف یعنی بازار رہنا وظائف
معینہ سے بعوض اس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہی کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہی کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے وظیفہ کو چھوڑے اور
طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفہ کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اسکا مالک نہین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ قلت وایدہ فی زواہر الجواہر بما فی
واقعات الضریری رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع المتولی امرہ الی القاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ و
ان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویومر المستاجر باداء ذلک ان
رضی بہ ولا یومر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہی مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہی اس روایت سے جو واقعات ضریری مین ہی
کہ ایک مرد ہے کہ اس کے ہاتھ مین دوکان ہی منجملہ دکانین وقف کے سو وہ غائب ہوگیا اور متولی وقف نے اسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے
دوکان کھولنے اور اسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار
ہے یعنی اسواسطے کہ اسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہی اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنے خلو کے لینے مین بھی اولی ہے اور اسکو اسمین
اختیار ہی سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر
سے پھیرے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اسکے باقی رکھنے سے اور اسکو دوکان سے خارج ہوجانے
کا حکم نہوگا یعنے بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ المدنی

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہی کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتہا للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ہونے ضامنی کے بیع مین اکثر اور
بسبب ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار مین م چونکہ اکثر ضمانت ثمن کی ہوتی ہی یا مبیع کی لہذا بیع مین ضمانت غالب الوقوع ہی تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما
اور بیع الصرف سے مناسبت یہ ہی کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہی اس سے جو ثمن ذمہ پر ثابت ہی کذا فی البحر ہی لغۃ الضم کفالت لغت مین بمعنی ضم ہی یعنی ایک
چیز کو دوسری چیز سے ملانا م کفالت لغت مین بمعنی التزام ہی اور وہ عبارت ہی تحمل اور ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلتہ وکفلت بہ وعنہ وتثلیث الفاء اور
ابن قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہی م یعنی کفالت متعدی بنفسہ اور متعدی بحروف جارہ دونون مستعمل ہی اور فا کلمہ پر حرکات
ثلثہ جائز ہین وشرعا ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او بدین او عین کمغصوب ونحوہ کما سیجیء لان المطالبۃ تعم ذلک اور شرع مین کفالت

لہ یعنی دوکان منہدم کو اپنے روپیہ سے بنوایا تاکہ اس کا نفع اسکو ملا کرے اور اسکا بیان کامل اس جلد کے صفحہ ۹ اور ۱۰ مین گذرا ۱۲

لہ یعنی تینون حرکتون سے ۱۲

کتاب الکفالۃ

Marfat.com

عبارت ہی ملانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کی طرف مطالبہ مین مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اسکا ذکر آویگا اسواسطیکہ مطالبہ شامل ہی اس مذکور کو یعنی نفس اور دین اور عین کو ہدایہ وغیرہ مین مصرح ہی کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہی وہ ضم فی الدین سا اور یہی قول اصح ہی یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہی اور دین ثابت نہین ہوتا اور بعضون کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہی یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہی بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر صحیح ہی طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہی لغت مین عہد اور امان اور ضمان سے بحر الفائق مین تحریر سے منقول ہی کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہی جس سے وجوب لہ اور ماعلیہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہی اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس و رقبہ صاحب عہد تفسیر کیا ہی اور مراد ذمہ سے عہد و میثاق ہی ومن عرفہا بالضم فی الدین لم ارد تعریف نوع منہا وہو الکفالۃ بالمال لانہ محل الخلاف اور جس نے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہی اسنے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہی یعنی مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہی ہم فقہا کا اسمین اختلاف ہی کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہی یا نہین کذا فی الحلبی وبہ یستغنی عما ذکرہ ملا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہین رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہی ہم ملا خسرو نے درر مین کفالت کی یون تعریف کی ہی ہی ضم ذمۃ الی الذمۃ فی مطالبۃ النفس او المال او التسلیم، شارح کا مطلب یہ ہی کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل رہا تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی ورکنہا ایجاب وقبول بالالفاظ الآتیۃ ولم یحعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب وقبول ہی الفاظ آیندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن نہین ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہی طرف ثانی قبول کرے یا نکرے وشرطہا کون المکفول بہ نفسا او مالا مقدورا للتسلیم من الکفیل فلم تصح بحد ولا قود اور شرط ضمانت یہ ہی کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس ہو یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اسکی تسلیم پر قادر ہو تو حدا اور قصاص کی ضامنی صحیح نہین یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہین ہوتی بلکہ مجرم پر وفی الدین کونہ صحیحا قائما لاساقطا بموتہ مفلسا ولا ضعیفا کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت مین ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہی نہ کہ دین کا ساقط ہونا مدیون کے مفلس مرجانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے دین صحیح وہ ہی جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہو صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درصورت عجز مکاتب ساقط ہوجاتا ہی اور دین قائم کی قید سے سب مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہی حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہین ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہی خلاصہ یہ ہی کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہین اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ بحث ہی صاحب نہر کی نہ روایت مذہب نما لیس دینا بالاولی نہر تو جو چیز کہ دین نہین چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم اور رضا اسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہین یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہین وحکمہا لزوم المطالبۃ علی الکفیل بما ہو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہی کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہی باعتبار نفس یا مال کے ہم یعنی اگر حاضر ضامنی ہی تو ضامن سے حاضر کردینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہی تو اسکا مطالبہ ہوگا واہلہا من ہو اہل التبرع فلا تنفذ من مجنون ولا صبی لا اذا استدان لہ ولیہ او امر وان یفعل المال عنہ فیصیر ویکون اذنا فی الاداء محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہی جو تبرع کا اہل ہی یعنی ہر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہین مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر سوقت جب اسکے واسطے اسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہی اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادائے قرض مین کذا فی المحیط م مال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہین اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہی تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہوگی سوائے تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہی وصی و یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی یطالب بہذا المال بموجب الکفالۃ ولو لاہا لطولب الولی نہر وصحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہی کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مریض لا من ثلث او ضمانت نافذ نہین مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہی اور مریض کا تبرع صحیح نہین مگر اسکے ثلث مال مین کیونکہ وہ ثلث مین وارثون کا حق متعلق ہوگیا ولا من عبد ولو ماذونا فی التجارۃ ویطالب بعد العتق الا اذا اذن لہ المولی اور ضمانت نافذ نہین غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت کرنیمین اور غلام سے

Marfat.com

بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جبکہ اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو درحالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت مین بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر
م اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن المولی اور ضمانت نافذ نہین مکاتب سے اگرچہ مولی نے اسکو اذن
دیا ہو م اصیل اور مکفول لہ کی شروط باقی رہگئین سو اصیل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہین اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم
سے ضمانت جائز نہین اور اسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہین اور مکفول لہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس مین موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اسکا عاقل ہونا
شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والمدعی وہو الداین مکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہین یعنے جسکے نفع کیواسطے ضمانت ہوئی والمدعی
علیہ وہو المدیون مکفول عنہ ویسمی الاصیل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل بھی بولتے ہین والنفس
او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمتہ المطالبۃ کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہے م کفیل کو زعیم
اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہین ودلیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث
ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے م یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی مین ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے و
ترکہا احوط مکتوب فی التورٰۃ الزعامۃ اولہا ملامۃ واوسطہا ندامۃ وآخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامنی نہ کرنے مین زیادہ تر احتیاط ہے توریت مین لکھا ہے کہ ضامنی کے اول
مین ملامت ہے اور درمیان مین ندامت اور اسکے آخر مین ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی م ضمانت کے اول مین ملامت ہے یعنی خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیون
پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان مین ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا احضار نفس مجھپر لازم ہوگیا اور شاید مجھسے نہ ہوسکے تو سخت بلا مین گرفتار
ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت مین ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے یہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارح نے ضمانت کی برائیان ذکر کین
اور اسکی خوبیون سے سکوت کیا حالانکہ اسمین عمدہ خوبیان بھی ہین از انجملہ یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات
پر خائف ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا مین رفع کرے حق تعالی اسکے مصائب کو روز قیامت کے
دور کریگا وکفالۃ النفس تنعقد بکفلت بنفسہ ونحوہ مما یعبر بہ عن بدنہ کالطلاق وقدمنا ثمہ انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ الطلاق فکذا فی الکفالۃ فتح اور کفالت
نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے یون کہنے سے کہ مین نے ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے مانند طلاق کے
اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہین وہان کتاب الطلاق مین کہ اگر ایک قوم مین بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو اسی طرح کفالت مین
کذا فی الفتح یعنی اگر ید بجاے کل بدن بولتے ہون تو اگر ایک شخص کہے کہ مین اسکے ہاتھ کا ضامن ہون تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع ککفلت بنصفہ
او ربعہ اور انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے مین نے کفالت کی اسکے نصف یا ربع کی م نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو اگر کفیل اپنے
جزء شائع کیطرف اضافت کرے اسطرح کہ تیرے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہوا تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن السراج وتنعقد بضمنتہ او علی او الی او عندی
او انا بہ زعیم ای کفیل او قبیل بہ ای بفلان او غریم او حمیل بمعنی محمول بدائع اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ مین اسکا ضامن ہوا یا علی یا الی
یا عندی سے یا مین اسکا زعیم یعنی ضامن ہون یا اسکا قبیل ہون یعنی فلانے شخص کا ضامن ہون یا اسکا غریم یا حمیل ہون بمعنی محمول کذا فی البدائع م قولہ علی
یعنے مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہے اسواسطے کہ علی کلمہ ہے وجوب کا تو یہ صیغہ التزام ہوا قولہ الی یعنی چھوڑ اسکو میری طرف کذا فی التاتارخانیۃ قولہ عندی
یعنی یہ شخص میرے پاس ہے مین اسکو تیرے پاس حاضر کردونگا اور قبیل یعنی کفیل بمعنی قابل ضمان ہے طحطاوی نے کہا اظہر یہ ہے کہ حمیل بمعنی فاعل ہو کیونکہ وہ حامل ہے کفالت
کا وتنعقد بقولہ انا ضامن حتی یجتمعا او حتی یلتقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ تاتارخانیۃ اور منعقد ہوتی ہے کفالت اس قول سے کہ مین ضامن ہون یہانتک کہ طالب اور مطلوب
جمع ہون یا یہانتک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اسکا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیۃ م یعنی یہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقت ہے باجتماع والتقاء طرفین وقیل لا تنعقد لعدم

Marfat.com

بیان المضمون بہ ہو نفس او مال کما نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہ ہے کہ انا ضامن حتی یجتمعا) سے ضمانت منعقد نہین ہوتی بسبب نہ بیان ہونے مضمون بہ
کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اسکا بیان نہین کہ وہ کیا ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہ قول خانیہ مین ابو یوسف سے مروی ہے قال المصنف والظاہر ہو انہ لیس المذہب
لکنہ استنبط منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال وقال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ظاہر عدم انعقاد ابو یوسف رحمہ اللہ
تعالی کا مذہب نہین لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوی مین استنباط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہے اور ضامن کہے کہ
مین نے حاضر ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہین م حلبی نے کہا اسواسطے ضمانت صحیح نہین کہ دونون کا اتفاق ایک امر پر نہین ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط منافی ضعف نہین
تو بقول معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال وینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یؤاخذ باقرارہ فراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ لائق یون ہے کہ جب ضامن
اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ مین کما لا تنعقد فی قولہ انا ضامن او کفیل
لمعرفتہ علی المذہب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہین ہوتی ضامنی اس قول مین کہ مین ضامن یا کفیل ہون اسکی معرفت اور شناخت
کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہین ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہین کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن
لتعریفہ او علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہے اس قول مین کہ مین ضامن ہون اسکی تعریف کا یا اسکی تعریف پر یعنی اسکے پہچنوا دینے کا ضامن ہون اور دلیل قوی لزوم
ضمانت ہے کذا فی الفتح م اسواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کیطرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اس سے ثابت نہین ہوتا مگر
پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن الجملۃ سراج چنانچہ اس قول مین لزوم ضمانت ہے کہ مین اسکے چہرے کا ضامن ہون اسواسطے کہ
چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج وفی معرفۃ فلان علی یلزمہ ان یدل علیہ خانیہ ولا یلزم ان یکون کفیلا نہر اور اس قول مین کہ فلانے شخص
کی معرفت مجھپر ہے اسپر بتا دینا لازم ہے اور بتا دینے کو ضامن ہونا لازم نہین کذا فی النہر واذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا ابدا حتی یسلمہ
لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال بری وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جبکہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ
اسکی تسلیم کرے اسواسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر قول مذکور مین بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر
کے واسطے ہے م یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہین بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تا تسلیم مطلوب یہ دائمی ضمانت ہے طحطاوی نے کہا کہ ابتدا ضمانت کے
حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یون کہے کہ مین حاضر ضامن ہون آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی نرہیگا
کذا فی الشرنبلالیہ ولو زاد وانا بری بعد ذلک لم یصر کفیلا اصلا فی ظاہر الروایۃ وہی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ مین بری الذمہ ہون بعد
اسکے یعنی یون کہا کہ تین دن تک ضامن ہون اور بعد اسکے بری ہون تو اصلا ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین اور یہ حیلہ ہے اس کفالت مین جو لازم نہو کذا فی الدرر و
الاشباہ م اصلا ضامن نہوگا یعنی مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اسکے اسواسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام مین وہ ضمانت سے بری ہوگیا
تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کیواسطے ہے اور پھر اسنے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے
بری ہے تو کسی وقت اسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی الطحطاوی قلت ونقلہ فی لسان الحکام عن ابی اللیث ان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر
کفیلا انتہی لکن تقوی الاول بانہ ظاہر المذہب فتنبہ مین کہتا ہون کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام مین ابو لیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات
سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہی کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اسوجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا م یعنی صورت
تعارض افتا ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع لازم ہے ولا یطالب بالمکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ وبہ یفتی وصححہ فی السراجیۃ اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو
ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذر جانے تین دن کے ظاہر الروایۃ مین اور اسی کا فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ مین وفی البزازیۃ کفل علی انہ

ترجمہ اول نے علی ضمیر متکلم مجرور کو صرف علی حرف جار سمجھا حالانکہ ضمان کا صلہ نہین آتا تو صواب یہ ہے کہ ترجمہ یون ہو کہ مجھپر ہے اسکی تعریف

متی او کلما طلب فلہ اجل شہر صحت ولہ اجل شہر مذ طلبہ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسلیم ولا اجل لہ ثانیا اور بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جسوقت
اور ہر بار کہ اس سے مطالبہ ہو تو اسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہی تو ضامنی صحیح ہی اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جب سے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب
اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اُس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کیواسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی م یعنی مطالبہ سے
ایک مہینہ کے بعد تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر ابطال نہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقا ثم قال وکفل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناہا
علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو اختیار ہی یعنی چاہے مدت مین ضامنی کرے یا نکرے تو صحیح
ہی بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہی وان شرط تسلیمہ فی وقت بعینہ احضرہ فیہ
ان طلبہ کدین موجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت مین تو ضامن اسکو اسوقت مین حاضر کردے اگر مکفول لہ طلب کرے جیسے دین موجل کا
ادا کرنا لازم ہی جسکی مدت ہوچکی م طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تا کفیل اور مکفول لہ دونونکی شرط کو شامل ہے فان احضرہ فبہا والا حبسہ الحاکم
حتی یظہر مطلہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروط مین تو خوب ہی اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جبکہ اسکا ٹالنا ظاہر ہو م شارح کو یون کہنا بہتر تھا کہ اذا ظہر
مطلہ اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کہ ضامن کو حاکم قید نہ کرے تا وقتیکہ اسکا ٹالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہی اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہین انتہی اور بعضے نسخون مین
حین یظہر مطلہ ہی اور یہ ظاہر ہی خانیہ اور بزازیہ مین ہی کہ حبس اسوقت ہی کہ ضامن مقر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہون سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اسوقت اسکے حبس
مین جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظہر عجزہ ابتداء لا یحبسہ عینی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنیمین شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب
امہلہ مدۃ ذہابہ وایابہ ولو بدار الحرب عینی وابن ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول بہ دار الحرب مین ہو
کذا فی العینی وابن ملک ولو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ لانہ عاجز ان ثبت ذلک بتصدیق الطالب زیلعی زاد فی البحر او ببینۃ اقامہا الکفیل مستدلا بما فی القنیۃ
اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نہ جانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہی تو اس سے مطالبہ نہ کیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہی بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق
کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی بحر الرائق مین اتنا زیادہ کیا ہی یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کرکے م طحطاوی نے کہا اسمین
یہ خلل ہی کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی پر ہی جسپر علم شاہد محیط نہین غاب المکفول بہ فللدائن ملازمۃ الکفیل حتی یحضرہ مکفول بہ غائب ہوگیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل
جائز ہی تا وقتیکہ اسکو حاضر کردے وحیلۃ دفعہ ان یدعی الکفیل علیہ ان خصمک غائب غیبۃ لا تدری فبین لی موضعہ فان برہن علی ذلک تندفع عنہ الخصومۃ اور دفع
ملازمت کا یہ حیلہ ہی کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم بغیبت غیر معلومہ غائب ہی سو اسکا مکان مجھسے بیان کردے پھر اگر ضامن اپنے اس دعوی پر گواہی گذرانے
تو طالب کی خصومت اس سے مندفع ہوجائیگی ولو اختلفا فان لہ خرجۃ للتجارۃ معروفۃ امر الکفیل بالذہاب الیہ والا حلف انہ لا یدری موضعہ اور اگر طالب اور ضامن
مین اختلاف ہو یعنے ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول بہ کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہی تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہو اور وہ
مکان مشہور ہو تو ضامن کو اس تک جانے کا حکم ہوگا اور نہین تو اس سے قسم لیجائے کہ وہ اسکا مکان نہین جانتا ثم فی کل مواضع قلنا بذہابہ الیہ للطالب
ان یستوثق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر جس مکان مین ہمنے ضامن کے جانے کو کہا تو طالب کو جائز ہی یہ کہ ضامن سے مضبوطی کرے ضامن لیکر
تاکہ دوسرا غائب نہو جاوے ویبرأ الکفیل بالنفس بموت المکفول بہ ولو عبدا اراد بہ دفع توہم ان العبد مال فاذا تعذر تسلیمہ لزمہ قیمتہ وسیجیء ما لو کفل برقبتہ
اور بری الذمہ ہوجاتا ہی حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنیسے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہی پھر جب
اسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الکفیل وقیل یطالب وارثہ او وصیہ احضارہ
سراج اور برات حاصل ہوتی ہی ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہی کہ ضامن کے وارث سے یا اسکے وصی سے مکفول بہ کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج

Marfat.com

لا بموت الطالب بل وارثہ او وصیہ یطالب الکفیل وقیل یبرأ وہبانیۃ والمذہب الاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہین ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اسکا
وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے کذا فی الوہبانیہ اور قوی مذہب پہلا ہے ویبرأ بدفعہ الی من کفل لہ
حیث ای فی موضع یمکن مخاصمتہ سواء قبلہ الطالب اولا وان لم یقل وقت التکفیل اذا دفعتہ الیک فانا بری ویبرأ بتسلیمہ مرۃ قال سلمتہ الیک بجہۃ الکفالۃ
اولا ان طلبہ منہ والا فلا بد ان یقول ذلک اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کردینے سے اس مکان مین جہان اسکو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب
اسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کیوقت یون نہ کہا ہو کہ جب مین مکفول بہ کو تیرے سپرد کرون تو مین بری الذمہ ہون اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ایکبارگی
تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یون کہا ہو کہ مین نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یہ اس شرط پر ہے جبکہ طالب نے اس سے مکفول بہ کو طلب
کیا ہو اور اگر طلب نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ مین نے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا م مکان ممکن المخاصمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دیہات مین تسلیم ہوگی تو ضامن
بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب وہان خصومت پر قادر نہین ولو شرط تسلیمہ فی مجلس القاضی سلمہ فیہ ولم یجز تسلیمہ فی غیرہ بہ یفتی فی زماننا لتہاون الناس فی اعانۃ الحق
اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی مین شرط ہو تو ضامن وہین اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی مین جائز نہین اسی کا فتوی ہے ہمارے زمانے مین بسبب
سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری مین م یہ زفر رح کا قول مفتی بہ ہے ولو سلمہ عند الامیر او شرط تسلیمہ عند ہذا القاضی فسلمہ عند قاض آخر جاز بحر اور اگر درصورت شرط
مجلس قاضی ضامن نے اسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اسکی تسلیم اس قاضی کے پاس مشروط تھی سو اسنے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلمہ فی السجن لو
سجن لہذا القاضی او سجن امیر البلد فی ہذا المصر جاز ابن ملک اور اگر اسکو قید خانہ مین سپرد کیا تو اگر اس قاضی کا قید خانہ ہے یا حاکم شہر کا قید خانہ ہے اس شہر مین تو جائز ہے
کذا صرح ابن ملک فی شرح المجمع وکذا یبرأ الکفیل بتسلیم المطلوب نفسہ لحصول المقصود وبتسلیم وکیل الکفیل لقیامہ مقامہ ورسولہ الیہ لان رسولہ الی غیرہ کالاجنبی اور
اسیطرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہوگیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا
ہے اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کیطرف اسواسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کیطرف
اجنبی کے مانند ہے م تسلیم مطلوب سے اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر امر ہو تو بری نہین ہوتا اور غیر طالب کیطرف تسلیم
رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اسکو اور فلانے شخص کو سپرد کرتا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی
کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کیطرف سپرد کیا اور کہا کہ مین اسکو تیرے پاس ضامن کیجانب سے سپرد کرتا ہون سو اگر طالب
اسکو قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہوگیا اور اگر چپ ہے تو ضامن بری نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ یشترط قبول الطالب ویشترط ان یقول کل واحد من ہؤلاء سلمت الیک
عن الکفیل درر من کفالتہ ای بحکم الکفالۃ عینی والا لا یبرأ ابن کمال فلیحفظ اور تسلیم رسول مین قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص مذکورین سے یعنے
مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ ہمنے تجھکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی
اور اگر اس طرح نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کذا صرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف ای آت بہ غدا فہو ضامن لما علیہ
من المال فلم یواف بہ مع قدرتہ علیہ فلو عجز لحبس او مرض لم یلزمہ المال الا اذا عجز بموت المطلوب او جنونہ کما افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر
مین مطلوب کو کل نہ لے آون تو مین ضامن ہون اس مال کا جو اسپر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز
ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اسپر مال لازم نہین مگر اسوقت جبکہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کرسکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آیندہ قول مین
بیان کیا م اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہوجانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ مین ہے کہ جب طالب غائب ہو تو قاضی اسکی طرف سے وکیل
قائم کرے کذا فی الطحطاوی ملخصا او مات المطلوب فی الصورۃ المذکورۃ ضمن المال فی الصورتین لانہ علق الکفالۃ بالمال بشرط متعارف فصح یا مطلوب

Marfat.com

مرگیا صورت مذکورہ مین تو ضامن ہوگا مال کا دونون صورتون مین یعنی نہ حاضر کرنے مین باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے مین اسواسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہوئی مطلوب کی موت سے ضمانت درحق تسلیم باطل ہوگئی نہ درحق مال ولا یبرأ عن کفالۃ نفس تعلم للثانی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہوگا بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامنی و حاضر ضامنی مین تخالف نہین ہے جمع نہوسکین فلو ابرأہ عنہا فلم یوات به لم یجب المال لفقد شرطہ سو اگر درصورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کردیا تو اسپر مال واجب نہوگا بسبب نہ پائے جانے اسکی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی درصورت بقاے حاضر ضامنی سوا براء طالب سے وہ باقی نرہی قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب طلب وارثہ ولو مات الکفیل طولب وارثہ درر مصنف نے موت مطلوب کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر طالب مریگا تو اسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مریگا تو اسکے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث الی الطالب برئ وان لم یدفعہ حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا یہان تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے متروکہ سے مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاۃ وعدمہا فالقول للطالب لانہ منکر ہا وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیہ اور اگر دونون نے مطلوب کی موافات اور عدم موافات مین اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے اور اسوقت مین تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیہ وفیہا لو اختفی الطالب فلم یجد الکفیل نصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ مین ہے کہ اگر چھپ رہا طالب سو ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنے تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاوے ولا یصدق الکفیل علی الموافاۃ الا بحجۃ اور ضامن کی تصدیق نہ کیجائیگی موافات پر یعنی مطلوب کے حاضر کردینے پر بدون گواہی کے ادعی علی الآخر حقا عینی او مائۃ دینار ولم یبینہا اجیدۃ ام رديئۃ ام اشرفیۃ تصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا اور اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرفی ہے تاکہ دعوی صحیح ہوتا فقال رجل للمدعی علیہ فانا کفیل بنفسہ وان لم یوافک غدا فعلی مائۃ دینار فلم یوافہ الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ ای التی بینہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑدے مین اسکا حاضر ضامن ہون اور اگر وہ کل دانکریگا تو مجھ پر سو دینار ہین سو اسنے کل دانہ کیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنی وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا ہے یعنی ثابت کیا ہے یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے وتصح الکفالتان لانہ اذا بین الحق البیان باصل الدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ بالنفس فتربت علیہا الثانیۃ اور صحیح ہونگی دونون ضامنیان یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسپر دوسری ضامنی یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہر چند اول دعوی مجہول غیر مبین تھا لیکن جب آخر کار اسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مرتب ہوگئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان مین اسیکا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے ہم شارح ارجاع ضمیر لہ مین صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول لہ ہو چنانچہ میخ طحطاوی مین ہے اسواسطے کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی لانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وفی کلام السراج لتقیید الشرط باقرار المدعی علیہ بالمال قلیجر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار مشروط ہونے کا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اعتماد کے لائق وہ ہے جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہا مین ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہین بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد وقود مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہین حاضر ضامنی دینے کیواسطے حد اور قصاص کے دعوی مین مطلقا وقالا یجبر فی قود وحد قذف وسرقۃ تعزیرا لانہ حق آدمی والمراد بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعی علیہ پر حاضر ضامنی دینے کیواسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ مین تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قود

Marfat.com

وقذف وسرقۃ جاز اتفاقا ابن کمال فظاہر کلامہم انہا فی حقوقہ تعالی لا یجوز نہر قلت وسیجیٔ انہا لا تصح بنفس حد وقود فلیکن بالتوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی مین تو بالاتفاق جائز ہی کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہی کہ ضمانت حقتعالی کے حقوق مین جائز نہین کذا فی النہر مین کہتا ہون کہ آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص مین صحیح نہین تو دونون قول مین اتفاق ہو جانا چاہیے م نفس حد اور قصاص مین اسواسطے ضمانت صحیح نہین کہ استیفاے حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہین وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت مین یہ ہی کہ جو حدود خالصہ مین ضمانت کا مجوز ہی چنانچہ مصنف تو وہ بطریق تبرع کے قائل ہی بخلاف اسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہی تو اب دونون کلام مین تناقض نرہا ولا حبس فیہما حتی یشہد شاہدان مستوران او واحد عدل یعرفہ القاضی بالعدالۃ لان الحبس للتہمۃ مشروع وکذا التعزیر المتہم بحر اور حد اور قصاص مین قید کرنا جائز نہین جبتک دو شاہد مستور العدالۃ والفسق گواہی نہ دین یا ایک شاہد عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہی اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہی اور اسیطرح تعزیر متہم کی مشروع ہی کذا فی البحر فوائد یہ چند فائدے ہین جنکو شارح نے زیادہ کیا لا یلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجتہ لسماع دعوی علیہا الا فی اربع کفیل نفس وسجان قاض والاب فی صورتین فی الاشباہ لازم نہین کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہین اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کیواسطے مگر چار شخصون پر حاضر کر دینا لازم ہی حاضر ضامن پر اور قاضی کے داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتون مین کذا فی الاشباہ م قنیہ مین ہی کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو صاحب دین کو داروغہ سے اسکے حاضر کر دینے کا مطالبہ جائز ہی انتہی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میرے بیٹے کا ضامن ہو سو ضامن نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اسکا حاضر کر دینا لازم ہی دوسری صورت یہ ہی کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قربت کر چکا ہی یعنی مہر دیچکا ہی اور اسنے زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کیواسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہین تو امین اسکے پاس بھیجے وفی حاشیتہا لابن المصنف معزیا لاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفلہ اذا تغیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہی احکامات عمادیہ سے نقل کرکے کہ باپ سے اسکے صغیر کے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا جبکہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید یہ اس صورت مین ہی جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا القاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی کذا المدعی علیہ الا فی اربع مکاتبہ وماذونہ ووصی ووکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایۃ والوکالۃ اور اشباہ مین ہی کہ قاضی ضامن لے مدعا بہ کے حاضر کر دینے کیواسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاتارخانیہ اور اسی طرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کیواسطے ضامن لے مگر چار صورتون مین ضامن نہ لے اسکے مکاتب اور ماذون مین اور وصی اور وکیل مین جبکہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو م جبکہ مولی نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن نہ لیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون نے اپنے مولی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولی سے حاضر ضامن لیا جاوے گا اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضامنی طلب کرے تا اپنے گواہون کو حاضر کرے تو قاضی اسوقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع عن محمد اذا کان المدعی علیہ معروفا لا یجبر علی الکفیل ولو کان غریبا لا یجبر اتفاقا بل حقہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع مین محمد سے ایک روایت یہ ہی کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اسپر جبر نہین ضامن دینے کیواسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جبر نہین بلکہ اسکا حق فقط قسم مین ہی م یہ روایت ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی بابراء الاصیل یبرأ الکفیل النفس الا اذا قال لا حق لی قبلہ ولا لموکلی ولا لیتیم انا وصیہ ولا لوقف انا متولیہ فحینئذ یبرأ الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہی مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہین ہوتا لیکن اس صورت مین جبکہ طالب یون کہے کہ اسکی جانب میرا کوئی حق نہین اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اس یتیم کا جسکا مین وصی ہون اور نہ اس وقف کا جسکا مین متولی ہون تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واما کفالۃ المال فتصح بہ ولو المال مجہولا اذا کان ذلک المال دینا صحیحا الا اذا کان الدین مشترکا کما سیجیٔ لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لا یجوز ظہیریۃ اور مال ضامنی تو صحیح ہی اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جبکہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہین چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ دین کا

مسائل مال ضامنی

Marfat.com

قسمت کرنا اسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہین کذا فی الظہیریۃ م دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہی کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہی سو حامد نے زید سے
تقاضا کیا محمود اسکے حصہ کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہین اگرچہ دین صحیح ہی کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے وہ صحیح نہین والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ
فتصح مع انہا تسقط بموت وطلاق اشباہ وکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سواے دین صحیح کے ضمانت صحیح نہین مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے مین تو
ضامنی صحیح ہی باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہی کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ مین استحسان پر عمل کیا ہی حاجت کے سبب سے نہ قیاس پر یعنی
اگرچہ نفقہ دین صحیح نہین مگر ضامنی اسکی صحیح ہی تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عند بزازیۃ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ والا فہو لا یسقط لانہ لا یقبل التعجیز
فیلغز اے دین صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ وای دین ضعیف وتصح بہ دین صحیح مین ضمانت صحیح ہی مگر بدل سعایت مین اگرچہ وہ دین صحیح ہی اسکی ضامنی صحیح نہین امام کے نزدیک
اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجیے بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجیے تو صحیح نہین کہ
وہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہین کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہین کہ کون صحیح دین ہی جسکی ضامنی صحیح نہین تو جواب اسکا یہ ہی کہ بدل
سعایت ہی اور کون دین ضعیف ہی جسکی ضمانت صحیح ہی تو جواب یہ ہی کہ نفقہ ہی م دین مشترک اور بدل سعایت کا استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہی اور نفقہ کا استثنا بنظر
صحت کے ہی والدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بالفعل یلزمہ سقوط الدین فیسقط دین المہر بمطاوعتہا لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال اور
دین صحیح وہ ہی جو ساقط نہو کسی طرح بدون ادا یا ابراء کے اگرچہ ابراء حکمی ہو اس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہی تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت
سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی وطی سے راضی ہو تو مہر اسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط
بدونہما بالتعجیز ولو کفل وادی رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامرہ وسیجیء قید آخر تو ضامنی صحیح نہین بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابراء تعجیز مکاتب
سے ساقط ہو جاتا ہی اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لے جتنا اسنے دیا یعنی اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب
کے امر سے اور آگے دوسری قید آویگی م قید آیندہ یہ ہی کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ مجھپر ادا کرنا لازم ہی ضمانت کے سبب سے بکفلت متعلق بتصح عنہ بالف
مثال المعلوم ضامنی صحیح ہی اس لفظ سے کہ مین اسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہی دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا بکفلت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہی
ومثال المجہول باربعۃ امثلۃ بما لک علیہ وبما یدرکک فی ہذا البیع وہذا یسمی ضمان الدرک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالین مذکور کین پہلی مثال یہ ہی کہ مین
ضامن ہوا اتنے مال کا جو تیرا اسپر ہی دوسری مثال یہ ہی مین ضامن ہوا اتنے مال کا جو تجھکو دینا پڑے اس بیع مین اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہین م درک بفتحتین
وبسکون ثانی عبارت ہی ثمن پھیر لینے سے جب مبیع مین استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہین یعنی ثمن پھیر دینے کی
مشتری سے ضمانت کرے اگر مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی مین سراج سے منقول ہی کہ جب مبیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے کہ اول
بائع سے خصومت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے بائع سے ثمن پھیر لے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ مین ضامن سے پہلے خصومت
کرنا مشتری کو جائز نہین وبما بایعت فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ خانیۃ تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی
یہ ہی کہ جو تو نے بیچا فلانے شخص سے سو مجھپر ہی اور اسی طرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ مین تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جبتک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیۃ
وما غصبک فلان فعلی ما ہنا شرطیۃ ای ان بایعتہ فعلی لا ما اشتریتہ لما سیجیء ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھسے فلانے شخص نے وہ مجھپر ہی لفظ
ما کا مثال ثالث اور رابع مین شرطیہ ہی یعنی اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجھپر ہی نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اس سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ مبیع کی ضامنی صحیح نہین م
جو لفظ کہ لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کے مانند ہی چنانچہ یون کہنا کہ جو اسپر ہی وہ مجھپر ہی یا مجھپر یہ ہی کہ مین ادا کرون جو اسپر ہی یا مین نے لازم کر لیا جو تیرا دین اسپر
ہی تاتارخانیہ سے معلوم ہوتا ہی کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہی چنانچہ ایک مرد نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مرد نے طالب

Marfat.com

سے کہا کہ مین تیرے دین کا ضامن ہون کہ اس سے لیکر دونگا تو یہ مال ضامنی نہین بلکہ ضمان تقاضا ہی کذا فی الطحطاوی و شرط فی الکل القبول ای دلالۃ بان بایعہ او غصب منہ للحال نہر اور ضمانت کی سب صورتون مین قبول کرنا شرط ہی یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح پر کہ اس سے بیع کی ہو یا اس نے غصب کیا ہو کذا فی النہر ہم بقبول غیر صریحی بحث ہی صاحب نہر کی یعنی زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خرید کریگا یا جو تجھسے محمود غصب کریگا اسکا مین ضامن ہون پھر فی الفور بیع یا غصب واقع ہو تو ضامنی صحیح ہی اگرچہ قبول ضمانت صریح نہین و لو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی کلما و قیل یلزم الا فی اذا دل علیہ القہستانی و شرنبلالی فلیحفظ اور اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہوگی مگر کلما کے لفظ مین لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہی کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ مین لازم نہین اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م عینی نے مجرد سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اسنے چند بار بیع کی تو اسپر ضمانت لازم نہین مگر اول بار کی انتہی اور قول ضعیف مین لفظ ما کلما کا مفید ہی عموما کذا فی الطحطاوی لو جن عند الکفیل قبل المبایعۃ صح بخلاف الکفالۃ بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے تو رجوع صحیح ہی بخلاف ضمانت بلفظ ذوب م یعنی اگر ضامنی سطرح کی کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اسنے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہی اور اگر یون کہا کہ اذاب لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اسپر واجب اور ثابت ہوا وہ مجھپر ہی تو رجوع ضمانت سے صحیح نہین کیونکہ یہ ضمانت ہی دین متاخر الظہور کی و بخلاف ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبتہ او قتلتہ فانا کفیل فانہ باطل اور برخلاف اس قول کے کہ جو تجھسے غصب کرین لوگ یا جو شخص لوگون مین سے تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ بیچے یا جو شخص تجھکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو مین اسکا ضامن ہون تو یہ ضامنی باطل ہی م اسواسطے باطل ہی کہ اشارہ مذکورہ مین یا مکفول عنہ کی جہالت ہے یا مکفول لہ کی کقولہ ما غصبک اہل ہذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی لو سمی انسانا بعینہ چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھسے غصب کرین اس گھر کے لوگ تو مین ضامن ہون سو یہ ضامنی باطل ہی جب تک ایک انسان معین کا نام نہ لے م بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اس شخص سے بیع کروگے تو مین ضامن ہون تو یہ ضامنی درست ہی پھر جو شخص اس سے بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر او علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للکفالۃ باحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط صریح ملائم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کیواسطے امور ثلثہ سے م او علقت عطف ہی کان پر یعنی کفالۃ المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط بکونہ شرطا للزوم الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او حجدک المودع او غصبک کذا او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ و رضی بہ المکفول جاز بخلاف ان اکلک سبع ہونا شرط کا مناسب ضمانت اسطرح پر کہ وہ لازم ہونے حق کی اصیل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا کہ اگر مبیع مستحق غیر نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھسے غصب کرے یا تجھکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھپر دیت ہی اور مکفول یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہی بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجھکو درندہ کھا جاوے تو مین ضامن ہون م بعضے نسخے مین بجاے صیدک صدیقک ہی اور دیت سے مراد وہ ہی جو قیمت کو بھی شامل ہی اور قتل مخاطب قتل سے خطا مراد ہی اسواسطے کہ قتل عمد مین حنفیہ کے نزدیک قصاص ہی نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اسواسطے صحیح نہین کہ درندہ مکفول عنہ ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا اور اسواسطے کہ اسکا فعل ہدر ہی او شرطا لامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من الدین و ہو معنی قولہ ہو ای الحال ان زید المکفول عنہ او مضاربہ او مودعہ او غاصبہ جازت الکفالۃ المتعلقۃ بقدومہ توسلہ للاداء یا شرط ہو امکان استیفاء کی یعنی ضامن کو اصیل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجھپر ہو وہ دین جو اسپر ہی اور یہی مطلب ہی مصنف کے اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہی یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اسکا غاصب ہی تو وہ ضامنی جو اسکے آنے سے متعلق ہی جائز ہی بسبب قادر ہونے ضامن کے ابراء دین پر او شرطا التعذرہ الی الاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلی و امثلتہ کثیرۃ فہذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ بہا یا شرط ہو اسکے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اسکا دین مجھپر ہی اور تعذر کی مثالین بہت ہین سو یہ بالکل وہ شروط ہین جنپر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہی م منجملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ کے

Marfat.com

یہ مثالین ہین کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہی تلف ہو یا وہ مرجائے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ ندے یا تیرا دین چھ مہینے تک نہ دے تو مین ضامن ہون
ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فتبطل ولا یلزم المال وما فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور ضامنی صحیح نہین
اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینھ آوے تو مجھپر ہی کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہی یعنی وجود اسکا بالیقین معلوم نہین تو ایسی شرط باطل
ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ مین ہی وہ سہو ہی چنانچہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہی م خلاصہ ہدایہ یون ہی کہ تعلیق بہبوب ریح ومجی مطر اگرچہ صحیح
نہین مگر ضمانت صحیح ہی کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر مین کہا خلاصہ یہ ہی کہ شرط غیر ملائم کے
ساتھ کفالت اصلا صحیح نہین ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہی اور مدت باطل ہو جاتی ہی اور اس مقام مین بہت گفتگو ہی اسکا کچھ ثمرہ نہین
سوائے اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی نعم لو جعلہ اجلا صحت ولزم المال للحال فلیحفظ ہان اگر شرط غیر ملائم کو ضامن مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی
اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م مدت قرار دینا اس طرح کہ ضامن کہے کہ مین ضامن ہون تا ہبوب ریح ومجی مطر ولا تصح ایضا بجہالۃ المکفول عنہ
فی تعلیق واضافۃ لا تخییر کفلت بمالک علی فلان او فلان فتصح والتعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہین ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے بھی تعلیق اور اضافت
مین نہ تخییر مین چنانچہ مین ضامن ہون تیرے اس مال کا جو فلانے پر ہی یا فلانے پر تو تخییر مین یہ ضمانت صحیح ہی اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار مین
ہی کیونکہ وہ صاحب حق ہی م تعلیق کی مثال یہ ہی کہ اگر تجھسے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہ ہی کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت ہو
اسکا مین ضامن ہون کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہی اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی اسکو عمادیہ مین اضافت کی مثال
مین ذکر کیا ہی اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہین تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہی واللہ تعالی اعلم ولا بجہالۃ المکفول لہ وبہ مطلقا اور صحیح نہین ضامنی مکفول لہ
اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت م مکفول بہ سے مراد یہان نفس ہی نہ مال اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہین نعم
لو قال کفلت رجلا اعرفہ بوجہہ لا باسمہ جاز وای رجل اتی بہ وحلف انہ ہو بری بزازیہ ہان اگر ضامن کہے کہ مین ضامن ہوا ہون اس مرد کا جسکا منھ پہچانتا ہون نہ نام
اسکا تو ضامنی جائز ہی اور جس مرد کو لاویگا اور قسم کھاویگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیۃ فی السراجیۃ قال لضیفہ وہو یخاف علی دابتہ من
الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ مین ہی کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ مہمان اپنے جانور
پر بھیڑیے سے ڈرتا ہی کہ اگر بھیڑیا تیرا گدھا کھا جائے تو مین ضامن ہون سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہین م علت عدم ضمان اکل ذئب اکل سبع مین
مذکور ہو چکی نحو ما ذاب ای ما ثبت لک علی الناس او علی احد منہم فعلی مثال للاول ونحوہ ما بایعت بہ احدا من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا
دین لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجھپر ہی یہ مثال ہی اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت اور مانند اسکے یہ ہی کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون مین سے وہ مجھپر ہی کذا
فی معین المفتی او ما ذاب علیک للناس او لاحد منہم علیک فعلی مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگون کا تجھپر یا کسی کا لوگون مین سے تجھپر سو مجھپر ہی یہ ثانی کی مثال ہی
یعنی مکفول لہ کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہین ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے کہ نیابت جاری
نہین ہوتی عقوبات مین ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہا ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہی معین جانور کی باربرداری
کی جسکو کرایہ لیا باربرداری کیواسطے اور نہ ضمانت خدمتگذاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کیواسطے کہ ضمانت مین معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہے
م تغیر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہی کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اسکی تسلیم سے عاجز ہی کیونکہ اسکو قدرت نہین غیر کے جانور پر اور اگر ضامن اپنا جانور
تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہین ہوا کذا فی الطحطاوی عن البحر بخلاف غیر معین لوجوب مطلق الفعل لا التسلیم
بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمین ضمانت صحیح ہی بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے م یعنی غیر معین جانور مین مطلق باربرداری واجب ہے

Marfat.com

اور ضامن اُسپر قادر ہی اس طرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا لادے اور تسلیم اُسپر واجب نہین بخلاف معین جانور کے کہ وہان تسلیم واجب ہی نہ باربرداری شارح نے عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کیطرف اشارہ کیا جسکو ابونصر اقطع نے مذکور کیا ہی اس طرح پر کہ ضمانت حمل دابہ معینہ اسواسطے جائز نہین کہ جب جانور معین ہوا تو موجر پر تسلیم جانور واجب ہی نہ باربرداری پھر جب باربرداری کی ضمانت کریگا تو اُسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہین لہذا صحیح نہین اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہان ایسا نہین کیونکہ وہان موجر پر باربرداری واجب ہی سو اُسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہی لہذا اُسکی ضمانت صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ولا بمبیع قبل قبضہ ومرہون وامانۃ باعیانہا اور صحیح نہین ضمانت عین مبیع کی قبل اُسکے قبض کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہین بسبب فقدان شرط ضمانت وہ ہی کہ مکفول مضمون ہوا صیل پر اس طرح کہ عین مکفول دے یا اُسکے بدل کو اور یہان ایسا نہین کیونکہ مبیع مضمون بالثمن اور مرہون مضمون بالدین ہی اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہی کذا فی النہر فلو بہلاکہما صح فی الکل درر زجہ الکمال تو اگر ضمانت ہوا مور ثلثہ مذکورہ کے تسلیم کی توسب مین ضمانت صحیح ہی کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہی اس قول کو کمال الدین نے ہم کیونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہی تو اُسکا التزام ضامن کو ممکن ہی کذا فی النہر فلو ہلک المستاجر مثلا لاشئ علیہ کفیل النفس تو اگر تسلیم ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہوجائے تو ضامن پر کچھ واجب نہین حاضر ضامن کے مانند مستاجر یہان بفتح جیم ہی وجہ عدم لزوم یہ ہی کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہوگیا تو اصیل مطالب بالتسلیم نرہا اور واجب تو یہان اجرت پھیر دینا ہی اور ضامن اُسکا ضامن نہین اور یہی حکم ہی ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح وصح ایضا لو المکفول بہ ثمنا لکونہ دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیۃ اور بھی ضمانت صحیح ہی اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اُسوقت دین صحیح نہین جبکہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہوگا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیۃ یعنی جب صغیر محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اُسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا وکذا لو مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فہو امانۃ کما مر اور اسی طرح ضمانت صحیح ہی اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہوگیا ہو اور نہین تو مقبوض مذکور امانت ہی چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی درصورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اُسکی صحیح نہین کیونکہ امانت مین ضمانت نہین وبیعا فاسدا او بدل صلح عن دم وخلع ومہر خانیۃ اور اسی طرح ضمانت صحیح ہی اگر مکفول بہ مبیع فاسد ہو یا بدل صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیۃ ہم وجہ صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہی کہ یہ چیزین باطل نہین ہوجاتین ہلاک ہونے عین سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیاء مذکورہ اُنکے قائم مقام ہوجاتی ہی تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا الطحطاوی نے کہا اولی یہ ہی کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تابدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اُسکا بے معنی ہی والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ ضمانت صحیح ہی اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہین یا غیر مضمون تو اعیان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بفتح جیم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہین یعنی درصورت ہلاک اُن کی قیمت واجب نہین چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہی اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہی سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح نہین یا اعیان مضمون بنفسہا ہین یعنے اُنکی قیمت واجب ہی درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور مبیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اُسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہی یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اُسکی یا مثل اُسکا ضامن پر واجب ہی کذا فی الفتح والنہر فلو لا تصح الکفالۃ بنوعیہا بلا قبول الطالب او نائبہ ونو فضولیا فی مجلس العقد اور دونون قسم کی ضمانی یعنی مال ضمانی اور حاضر ضمانی صحیح نہین بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد مین یا قبول کرنے اُسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہوجائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن بھر لے اور اگر وہ راضی ہو بعد اُسکے قبول کرنے کے تو نہین لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس مین ضامنی قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہی اور ضامنی نے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحطاوی وجوزہا الثانی بلا قبول وبہ یفتی درر وبزازیہ واقرہ فی البحر وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ

لکن نقل المصنف عن الطرطوسی ان الفتوی علی قولہما واختارہ الشیخ قاسم ہذا حکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہے ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق مین اور یہی قول ہے تینون امامون کا لیکن مصنف نے اپنی شرح مین طرطوسی سے نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے اس کو پسند کیا ہے یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب نشا ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنہا ان قال انا کفیل بمال فلان علی فلان حال غیبتہ الطالب وکفل وارث المریض الملی عنہ بامرہ بان یقول المریض لوارثہ اکفل عنی بما علی من الدین فتکفل بہ مع غیبۃ الغرماء صح فی الصور تین بالقبول اتفاقا استحسانا لانہا وصیۃ فلو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح الجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت سے اس طرح پر کہ کہے کہ مین فلانے کے مال کا ضامن ہون جو فلانے پر ہے یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کیطرف سے اُسکے امر سے اس طرح پر کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اُس مال کا جو مجھپر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہے دونون صورتون مین بالقبول طالب کے باتفاق طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح نہوگی اور بعضون نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح الجمع ہم کفالت وارث اس واسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ ہوجائے اور اسمین طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکورہ کی بسبب اُسکے ظاہر ہونے کے اسواسطے کہ اخبار عن العقد اخبار ہے اُسکے دونون رکن سے یعنی ایجاب اور قبول سے وفی الفتح الصحۃ اوجہ وعلق انہا کفالۃ لکن یرد علیہ توقفہا علی المال اور فتح القدیر مین ہے کہ ضمانت اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اُسپر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولزم المال علی غائب ہل یومر الغریم بانتظارہ ویطالب الکفیل لم ارہ وینبغی علی انہ وصیۃ ان ینتظر لاعلی انہا کفالۃ اور اگر مریض کی مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اُسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے یہ بنی اُسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا اور اُسکے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کا انتظار کیا جائے نہ اُسکی کفالت ہونے پر مم یہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہین ہے اسواسطے کہ وہ صحیح نہین بدون مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی اور وصیت نہین ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہین وقیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بضمانہ فی غیبتہم لایصح وروی الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض مین اُسکے امر کی اسواسطے کہ تبرع وارث کا اُسکی ضمانت مین اصحاب دیون کی غیبت مین صحیح نہین اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بھی ولو ضمنہ بعد موتہ صح سراج ولعلہ قول الثانی الملتہر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اُسکی مدت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی النہر ہم مذکور یہ ہوچکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہین وفی البزازیہ اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ مین ہے کہ دونون نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشا ہونے مین تو مخبر کا قول معتمد ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد نے یہان کلام کو اخبار قرار دیا کذا فی الطحطاوی ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان بکفیل اور رہن معراج اوظہر لہ مال فتصح بقدرہ ابن ملک اور صحیح نہین ضمانت اُس دین کی جو ساقط ہے میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اُسوقت دین ساقط نہین جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہوگیا ہو اُسکی زندگی مین رہن ہو کذا فی المعراج یا اُسکا مال ظاہر ہوگیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم سقوط دین میت مفلس دنیا کے احکام مین ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اُسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اُسکی حیات مین ہوئی یا اُسنے کچھ رہن رکھدیا تو اب دین اُسکا ساقط نہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی اولحقہ دین بعد موتہ فتصح الکفالۃ بان حضر میتا علی الطریق فتلف شئی بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ وضمان النفس علی عاقلتہ لثبوت الدین مستندا الی وقت السبب وہو الحفر الثابت حال قیام الذمۃ بحریا

Marfat.com

میت کو دین لاحق ہوا اُسکی موت کے بعد تو اُسکی کفالت صحیح ہی اس طرح پر کہ میت نے کنوان کھود اتھا راہ مین یعنی اپنی غیر ملک مین پھر اُس سے کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اُسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اُسکے مال مین اور ضمان نفس اُسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستنیر ہوکر اور سبب کنوان کھودنا ہی جو ثابت ہی قیام ذمہ کی حالت مین کذا فی البحر وہذا عندہ وصحا مطلقا وبہ قالت الثلثۃ اور یہ یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہی اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہی مطلقا خواہ اُسکا مال ظاہر ہویا نہو اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع بہ احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہی بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح کفالۃ الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل ببیعہ لان حق القبض لہ بالاصالۃ فیصیر ضامنا لنفسہ اور صحیح نہین ضمانی وکیل کی ثمن مین واسطے موکل کے اُس چیز مین جسکے بیچنے کے واسطے اسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ یہ صحیح نہین ہم وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہی اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تاوہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہی اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہی کذا فی النہر ومفادہ ان الوصی والناظر لا یصح ضمانہما الثمن عن المشتری فیما باعاہ لان القبض لہما ولذا لو ابرأہ عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہی کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کیطرف سے اُس چیز مین جسکو دونون نے بیچا ہی صحیح نہین اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق اُنھین دونون کے واسطے ہی لہذا اگر دونون مشتری کو بری الذمہ کردین ثمن سے تو صحیح ہی اور دونون پر ضمان لازم ہوگا ہم یہ استنباط ہی صاحب نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے ولا تصح کفالۃ المضارب لرب المال بہ ای بالثمن لما مر ولان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہین مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اُس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت مین مذکور ہوچکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہین کہ ثمن امانت ہی وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا اُنکا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہی کیونکہ امین پر ضمان نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونون کا بدون قبض ظاہر نہین اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہی قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشریک بدین مشترک مطلقا ولو بارث لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ یصیر ضامنا لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وہما لا یجوز اور صحیح نہین ایک شریک کو دوسرے شریک کیواسطے ضامن ہونا دین مشترک مین کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطیکہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اسمین حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے مین ضمانت صحیح ہی تو قسمت دین قبل اُسکے مقبوض ہونیکے لازم آتی ہی اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہین نعم تو تبرع جاز کما لو کانا شفیعین ہان اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہی چنانچہ اُس صورت مین ضمانت شریک جائز ہی جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ہم جدائی عقد امام کے نزدیک اس طرح ہی کہ لفظ بعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اس طرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہی کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہوگیا تو شرکت باقی نہ رہی ولا تصح الکفالۃ بالعہدۃ لاشتباہ المراد بہا اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ عہدہ کی مراد مین اشتباہ ہی ہم ضمانت عہدہ اس طرح پر کہ غلام کو خریدکرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن اُسپر سکوت کرین بیان نکرین کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہی تو ضمانت صحیح نہین اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اس وثیقہ مین مستعمل ہی جو ملک بائع کا شاہد ہو اور وہ بائع کا مملوک ہی تو اگر اُسکی تسلیم کا مشتری کیواسطے ضامن ہوا تو اُسکا ضامن ہوا جسپر قادر نہین اور مشترک ہی عقدین اور اُسکے حقوق اور درک وخیار شرط مین اور چونکہ عمل اُسپر قبل بیان متعذر ہی بسبب جہالت کے لہذا اُسکی ضمانت صحیح نہین ہی باطل ہی کذا فی الطحطاوی ولا بالخلاص ای تخلیص مبیع لمستحق لعجزہ عنہ اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی ثمن مبیع کے خلاص کرنیکی ضمانت صحیح نہین جو مستحق مبیع ہو بسبب عاجز ہونے ضامن کے اس سے نعم لو ضمن تخلیصہ ولو بشراء ان قدر والا فیرد الثمن کان کالدرک عینی ہان اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہوا گرچہ تخلیص اسکے خرید کرنیکے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید پر اور نہین تو ثمن مشتری کو پھیر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہ فائدہ ہی جسکو ثمار نے زیادہ کیا

متی ادی بکفالۃ فاسدۃ رجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال ونظیرہ لو کفل ببدل الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادی اذا حسب انہ مجبر علی ذلک لضمانہ السابق واقرہ المصنف فلیحفظ جبکہ ضامن
نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بھر لے کفالت صحیحہ کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اُسکی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی
بدل کتابت کی تو صحیح نہین پس مکاتب سے بھر لے اُس دین کو جو اُسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ مین مجبور ہون اُسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے
اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کریگا بلا ظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہین وکفل بامرہ
ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی وہو غیر صبی وعبد محجورین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یون کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن
ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجھپر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب صغیر محجور اور غلام محجور نہین کذا صرح ابن ملک م تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع رجع
علیہ بما ادی ان ادی بما ضمنہ والا فبما ضمنہ وان ادی اداء لملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب وکما لو ملکہ بہبۃ او ارث عینی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے
بھر لے جو اُسنے ادا کیا اگر اُسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اُسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اس طرح پر کہ مکفول بہ جید تھا سو اُسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق بھر لے
اگرچہ اُسنے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنیکے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاے بسبب ہبہ یا ارث کے
کذا فی العینی م ضامن کے مالک ہونے کی یہ صورت ہے کہ طالب مر جائے اور ضامن اُسکا وارث ہو یا طالب نے اُسکو اپنی حیات مین دین مذکور ہبہ کیا اور یہ ہبہ کفیل کیواسطے جائز ہے
اگرچہ غیر مدیون کیواسطے ہبہ دین جائز نہین کیونکہ یہان دین منقول ہوا کفیل کیطرف بمقتضاے ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ الا اذا اجاز
فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اُسکو مطلوب سے نہ بھر لے بسبب اُسکے تبرع کے مگر جبکہ مطلوب نے مجلس ضمانت مین ضمانت کو
جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور بھر لے کذا فی العمادیۃ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یہبہ الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ ولو الجیۃ اور حیلہ بھر لینے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب ضامن
کو دین ہبہ کر دے اور اُسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الولوالجیۃ م ولوالجیہ مین یہ حیلہ بضمن کفالت نفس مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ
کفالت مال مین بھی ابتداء جاری ہے بعضون نے کہا یہ حیلہ اُسوقت جاری ہے جبکہ ضامن نے بقدر دین دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ یہ اصیل کا دین ہے اور اگر اُسکو اصیل کا دین کہکر
دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یطالب کفیل اصیلا بمال قبل ان یودی الکفیل عنہ لان تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من
الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ نکرے ضامن اصیل سے قبل اُسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے اسواسطے کہ ضامن اُسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنیسے ہان ضامن کو
کوئی چیز گرو مین لینا اصیل سے قبل اداء مال جائز ہے کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ہو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جائے ضامن تو وہ بھی پکڑے
اصیل کو تا اُسکو وہ چھوڑا دے واذا حبسہ لہ حبسہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا ملازمۃ ولا حبس سراج اور جبکہ طالب ضامن کو قید
کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اُس صورت مین ہے جبکہ اُسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور
اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اُسپر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباہ اداء الکفیل یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ مین ہے کہ ضامن کا ادا کرنا
طالب کو ضامن اور اصیل کی براءۃ کا موجب ہے م للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا احالہ الکفیل علی مدیونہ وشرط براءۃ نفسہ فقط مگر جبکہ ضامن
طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا م مدیون قید نہین بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محال علیہ
یہی حکم رکھتا ہے وبری الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برہن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرأ فقط کما لو حلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے
بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا چنانچہ اگر اصیل قسم کھائیگا کہ مین نے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل
ہی بری الذمہ ہوگا کذا فی البحر م مسئلہ قسم کا منح الغفار مین قنیہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کیطرف نسبت کیا ہے سو بے محل ہے ظاہرا یہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ
مطلوب مدعی ہے تو اُسپر کیونکر قسم آئے تو تصویر اُسکی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی اُسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہین پھر مدعی علیہ

Marfat.com

قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الطالب الاصیل او اخر عنہ ای اجلہ بری الکفیل تبعا للاصیل لا کفیل النفس کما مر اور اگر بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اُس سے تاخیر کرے یعنی اداے دین کی کچھ مدت مقرر کردے تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہوکر مگر کفیل نفس بری نہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا حاضر ضامنی کی بحث مین وتاخر الدین عنہ تبعا للاصیل الا اذا صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم کفلہ انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصالح الی عتق الاصیل ولہ مطالبۃ الکفیل الآن اشباہ اور متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہوکر مگر جبکہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنیسے تو مطالبہ صلح کرنے والے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہوجائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ م خانیہ مین مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق مین کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگدست ہو تو طالب اُس سے مطالبہ نہین کرسکتا اور ضامن سے کرسکتا ہے اگر وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحطاوی ولا ینعکس لعدم تبعیۃ الاصیل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہین یعنی براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہین اور نہ تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم لو تکفل بالحال موجلا تاجل عنہما لان تاجیلہ علی الکفیل تاجیل علیہما ہان اگر فی الحال مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونون سے مطالبہ متاخر ہوجائیگا اسواسطیکہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن دونون پر مہلت دینا ہے وفیہ یشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور مین ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابرا اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا م ظاہرا ضمیر فیہ بحر الرائق کیطرف راجع ہے جو قبل اسکے مذکور ہے اور حالانکہ یہ عبارت اُسمین نہین بلکہ اُسمین نہایہ سے یون مذکور ہے کہ ابراء اصیل اور تاجیل اُسکے رد کرنیسے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھرتا ہے اور تاجیل اُسکی نہین پھرتی انتہی خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہین لیکن رد کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہبہ او تصدق علیہ درر قبول کفیل شرط نہین مگر جبکہ طالب نے اُسکو ہبہ کردیا یا اُسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرر م ہبہ در صورت غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونیکے قبول اسواسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین مین تسلیط علی المدیون شرط ہے قلت وفی فتاوی ابن نجیم اجلہ علی الکفیل تاجل علیہما وعزاہ للحاوی القدسی فلیحفظ مین کہتا ہون اور ابن نجیم کے فتاوی مین ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونون پر مہلت ہوجاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کیطرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنی صورت پر محمول ہے یعنی لو تکفل بالحال الخ تو اب متن سے کچھ منافات نرہی وفی القنیۃ طالب لدائن الکفیل فقال لہ اصبر حتی یجئ الاصیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلقی علیک ہل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وہو المختار اور قنیہ مین ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اُسنے کہا کہ صبر کر تاکہ اصیل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اُسپر میرا کچھ تعلق نہین میرا تو تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہوجائیگا جواب دیا کہ ہان بری الذمہ ہوگا اور بعضون نے کہا کہ بری الذمہ نہوگا اور یہی قول مختار ہے م وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منح الغفار مین قنیہ سے یون منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہین کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہین انتہی اور ظاہرا مراد اس قول سے تضییق ضامن ہے نہ براءت اصیل واذا اجل الدین الموجل علی الکفیل بموتہ لا یحل علی الاصیل فلو اداہ وارثہ لم یرجع لو الکفالۃ بامرہ الا الی اجلہ خلافا لزفر رح اور جبکہ دین موجل حال ہوجاے ضامن پر اُسکی موت سے تو حال نہین ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن کا وارث اُسکو ادا کرے تو اصیل سے بھر نہ لے اگر کفالت اُسکے امر سے ہو مگر اُسکی مدت تک یعنی بدون آنے مدت کے اصیل سے لے نہین سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل الموجل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل بہ ای بموتہ ولو ما تاخیر الطالب درر چنانچہ حال نہین ہوتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہو اصیل پر اُسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونون مرگئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنی اُسکو اختیار ہے چاہے ضامن کے متروکہ سے لے چاہے اصیل کے صالح احدہما رب المال عن الف الدین علی نصفہ مثلا برئا الا ان المسئلۃ مربعۃ اصیل یا کفیل نے صلح کرلی صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اُسکے نصف پر مثلا یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونون بری الذمہ ہوگئے مگر مسئلہ صلح کا چار صورت کو محتمل ہے م ایک صورت یہ ہے کہ دونون کی براءت صلح مین شرط کی ۲ فقط اصیل کی براءت شرط کی ۳ سکوت واقع ہو براءت سے ۴ فقط کفیل کی براءت شرط کی طحطاوی نے کہا بلکہ مسئلہ ثمنیہ ہے یعنے

لہ فی الحال کے لفظ مین تسامح ہے غرض اُس دین سے ہے جسکی میعاد ہوگئی ۱۲

Marfat.com

آٹھ صورت کو محمل ہی چار صورتین با عتبار صلح اصیل کے اور چار با عتبار صلح کفیل کے فاذا شرط براتہما او براۃ الاصیل او سکت بری یا تو جبکہ دونون کی برات شرط کی صلح مین یا برات اصیل یا برأت سے سکوت کیا تو دونون بری الذمہ ہوگئے **واذا شرط براءۃ الکفیل وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لاسقاطا لاصل الدین** اور جبکہ صلح مین فقط کفیل کی برات شرط کی تو یہ فسخ ہی ضمانت کا نہ اسقاط اصیل دین ہم فسخ کفالت اسقدر دین مین ہی جسمین صلح واقع ہوئی مثلاً نصف مین نہ کل دین مین فیبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ **دون الاصیل فیبقی علیہ الالف فیرجع علیہ الطالب بخمسمائۃ والکفیل بخمسمائۃ** لو بامرہ تو فقط کفیل کی برات مین فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہینگے تو طالب اصیل سے پانسو بھرلے اور کفیل سے پانسو بھرلے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو **ولو صالح علی جنس آخر رجع بالالف کما مر** اور اگر کفیل نے صلح کرلی طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلاً بعوض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھرلے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم ہزار اسواسطے لیگا کہ وہ بدلہ سے دین کا مالک ہوگیا **صالح الکفیل الطالب علی شیٔ لیبرئہ من الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل** خانیہ وہو اطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس بحر صلح کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کردے تو صلح صحیح نہین اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہین کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مال ضامنی اور حاضر ضامنی دونو کو شامل ہی کذا فی البحر ہم کفالت نفس مین عدم صحت صلح بالاتفاق ہی تو اگر ضامن طالب کو دس درم شلادے تا اُسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردے تو اُسکو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہین اور اُسکی برات مین کفالت سے دو روایتین ہین کذا فی البحر والنہر **قال الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کما** طالب نے ضامن سے کہ برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اس مال سے جس کا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھرلے جبکہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض کا نکلتا ہی برئت الی کی ترکیب سے اسواسطے کہ فقط الی موضوع ہی انتہاے غایت کیواسطے اور تکلم صاحب دین منتہی ہی اس ترکیب مین تو ضرور ہی کہ منتہی کیواسطے مبتدا بھی ہو سو یہان ابتدا نہین مگر کفیل مخاطب ہے تو طالب کے کلام سے برأت مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہی تو گویا طالب نے یون کہا کہ تو نے مجھکو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہین لے سکتا تو ضامن با اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم ومفاد برأۃ المطلوب للطالب لاقرارہ کالکفیل اور مفاد تعلیل برات مطلوب ہی طالب کیطرف سے بسبب اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہین ہوسکتا بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دو بار مقبوض نہین ہوتا **وفی قولہ للکفیل برئت الی او ابرأ تک لارجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض** اور طالب کے یون کہنے مین کفیل سے کہ برات بدون لفظ الی یعنی تو بری ہوگیا یا مین نے تجھکو بری کردیا رجوع نہین یعنی کفیل مطلوب سے مال نہین لے سکتا چنانچہ اس قول مین رجوع نہین کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی مین ہی کیونکہ یہ بری کردینا ہی طالب کی طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہی ابرأ اور ادا ے کفیل کا تو رجوع ثابت نہین ہوسکتا بسبب شک کے اور ابرأ تک مین تو صاف ابتدا اسقاط ہی نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل مالک دین نہین ہوتا مگر ایفاے سے تو اس لفظ مین بالاتفاق رجوع نہین مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کردیا ہی نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہی باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل برات یا لابرأ مین مستعمل ہی نہ براۃ بالقبض مین کذا فی الطحطاوی **خلافا لابی یوسف فی الاول** ای برأت فانہ جعلہ کالاول ای لی قیل وہو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وہو اقرب الاحتمالین فکان اولی نہر معزیا للعنایۃ بخلاف ابو یوسف رح کے لفظ اول مین یعنی برئت مین اسواسطے کہ ابو یوسف رح نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہی اور بعضون نے کہا کہ وہ امام اعظم رح کا قول ہی اور ہدایہ مین اسی کو پسند کیا ہی اور وہ یعنی ابو یوسف رح کا قول اقرب الاحتمالین ہی تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ ہم دو احتمال یعنی برات استیفا اور برات اسقاط **واجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا بالقبض** علما بالعرف اور اجماع علما ہی کہ اگر طالب لفظ برات کو کاغذ مین لکھیگا تو یہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہ راجح ہی مسئلہ خلافی کیطرف یعنی اگر لفظ برات طالب لکھدیگا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہوجائیگا بالاتفاق اسواسطے کہ عرف مین کتابت نہین مگر ایفاے مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہر گئی کذا فی الطحطاوی **وہذا کلہ مع غیبۃ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان** لمرادہ اتفاقا لانہ اعجل وربہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہوچکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہی اور اُسکے حاضر ہونے کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہوگی اُس کے مراد کے بیان مین

Marfat.com

بالاتفاق کیونکہ اُسکا کلام مجمل ہے یعنی طالب سے پوچھا جائیگا کہ تونے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہین اور یہ لفظ بحر الرائق مین نہایہ سے اور فتح القدیر مین بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ومثل الکفالۃ الحوالۃ اور مانند کفالت کے حوالہ ہے یعنی اگر محال نے محتال علیہ سے کہا کہ برئت الی تو محال علیہ محیل سے مال بھر لے گا اور اگر ابرأ تک کہیگا تو رجوع نہین اور اگر برئت کہے گا فقط تو اُس مین اختلاف ہے وبطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ہنا وفی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف رح نے یہان ثابت رکھا ہے اور متفرقات مین لیکن نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی بہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جسمین طالب کو فائدہ نہین چنانچہ دخول دار اور مجئ غد اور شرط ملائم چنانچہ استیفاء بعض مال بالتعجیل بعض قید بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت مین کفالت مال کی قید لگائی اس واسطے کہ کفالت نفس مین وہ تفصیل ہے جو خانیہ مین مذکور ہے م مصنف نے قید کفالت مال متن مین مذکور نہین کی تو یہ مطلب ہے کہ اثنائے مسائل کفالت مین اُسکا ذکر کرنا بجائے تقیید ہے واللہ اعلم خانیہ مین تفصیل مذکور یون ہے کہ جب حاضر ضامنی کی براءت معلق بشرط ہو تو اُسکی چند وجوہ ہین ایک وجہ ہے کہ براءت جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دس درم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ یہ کہ براءت اور شرط دونون جائز ہین چنانچہ ایک شخص مال ضامن اور حاضر ضامن ہے سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہو جاوے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ براءت اور شرط دونون جائز نہین چنانچہ فقط حاضر ضامن سے طالب نے یہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب سے اُسکو بھر لے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ملخصا لا یستر واصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ لیدفعہ الی الطالب وان لم یعطہ طالبہ پھیر لے اصیل اس مال کو جو دیا اُس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اسواسطے کفیل کو دیا تا کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اُسکے طالب کو نہ دے م باوجودیکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اُسکو نہین پھیر سکتا اسواسطے کہ ضمانت بامر اصیل سے دو دین ثابت ہوتے ہین ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر کن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادائے ہے تو جب بعد وجود سبب اداے دین مین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اُس کا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اُسکو پھیر نہین لے سکتا کذا فی شرح الوقایۃ ل نہیہ عن الاداء لو کفیلا بامرہ والا عمل لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر واقرہ المصنف لکنہ قدم قبلہ ما یخالفہ فلیحرر اور کچھ عمل نکریگا روکنا اصیل کا اداے دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہین تو اُسکا روکنا عمل کریگا اس واسطے کہ اصیل اُسوقت مین استرداد کا مالک ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین لیکن شرح مذکور مین قبل اسکے اُس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اُسکے مخالف ہے تو اُسکی تحریر کرنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو اب اُسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہین یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہ رہی وان ربح الکفیل بہ طاب لہ لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ خلافا للثانی اور اگر مال مذکور مین کفیل کچھ نفع حاصل کریگا تو اُسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اُسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اُسکو حلال نہین کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے برخلاف ابو یوسف کے م قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین طالب تجھ سے اپنا حق نہ لے تو لے اس مال کو قبل اپنے ادا کرنے کے اور قبض بوجہ رسالت اس طرح پر کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی وندب ردہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ درر فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصیل کو جب کہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اُس دین مین پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنیسے چنانچہ گیہون نہ اُس دین مین جو تعیین سے متعین نہوتا ہو چنانچہ نقود تو وہان رد کرنا مستحب نہین م جامع صغیر مین استحباب

Marfat.com

روکے واسطے ادائے اصیل کی قید مذکور نہین لیکن دُرر کی عبارت موہم ہی خلاف مقصود کے کذا فی الطحطاوی وجہ اجتناب کی یہ ہی کہ اُسمین خبث آگیا ہی بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اُسکے پھروا دینے پر جبر نہین کر سکتا کذا فی النہر ولو ردہ ہل یطیب للاصیل الاشبہ نعم ولو ضیا عنایۃ اور اگر نقد مال کی منفعت کفیل اصیل کو پھیر دے تو کیا اصیل کو وہ حلال طیب ہی یا نہین قول اشبہ بالحق یہ ہی کہ ہان حلال طیب ہی اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی العنایۃ امر الاصیل کفیلہ ببیع العینۃ ای بیع العین بالبیع لئیتہ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وہو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی بیچنا عین کا اُدھار فائدہ لے کر تا قرض لینے والا اُسکو ثمن اول سے کمتر بیچ لے تا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خوارون نے ایجاد کیا ہی اور وہ بیع شرع مین مکروہ اور مذموم ہی کیونکہ اُسمین قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہی ہم عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہی سلف سے اُسکو بیع العینہ اسواسطے کہا کہ اسمین میلان ہی دین سے بیع العین کی طرف مسکین نے کہا عینہ مشتق ہی عین سے بیع العین بالبیع کی صورت یہ ہی کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپے کو اُدھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور پانچ روپے کا نقصان[1] اٹھاوے اور بعضون نے کہا صورت اُسکی یہ ہی کہ عین خریدکرے زیادہ تر اُسکی قیمت سے تا اُس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعوض اتنے ثمن کے لے جتنے کو غیر نے خریدا اور بائع اول شخص غیر کو کمتر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو اُدھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ اُسکو دیے محمود نے وہی دس روپے خالد کو دیے توسط شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کمتر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اُسی طرح بیع العینہ کی چند صورتین اور بھی ہین محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے برابر ہی اُسکو سود خوارون نے اختراع کیا ہی اور شارع علیہ السلام نے اُسکی مذمت کی ہی سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعینۃ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید فروخت بطریق بیع العینہ کے کروگے اور بیلون کے دمون کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی مین مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل ہوگے تو ذلیل ہو جاوگے اور تمھارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور ابو یوسف نے کہا کہ بیع مکروہ نہین کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے دل مین یہ آتا ہی کہ جسکو دافع دینے والا ۱۲ اخراج کرتا ہی اگر اُسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمین وہ چیز سب یا بعض دافع کیطرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت مین اور چنانچہ یہ صورت کہ پندرہ روپے قرض دیے تھے پھر اُسکے ہاتھ دس روپے کا کپڑا پندرہ روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض دیے تھے پھیر لیے تو دافع سے خارج نہوئے مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اُسمین سے بعض پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہی یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیع اُسکی طرف راجع نہوئی تو اس بیع مین کراہت نہین مگر خلاف اولی ہی شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر مین مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہی اس طرح پر کہ قول محمد بکراہت بیع العینہ اُس صورت پر محمول ہی جبکہ دافع کیطرف کل یا بعض عین پھر آوے اور قول ابو یوسف بعدم کراہیت اُس صورت پر محمول ہی جبکہ دافع کیطرف کچھ عود نکرے اسی طرح حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہی جسپر محمد کا قول محمول ہوا تو اب وہ شبہہ ساقط ہوگیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیونکر قائل ہوے باوجود اس حدیث کے جو کہ مقتضی ہی مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ہم فتح القدیر مین مذکور ہی کہ جب دافع کیطرف وہ عین جو اُسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کرگئی تو وہ بیع کسی بیع العینہ نہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہی عین مترجمہ سے بمطلق عین سے والاہر بیع بیع العینہ ہوجائے **ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل وزیادۃ** الربح علیہ لانہ العاقد ولانہ علی الآمر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل مجہول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی موجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو مبیع مذکور کفیل کے واسطے ہی اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اُسکی منفعت کفیل ہی کو ہی کیونکہ کفیل ہی عاقد ہی اس بیع کا اور کچھ لازم نہین اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمان نقصان کی ہی یا مجہول کی توکیل ہی اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہی ہم خلاصہ یہ ہی کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کیطرف راجع ہی ضمان خسران اسواسطے باطل ہی کہ ضمان نہین ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہین تو اگر بائع بازارین کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجھکو لاحق ہوا وہ مجھپر ہی یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر ترا غلام بھاگ گیا تو وہ مجھپر ہی تو جائز نہین وکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہی کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہین **کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ** عبارۃ الدرر لزم بلا نسیر وفی الہدایۃ وہذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاک ضامن ہوا ایک مرد کی طرف سے اُس مال کا جو مکفول لہ کیواسطے ثابت اور واجب ہوا اُس مرد پر یعنی

[1] یعنی دس روپے کو بیچی ہی اور پانچ روپے کا نقصان اٹھاوے اور بعضون نے کہا صورت اُسکی یہ ہی کہ عین خرید کرے زیادہ تر اُسکی قیمت سے تا اُس ثمن سے کمتر کو بیچے

۱۲ منہ

۱۲ منہ

یعنی اصیل پر یا اُس مال کا ضامن ہو جس کا قاضی اُسپر حکم کرے یا جو مال کہ اُسکو لازم ہو اور کی عبارت مین لفظ لزم بدون ضمیر کے ہی اور ہدایہ مین ہی کہ یہ یعنی لفظ وجب اور قضی ماضی ہی اور مراد اُس سے مستقبل ہی چنانچہ اطال اللہ بقاک مین فغاب الاصیل فبرہن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم تقبل بینۃ حتی یحضر الغائب فیقضی علیہ فیلزمہ تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہی تو گواہی اُسکی مقبول نہو گی جبتک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اُسپر مال مذکور کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل ہم وجہ اُسکی یہ ہی کہ کفیل نے اُس مال کا التزام کیا جو اُسپر قاضی ضمان مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ مین تو یہ ضمانت ہی اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہی کیونکہ اُسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہی کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہین تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وان برہن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال وہو الی الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اُسکا زید غائب پر اتنا مال ہی اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہی غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو زاد وبامرہ قضی علیہما فللمکفیل الرجوع لان المکفول بہ ہنا مال مطلق فامکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہی غائب کا اُسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا بھر لینا اصیل غائب سے جائز ہی اسواسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہان یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہی تو اسکا اثبات ممکن ہی بخلاف ما تقدم کے ہم گواہی یہان مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ مین اسواسطے کہ وہان مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہ ہوئی اور یہان مکفول بہ مال مطلق ہی اور مال کا دعوی بھی مطلق ہی تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہی جو مدعی نے کہا کہ اگرچہ یہ قضا علی الغائب ہی مگر یہ کہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شئی ضمنا ثابت ہوتی ہی اور قصدا ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وہذہ حیلۃ اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ ہے اثبات دین کا غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہی ولو خاف الطالب موت الشاہد تواضع مع رجل ویدعی علیہ مثل ہذہ الکفالۃ فیقر الرجل بالکفالۃ وینکر الدین فیبرہن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرأ الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مر جانے سے ڈرے تو موافقت کرلے کسی مرد کے ساتھ اور اسپر اسی طرح کی کفالت یعنے کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو وا رالقضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کرے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسی طرح کفالت کے مانند حوالہ ہی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہی کفالۃ بالدرک تسلیم منہ لمبیع کفالت بالدرک تسلیم ہی واسطے مبیع کی جانب کفیل سے ہم یعنی جسنے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اُسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہی تو اگر بعد اُسکے یہ دعوی کریگا کہ مبیع مذکور میری ملک ہی تو دعوی اُسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ ملک بائع کا اقرار ہی اُسکے بیع کے وقت تو بعد اُسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اُسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہی شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک نے سکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہین کما کتب شہادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعا نافذا بامانتہ تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اُس کاغذ مین جسمین یہ لکھا ہی کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہی ملک بائع کی کما لو شہد بالبیع عند الحاکم فقضی بہا اور لاچنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہی اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو نہ دیا ہو ہم حموی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہی باتفاق روایات لایکون تسلیما کتب شہادتہ فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ مین جو مطلق ہی قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہی جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیع نامے مین

Marfat.com

نہون تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہو گی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اُسکے مسموع ہوگا کیونکہ اُسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے اسواسطے کہ بیع گاہی غیر مالک سے صادر ہوتی ہی چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہوتا واقعہ یاد رہے بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اُسمین مصلحت معلوم ہو تو اُسکو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی **وکتب شہادتہ علی اقرار العاقدین** لانہ مجرد اخبار فلا تناقض ملا اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہ مجرد اخبار ہی تو کچھ تناقض نہین یعنی دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع مین مشروط نہین اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہی اسواسطے کہ بیع گاہی مالک سے صادر ہوتی ہی گاہے غیر مالک سے کذا فی النہر **ولم یذکر الختم** لانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتاب شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہی اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہی باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے نامون کے مہر بھی کر دیتے تھے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہی مہر ہو یا نہو **قال الکفیل ضمنتہ لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن** لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا مین اُسکا تجھسے ضامن ہوا ہون ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہی نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہی کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہی وعکسہ ای الحکم المذکور **فی قولک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الآخر ہو المقرلہ حالۃ** لان المقرلہ ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول مین کہ تیرے مجھپر سو ہین ایک مہینے کی مدت تک مثلاً جب کہ دوسرے شخص یعنی مقرلہ نے کہا کہ سو حال ہین نہ مؤجل اسواسطے کہ مقرلہ مدت کا منکر ہی **والحیلۃ لمن علیہ دین مؤجل وخاف الکذب او حلولہ باقراره ان یقول ہو حال او مؤجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ** (یعنی اور جس پر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہی یا مؤجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہی تو مدیون اُسکا انکار کرے اور اُس انکار مین اُسپر کچھ حرج نہین کذا فی الزیلعی **ثم خوف کذب** در صورت انکار دین ہی اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہی انکار حلول مین اسواسطے کہ حرج نہین ہی کہ وہ اُسمین صادق ہی **ولا یوخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن** لانہ بمجرد الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ملحوظ نہین ہوتا کہ بمجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع مین مذکور ہوچکا **وصح ضمان الخراج** ای الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ **والمرہون بہ اذا الرہن بخراج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلقہ فی البحر** اور صحیح ہو ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایک بار ہوتا ہی خراج موظف وہ ہی جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے اس قول کے قرینے سے لگائی اور صحیح ہو بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعۂ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر برخلاف اطلاق بحر الرائق کے ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہی کہ موظف دین ہی جس کا مطالبہ من جہۃ العباد ہو تو موظف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہونے مین بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہی یہان تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جاوے کاشتکار پر کچھ واجب نہین اور کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے اطلاق اور تقیید دونون نقل کیے ہین تو اُسپر اعتراض وارد نہین کذا فی الطحطاوی **ملخصا ویجوز الزیلعی الرہن فی کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق منقوض بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن** اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اُس چیز مین جس کی کفالت جائز ہی بواسطے جامع توثق کے منقوض ہے درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہے طحطاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر سے ہی اور متاخرین مصنفین اسکے تابع ہین حموی نے اسکا جواب دیا ہی کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور اُنکو کلیہ جو کہتے ہین تو باین معنی کہ داخل تحت شی نہین ہین نہ باین معنی کہ ہر فرد پر منطبق ہین **وکذا النوائب** اور اسی طرح نوائب کی ضمانت صحیح ہی ہم نوائب جمع ہی نائبہ کی بمعنے مصیبت وحادثہ یہان مراد وہ مال ہی جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق مین ہی کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے سب خلق کو فائدہ ہے اور

Marfat.com

چوکیدار محلہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیون کے چھوڑانے کے واسطے معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہی کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہین اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اس امر مین جسمین مصلحت ہی مسلمین کی واجب ہی بشرطیکہ بیت المال مین کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبی چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے مین لوگون پر ناحق مقرر ہوگئے ہین اُن کی صحت کفالت مین اختلاف ہی لیکن بالاصلاح الاصلاح مین صحت کفالت پر فتوی ہی انتہی ملخصا ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہی اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہون چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ مین دیون کے مانند ہین بلکہ اُنسے بھی فوق ہین یہان تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لے تو مزارع کو مالک زمین سے اُسکا بھر لینا جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی شرح الوقایۃ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اُسکو مسلم رکھا ہی درر اور منتقی مین ہی کہ اُسکو معلوم کرنا چاہیے اُسپر فتوی دینا چاہیے فتح القدیر مین ہی کہ جبایات مُوظفہ لوگون پر ہمارے زمانے مین بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا یومیہ یا سہ ماہی سلطان کے واسطے مقرر ہوا بنایہ مین ہی کہ مصیبت کبرائے کس ہی یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعا حرام ہی اور اُسکی کفالت جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقیدہ شمس الائمۃ بما اذا امرہ بہ طائعا فلو مکرہا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع مین یہ قید لگائی ہی جب اُسکو اُسکا امر کرے بخوشی سو اگر اُسپر زبردستی ہوگی امر کرنے مین تو اُسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہی اُسکو اکمل نے عنایہ مین ہم یہ کلام مرتبط ہی محذوف سے جسکے حذف کرنے سے مطلب مین خلل پڑگیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار مین یہ ہی کہ جو غیر کے نائبہ کو اسکے امر سے ادا کرے تو اُس سے بھر لے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہی چنانچہ خانیہ مین ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اُسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ مین ہی کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اُسوقت ہی جبکہ اُسکا یعنی ادائے دین کا امر اکراہ سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اُسکا امر بالرجوع معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر وعلیہ فلا یفسق حیث عدل وہو نادر اور علمانے کہ جو شخص تقسیم جبایات مین قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین از روے انصاف کے ہو وہ ماجور ہی یعنی ثواب پاویگا اور اُس قول کے موجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہی کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی او قال الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذہ تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان الصولباشی یمسک جلادا ویجیء فیقول لآخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فحینئذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتدبر کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ مین ہی کہا کسی شخص نے کہ مجھکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسی طرح کہا سو اُسنے چھڑایا تو مال تخلیص مین جو خرچ کیا ہو وہ اُس شخص سے بھر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے مین کہتا ہون اور ایسا حادثہ ہمارے ملک مین بکثرت ہوا کرتا ہی کہ صولباشی پکڑ رکھتا ہی کسی مرد کو اور اُسکو قید کرتا ہی تو وہ مجوس دوسرے شخص سے کہتا ہی کہ مجھکو چھڑا لے سو وہ اُسکو چھڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت مین مبلغ مذکور بھر لے مجوس سے بلا شرط رجوع بلکہ بمجرد اُسکے امر کرنے کے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہی حاشیہ بزازیہ مین مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ہی النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالکفالۃ بہا صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہی اور بعضون نے کہا کہ قسمت عبارت ہی نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضون نے سوائے اُسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اُسکی ضمانت صحیح ہی کذا فی شرح الوقایہ قسمت بتفسیر مذکور مصدر ہی بمعنی مقسوم نائبہ مُوظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہی جو ہر ماہ یا سہ ماہی مین مقرر ہو بعضون نے تفسیر قسمت یون کی ہی کہ پہلے دونون شریک قسمت کرلین پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اُسکا کوئی ضامن ہوا اور بعضون نے یون تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نمانے پھر اُسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہی کیونکہ اُسپر قسمت واجب ہی کذا فی الطحطاوی قال رجل لآخر اسلک ہذا الطریق فانہ آمن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل سو اسلیئے کہ اس راہ مین خوف نہین یا امن ہی پھر وہ شخص اس راہ مین گیا

Marfat.com

اور اُسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہین و لو قال ان کان مخوفا واخذ مالک فانا ضامن والمسئلۃ بحالہا ضمن اور اگر یون بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو مین ضامن ہون اور یہ مسئلہ بدستور مسئلہ سابقہ ہے یعنی بموجب اُسکے کہنے کے وہ شخص اُس راہ مین گیا اور اُسکا مال چھن گیا تو وہ شخص ضامن دیگا ہذا وارد علی ما قدمہ بقولہ ولا تصح بجہالۃ المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیۃ یہ اعتراض وارد ہے مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہین مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشرنبلالیہ م یہان صحت زمان صحت کفالت کی جہت سے نہین تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہے کہ قائل نے دھوکھا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہے اگر بشرط ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت مین ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی المسعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا درر وتمامہ فی الاشباہ ومر فی المرابحۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کھانے والا فریب دینے والے سے اسی صورت مین رجوع کرتا ہے جب کہ فریب در ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب کھانیوالے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اُسکا اشباہ مین ہے اور باب المرابحۃ مین مذکور ہو چکا م عقد معاوضہ احتراز ہے عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن مین مذکور ہے اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہے کہ وہ اُسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا فروع مسائل ملحقہ شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہے نہ ضمان اتلاف کے مانند للکفیل منع الاصیل من السفر لو کفالتہ حالۃ لیخلصہ منہا باداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اُسکی کفالت فی الحال کی ہو نہ موجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے م تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اُسکو جائز نہین اگر ضامن چاہے اُسکے ساتھ بنا رہے تا حلول مدت وفی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری ای بامرہ اور کفیل بالنفس مین تو یہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اُسکے پاس کما فی الصغری یعنی اگر حاضر ضامن اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان لم یشترطہ کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ وباطعام عن کفارتہ وباداء زکوۃ مالہ وبان یہب فلانا عنی الفا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اُسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اُسکو اُس غیر سے بھر لے اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اُس کے اداے دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین ۱- پہلا مسئلہ یہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲- امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳- امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴- امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف سے ہزار ہبہ کرے م فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اسکے ہبہ کا عوض دے سو اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ شخص آمر سے رجوع مال نکرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا بنظر اُس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہین فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل فی الاشباہ جہان کہین کہ وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اُس مال کا مالک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور آمر سے اپنا مال بھر لے گا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع نہین اور پورا بیان اُسکا سراج کی کتاب الوکالہ مین ہے اور یہ سب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہین م مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہے بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور مامور اپنا مال بھر لے گا مشتری سے اور اُسی طرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلا دے تو صحیح ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہان مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہین تو مامور کو یہان اپنا مال بھر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل للمختلعۃ بمالہا علی الزوج من الدین لا یبرأ بتجدد النکاح بینہما اور ملتقط مین ہے کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اُس مال کا جو اُسکے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہو جانیسے م صورت اُسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اُسکا دین ہے جو اُس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اُس دین کا کوئی شخص

Marfat.com

ضامن ہوا زوج کی طرف سے پھر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہی کیونکہ تجدد نکاح متضامنین مسقط کفالت مذکورہ نہین ثوب غاب عن دلال لاضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اُسپر تاوان نہین ہم اسواسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہی تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساومہ واتفقا علی ثمن فعلیہ قیمۃ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اُسنے خریداری کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکان دار ثمن پر متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پھرا پھر اُسکو دوکان مین رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہین امام اعظمؒ کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہی ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اُسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اُسکی ثابت ہوئی دلال معروف فی بدہ ثوب بتین انہ مسروق فقال ردت علی الذی اخذت منہ بری مشہور دلال ہی جسکے ہاتھ مین کپڑا ہی جسکا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا مین نے کپڑا پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ ہی ولو قال طالب غرمی فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرۃ منہ بجبر المثل لایزاد علی عشرۃ الملتقط اور اگر صاحب ثوب نے دین نے کہا کہ برابر دیون فلانے شہر مین ہی جسوقت کہ تو میرا مال اُس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درم یا دینار ہین اُس مال سے تو اُجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط واقعیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لایصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فیلحر شارح کہتا ہی اور مین نے اُس کا فتوی دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہی تو اُسکی تحریر کرنا چاہیے ہم عامل لنفسہ اسواسطے ٹھہرتا ہی کہ قبض ثمن کی ولایت اُسی کے واسطے ہی اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہی دلال وہ ہی جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اُسکے مالک کو بتادے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہوچکا **فائدۃ** ذکر الطرطوسی فی مؤلفہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاعمال لایجوز الاعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہے جسکو طرطوسی نے اپنی کتاب مین ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالداروں سے جائز نہین مگر بیت المال کے عاملون سے باین استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اُسوقت ہوا تھا جبکہ فاروق اعظم نے اُن کو بحرین کا عامل کیا تھا پھر اُن کو معزول کیا اور بارہ ہزار اُنسے لیے پھر اُن کو عاملی کے واسطے بُلایا سو اُنھون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہے ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور مین سورۂ یوسف کے اندر (جعلنی علی خزائن الارض) کی تفسیر مین بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر رض نے مجھکو بحرین کا عامل کیا پھر مجھکو معزول کیا اور دس ہزار مجھ سے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجھکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروقؓ نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تم سے تو مین نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پردتے نبی کے اور مین تو امیہ کا بیٹا ہون ڈرتا ہون کہ بے علمی سے کچھ کلام کرون اور بے علمی سے کچھ فتوی دون اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی الطحطاوی وارادوا بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو ونحوہا الا ماکن فللحاکم اخذ اموالہم منہم وعزلہم فان عرف خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال نہر وبحر اور طرطوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اُن کے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جبکہ وہ لوگ کشایش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع اُنکی خیانت کی دلیل ہے اور انھین کے ساتھ متصدیان اوقاف اور اوقاف کے ناظر ملحق ہین جبکہ وہ کشایش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون اور عمارت بناوین تو حاکم کو اُنکے مال

اُنسے چھین لینا اور اُنکا معزول کرنا جائز ہی سو اگر اُنکی خیانت کسی وقف مخصوص مین معلوم ہوجاے تو اُس مال کو اُسی وقف مین داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکھے کذا فی النہر والبحر م سیدحموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اُس قسم کا ہی جسکو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اُسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اُسکا فتوی دیا جائے تو وہ عمال مذکورین کے اموال کو چھین لین نہ اوقاف مین اُن اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ اُنکو نالائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اُسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی التلخیص لو کفل الحال مؤجلا متاخرعن الاصیل ولو قرضا لان الدین واحد قلت وقدمنا انہا حیلۃ تاجیل القرض اور تلخیص مین ہی کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ موخر ہوجائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہی مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہے ویجوز ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن منعہ ولکن یسافر معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور آدمیکا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اُسکا روکنا درست نہین ولیکن صاحب دین اُسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہوچکے تو اُسکو سفر سے روکے تاوہ ادائے دین کرے م منتقے مین ہی کہ درصورت ارادۂ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادائے دین مین ٹال مٹول کرتا ہو تو ضامن لے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی واستحسن ابویوسف ز اخذ کفیل شہر الامرأۃ طلبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابویوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہی ایک مہینے کا ضامن دینا اُس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہی م جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہی اور بطور قیاس اُسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وقاس علیہ فی المحیط بقیۃ الدیون لکنہ مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہی لیکن وہ قیاس مع الفارق ہی چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے م یعنی صاحب محیط نے بقیہ دین مؤجلہ کو قیاس کیا ہی کہ کفالت اُسکی لیجائے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبدالبر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہی کہ دیون قوی ترہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتی بخلاف نفقہ کے علاوہ برین منتقے مین تجویز تکفیل مدیون مسافر صحیح ہی اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہی کذا فی الطحطاوی لکن فی المنظومۃ المجیبۃ اشعار لو قال مدیونی مرادہ السفر ✣ واجل الدین علیہ ما استقر ✣ وطلب التکفیل قالوا یلزم ✣ علیہ اعطاء کفیل یعلم ✣ لیکن منظومہ مجیبہ مین ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اُسپر ہنوز مستقر نہین اور اُسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اسکو ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معاوم اور مشہور ہو یعنے اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین اشعار لو حبس الکفیل قالوا اجازلہ ✣ اذا اراد حبس من قد کفلہ ✣ لانہ قد کان لاجلہ ✣ حبس فلیجازہ بفعلہ ✣ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اُسکو جائز ہی کیونکہ ضامن کی محبوسی اُسی کے واسطے ہوئی ہی تو چاہیے کہ وہ اُسکو بدلہ دے اپنے فعل سے اشعار ثم الکفیل ان یمت قبل لاجل ✣ لاشک ان الدین فی الحال حل ✣ علیہ قالوا رث ان اداہ لم ✣ یرجع بہ من قبل ما التاجیل تم ✣ پھر اگر ضامن مرجائے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین دین فی الحال اُسپر واجب الادا ہوگیا تو اگر ضامن کا وارث اُسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ بھرلے قبل تمام ہونے مدت کے م اصل مین یون تھا کہ لم یرجع من قبل ماتم الاجل ما مصدریہ ہی اور فاعل فعل مقدم ہوگیا اپنے فعل پر اور یہ بعضون کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہ باب ہی دو مردون کے ضامن ہونے کا م چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہی تو بعد فراغت مفرد اُسکو شروع کیا دین علیہا لآخر بان اشتریا منہ

Marfat.com

عبد ابمائۃ وکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف لرجحان جہۃ الاصالۃ علی النیابۃ دین ہے دو شخصون پر دوسرے آدمی کا اس طرح پر کہ دونون نے اُس سے ایک غلام سو روپے کو خریدا اور ضامن ہوا ہر مدیون اپنے ساتھی کا اُسکے امر سے تو جائز ہی اور نہ بھرے اپنے شریک سے مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین ہی اور دوسرے مطالبہ ہم یہ حکم اُس صورت مین ہی جبکہ دونون دین صفت اور سبب مین برابر ہون اور اگر صفت مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک شخص پر دین موجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اُسکی تعیین اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہی اور اُس سے بھر لے اور اُسکے بالعکس مین رجوع نہین اور اگر سبب مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین مودی اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہی اسواسطے کہ دو جنس مختلف مین نیت معتبر ہی نہ جنس واحد مین اور دونو کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور ضامن ادا کریگا اور اپنے شریک کی جانب سے اُسکو ٹھہرا دیگا تو اسکی تصدیق ہو گی اور نصف سے مراد وہ ہی جو اُسکے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی الخطاوی ولا نہ لو رجع بنصفہ لادی الی الدور اور اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اُسکو شریک سے بھر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادائے نائب یعنی ادائے کفیل بامر اصیل مانند ادا کرنے اصیل کے ہی اور اگر اصیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسی طرح نائب کے ادا کرنیسے رجوع کریگا دریافت کرنا چاہیے کہ یہان حقیقت دور مراد نہین کیونکہ وہ عبارت ہی توقف الشئی علی نفسہ سے اور فی الحقیقت یہان تسلسل فی الرجوعات لازم ہی وان کفلا عن رجل لشئی بالتعاقب بان کان علی رجل دین فکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع وہذہ القیود خالفت الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوے ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اس طرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا سو اُسکے دو مرد ضامن ہوے اُنمین سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ علیحدہ ضامن ہوا پھر دونون کفیلون مین سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اُسکے امر سے سب دین کا اور اُن قیود ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلہ سے جدا ہوگیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہون پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جاویگا کیونکہ دونون پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے جمیع دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائے گا فما اداہ احدہما رجع بنصفہ علی شریکہ لکون الکل کفالۃ ہنا سو دونون شخصون مین سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اُسکے نصف کو اپنے شریک سے بھر لیگا کیونکہ کیونکہ بالکل کفالت ہی ہم جب بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہان ثابت نہوا بخلاف مسئلہ اولی کہ وہان اصالت راجح ہی کفالت پر اور یرجع ان شاء بالکل علی الاصیل لکونہ کفل بالکل بامرہ اگر چاہے اصیل سے سب مال مودی بھر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہی اصیل کے امر سے وان ابرأ الطالب احدہما اخذ الطالب الکفیل الآخر بالکل بحکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کر دے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اُسکی کفالت کے ہم چونکہ صورت مفروضہ یہ ہی کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہی پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہی لہذا کل دین کا مطالبہ اُس سے صحیح ہی ولو افترق المفاوضان وعلیہما دین اخذ الغریم ایاہما شاء منہما بالکل الدین لتضمنہما الکفالۃ کما مر اور اگر دو شریک مفاوض مین افتراق ہو یعنے شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونون پر دین ہو تو صاحب دین اُن مین سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنی ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہی چنانچہ کتاب الشرکۃ مین مذکور ہو چکا ہم دستور مین مذکور ہی کہ غریم وہ ہی جس کا دین ہو اور رب دین ہو کذا فی الخطاوی یعنے دائن اور مدیون دونون کو غریم کہتے ہین ولا رجوع علی صاحبہ حتی یودی اکثر من النصف لما مر اور رجوع نہین اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ

Marfat.com

اکثر نصف دین سے ادا کرے چنانچہ مسئلہ اولی کی تعلیل مین مذکور ہوچکا کہ وہ اصیل ہے نصف مین اور کفیل ہے نصف باقی مین تو جو ادا کرے گا وہ اُسکے دین مین شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اُسی قدر مین رجوع ہے **کاتب عبدیہ کتابۃ واحدۃ وکفل کل من العبدین عن صاحبہ صح استحسانا** مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبارگی کتابت سے یعنی یون کہا مثلاً کہ مین نے تم کو مکاتب کیا ایک ہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے ہم بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہین کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہین تو درصورت اجتماع بطریق اولی صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان واجب التصحیح ہے اور شارع کی رضامندی عتق مین ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحینئذ فما ادی احدہما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور اُسوقت مین جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کرے گا اپنے ساتھی سے اُسکا نصف مال بھر لیگا بسبب برابر ہونے دونون کے یعنی اصالت اور کفالت مین **ولو اعتق المولی احدہما والمسئلۃ بحالہا صح واخذ ایا شاء منہما بجمیعہ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ** اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بدستور سابق ہے تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولی دونون مین سے جس سے چاہے اُس غلام کا حصہ جسکو اُسنے آزاد نہین کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے بباعث اصالت کے **فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ بالکفالۃ وان اخذ الآخر لا لاصالتہ** پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھر لے بسبب اُس کی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہین کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے **واذا کفل شخص عن عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظہر فی حق مولاہ بل فی حق عتقہ بعد عتقہ کمال لزمہ باقرارہ او استقراض او استہلاک ووديعة فهو ای المال المذکور حال وان لم یسمہ ای الحلول لحلہ علی العبد وعدم مطالبتہ العسرۃ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل موجلا تاجل کما مر اور جبکہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی طرف سے اُس مال کا جس کا دین ہو نا حق مولی مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہے بعد اسکے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے ہے تو وہ یعنے مال مذکور حال ہے نہ مؤجل اگرچہ اُسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اُنکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اُسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور بھر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اُس صورت مین مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہوچکا **ادعی شخص رقبۃ عبد فکفل بہ رجل فمات العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ** کا مدعوی کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سو اُسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مرگیا قبل اُس کی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اُسکا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے اُسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور انہین قابض پر عین واجب ہے اور بعد ہلاک کی عین رد قیمت واجب ہے اسی طرح ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی **ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد برئ الکفیل کما مر** فی الحر اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مرگیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہوچکا یعنے اسواسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہوجاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے **ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق لہ** اور اگر وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہین ضامن ہوا اپنے مولی کی طرف سے اُسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولی کے واسطے ثابت ہے ہم ظاہر اغلام مین لیاقت کفالت نہین کیونکہ اہل تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولی کے امر سے اُسکی عدیم التصرفی زائل ہوگئی پھر جبکہ غلام پر دین نہوا تو اُسکی مالیت مین مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن اسکے ضامن ہونے مین کافی ہوگیا اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اُسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی **فاذا اعتق فاداہ وکفل سیدہ عنہ بامرہ فاداہ ولو بعد**

Marfat.com

عتقہ لم یرجع واحد منہما علی الآخر لانعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلا منہما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا ینقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پھر جبکہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اُس نے مولی کا دین ادا کیا یا مولی غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اسکے امر سے پھر اسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولی مین سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہین دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہوگی بعد اسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلناہ چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اسنے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالۃ رجوع دین کی موجب نہوگی اُس دلیل سے جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہین ہوتا وقالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر امواله اور علما نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولی ہے ادائے دین کفالت کے واسطے اسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہے اُس سے ادائے دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر وفائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ الی الدین برقبتہ وہذا لم یثبتہ المصنف متنا فی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونے کے فائدہ اپنے مولی کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اسکی گردن سے اور یہ یعنے فائدہ کفالت مولی وکفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح مین بطور متن کے ثابت نہین کیا یعنی بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالۃ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام مین مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونون عقد مین التزام ہے اس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر یہ کہ حوالہ مین اصیل کی برات کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح ہی لغۃ النقل حوالہ لغت مین بمعنے نقل اور زوال ہے وشرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ اور اصطلاح شرع مین حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف وہل توجب البراءۃ من الدین المصحح نعم فتح اور کیا حوالہ برات دین کا موجب ہے قول مصحح یہ ہے کہ ہان یعنے محیل بری الذمہ ہوجاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ہم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہین اور اگر دین اُسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابرا صحیح ہوتا کذا فی النہر المدیون محیل والدائن محتال ومحتال لہ ومحال ومحال لہ ویزاد خامس وہو حویل فتح مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچوان مزید لفظ حویل ہے کذا فی الفتح ومن یقبلہا محتال علیہ ومحال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول والمال محال بہ اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین مین اور حوالہ قبول کرنے والے مین فرق بواسطہ صلہ کے ہے یعنی دائن مین لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنے والے مین لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور گاہے اول یعنے دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے ہم تقدیر محتال بصیغہ اسم فاعل محتول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محتول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کے صلے کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہین بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونون مین فرق بصلہ وعدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یون ہے کہ مثلاً زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہین سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی اپنا قرض اسپر اتارا اور اُس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت مین خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درم محال بہ فائدہ جلیلہ رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مین نے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اُسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط

Marfat.com

نہین توحوالہ عبد ماذون اور مجور کا صحیح ہی اور رضاے محیل بھی شرط ہی مگر وہ مکروہ ہوگا تو صحیح ہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہی اور محتال مین بھی عقل و بلوغ شرط نفاذ ہی تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہی تو احتیال مکرہ غیر صحیح ہی اور ہونا اسکا مجلس حوالہ مین شرط ہی تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین اور محال علیہ مین عقل اور بلوغ شرط ہی تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہین اگرچہ بامر محیل ہو اور گو اس کا ولی اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ بامر رضا ہی اور منجملہ شرائط رضا ہی اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ مین اور یہ شرط انعقاد ہی اور محال بہ مین یہ شرط ہی کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہین تو جسکی کفالت صحیح نہین اُسکا حوالہ بھی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر والحوالہ شرط لصحتہا رضی الکل بلا خلاف الا فی الاول وہو المحیل فلا یشترط علی المختار شرنبلالیہ عن المواہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سب کی بلا خلاف مشروط ہی مگر اول یعنی محیل مین سو اسکی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہین کذا فی الشرنبلالیہ عن المواہب ہم زیادات مین رضاے محیل شرط نہین مگر قدوری مین شرط ہی رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہی کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہی اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی ٹال بالمین متفاوت ہوتے ہین تو اسکی رضامندی ضرور ہی کہ اُسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی نادہندی سے اور رضامندی محتال علیہ کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہی اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اسکے التزام سے اگرچہ محال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے مین متفاوت ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہی اور کوئی سختی سے اور رضاے محیل اسواسطے شرط نہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہی کہ محتال علیہ کا اپنی ذات کے حق مین اور محیل کا اسمین کچھ ضرر نہین بلکہ اسمین اسکا فائدہ ہی کیونکہ محتال علیہ اسپر رجوع نہین کرسکتا جبکہ حوالہ بامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل و ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مطل الغنی ظلم اذا احیل احدکم علی ملی فلیحتل) یعنی مالدار کا ٹالنا اور اداے دین نہ کرنا ظلم ہی اور جب تم مین سے کسی کو حوالہ کیا جاے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہی اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہی اور حق ظاہر یہ ہی کہ یہ امر اباحت کا ہی یعنی دلیل ہی جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعًا کذا فی الفتح ملخصًا بل قال ابن الکمال انما شرط القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضاے محیل اسی واسطے شرط کی ہی کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہین بہ روایت مین ہم بہ توفیق بین القولین ہی یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہی کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہین کرسکتا مگر جبکہ حوالہ اسکی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہی لکن استظہر الاکمل ان ابتداء ان من المحیل شرط ضرورۃ والا لا اور اکمل نے عنایہ مین قول ظاہر اسکو کہا ہی کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہی تو رضاے محیل ضرور شرط ہی اور نہین تو شرط نہین ہم یعنے اگر محیل کی جانب سے ہی تو احالہ ہی اور یہ فعل اختیاری ہی کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہین اور یہ روایت قدوری کا محمل ہی اور اگر ابتداء اسکی محال علیہ کی جانب سے ہی تو احتیال ہی کہ فقط رضاے محال علیہ سے تمام ہوجاتا ہی بدون رضاے محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہی انتہی خلاصۃ العنایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام مین بمعنی احالہ ہی اور زیادات کے کلام مین بمعنی احتیال ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی واراد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد کما مر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنے عدم رد بلا قبول مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین انعقاد حوالہ کی شرط ہی کذا فی البحر عن البدائع ہم اور بعضے نسخے مین قبولہا ہی یعنے قبول احتمال اور محتال علیہ شرط انعقاد ہی یہ مذہب ہی طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہی تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اسکو خبر پہونچے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد ہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہی کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقین لا حضورہما واقرہ المصنف لکن در وغیرہا مین محتال یا اسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہی اور باقی شخصون کی رضامندی شرط ہی نہ حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بزازیہ اور خانیہ مین بھی یہی مذکور ہی اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہین رہتی لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہی نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصحح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہی دین معلوم غیر مجہول مین نہ عین مین جوہرہ مین زیادہ کیا اور وہ حوالہ صحیح ہی حقوق مین انتہی ہم عین مین اسواسطے حوالہ صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اسکا نقل کرنا

Marfat.com

ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کیطرف نہین ہوسکتا اور یہ عدم صحت حوالہ مطلقہ مین ہی اور حوالہ مقیدہ مین تو حوالہ عین کا صحیح ہی کافی مین ہی کہ حوالہ دو قسم ہی مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محال علیہ محیل کا دین ہو یا اسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہی کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نہ کرے چنانچہ اس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر نہ اسکا دین ہی نہ اسکے پاس محیل کا عین ہی کذا فی الطحطاوی وبہ عرف ان حوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ محرزۃ لا تصح اور جوہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محرزہ سے صحیح نہین ہم تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولی حوالہ جائز نہوگا وکذا حوالۃ المستحق بمعلومہ متولی الوقف علی الناظر نہر اور اسی طرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف صحیح نہین کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وہذا فی الحوالۃ المطلقۃ فظاہر وامّا المقیدۃ ففی البحر ان المال فی ید الناظر ینبغی ان تصح کالاحالۃ علی الموعود والا لا لانہا مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا بحق الغنیمۃ وعندی فیہ تردد پھر صاحب نہر نے دو ورق کے بعد کہا اور یہ یعنے عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ مین ظاہر ہی یعنے اسواسطے کہ حوالہ مختص بدیون ہی اور اگر حوالہ مقیدہ ہی تو بحر الرائق مین ہی کہ اگر مال ناظر کے پاس ہی تو لائق یون ہی کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہی اور اگر مال ناظر کے پاس نہین تو حوالہ صحیح نہین کیونکہ وہ مطالبہ ہی اور مطالبہ ناظر پر نہین بدون مال کے اور مقتضائے بحث صاحب بحر صحت حوالہ ہی بحق غنیمت اور میرے نزدیک اسمین تردد ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ مؤید صحت ثبوت ارث ہی یعنی غنیمت محرزہ مین غازی کے ورثہ اسکا حصہ بطور ارث پاتے ہین تو ملک اسکی غنیمت مین متاکد ہوگئی تو اب غنیمت ودیعت کے مانند ہوئی صحت حوالہ مین وبری المحیل من الدین والمطالبۃ جمیعًا بالقبول من المحتال للحوالۃ اور بری الذمہ ہوجاتا ہی محیل دین اور مطالبہ سب سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ہم بقول معتمد برارت موقت بعدم ہلاک ہی اور فائدہ برارت کا یہ ہی کہ اگر محیل مرجاے تو محتال اپنا دین اسکے ترکے سے نہین لے سکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اسکے ارباب دیون سے ضامن بے اس خوف سے کہ مبادا اسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط برارت ہی اسی طرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہی کذا فی البحر فلا یرجع المحتال علی المحیل الا بالتوی بالقصر وہو ہلاک المال لان البراءۃ مقیدۃ بسلامۃ حقہ تو محتال رجوع نہ کریگا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی برارت بسلامتی حق محتال مقید ہی تو توی بالف مقصورہ عبارت ہی ہلاک ہوتے مال سے اور بعضون نے اسکو بالف ممدودہ بھی کہا ہم تو توی بروزن حصی لغت مین بمعنی ہلاک مال ہی اور اسکے اصطلاحی معنی کو مصنف آگے ذکر کریگا جب برارت مقید بسلامت حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ برارت استیفا ہی نہ برارت اسقاط پھر جب استیفاے حق متعذر ہوا تو رجوع اہل دیون پر واجب ہوا وقیدہ فی البحر بان لا یکون المحیل ہو المحتال علیہ ثانیا رجوع در صورت ہلاک کو بحر الرائق مین اسطرح مقید کیا ہی کہ محیل وہی محتال علیہ نہوا ہو دوسری بارہم صاحب بحر نے کہا کہ یہ قید اسواسطے لگائی کہ ذخیرہ مین ہی کہ ایک مرد نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر محتال علیہ نے اسکا حوالہ اسپر جس پر اصل دین ہی کیا تو محتال علیہ اول بری ہوگیا پھر اگر ہلاکی مال ہوگئی تو محتال علیہ اول پر عود نکریگا انتہی ایضاح اسکا یون ہی کہ حامد محمود کا مدیون ہی سو حامد نے دین محمود کا حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو در صورت ہلاک حامد پھر دین کا اعادہ زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہوگیا حوالہ ثانیہ سے وہو باحد امرین ان یجحد المحال علیہ الحوالۃ ویحلف ولا بینۃ لہ امّا المحتال او یموت مفلسا المحال علیہ بغیر عین ودین وکفیل وقالا بہما وبان فلسہ الحاکم اور وہ یعنی ہلاکی احد الامرین سے ہی یہ کہ محال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کھائے اور محتال اور محیل کے واسطے شہادت نہو یا محال علیہ مفلس مرجائے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہی دونون امر مذکور سے اور اسطرح سے کہ محال علیہ کو حاکم مفلس ٹھہرادے ولو اختلف فیہ ای فی موتہ مفلسا وکذا فی موتہ قبل الاداء وبعدہ فالقول للمحتال مع یمینہ علی العلم لتمسکہ بالاصل وہو العسرۃ زیلعی وقیل القول للمحیل بہ یفتی اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اسمین یعنی محال علیہ کے مفلس ہوکر مرجانے مین اور اسی طرح اس کی موت کے اختلاف مین قبل ادائے دین اور بعد اسکے تو محتال کا قول معتبر ہی اسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی بقی علم پر بسبب متمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی ہی کذا فی الزیلعی اور بعضون کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہی اسکی قسم کے ساتھ صورت اسکی یہ ہی کہ محتال نے کہا کہ محتال علیہ مفلس بلا ترکہ مرگیا اور محیل نے کہا کہ ترکہ چھوڑ کر مرا تو محتال کا قول معتبر ہی اسطرح قسم کھا کر کہے واللہ مجھکو اسکا مالدار ہونا معلوم نہین اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہی مگر ابطال یمین علی العلم صحیح نہین کیونکہ

Marfat.com

اسمین قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیہ المحیل بما ای بمثل ما احال بہ مدعیا قضاء دینہ بامرہ فقال المحیل انما
احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قولہ بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اس دین کے مماثل کا جسکا محیل نے حوالہ
کیا تھا مطالبہ کیا یون مدعی ہو کر کہ اسکا دین ادا کیا اسکے امر سے سو محیل نے کہا کہ مین نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا
بلکہ محیل مماثل دین کا ضمان دیگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ہم یعنی محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہہ کرے
کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تھا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا و قبول الحوالۃ لیس اقرارا بالدین لصحتہا بدونہ اور حوالہ
قبول کرنا دین کا اقرار نہین بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی ان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بمعنی وکلتک لتقبضہ لی فقال المحتال بل احلتنی
بدین لی علیک فالقول للمحیل لانہ منکر ولفظ الحوالۃ تستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ مین نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنی تجھکو وکیل کیا تاکہ دین میرے
واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھپر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا
منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت مین مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز ہم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ بمعنی وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب یہ ہے کہ
وکالت محتملات لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ وکالت مین مستعمل ہوتا ہے مجازا کیونکہ وکالت مین نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی
تصدیق ہوگی اس مراد مین لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اسمین کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بمالہ عند زید حال کونہ ودیعۃ بان اودع رجلا الفا ثم احال بہا غریمہ
صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اس مال کا جو زید کے پاس ہے درآنحالیکہ وہ ودیعت ہے اسطرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر انکا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے
ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمین داخل ہوئی اور وہ عین مستاجرہ ہے جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ بری المودع دعا والدین علی المحیل
لان الحوالۃ مقیدۃ بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرأ لان مثلہ یخلفہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعت دار بری الذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر
اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہین ہوتا حوالہ سے
کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہو اسطرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو
مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا برات مین کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتصح ایضا بدین خاص فصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے
بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہوگیا ہم یعنے ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض یا مانند
اسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحتال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ
کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہین اور نہ محتال علیہ محیل کو اسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین والون کے ساتھ برابر ہے اسکی
موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مریگا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین محال بہ محیل کے سب ارباب دیون مین حصون کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا
مال ہے کہ اسپر کسی کا قبض ثابت نہین کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہین ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ خسرو وغیرہ بخلاف حوالہ
مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ مین یعنی محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا مطالبہ
کرسکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہے اور محتال علیہ محیل سے رجوع کرسکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ حوالہ مطلقہ
یہ کہ محیل طالب سے کہے کہ مین نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محال علیہ اس مال سے ادا کرے جو میرا اسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محال علیہ کے
پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کرسکتا ہے کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہین اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق
محتال کا محال علیہ کے ذمہ پر ہے اور ذمہ مین آسانی اور گنجائش ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ

Marfat.com

اُسپر حوالہ کرے جسپر وہ محیل کا دین ہے نہ اسکے پاس اُسکا عین ہے انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریما لہ ای للبائع بطل ولو باع بشرط
ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہے
اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہ
ہے کہ اس شرط کو عقد بیع مقتضے نہین ور اس مین بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید
عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت مین اکثر اس شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدر ادی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ
فہو بالخیار ان شاء رجع علی المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع ورد الاستحقاق بزازیہ محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ مین تو اسکو اختیار ہے چاہے
اپنا مال محتال قابض سے بھر لے اور چاہے محیل سے پھر لے اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک اس مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہو یعنی محال علیہ کا استحقاق رجوع ثابت
ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنیکے تو محال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال
بھر لے وفیہا من صور فساد الحوالۃ ما لو شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزہ عن الوفاء بالملتزم نعم لو اجاز جاز کما لو قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ ولکن
لا یجبر علی البیع ولو باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ مین ہے کہ فساد حوالہ کی صورتون مین سے وہ صورت ہے جسمین مثلاً محال بہ کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب
عاجز ہونے محتال علیہ کے اسکے دینے سے جسکا التزام کیا ہان اگر محیل اپنے گھر بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اسطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محتال علیہ
قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے ولیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادائے محال بہ پر زبردستی ہوگی ہم یعنی اگر محیل نے اپنے
گھر کی بیع کا امر کیا محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہین قبل
بیع کے ہان اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یصح تاجیل عقدہا فلو قال ضمنت بمالک علی فلان علی ان یحیلک بہ
علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین تو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین تیرے اس مال
کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ مین تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کرونگا بعد مہینے کے تو یہ تاجیل دین کی طرف منصرف ہوگی یعنی ضامن پر
ادائے دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین کذا فی البحر عن المحیط وکرہت السفتجۃ بضم السین وتفتح وفتح التاء اور مکروہ ہے سفتجہ بضم
سین وسکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے ہم سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شئے محکم ہے چونکہ اس قرض مین سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہوگی
لہذا مسمی بسفتجہ ہوا وہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہوجانے کے واسطے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ اپنا مال دے کسی
شہر مین ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تاکہ وہ اسکے دوست یا وکیل کو مثلاً دوسرے شہر مین دے تا اس طریقے سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض
سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہوگیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن اسامہ کی سند مین علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فہو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند مین سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک
کہا اور ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف
ہے کہ اسکی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین ذکر کیا اور اس باب مین احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر
ہے جو ابن ابی شیبہ کے مصنف مین عن خالد الاحمر عن حجاج عطاء سے منقول ہے کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے ہین ہر ایک اس قرض کو جو منفعت
کھینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصا حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر مین دے تو یہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان
مین صحیح نہین فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو بمعنی حوالہ ہوگیا ہم شارح نے یہ وجہ مناسب

کراہت سفتجہ یعنی ہنڈوی

Marfat.com

سفتجہ کی کتاب الحوالۃ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کردی فتح القدیر اور نہر الفائق مین وجہ مناسبت یون مذکور ہی کہ سفتجہ معاملہ فی المدیون ہی مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ وافی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہی اس جہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہی تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہی اس مال کا جو مستقرض پر ہی اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر مین ہی وقالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی مین منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اسکا کچھ مضائقہ نہین م ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہی کہ یہ قول متفق علیہ ہی اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایک قول یہ ہی کہ کراہت اس فعل کی مطلقا ہی چنانچہ اس متن مین اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہی شارح زیلعی نے کہا مناط کراہت جر نفع ہی خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہ ہی کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہین اور اسی قول پر جزم کیا ہی فتاوے صغری مین اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہید مین اور بزازیہ کے باب الصرف مین بھی اسی کو مذکور کیا ہی کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی مین واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہی کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہی فتح القدیر اور نہر الفائق مین ہی کہ فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اس وقت حلال ہی جبکہ اسکا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اس واسطے ہوتا ہی یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہین انتہی طحطاوی نے کہا خلاصہ یہ ہی کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونے کا محل وہ ہی جبکہ اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہی انتہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی النہر والبحر عن صرف البزازیۃ ولو ان المستقرض وہب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر مین بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہی اور اگر مستقرض اس مین سے زائد کو ہبہ کردے تو جائز نہین کیونکہ وہ مشاع ہی محتمل القسمۃ م شارح رح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہی کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے مین بلا شرط کچھ مضائقہ نہین اور اسی طرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہی بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن مین راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہین اور اگر قلیل ہی تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین مین داخل نہو اور بین الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو یعنی دائن کو مسلم نہین بلکہ اسکو پھیر دے اور ایک درم کو سو درم مین بالاتفاق پھیر دے اور نصف درم مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ کثیر ہی اور بعضون نے کہا قلیل ہی اور اگر مستقرض اسمین سے زائد ہبہ کرے تو جائز نہین کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہی انتہی اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کردے تو وہ ایسا مشاع ہی جو محتمل القسمۃ نہین پھر مین نے عارف سنان افندی کی تبیین المحارم مین دیکھا کہ اول تو انھون نے قاضی خان سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جسمین احتمال قسمت نہو تو جائز ہی یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بقبض دین الحوالۃ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کی طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنے کا تو صحیح نہین م اسواسطے صحیح نہین کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہی تا ابراء مؤبد حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضے نسخے مین بجائے عن المحتال علی المحتال ہی تو وہان علی بمعنی عن ہی ولو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح ویطالب ایا شاء لان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ خانیۃ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح ہی اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم برات محیل کفالت ہی کذا فی الخانیۃ چنانچہ کفالت بشرط برات اصیل حوالہ ہی کذا فی العالمگیریۃ وفیہا عن الثانی لو غاب المحال علیہ ثم جاء المحال وادعی جحودہ المال لم یصدق وان برہن لان المشہود علیہ غائب فلو حاضر وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ وجعل جحودہ فسخا اور خانیہ مین ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعوی کو بشہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہی سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہون عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا م تو اس صورت مین محیل پر دین عود کریگا کیونکہ برات محیل مشروط بسلامت حق محتال ہی اور یہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہی جو سابق مین مذکور ہو چکا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی اصلا صح سراجیہ والا لم یجز کما فی مضاربۃ الجوہرۃ قلت ومفادہما عدم الجواز لو تساویا او تقاربا وبہ جزم فی الخانیۃ والوجہ لہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود انما شرعت للفائدۃ انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو اگر یہ یتیم کے حق

Marfat.com

ہین بہتر ہو اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنی محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہی کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہین چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربہ مین ہی مین کہتا ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہی اگر دونون شخص محیل اور محال علیہ تساوی ہون مالداری اور ادائے دین مین یا دونون متقارب ہون اور اسی کا تعین کیا ہی خانیہ مین اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہی اسواسطے کہ درصورت تساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا اس چیز کا اشتغال ہی جو مفید نہین اور شروعیت عقود نہین مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالیٰ اعلم مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ شہر سے اسطرح غائب ہوگیا کہ اسکا مکان معلوم نہین بسبب اسکی عسرت اور عاجزی کے سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے بھرے تو اسکو رجوع بالدین محیل پر جائز نہین جبتک محتال علیہ کی موت ثابت نکرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب القضاء

کتاب القضاء

یہ کتاب ہی مسائل قضا یعنی جھگڑا فیصل کرنے مین لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبہا بما یقطعہا ہرگاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات مین واقع ہوتے ہین تو مصنف دیون اور بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو انکی قاطع اور رافع ہی یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہی دیون سے مراد وہ دیون ہین جنمین کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہی ہو بالمد ویقصر لغۃ الحکم قضا بالف ممدودہ ہی اور بالف مقصورہ بھی آیا ہی لغت مین بمعنی حکم ہی ہم ہر چند قضا لغت مین بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و ادا ہو انہا بمعنی وضع و تقدیر مستعمل ہی کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جاوے شرعاً فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرح مین قضا عبارت ہی فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہم یعنی وہ فیصلہ جو خصومات مین واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع و الزام ثابت ہو تو فصل راجع بمعنی قطع ہی تو تعریف مین عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امیر و حکیم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتے کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات اور بعضون نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہی چنانچہ کتب مطولہ مین مصرح ہی ہم از انجملہ بدائع مین تعریف یون مذکور ہی کہ قضا عبارت ہی حکم بین الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات مین ثابت ہی خواہ حکم قطعی ہو اسطرح پر کہ اسپر دلیل قطعی ہو یعنی نص مفسر کتاب اور سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کی موجب ہی کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس اُن مسائل اجتہادیہ مین ہی جنمین اختلاف فقہا ہی یا جنمین سلف سے روایت نہین تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہی تو جائز نہین کیونکہ وہ حکم بالبطلان ہی اور اسی طرح موضع اختلاف مین وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہی تو جائز نہین کیونکہ حق اسکے متجاوز نہین اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی یا شافعی پر تو واجب ہی کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے مین معزول ہی اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کریگا جان کر تو اسکا حکم جاری نہ ہوگا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اسکو ابطال حکم مناسب ہی اور بعضی روایات مین اسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز ہی برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر وارکانہ تسعۃ

ما نظمہ ابن الغرس بقولہ اشعارہ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ٭ ست یلوح بعدہا بالتحقیق ٭ حکم و محکوم بہ و لہ ٭ و محکوم علیہ و حاکم و طریق ٭ اور ارکان قضا کے چھ ہین چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول مین نظم کیے ہین یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے چھ ہین جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ۱ حکم ہی ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ہم ابن الغرس لغبین بعجمہ فواکہ بدریہ کا مصنف ہی اور اطراف سے مراد ارکان ہین اور قضیہ عبارت ہی حادثہ سے جسکو عرف مین مقدمہ کہتے ہین حکم دو قسم ہے قولی و فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ مین نے تجھ پر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ پر قضا مین نے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہوگیا یا مین جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہی اسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہین ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اسکی شرط یہ ہی کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اسکی شرط یہ ہی کہ دعوی اسکا صحیح ہو اور مدعی اُن مین ہو جن کی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہی اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ مین یہ شرط ہی کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطین ہین اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کے واسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کیلئے

Marfat.com

اور مرد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہین اور طریق عبارت ہی بینہ یا اقرار یا کول سے کذا فی الطحطاوی لخصاً واہلہ اہل الشہادۃ ای ادائہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا کے وہی ہوگا جو گواہی کے لائق ہی یعنی جو ادائے شہادت علی المسلمین کے لائق ہی کذا فی الحواشی السعدیہ ہم ادائے شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہوگیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیت اور کفر کیحالت مین صحیح ہی نہ ادائے شہادت اور مراد ماتن یہ ہی کہ قضا اور شہادت دونون کا مرجع ایک چیز کی طرف ہی یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا نہ اندھا نہ محدود فی القذف نہ بہرا گونگا ہونا اور چونکہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو قول اصح یہ ہی کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہی کذا فی النہر ویرد علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضا التحکیم بین اہل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم وکلیذکورہ پر یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہی وہ قضا کا اہل ہی یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہی تا وقتیکہ ذمیون مین حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم مین ذکر کیا ہی ہم خلاصۃً اعتراض یہ ہی کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہین رکھتا مگر اسکا قاضی ہونا ذمیون پر صحیح ہی تو کلیذکورہ صادق نرہا یہ اعتراض ہی صاحب نہر کا جواب اعتراض یہ ہی کہ یہ قاضی خاص کی تعریف ہی یعنی قاضی مسلم کی اور یہ خود ظاہر ہی کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی ہوتا ہی تو ذمی پر اسکی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی **و شرط اہلیتہا شرط اہلیتہ** فان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ علی القاضی فی القضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستفی من حکم الشہادۃ ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہی اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونون باب ولایت سے ہین اور شہادت قوی تر ہی قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر ملزم ہی اور قضا مخاصم پر ملزم ہی اسی واسطے کہا گیا ہی کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہی کذا فی ح ابن الکمال م حلبی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول مکرر ہوگیا اسکے قول سابق کے ساتھ طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہ ہی کہ قول آتی یعنی والفاسق اہلہا اسپر مترتب ہو **والفاسق اہلہا فیکون اہلہ لکنہ لایقلد وجوبا** ویاثم مقلدہ کقابل شہادۃ بفتی اور فاسق اہل ہی شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہی کہ فاسق کو قاضی نہ کیجیے اور اسکا قاضی کرنے والا گنہگار ہوتا ہی جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہی اسی کا فتوی ہی م مغرب مین ہی کہ لغت مین فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہین اور شرع مین ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہی فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہی اور فاسق امردین مین امانت دار ہی کے لائق نہین اسکی قلت مبالات کے سبب اور قول مفتی بہ کے مقابل وہ قول ہی جو بعضون نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہی اور وہ قول ہی کہ قضا فاسق صحیح نہین اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہی طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہی خصوصاً اس زمانے مین نہر الفائق مین کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجیے تو قضا کا دروازہ بند ہوجائے خاص کر ہمارے زمانے مین لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہی چنانچہ خلاصہ مین ہی اور یہی اصح الاقاویل ہی چنانچہ عمادیہ مین ہی کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدیۃ بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ در را ور قاعدیہ مین قبول شہادت کو اس طرح مقید کیا ہی جبکہ قاضی کے گمان مین فاسق کی صداقت راستی غالب ہوجائے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہو یا صدق اور کذب گمان مین دونون برابر ہون تو اسکو قبول نہ کرے یعنی اصلا قبول کرنا صحیح نہین **واستثنی الثانی الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ** بزازیہ قال فی النہر وعلیہ فلا یاتم ایضا بتولیتہ القضا حیث کان کذلک الا ان یفرق بینہما انتہی قلت یحیی التضعیف فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنے کر لیا ہی کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہی کذا فی البزازیہ نہر الفائق مین کہا تو بموجب اس قول کے اسکے قاضی کرنے مین بھی گنہگار نہوگا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید مین فرق کرتے ہون انتہی ہا فی النہر مین کہتا ہون تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اسکی طرف رجوع کرہم کتاب الشہادات مین فتح القدیر سے مذکور ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہین کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہی وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی وجود العدالۃ ظاہرا اور دالامر تقدیم الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین ہی کہ ہر گاہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے زمانہ کے قاضیون مین فی وجود عدالت مین تو امر سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل یعنے زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت مین م یہ مفتی ممدوح کے زمانے مین تھا اور اب تو عدم عدالت مین

تسادی موجود ہی تو اب کسکو مقدم کیجیے معروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہین جو مفتی موصوف کے زمانے مین سلطان کے روبرو معروض ہوئے اور اس نے جو امین امر کیے کذافی الطحطاوی والعدو لاتقبل شہادتہ علی عدوہ ان کانت دنیویۃ ولو قضی القاضی بہا لاینفذ ذکرہ یعقوب باشا فلا یصح قضاءہ علیہ لما تقرران اہلہ اہل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن عبدالعال اور دشمن کی گواہی متبول نہین اسکے دشمن پر جبکہ دونون مین دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہین یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہی تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہین ہوسکتی کہ ثابت ہوچکا کہ اہل قضا وہ ہی جو اہل ہی شہادت کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا اسی کا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبدالعال نے قال والعدو لاتقبل علی عدوہ کہا مفتی امین الدین نے اور اسی طرح سجل عدو کا مقبول نہین اسکے عدو پر ہم سجل عدو سے مراد قاضی کا مکتوب ہی دوسرے قاضی کی طرف قاضی کاتب کے دشمن کے مقدمے مین اور سجل سے وثیقہ موثق کا مراد نہین کیونکہ خطر پر عمل کرنا ہمارے مذہب مین نہین مجھکو اس عبارت کا مطلب یہی ظاہر ہوا اور ضمیر قال راجع ہی مفتی مذکور کی طرف کیونکہ یہ عبارت مصنف کی شرح مین موجود نہین کذافی الطحطاوی ثم نقل عن شرح الوہبانیہ انہ لم یر تقاما عندنا وینبغی النفاذ لو القاضی عادلا پھر مصنف نے اپنی شرح مین علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ سے یہ نقل کیا کہ دشمن پر قضا قاضی کے مسئلہ کا نقل نظر نہین پڑی ہمارے نزدیک اور نفاذ قضا لائق ہی اگر قاضی عادل ہو وقال ابن وہبان بخلافہ لعلمہ لم یجز وان یشہادۃ العدول بحضرۃ الناس جاز انتہی اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہو یعنی بموجب اسکی دانست کے تو جائز نہین اور اگر بشہادت عدل ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہی انتہی کلامہ قلت واعتمدہ القاضی محب الدین فی منظومتہ فقال اشعارہ ولا علی عدوہ قاض حکم + ان کان عدلا صح ذاک وابرم + واختار بعض العلماء وفصلا + ان کان بالعلم قضی من یقبلا + وان یکن بحضرۃ الملا + وبشہادۃ العدول قبلا + مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ مین سو یون کہا اور اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا تو اگر قاضی عادل ہی تو یہ حکم صحیح ہی اور مبرم اور بعضے علما نے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہی کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر حکم دیا تو بقبول ہوگا ہر گز اور اگر قضا جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہی تو مقبول ہی قلت لکن نقل فی البحر والعینی والزیلعی والمصنف وغیرہم عند مسئلۃ التقلید من الجائر عن الناصحی فی تہذیب ادب القاضی للخصاف ان من لم تجز شہادتہ لم یجز قضاءہ ومن لم یجز قضاءہ لا یعتمد علی کتابہ انتہی وہو صریح او کالصریح فیما اعتمدہ المصنف کما لایخفی فلیعتمد وبہ افتی محقق الشافعیۃ الرملی ومن خطہ نقلت انہ وقفنی علیہ ثم اثبت عداوتہ لبطل قضاءہ فلیحفظ مین کہتا ہون بحر الرائق اور عینی اور زیلعی ومصنف وغیرہم نے سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلے کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی مین ناصحی سے یہ نقل کیا ہی کہ جسکی شہادت جائز نہین اسکی قضا جائز نہین اور جسکی قضا جائز نہین اسکے مکتوب پر اعتماد نہین انتہی کلام الناصحی اور یہ قول صریح یا صریح کے مانند ہی اور اس قول مین جسپر مصنف نے متن مین اعتماد کیا چنانچہ پوشیدہ نہین تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسی کا فتوی دیا ہی رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے مین نے نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اسنے قاضی کی عداوت ثابت کردی تو اسکی قضا باطل ہی اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی ثم انما تثبت العداوۃ بنحو قذف وجرح وقتل ولی لا بمخاصمۃ نعم ہی تمنع الشہادۃ فیما وقعت فیہ المخاصمۃ کشہادۃ وکیل فیما وکل فیہ ووصی وشریک اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی پھر عداوت تو ثابت ہوتی ہی مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت سے ہان مخاصمت مانع شہادت ہی اس مقدمے مین جسمین مخاصمت واقع ہوگئی جیسے شہادت وکیل کی اس مقدمہ مین جسمین وہ وکیل ٹھہرا اور جیسے شہادت وصی اور شریک کی میت یعنی وصی کی گواہی اس امر مین مقبول نہین جسکی اسکو وصیت ہوا اور نہ شریک کی مال شرکت مین کذافی الطحطاوی والفاسق لما یصلح مفتیا لان الفتوی من امور الدین والفاسق لا یقبل قولہ فی الدیانات ابن ملک زادہ والعینی واختارہ کثیر من المتاخرین وجزم بہ صاحب المجمع فی متنہ ولہ فی شرحہ عبارات بلیغۃ وہو قول الائمۃ الثلثۃ ایضا اور فاسق صلاحیت نہین رکھتا مفتی ہونے کی یعنی امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہین اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہی اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول نہین ہوتا کذا صرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کیا اور اسکو بہت متاخرین

Marfat.com

فقہا نے اختیار کیا ہی اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہی اور عینی کی شرح مجمع مین عبارت بلیغہ ہین اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہی وظاہر فی التحریر انہ لاحیل استفتاہ اتفاقا کما بسطہ المصنف اور جو تحریر مین ہی اسکا ظاہر مطلب یہ ہی کہ فاسق سے فتوی لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہین چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی نہر مین مشرح بیان کیا ہی وقیل نعم یصلح وبہ جزم فی الکنز لانہ یجتہد حذار نسبۃ الخطاء اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکھتا ہی اور اسی قول کو کنز مین یقین کیا ہی اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہی نسبت خطا کے خوف سے یعنے اس خوف سے کہ کوئی اسکو خاطی نکہے م طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح حذار نسبۃ الخطا کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنی حذر ہی یعنی بمعنی امر کذا فی القاموس ولا خلاف فی اشتراط اسلامہ وعقلہ وشرط بعضہم تیقظہ لاحریۃ وذکوریۃ ونطقہ فیصح افتاء الاخرس الاقضاء ہ اور علما مین خلاف نہین مفتی کے اسلام اور عقل کے شرط ہونے مین اور بعضون نے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہی نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہی نہ اسکی تفہام گونگے کا فتوی دینا اسوقت صحیح ہی جبکہ اسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جائے کہ یہ چیز کیا جائز ہی پھر وہ سر ہلادے یعنے ہان کہدے تو اسکے اشارے پر عمل کرنا جائز ہی کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہی سزاوار یہ ہی کہ مفتی خوار م مروت سے منزہ اور فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہی کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہی اس شخص کا جو اسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہی کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہی اور منع کرے فتوی دینے سے اسکو جو لیاقت نہین رکھتا اور شرائط فتوی سے یہ ہی کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکھے اغنیا اور اعوان سلطان اور امرا کی طرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے اسکا جواب لکھے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہ ہی کہ کاغذ استفتا کو بحرمت لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا ایکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جائے پھر جواب لکھے اور یہ شرط ہی کہ کاغذ کو پھینک نہ دے جیسے کہ بعضے لوگون کی عادت ہی کیونکہ اسمین اللہ تعالی کا نام ہی اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہی اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہ ہی کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا نحنداسکے لکھے اور واجب ہی کہ مفتی حلیم رزین نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوی کیواسطے احتجاج کرے اور اگر فتوی دینے مین چوک جائے تو رجوع کرے اور اس سے شرماوے نہ ننگ کرے اور یہ شرط ہی کہ اپنے امام کے مسائل یاد رکھے اور اسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرلے اور واجب نہین یا قتاس امر مین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلونکی پیروی کرنا حرام ہی اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوی دے اس حالت مین جبکہ جو اہل اسکے متغیر ہون اور بہتر یہ ہی کہ للہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہی باوجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اسکے واسطے کچھ روزی مقرر کردین تو جائز ہی اور حاکم پر لازم ہی کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کیواسطے اصطلاح ہوتی ہی بول چال مین تو متعلقات لفظ سے اہل شہر کو فتوی دینا اس مفتی کو جائز نہین جو انکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہی ابو یوسف سے منقول ہی کہ جب انسے کوئی مسئلہ پوچھتا تو پوشاک پہن عمامہ باندھ کر بیٹھتے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کیسا حلال ہی فرمایا کہ جیسا اسکا جواب اکثر ہو اسکی خطا سے انتہی البعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہ ہی کہ اسکے جواب کے بعد واللہ الموفق بالصواب لکھے کذا فی النہر ویکتفی بالاشارۃ معہ للامن القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت والزمت بعد دعوی صحیحۃ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہی نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی مین تلفظ صیغہ حکم بعد دعوی لازم ہی تو یہ گونگے کے اشارہ کرنیسے نہین ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا واما الاطرش فمن یسمع الصوت القوی فالاصح الصحۃ بخلاف الاصم اور اطرش یعنی جو بشور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہی بخلاف اس بہرے کے جو مطلق نہین سنتا وفی التاقضی ہو فی مجلس القضاء ہو الصحیح درر من لم یخاصم الیہ ظہیریۃ وتستفتح اور فتوی دے قاضی اسکو جو اسکے پاس فیصلہ کروانے نہین آیا کذا فی الظہیریۃ اور آگے یہ مسئلہ واضح ہوگا فتوی دینا قاضی کا جائز ہی اگرچہ افتا مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کذا فی المنح ویاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقا یعنے خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہون یا نہون م جامع الفصولین مین ہی اور اگر ایک مسئلہ مین ہمارے

ملتقی کو کیسا ہاتھ مزدوری ہین

Marfat.com

اصحاب مختلف ہون تو اگر ابو حنیفہ کے ساتھ صاحبین مین سے کوئی ہو تو دونون کے قول کو لے بسبب ہونے ظاہر صواب کے اسمین اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابو حنیفہ سے
تو اگر اختلاف انکا بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہان صاحبین کا قول بے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت و معاملت مین بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اسپر
متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا مین بعضون نے کہا کہ مجتہد مخیر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضون نے کہا کہ یہان ابو حنیفہ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم
بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وہو الاصح منیہ و سراجیہ و عبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ پھر ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پھر انکے
بعد محمد کا قول لے پھر انکے بعد زفر اور حسن ابن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب کو راجح قول ہے کذا فی المنیۃ والسراجیۃ اور عبارت نہر الفائق اسطرح ہے کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا
قول لے سو خبردار ہو یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق مین اور منیہ اور سراجیہ مین زفر اور حسن بن زیاد ہمرتبہ ہین حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولونکی تصحیح واقع ہوئی ہو
تو مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتوی دے اور یہ جائز نہین کہ ایک مقدمہ مین دونون قولون کا فتوی دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیون سے ایسا ہی واقع ہوا وصحح فی الحاوی اعتبار
قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور حاوی قدسی مین اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر م تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح
را مصدر ہے یعنی ادراک یعنی دو مختلف قولون مین قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول یعنے
منیہ اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ شخص جو قوت مدرک کو ادراک نہین کر سکتا علاوہ اسکے گاہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے
قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اسکے برخلاف ہوتا ہے یا بحسب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جسپر یہ شخص مطلع نہین بحر الرائق مین کہا کہ تصحیح حاوی
قدسی اس صورت مین ہے جبکہ امام ایک جانب مین ہو اور صاحبین دوسری جانب مین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتوی دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ
وہ مقلد ہین امام کے مین کہتا ہون کہ یہ شبہہ مجھپر مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب مین نے نہین دیکھا مگر جواب مین سمجھا ہون انکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے
اصحاب سے نقل کیا کہ کسی کو فتوی دینا ہمارے قول کا حلال نہین جبتک یہ نہ جانے کہ ہمنے کہان سے کہا ہے اور سراجیہ مین نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اسکا
یہی سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل انکو نہ معلوم ہوتی تھی اور انپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اسکے موافق فتوی دیتے تھے سو مین
کہتا ہون کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے مین تھی یعنی اسواسطے کہ انکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے مین تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ مین ہے تو اب
فتوی دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہان سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی حاوی نے تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے
کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنی مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہو کیونکہ انھون نے برخلاف قول اگر فتوی
دیا بسبب فقدان شرط کے انکے حق مین یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ انکی دلیل نجانین انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی ولا یخیر اذا لم یکن
مجتہد اہل المقلد متی خالف معتمد مذہبہ لا ینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب وسیجیء اور قاضی مختار نہین اخذ مذہب
مین جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے فتوی کے واسطے چنانچہ مصنف
نے اسکو شرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی مین اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول مین قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین اور آگے بھی مذکور ہوگا و
فی القہستانی وغیرہ اعلم ان فی کل موضع قالوا الرای فیہ للقاضی فالمراد قاض لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ مین ہے معلوم کر کہ جس مقام مین علما نے کہا کہ اسمین
مین قاضی کی رائے ہے تو وہان وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ مین ہے
کہ مجتہد فیہ یعنے جس مین اختلاف مجتہدین ہے اس مین تو اس وقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جبکہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اسکا نافذ نہین م
یہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اسواسطے ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہو یا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اس واسطے
شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اسکا حکم مخالف نہو جاے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہما

Marfat.com

بعد ان یکون اورعہما سراجیہ اور جبکہ دو مفتی ایک مقدمہ کے جواب مین مختلف ہون تو فقیہ تر کا قول بے بعد متقی تر ہونے کے کذا فی السراجیہ یعنی جو دونون مین زیادہ تر فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اسکے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا رائی لہ فیہ شاور العلماء ونظر احسن اقاویلہم قضی بما رآہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقہ ووجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رایہ برایہ اور ملتقط مین ہے اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اسکی رائے اسمین نہو یعنی اسکا اجتہاد کسی شے پر واقع نہو تو علما سے مشورہ لے اور انکے اقوال مین سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اسپر حکم کرے نہ اس قول پر کہ اسکے سوا ہے مگر اس صورت مین جبکہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد مین قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اقوی کے جائز ہے م یہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے فتاوے عالمگیری مین ہے کہ اطراف و جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھ کر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ مین اور اگر قاضی مجتہد نہین تو در صورت اختلاف جو اسکے نزدیک افقہ اور اورع ہو اسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہے ثم قال وان لم یکن مجتہدا فعلیہ تقلیدہم و اتباع رائہم فاذا قضی بخلافہ لا ینفذ حکمہ پھر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اسپر تقلید اصحاب مذہب اور انکی رائے کا اتباع واجب ہے تو اگر برخلاف اسکے حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا م یعنی در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور در صورت اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم ہے کذا فی الطحطاوی المصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا فینفذ فی القری وفی عقار لا فی ولایۃ علی الصحیح خلاصہ وریغتی بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونے کی شرط ہے ظاہر الروایۃ مین اور روایت النوادر مین شہر کا ہونا شرط نہین تو حکم اسکا جاری ہوگا دیہات مین اور اس زمین مین جو اس قاضی کی حکومت مین واقع نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے کذا فی البزازیۃ اخذ القضاء برشوۃ للسلطان او لقومہ و ہو عالم بہا او بشفاعۃ جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ بعلمہ شرنبلالیۃ وحکم لا ینفذ حکمہ قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اسکی قوم کو رشوت دیکر اور حالانکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہے یا سفارش کرا کے قضا لی کذا فی جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اسکے عملہ مددگار نے قاضی کی دانست مین اور حکم کیا تو اسکا حکم نافذ نہین م جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہو تو اسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہین حدیث مین راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت وارد ہے راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ ہے جو رشوت لے رائش وہ جو دونون مین متوسط ہو جسکے ہاتھ رشوت حاصل ہوتی ہو حموی نے کہا کہ اس زمانے کے قاضیون کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیے خصوصا مصر کے قاضیون کو طرفہ ماجرا یہ ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت دیکر قضا لیتا ہے اگر اسکو ملامت کیجیے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہین تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتھ مین نہ پڑے اور حق تعالی پر کوئی چیز مخفی نہین سراج وہاج مین ینابیع سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگون مین حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس اسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اسکو لائق ہے کہ اسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ مین ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم مین بحر الرائق مین ہے کہ اگر قاضی کے عملے مین سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نادانستگی مین تو اس صورت مین قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہ جو مصنف نے اختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہین ہوتا یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق مین فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہ ہے کہ جس مقدمے مین رشوت لے اسمین حکم نافذ نہین اور اسکے سوا اور مقدمات مین نافذ ہے اور یہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونون مین حکم نافذ نہین اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونون مین نافذ ہے اور یہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق موجب عزل نہین تو ولایت اسکی قائم ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی تتمہ رشوت بضم و فتح و کسر اول مرادف جعل ہے بعضون نے کہا کہ رشوت وہ ہے جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہے جسمین اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ ہے جو آخذ اور معطی یعنے دینے والے اور لینے والے دونون پر حرام ہے مثلا تقلید قضا اور امارات پر رشوت دینا اور دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے حکم کیواسطے یہ بھی آخذ اور معطی دونون پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اسکا امر درست کر دے یعنی اسکا کام بنا دے سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت

در تقسیم رشوت و احکام آن

یہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کہ یہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال
ہونے کا حیلہ لینے والے کے واسطے یہ ہے کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کہ یہ اجارہ صحیح ہے تو اسکے منافع مملوک ہو جائینگے پھر اسکو سلطان
کے پاس فلانے کام کے واسطے بھیجے اور حوادث فتوی سے یہ ہے کہ اویس پاشا نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعضے امرا سے اسواسطے کہ فلانے شہر مین اسپر سے دفع ظلم کیا کرین پھر
اویس پاشا مر گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو مین نے استفتا کا جواب یون دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہین اسواسطے کہ یہ اجارہ تھا اس طاعت پر جو اسپر واجب متعین تھی
یعنے وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر حفاظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو دونون جانب سے حلال ہے
صرف محبت کیواسطے دوسری قسم وہ جانبین کو حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کے واسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کیطرف سے حرام ہے نہ دینے والے کیطرف سے یعنی دفع ظلم کیواسطے
تحفہ دینا اور حیلہ اسکا یہ ہے کہ اس سے اجارہ کرلے تین دن کا کام کرنیکے واسطے پھر وہ اس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اسپر جائز ہو انتہی اور بلاشک اس فعل کا اسکو یعنی اویس
پاشا کو اجارہ کرنا جائز نہین چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم پر واجب ہے نہ جائز کہ اسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کیواسطے دے یعنی ظالم مدفوع الیہ کا خوف ہو
خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ مین اسی قسم رابع سے اسکو ٹھہرایا ہے جسکو شاعر لیتا ہے کذا فی النہر فتاوی عالمگیری مین ہے اور
رشوت کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تا اسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اسکی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ حاجت اسکی حرام ہو
تو اس وجہ مین دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہین وجہ ثانی یہ کہ حاجت اسکی مباح ہو اسکی بھی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ ہدیہ اس واسطے
دیتا ہے تا اسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت مین کسی کو لینا حلال نہین اور اسمین اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہین بعضون نے کہا کہ حلال نہین اور بعضون نے کہا
حلال ہے اور علت اعطا اور اخذ کا یہ حیلہ ہے سب کے نزدیک کہ اہل مقدمہ اس سے ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرلے تا وہ اسکا کام کرے بعوض اس مال کے جو اسکو دیا چاہتا تھا تو یہ
اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجر ہوگا پھر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہا نے کہا کہ یہ حیلہ اسوقت صحیح ہے جبکہ وہ کام جسکے واسطے اسکو بطریق اجارہ لیا
ایسا کام ہو جسپر استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہوگی تو اجارہ صحیح نہین اور معطی کو اعطا بدون اس حیلے کے حلال ہے یا نہین
اسمین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک حلال نہین اور بعضون کے نزدیک حلال ہے اور یہی حلت اعطا کا قول اصح ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اسنے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی
مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط مین کہا کہ یہی قول اصح ہے دوسری صورت یہ ہے کہ درستی مقدمہ کو صریحاً شرط
نہ کرے لیکن مطلب اسکا ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اسکی اعانت کرے اس صورت مین اختلاف مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ یہ مکروہ نہین یہ اسوقت ہے جبکہ
قبل اس مقدمہ کے دونون مین مہاوات نہو یعنی باہم دینے لینے کی عادت نہو اور اگر دونون مین مہاوات کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ
قبل اسکے دیتا تھا پھر وہ اسکا مقدمہ درست کر دے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر مین ہے کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو ولیکن
بالیقین معلوم ہے کہ اسواسطے ہدیہ لایا ہے کہ اسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اسپر ہین کہ اسکا مضائقہ نہین ہے اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کر دے پھر
بعد اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اسمین کچھ مضائقہ نہین اور عبد اللہ بن مسعود سے جو اسمین کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی ہے انتہی ومنہ ما لو جعل بموالیہ ملغا

فی کل شہر یاخذہ منہ ویفوض الیہ قضاء ناحیۃ فتاوی المصنف ولکن فی الفتح من قلد بواسطۃ الشفعاء کمن قلد احتسابا ومثلہ فی البزازیۃ بزیادۃ وان لم یحل الطلب
بالشفعاء اور اسی عدم نفاذ حکم مین سے ہے یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کے لیے کچھ روپیہ مقرر کر دے کہ ہر مہینے مین تم مجھ سے لے لیا کرو اور کسی
پرگنہ کی قضا میرے حوالہ کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر مین ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ اسکے مانند ہے جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے
اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ مین ہے اتنی زیادتی کے ساتھ اگرچہ طلب قضا سفارشیون کے واسطے حلال نہین م یہ استدراک ہے جامع الفصولین کا جو قبل اس قول
کے مذکور ہو چکا ولو کان عدلا ففسق باخذہا او بغیرہا وخصہا لانہ المعظم استحق العزل وجوبا وقیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک اور اگر

قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جاے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہوگا بنا بر وجوب کے یعنے سلطان پر اس کا معزول کرنا واجب ہی کذا فی البزازیۃ اور دوسرا قول یہ ہی کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہی یعنی بدون معزول کرنے کے اور یہی پر فتوی ہی کذا صرح ابن الکمال اور ابن ملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اس واسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہی م عادل وہ ہی جو احکام شرع بجالاوے اور اسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہ کہ حکم الٰہی سے باہر ہو جاے کبیرہ گناہ کرکے چنانچہ استماع غناء رقص و اخذ رشوت وغیر ذلک فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہی خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اسکا بیٹا یا اور کوئی قرابت دار جسکی گواہی اسکے حق مین درست نہین بشرطیکہ قاضی اسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی و فی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر فہو علی قضائہ و ما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل و اعتمدہ فی البحر اور خلاصہ مین نوادر سے منقول ہی کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جائے پھر صالح اور متقی ہو جائے توبہ اور اسلام سے یا اسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہی جو اُسنے اپنے فسق وغیرہ مین حکم کیا وہ باطل ہی اور اس قول پر بحر الرائق مین اعتماد کیا م یہ قول مبنی ہی اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہی معزول نہین ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہی وہ اسکے احکام کی صحت کا قائل ہی اور جو اسکی معزولی کا قائل ہی وہ بطلان احکام کا قائل ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی و فی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانہا مبنیۃ علی القہر والغلبۃ اور فتح القدیر مین ہی کہ امارت اور سلطنت مین فقہا کا اتفاق ہی عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بناے امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہی لکن فی اول دعوی الخانیۃ الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی مین ہی کہ والی قاضی کے مانند ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہی کہ حاکم جب فاسق ہو جائے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہی معزول نہین ہو جاتا تو یہ استدراک ہی عدم عزل والی کے اتفاق پر **وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ** اور سزاوار یہ ہی کہ قاضی موثوق بہ اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین م عفاف یعنی پاک دامنی عبارت ہی محرمات اور خوارم مروت کے باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہی اس قوت سے جو مدرک کلیات ہی یعنی قاضی کامل العقل چاہیے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہین خصاف نے کہا اہل صلاح وہ ہی جو ستور ہو یعنے پردہ دار نہ صاحب تہمت مستقیم الطریقہ سلیم الناحیہ کامن الاذی قلیل السہو نہ شارب بنیذ نہ مباب جال نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور فہم بعضون کے نزدیک وہ قوت ہی جس سے نفس انسانی اکتساب تدابیر اور مطالب کیواسطے مستعد ہو جاتا ہی اور سنت عبارت ہی حدیث قولی و فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہین اور وجوہ فقہ سے وہ طریق مراد ہین جنسے فقہ مستنبط ہوتی ہی اور وہ اصول جنپر بناے فقہ ہی طحطاوی نے کہا کذا بہ کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہی کہ اوصاف مذکورہ استحباب کی شروط ہین **والاجتہاد شرط الاولویۃ** تعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہی بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے م یعنے وجود اجتہاد ہر زمانے مین متعذر ہی اور قضا کی طرف ہر زمانے مین حاجت ہی لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہین دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد لغت مین عبارت ہی بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کیواسطے اور اصطلاح مین اجتہاد عبارت ہی فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کیواسطے تلویح مین کہا کہ بذل طاقت سے مراد یہ ہی کہ ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جائے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور یہ شرائط تو مجتہد مطلق کے حق مین ہین جو جمیع احکام شرعیہ مین فتوی دیتا ہی اور جو ایک حکم خاص مین مجتہد ہو نہ دوسرے حکم مین تو اسپر معرفت اسی قدر کی لازم ہی جو اس حکم خاص سے متعلق ہی مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر متوقف نہیں ماوردیان اجتہاد بمعنی اول مراد ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البزازیۃ و من ہنا ظہر ان ما یحدث من عضد لا کثر ہم فصیح تولیۃ العامی ابن کمال الحکیم بفتوی غیرہ علاوہ بران خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہی کذا فی النہر تو اس صورت مین جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور

Marfat.com

حکم کرے قاضی جاہل غیر شخص کے فتوی سے سو اسواسطے کہ مقصود قضا یعنی حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہو سکتا ہی غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب فوائد بدریہ نے کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہین بلکہ نا اہل علم اور فہم ضرور ہی اور کمتر مرتبہ یہ ہی کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام شرعیہ کا کتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور دعاوی اور حجج مین کیفیت ایراد اور اصدار سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی ایمان البزازیہ المفتی لفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالتقوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی الدماء والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر وبین الکبریت الاحمر وبین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان مین ہی کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہی اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہی یہ قول اسپر دلالت کرتا ہی کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہین تو دماء اور فروج مین قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہی اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہی اور کہان ہی کبریت احمر اور کہان علم انتہی کلام البزازی ہم یعنے جبکہ ثابت ہوا کہ بنائے فتوی دیانت پر ہی یعنی فیما بینہ وبین اللہ اور بنائے قضا ظاہر لفظ پر ہی اور جسپر قرائن دلالت کرین تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر حکم کرنا غیر ممکن ہی یعنے ہر مقدمے مین متصور نہین اسواسطے کہ جائز ہی کہ فتوی بالدیانت نہ دماء اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونون مین خوفریزی اور خلاف نسب سے ضرر زائد ہی طحطاوی نے کہا بعضون نے اسکا جواب یون دیا ہی کہ افتا سے وہ مراد ہی جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اسمین کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل مین ہی نہ ہر مسئلے مین ومثلہ فیما ذکر المفتی اور قاضی کے مانند اوصاف مذکورہ مین مفتی ہی یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا سزاوار ہی عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین جو عند الاصولیین المجتہد وہن یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفتی ولا فتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام ومفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہی مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرے وہ مفتی نہین اور اسکا فتوی بھی فتوی نہین بلکہ وہ نقل کلام ہی چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر مین مشرح بیان کیا ہی ص فتح القدیر مین ہی سابق اصولیین اسپر مستقر ہو گئی ہی کہ مفتی وہ ہی جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرے وہ مفتی نہین اور جب اس سے کوئی سوال کرے تو اسپر واجب ہی کہ مجتہد کا مثلا امام ابو حنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے مین علمائے موجودین کا فتوی درحقیقت فتوی نہین بلکہ وہ کلام کی نقل ہی اور اسکے نقل کرنے کے دو طریقے ہین یا یہ کہ ناقل کی اس نقل مین مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ رواۃ معتمدین اسکو پہونچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہورے جو دست بدست متداول ہی قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند انکی تصانیف مشہورہ معتمدہ مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہین ایسا کچھ ذکر کیا ہی رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبہ ولا السئولہ بلسانہ اور نہ خواہش کرے قضا کی اپنے دل سے اور نہ اسکا سوال کرے اپنی زبان سے ہم یہ تفی بمعنی نہی ہی ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس رضہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدائے تعالی کیطرف سے توفیق خیر اسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اسکی طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری مین ہی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد اللہ بن سمرہ امارت کا سوال نہ کیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اسکی طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجھکو امارت دیجائیگی تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہین حرام ہی اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوئی تو سوائے خذلان دارین اسکا کیا ثمرہ ہی اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہی تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ ملہم بالخیر ہوگا فی الخلاصۃ طالب ولایۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او دعی ان العزل من القاضی الاول لغیر جنحۃ نہر اور خلاصہ مین ہی کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجائے مگر جب طالب پر قضا متعین ہو جاوے یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو یا متولی یا قاضی جدید سے یہ دعوی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہی کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین ہی کہ جیسے طلب جائز نہین ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز نہین اور اس مین کچھ فرق نہین مابین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہ تقیید شرط کی طلب ہی اور درصورت دعوے

بقصوری اگر قاضی جدید سے بجالی عہدۂ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر قاضی متعین ہو
اس طرح کہ اس کے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اب اُسپر طلب قضا واجب ہی تا حقوق مسلمین محفوظ رہین اور ظلم ظالمین دفع ہو قال و یستحب الشافعیۃ و المالکیۃ
طلب القضاء الخامل الذکر لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہی طلب قضا کو شخص گمنام کیواسطے تاکہ اسکا علم ظاہر ہو و یختار المقلد الاورع الاولی
اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کے واسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تقید قضا مین قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو
یعنے جو علم اور فہم اور حلم مین افضل ہو اسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے م طبرانی مین ابن عباس سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امر مسلمین ہو
کسی شئے مین پھر وہ حاکم اور عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہی کہ امین یعنی مسلمین مین کوئی شخص اولی باین عمل ہی اور اس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا
تو البتہ اُسنے اللہ کی اور اسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم و مسند ابو یعلی موصلی مین مروی ہی اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی
کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہی اگرچہ غنی اور مقدور والا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور للہ عمل قضا کرے تو افضل ہی اور اصل اسمین
قول ہی اللہ تعالی کا مال یتیم مین جسکو وصی اسکی کارندگی کا کرے ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے
اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق رض سلیمان بن ربیعہ باصلی کو بعہدہ قضا پانسو درم کا ماہرہ دیتے تھے بقدر کفایت انکی عیال کے اور شریح قاضی کو
سو درم ماہرہ دیتے تھے اور علی مرتضی رض شریح کو پانسو درم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظم رض کے وقت مین کم تھی اور غلہ ارزان تھا اور خلافت
مرتضوی مین انکی عیال بکثرت تھی اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی مین کچھ تقدیر اور بعد نہین بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہین اسواسطے کہ قضا اجرت
لینا حلال نہین کذا فی الفتح ولا یکون قطا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضبناک لوذ ناحق پسند معاند حق نہو
کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے مین خلیفہ ہی م عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہی اور اخلاق مذکورہ تو آپ ہی فساد
ہین وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تاتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے مین خلاف ہی کذا فی التاتارخانیہ م بعضون کے نزدیک جائز ہی قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا
اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین شاید اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص با نبیا علیہم السلام ہی مانند آدم و داؤد علیہما السلام
کے وکرہ تحریما التقلد ای خذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم والعجز یکفی احدہما فی الکراہۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہی قضا کا قبول کرنا اس شخص کو جو ظلم یا عاجزی
سے ڈرے ظلم اور عجز مین سے ایک چیز کراہت کیواسطے کافی ہی کذا ذکرہ ابن کمال م اکثر نسخ درمختار مین کرہ التقلید ہی اور مصنف کی شرح مین کرہ التقلد ہی اور یہی مناسب ہی
اور اسی طرح اگلے قول مین والتقلید رخصۃ ہی اور بہتر والتقلد رخصۃ ہی کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ وامنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود
خوف ظلم عہدہ قضا اسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہین کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اسی شخص مین منحصر ہو تو قبول
کرنا فرض عین اور نہین تو فرض کفایہ ہی کذا فی البحر م فتح القدیر مین ہی محل کراہت اسوقت ہی جبکہ قضا اسپر متعین نہو اور اگر اسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض
عین ہی اور اسپر واجب ہی کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے تھامے رہے مگر یہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو کذا فی البزازیہ رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ
بزازیہ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہی یعنی مباح ہی اور ترک قضا عزیمت ہی اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیۃ تو عدم قبول قضا بہتر ہی م درصورت عدم
خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہین اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہی اور نہایہ مین ہی کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا مین داخل ہونا جائز نہین مگر زبردستی
سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہی اور صحیح یہ ہی کہ دخول عزیمت ہی اور امتناع رخصت انتہی تو بموجب اسکے اولی عدم دخول ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دخول فی القضاء
عزیمت ہی اور امتناع رخصت ہی بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہین اور فتح القدیر مین اسی پر یقین کیا ہی اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہی اس شخص کے گمان مین
جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہی پھر اسی سے خلاف اسکے ظاہر ہوتا ہی کذا فی النہر ویحرم علی غیر الاہل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد

Marfat.com

فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہی نااہل پر داخل ہونا قضا مین یقینا بلا تردد فی الحرمۃ تو اسمین احکام خمسہ ہین ہم خلاصہ یہ ہی کہ قبول قضا گاہے فرض عین ہوتا ہی اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہی واسطے متاہل کے جبکہ اسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہون اور مکروہ ہی جبکہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہی اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہی چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت بیخوفی ظلم و نیت انصاف کذا فی النہر اب چند احادیث درباب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہی اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہی اور ابن عدی نے کامل مین ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی ہین (من استقضی فقد ذبح بغیر سکین) یعنی جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا ولہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہان تک صبر کیا کہ قید خانے مین مر گئے اور محمد بن حسن اسی واسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہی کیونکر اسکے پار ہو سکون تیر کر تو ابو یوسفؒ نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہی اور ملاح عالم واقف کار ہی تو امام نے فرمایا کہ (کانی بک قاضیا) یعنے شاید کہ تو قاضی ہو گا صحیح مسلم مین ابوذر سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر مین تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہون جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکھتا ہون ہرگز نہ حکم کیجیو دو شخصون پر اور مال یتیم کا متولی نہو جیو اور ابوداؤد مین روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہین دو دوزخ مین ہین اور ایک بہشت مین اور ایک مرد وہ ہی جسنے حق کو دریافت کیا پھر اسی کے موافق حکم دیا تو وہ بہشت مین ہی اور ایک مرد وہ ہی جسنے حق کو دریافت کیا اور اسپر حکم نہ دیا اور حکم مین جور کیا تو وہ دوزخ مین ہی اور ایک مرد وہ ہی جسنے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگون کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ مین ہی اور صحیح ابن حبان مین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہی کہ مین نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جاویگا قیامت کے دن تو شدت حساب مین اتنا گرفتار ہو گا کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر مین دو شخصون مین فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی مین روایت ہی کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجھکو اختیار دیا جاے میری گردن مارنے مین اور قضا قبول کرنے مین تو مین اپنی گردن کٹوانا اختیار کرون اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصون پر حاکم ہوا پھر اسنے انمین انکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اس کا ہاتھ گردن مین بندھا ہو گا سو اگر اسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نہ لی اپنے حکم مین اور ظلم نہ کیا تو حق تعالی اسکے غل اور بندش کو چھوڑ دیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم مین رشوت لی اور ظلم کیا تو اسمین اسکا بایان ہاتھ داہنے ہاتھ کیطرف باندھا جائیگا پھر وہ ڈالدیا جائیگا جہنم مین کذا فی فتح القدیر ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافر ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہی قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہی اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہی ہم عادل وہ ہی جو ہر شے کو اسکے مقام پر رکھے اور بعضون نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط مین خواہ توسط عقاید مین ہو یا اعمال مین یا اخلاق مین و قیل غیر ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظلم مین کچھ شک نہین اور حالانکہ علماے سلف نے اسکے زمانے مین قضا قبول کی تاتارخانیہ مین ہی کہ اسلام شرط نہین اس بادشاہ مین جو قاضیون کو مقرر کرتا ہی اور جو بلاد اسلام کہ کافرون کے قبضے مین ہین وہ بلاشک بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ انھون نے انمین کفر کا حکم جاری نہین کیا اور قاضی وہان مسلمان ہین اور ملوک جو انکی اطاعت بضرورت کرتے ہین وہ مسلمان ہین اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہین تو فاسق ہین اور جس شہر مین کہ کفار کیطرف سے حاکم مسلم ہی تو اسمین اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامی جائز ہی کیونکہ انپر مسلم مستولی ہی اور اطاعت کفر تو مخادعۃ ہی اور وہ بلاد جنپر کفار حاکم ہین مسلمانون کو انمین اقامت جمعہ اور عید جائز ہی اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہی تراضی مسلمین سے اور مسلمانون پر واجب ہی کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کرین انتہی اور مسکین نے اسکو اپنی شرح مین اصل کیطرف نسبت کیا ہی اور مانند اسکے جامع الفصولین مین ہی کذا فی النہر ولو فقد وال بغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعین وال وامام الجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہی معین کر لینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح م فتح القدیر مین ہی کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ ہو جسے

ذکر احادیث تحذیر از تقلد قضاء

Marfat.com

تقلید قضا جائز ہی چنانچہ بعضے بلاد مسلمین ہین اب کافر غالب ہوگئے ہین جیسے قرطبہ ہین تو مسلمین پر واجب ہی کہ منجملہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کرین اور اسکو والی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ انمین فیصلہ کیا کرے اور اسی طرح ایک شخص کو امام ٹھہراوین جو انکو جمعہ پڑھایا کرے انتہی اور یہ وہ قول ہی جس کی طرف نفس مطمئن ہوتا ہی تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر وبن سلطان الخوارج واہل البغی واذا صحت التولیۃ صح العزل واذا رفع قضاء الباغی الی قاضی العدل نفذہ وکیل لا وبہ جزم الناصحی اور جائز ہی قضا قبول کرنا خارجیون کے بادشاہ اور باغیون سے اور جب کہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو ان کا معزول کرنا بھی صحیح ہی یعنے اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہی اور جب کہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کی طرف تو اس کو جاری رکھے اور بعضون نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر یقین کیا ہی ناصحی نے م بحر الرائق مین ہی کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہی جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہی اسواسطے کہ قول اصح مین فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہی اور یہی قول معتمد ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہی فاذا تقلد القضا طلب دیوان قاض قبلہ یعنی سجلات پھر جبکہ عہدۂ قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے م دیوان اصل مین بمعنی جریدہ حساب ہی پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہان مراد وہ تھیلیان اور بستے ہین جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہون ستور یہ ہی کہ قاضی دو نسخے لکھتا ہی ایک اپنے پاس رکھتا ہی کہ شاید اسکی طرف کبھی حاجت ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھ مین دیتا ہی اور جو خصم کے ہاتھ مین ہی وہ اعتماد کے لائق نہین تو قاضی منصوب دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اس کے امین سے کاغذات مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اُس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تھیلی مین رکھے تا کہ لکھنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اسپر مہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ جسمین خصومت متخاصمین اور اقرار مدعی علیہ یا انکار اور حکم بہ شہادت یا بقبول اسطرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ نہ آئے اور اسکو محضر بھی کہتے ہین اور صک وہ جسمین بیع یا رہن اور اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینون کو شامل ہی اور حال کے عرف مین سجل وہ ہی جسکو شاہدون نے واقعہ مین لکھا اور قاضی کے پاس رہا اور اسپر قاضی کا خط نہین اور حجت وہ جسمین سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اسکے شاہدون کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے ان قیدیون کے حال مین جو قاضی کے قید خانے مین ہین م یعنی قاضی ایک معتمد کو قید خانہ مین بھیجے اور وہ قیدیون کے نام اور انکی اخبار اور انکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کسنے انکو مقید کیا واما المحبوسون فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالہم اور جو شخص حاکم کے قید خانے مین محبوس ہین تو امام یعنی بادشاہ پر انکے حال کا نظر کرنا لازم ہی فمن لہ ادب دبہ والا اطلقہ سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اسکو ادب دے یعنے تعزیر دے اور نہین تو اسکو چھوڑ دے م یون کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق مین شرح ادب سے ہی کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہی کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اُس سے قضیہ متعلق ہو ولا یبیت احدا فی قیدہ الا رجلا مطلوبا بدم اور کسی کو شب باش نہ ہونے دے قید مین مگر اس مرد کو جو خونریزی مین ماخوذ ہو ونفقتہ من لیس لہ مال فی بیت المال بحر اور اس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہین بیت المال مین ہی کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال مین ہی اور یہی حکم ہی مشرکین کے محبوسون کا اور سزاوار یہ ہی کہ اس کام کو ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس انکے نام لکھے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقر منہم بحق اوقامت علیہ بینۃ الزمہ الحبس ذکرہ مسکین وقیل الحق سو محبوسین مین سے جو حق کا اقرار کرے یا اسپر گواہی قائم ہو تو اسکو حبس لازم رکھے اسکو مسکین نے شرح مین ذکر کیا ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ اسپر حق لازم کردے یہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہی والا نادی علیہ بقدر ما یری ثم یطلقہ بکفیل بنفسہ فان لم ینادی علیہ شہرا ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اسپر منادی کراوے جسقدر کہ مدت قاضی کی رائے مین آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اُس سے حاضر ضامن لیکر سوا گروہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اسپر مہینہ بھر منادی کراوے پھر اسکو چھوڑ دے م طریقہ ندا یون ہی کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے مین منادی کو بھیجے کہ وہ پکارے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس سے کچھ دعوی ہو وہ حاضر ہوتا اسکی دادرسی ہو وعمل فی الودائع وغلات الوقف بینۃ او اقرار ذی الید اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف

Marfat.com

ہین گواہی یا قابض کے اقرار سے ہم حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہاے سابقین کے عرف پر مبنی ہو کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے مین تو اموال وقف ناظرون کے تحت مین ہین اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضے مین ہین اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسی کے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب مین مذکور ہو **ولم یعمل المولی بقول المعزول** لاتحاقہ بالرعایا و شہادۃ الفرد لا تقبل خصوصا بفعل نفسہ درر و مفادہ رد ہا ولو مع آخر نہر اور قاضی منصوب عمل نکرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق ہو جانے معزول کے رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہین خصوصا اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصا کا مفاد رد شہادت معزول ہے اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جبکہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نرہی اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افتی قاری الہدایۃ بقبولہا و تبعہ ابن نجیم فتنبہ مین کہتا ہون لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاوی اسکا تابع ہوا ہے تو خبردار رہو ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاوی مین قبول شہادت کا فتوی مذکور ہوا **الا ان یقیر ذو الید انہ لے المعزول سلمہا ای بالودائع و الغلات الیہ فیقبل قولہ فیہما** انہا زید الا اذا بدأ ذو الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لآخر فیسلم للمقر لہ الاول و یضمن المقر قیمتہ او مثلہ للقاضی باقرارہ الثانی بسلمہ لمن اقر لہ القاضی قول معزول پر عمل نہین مگر جبکہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہین تو اب ودائع اور محاصل مین معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہین مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت مین ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جائینگے اور تاوان دے مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے **و یقضی فی المسجد** و یختار مسجد فی وسط البلد تیسیر اللناس و یستدبر القبلۃ خطیب و مدرس خانیہ اور قاضی مسجد مین بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگون کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے کذا فی الخانیہ معم چونکہ قضا عبادت ہے لہذا مسجد مین جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانہ مین تو مناسب نہین کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہین کرتے اور بال جنابت جانے سے احتراز نہین کرتے اور مساجد مین وہ کام کرتے ہین جو ہرگز لائق نہین **و اجرۃ المحضر علی المدعی** ہو الاصح بحر عن البزازیۃ و فی الخانیۃ علی المتمرد و ہو الصحیح اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدعی پر ہے یہی قول اصح ہے کذا فی البحر عن البزازیۃ اور خانیہ مین ہے کہ اجرت متمرد سرکش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضون نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال مین ہے بحر الرائق مین ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر مین نصف درم سے ہر درم تک اور خارج شہر مین بحساب فی فرسنگ تین درم سے چار درم تک اور بزازیہ مین ہے کہ حاکم کے اعوان سے احضار کی درخواست کرے **و کذا السلطان و المفتی و الفقیہ** اور اسی طرح سلطان اور مفتی اور فقیہ یعنے مدرس فقہ کو مسجد مین جلوس جائز ہے **او فی دارہ و یاذن عموما** یا قاضی حکم کرے اپنے گھر مین اور لوگون کو آنے کی اجازت دے علی العموم ہم خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس مین جلوس کرے اور دربان اور حاجب نہ مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب مین ہے کہ اگر دفع ازدحام خصوم کیواسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت مین یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت مین اور حبس و جلوس کا ارادہ کرے نفل روزہ نہ رکھے اور نکلے احسن ثیاب او راعدل احوال مین کذا فی الطحطاوی و یرد ہدیۃ التنکیر للتقلیل ابن کمال و قاضی ہدایہ و رسوخات نہ لے پھیر دے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا تقلیل کیواسطے یعنے محقوری حقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہین پھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال مین نہ رکھے اور یہی قول ہے اکثر مشائخ کا اور بعضون نے کہا بیت المال مین رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا

کذا فی الطحطاوی وہی ما یعطی بلا شرط اعانۃ بخلاف الرشوۃ ابن ملک اور ہدیہ وہ ہے جو دیا جاے بلا شرط اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت مین یہ فرق ہے کہ ہدیہ مین اعانت مشروط نہین ہوتی اور رشوت مین مددگاری اور کاربرآری مشروط ہوتی ہے وتوتا ذی المہدی بالرد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والے کو پھیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اسکو بقدر اس کی قیمت کے عطا کرے کذا فی الخلاصہ ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او لبعد مکانہ وضعہا فی بیت المال اور اگر ہدیے کا پھیر دینا اسکی عدم معرفت یا اسکے مکان کی دوری سے متعذر ہو تو اسکو بیت المال مین رکھے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ہدایاہ لہ تاتارخانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپکے ہدایا آپکے مملوک تھے کذا فی التاتارخانیہ م یہ دفع دخل ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نہ کرے اسکا جواب دیا کہ یہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص مین اتباع جائز نہین اور وجہ خصوصیت شاید واللہ اعلم یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر مہدی خلاف شرع حضرت سے متصور نہ تھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہین ومفادہ انہ لیس للامام قبول الہدایۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیہا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الہدیۃ لانہ انما یہدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی اور تاتارخانیہ کا مفاد یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہین والا خصوصیت نہین رہتی اور تاتارخانیہ مین ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے یعنی اسکے ہدیہ دینے مین تو دنیا کی کاربرآری کا احتمال ہے م شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونون قولون مین منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ اختصاص نبوی سے یہ لازم نہین آتا کہ سلاطین ہدیہ قبول نکرین اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کرین اور بیت المال مین رکھدین تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ مین مذکور ہو چکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اسکو مصالح مسلمین مین صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہین رہتی الا من اربع السلطان والباشا اشباہ وبحر وقریبہ المحرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لہما درر مگر چار شخصون کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہو دونون کی کذا فی الدرر یعنی بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضا مین رجوع نہو م تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار اور معتاد دونون کا ہدیہ قبول نہ کرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے مین بھی عدم خصومت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ انکا ہدیہ بیت المال مین سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف مین سے ہے اور ظاہرا قبول ہدیہ اس صورت مین ہے جبکہ حلت غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور حرمت دونون برابر ہون تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت وعدم تہمت اعانت اور اسی طرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی ویرد اجابۃ دعوۃ خاصۃ وہی التی لا یتخذہا صاحبہا لولا حضور القاضی ولو من محرم ومعتاد وقیل ہی کالہدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کے مان لینے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے م بعضون نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور انکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضون نے کہا دس شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر اصح ہے چنانچہ سراج مین ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم یہ شیخین کا قول ہے اور محمد نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمین صلہ رحم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب بحر نے کہا تو یون کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی مصحح ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج وشرح المجمع ولا یجیب دعوۃ خصم وغیر معتاد ولو عامۃ للتہمۃ اور سراج اور شرح مجمع مین ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے م اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے مین ایک بار پھر وہ ہر ہفتہ مین بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر طعام اکثر ہو عادت

فرق ہدیہ و رشوت

یعنی جس کا مقدمہ عدالت مین دائر ہو ۱۲

قدیمی سے تو نہ قبول کرے مگر اُس صورت مین جبکہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہوگیا ہو کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیۃ ویشہد الجنازۃ ویعود المریض ان لم یکن لہا ولا علیہا دعویٰ شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعی علیہ نہون کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر وسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا اشارۃ ونظرا ویمنع عن مسارۃ احدہما بالاشارۃ الیہ ورفع صوتہ علیہ اور واجب ہی کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعا علیہ کو کیسان رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان مین بات نہ کرے اور باز رہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے ہم اور امور مذکورہ مین مساوات بین الخصمین کی سواسطے واجب ہی تا دوسرے کی دلشکنی نہ ہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اسواسطے کہ اسحٰق بن راہویہ نے حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بالقضا بین المسلمین ہو وہ اُن مین مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر مین اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور ابن عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل در مجلس مین تا شریف تیرے ظلم مین طمع نکرے اور ضعیف تیرے عدل سے ناامید نہو اور احد الخصمین سے مخفی بات نکرے اور نہ وہ تجھ سے مخفی بات کرے اور اسکو تلقین حجت نکرے بسبب تہمت کے نوازل اور فتاوی کبریٰ مین ہی کہ بادشاہ نے مخاصمت کی ایک مرد کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اُسکی نشست گاہ مین آکر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اُٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہان بیٹھے اور قاضی زمین مین بیٹھکر دونون مین فیصلہ کرے اور اُسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہی کہ اُنھون نے امیرالمومنین علی مرتضیٰؓ کو اور اُنکے مخاصم کو اسی طرح بٹھلایا اور باتفاق اہل علم یہ مستحب ہے کہ دونون کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنے داہنے اور دوسرے کو بائین نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھین دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے اُستاد کے روبرو اور چار زانو یا ٹیڑھے پان پر نہ بیٹھین اور اگر بیٹھین تو تعظیم قضا کے سبب سے قاضی اُن کو منع کرے اور اعوان قاضی کے اُس کے سامنے کھڑے رہین ہیبت قاضی کے واسطے پھر جب خصمین حاضر ہون تو قاضی مختار ہے چاہے اُنسے ابتدا بہ تکلم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہان تک کہ وہی آغاز کرین پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جائے تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کرچکے کیونکہ دونون کے کلام ساتھ کرنے مین شور و شغب ہی کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہین پھر مدعا علیہ سے کلام کرادیا جائے اگر مدعی جواب اُس سے نہ طلب کرے یہی قول صحیح ہی تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محمدؒ کے نزدیک انفصال دعاوی مین ترتیب مختار ہے یعنی دعوی اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے کا پھر تیسرے وعلی ہذا القیاس اور اسپر ایکسا مین غیر مرتشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور اسین کو چاہیئے کہ قاضی کے دروازے پر علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق مین تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نکرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی مین حجت منقطع ہوجاتی ہی اکثر اُمور کو آدمی بھول جاتا ہی اور معلوم کرکہ قاضی کے روبرو کھڑا ہونا معروف نہ تھا یعنی سلف صالح مین اسکا رواج نہ تھا تو یہ بھی اُن محدثات سے ہی جسکی طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال والآداب ہین تو قاضی عمل کرے بمقتضائے حال اس سے خیر کا ارادہ کرے نہ حشمت نفس جو تکبر کی طرف پہونچاتی ہی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ اور مستحب ہی کہ قاضی مین عبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب و تواضع اور انکسار ہو بلا ذلت وضعف اور قاضی کو چاہیئے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تا سجل فاسد نہو جائے بعضے شروط کے ترک کرنے سے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر مین مذکور ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا نہر الفائق مین ہے کہ اطلاق تسویت بین الخصمین فی المجلوس عام ہی کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ اگر بادشاہ مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اُٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مدعی کو وہان بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی والضحک فی وجہہ وکذا القیام لہ بالاولی اور قاضی بازرہے احد الخصمین کے سامنے بیٹھنے سے اور اُسی طرح ایک شخص کیواسطے اُٹھنے سے بازرہے بطریق اولی تم اسواسطے کہ قاضی کے ضحک سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہوجائیگا کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونون مین سے ضیافت نہ کرے تم اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند مین امام حسنؓ سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضیٰ کے گھر مین آکر اُترا آپ نے اُس کی ضیافت کی پھر جب اُس نے یہ کہا کہ مین چاہتا ہون کہ فلانے شخص سے خصومت کرون تو

Marfat.com

علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو یہان سے اُٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو منع فرمایا اُس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کرین مگر اُسکے ساتھ اُسکا خصم ہو اور اسی طرح
عبدالرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور اسواسطے کہ اسمین تہمت میلان ہے کذا فی الفتح نعم لو فعل ذلک معہما معا جاز نہر ہان اگر اُسکو دونون کیساتھ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر م
نہر الفائق مین ہے کہ ضیافت مین احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون کے ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اُسکا یہ ہے کہ اگر دونون سے سرگوشی کرے یا دونون کی طرف
ساتھ ہی اشارہ کرے تو جائز ہے انتہی ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقاً ولو بغیرہما لذہابہ بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس مین مطلقاً اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے
کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہین رہتا ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا باس بہ عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ کو حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف رح سے روایت ایک یہ بھی ہے کہ
تلقین حجت مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی العینی م تلقین حجت اسواسطے جائز نہین کہ اسمین تہمت ہے اور دوسرے کی دلشکنی ہے ولا یلقن للشاہد شہادتہ واستحسنہ ابو یوسف رح
فیما یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین مین شاہد کو زیادہ دانست حاصل ہو م ابو یوسف
اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اُس کی اس طرح اعانت کرے
کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ پانچ سو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت
دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیئے ہون اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق
کرلے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہین جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہین اور مبسوط مین ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت
ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادائے شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین نہ کرین تو حق ضائع ہو جائے
کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے
م اور قنیہ مین بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا مین اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی الولوالجیۃ
حکی ان ابا یوسف رح وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت ومفادہ
ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویصح لمن ولاہ وعلیہ ویجیٔ اور ولوالجیہ مین حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الٰہی تو جانتا ہے کہ مین نے
میلان نہین کیا یعنے مین نہین جھکا احد الخصمین کی طرف یہان تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین ہارون رشید کیساتھ مین نے دونون کو برابر نہین کیا یعنے
مجلس مین اور حکم کیا مین نے ہارون رشید پر یعنی اُسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے انتہی مین کہتا ہون اس حکایت کے مسئلہ سے معلوم ہوا کہ قاضی
کا حکم جاری ہے اُس بادشاہ پر جس نے اُسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر مین ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اُس سلطان کے نفع اور مضرت مین جسنے اُسکو
قاضی کیا اور اُسکا ذکر آگے آویگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی البدائع من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدائع مین ہے کہ منجملہ ادب
قاضی یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے اُس بولی مین جسکو دوسرا خصم نہین جانتا یعنی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التاتارخانیۃ والاحوط ان
یقول للخصمین احکم بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ مین ہے اور زیادہ تر احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمھارے مابین
مین حکم کرون تو اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچھ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائیگا دونون کی تحکیم سے م یعنی قاضی حکم کرنے کی دونون سے اجازت چاہے
جب وہ کہے کہ حکم کیجئے تب حکم کرے فائدہ اُسکا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا مین کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہوگا کذا فی
الطحطاوی قضی بحق ثم امرہ السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اُسکو حکم کیا کہ پھر سر نو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے
یعنی دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہین کذا فی البزازیہ م طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین بزازیہ سے یون منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہین تو معلوم ہوا
کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من المقضی لہ لیعرضہ علی العلماء ہو صحیح ام لا فامتنع الزمہ القاضی بذلک جواہر الفتاوی جو ہارا اُسنے نسخہ سجل کا مانگا

Marfat.com

اُس سے جو جیتا تا سجل کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہی یا نہین سو اُسنے نسخہ نہ دیا تو قاضی اُسپر اُسکا دینا لازم کر دے یعنی دلا دے کذا فی جوہر الفتاوی و فی الفتح متی امکن اقامۃ الحق بلا ایغار صدور کان اولی اور فتح القدیر مین ہی کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو بہتر ہی م طریقہ اُسکا مبسوط مین یون مذکور ہی کہ جو شخص بارا ہی اُس سے قاضی عذر کرے اور وجہ حکم اُس سے بیان کرے اور کہے کہ ہم نے تیری حجت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع اسی طرح تھا اُس کے سوا نہین ہو سکتا تھا یہ اعتذار اسواسطے ہی کہ وہ لوگون سے شکایت نکرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اُسکی شکایت سنکر بدگمان نہون کذا فی الطحطاوی ملخصا و ہل یقبل قصص الخصوم ان جلس للقضاء لا والا اخذہا ولا یاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے جواب اُسکا یہ ہے کہ اگر قاضی فیصلہ کے واسطے بیٹھ چکا ہے تو قبول نہ کرے اور اگر ہنوز نہ بیٹھا تو قبول کرے اور حکایات مین کوئی بات نہ پکڑے مگر اُس بات کو البتہ پکڑے جس کو اُس نے بلفظ صریح اقرار کیا م حکایات سے وہ حکایات مراد ہین جو دعوی سے متعلق ہین چنانچہ مضارب کا یون کہنا کہ مین مال مضاربت کو سفر مین لیگیا اور فلانے شہر مین اُسکو بیچا اور اُس سے اجناس کو خرید کیا اور مانند اُسکے اور وہ حکایات مراد نہین جو متعلقات دعوی سے نہین مجلس حکم مین سماع حکایات اسواسطے نہین کہ مجلس سماع دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کیواسطے ہی اسطرح پر کہ مدعی کہے کہ اُسکے پاس میرا مال مضاربت تھا سو یہ سفر مین لیگیا پھر اُسنے وہان نگہبانی نکی سو مال ضائع ہو گیا اب مین اس سے تاوان چاہتا ہون تو مدعی علیہ جواب مین کہے کہ ہان یا اُسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح اس طرح کہ مضارب کہے کہ مین نے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چھوڑا اور مین شہر مین حمال لانے کے واسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا تو مال نہ پایا کذا فی الطحطاوی

فصل فی الحبس یہ فصل ہی حبس کے احکام مین م چونکہ حبس منجملہ احکام قضا تھا اور مختص باحکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اُسکو علیحدہ فصل کر کے ذکر کیا حبس مصدر ہی بمعنے منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موضع حبس پر اُسکا اطلاق ہو کذا فی الحموی اہل ہند حبس کو قید خانہ اور بندی خانہ اور جیلخانہ بولتے ہین و ہو مشروع بقولہ تعالی او ینفوا من الارض حبس مشروع ہی حقتعالی کے اس قول سے یا نفی کیے جائین زمین سے یعنی قطاع الطریق م نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہین کہ متصور نہین تو نفی سے حبس مراد ہی و حبس علیہ الصلوۃ والسلام رجلا بالتہمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد متہم کو مسجد مین محبوس کیا م رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ مین اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین حبس مسجد مین تھا یا ڈیوڑھی مین یا باندھکر اور ایک قول یہ ہی کہ فاروق رض نے ایک گھر مکہ معظمہ مین چار ہزار درم کو خرید کیا اور اُسکو محبس ٹھہرایا و احدث السجن علی رضی اللہ عنہ و بناہ من قصب سماہ نافعا فنقبہ اللصوص فبنی غیرہ من مدر و سماہ مخیسا بفتح الیاء و تکسر موضع التخییس و ہو التذلیل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اُسکو بانس سے بنایا اور اُسکا نام نافع رکھا سو اُس مین کو نبھل دیا چوٹون نے یعنی اور قیدیون کو نکال لے گئے پھر حضرت مرتضی نے اُسکے سوا اور محبس بنایا مٹی کے ڈھیلون سے اور اُسکا نام مخیس بفتح یا رکھا اور کسرہ یا بھی جائز ہے مخیس موضع تخییس یعنی ذلیل کرنے کا مکان م مخیس بضم میم و فتح خا و فتح یا مع التشدید اسم ظرف ہی محل تذلیل اور بکسر یا اسم فاعل ہی یعنی ذلیل کرنیوالا و فیہ یقول علی رضی اللہ عنہ شعر الا تری کیسا مکیسا ۔ بنیت بعد نافع مخیسا ۔ حصنا حصینا و امینا کیسا ۔ اور اسی مین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کیا تو مجکو نہین جانتا عاقل غیر کا عاقل بنانے والا مین نے بعد نافع کے مخیس بنایا مکان مضبوط اور اسپر داروغہ امانت دار عاقل ٹھہرایا م خلاصہ یہ ہی کہ حبس کتاب اور سنت خلفائے راشدین کے فعل سے ثابت ہی اور اُسکے جواز پر اجماع امت قائم ہی کذا فی الزیلعی صفتہ ان یکون بموضع لیس لہ فراش ولا وطاء لیضجر فیوفی صفت قید خانہ یہ ہی کہ ایسا مکان ہو جہان فرش اور سو رہنے کا بچھونا نہو تا محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے م بہتر یہ تھا کہ مصنف ان یکون موضع کہتا بحذف ہا جارہ اور وطاء بوزن کتاب و سحاب خلاف عطا ہی چنانچہ قاموس مین ہی تو معلوم ہوا کہ فراش اور وطاء ایک ہی چیز ہی اور بعضون نے کہا کہ وطا وہ فرش ہی جو سونے کیواسطے مہیا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر ہوگا کذا فی الطحطاوی و مفادہ انہ لو جئ لہ بہ منع منہ اور مفاد تعلیل یہ ہی کہ اگر محبوس کیواسطے بچھونا لایا جائے تو منع کیا جائے و لا یمکن احد ان یدخل علیہ للاستیناس و الا اقاربہ و جیرانہ لاحتیاجہ للمشاورۃ اور کوئی قادر نہ کیا جائے اُسکے پاس جانے پر جی لگانے کیواسطے مگر اُس کے قرابت دار

Marfat.com

اور پڑوسی جانے پاوین مشورے کی احتیاج کے سبب سے م یعنی اسواسطے کہ اُن کے مشورے سے حصول مقصود متصور ہے یعنی ادائے دین **ولا یمکثون عندہ طویلا** ومفادہ
ان زوجتہ لا تحبس معہ وہی الحابسۃ لہ وہو الظاہر اور اقارب اور ہمسائے اُسکے نزدیک زیادہ نہ ٹھہرین اور مفاد عدم طول مکث اقارب یہ ہی کہ محبوس کی زوجہ اُسکے
ساتھ قید نہ کیجائے اگر قید کروانیوالی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہی م زوجہ اقارب اور جیران مین داخل نہین تو افادہ مذکور کہان حاصل ہوا اور یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق
کی صدر عبارت کے خلاف کرنے سے نہر الفائق مین یون مذکور ہی کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اُسکی زوجہ یا لونڈی اُسکے پاس جائے اگر وہان آڑ کا مکان ہو اور
اُسمین دلیل یہ ہی کہ زوجہ اُسکی قید نہ کیجائے اُسکے ساتھ اگر وہ حابسہ ہو اُسکی اور یہ ظاہر ہی انتہی لیکن اُسمین بھی یہ خلل ہی کہ حابسہ ہونیکی تقیید ماتقدم سے
مستفاد نہین بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کیساتھ قید کیجائے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی یمکن من
وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ اور ملتقی مین ہی کہ محبوس کو قدرت دیجائے اُسکی لونڈی کی قربت پر اگر محبس مین خلوت ہو **ولا یخرج لجمعۃ ولا لجماعۃ ولا لحج فرض فغیرہ اولی** اور محبوس نہ نکلے
نماز جمعہ اور نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کیواسطے تو غیر فرض یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولی نہ نکلے **ولا لحضور جنازۃ ولو کان بکفیل** زیلعی وفی الخلاصۃ
یخرج بکفیل لجنازۃ اصولہ وفروعہ لا غیرہم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کیواسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ مین ہے
کہ ضامن دیکر نکلے اپنے اصول اور فروع کے جنازہ کیواسطے نہ سوائے اُنکے اور اُسی پر فتوی ہی **ولو مرض مرضا اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا** یفتی
اور اگر بیماری نے اُسکو ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہین پاتا کسیکو جو اُسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنی سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت کرنیوالا
ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتوی ہی **ولا یخرج لمعالجۃ وکسب قیل ولا یکتسب فیہ ولو لہ دیون خرج لیخاصم ثم یحبس خانیہ** اور نہ نکلے علاج اور کمائی کیواسطے بلکہ محبس
مین بھی کسب نکرے اور اگر محبوس کے لوگون پر دیون ہون تو خصومت کیواسطے قاضی کے پاس جائے پھر قید کیا جائے کذا فی الخانیۃ **ولا یضرب المحبوس الا فی**
ثلث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباہ اور نہ محبوس پر مار پڑے مگر تین صورت
مین ایک یہ کہ کفارۂ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابت دار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی زوجات کے درمیان باری
ترک کرے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اُسکے قائم مقام نہو سکے اُسکے ترک مین ضرب ہی کذا
فی الاشباہ م ضرب اسواسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ مین زوجہ کا ضرر ہے اور زیادتی حبس مین قرابت دار کا ضرر ہی کیونکہ اسکا نفقہ ساقط ہوگا مدت گذر جانے سے اور اسی
طرح مزید حبس مین زوجات کا فوت حق ہی قلت ویزاد ما فی الوہبانیۃ شعر وان فر یضرب دون قید تادبا ۔ وتطیین باب الحبس فی العنت یذکر ۔ مین کہتا ہون اور مسائل ثلثہ
ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جائے جو وہبانیہ مین ہی یعنی اور اگر محبوس بھاگے تو ادب دینے کیواسطے مارا جائے بدون بیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے
بند کرنا سرکشی مین مذکور ہی م یعنی اگر محبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جائے اور ایک سوراخ اسمین رکھا جائے جس سے روٹی پانی اُسکو دیا جائے اور دوسرا
قول یہ ہی کہ اسمین قاضی کی رائے کو دخل ہی جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی الطحطاوی **ولا یغل** الا اذا خاف فرارہ فیقید او یحول الی سجن اللصوص وہل یطین الباب الرائے فیہ
للقاضی بزازیۃ اور محبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جائے مگر جبکہ اُسکے بھاگ جانے کا خوف ہو تو بیڑیان ڈالی جائین یا اُس محبس مین بدل دیا جائے جو چوٹون کیواسطے
مخصوص ہی اور کیا دروازہ مٹی سے چن دیا جائے اُسمین قاضی کا اختیار ہی جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البزازیۃ **ولا یجرد** اور نہ محبوس برہنہ کیا جائے کپڑے اتار کر **ولا یؤاجر**
عن الثانی یؤجر لقضاء دینہ اور نہ محبوس سے محنت مزدوری کرائی جائے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مزدوری کرائی جائے اسکے ادائے دین کیواسطے **ولا یقام بین**
یدی صاحب الحق اہانۃ اور نہ محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جائے اُسکی ذلت کیواسطے **ولو کان ببلدۃ لا قاضی فیہ لازمہ لیلا ونہارا حتی یاخذ حقہ** جواہر الفتاوی
اور اگر صاحب حق اُس شہر مین ہو جہان قاضی نہین تو مدیون کیساتھ لگا رہے رات اور دن یہانتک کہ اپنا حق پا جائے کذا فی جواہر الفتاوی م صاحب حق کو ملازمت
مین اختیار ہی اور یہ اختیار نہین کہ مدیون کو کسب کرنے دے یا گھر مین نہ جانے دے اور اسیکی طرف اشارہ حدیث شریف مین ہی کہ لصاحب الحق الید واللسان ہاتھ سے ملازمت

لہ حق والیکو ہاتھ اور زبان سے

مراد ہے اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہی بخلاف قاضی کہ اُسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہی کذا فی الفتح و تعیین مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار مین ہی جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو الا اذا طلب المدعی مکانا آخر فیجیبہ لذلک قنیہ مگر جبکہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اُسکو مان لے کذا فی القنیہ وافتی المصنف بما فی الہدایۃ بان العبرۃ فی ذلک لصاحب الحق للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا فاری ہدایہ کے تابع ہوکر کہ اسمین یعنی تعیین مکان مین صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ینبغی ان لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحوہ وہو ظاہر الفائق مین ہی لائق یہ ہے کہ قبول نہ کیا جائے اگر مدعی نے محبوس کرنا مدعی علیہ چوٹون کے مکان یا مانند اُسکے اور سخت مکان مین طلب کیا ہو فرع مسئلہ ملتقط شارح فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء سجن علی حدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے اور عورتون کے واسطے علیحدہ مردون سے محبس بنایا جائے فتنہ دفع کرنے کے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم بینۃ عجل حبسہ لطلب المدعی لظہور المطل بانکارہ اور جبکہ مدعی کا حق ثابت ہوگیا گواہی سے اگرچہ اُس کا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہی درم کا تو قاضی اُسکو جلد قید کرے مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر ہو جانے نادہندگی کے مدعی علیہ کے انکار سے م درم ہوتا ہے سترہ رتی اور خمس رتی چاندی کا تو دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی مظہری طحطاوی نے کہا طلب مدعی کی قید اسواسطے لگائی کہ بدون اُس کی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہین مگر شریح کے قول مین والا ثبت بینۃ بل باقرار لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اُس کے حبس مین جلدی نہ کرے بلکہ اُس کو ادا کرنے کا حکم کرے سو وہ اگر نہ مانے تو اُس کو قید کرے م جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اُس کی نادہندگی ثابت ظاہر نہ ہوئی لہذا اُس کے حبس مین شتابی نہ کرے اور ادائے دین کا اُسوقت امر کرے جبکہ اُسکے ادائے دین پر خود قادر نہو اس طرح پر کہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اُسکے پاس نکلی تو قاضی اُسکو لے اور ادائے دین کرے کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے بالعکس کہا سرخسی نے اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس مین شتابی نہ کرے اور اقرار مین جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعا علیہ کہہ سکتا ہے درصورت گواہی کہ مجکو اُسکا دین معلوم نہ تھا مگر اب معلوم ہوا سو مین اب ادا کرونگا اور یہ احتمال اقرار مین نہین ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والدرر واستحسنہ الزیلعی اور کنز اور درر مین ثبوت بگواہی اور اقرار مین برابری کی ہی اور زیلعی نے اُسکو پسند کیا ہی م یعنی گواہی اور اقرار دونون مین حبس کی تعجیل نہ کرے اسواسطے کہ ایفاء دین محتمل ہی تو حبس مین شتابی نہ کرے تاوقتیکہ اُسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ والمجمع قال فی البحر وہو المذہب عندنا انتہی اور قول اول یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہی بحر الرائق مین کہا کہ یہی مذہب قوی ہی ہمارے نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی منیۃ المفتی لو ثبت بینۃ یحبس فی اول مرۃ وبالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن التوفیق مین کہتا ہون اور منیۃ المفتی مین ہی کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار بعد الامر مین محبوس کیا جائے اور اگر حق ثابت ہوا قرار سے تو دوسری بار اور تیسری بار کے انکار مین قید کرے نہ اول بار کے انکار مین تو اب اقوال ثلثہ مذکورہ مین اتفاق ہو جانا چاہیئے م یہ توفیق تسویہ کے قول مین ظاہر نہین ہوتی اور نہ سرخسی کے قول مین اسواسطے کہ اُسکے نزدیک حبس مقرر مین شتابی ہی نہ منکر مین تو یہ نہین کہہ سکتے کہ حبس مقرر مین تعجیل ہی دوسری اور تیسری بار یا حبس منکر مین تعجیل ہی اوّل بار اور ظاہر یہ قول رابع ہی اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نہ کیا بحر الرائق مین قہستانی سے مذکور ہی کہ جب حق ثابت ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم مین تاخیر کرے اور طالب اُسکے حق کا طالب ہو تو قاضی اُسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحبس المدیون فی کل دین ہو بدل مال او ملتزم بعقد دُرر ومجمع وملتقی مثل الثمن ولو المنفعۃ کالاجرۃ والقرض ولو لذی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ ولو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا بزازیۃ لانہ التزمہ بعقد کالمہر وہذا ہو المعتمد خلافا لافتاوی قاضی خان لتقدیم المتون والشروح علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جائے مدیون ہر ایک اُس دین مین جو عوض ہی مال کا یا الازم کو لیا ہے دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن مبیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اُس کو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن

Marfat.com

بکثرت ہون کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کرلیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہ یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت
مین محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہی برخلاف فتاوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکھنا
چاہیئے م قاضی خان نے کہا کہ درصورت دعوی افلاس حبس نہین مگر ثمن اور قرض مین اور مہر معجل اور دین کفالت مین حبس نہین اظہار مفلسی مین لیکن یہ فتوی متون اور شروح
مذہب کے مخالف ہی لہذا معتمد نہین اشیاء مذکورہ مین حبس کرنیکی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہی کہ جب مال اُسکے ہاتھ مین آیا یعنی مبیع اور قرض تو ادائے دین پر قدرت ثابت
ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمین بھی قدرت ایفا ثابت ہی کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیش قدمی کرنا دلیل ہی قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا
اور اُس کا یہ قول کہ مین محتاج ہون مسموع نہوگا کیونکہ یہ قول مناقض کے مانند ہی بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت مین حال غالب کو معتبر رکھا والا اشیاء
مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہین کیونکہ مناط احکام غالب پر ہی نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی نعم عدہ فی الاختیار لبدل الخلع ہنا خطاء فتنبہ ہان اختیار شرح مختار مین بدل
خلع کو یہان شمار کرنا خطا ہی سو آگاہ رہنا م بدل خلع کو یہان شمار کرنا یعنی جہان حبس لازم ہی باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر
علی تسلیمہا کالعین المغصوبۃ اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہی کہ مدعی علیہ حبس کیا جائے ہر ایک اُس عین مین جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہے
چنانچہ غصب کی ہر نئی چیز لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور بدل خلع ومغصوب ومتلف ودم عمد وعتق خط شریک وارش جنایۃ ونفقۃ قریب وزوجۃ ومہر
موجل حبس نہ کیا جائے اُسکے غیر مین یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر مین اور اسکی نو صورتین ہین ۱۔ بدل خلع ۲۔ بدل مغصوب ۳۔ متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی
اُس کا بدل ۴۔ دم عمد کا بدل ۵۔ شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶۔ جنایت کی دیت ۷۔ نفقہ قرابت دار ۸۔ نفقہ زوجہ ۹۔ مہر موجل قلت ظاہر لا ولو بعد طلاق مین
کہتا ہون اور ظاہر اطلاق مہر موجل کا اُسپر دلالت کرتا ہی کہ اُسمین حبس نہین طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر موجل طلاق سے معجل ہوگیا تو بھی حبس نہین و
فی نفقات البزازیۃ یثبت الیسار بالاخبار ہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات مین ہی کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہی یہان یعنی نفقات مین بخلاف
باقی دیون کے کہ وہان فقط اخبار سے ثابت نہین ہوتی لیکن افتی ابن نجیم بان القول لہ بیمینہ مالم یثبت غناہ فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہی کہ تنگدستی مین
منفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی تا وقتیکہ اُسکی توانگری ثابت نہو تو اُسکی طرف مراجعت کر م مدار استدراک اُسپر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہ ہے کہ کشادہ
دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یون ہو سکتا ہی کہ دین نفقہ مین ثبوت اخبار سے ہوتا ہی اور اُسکے غیر مین اشہاد سے کیونکہ اُسکی عبارت
مین تعیین نہین کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال وقال الدائن وانہ ثمن متاع فالقول للمدیون مالم یبرہن رب الدین طرطوسی بحثا واقرہ
فی النہر اور اگر دونون مین اختلاف ہو اور مدیون کہتا ہو کہ مجھپر دین بدل کا مال نہین ہی اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہی متاع کا تو مدیون ہی کا قول معتبر ہی تا وقتیکہ
صاحب دین گواہی سے ثابت نکرے چنانچہ اُسکو طرطوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین اُسکو ثابت رکھا ہی م مدیون محبوس نہوگا اگر
مدعی فقیر ہو فرع مسئلہ ملحقہ لا یحبس فی دین موجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد ولہ السفر معہ فاذا حل منعہ منہ حتی یوفیہ بدائع وقدمناہ فی الکفالۃ
مدیون محبوس نہوگا دین موجل مین اور اسیطرح سفر جانے سے ممنوع نہین ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہی کہ اُسکے
ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہو چکے تو اُسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اُسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الکفالت مین ان ادعی المدیون
الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر مین محبوس نہوگا اگر مدیون اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلئے کہ اصل تنگدستی ہی م یعنی ہر شخص کے حق مین عسرت
اصل ہی اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہی یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اُسکا دعوی مقبول نہوگا
کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقتراض او بتقاضی غریمہ مگر یہ اُسکا صاحب دین اُسکی مالداری اور توانگری گواہی سے
ثابت کرے یعنی مدیون قادر کا ہونا ادائے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنیسے حاصل ہو م شارح نے غنا کو

لہ ایک نسخہ مین خطا کے بعد ظاہر بھی ہے ۱۲

Marfat.com

بقدرت علی الوفا اسواسطے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ غنا سے غنائے زکوۃ مراد نہین تو اگر مدیون کو قرض دینے والا ملے اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہی محبوس ہوگا کیونکہ
حبس جزائے ظلم ہی اور اُسکا ظلم ثابت ہو چکا وجود مقرض سے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اُسکا مال دوسرے پر ہی تو اُس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون
کا مدیون کشادہ دستی سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نکرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی فیحبسہ حینئذ بما راے ولو یوما
ہو الصحیح تو قاضی حبس کرے اُسوقت مین جسقدر مدت کہ اُسکی راے مین آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہی م یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو
تو مدت حبس قاضی کی راے پر مفوض ہی سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اُسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس مین آپ کو خلاص کرواتا تو محبوس سے سوال کرکے چھوڑ دے
محمد کی روایت مین مدت حبس دو یا تین مہینے ہین اور حسن کی روایت مین چار مہینے سے چھ مہینے تک ہدایہ مین کہا کہ صحیح یہ ہی کہ تقدیر لازم نہین اور قاضی کی
راے پر مفوض ہی کیونکہ لوگون کے حال متفاوت ہین کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفۃ رح اذا کان المعسر معروفا بالعسرۃ لم احبسہ وفی الخانیۃ ولو فقرہ ظاہر اسال عنہ عاجلا
وقبل بینتہ علی افلاسہ دخلی سبیلہ نہر بلکہ ملتقط کی شہادات مین ہی کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو مین اُسکو محبوس نکرون یعنی اُسکے حبس کا حکم نکرون اور خانیہ مین
ہی کہ اگر اُسکی محتاجی ظاہر ہو تو اُسکا حال جلد لوگون سے دریافت کرے اور اُسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی النہر وفی البزازیۃ قال المدیون حلفہ انہ
ما یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ وان نکل خلاہ واقرہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ مین ہی کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجکو مفلس نہین
جانتا تو قاضی اُسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائے تو اُسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے
ثابت رکھا ہی قلت قدمنا ان الرای لمن لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ مین کہتا ہون ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اس قاضی کی راے کا اعتبار ہی جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو
خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی راے کا کچھ اعتبار نہین م حلبی نے کہا کہ شارح اسمین قہستانی کا تابع ہوا ہے مین کہتا ہون کہ ایسا امر یعنی تقدیر مدت حبس قاضی
کے مجتہد ہونے پر موقوف نہین انتہی ثم بعد حبسہ بما یراہ لو حالہ مشکلا عند القاضی والا عمل بما ظہر بحر واعتمدہ المصنف پھر مدیون کے حبس کرنے کے بعد بقدر اُس مدت
کے جو اسکی راے مین آوے اگر اُسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اُسکو نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگون سے اُسکا حال دریافت کرے
وہ اگر ظاہر ہو تو بموجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسپر اعتماد کیا ہی سال عنہ احتیاطا لا وجوبا من جیرانہ ویکفی عدل بغیبۃ الدائن پھر بعد حبس
اُسکا حال اُسکے پڑوسیون سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہی ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب دین کی غیبت مین یعنی اُسکا حضور ضرور
نہین م جو اخبار کہ لائق امر ہے اُسمین ایک شخص عادل کا قول کافی ہی چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر مین دو شخصون سے دریافت کرنا احوط ہی اور کیفیت اخبار یہ ہی کہ مخبر
کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجون کا سا حال ہی خوراک اور لباس مین اور حال اسکا تنگ ہی اور ہم نے اُسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہی کذا فی الطحطاوی
واما المستور فان وافق قولہ رای القاضی عمل بہ والا لا انفع الوسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اسکا قول قاضی کی راے کے موافق ہو تو اسپر عمل کرے اور
نہین تو نہین کذا فی انفع المسائل بحثا م بحر الرائق مین ہی کہ فاسق کی خبر تو مقبول نہین ولا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ الا اذا تنازعا فی الیسار والاعسار قہستانی اور
شرط نہین اخبار مین حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی اور مدعی علیہ تنگدستی اور کشادہ دستی مین تنازع کرین کذا فی القہستانی م یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ
کشادہ دست ہی اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ مین تنگدست ہون تو اخبار کافی نہین لفظ شہادت ضرور ہی اور اسی طرح خبر واحد درصورت تنازع مقبول نہین بلکہ بینہ ضرور
ہے قلت لکنہا بالاعسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السوال انفع الوسائل فتنبہ مین کہتا ہون لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی ہی اور نفی کی گواہی حجت
نہین و لہذا اُسکے حال کا سوال کرنا واجب نہین کذا فی انفع الوسائل سو خبردار ہو جا م بحر الرائق مین سغناقی سے منقول ہی کہ یہ شہادت نفی پر نہین کیونکہ
اعسار بعد یسار کے امر حادث ہی تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ دوانی نے کہا کہ مشہود کہتے ہین کہ مدعی علیہ ضیق الحال کثیر العیال
ہے اور یہ نفی نہین یعنی اثبات ہی کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا پھر اگر محبوس کا

المسائل

مال ظاہر ہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے بلا ضامن مگر تین صورتون مین ضامن لیکر چھوڑے یتیم کے مال مین اور وقف کے مال مین اور جبکہ صاحب دین غائب ہو مفلس کے چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہی کہ عسرت اُسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اُسکے اسکو قید کرنا ظلم ہی اور مال وقف کو صاحب بحر نے قیاس کیا ہی مال یتیم پر اور علمائے متاخرین اسکے تابع ہو گئے ہین اس قیاس مین کذا فی الطحطاوی ثم لا یجیئہ ثانیا للاول ولا لغیرہ حتی یثبت عزیمہ غناہ بزازیہ پھر جب مدیون افلاس کے سبب سے جیل سے چھوٹا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نکرے اول مدعی کیواسطے اور نہ اسکے غیر کیواسطے تاوقتیکہ اُسکا صاحب دین اسکی مالداری ثابت نکرے کذا فی البزازیہ وفی التقنیہ برہن المحبوس علی افلاسہ فاروا الدائن لطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی القضاء بہ حتی لا یعیدہ الدائن ثانیا اور قنیہ مین ہی کہ محبوس نے اپنے افلاس پر گواہی گذرانی سو صاحب دین نے اُسکا چھوڑا دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اُسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہی اُسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اُسکو دوسری بار قید نہ کرا دے ہم شارح نے یہان ایک جملہ قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہی یعنی صاحب دین قبل تفلیس اُسکا اطلاق چاہی اور محبوس نہ نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدین غائب بعید تطویل حبسہ ان علمہ وقدرہ افذہ او کفیلا او خلاہ خانیہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہو گیا تطویل حبس کا ارادہ کر کے اگر قاضی دین کو اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اُسکو لے یا مدیون سے ضامن لے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ہم ضامن لے یعنی مال ضامن اور حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ مین ہی کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہین مگر اُسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اُسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون نے حاضر کرے تو قاضی کو اُسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت مین جائز ہی ہم بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہی چنانچہ ہمنے اُسکی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد بعسرتہ ابع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یجیئہ لان الثلثۃ مدۃ ضربت لایلاء الاعذار اور اگر کہا اُسنے جسکے محبوس کرنیکا ارادہ ہوا کہ مین اپنا اسباب بیچتا ہون اور دین ادا کرتا ہون تو قاضی اُسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرا دے اور اسکو قید نکرے اسواسطے کہ تین دن آزمایش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہو گئے ہین یعنی اتنے عرصہ مین ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو لہ عقار یحیئہ الی ان یبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجی تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اُسکو حبس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اسکو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اسپر ہے اگرچہ بیع بہ ثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اُسکا آگے آویگا کتاب الحجر مین ولم یمنع غرماءہ عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جائین مدیون سے اُسکے دین والے بنا بر ظاہر الروایۃ ہم یہ جملہ متن کے اُس قول سے فان لم یظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہی یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اُسکو چھوڑ دے اور اگر ارباب دیون اسکے ساتھ رہنے کا قصد کرین تو قاضی اُنکو نہ روکے یہی ظاہر الروایت ہی امام سے خلافا للصاحبین امام کی دلیل یہ ہی کہ محبوس مفلس کو فرصت ہی تا حصول قدرت الیفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہی تو وہ اسکے ساتھ رہین تا کہ وہ مخفی نکر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین والے مدیون مفلس کے ساتھ لگے رہین دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہین ہم اور ملازمت مین بہتر قول وہ ہے جو محمدؒ سے مروی ہے کہ قیام اور قعود مین ملازمت کرے اور اُسکو جورو لڑکون کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اُسکو دونون وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جائے ضرور کے جانے سے خواہ دائن آپ اُسکے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کیواسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہین کہ اُسکو نہ ہو پ مین رکھے یا برف پر یا جس مکان مین کہ اُسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویناجر للمرأۃ ملازمۃ اور عوت مدیونہ کیواسطے دوسری عورت لڑکے جو اُسکے ساتھ بنی رہی کذا فی التقنیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب الملازمۃ ففی بحر الہدایۃ یخیر الطالب لا الاول اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر مین ہی کہ طالب کو اختیار دیا جائے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اُسکے گھر مین نہ جانے دے تو اب دفع ضرر کیواسطے حبس راجح ہی کذا فی النہر وکلفہ فی البزازیہ بکفیل النفس اور بزازیہ مین حاضر ضامن دینے سے اُسکو مکلف کیا ہی ہم بزازیہ مین ہی کہ اگر اُس کی ملازمت مین اُسکی

Marfat.com

روزی جاتی ہے تو حاضر ضامن لیکر اُسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللطالب ملازمتہ بلا امر قاض لو مقر الحقہ اور طالب کو اُسکی ملازمت کا اختیار ہی بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اُسکے حق کا مقر ہو ولا یقبل برہانہ علی افلاسہ قبل حبسہ تقیا مہا علی النفی وصححہ غرمی زادہ اور مقبول نہین مدیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنی نفی غنا پر اور غرمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہی وہم بلا تائید حبس گواہی نفی پر مقبول نہین اسواسطے کہ جب چند مدت وہ محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اُسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اُٹھاتا اور اس قول کی صاحب نہایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہی کذا فی الطحطاوی عن الہدایہ وصحح غیرہ قبولہا اور غیر غرمی زادہ اور علما نے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہی وہم اور اسیکا فتوی دیا ہی محمد بن فضل اور اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہی شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیہ ایہ لمامر فان علم اعسارہ قبلہا والا لا نہر فلیحفظ اور اسمین معتمد علیہ قاضی کی رائے ہے سو اگر قاضی اُسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہین تو نہین کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وبنیۃ یسارہ حق من بنیۃ اعسارہ بالقبول لان الیسار عارض والبنیات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی احق بالقبول ہی اُسکے افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہی اور گواہیان تو اثبات کے واسطے ہین نہ نفی لیواسطے ہم یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت مین مالداری کی گواہی احق بالقبول ہی بدلیل گذشتہ نعم لو بین سبب اعسارہ وشہد دابہ فتقدم لاثباتہا امر اعارضا فتح بحثا وعمدہ فی النہر ہان اگر مدیون اپنے مفلس ہو جانیکا سبب بیان کرے اور گواہ اسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوئی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیہ ان لم یبینوا مقدار ما یملک قبلت للالم یکن قبولہا لانہا قامت للمحبوس وہو منکر ولبنیۃ متی قامت للمنکر لا تقبل اور قنیہ مین ہی کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کرین اُس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کرین تو اسکا قبول کرنا ممکن نہین اسواسطے کہ محبوس کیواسطے گواہی قائم ہوئی ہی اور وہ منکر ہی اور گواہی جب منکر کیواسطے قائم ہو تو مقبول نہین وابد حبس الموسر لانہ جزاء الظلم قلت وسیجئی فی الحجر انہ یباع مالہ الدینہ عند ہما وبہ یفتی وحینئذ فلا یتابد حبسہ قبنہ اور محبوسی مالدار کی دائمی کیجائے اسواسطے کہ حبس بدلا ہی ظلم کا مین کہتا ہون اور کتاب الحجر مین آگے آویگا کہ مدیون کا مال اُسکے دین کیواسطے بیچ لیا جاتا ہی صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہی اور اُسوقت مین تو اُسکا حبس دائمی نہین رہتا کو خبردار ہو جاہم یعنی بموجب قول مفتی بہ مال بیچکر دین ادا کرکے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر دوام حبس کہان باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقۃ زوجۃ وولدہ اذا ادعی الفقر وان قضی بہا لانہا لیست بدل مال ولا لازمۃ بعقد علی ما مر حتی لو برہنت علی یسارہ حبس بطلبہا اور قید نہ کیا جائیگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کیواسطے جبکہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہین اور نہ اُسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہان تک کہ اگر زوجہ زوج کی مالداری شہادت سے ثابت کریگی تو اُسکی درخواست سے حبس ہوگا ہم خلاصہ یہ ہی کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ مین حبس نہین درصورت ادعائے فقر مگر اُس صورت مین جبکہ زوجہ اُسکی مالداری ثابت کرے کذا فی الفتح بل یحبس لو ذا برہنت علی یسارہ بطلبہا کما لو ابی ان ینفق علیہما او علی اصولہ وفروعہ فحبس احیاء لہم بحر بلکہ زوج محبوس ہو جبکہ اُس کی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جائے اُن لوگون کے جلانے کیواسطے قلت وہل تحبس لمحرمہ لو ابی لم ار ذا وظاہر تقییدہم لا لکن مامر من الاشباہ لا یضرب المحبوس الا فی ثلث یفیدہ فتامل عند الفتوی مین کہتا ہون اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہی اپنے محرم کے سبب سے اگر نفقہ دینے سے انکار کرے مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور ظاہر تقییدِ فقہا یہ ہی کہ محبوس نہو مینے تقییدِ زوجہ اور اصول اور فروع اُسکی مقتضی ہی کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جائے محبوس مگر تین صورتون مین مفید حبس ہی تو تامل کیجیو فتوی دینے کے وقت ہم منجملہ صور ثلثہ ایک صورت یہ ہی جبکہ انفاق نکرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول و فروع ہین کیونکہ اصول اور فروع اقارب مین

Marfat.com

داخل نہین اور اقارب مین کسی کا نفقہ واجب نہین مگر قرابت دار محرم کا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون عدول جائز نہین قول صریح سے اُس تقیید کیطرف جو
ذکر عدو سے ماخوذ ہی وسیجئ حبس الولی بدین الصغیر اور آگے آویگا محبوس ہونا ولی کا صغیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہی اُسکے ادا کرنیسے ولی
اُسکا سرتابی کرے تو ولی محبوس ہوگا کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ والصحیح عندہما بیع عقارہ کمنقولہ
بحر فلیحفظ نہ محبوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو یعنی دادا پردادا سردادا اپنے فروع کے دین مین بلکہ قاضی فروع کا دین اصل کے عین مال سے یا اوسکی قیمت سے ادا کرے اور
صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اُسکی آراضی کی ہی مانند اُسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م حبس اصول اسواسطے جائز نہین کہ حبس عقوبت ہی اور
والد اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہین ہوتا اسواسطیکہ جب اصل کو اُف کہنا حرام ہوا بموجب نص قرآنی کے تو حبس اُس سے فوق ہی اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی
شامل ہی اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین مین اور ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین مین محبوس ہوگا عین مال اصل
سے اسوقت قضاء دین کرے جبکہ موجود حق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اُسوقت جبکہ مال موجود اُسکے حق کی جنس سے نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاض نائبا الا اذا
فوض الیہ صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ہہنا اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ول من شئت
واستبدل او استخلف من شئت فان قاضی القضاۃ ہو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا او عزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اسوقت جبکہ بادشاہ کیطرف
سے اُسکو نائب کرنا مفوض ہوگیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یون کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یون کہنا سلطان
کا کہ مین نے تجکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہان قوی تر ہی صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور مین قاضی نائب کرنیکا مالک ہی نہ معزول کرنیکا اور دلالت
مین نائب کرنے اور معزول کرنے دونون کا مالک ہی چنانچہ سلطان کے اس قول مین کہ ولی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطیکہ
قاضی القضاۃ وہ شخص ہی جو تصرف کرے قاضیون مین ہر طرح منصوب اور معزول کرنے مین م غیر مفوض کو استخلاف مین اختیار نہین اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے
استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصاء جائز ہی بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطیکہ نائب قاضی وہ کرتا ہی جو وکیل اور وصی نہین کرسکتا تو توقع
فساد نیابت قضا مین زیادہ ہی اور اگر قاضی نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتاب اقرار کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اُس کے امر کے موافق
کرے اور اسکو حکم دینا جائز نہین اور بزازیہ مین ہی کہ نائب حکم کرے اُس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی
کذا فی الطحطاوی وبخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک وغیرہ بخلاف اُس شخص کے جو مامور ہوا سلطان کی طرف سے
جمعہ کی نماز پڑھانے کیواسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کرسکتا ہی بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ م اسواسطے
کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہی تو اگر اُسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہوجائے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ ہی آفات اور بیماریونکا تو گویا
سلطان نے اُسکو نائب کرنے مین اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہ ممکن نہین کہ سلطان کا انتظار کیا جائے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت کا محتمل نہین
بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہی اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہی چنانچہ خطیب اگر بیمار ہوجائے یا اُسکو کوئی مانع عارض
ہو پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی امام جمعہ کو استخلاف اُسوقت جائز ہی جبکہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو
تو جائز نہین اسواسطے کہ سماع خطبہ شرائط افتتاح جمعہ سے ہی بخلاف اُس امام کے جسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے اسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہی اسواسطے
کہ مامور یہان بانی ہی نہ مفتتح خطبہ شرط افتتاح ہی سو وہ درحق اصل موجود ہی کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ ملا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ وانما ہو فہم فہمہ من بعض العبارات وقد
مر فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے درر مین ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ اُسکی کچھ اصل نہین وہ تو اُسکا فہم ہی جو بعض عبارات سے سمجھا ہی اور البتہ یہ گفتگو جمعہ مین مذکور ہوچکی م ملا خسرو
نے کہا کہ خطیب کو استخلاف ابتداءً جائز نہین بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق حدث اور درصورت حدث جائز ہی تو استخلاف فی الصلوۃ کو اُسنے بضرورت جائز کہا اپنی شرح مین کذا فی الطحطاوی

Marfat.com

ونائب القاضی المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل وہو السلطان وحینئذٍ فلا یملک ان یعزلہ القاضی بغیر تفویض منہ للعزل ایضا کوکیل وکل فکذا
لا ینعزل ایضا بعزلہ ولا بموتہ ولا بموت السلطان بل لغیرہ زیلعی وعینی وابن ملک وغیرہم فی الوکالۃ واعتمد فی الدرر والملتقی وفی البزازیۃ وعلیہ الفتوی ونمامہ فی الاشباہ
وفی فتاوی المصنف وہذا ہو المعتمد فی المذہب لما ذکرہ ابن الغرس لمخالفتہ للمذہب اُس قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہی نہ معزول کرنا وہ نائب ہی اصل
سے یعنی سلطان کی طرف سے اور اُس وقت مین تو قاضی اُسکے معزول کرنیکا مالک نہین بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزولی کو بھی مانند اُس وکیل
کے جس نے وکیل کیا دوسرے کو یعنی باذن موکل کہ وہ معزول نہین ہوتا اُسکے عزل سے اور اسی طرح نائب قاضی بھی معزول نہین ہوتا قاضی کے معزول
کرنے سے اور نہ اسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب مذکور سلطان کے معزول کرنیسے معزول ہوتا ہی چنانچہ زیلعی وعینی وابن ملک نے کتاب الوکالت
مین مذکور کیا ہی اور درر اور ملتقی مین اُسپر اعتماد کیا ہی اور بزازیہ مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور پورا بیان اُسکا اشباہ مین ہی اور مصنف کے فتاوی مین ہی اور یہی قول معتمد
فی المذہب ہی نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے اُس قول کیواسطے مذہب کے سو ابن غرس نے فواکہ بدریہ مین ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے
زمانے مین معزول ہوجاتا ہی قاضی کی معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی عن المنح ونائب غیرہ ای غیر المفوض لہ ان قضی عندہ او فی غیبتہ واجازۃ القاضی صح
قضاءہ لو اہلا بل لو قضی فضولی او ہو فی غیر ولایتہ واجازہ جاز لان المقصود حصول الرائہ بحر قال فیہ بعلم دخول الفضولی فی القضاء اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی
کو نائب کرنا سلطان کی طرف سے مفوض نہین اُسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت مین فیصلہ کرے اور قاضی اُسکو جائز رکھے تو نائب
کا فیصلہ صحیح ہی اگر نائب اہل ہو قضا کا یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہین بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر ولایت قضا مین فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونیکے اسکو
جائز رکھے تو جائز ہی اسواسطے کہ مطلب تو اُسکی رائے حاصل ہونا ہی اور وہ ان صورتون مین حاصل ہی کذا فی البحر صاحب بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہوگیا فضولی کا
داخل ہونا قضا مین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الاشباہ والمنظومۃ المحبیۃ لو فوض لعبد مفوض لغیرہ صح ولو حکم بنفسہ لم یصح ولو اعتق بقضی صح بخلاف صبی بلغ اشباہ اور
منظومۂ محبیہ مین ہی کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدۂ قضا مفوض کیا اور اُسنے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہی قضا تفویض کی تو صحیح ہی اور اگر غلام نے خود حکم
کیا تو صحیح نہین اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اُسنے حکم کیا تو صحیح ہی بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا ہم صاحب اشباہ نے احکام صبیان مین بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر نابالغ
ہو پھر جبکہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہی انتہی اور اُس نے قاضی کا ذکر نہین کیا اگرچہ عموم والی مین قاضی بھی داخل ہی کذا فی الطحطاوی واذا رفع الیہ حکم قاض
خرج الحکم ودخل المیت والمعزول والمخالف لرائہ لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فیعم فافہم آخر قیدا اتفاقی اذا حکم نفسہ قبل ذلک کذلک ابن کمال لنفذہ ای الزم الحکم والعمل
بمقتضاہ اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اُسکو نافذ کردے یعنی اُسکے حکم کو اور عمل بمقتضاے حکم کو یعنی اپنے حکم سے اسکے حکم کو ناقد اور لازم
کردے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہوگیا ہی اسواسطے کہ لفظ قاضی
نکرہ ہی سیاق شرط مین تو عام ہوگا جمیع انواع مذکورہ کو سو اُسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ خود اُس قاضی کا حکم قبل اُسکے یعنی قبل مرافعہ کے
ایسا ہی ہی یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ص محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اُسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری
کرے اور اگر موافق نہو تو باطل کرے سواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہین ہوتا چنانچہ باب التحکیم مین آویگا اور قاضی مین اہل بغی کا قاضی بھی داخل ہی اسواسطے کہ قاضی اہل
عدل اُسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی مین مغنی سے منقول ہی کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہی تو وہ اسکو رد نہین
کرسکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی لو مجتہدا فیہ عالما باختلاف الفقہاء فیہ فلو لم یعلم
لم یجز قضاءہ ولا یمضیہ الثانی فی ظاہر المذہب زیلعی وعینی وابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر مین مجتہدون
کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اسمین فقہا یعنی مجتہدون کا اختلاف ہی تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین

Marfat.com

کو تو اُسکی قضا جائز نہین اور نہ قاضی ثانی اُسکو جاری کرے ظاہر مذہب مین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال م خلاصہ مقام یہ ہی کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہوگیا تو دوسرے قاضی پر اُسکی تنفیذ واجب ہی یہ اُس صورت مین ہی جبکہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اُسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو اُسمین دو روایتین ہین یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اُسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اُسنے اُسکا حکم کیا جو خود اُسکے نزدیک خطا ہی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہی قنیہ مین ہی کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضاً نافذ نہین اسواسطے کہ جو اپنا مذہب عمداً چھوڑتا ہی تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہی نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اُسکی تقلید نہین کی مگر اُسکے مذہب کی جہت سے نہ اُسکے غیر کے مذہب سے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اپنے واسطے قاضی کیا ہی تا وہ ابو حنیفہ رح کے مذہب پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہین کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہی اور اُسکی قوی تر دلیل وہ ہی جو بزازیہ مین ہی کہ اگر قاضی مجتہد ہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہین محمد رح کے نزدیک خود اُس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی فی البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہی وہی قول معتمد علیہ ہی مذہب مین اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہی اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہی کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اُس قاضی مجتہد کے ہی جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اُسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہوگی کذا فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے منقول ہی پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صریح ہی جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیئے انتہی کلام طحطاوی لکن فی الخلاصۃ وفتوی بخلافہ وکانہ تیسیر اللحفظ لیکن خلاصہ مین ہی کہ خلاف اُسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ فتوی آسانی کر دینے کیواسطے ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے م خلاف اسواسطے فتوی دیا گیا ہی یعنی قضا علی المخالف نافذ ہی خواہ قاضی اُس مسئلے مین اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فوائد بزازیہ مین ہی کہ مین کہتا ہون کہ لائق یہ ہی کہ علم بالاختلاف شرط انفاذ کیجیے خصوصاً ہمارے زمانے مین اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جائے علم بمذاہب بقیہ مجتہدین پھر اُسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہی یعنی جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہی نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانے کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہی اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحہ من خصم علی خصم حاضر بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر م حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہی الزام کا یعنی قاضی حکم کو لازم کرے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اُسکے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہی کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنی حکم قاضی کیطرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اُسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور حضار شہود اصل شرط نہین بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہی بزازیہ مین ہی کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضا اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اُس سے مال دلا دے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہوا اور ضرور ہی نام لینا قاضی کا اور بیان اُس کے نسب کا انتہی والا کان افتاء فیحکم بمذہبہ لا غیر تحر اور اگر ایسا نہین تو یہ افتا ہی تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اپنے کے کذا فی البحر م حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہی بقرینۂ قولہ کان افتاء اور اسواسطے کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصۂ مطلب حلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہ افتا ہی یعنی طلب فتوی ہی نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوے دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نکرے اور

Marfat.com

حاصل مضمون طحطاوی یہ ہی کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ اقتضا تھا تقضا تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے ویجئ آخر الکتاب وانہ اذا ارتاب فی حکم الاول لہ طلب شہود الاصل اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی مین قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہہ پڑے قاضی اول کے حکم مین تو اُسکو اختیار ہی کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اُسکو شک نہ پڑے تو اُس سے متعرض نہو کذا فی البحر قال وہ بہ عرف ان تنافیذ زماننا لا تعتبر لترک ماذکر صاحب بحر نے کہا اور اُس سے یعنی شرط صدور دعوے سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے تنفیذات معتبر نہین بسبب ترک کرنے اُس چیز کے جو مذکور ہو چکی ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اسواسطے معتبر نہین کہ بلا دعوی اور بلا حادثہ وہ جاری کر دیتا ہی اسطرح پر کہ صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہی فلانے قاضی کے حکم پر تا قاضی ثانی اُسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اُسکو ملا اور اُسنے اُسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق مین ہی مین کہتا ہون اور گاہے یہ لکھدیا جاتا ہی قاضی اول کے وثیقے پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارفوا فی زماننا القضاء بالموجب اور البتہ رائج ہو گیا ہی ہمارے زمانے کے قاضیون مین قضا بالموجب یعنی موجب پر حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن غرس سے مزید توضیح کیواسطے اصل سے نقل کرنا چاہیئے ابن غرس نے فواکہ بدریہ مین کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف مین معروف نہین سلف مین تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یون کہتے تھے کہ فلانے کیواسطے مگر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے کا یا تسلیم عین مبیعہ کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلک اور اسطرح حکم صریح ہونا اصل ہو اس باب مین پھر قضاء بالموجب متعارف ہو گئی توسع اور آسانی کیواسطے پھر لوہیوگی کی یہانتک نوبت پہونچی کہ جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہین وہ کہتا ہی کہ مین نے حکم بالموجب کیا انتہی الملخصا موجب لغت مین اُسکو کہتے ہین جسکو کوئی شئ واجب کرے اور اُسکو مقتضی ہو اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وہو عبارۃ عن المعنی المتعلق بہا انیف الیہ فی ظن القاضی شرعا من حیث انہ یقتضیہ اور موجب عبارت ہی معنی متعلق بالعقد سے جو عقد کہ شرعاً مضاف اور منسوب ہی موجب کیطرف قاضی کے ظن مین جس حیثیت سے کہ قاضی اُسکا حکم کرتا ہی ہم مثال اُس کی یہ ہی کہ ایک شخص نے مبیع صحیح کی اور قاضی نے اُسکے موجب کا حکم کیا تو اُس بیع کا موجب اس صورت مین مقتضائے بیع ہی یعنی خارج ہونا مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اُسکا مشتری کی ملک مین اور تسلیم و تسلم ثمن اور مثمن مین الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمہ تو یہ معنی محکوم بہ جو مضاف اور منسوب ہی بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہی قاضی کے ظن مین شرعاً ہی موجب ہی یہان اور اُسی کو عقد بیع مقتضی ہی اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اُسکے موجب کا حکم کیا تو اُس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اسواسطے کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہین اور قاضی کو اُسکا دعوی بھی نہین تو یہ موجب متعلق بالحکم نہ ہوا اس راہ سے کہ قاضی نے اُسکا بھی حکم کر دیا فتامل کذا فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناہ الحکم ببطلان البیع سو جبکہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اُسکا حکم ہی ببطلان بیع کا ہم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اُس بیع مین تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اُسکے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اُسکا یہ ہوگا کہ یہ بیع باطل ہی تو موجب اُس صورت مین وہ معنی ہین جو اس بیع محکم بہ کی طرف مضاف ہی شرعاً قاضی کے ظن مین یعنی اُس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال الموثق وحکم بمقتضاہ لا یصح لان الشئ لا یقتضی بطلان نفسہ اور اگر موثق یا قاضی نے کہا اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شئ اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہین ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موثق یون کہے کہ مین نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہین حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل بے معنی ہوا تو قاضی شافعی اُس کی صحت کا حکم دے سکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہی تو بمقتضائے بیع مدبر حکم متوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضا ہی نہین اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وبہ ظہر ان الحکم بالموجب اعم نہر اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے تبائن ظاہر ہوتا ہی اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہی ابن الغرس نے فواکہ مین کہا کہ لازم یہ آتا ہی کہ بیان حکم مین موجب اعم ہی مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہی بدون مقتضا کے قضا کی بعضی صورتون مین چنانچہ بیع المدبر کی

صورت مین انتہی اور موجب اور مقتضا مجتمع ہوجاتے ہین بیع صحیح کی قضا بالموجب مین چنانچہ اول مذکور ہوچکا فوائد بدریہ مین کہا حاصل یہ ہی کہ موجب یہان مقتضا کیساتھ صادق آتا ہی اور بدون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہی فلہذا متبادر ہوتا ہی کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت ہی الی آخر ما قال کذا فی البحطاوی الاماعری عن دلیل مجمع در صورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معرا ہو دلیل سی اُسکو جاری نہ کرے کذا فی المجمع م صاحب مجمع نے اُسکو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا معرا عن الدلیل کی ایک صورت یہ ہی کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جبکہ چند سال صاحب دین مطالبہ نکرے کذا فی البحطاوی و خالف کتابا لم یخالف فی تاویلہ السلف کترک التسمیۃ با قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہوجسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنی قضا بلزوم ثمن متروک التسمیہ عمداً ۵۱ م سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق تھے دریافت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیہ عمداً حلال ہی اُس کا کھانا اور بیع اُسکی صحیح ہی اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمداً حلال نہین اور نہ اُسکی بیع صحیح ہی بدلیل آیت قرآنی (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) اور نہ کھاؤ اُس جانور کو جسپر اللہ کا نام نہین لیا گیا کذا فی البحطاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ مین ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہین لہذا اگر شافعی قاضی اُسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اسکو باطل کریگا جاری نہ کریگا اور سنت مشہورہ کتحلیل بلا وطی لمخالفۃ حدیث العسیلۃ ۵۲ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل ۵۳ بدون وطی کرنے زوج ثانی کے بسبب مخالف ہونے اُس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہی ۵۴ م سعید بن مسیب کا یہ مذہب ہی کہ مطلقہ ثلثہ مجرد نکاح محلل حلال ہوجاتی ہے بدون اُسکی وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اُسکو نافذ نہ کرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہی اور یہی حکم ہی حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا واجماعاً کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ کبیع ام الولد علی الاظہر وقیل ینفذ علی الاصح یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ علت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع ہونے صحابہ کرام کے اُسکے فساد پر اور جیسے ام ولد کے بیع بنا پر قول اظہر اور بعضون نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہی بر قول اصح م داؤد ظاہری کا یہ مذہب ہی کہ ام ولد کی بیع صحیح ہی تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ ہوگا اور اسی پر فتوی ہی اور یہی قول ہی محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہی اور شیخین کا یہ مذہب ہی کہ قضا مذکور نافذ ہی کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نہ آوے اور فتح القدیر مین ہی کہ قضا مذکور دو سر قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر متوقف ہی بدائع مین ہی کہ اگر قاضی ثانی اُسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اُسکو جاری کرے اور اُسکا معتقد ہو کہ یہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہوگیا تو جاری نکرے بلکہ رد کرے کذا فی البحطاوی ومن ذلک ما لو قضی بشاہد ویمین المدعی لمخالفتہ للحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کی یہ صورت ہی کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اُسپر ہین جو دعوے کرے اور قسم اُسپر ہی جو منکر ہو اور قصاص تعیین الولی واحد من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب متعین کرنے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے م بعضے علما نے کہا کہ یہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہی کہ جب مدعی علیہ ہین اور مقتول مین عداوت ظاہر ہو اور اُسکی عداوت غیر مدعی علیہ سے معلوم نہو بشرطیکہ مدعی علیہ محلے مین موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم لے ولی مقتول سی اُسکے دعوی پر پھر جب وہ قسم کھاوے تو اُسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے نزدیک ایمین دیت اور قسامہ ۵۵ ہی تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اُسکو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہی کذا فی البحطاوی عن العالمگیریۃ او لصحۃ النکاح المتعۃ او الموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نہ کرے او لصحۃ بیع عبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے م خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نکرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا ایمین ہمارے اصحاب سی کچھ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول نہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اُسکو جاری کرے کیونکہ یہ قضا ہی فصل مجتہد فیہ مین کذا فی البحطاوی او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم کرے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او لصحۃ اطلاق الدور وبقاء النکاح کما مر فی بابہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقاء نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین وقضا عبد وصبی مطلقا او قضا غلام او صغیر کی مطلقا نافذ نہین یعنے خواہ

۵۱ یعنی جان بوجھکر کسی چھوڑی ہوئی
۵۲ سلا کرنا
۵۳ اس اول کو
۵۴ ایکبیان کرنا
۵۵ قسم

Marfat.com

حر پر حکم کرین یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر پر کذا فی الحلبی وقضاء کافر علی مسلم ابداً ونحو ذلک کالتفریق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ لا ینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اُسکے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی کی گواہی سے نافذ نہین ہوتا قضا کے جمیع مسائل مذکورہ مین وعد منہا فی الاشباہ نیفاً واربعین اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے اشباہ مین چالیس اور چند مسائل شمار کیئے ہین م شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکور اشباہ مین بطریق حصر کے مذکور نہین حموی نے کہا اور جن مسائل مین قضاء قاضی منقوض ہوتی ہی اُنکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور فتح القدیر مین ہی جسکا جی چاہی وہ کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے وذکر فی الدرر لما ینفذ سبع صور منہا کما لو قضت المرأۃ بحد وقود وسیجیٔ متنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحا اور درر مین قضاء نافذ کی سات صورتین مذکور کین اُنمین سے ایک یہ صورت ہی کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ متن مین آویگا کتاب القاضی الی القاضی مین اُسکے برخلاف جسکو مصنف نے شرح مین ذکر کیا م اسمین دو قول ہین خانیہ مین نفاذ مذکور ہی اور بزدوی نے قضاء جامع کے مقدمہ مین عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی والاصل ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ قضا صحیح ہی موضع اختلاف مین نہ موضع خلاف مین اور اختلاف اور خلاف مین فرق یہ ہی کہ اختلاف کیواسطے دلیل ثابت ہی نہ خلاف کیواسطے م یہ تفرقہ عرفیہ ہی والا فقد قال تعالی (وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب) اور حالانکہ اہل کتاب کیواسطے کچھ دلیل نہین اور مراد شارح یہ ہی کہ موضع خلاف مین کوئی دلیل صحیح نہین مخالف کی نظر مین والا اُسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وہل اختلاف الشافعی معتبر الاصح نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہی قول اصح یہ ہی کہ ہان معتبر ہی کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ م شرح وقایہ مین ہی ہدایہ مین کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہی یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہی کہ یہ شرط نہین تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہی یوم الموت لا یدخل تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہین یعنی اُس سے کوئی حکم متعلق نہین بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہی اور اُسکی تاریخ معتبر ہی اور قتل کے مانند نکاح ہی اعتبار تاریخ مین کذا فی الطحطاوی فلو برہن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برہنت امرأۃ ان المیت نکحہا بعد ذلک قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اُس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائیگا م جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث ابن کیساتھ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہین اور استحقاق میراث سبب سابق علی الموت سے ہوتا ہی تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونون گواہیون پر عمل ممکن ہی ولو برہن علی قتلہ فیہ فبرہنت ان المقتول نکحہا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اُس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہون گے م اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہی تو اُسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا جمیع العقود والمداینات اور اسی طرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مدائنات ہین م عقود چنانچہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مدائنات چنانچہ قرض اور ودیعت مستہلکہ یعنی جمیع عقود اور مدائنات کا حکم قتل کے مانند ہی تعلق قضا مین کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجۃ التی معہا ولد فانہ تقبل بینتہا بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اُس زوجہ کے مسئلہ مین جسکے ساتھ لڑکا ہی اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے اُس تاریخ کیساتھ جو متناقض ہی یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ م صورت اُسکی ولوالجیہ مین یون ہی کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُس نے اُسکے باپ کو عمداً تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور مین اُسکا وارث ہون کوئی اسکا وارث نہین سوائے میرے اور اُس دعوی کو گواہون سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اُسکے ساتھ ایک لڑکا ہی سو اُسنے گواہی قائم کی اسپر کہ پندرہ برس گذرے کہ اُس مدعی کے باپ نے مجھسے نکاح کیا اور یہ لڑکا اُسکا ہی اور اسکا وارث ہی اُس مدعی کیساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسمین مین یہ مستحسن جانتا ہون کہ عورت کے گواہون کو جائز رکھون اور ولد کو ثابت النسب کہون اور قتل کے گواہون کو باطل کرون اور یہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب سے ہوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا ساتھ نہ لاوے تو ابن مدعی کے

Marfat.com

گواہ مقبول ہونگے نہ عورتکے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فاستثنے محشوہا من الاول مسائل منہا ادعیا میراثا فلا سبقہا تاریخا اور اشباہ کے محشیون نے مستثنے کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصون نے ایک چیز مین میراث کا دعوی کیا تو میراث اُسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق تر ہے ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے مین نے اسکو اپنے باپ سے میراث مین پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے مین ہے تو یہان تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نہ کی یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون مین نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برہن کا وکیل علی وکالتہ وحکم بہا فادعی المطلوب موت الطالب صح الرفع قبض دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر مدیون مطلوب نے ادا کی طالب کی موت کا دعوی کیا یعنی طالب مر گیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل بمطالبہ نہین کر سکتا ہوا سطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کیواسطے حق قبض باقی نہین رہتا طحطاوی نے کہا یہان حکم کہان ہے جو کہے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہین یہ تو فقط دفع ہے دعوی کا برہن لانہ شراہ من ابیہ منذ سنۃ وبرہن ذوالید علی موتہ منذ سنتین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اسنے فلانی چیز کو ذوالید کے ہاتھ سے خرید کیا ایک سال ہی اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی م استثنا بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قنیہ مین ہے کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسر ان للقضاء بالبینۃ عبارۃ عن رفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع لیرتفع باثباتہ بخلاف القتل فانہ من حیث ہو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اُسکا یعنی موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینۃ عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہین کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہین اور میراث کا سبب منعقد ہے موت سے پہلے تو جسوقت کہ موت ہوگی مال اُسکا وارث پائیگا بلا خصوصیت زمانۂ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہین م اجناس مین مذکور ہے کہ محمد نے دونون مین فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ قتل ہے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت مین کوئی لازم نہین توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل ظلم خالی نہین قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخر مین چنانچہ مسئلہ سابقہ مین مذکور ہو چکا اسقاط ہے اُسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہین ہو سکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق مین پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے نہونگے بواسطہ تضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہین بواسطے کہ یہان عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہین اسلیئے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جسطرح حالت انفراد مین وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون مین در باب ارث تعارض نہوا اسکے اسقاط اور اثبات مین لہذا عورت کے گواہ یہان مقبول ہوئے کذا فی الطحطاوی وینفذ القضاء بشہادۃ الزور ظاہرا وباطنا ونافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن مین م امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ اسباب معین دعوی کرے اور جھوٹے گواہ لائے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن مین کذا فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلا مدعی نے ایک عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے اسواسطے کہ رجال غلام ہین اللہ تعالی کے اور نساء لونڈیان ہین اور مولی کی ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکون کے نکاح مین اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزور ہم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہون کے کذب کو نہ جانتا ہو م محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کیسی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہین بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیعہ ونکاح والفسوخ کالنکاح وطلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاہد الزور جاک فضا بشہادت زور نافذ ہے عقود مین مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ مین مانند اقالہ اور طلاق کے

بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونون شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا م یہ امام کی دلیل ہی مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اُسنے قائم کیے تو آپنے دونون مین ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین رض اگر مجبوری اور ناچاری ہی تو میرا نکاح اُس سے کر دیجیے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونون شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونون مین نکاح منعقد نہو جاتا آپکی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سی امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اُسمین دونون کا محفوظ رہنا تھا زنا سے اور شہود بلاشبہ کاذب تھے بدلیل قصہ مذکورہ کذا فی الدرر بیع کی صورت یہ ہی کہ مشتری نے غیر پر دعوی کیا کہ اُسنے اس لونڈی کو اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود روز قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کیواسطے تو یہ حکم نافذ ہی باطن مین بھی امام کے نزدیک اور اسکو اسکی وطی حلال ہی اور طلاق کی یہ صورت ہی کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعوی کیا اور اُسپر شہود زور قایم کیے اور قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اوّل کو اُسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہین اور زوج ثانی کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہی خواہ زوج ثانی حقیقۃ الحال جانتا ہو کہ زوج اوّل نے اُسکو طلاق نہین دی اسطرح پر کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو اسطرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیریۃ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہی اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب ہوگی حلت کا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ہم نے حرام محض کو سبب حلت کا نہین ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے نزدیک حضور شہود شرط ہی یعنی درصورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہین بلکہ وہ واجب ہی اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہین اور قضا مترتب ہی شہادت پر اور اُسکے نزدیک شہادت حق ہی بنا بر عدم ظہور قادح شہادت کو حلت مترتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی و صدر الشریعۃ بتصرف اور امام کی قوی تر دلیل تحریم بالقضا سے یہ ہی کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہو ظاہر اور باطن مین تفریق بامر اللہ اولی بالنفاذ ہی کیونکہ قاضی اُسکا مامور ہی حق تعالی کی جانب سی کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلثۃ ظاہراً فقط وعلیہ الفتوی شرنبلالیۃ عن البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر مین نافذ ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیۃ عن البرہان م یعنی قضا بشہادۃ زور ظاہر مین نافذ ہی نہ باطن مین اسواسطے کہ شہادت زور ظاہر مین حجت ہی نہ باطن مین تو قضا بھی اسی طرح فقط ظاہر مین نافذ ہوگی نہ باطن مین اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہی بقدر حجت کے قہستانی مین حقائق سے منقول ہی کہ عدم نفاذ باطن پر فتوی ہی بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہی کہ قول ابو حنیفہ ہو الاوجہ یعنی قوی ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک فظاہراً فقط اجماعاً لتزاحم الاسباب بخلاف قضاء املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہین تو فقط ظاہر مین نافذ ہوگی بالاجماع بسبب تزاحم اسباب کے م یعنی املاک مرسلہ عقود اور فسوخ کے مخالف ہین کہ اُنمین ظاہر ہی مین فقط قضا نافذ ہی وجہ اُسکی یہ ہی کہ مثلاً نکاح مین نکاح مقدم ہو جاتا ہی قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ مین نے تیرا نکاح اُس سے کر دیا یا تم دونون مین نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کیواسطے اور املاک مطلقہ مین ایسا نہین ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کیواسطے کوئی سبب ضرور ہی اور بعض سبب اولی نہین بعض سی بسبب تزاحم اسباب ملک تو یہان اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہین بطریق اقتضا پھر جب باطن مین قضا نافذ نہ ہوئی تو مقضی لہ کو وطی اور اکل وغیرہ حلال نہین اور مقضی علیہ کو حلال ہی لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر مین کریگا تو لوگ اُسکو نسبت بفسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی عن الوالوالجیۃ حتی لو ذکر سبباً معیناً فعلی الخلاف ان کان سبباً یمکن انشاءہ تو اگر املاک مین سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سی چنانچہ بیع م یعنی اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری مملوک ہی بسبب خرید کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی مین نافذ ہوگی نہ باطن مین والا لا ینفذ اتفاقاً کالارث اور اگر ایسا سبب مدعی نے مذکور نہین کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن مین نافذ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہی لیکن ایسا سبب نہین ہی جسکو قاضی انشا کر سکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اس سبب پر ہی جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے طحطاوی نے کہا بدائع مین ہی کہ میراث

Marfat.com

اور مطلق ملک دعوی مین برابر ہین اور اسی قول کو ہم کہتے ہین انتہی وکما لو کانت المرأۃ محرمۃ بنحو عدۃ او ردۃ وکما لو علم القاضی بکذب الشہود حیث لا ینفذ اصلا کالقضاء بالیمین الکاذبۃ زیلعی و نکاح الفتح اور چنانچہ اگر عورت محرمہ یعنی مدعی پر حرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہما کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہونکی دروغگوئی سے واقف ہو جائے کہ وہان اصلا قضا نافذ نہوگی جھوٹی قسم کی قضا کے مانند کذا فی الزیلعی و نکاح فتح القدیر م بہتر یہ تھا کہ عورت محرمہ اور قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا ارث کیساتھ تمثیل نہ دیتا کیونکہ دونون صورتون مین اصلا قضا نافذ نہین نہ ظاہر مین نہ باطن مین بخلاف ارث کے کہ اسمین فقط باطن مین نافذ نہین یمین کاذبہ کی یہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو مطلقہ کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اسکا منکر ہے تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اسنے قسم کھائی انکار پر اور عورت جانتی ہے کہ بلاشبہ طلاق واقع ہوئی تو اسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہین اور نہ اسکی میراث لینا اسکو درست ہے خلاصہ مین ہے کہ زوج کو اسکی وطی حلال نہین اجماعا کذا فی الطحطاوی وطی اسواسطے حلال نہین کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمین کاذبہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رایہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع ووقایہ وملتقی وقیل بالنفاذ یفتی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا مین برخلاف اپنی رائے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال تو نافذ نہوگا مطلقا نہ بھولکر نہ عمدا صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایۃ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغرے مین کافی سے فتوی منقول ہے کذا فی الطحطاوی م یہ مسئلہ عنقریب مشرح مذکور ہو چکا وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتہدا کحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ عامدا لا ینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہین جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب اسنے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھ کر تو حکم مذکور نافذ نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح اپنا مذہب بھولکر حکم نافذ نہوگا صاحبین کے نزدیک م حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی ابو یوسف یا محمد رح وغیرہما امام کے شاگردون کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہین ہے چنانچہ درر مین ہے یہ اس صورت مین ہے جبکہ قاضی کو حکم بمذہب امام کی تقیید نہ واقع ہوئی ہو والا وہ معزول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کیساتھ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانہ مین تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہوگی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام الشرنبلالی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ولو حکم القاضی بحکم مخالف ۔ مذہبہ ما صح اصلا یسطر ۔ اور البتہ مین نے متغیر کر دیا وہبانیہ کی بیت کو سو یون کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلا صحیح نہین نہ عامدا نہ ساہیا اسکو لکھ رکھنا چاہیئے قلت واما امر الامیر فمتی صادف فصلا مجتہدا فیہ نفذ امرہ کما قدمناہ عن سیر التاتارخانیۃ وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور امیر کا حکم تو جبکہ فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا نافذ ہوگا چنانچہ ہم نے اسکو مقدم ذکر کیا ہے کتاب السیر تاتارخانیہ وغیرہا سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے لا یقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی بہ بحر نہ حکم دیا جائے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اس کے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور منفعت کیواسطے حکم دینا صحیح نہین بلکہ حکم نافذ ہی نہین قول مفتی بہ پر کذا فی البحر م امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ابو داؤد مین مروی ہے کہ جب علی مرتضی رض کو یمن کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونون خصم بیٹھین تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اس کو احمد اور اسحق اور طیالسی رح اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونیسے یا اس کے نائب کے غائب ہونے سے اور اس واسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہین ہو سکتا کذا فی فتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہین مگر اسکے نائب کے حضور مین نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور اس کا وصی اور متولی وقف کا م خواہ وکیل خصومت اور دعوے کا ہو خواہ حکم کیواسطے اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اسنے کسیکو وکیل

گواہ دعوی کرنے والے پر ہین اور قسم اس شخص پر ہے جو انکار کرے ۱۲

Marfat.com

مقرر کیا اُسپر حکم ہوا قنیہ مین ہے اقامت بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور موکل اُسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مرگیا اور اُسکا وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور دوسرا حاضر ہوا سو بینہ مذکورہ سے اُسپر حکم ہوگا جو حاضر ہے انتہی اور وصی سے وہ وصی مراد ہے جو میت کیطرف سے ہے نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہو کذا فی الطحطاوی افاد بالاستثنا بان القاضی لم یحکم علی الغائب والمیت لا علی الوکیل والوصی کتب فی السجل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرۃ وکیلہ وبحضرۃ وصیہ جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے یہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل مین یون لکھے کہ مین نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان احد الورثۃ کذلک فینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین واجنبی بیدہ مال یتیم وبعض الموقوف علیہم ای لو الوقف ثابتا کما مر فی بابہ اور مصنف نے کاف تمثیلی سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف مین منحصر نہین اسواسطے کہ ایک شخص وارثون مین سے اسطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثون کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکون مین سے ایک شریک خصم ہوجاتا ہے دوسرے شریک کی طرف سے اور اسی طرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ مین یتیم کا مال ہے خصم ہوجاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے اُن مین سے ایک دوسرے کا نائب ہوجاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہوچکا جیسا کہ باب الوقف مین مذکور ہوچکا اور نائبہ شرعا کو وصی نصبہ القاضی خرج المسخر کما سیجی یا قضا جائز ہے غائب پر اُسکے شرعًا نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اُسکا ذکر آویگا مسخر وہ ہے کہ قاضی ایک وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے تا وہ مدعی کا دعوی سُنے کذا فی الطحطاوی عن البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببًا لا محالۃ فلو شرعی امۃ تم ادعی ان مولاہا زوجہا من فلان الغائب فردہا بالعیب لازواج لم یقبل لاحتمال انہ طلقہا وزال العیب ابن کمال لما یدعی علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اُسکے حکمی نائب کے سامنے اس طرح پر کہ جو دعوی کیا جائے غائب پر وہی لا محالہ بلا احتمال سبب ہے اس دعوے کا جو شخص حاضر پر دعوی کیا جائے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی پھر لونڈی کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کردیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھیر دے منکوحہ ہونے کے عیب سے تو دعوی اسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اُسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہوگیا ہو کذا صرح ابن کمال شارح نے یہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب رد علی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دار فی ید رجل وبرہن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب الملکیۃ لا محالۃ متاخر سبب لا محالہ کی چنانچہ دعوی کیا اُس گھر کا جو ایک مرد کے قبضے مین ہے اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فلانے شخص سے خرید کیا پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہوجائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہ ہوگا اس واسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قطعًا ہم اس صورت مین ادعا علی الغائب یعنی شراء دار سبب ہے ثبوت ادعا علی الحاضر کا یعنے مالکیت کا اس واسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکملیۃ ولہ صور کثیرۃ ذکر منہا فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب کی نیابت حکمی کی بہت صورتین ہین اُن مین سے مجتبی مین اُنتیس ۲۹ صورتین مذکور ہین ہم ازانجملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اُسپر کہ اُسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے اور یہ شخص حاضر اُسکا ضامن ہے اُسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونون پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہتا تو غائب پر حکم نہوتا اور ازانجملہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا یہ گھر فلانے غائب سے اور مین اُسکا شفیع ہون اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اُسکی خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اُس سے خرید کرنیکا لہذا حاضر پر لزوم شفعہ کا اور ازانجملہ مسئلہ متن ہے اور ازانجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو شارح ذکر کریگا کذا فی الطحطاوی عن المنح عن المجتبی ولو کان

Marfat.com

مایدعی علی الغائب شرطا لما یدعیہ علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید وبرہن علی التطلیق بغیبۃ زید لا یقبل فی الاصح اذا کان فیہ ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا علق طلاق امرأتہ بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب فورجود دعوی کیا جائے غائب پر اگر وہ شرط ہو اُس دعوے کی جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اُسکا دعوی کیا کہ اُسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجہ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہون گے قول اصح مین جبکہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ مین تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنی یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اسکی زوجہ مطلقہ ہی تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنی زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونے مین ہم قضا فی الشرط مین اختلاف مشائخ ہی اور صحیح یہی کہ مقبول نہین بسبب اور شرط مین فرق یہ ہی کہ سبب اصل ہی نسبت بہ مسبب تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہی نسبت بمشروط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہوسکتا کذا فی صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات العتق علی الغائب ان یدعی المشہود علیہ ان اشاہد عبد فلان فبرہن المدعی ان مالک الغائب اعتقہ تقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے حیلون مین سے ایک حیلہ یہ ہی کہ مشہود علیہ یہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہی سو گواہ لاوے مدعی کہ اُسکے مالک غائب نے اُسکو آزاد کر دیا ہی تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلۃ الکفالۃ بمہرہا معلقۃ بطلاقہا اور حیل طلاق سے حیلہ ہی عورت کے مہر کی کفالت کا معلق بطلاق عورت ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ عورت ایک مرد پر دعوے کرے کہ تونے کہا ہی کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیرے مہر کا ضامن ہون جو زوج پر ہی سو اُسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اُسنے طلاق پر گواہ قایم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہی اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کیواسطے جامع الفصولین مین ہی کہ باوجود اسکے اگر قاضی اُسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے ودعوی کفالۃ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تونے کہا ہی کہ اگر تیرا زوج تجکو طلاق دے تو مین نفقہ عدت کا ضامن ہون اُسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قایم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان لا یزنی فحیلتہ ما فی دعوی البزازیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا وتزوجہا فافرت بزوجیۃ الغائب وانکرت طلاقہ فبرہن علیہا بالطلاق یقضی علیہا بانہا زوجۃ الحاضر ولا یحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص ارادہ کرے کہ زنا نکرے تو اُسکا حیلہ وہ ہی جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہی کہ دعوی کیا ایک عورت پر اُسکا کہ اُسکے زوج غائب نے اُسکو طلاق دی اور اُس کی عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اُس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اُسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر بہ گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہی حاضر کی اور اعادہ شہادت کی حاجت نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر یہ دعوی دروغ راست ہی تو اُس کو حیلہ کہنا بلا وجہ ہی اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہی اور طرز بیان شارح اُس کا موہم ہے کہ دعوی دروغ مین یہ حیلہ جاری ہی اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہی اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ برہان طلاق مثبت زوجیت ہی حالانکہ دونون مین تلازم نہین سوا گر یہ مراد ہی کہ گواہی نکاح اور طلاق دونون پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہی انتہی وکیقضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظہر الروایتین عن اصحابنا ذکرہ ملا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین مین بیان کیا ہی اُسکو ملا خسرو نے دُرر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ معمول ہی اُس موت پر جبکہ مفقود کی منفعت کیواسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب پر بحر الرائق مین ہی کہ اس قول سی کہ قضا علی الغائب کے نفاذ پر فتوی ہی بہت لوگون نے دھوکا کھایا ہی یعنی وہ عام سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب مین

Marfat.com

قضا علی الغائب جائز ہی خواہ حنفی جسکے نزدیک جائز نہین اور ظاہر یہ فتوی اُس قاضی کے حق مین ہی جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہی اسواسطے کہ حنفیہ کا اجماع ہی کہ قضا علی الغائب جائز نہین چنانچہ صدر شہید نے شرح آداب القاضی مین ذکر کیا ہی اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا ہدم مذہب لازم نہ لاوے یا فتوے انفاذ کا مفقود کے حق مین محمول ہی نہ مطلق غائب مین وقیل لا ینفذ ورجحہ غیر واحد فی المنیۃ والبزازیۃ ومجمع الفتاوی وعلیہ الفتوی اور دوسرا قول یہ ہی کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہین اور اسی قول کو راجح کہا ہی اکثر علما نے اور منیہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاوی مین کہا اور اسی قول پر فتوی ہی ورجح فی الفتح توقفہ علی امضاء قاض آخر اور فتح القدیر مین قضا علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کر دینے پر یعنی قضا علی الغائب اُسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اُسکو جاری کر دے م طحطاوی نے کہا بیان شارح اُسکا مقتضی ہی کہ توقف کا قول تیسرا قول ہی حالانکہ یہ بعینہ وہی قول ہی عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر لا یجوز الا لضرورۃ وہی فی خمس مسائل اور بحر الرائق مین ہی اور قول معتمد وہ ہی کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہین مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلون مین ہی م مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنی جسکو قاضی سماع خصومت کیواسطے وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے اشتری بالخیار فتواری پہلا مسئلہ یہ ہی کہ کوئی چیز بشرط خیار خرید کی سو بائع چھپ رہا م یعنی مشتری نے مدت خیار مین رد مبیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہی تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کیطرف سے وکیل قائم کرے تا اُس کو مبیع پھیرے صاحب بحر نے اسمین دو قول نقل کیے ہین بلا ترجیح اختفی المکفول لہ دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مکفول لہ چھپ رہا م صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس شرط پر کہ اگر اُسکو کل حاضر نکرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہی سو مکفول لہ کل غائب ہو گیا اور کفیل نے اُسکو نہ پایا یہان تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اُسنے مکفول لہ کیطرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اُسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا اور یہ ظاہر الروایت کے مخالف ہی تو یہ ابو یوسف کی بعض روایت مین سی ہے کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیوفیہ الیوم فتغیب المدائن تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ مدیون نے قسم کھائی کہ البتہ اُسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہو گیا م خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حنث سے ڈرا تو قاضی غائب کیطرف سے وکیل قائم کرے اور اُسکو دین ادا کرے تو حانث نہو خانیہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت نہین اگر قاضی کو دین ادا کریگا تو حانث نہو گا بر قول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ مین ہی اور اگر وہان قاضی نہو تو حانث ہو گا بقول مفتی بہ کذا فی الطحطاوی وجعل امرہا بیدہا ان لم تصل نفقتہا فتغیبت چوتھا مسئلہ یہ ہی کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اُسکا نفقہ نہ پہونچے سو عورت چھپ رہی یعنی بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کیواسطے الخامسۃ اذا توارى الخصم فالمتاخرون ان القاضی ینصب وکیلا فی الکل وہو قول الثانی خانیہ پانچوان مسئلہ یہ ہی کہ جب متخاصم چھپ رہے دار القضا مین حاضر نہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قایم کرے سب صورتون مین اور یہ قول ہی ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ قلت ونقل شراح الوہبانیۃ عن شرح ادب القاضی انہ قول الکل وان القاضی یختم بیتہ مدۃ یراہا ثم ینصب الوکیل اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین سب کا قول ہی اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے گھر پر مہر کرے جسقدر مدت کہ اُسکو مناسب معلوم ہو پھر وکیل قائم کرے ولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکہم حیث کان الدین لغیرہم ولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کیواسطے ہی نہ وارثون کو بسبب نہ مالک ہونے وارثون کے جبکہ دین وارثون کے سوا اور کسی کا ہو م مثلاً متروکہ ہی پانسو کا اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو اب قاضی اُسکو بیچ کر ادائے دین کریگا نہ اُسکے وارث مگر جبکہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہون اور وارثون کو استخلاص متروکہ کا حق ہی تو اگر وارث استخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دیون سے زبردستی قبول کروایا جاویگا اور اگر وارث کہین کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر نکرین تو قاضی کو بیع متروکہ کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی یقرض القاضی مال الوقف والغائب واللقطۃ والیتیم من ملی موتمن حیث لا وصی ولا من یقبلہ مضاربۃ ولا مستغلا یشتریہ قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ اور مال یتیم مالدار امانت دار کو جبکہ یتیم کا کوئی وصی نہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے م قاضی بسبب

Marfat.com

کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہین کرسکتا لہذا مستحب ہی کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض مین تاوان ہی نہ ودیعت مین اور قاضی کو مناسب ہی کہ قرض لینے والون کا حال دریافت کرے تا اگر کسی کا حال پریشان دیکھے تو اُس سے مال کو لے لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استخلاص پر قادر ہی مگر غنی سی نہ محتاج سے ولہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہین اور قاضی کو یہ جائز نہین کہ اپنی ذات کیواسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہی چنانچہ قنیہ مین ہی کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہے جسمین آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کاسب ولہ اخذ المال من اب مبذر ووضعہ عند عدل قنیہ اور قاضی کو جائز ہی فضول خرچ باپ سی مال کا چھین لینا اور اُسکو رکھوا چھوڑنا مرد عدل کے پاس کذا فی القنیہ یعنی اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہ ہو جاوی ویکتب الصک ندبا لیحفظہ اور تمسک لکھوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تا قرض یاد رہے ہم حموی نے کہا صک عبارت ہی مال وغیرہ کے اقرار نامہ سی وہ فارسی معرب ہی لا یقرض الاب ولو قاضیا لانہ لا یقضی لولدہ نہ قرض دے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہین کرسکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم یعنی اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اُسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہی اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہین تو جواز اقراض کی علت منتفی ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی ولا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزہم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسی کو قرض دے سو اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اُسپر لازم ہوگا بسبب اُن کے عاجز ہونیکے تحصیل قرض سی بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہی ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اُس دوسری روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہی کیونکہ ولایت اسکی قاضی کی ولایت سی عام تر ہی اسواسطے کہ نفس اور مال مین دونون کی ولایت یکسان ہی مگر مزید شفقت مین باپ زیادہ ہی قاضی سے تو ظاہرا باپ اُسکو قرض نہ دیگا جو لیکر منکر ہو جاوے خلاصہ جواب یہ ہی کہ جواز قرض اور عدم قرض مین قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہین بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہی بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو چھیڑ لینے پر قدرت نہین بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہون کو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور دانست پر حکم کریگا یا مال نکال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضہم للضرورۃ کحرق او نہب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنی ہی بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی یا غارتگری کا خوف تو ایسی ضرورت مین بالاتفاق جائز ہی کذا فی البحر ومتی جاز الملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو اُسوقت مین قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم یعنی جبکہ بعد تعریف کے ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اُسوقت اُسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت مین قرض دینا بھی جائز ہے ولو قضی بالجور فالغرم علیہ فی مالہ ان معتمدا واقر بہ ای العمد ولو خطاء فالغرم علی المقضی لہ درر اور اگر قاضی نے غیر واجبی جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہی اُسکے ذاتی مال مین اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہی یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر ہم حکم قاضی جبکہ خلاف حق واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہین بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ حق اللہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ حق العبد مین ہو تو اگر حق العباد مین تدارک اور رد ممکن ہو اسطرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا اُسمین ہوئی جسکا پھیرنا ممکن نہین اسطرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہہ قضا مانع ہی قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال مین خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اس صورت مین ہی جبکہ قاضی کی خطا بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق مین ظاہر نہوگا جبتک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق مین باطل نکرے اور اگر قاضی نے حق اللہ مین خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار یا محدود فی القذف ہین تو تاوان اُسکا بیت المال مین ہی اور اگر قاضی نے عمدا حکم کیا ظلم مین اور اسکا اقرار کیا تو اُسکے مال مین تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ مین اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیۃ ملخصا وفی المنح معزیا للسراج قال محمد لو قال تعمدت الجور انعزل عن القضاء

قاضی اگر حکم مین خطا کرے

وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ ورشوتہ ردت قضایاہ وشہادتہ اور منتقی الفقار مین ہی سراج کی طرف نسبت کرکے کہ محمد نے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ مین نے عمداً ظلم کیا تو معزول ہوجائیگا قضا سے اور اسمین ابو یوسف سے ہی کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اُسکے فیصلے اور گواہی مردود ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنیوالی ہی حق کی نہ ثابت کرنیوالی ہم یعنی حکم قاضی مظہر ہی خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہی عند اللہ قبل حکم کے اور اسکا ثبت نہین جو قبل حکم ثابت نہین یہ اُسعوت مین ہی جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب ثبت ہوگا چنانچہ حکم بشہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی وتخصص بزمان ومکان و خصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوے بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قد اخصوصیت قبول کرتی ہی زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہ ہوگا **ظہیریہ** کے مختصر مین ہی کہ اگر امام ایک مرد کو ایک دن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ مین ہی کہ اگر سلطان قضا مین خصومت استثنا کرے یعنی یون کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نہ کرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الآن بعد ہا الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ مین کہتا ہون تو اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سُنا جائے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود نہونے عذر شرعی مین بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسی کا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے **ھ** حموی نے اپنے اُستاد بجیرمی سے نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین روم اپنے قاضیون کو حکم کرتے ہین اپنی سب ولایت مین کہ دعوی نہ سنین پندرہ برس کے بعد سوائے وقف اور ارث کے انتہی اور یہ بھی قطع حیل اور دفع تردد کے واسطے ہے اور یہ جو روایت تیس برس یا تینتیس برس یا چھتیس برس کی خلاصہ اور بسوط اور فتاوی عتابی مین ہی نہ باب عدم سماع سو یہ روایت قبل صدور نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی **محتصراً** امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخط اللہ وسخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا اسوقت نافذ ہوتا ہی جبتک شرع کے موافق ہو اور نہین تو نافذ نہین چنانچہ اشباہ کے پانچوین قاعدے اور فوائد شتی مین مذکور ہی تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیون کو شاہدون کی قسم دلانے کا حکم کیا تو عالمون پر واجب ہی کہ بادشاہ کو نصیحت کرین اور اُس سے کہین کہ اپنے قاضیون سے وہ امر نہ کروائے جس سے آپکا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کرین تو خالق کا غضب ہی اور اگر تیری نافرمانی کرین تو تیرا غضب ہی **ھ** صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت مین واجب ہی تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا صیرفیہ سے جواز تحلیف منقول ہی یعنی شاہدون سے قسم لینا جائز ہی مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہ مقید ہی اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اسطرح پر کہ وہ صاحب رائے ہو یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب رائے نہو تو تحلیف نہین جائز ہی کذا فی الطحطاوی قضاء الباشا کتابۃ الی القاضی جائز ان لم یکن قاض مولی من السلطان قضاء باشا کی اور مکتوب اسکا قاضی کی طرف جائز ہی اگر سلطان کی طرف سے قاضی معین نہو **ھ** باشا امیر کو کہتے ہین روم مین باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مفتی بہ نافذ ہی چنانچہ ادب القضاف مین ہی کذا فی الطحطاوی والحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرناہا فی شرح الکنز یعنی بالبحر اور محکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہی مگر چودہ مسئلون مین جنکو ہم نے ذکر کیا ہی شرح کنز مین یعنی بحر الرائق مین **ھ** بحر الرائق مین سترہ مسئلے مذکور ہین اس طرح کہ محکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ مین پھر اُسکا مرافعہ ہو قاضی یا محکم کی طرف تو اگر اُسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہین تو باطل کرے اور تحکیم پر قاضی خصمین ضرور ہی اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین اور تحکیم عداد قصاص اور دیت مین بقول صحیح جائز نہین اور فسق یمین مضاف مین جواز تحکیم کا فتوی نہ دیا جائے اگرچہ قول صحیح مین وہ نافذ ہی اور محکم کا حکم غائب کیطرف متعدی نہین ہوتا اگر ادعا علی الغائب سبب ہو ادعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلے مین اور جائز نہین مکتوب محکم قاضی کی طرف جیسے قاضی کا مکتوب اُس کی طرف جائز نہین اور محکم حکم نہ کرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونون مخاصم راضی ہون اور اگر محکم مرتد ہوجائے تو معزول ہوگا پنچایت سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر

Marfat.com

محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نہ کرے تو قاضی اور دوسرے پنچ کو اُسکا قبول کرنا درست ہی اور پنچ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثون کی طرف نہین پہونچتا اور حکم کا حکم بغیبت بائع کے بائع کی طرف نہین پہونچتا مگر جبکہ وہ تحکیم سے راضی ہو اور اگر محکم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اُسکا حکم موکل کی طرف نہین متعدی ہوتا اور حکم اُسکا صغیر کے وصی پر نافذ نہین جسمین صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مقید نہین بلکہ اُسکا حکم جائز ہے جمیع بلاد مین یعنی بعد رضائے متخاصمین اور اگر محکم مین اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سو ایک گواہ کہتا ہی کہ اُسکو خصومت مین وکیل کیا ہی فلانے فقیہ کیطرف اور دوسرا شاہد کہتا ہی کہ دوسرے فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین اور محکم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ مین حلبی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم مین ہی انتہی ملخصاً اور منجملہ مسائل مذکورہ یہ ہی کہ لعان بین الزوجین مین محکم کا حکم جائز نہین چنانچہ برجندی مین ہی کذا فی الطحطاوی وفی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہی اور معزول کیا جائے اور اُسکو تعزیر دی جائے وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلث لریبۃ ولرجاء صلح اقارب واذا استمہل المدعی اور اشباہ مین ہی کہ جائز نہین قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہی شک اور اشتباہ کے سبب سے اور اُمید صلح اقارب سے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے م اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود مین شبہ پڑے چنانچہ اس طرح کہ تین گواہون نے قاضی کے پاس ایک مقدمہ مین گواہی دی اور ہنوز اُن کی گواہی کے بموجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ اُنمین سے بولا استغفر اللہ مین نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر یہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کس نے یہ کلام کیا سو قاضی نے اسکو اُنسے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی اُنکی گواہی پر حکم نہ کرے اور لسان الحکام مین ہی کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہی کہ اُن کو تھوڑا ٹالے اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کر لین اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہی بھائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم باُمید صلح اقارب مین مخصوص نہین بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینے کا مورث ہی تو حتی الامکان اُس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالف نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہی جبکہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا مؤید وہ ہی جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہی کہ جب قاضی کو ارضائے خصمین کی توقع ہو تو اُن کے رد کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور دونون مین حکم جاری نہ کرے شاید صلح کر لین اور اُنکو دو بار سے زیادہ رد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہو تو حکم جاری کر دے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر قضا جائز ہے یعنے جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین ہی کذا فی الطحطاوی ولا یصح رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاءہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اُسپر عمل نہ کرنا اور اسکو باطل کر دینا جائز نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا م اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہو گیا کہ اُس کا علم وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کیواسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونون وہان سے غائب ہو گئے پھر دو شخصون نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہی پھر معلوم ہوا کہ یہ اُسکے سوا کوئی اور ہی تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہی اور ظہور خطا کی یہ صورت ہی کہ مثلاً حنفی المذہب نے مشاع محتمل القسمۃ کی صحت ہبہ کا حکم دیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر مین ہی کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہی اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدۂ قضا کے وقت اُس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہی اُس حق کا علم جو حد خالص للہ نہین چنانچہ قرض یا بیع یا غصب یا تطلیق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدۂ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پھر وہ قاضی ہو اور وہ مقدمہ اُسکے سامنے آئے یا حالت اپنی قضا مین جان چکا غیر شہر مین پھر اُس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اُسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اُسی شہر مین قاضی ہی پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصراً فعل

شرط قضا بعلم قاضی

Marfat.com

القاضی حکم فلو زوج الیتیمۃ من نفسہ وابنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہی تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہین م فعل سے مراد وہ ہی جو قاضی سے صادر ہو بلا لفظ صیغۂ احکم نکاح مذکور اسواسطے جائز نہین کہ قاضی کا فعل مذکور جبکہ حکم ٹھہرا تو جائز نہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کیواسطے یا اپنے فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہین للافی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتون مین حکم نہین م یہ استثنا ہے فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی ولی ذا اذن الولی القاضی بتزویجہا کان وکیلا ایک صورت یہ ہی کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا م قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم ہوگا تو اگر اُسکے عقد کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ واذا اعطی فقیرا من وقف الفقرا رکان لہ اعطاء غیرہ دوسری صورت یہ ہی کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اُسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے م اس مسئلہ مین قید یہ ہی کہ قاضی نے فقیر کے واسطے راتبہ نہ مقرر کردیا ہو اور فقیر قرابت دار کیواسطے حکم نہ کردیا ہو والا قاضی ثانی کو نقض اسکا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلۃ الوقف المذکورۃ فامرہ فتوی فلو صرف لغیرہ صح امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ وقف مین جو مذکور ہوچکا تو امر اسکا فتوی ہی تو اگر اسکے سوا اور کی طرف صرف کرے تو صحیح ہی م مثلاً قاضی کا یون کہنا مدعی سے اقامت برہان کے بعد کہ گھر اس کو تسلیم کرا یا دین ادا کرتو یہ حکم ہی اشباہ مین عمادیہ اور بزازیہ سے ہی کہ وقف کیا فقرا پر پھر بعضے قرابت دار واقف کے محتاج ہوگئے سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقف مین سے انکو دیا جاوے تو یہ امر بمنزلہ فتوی ہے یہان تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے کہ اس کو دوسرے فقیر کی طرف صرف کرے تو صحیح ہی القاضی یحلف غریم المیت ولو اقر بہ المریض قاضی قسم دے میت کے دین والے کو اگرچہ مریض نے اُسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت مین دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیئے اور اگرچہ وارث قسم نہ طلب کرین کذا فی الطحطاوی لا یقبل قول امین القاضی انہ حلف المخدرۃ الا بشاہدین قاضی کے امین کا یون کہنا کہ اُسنے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہین مگر دو شاہدون سے م بزدوی نے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہی جسکو غیر محارم نہ دیکھین کواری ہو یا بیاہی ہو اور جو عورت جلوہ گاہ عروسی مین بیٹھی اور اسکو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد مین عادت ہی وہ مخدرہ نہین کذا فی الحموی من اعتمد علی امر القاضی الذی لیس بشرعی لم یخرج عن العہدۃ انتہی جسنے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہین وہ عہدے سے خارج نہوگا یعنی بری الذمہ نہوگا انتہی کلام الاشباہ م مثال اُسکی یہ ہی کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیرون کو سو دینار خیرات کرے اور وصی دور ہو اس شہر سے اور وہان تک نہ پہونچ سکے اور موصی کا اس شہر مین ایک مدیون ہے جسپر ہزار درم ہین تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیرون کو دے تو مدیون پر اُسکا دین باقی رہیگا اور دین کا دینا تطوع ٹھہریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قایم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقد منافی الوقف عن المنظومۃ المحبیۃ معزیا للبسوطان للسلطان مخالفۃ شرط الواقف لو غالبہ قری ومزارع وانہ یعمل بامرہ وان غایر الشرط فلیحفظ اور سابق ہم ذکر کرچکے ہین منظومہ محبیہ سے نسبت بمبسوط کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہون اور یہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے م مفتی ابوسعود نے فتوی دیا کہ ملوک اور امرا کے اوقاف مین واقفین کی شروط کی رعایت نہین اسواسطے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی مملوک یا بیت المال کی طرف راجع ہے اسطرح پر کہ واقف اُنکا رقیق ہی بیت المال کا جسکی آزادی ثابت نہین انتہی اور یہ حکم مطلق نہین بلکہ اُن اراضی مین ہی جنمین واقفین کی ملک ثابت نہین اور اگر انکی ملک شرعی ثابت ہی تو شروط کی مخالفت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف قلت واجاب صنعی افندی بانہ متی کان فی الوقف سعۃ ولم یقصر فی اداء خدمتہ لا یمنع فتنبہ مین کہتا ہون اور صنعی آفندی نے یون جواب دیا ہی کہ جب وقف مین گنجائش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف مین وظیفہ مقرر کردیا بلا شرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے مین قصور کرے تو ممنوع نہین یعنی اسکو وظیفہ لینا حرام نہین سو آگاہ رہنا م یہ بھی اُسی صورت پر محمول ہی جبکہ وقف واقف کا ملک نہو یا جواب اُس اعتماد پر ہی کہ گنجایش وقت ظاہر اس دلیل پر ہی کہ اصل اسکی بیت المال سے ہی کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ یحبس الولی بدین الصغیر حتی یوفیہ او یظہر فقر الصغیر قلت لکن قدم شارحہا عن قاضی خان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الحبس سواء فلیتامل فیہ ہنا قال الشرنبلالی اور وہبانیہ مین ہے

Marfat.com

محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین مین یہان تک کہ اسکو ادا کرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے مین کہتا ہون لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی عبدالبر نے مقدم ذکر کیا ہی قاضیخان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس ہونے مین برابر ہین تو غور کرنا چاہیئے ولی کی نفی حبس کو یہان یہ قول ہی شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اُسکا کاہیکو محبوس ہوگا م خلاصہ مین ہی کہ صغیر محجور علیہ محبوس نہین کیا جاتا دین کے استہلاک سے لیکن اسکا باپ یا وصی حبس کیا جائے انتہی اور ظاہر اوجہ توفیق بین القولین یہ ہی کہ قاضی خان کا کلام صغیر ماذون مین اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر محجور علیہ مین ہی چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی

قال ولیس للقاضی البیع مع وجود اب او وصی وہی فائدۃ حسنۃ قلت وہی فی القنیۃ ومتی باعا فللقاضی نقضہ لو اصلح کما نظم الشارح فضممتہ للمتن مغیرا لبعضہ فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہین باوجود باپ یا وصی کے اور یہ خوب فائدہ ہی مین کہتا ہون اور یہ مسئلہ تو قنیہ مین ہی اور جبکہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اسکا توڑ دینا جائز ہی اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہی سو مین نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدل کر سو یون کہا ؎ وینقض بیع من اب او وصیہ ؛ ولو مصلحا والاصلح النقض یسطر ؛ اور توڑی جائے بیع باپ یا اُسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہی یہ حکم مسطور ہی کتب مذہب مین ویحبس فی دین علی الطفل والدہ وصی وللتادیب بعض یصور اور حبس کیا جائے طفل صغیر کے دین مین باپ اور وصی اور تادیب کیواسطے بعضے علما حبس صغیر کی بھی صورت بتاتے ہین یعنی بعضون کے نزدیک حبس صغیر تادیب کیواسطے جائز ہے تاکہ وہ ڈھیٹ نہو جائے وفی الدین لم یحبس اب ومکاتب ؛ وعبد لمولاہ کعکس ومعسر ؛ اور صغیر کے دین مین باپ محبوس نہین ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب ولی کے دین کتابت وغیرہ مین اور نہ غلام مولی کے دین مین اور نہ مولا غلام کے دین مین اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہی نعم لو العبد مدیونا یحبس المولی بدینہ لانہ للغرماء ہان اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولی محبوس ہوگا اسکے دین مین اسواسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہی یعنی حبس مولی اسواسطے ہی تاکہ انکو وہ دیون حاصل ہو جاوین جو غلام پر ہین کذا فی الطحطاوی وکذا یحبس بدین مکاتبہ الا فیما کان من جنس الکتابۃ اور اسی طرح مولی محبوس ہوتا ہی اپنے مکاتب کے دین مین مگر اس دین مین محبوس نہین ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہی م یعنی اگر دین کا مکاتب پر مثلاً دس من گیہون ہین اور کتابت ہوئی مثلاً دس درم پر تو اس صورت مین بدل کتابت مغائر ہی دین کے تو مولی محبوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہون پر ہوئی ہی تو اب دین جنس کتابت سے ٹھہرا تو محبوس نہوگا ففی عتاق الوہبانیۃ ؎ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا ؛ مکاتبہ والعبد فیہا یخیر ؛ سو وہبانیہ کی کتاب العتاق مین ہی اور غیر جنس حق مین محبوس کرے مولی کو مکاتب اُسکا اور غلام کتابت مین مختار ہی یعنی چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کر دے بدون رضامندی مولی کے کذا فی الطحطاوی وفی حجرہا ؛ ویحبس ذو الکتب الطحاح المحرر ؛ علی الدین اذ بالکتب ما ہو معسر ؛ اور وہبانیہ کی کتاب الحجر مین ہی اور صحیح کتابون والا کاتب محبوس ہوگا دین پر اسواسطے کہ بسبب کتابون کے وہ مفلس نہین م قنیہ مین ہی کہ فقیہ پر دین ہی اور اسکے پاس کتابین ہین تو وہ درحق قضاء دین مقدور والا ہی تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ ووجوب زکوۃ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

یہ باب ہی تحکیم مین یعنی پنچ مقرر کرنے مین تحکیم بھی قضا کے فروع سے ہی اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہی اور محکم کا حکم فقط اُسی پر مخصوص ہی جسنے اسکو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت حدیث سے ثابت ہی اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہی کہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف ہوتا ہی کسی چیز مین تو میرے پاس آتے ہین سو مین انہین حکم کر دیتا ہون تو مجھسے فریقین راضی ہو جاتے ہین تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کیا خوب ہی رواہ النسائی کذا فی الفتح ہو لغۃ جعل الحکم فی مالک لغیرک اور تحکیم لغت مین عبارت ہی اُس سے کہ تو اپنے مال مین غیر شخص کیواسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما اور تحکیم عرف مین عبارت ہی متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونون مین حکم کر دے ورکنہ لفظ الدال علیہ مع قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہی یا مخاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کر لینے دوسرے کے یعنی محکم کے اُسکو م یعنی متخاصمین ایک مرد سے کہین کہ ہم نے تجکو حکم مقرر کیا تا تو ہم مین حکم کرے اور وہ اُس کو

Marfat.com

قبول کرے اور مانند اسکے یہ ہی کہ محکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور متخاصمین اسکو قبول کرلین محیط مین ہی کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نہ کرے تو اسکا حکم کرنا جائز نہین مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطہ من جہۃ المحکم بالکسر العقل لا الحریۃ والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم بالکسر یعنے پنچ مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہی نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہی تحکیم ذمی کی ذمی کو م پنچ ہونا ذمی کا مسلمین مین باطل ہی اور ذمیون مین ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایۃ وشرطہ من جہۃ المحکم بالفتح صلاحیۃ للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنی پنچ کی طرف سے لیاقت رکھنا اُسکا ہے قضا کے واسطے چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا یعنی پنچ کی شرط یہ ہی کہ حر مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہی کہ جائز ہو ہمارے نزدیک انتہی م ظاہرا فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہی واللہ اعلم وتشترط الاہلیۃ المذکورۃ وقتہ ای التحکیم ووقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما ہو الحکم فی مقلد بفتح اللام مشددۃ بخلاف الشہادۃ اور اہلیت مذکورہ شرط ہی پنچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت سب حالتون مین تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہو جائے یا صغیر کو پھر وہ بالغ ہو جائے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا چنانچہ یہی حکم ہی قاضی مین بخلاف شہادت کے یعنی شہادت مین فقط ادائے شہادت کے وقت اہلیت شرط ہی نہ تحمل شہادت کے وقت وقدمناہ انہ لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح وعزاہ سعدی آفندی للمتبغی اور پہلے ہم نے اسکو ذکر کیا ہی کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جائے پھر وہ آزاد ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہی اور سعدی افندی نے اس قول کو متبغی کی طرف نسبت کیا ہی م طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف متن کے ہی اور ظاہرا یہ ضعیف ہی حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا لجہالۃ فحکم بینہما ببینۃ او اقرار او نکول ورضیا بحکمہ صح لو فی غیر حد وقود ودیۃ علی عاقلۃ متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اُسنے دونون مین حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونون اُسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہی اگر حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر مین حکم کیا ہو مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین اسکو جو اول مسجد مین داخل ہو تو بالاجماع جائز نہین بسبب اسکے مجہول ہونیکے م شارح نے جو رضائے متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اگلے متن کے مخالف ہی اور فتاوی عالمگیری مین صاف مذکور ہی کہ رضائے متخاصمین وقت تحکیم شرط ہی نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا بتحکیمہ کہتا عوض رضیا بحکمہ کے تو خوب ہوتا کہ تحکیم مکرہ خارج ہو جاتی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ تحکیم اس امر مین صحیح ہی جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہی یعنی حقوق العباد مین صحیح ہی نہ حقوق اللہ مین تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور رضمان سرقہ مین جائز ہی نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف مین انتہی اور قہستانی مین ہی کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہی انتہی اور دیت علی العاقلہ مین اسواسطے صحیح نہین کہ عاقلہ راضی نہین اسکے حکم سے اور پنچ کا حکم اُسپر نافذ ہی جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا الاصل ان حکم المحکم بمنزلۃ الصلح وہذا لا یجوز بالصلح فلا یجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ حکم محکم کا بمنزلہ صلح کے ہی اور یہ یعنے حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہین صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہ ہوگی وینفرد احدہما بنقضہ ای التحکیم بعد وقوعہ کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربۃ وشرکۃ ووکالۃ بلا التماس طالب اور متخاصمین مین سے ایک شخص مختار ہی تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہی نقض عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت مین بلا التماس طالب کے یعنی مؤکل کو اختیار ہی کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہی خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو فان حکم لزمہما ولا یبطل حکمہ بعزلہما لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ پھر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اسکا ماننا لازم ہو گیا اور اسکا حکم باطل نہین ہوتا دونون کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا یتعدی حکمہ الی غیرہما الا فی مسئلۃ ما لو حکم احد الشریکین وغریم لہ رجلا فحکم بینہما والزم الشریک تعدی للشریک الغائب لان حکمہ کالصلح بحر اور متعدی نہین ہوتا حکم محکم کا متخاصمین کے غیر کی طرف مگر اُس مسئلہ مین کہ اگر احد الشریکین اور اُس کے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا سو اُسنے دونون مین حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک سے لازم کر دیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اُسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہی کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہی تجار کا تو ہر شریک صلح سے راضی ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو حکماہ فی عیب مبیع فقضی بردہ لیس للبائع ردہ علی بائعہ الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بتحکیمہ فتح تو اگر بائع اور

Marfat.com

مشتری نے اُسکو حکم مقرر کیا بیع کے عیب مین سو اُسنے رد بیع کا حکم کیا تو جائز نہین بائع کو اُسکا پھیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری کے راضی ہو جانے سے
اُس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلث یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ تین
یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثنا کرنا مفید ہی صحت تحکیم کا جمیع مسائل مختلفہ مجتہدین مین چنانچہ کنایات کے رجعی ہونیکا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک
کا فسخ کر دینا وغیر ذلک م از انجملہ یہ ہی کہ خوش دامن کو شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا کہ وہ دونون مین
حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً لکن ہذا مما یعلم ویکتم وظاہر الہدایۃ انہ یجیب بلا یحل فتامل لیکن اُس کو
یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہی کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہین سو تامل کر م یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح کا سوال کرے
جسکا کتمان مصلحت کیواسطے واجب ہی تو یون جواب دے کہ حلال نہین ہی اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اسواسطے واجب ہی
تا عوام الناس ہدم مذہب پر دلیر نہو جاوین وصح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما اور صحیح ہی خبر دینا محکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور
شاہد کی عدالت مین اپنی ولایت کی حالت مین یعنی درصورت بقاء تحکیم متخاصمین م یعنی اگر مدعا علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اس کے اقرار کی خبر دے اخراج حق کیواسطے
یا مدعا علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہی درحال بقاء تحکیم کیونکہ اسکا اخبار اس حال مین قائم مقام ہی دو شاہدون کی شہادت کے کذا فی
الطحطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء ولایتہ صحیح نہین ہی اُسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جانے اُسکی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اُسکی ولایت باقی نرہی تو وہ
منجملہ رعایا کے ہو گیا تو اب اسکا اخبار بجائے شہادت شاہدین نہین ہو سکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح نہین حکم محکم کا اپنے والدین اور
والد اور زوجہ کی منفعت کیواسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کیواسطے صحیح نہین م اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیون اور چچون اور انکی اولاد اور سسر
اور داماد کیواسطے اُسکا حکم صحیح ہی جیسے انکے واسطے شہادت صحیح ہی کذا فی البحر بخلاف حکمہما ای القاضی والمحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص
مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہی جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہی حکما رجلین فلا بد من اجتماعہما علی المحکوم بہ مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصون کو پنچ مقرر کیا تو دونون کا اجتماع
محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی اب ایک رائے پر فیصلہ صحیح نہوگا تا وقتیکہ دونون متفق الرائے نہون ویمضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان حکمہ لا یرفع خلافا اور
قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے درصورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع
نہین م اسواسطے کہ ولایت محکم مین قصور ہی کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہی بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہی تو اُسکا حکم رافع خلاف ہوگا ولیس لہ ای للمحکم تفویض التحکیم
الی غیرہ اور جائز نہین محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہین اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اُس کو
جائز رکھے تو جائز نہین مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی وحکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیہ اور لزوم وقف پر محکم کا حکم کرنا
رافع خلاف امام نہین بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہی تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہوگا فلو رفع الی موافق
لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ ولا یمضیہ لانہ لم یقع معتبرا پھر اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہو اُس قاضی کی طرف جو محکم کے مذہب کے موافق ہی تو وہ سرتو سے لزوم وقف کا حکم کرے
اُسکی شرط کیساتھ اور محکم کے حکم کو جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہین واقع ہوا م لزوم وقف کی شرط یہ ہی کہ صادر ہو اہل سے اپنے محل مین کذا فی الطحطاوی والحاصل انہ
کالقاضی الا فی مسائل عد فی البحر منہا سبعۃ عشر منہا لو ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج الی تحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہی کہ محکم قاضی کے مانند ہی مگر چند
مسائل مین قاضی کے مانند نہین اُنمین سے بحر الرائق مین سترہ مسئلہ شمار کیے ہین از انجملہ یہ ہی کہ اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہوگا پھر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی
حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہین ہوتا ومنہا لو رد الشہادۃ لتہمۃ فلغیرہ قبولہا اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر محکم رد شہادت کرے
بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لا یلی الحبس ولم ارہ اور لائق یہ ہی کہ محکم متولی حبس نہو اور مین نے اُسکو مصرح نہین دیکھا ؛

محکم

Marfat.com

م یبحث صاحب بحر کی ہے طحطاوی نے کہا صدر الشریعۃ نے تصریح کی ہے کہ محکم کو حبس کا اختیار ہے وکذا لم ار حکم قبول الھدیۃ ومینبغی ان لایجوز ان ابدی الیہ وقت التحکیم اور اسی طرح میں نے نہیں دیکھا محکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر متخاصم نے اس کو ہدیہ دیا ہے تحکیم کے وقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

ارادلغیرہ قولہ والمراۃ تقضے الخ یہ باب ہے قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کی طرف اور باب ہے غیر خط کا مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا والمراۃ تقضے الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور احکام میں م کتاب بمعنی مکتوب ہے اور وغیرہ عطف ہے کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی احکام ہیں القاضی یکتب الی القاضی فی کل حق بقبلی استحسانا قاضی مکتوب لکھ بھیجتا ہے دوسرے قاضی کیطرف ہر ایک حق میں اسی کا فتوی ہے بطریق استحسان کے م یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصا اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نسب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور اعیان منقولہ اور غیر منقولہ سب حقوق میں خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے اور اسی پر متاخرین ہیں اور اسی کا فتوی ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر حد وقود للشبہۃ قاضی خط لکھے سوائے حد اور قصاص کے بسبب شبہہ کے یعنی شبہہ بدلیت عن الشہادت سے اور اسواسطے کہ حد اور قصاص کی بنا اسقاط پر ہے تو انمیں خط پر عمل کرنا انکے اثبات کی کوشش ہے کذا فی الدرر فان شہد واعلی خصم حاضر حکم بالشہادۃ وکتب بحکمہ لیحفظ اسو اگر شاہد گواہی دیں خصم حاضر پر تقاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکھے تا محفوظ رہے م یہ قول مقصود بالذات نہیں بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کا تو طیہ ہے کذا فی الدرر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بھول نہ جاوے والا تحریر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے حضور خصم سے یا اسکے وکیل سے اگرچہ غائب ہو جاوے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکھنا چاہیے تا حقدار کا حق سلامت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذا فی الزیلعی وکتاب الحکم ہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ہذا فی عرفہم وفی عرفنا کتاب کبیر تضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کتاب وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جس میں قاضی کا حکم مندرج ہے یہ اصطلاح تھی سلف میں اور ہمارے عرف میں سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جسمیں لوگوں کے وقائع اور مقدمات لکھے جاویں م مغرب میں ہے کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہے جسمیں اُسنے اپنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہ بھیجا اور محضر وہ ہے جو قاضی کے سامنے ماجرا گذرا یعنی وصف دعوی اور اسامی شہود اور دراہم انتہی اور کفایہ میں ہے کہ محضر وہ ہے جسمیں دعوی لکھا گیا قبل جواب دوسرے کے پھر جب اُسنے جواب دیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ توقیع ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب وکتب الشہادۃ الی قاض یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رایہ وان کان مخالفا لرای الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ ویسمی الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نہ کرے کیونکہ یہ غائب پر حکم ہے اور لکھے گواہی کو اس قاضی کی طرف جسکی ولایت میں خصم ہو تا کہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سنے اور مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہ ابتداء حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی فی الحقیقۃ یعنی اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمیں حکم نہیں لکھا اور قاضی کا تیکل مکتوب یسمی بہ کتاب حکمی ہے اور سجل نہیں م سجل اسواسطے نہیں کہ اسمیں حکم مندرج نہیں اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بہ وختم عندہم ای عند شہود الطریق اور قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا انکو فقط مضمون سے مطلع کرے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر انکے سامنے م شہود طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط لیجائیں دوسرے قاضی کے پاس اور انکے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت سے تا ادائے شہادت طرفین کے نزدیک کذا فی البحر اور فتوی اسپر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط نہیں اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہے کذا فی القہستانی وسلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ فی باطنہ وبہوان یکتب فیہا اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکھنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہ کہ اسمیں اپنا نام اور مکتوب علیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھے م یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تا وقتیکہ وہ لقب اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اس واسطے کہ

Marfat.com

نام اور کنیت مین لوگ مشترک ہوتے ہین اور حموی نے کہا یہ شرط ہی کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہین انتہی اور یہ شرط ہی کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام وجہ امتیاز لکھے اور حق اسمین ذکر کرے اور چاہے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا یکون علی الظاہر فیعمل سواگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا بعضون نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف مین تھا اور ہمارے عرف مین عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہی تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی العزمیہ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف رحمہ اللہ نے کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب شاہدون کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہی یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہی ضرور نہین اور اسی قول پر فتوی ہی چنانچہ عزمیہ مین ہی کفایہ سے اور ملتقی مین ہی کہ خبر دیکھنے کے برابر نہین م یعنی ابو یوسف قاضی ہوے تھے اور انھون نے وقائع کو دیکھا اور حسبمین مصلحت تھی اسکو معائنہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معائنہ نہین ہوا تو معائن تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہی کذا فی الطحطاوی **فاذا وصل** **الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقرأہ الا بحضور الخصم وشہودہ** پھر جب خط پہونچے مکتوب الیہ کو تو اسکی مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول نہ کرے یعنے اسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اسکے شہود طریق کے سامنے م تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھ حاجت نہین اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہی تو اس خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہی مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین جو اسکی گواہی دین کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہی کذا فی الطحطاوی **ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان المدعی علی فعلہم** بشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہی شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہون تو بھی اسلام شہود ضرور ہی کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہین یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہی **الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود** مگر جبکہ مدعی علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو شہود کی کچھ حاجت نہین **بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی نیتہ** لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب مین کہ اسمین شہود کی کچھ حاجت نہین کیونکہ وہ ملزم نہین یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے م منح الغفار مین عنایہ سے منقول ہی کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کے واسطے تو اب اسکی حاجت نہین کہ شہود گواہی دین کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی **وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان وملحق بہ البرآت** اور اشباہ مین ہی کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہین مگر کتاب الامان کے مسئلے مین اور کتاب الامان سے ملحق ہین فرامین سلاطین در باب وظائف م برآت سے مراد فرمانات سلطانیہ ہین کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کیواسطے اور یہ الحاق صاحب اشباہ کی طرف سے ہی نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہین مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے دفتر یعنے انکے بہی کھاتے پر م دفتر بیاع عطف ہی کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہی نہ ملحق ابو سعود نے خزانۃ اکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہی کہ اہل دانش اسکے قول پر خرید و فروخت مین اعتماد کرین اور بیاع سے دلال مراد نہین کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہین شہادت مین تو کتاب مین کیونکر اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر رحمتی شرح منظومہ مین بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا لحظ بیاع حجت لازمہ ہی اسپر تو اگر بیاع کہے کہ مین نے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانے کے اتنے درہم ہین تو اسپر دین لازم ہوگیا سرخسی نے کہا اور اسی طرح صراف اور سمسار کا خط ہی انتہی تو موضوع مسئلہ اس صورت مین ہی کہ جب کاتب پر دین ہو نہ کاتب کا دین خزانۃ اکمل مین ہی کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال معین لکھا یعنی مجھپر فلانے کا اتنا دین ہی اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگرون مین معلوم ہی پھر وہ مر گیا اور اسکا صاحب دین آگیا اور اسکے وارثون سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہین تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ مین انتہی طرطوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہی کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور یہان اسکا اعتبار نہین کیا اسکی وجہ نہین کھلتی اشباہ مین کہا ابن وہبان نے اسکے جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر مین نہین لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہی اور اس پر ہی انتہی مجیب نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالانکہ مسائل کتاب کی اصل وضع اس

Marfat.com

دین مین ہی جو کاتب پر ہی چنانچہ نصوص مستند الیہا سے معلوم ہوچکا تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرا دین فلانے پر اتنا ہی اُسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے نہین کہا بلکہ بعضے ناواقفون نے ابن وہبان کی تعمیم سے اسکو سمجھا ہی اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہی کہ کہان سے یہہ کو معلوم ہوا کہ سوائے مال اور ماعلیہ کے وہ کچھ نہین لکھتا اسواسطے کہ گاہے صراف وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہی انتہی علی الخصوص جبکہ تاجر معتمد علیہ مسلم نہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہی اس زمانے مین تو کیونکر عمل کیا جائیگا اُسکے خط پر اُسکے دین کے ثبوت مین اور جو اسکا فتوی دے وہ جاہل ہی اصل نص خزانہ اکمل سے اور منشاء غلط تعلیل ابن وہبان ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً وجوزہ محمد لراوی وقاض وشاہدان تیقن بہ قیل وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہی راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اسکا یقین ہو بعضون نے کہا اور اسی کا فتوی ہی ہم خزانہ اکمل مین ہی کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی مین جائز رکھا ہی جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو انتہی عیون نے کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی درصورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ مین نہو اسواسطے کہ غلط نادر ہی اور تغیر او دخل کے اثر پر اطلاع ممکن ہی اور مکتر شتبہ ہوتا ہی خط ہر وجہ سے تو جب تیقن ہوجاوے تو اسپر اعتماد جائز ہی تا لوگون پر وسعت ہوجاوے تنگی اسمین باقی نرہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی تصرف ترجمہ خانیہ مین ہی کہ ایک شخص کے پاس زمین ہی سو ایک مرد آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ زمین اُسکی وقف ہی اور اُسنے صک ظاہر کی جسمین خطوط ہین عدول اور قضاۃ ناصبہ کے اور قاضی سے اُسنے حکم طلب کیا اس وثیقے کا علمانے کہا ہی کہ قاضی کو یہ جائز نہین اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہی اور حجت شہادت ہی اقرار یا نکول اور صک یعنے نوشتہ حجت ہونے کی لیاقت نہین رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور اُسی خانیہ مین ہی کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہین ہی اُس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونون کے خط مین مشابہت ظاہر نکلی تو اُسمین علما کا اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ اُسپر حکم ہوگا اور بعضون نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی انتہی اور یہ جو حاوی زاہدی مین ہی کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اس وقت کا باقی نہو اور اسمین حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند مین لکھا ہو کہ یہ ہمنے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدون کے ہی تو جائز ہی اس کے موافق حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغییر اور تزویر کی تہمت اُسمین نہ کرے اور اگر تہمت کرے اور صاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کھاوے تو بھی اُسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہی اور اگر قسم نہ کھاوے تو اسکا حجت ہونا باطل ہی انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہی جو اصل مذہب کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی

ولابد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاہر وجوزہما الثانی بحیث لایعود فی یومہ علیہ البتوی شرنبلالیہ وسراجیہ اور ضرور ہی مسافت تین دن کی دونون قاضیون کے مابین جیسے شہادت کی شہادت مین مسافت مذکورہ ضرور ہی ظاہر الروایۃ مین ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہی اتنی مسافت مین جسمین آدمی عود کرسکے اُسی دن اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ **ویبطل بموت الکاتب وعزلہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازۃ الثانی** اور باطل ہوجاتا ہی خط قاضی کاتب کی موت یا اُسکی معزولی سے قبل پہونچنے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول خط قبل اُسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی واما بعدہما فلا یبطل اور بعد وصول کتاب اور بعد قرات کے اگر کاتب مرگیا یا معزول ہوگیا تو خط باطل نہین یعنی اُسپر عمل ہوگا **ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ بقذف وعماہ وفسقہ بعد العدالۃ** خروجہ عن الاہلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہی خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہوجانے سے اور اُسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہوجانے سے بعد اُسکے عادل ہونے کے بسبب تکلجانے کاتب کے بہت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی **وکذا بموت المکتوب الیہ وعزلہ** خروجہ عن الاہلیۃ اور اسی طرح خط باطل ہوجاتا ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہوجانے لیاقت قضا سے **الا اذا عمم** بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ مگر اس وقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہین ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کردے یعنے یون لکھے کہ یہ خط ہی فلانے قاضی کی طرف یا جو وہان کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے **بخلاف ما لو عمم** ابتدا وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصہ بخلاف اسکے اگر ابتدا سے تعمیم کرے

تو جائز نہین اور ابو یوسف نے تعمیم ابتدائی کو جائز رکھا ہی اور اسی پر عمل ہی کذا فی الخلاصۃ **لا یبطل بموت الخصم** ایا کان بقیام وارثہ او وصیہ مقامہ حظ باطل نہین ہوتا متخاصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعی علیہ بسبب قائم ہونے اسکے وارث یا وصی کے اسکے مقام پر قلت وکذا لا یبطل بموت شاہد الاصل کسیانی خانی یا بخلافا لما وقع فی الخانیۃ ہنا فانہ مخالف لما ذکرہ بقیسہ ثمہ فتنبہ اور اسی طرح حظ باطل نہین ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادت کے باب مین متن کے اندر آویگا بخلاف اسکے جو خانیہ مین یہان واقع ہوا ہی کہ وہ مخالف ہی اُس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہان یعنے شہادت علی الشہادت کے باب مین ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے م خانیہ مین اس مقام پر مذکور ہی کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہی کذا فی الحلبی **و اعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضاء** بعلمہ فی الاصح بحر عن جوزہ جوزہ ہا ومن لا فلا الان المعتمد عدم حکمہ بعلمہ فی زماننا اشباہ اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے مانند حکم کرنے کے اپنے علم و دانست سے ہی قول اصح مین کذا بحر سو جسنے قضا بعلم قاضی جائز رکھی ہی اُسنے کتابت بھی اُسکی دانست سے جائز رکھی اور جسنے قضا بعلم ناجائز بھی اُسنے کتابت بھی ناجائز کہی مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے مین قول معتمد نہین کذا فی الاشباہ م پھر جب قضا بعلم معتمد نہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتمد ہوگی وفیہا الامام یقضی بعلمہ فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ مین ہی کہ سلطان حکم کرتا ہی اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر مین قلت فعل الامام قید کما قدمناہ فی الحدود لم ارہ لکن فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی والمختار الآن عدم حکمہ بعلمہ مطلقا مین کہتا ہون سو کیا سلطان قید ہی قضا بالعلم کے مسئلے مین چنانچہ ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہین حدود مین مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور مختار اب عدم حکم قاضی ہی اپنے علم سے مطلقا م شارح نے شرح وہبانیہ سے استدراک کا قصد کیا ہی یعنی ذکر امام قید ہی کیونکہ قاضی حکم نہین کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ مین حکم ہو خواہ حد قذف و قصاص اور تعزیر مین کذا فی الطحطاوی کما لا یقضی بعلمہ فی الحدود الخالصۃ للہ تعالی کزنا وخمر مطلقا جیسے قاضی حکم نہین کرتا اپنی دانست سے حدود خالصہ للہ تعالی مین چنانچہ زنا اور شراب مین مطلقا یعنے خواہ حالت قضا مین اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا پھر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نہوا ہو چنانچہ اُسپر قول آیندہ دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی غیر انہ یعزر من بہا ثر السکر لتہمۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہی اُس شخص کو جسمین اثر ہی مستی کا بسبب تہمت کے م اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہی فرع مین وعن الامام ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغصب ثبت العمل بہ علی وجہ الحسبۃ لا القضاء اور امام سے روایت ہی کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب مین عمل ہوگا ثابت کرتا ہی بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے م یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہون تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالفت کا بطریق مخابطت ازواج اور مولی کو عدم استخدام قہری اور عدم وطی کا امر کرے اور غاصب کو امر کرے دفع مغصوب کا یا اسکو کسی امین کے پاس رکھوا دے لیکن یہ امر بطریق احتساب و امید ثواب کے ہوگا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی **ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام بملک اقامۃ الجمعۃ وقیل یقبل** من قاضی رستاق الی قاضی مصر اور رستاق و اعتمدہ المصنف والکمال اور مقبول نہین کتاب القاضی محکم کی طرف سے بلکہ اس قاضی کی طرف سے جو معین ہی سلطان کی طرف سے جو اقامت جمعہ کا مالک ہی اور بعضون نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کی طرف مقبول ہی اور اس قول پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین اور کمال الدین نے کتب کتابا الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاض ولی بعد کتابتہ ہذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایتہ وقت الخطاب جامع الفتاوی قاضی نے خط لکھا اس شخص کی طرف جسکو پہونچے اہل اسلام کے قاضیون مین سے سو خط پہونچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر یا مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اسکا مخاطب ہی نہ ٹھہرایا گیا ابتدائی مذہب ابو یوسف ہی جسپر عمل ہی وفیہا لو جعل الخطاب للمکتوب الیہ لیس لنائبہ ان یقبلہ اور اسی جواہر الفتاوی مین ہی کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کی طرف معین ہو گیا تو اسکے نائب کو اسکا قبول کرنا جائز نہین م اور اسی طرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو منوب کو قبول کرنا جائز نہین کذا فی المنح **والمرأۃ تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لہا** لخبر البخاری لم یفلح قوم ولو امرہم امراۃ اور عورت قاضی ہو سکتی ہی سوائے حد اور قصاص کے

Marfat.com

اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا نہوا اُس قوم کا جنے اپنا کاربار عورت کو دیا ھم بحر الرائق مین لن یفلح قوم ہی یعنی ہرگز بھلا نہوگی اس قوم کا جنھون نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہی کہ انھون نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو تربیر لائق اس سے نہو سکے گی و تصلح ناظرۃ لوقف و وصیۃ لیتیم وشاہدۃ فتح فصح تقریرہا فی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر اور عورت لیاقت رکھتی ہی وقف کے ناظر ہونے کی اور یتیم کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی کذا فی الفتح تو صحیح ہی مقرر کرنا اسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت مین اگرچہ بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال وقد افتیت فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ صاحب بحر نے کہا اور مین نے فتوی دیا اس شخص کے بارہ مین جسنے شہادت شرط کی اپنے وقف مین فلانے شخص کے واسطے پھر اُسکے ولد کے واسطے سو وہ شخص مرگیا اور اُس نے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ہم یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہی اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہی کہ عرف واقفین واجب الرعایۃ ہی اور تا حال کسی تت اسکا اتفاق نہین ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اُنکے الفاظ کا صرف کرنا انکے عرف پر تو واقف کی مراد شاہد کامل ہی تو اسکی غیر مراد کی طرف کیونکر اسکی لفظ کا صرف ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الاشباہ من احکام الاناث اختار فی المسایرۃ جواز کونہا نبیۃ لا رسولۃ لبناء حالہن علی الستر اور اشباہ مین منجملہ احکام عورت کے مذکور ہی کہ مسایرہ مین عورت کے نبی ہونے کو اختیار کیا ہی نہ اُسکے رسول ہونے کو کیونکہ عورتون کا حال تستر اور اختفا پر مبنی ہی ہم اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہی تعلیم اور اقامت دلائل کے واسطے اور یہ نہین ہو سکتا مگر مرد سے اور جواز نبوت مقتضی وقوع نہین بدائع الامالی مین کہا کہ عورت گا ہے نبی نہین ہوئی مسایرہ رسالہ ہی علم عقائد کا صاحب فتح القدیر نے اسمین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہی کذا فی الطحطاوی ولو قضت فی حد وقود فرفع الی قاض آخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ بخلاف شریح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص مین پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کی طرف جسکے مذہب مین عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص مین جائز ہی اس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کر دیا تو اسکے غیر کو اُسکا ابطال جائز نہین بسبب خلاف شریح کے کذا فی العینی ہم عینی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتون کی شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص مین جائز ہی انتہی پھر جب اُنکی شہادت جائز ہوئی تو انمین قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا کما مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثی عورت کے مانند ہی کذا فی البحر یعنی تو اُسکا حکم غیر حد اور قصاص مین صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی جائزۃ اولولدہ فانابہ غیرہ فقضی نائب القاضی لہ اولولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لوالد الامام سراجیہ اور دریافت کرکہ جب قاضی یا اسکے ولد کا کوئی واقعہ حادث ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اُسکے یا اُسکے ولد کیواسطے حکم کرے تو اسکی قضا جائز ہی چنانچہ اگر قاضی اس سلطان کے واسطے حکم کرے جسنے اُسکو عہدہ قضا سپرد کیا ہو یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہی ہم اور اسی طرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے حکم قاضی جائز ہی کذا فی العالمگیری وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر والملتقط فلیحفظ اور بزازیہ مین ہی کہ جس شخص کے نفع اور نقصان مین قاضی کی گواہی مقبول ہی تو اُسکے نفع اور نقصان مین اسکی قضا بھی صحیح ہی انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اُسکے ولد کی قضا کی طرف راجع ہی چنانچہ منح الغفار کی عبارت اسپر دلالت کرتی ہی کذا فی الطحطاوی ویقضی النائب بما شہد وا بہ عند الاصل وعکسہ بو قضاء الاصل بما شہدوا بہ عند النائب فیجوز للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اُسکا جسکی گواہی دی گواہون نے اصل کے پاس اور بالعکس اُسکے یعنے اصل کا حکم کرنا اس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہی کہ حکم دے اس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اُسکے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا اور وعلیہ کتاب قاض لمن لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ حکم نہ کرے قاضی اس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آئے اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے اُسکی گواہی مقبول نہین تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہی کذا فی الاشباہ ہم معین الحکام مین ہی کہ قضا کے

مانند افتا ہی تو مفتی کو مناسب ہی کہ اُس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت مین کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی الحموی وفیہا لا یقضی لنفسہ
ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ مین ہی کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت مین م یون مناسب تھا کہنا مگر ایصا مین صورت اسکی
یہ ہی کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہی یا قاضی کے بعضے اقارب پر جسکے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین پھر صاحب دین مرگیا پھر دوسرے مرد نے دعوی کیا کہ مین میت
کا وصی ہون اور اس پر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہی کیونکہ اس حالت مین قاضی
شاہد ہو سکتا ہی تو قاضی بھی ہو سکیگا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جاے گا اور اگر قاضی دین دے گا
اس مرد کو جو آپ کو وصی میت گمان کرتا ہی پھر دینے کے بعد اسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اُسکی وصایت کا حکم کیا اس گواہی سے تو
قضا اسکی نافذ نہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد اداے دین قاضی اس مرد کا شاہد نہین ہو سکتا کیونکہ اس گواہی مین قاضی کی منفعت
ہی یعنی برات ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہین اسی طرح قضا بھی صحیح نہین تو اگر قاضی مذکور مرجاے یا معزول ہو جاے تو قاضی ثانی اسکے حکم کو
باطل کریگا اور مدفوع الیہ کو وصی قرار ندیگا اور نہ قاضی اور اُسکے قرابتدار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ و
لامرأۃ ابیہ ولو فی حیوۃ امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین صحت قضاے قاضی اپنی خواشدامن اور اپنی سوتیلی مان کے واسطے تحریر کی ہی اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا اپنے
باپ کی زندگی مین دیا ہو فانہ تقضی فیما ہو تحت نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہی اُن اوقاف مین جو اُسکے تحت نظر ہین اور شرنبلالی نے
بمضمون مذکور دو بیتین زیادہ کین سو یون کہا ہے ویقضی لام العرس حال حیوتہا + وعرس ابیہ وہو حی محرر + اور حکم کرتا ہی قاضی اپنی زوجہ کی مان کیواسطے زوجہ
کی حالت حیات مین اور حکم کرتا ہی اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہی یہ حکم محرر ہی۔ وبعد وفاتہ ان خلا عن نصیبہ + بمیراث مقضی بہ فتبصروا + اور بعد
وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جسکا اُسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اُسمین حکم کرے جسمین قاضی کے واسطے میراث نہو چنانچہ اس وقف مین
دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی مان کے واسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہی خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فتبصروا براے بیت ہی یعنی بصارت حاصل کرو اس حکم کو دریافت
کرکے۔ ویقضی بوقف مستحق لریعہ + بوصف القضاء والعلم او کان ینظر + اور حکم کرتا ہی قاضی اُس وقف مین جسکی آمدنی کا وصف قضا و علم مستحق ہی یا واقف قاضی کے
تحت نظر ہو م یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہی تو اسمین قاضی کا حکم کرنا جائز ہی اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم
کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ہذہ مسائل شتی ای متفرقۃ یہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہین م شتی جمع شتیت کی ہی بمعنی متفرق و مختلف قال تعالی وان سعیکم لشتی
یعنے مختلف الخبر وجاؤا شتی ای متفرقین عرب بولتے ہین وہ لوگ شتی یعنی متفرق آئے یمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لآخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ
ہو البیت التحتانی منع کیا جاوے نیچے مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہی اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی مین م ایک مکان دو منزلہ ہی نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہے
اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہی تو نیچے کے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار مین گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے کہا تصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا
کہ زمین مین تصرف جائز ہی خانیہ مین ہی کہ اگر صاحب تحتانی زمین مین کنوان وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہی اگرچہ بالاخانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین
کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہین او ینقب کوۃ بفتح او ضم الطاقۃ وکذا بالعکس دعوی المجمع یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع کیا جاے اور اسی طرح
بالعکس کذا فی دعوی المجمع یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوۃ بفتح و
ضم کاف وتشدید واو عبارت ہی طاق سے بلا رضی الآخر وہذا عندہ وہو القیاس بحر یعنے صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے بدون رضامندی
دوسرے کے روکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہی اور یہی قیاس ہی کذا فی البحر وقالا لکل فعل ما لا یضر اور صاحبین نے کہا دونون مین سے ہر ایک کو وہ فعل درست
ہی جو دوسرے کو ضرر نہ کرے م ظاہر قول شارح اُسپر دلالت کرتا ہی کہ صاحبین کا قول معتمد ہی کیونکہ وہ استحسان ہی اور استحسان مقدم ہوتا ہی قیاس پر حموی مین ترصیع سے

Marfat.com

منقول ہی یہی قول فتوی کیواسطے مختار ہی ولو انہدم السفل بلا صنع رب العلو علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اُسکے مالک کے بدون کرنیکے تو اوپر اُسکے بنانے مین زبردستی نہوگی بسبب عدم تعدی کے والذی للعلو ان یبنی ثم یرجع بما انفق ان بنی باذنه او اذن قاض والا فبقیمة البناء یوم بنی وتمامه فی العینی اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہی کہ بناوے یعنے نیچے کے مکان کو درصورت انہدام پھر جو اُسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے بھرے اگر اُسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہوا اور نہین تو جو اُسکی قیمت ہو بنانے کے دن اُسکو بھرے اور پورا بیان اُسکا عینی مین ہی خلاصہ مین ہی کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اُسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اُسپر تاوان نہین کذا فی الطحطاوی زائغة مستطیلة ای سکة طویلة یتشعب عنها سکة مثلها لکن غیر نافذة الی محل آخر یجتمع اهل الاولی عن فتح باب للمرور لالاستضاءة والریح یعنی فی القنیة الغیر النافذة علی الصحیح اذ لا حق لهم فی المرور بخلاف النافذة زائغة مستطیلہ یعنے لنبا کوچہ ہے جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہی مانند پہلے کوچے کے لنبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہین دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہی دوسرے جانب سے تو روکے جاوینگے پہلے کوچہ والے چلنے کے واسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ مین بقول صحیح اسواسطے کہ اُنکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہین بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمین دروازہ پھوڑنا جائز ہی عینی نے کہا روشنی کے واسطے اور ہوا آنے کے واسطے کوچہ غیر نافذہ مین دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہی ہم یعنے اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ مین اسطرح کہ اُسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار مین دروازہ نہین پھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ مین نکل آیا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہی اور اُسکے واسطے حق مرور نہین کوچہ غیر نافذہ مین بلکہ اُسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون کے واسطے ہے ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ مین تو پہلے کوچے والون کا شفعہ اُسمین ثابت نہین بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ اُن کو پہلے کوچے مین دروازہ لگانا درست ہی کیونکہ اُسمین اُنکا حق مرور ثابت ہی بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمین سب کا حق مرور ہی بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ مین فتح باب ممنوع نہین بلکہ مرور ممنوع ہی اور اصح یہ ہی کہ فتح باب ممنوع ہی چنانچہ جامع مین نص محمد مصرح ہی اور اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہین کہ رات اور دن اُسکی نگہبانی ممکن نہین اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب دعاے حق مرور کی تمہید ہی کذا فی فتح القدیر تو معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر اصح ہی اور مثال کوچہ مستطیلہ اور متشعبہ غیر نافذہ کی حاشیہ پر ہی ۵ وفی زائغة مستدیرة لنرق ای تتصل طرفاها ای نهایة سعة اعوجاجها بالمستطیلة لا یمنع لانها کساحة مشترکة فی دار اور گوالی کوچے مین جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہین دروازہ پھوڑنا ممنوع نہین کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اس صحن کے ہی جو گھر مین مشترک ہی دونون کنارون سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہی ہم فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ مین حق مرور ثابت ہی اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہی غایت امر یہ ہی کہ وہ کج ہی ولہذا وہ لوگ شفعہ مین مشترک ہین اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بکے پھر کذا فی الفتح باب اُسوقت ہی جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اُسمین فتح باب جائز نہین تو یہان دو صورتین تصور کرنا چاہین پہلی صورت مین فتح باب جائز ہی دوسری صورت مین وجہ فرق یہ ہی کہ صورت اولی مین مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اُسکا داخل کشادہ تر ہوا مدخل سے تو وہ دوسرا موضع ٹھہرا مستطیلہ کا تابع نہوا کذا فی شرح الوقایہ ہم تو مستدیرہ مین تین صورتین ہوئین ایک یہ کہ استدارة بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ ۵ سے واضح ہوگی بخلاف مالو کانت مربعة فانها کسکة فی سکة وکذا لو کانت نصب الدائرة انتهی ابن کمال بہذہ الصورة

کوچہ مستطیلہ
کوچہ مستطیلہ
کوچہ مستطیلہ

کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگون کے چھوڑی اور مٹی جلد اُٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر مین ہے سو اُسنے اپنی دیوار مین مٹی لینے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار سہندم ہوگئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر مین پڑی ہو سو اُسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہو یا اسکا نابدان ہو دوسرے کے گھر مین سو اُسنے اسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہین بدون اُسکے گھر کے داخل ہوے اور وہ منع کرتا ہو تو اُسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو داخل ہونے سے منع نہ کر تا وہ درست کرلے یا تو اپنا مال خرچ کر کے اُسکا مطلب پورا کر دے یہی مروی ہو محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہو اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اُسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو اُسپر زبردستی نہین پھر اگر دیوار سہندم ہوگئی تو اُسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر مذہب ہو حکایت ہو کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر مین کنوان کھودا ہو یعنی میری دیوار کو اس سے ضرر ہو امام نے کہا تو اپنے گھر مین اُس کے قریب بیر یا بوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کھود سو اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہوگیا اُسنے ناچار ہو کر کنوان بند کر ڈالا امام نے منع جابر کا فتوی نہ دیا بلکہ اُسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح **ولا یمنع الشخص من تصرف فی ملکہ الا اذا کان الضرر یجاوز الی ضرر الجار فیمنع**

کھود نے والا ۱۲

من ذلک علیہ الفتوی برازیہ واختارہ فی العمادیہ وافتی بہ قاری الہدایہ حتی یمنع الجار من فتح الطاق وہذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نہ کیا جائے شخص اپنی ملک مین تصرف کرنے سے مگر جبکہ اُسکے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اُس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہو کذا فی البزازیہ اور اسی کو پسند کیا ہے عمادیہ مین اور اسی کا فتوی دیا ہو قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہو مشائخ کا بطریق استحسان کے ضرر مین یعنے ضرر صریح وہ ہو جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کر دے یا منفعت سے بالکل خارج کر دے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو چنانچہ روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسی کو علمانے فتوی کے واسطے پسند کیا ہو اور اگر اندک ضرر بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جاے رازی نے کتاب الاستحسان مین ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھرون کے ہو اور اس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اُسمین تنور بنا دے جسمین ہمیشہ روٹیان پکا کرین دوکان کے مانند یا پسینے کی چکی یا دھوبیون کی کندی کرنے کی پٹڑی بنا دے تو جائز نہین کیونکہ اُسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہو جس سے بچاؤ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ تنور مذکور سے بکثرت و شدت دھوان پھیلیگا اور چکی اور کندی کی پٹڑی سے دیوارین بودی ہو جائینگی بخلاف حمام کہ وہ مضر نہین مگر بسبب طراوٹ کے اور اُس سے بچاؤ ممکن ہو درمیان مین دیوار اُٹھا کر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گھر وغیرہ مین ہوتا ہو حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ مین نے تہذیب قلانسی مین وہ قول پایا جو روزن بنانے کیواسطے اس عمارت مین جو شریف ہو کسی کی زمین یا گھر پر لائق اختیار ہو وہ یہ ہو کہ اگر روزن دھوپ یا شبنم کے واسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو دکانہ جائیگا یعنے اگر اسفل عمارت مین روزن ہے تو پہلی صورت ہو اور اگر اعالی عمارت مین ہو یا اُسپر شباک یعنی جالی ہو تو وہ دوسری صورت ہو کہ ظاہر الروشنی کے واسطے ہو کذا فی الطحطاوی وجواب ظاہر الروایۃ عدم المنع مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنہ ووالدہ ورجحہ فی الفتح فی قسمۃ المجتبی وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثم قال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یقول علی ظاہر الروایۃ انتہی قلت وحیث یتعارض متنہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا فتدبر اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہو ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا ضرر صریح ہو یا نہو اور اسی کا فتوی دیا ہو جنید علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اُسکے والد نے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہو اور مجتبی کی کتاب القسمۃ مین ہو کہ اسی کا فتوی ہو اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمۃ مین اسی پر اعتماد کیا ہو سویون کہا اور البتہ فتوی دینے مین یہان اختلاف واقع ہوا ہو اور لائق یہ ہو کہ در صورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاے انتہی مین کہتا ہون اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہو چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہو بارہا سو تامل کر ہم جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہو کہ انسان اپنی ملک کے تصرف مین مختار ہو کسی کا ضرر ہو یا نہو اور یہ کو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہین یعنے در صورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہو نہ ہر ضرر مین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما لو اشکل ہل یضر ام لا

وقد حرر محشی الاشباہ المنع قیاسا علی مسئلۃ السفل والعلو انہ لا یتداذا اضر وکذا اذا اشکل علی المختار للفتوی کما فی الخانیۃ قال المحشی فکذا تصرفہ فی ملکہ ان اضر او اشکل یمنع وان لم یضر لم یمنع قال ولم ار من نبہ علیہ فلیغتنم فانہ من خواص کتابی انتہی مین کہتا ہون اور باقی رہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہی یا نہین اور البتہ اُسکے جواب مین محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہی مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کرکے کہ صاحب سفل یا صاحب علو میخ دیوار مین نہ ٹھونکے جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہی کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر مین بنا بر اُس قول کے جو فتوی کیواسطے مختار ہی چنانچہ خانیہ مین ہی محشی نے کہا تو اسی طرح انسان کا تصرف اپنے ملک مین اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر مین تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہین تو منع نہ کیا جائیگا محشی نے کہا مین نے نہین دیکھا اُس شخص کو جس نے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اُسکو غنیمت جاننا چاہیے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے انتہی کلام المحشی م طحطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہی اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا ادائے مطلب مین کافی تھا ادعی علی آخر ہبۃ مع قبض فی وقت فسئل المدعی بینۃ فقال قد جحدنیہا ای الہبۃ فاشتریتہا منہ او لم یقل ذلک ای جحدنیہا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت مین مثلاً یہ دعوی کیا کہ اُسنے فلانی چیز مجھکو رمضان مین دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اُسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کرکے منکر ہوگیا ہبہ سے تو مین نے اُس سے وہ چیز خرید کرلی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اُسکے بعد خرید کا ومفادہ الاکتفاء بامکان التوفیق وہو مختار شیخ الاسلام من اقوال الاربعۃ اور مفاد عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہی بامکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہی منجملہ چار قولون کے م جس موضع مین تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اسکی توفیق یعنی رفع تناقض مین فقہا کے چار قول ہین پہلا قول یہ ہی کہ دونون کلامون مین بالفعل توفیق ضرور ہی اور امکان توفیق کافی نہین دوسرا قول یہ ہی کہ امکان توفیق کافی ہی مطلقا خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہی جو خجندی کا مختار ہی جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہی کہ امکان توفیق کافی ہی بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد کذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کرکے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہوگئی اب تناقض باقی نرہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوے کیا تو یہان توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہین بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہی امکان توفیق ہی واختارہ الخجندی انہ یکفی من المدعی علیہ لا من المدعی لانہ مستحق وذلک دافع والظاہر یکفی للدافع لا للاستحقاق بزازیۃ اور خجندی نے یہ قول پسند کیا ہی کہ امکان توفیق مدعا علیہ کیطرف سے کافی ہی نہ مدعی کیجانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہی اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہی اور ظاہر دافع کے واسطے کفایت کرتا ہی نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیۃ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجوہ اور وقوع اُسکا ظاہر ہی اور ظاہر دفع مین حجت ہی نہ استحقاق مین کذا فی البحر فاقام بینۃ علی الشراء بعد وقتہا ای وقت الہبۃ تقبل فی الصورتین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قایم کیے یعنے مثلاً شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول نہوگی دونون صورتون مین یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھسے انکار کیا دوسری صورت یہ کہ نہ کہا م بعد وقتہا ظرف ہی شراکا نہ اقام کا کذا فی الحلبی وقبلہ لا لوضوح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلاً شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول مین اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی مین م حاصل مسئلہ یہ ہی کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلاً دعوی کیا جب گواہ طلب ہوے تو اُسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال مین خرید کی تو گواہی مقبول ہی کیونکہ توفیق بین القولین واضح ہی اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید مین تناقض نہین کہ اسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہون نے کہا کہ مدعی نے اسکو شعبان مین خرید کیا تو اسمین قول مدعی اور شہادت شہود مین تناقض ہی اسواسطے کہ دعوے ہبہ مین اُسکا اقرار ہی کہ موہوب واہب کا مملوک ہی قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا مقبول نہین ولو لم یذکر لہما تاریخا او ذکر لاحدہما تقبل لامکان التوفیق بتاخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی

Marfat.com

تاریخ مذکور کی تو دعوی مقبول ہی بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور ہوئی تو احتمال ہی کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو
وہل یشترط کون الکلامین عند القاضی والثانی فقط خلاف وینبغی ترجیح الثانی بجریان بہ التناقض اور کیا شرط ہی کہ دونون کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہون یا
فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہی اسمین خلاف ہی اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہی علامہ
مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہی اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا حیتک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائیگا تب تک تناقض مستحق نہوگا تو گویا دونون کلام
قاضی مین صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی فی التناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وتکذیب الحاکم وتمامہ فی البحر واقرہ المصنف رم اور تناقض
دفع ہوجاتا ہی خصم کی تصدیق سے اور تناقض کے یون کہنے سے کہ مین نے کلام اول کو چھوڑا اور اب مین یہ دعوی کرتا ہون اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا بیان اسکا
بحرالرائق مین ہی اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی رم تکذیب حاکم کی یہ صورت ہی کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اسکے مدیون کا ضامن ہے سو محمود نے
ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر دعوی
کیا کہ مین اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہی اور مدیون سے مال ضمانت بھر لینا جائز ہی یعنے مدیون یہ نہین کہہ سکتا کہ کفیل
ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہی یہ صریح تناقض ہی اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعًا تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر بتصرف کما لو ادعی علی ولانہا
ای الدار مثلًا وقف علیہ ثم ادعاہا لنفسہ او ادعاہا لغیرہ ثم ادعاہا لنفسہ لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلًا گھر وقف ہی مجھ پر پھر اس کی
ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہی پھر اسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعوی کیا تو مقبول نہین بسبب تناقض کے رم یہ شبیہ
ہی نفی قبول مین جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوی کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہین اسواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقیل تقبل ان وفق بان قال کان
لفلان ثم اشتریتہ ومر فی اوائل الدعوی اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ مین توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر مین نے اسکو خرید
کیا تو مقبول ہی چنانچہ ورد کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہی قال ولو ادعی الملک لنفسہ اولا ثم ادعی الوقف علیہ تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعوی
ملکیت کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھ پر وقف ہی تو مقبول ہی رم منح الغفار مین اسی طرح ہی اور بحرالرائق اور حموی مین تقیید بلفظ علیہ نہین تو بموجب
عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہی اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مدعی اسکو وقف کردے اور درصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہے
جسمین توفیق نہین مگر بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہی کہ اُسکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہا لنفسہ ثم لغیرہ فانہ یقبل چنانچہ اگر اسکا
دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پھر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہی اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومن قال لآخر اشتریت منی ہذہ الجاریۃ وانکر الآخر
الشراء جاز للبائع ان یطاہا ان ترک البائع الخصومۃ واقترن ترکہ بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کما سماہا ونقلہا المنزل لما تقرر ان حجود جمیع العقود ما عدا
النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی خرید کی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہے
اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اُس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور اسکو اپنے مکان
مین لیجانا جماع اسواسطے جائز ہی کہ ثابت ہوچکا ہی کہ جمیع عقود کا انکار سوائے نکاح کے فسخ ہی یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع
کی ملک مین داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردہا بعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی علیتی تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہی بیاعتے
تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی رم اُس عیب قدیمی سے رد جائز ہی جسپر اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے والا رد جائز نہین کیونکہ بیع
پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہی عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی مشتری
کی جانب سے پھر جب کہ بائع نے اسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا کذا فی الطحطاوی اما النکاح فلا یقبل الفسخ اصلا فلذا

Marfat.com

لو جحدانہ تزوجہا ثم ادعاہ وبرہن علی النکاح یقبل برہانہ اور نکاح تو اصلا فسخ قبول نہین کرتا تو اسی واسطے اگر زوج زوجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اُس کے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اُسکی مقبول ہے ہم نکاح محتمل فسخ نہین کسی سبب سے تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہین کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہین تو قاضی کو حاجت ہی کہ اُسکے بعد یون کہے کہ مین نے تم دونون مین تفریق کردی یا مرد یون کہے کہ میری زوجہ تھی سو مین نے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوے کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر مرد مرگیا اور عورت آئی میراث کا دعوی کرتی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ ثم ادعاہ لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف النکاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوی کریگا تو مقبول نہین بسبب فسخ ہوجانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم معتبر یہ تھا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اسکی کچھ حاجت نہین اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی مین مناسب تھا مگر یہان انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم قضا اُن مین مذکور ہو

اقر بقبض عشرۃ دراہم ثم ادعی انہا زیوف او نبہرجۃ صدق بیمینہ لان اسم الدراہم یعمہا بخلاف الستوقۃ بغلبۃ غشہا اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنیکا پھر مقر نے دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہین یا نبہرجہ تو اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہی بخلاف ستوقہ کے کہ انکو اسم دراہم شامل نہین بسبب غالب ہونے اُنکے غش کے ہم زیوف جمع ہی زیف کی زیف وہ درہم ہی جو خزانہ سلطانی مین نہ لیا جاے اور سوداگرون مین اُسکا لینا دینا رائج ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی مین کھرا مال لیا جاتا ہی اور ستوقہ وہ درم ہی جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونون طرف چاندی حموی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہی کہ نبہرجہ کے لفظ مین ب مقدم ہی نون پر چنانچہ مغرب سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولذا لو ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق ان کان البیان مفصولا وصدق لو بین موصولا نہایۃ فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہین اگر یہ مقر مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہین تو اُسکی تصدیق نہوگی اگر یہ بیان جدا ہو اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اُسے اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایۃ تو تفصیل مذکور مفصول مین ہی نہ موصول مین ہم یعنی تفصیل زیوف اور نبہرجہ مین اور ستوقہ مین درصورت انفصال بیان ہی یعنی اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض الجیاد لم یصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درمون کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق نہوگی مطلقا اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جب جودت کا اقرار کیا تو اب اُسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہی ولو اقر انہ قبض حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافۃ لو بین موصولا والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اُسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اُسنے اپنا حق پورا بھر لیا تو اسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت مین یعنی اگر یون کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہین کیا تو تصدیق نہوگی ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی مانند ہی دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہی نہایہ مین ہی کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ ہین یا دراہم رصاص ہین تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصلا کذا فی الطحطاوی لان قولہ جیاد مفسر فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاہر او نص فیحتمل التاویل ابن کمال اسواسطے کہ مقر کا جیاد یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہی تو محتمل تاویل نہین بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہی یا نص تو اسمین تاویل کا احتمال ہی کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسر بسین مشددہ جو نص سے زیادہ تر واضح ہو اسطرح پر کہ اُسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہی جسمین غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہی جسمین غیر مراد کا احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال باقی نرہا کیونکہ وہ مفسر ہی بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہی یا نص تو اسمین زیافت وغیرہ کا احتمال ہی اگرچہ احتمال بعید یا ابعد ہی اقر بدین ثم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ ربوا وبرہن علیہ قبل برہانہ قنیہ عن علاء الدین و سیجئ فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہی اور بعض بیاج ہی اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ مین ہی علاء الدین سے

Marfat.com

اور آگے کتاب الاقرار مین آویگا **قال لآخر لک علی الف درہم فردہ** المقر لہ ثم صدقہ فی مجلسہ فلا شئی علیہ للمقر لہ الا بحجۃ او اقرار ثانیا وکذا الحکم فی کل ما فیہ الحق لواحد ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھپر ہزار درم ہین سو جسکے واسطے اقرار کیا اُسنے اسکا اقرار رد کیا یعنی یون کہا کہ میرا تجھپر کچھ نہین یا وہ درم تیرے ہین یا فلانے شخص کے ہین
کذا فی الفتح پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اُسی مجلس مین تو مقر لہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس اقرار مین جسمین ایک
شخص کا حق ہے ہم مقر لہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقر لہ کے رد کر دینے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعوی ہے تو اُسکے ثبوت کے واسطے
گواہی بالتصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت اور طلاق اور اعتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے مردود نہین ہوتا
اور تصدیق بعد الرد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کا کریگا تو مردود نہوگا اسی طرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین قبول کرنے سے تمام ہو جاتا ہے
پھر رد کرنے سے رد نہین ہوتا اور اسی طرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اُس نے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہ ہوگا اور اگر قبل قبول رد کریگا تو رد ہوگا تصدیق مجلس
کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال بھی مسئلہ مذکورہ ہے تو یہان مقر لہ منفرد برد اقرار ہے بخلاف
اسکے اگر یون کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ بیع مین منفرد نہین
جیسے عقد مین منفرد نہین خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز مین دو شخصون کا حق ہے اگر اسمین منکر رجوع کرے تصدیق کی طرف قبل اس بات کے کہ شخص آخر اُسکے
انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع اور نکاح اور جس چیز مین ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اُسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہین کذا
فی الطحطاوی ملخصا **ومن ادعی علی آخر مالا فقال** المدعی علیہ **ما کان لک علی شئی** قط **فبرہن المدعی علی انہ لہ علیہ الف وبرہن** المدعی علیہ **علی القضاء** ای الایفاء
او الابراء وبعد القضاء ای الحکم بالمال اذ الدفع بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسئلۃ الخمسۃ کما سیجئی **قبل برہانہ** لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی ویبرأ منہ دفعا
للخصومۃ اور جسنے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھپر کچھ نہ تھا ہرگز سو مدعی اُسپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار ہین اور مدعا علیہ ایفاء
دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم کیا ہو اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی
مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ مین دفع صحیح نہین چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی مین آویگا تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی
بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابرا مین اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے ہم یعنے جب
مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ مین مال دیچکا ہون یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اسکو بگواہی ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر مین تناقض ہے لیکن گواہی
مقبول ہے کیونکہ رفع تناقض یہان متصور ہے اس احتمال سے کہ واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا واقع مین مدعی
کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسمین علما کے پانچ قول ہین وسیجئی فی الاقرار انہ لو برہن
علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی اور شہودی کذبۃ او لیس لی علیہ شئی صح الدفع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستشراء اور کتاب الاقرار مین آویگا
یہ کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ مین دعوی مین جھوٹا ہون یا میرے گواہ جھوٹے ہین یا میرا اُسپر کچھ نہین تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر مین
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استشراء مین ذکر کیا ہے استشراء بمعنی خواہش خریداری **کما یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی علیہ فبرہن المدعی**
علی القصاص ثم برہن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اُسکا
انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعی علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے بعوض مال کے ہم یہان بھی کلام مدعی مین رفع تناقض اس
احتمال سے ممکن ہے کہ واقع مین اُسپر قصاص نہو اور اُسنے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص ہو مگر معاف کروا لیا ہو **وکذا فی دعوی**
الرق بان ادعی عبودیۃ شخص فانکر فبرہن المدعی ثم برہن العبد ان المدعی اعتقہ یقبل ان لم یصالحہ اور ایسا ہی حکم ہے دعوی رق مین اسطرح پر کہ

Marfat.com

کر دعوے کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اُسنے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کر دیا ہی تو برہان مدعا علیہ مقبول ہی اگر اُسنے صلح نہ کرلی ہو مدعی سے ھم یعنی برہان در صورت عدم صلح مقبول ہی اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کرلی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا پر تو اس کی برہان مسموع نہوگی ایفا پر کذا فی المنح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برہانہ علی الایفاء بجر اور اگر مدعا علیہ نے ایفاے دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کرلی تو اُسکا برہان ایفا پر مقبول ہی کذا فی البحر ھم یعنے صلح دعوے ایفا کی مبطل نہین اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے گاہے غیر حق بھی دیا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ برہن ان لہ اربع مائۃ ثم اقران علیہ للمنکر ثلث مائۃ سقط عن المنکر ثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا فذمتہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق مین ہی کہ مدعی گواہ لایا کہ اُسکے چار سو ہین پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر تین سو ہین تو چار سو سے تین سو ساقط ہو گئے اور بعضون نے کہا کہ تین سو ساقط نہین اور اس پر فتوی ہی کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہی کہ جبکہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اُسکا ذمہ مشغول نہین اُسکے گمان مین پھر مقاصہ یعنے باہم مجرا ہونا کہان واقع ہوتا ہی واللہ اعلم **وان زاد کلمۃ ولا اعرفک ونحوہ کما رأیتک لا یقبل** بعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور مین تجھکو نہین پہچانتا ہون اور مانند اس کے چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجھکو نہین دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول نہین ہی بسبب متعذر ہونے توفیق کے ھم یعنے ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور مین تجھ کو نہین پہچانتا یا یون بولا کہ مین نے تجھکو نہین دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلط نہین اور نہ دنیا اور نہ لینا یا مین اور تو ایک مکان مین مجتمع نہین ہوے اور مانند اُسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہین کذا فی فتح القدیر شرح وقایہ مین ہی کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہی اسواسطے کہ دو شخصون کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابرا بدون معرفت کے نہین ہوتا انتہی وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یعمل بنفسہ لا یقبل اور بعضون نے یعنی قدوری نے کہا کہ ایفاے دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہی اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو گاہے اذیت ہوتی ہی اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہی مخاصم کے راضی کر دینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہین پہچانتا کہ وہ کون ہی پھر اسکو معلوم کرتا ہی تو اگر مدعا علیہ اُن لوگون مین سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہین بلا واسطہ وکیل تو اسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ھم یہ تفریع ہی قاضی خان کی محتجب وہ ہی جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضون نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہی جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی **نعم لو ادعی** اقرار المدعی علیہ بالوصول والایصال صح درر فی آخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار ہان اگر مدعا علیہ اُس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہی کذا فی الدرر فی آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض بدیون صحت اقرار دین کا مانع نہین ھم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہی اُس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہی مقام سے تقدیر محذوف یہ ہی کہ جب توفیق ممکن نہو تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اُسنے کہا کہ مین نے اسکو کچھ نہین دیا پھر اُسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہی کہ شے واحد مین دافع غیر دافع ہو ہان اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے یعنے جسپر دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہو چکا اُسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح کہ اُسنے یہ اقرار کیا کہ دین اُسکو پہونچ گیا ہی مدیون نے اسکو پہونچا دیا ہی اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہی کذا فی الطحطاوی **بتصرف اقر بیع عبدہ من فلان ثم جحدہ صح** لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلانے شخص سے پھر اُسکا انکار کیا تو اُسکا انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہی چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار مین ہی ھم صحت انکار کا مطلب یہ ہی کہ کلام متناقض نہین اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہین **ادعی علی آخر انہ باعہ امتہ منہ فقال الآخر لم ابعہا منک قط فبرہن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا وادعی** اور برہانہ **برہن البائع انہ ای المشتری برئ الیہ من کل عیب بہا لم تقبل** بینۃ البائع للتناقض دعوی کیا دوسرے پر کہ اُسنے اپنی لونڈی اُسکے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ مین نے اُسکو

Marfat.com

تیرے ہاتھ نہین بیچا ہرگز سوگواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی مین عیب پایا اُسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا سوگواہ لایا بائع اُس پر کہ مشتری بائع سے برارت کرچکا ہی اُسکے ہر عیب سے توگواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ھم وجہ تناقض یہ ہی کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ برارت عیوب مبیع بدون بیع متصور نہین وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق بیع وکیلہ وابراءہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ بائع کی گواہی مقبول ہی بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ھم جب اُسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ مین نے بیع نہین کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہین ہوا اور برارت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہی ومنہ واقعۃ سمرقند اور از جنس مسئلہ متن واقعہ ہی سمرقند کا جسمین تناقض واقع ہی ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو مصرح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ نکحہا بکذا وطالبتہ بالمہر فانکر قبرہنت فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ زوجہ ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلاصہ زوجہ نے دعوے کیا کہ اُسنے مجھسے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اُس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اُسنے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اُسنے عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہی یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہی کہ مرد کا نکاح اُسکے باپ نے کردیا ہو اور وہ صغیر ہو۔ یہ اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصہ ھم یعنی اُسکا انکار نکاح اسپر محمول ہی کہ وہ خود مباشر نکاح نہین ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہین پھر جب ایسا ہوا تو بعد اُسکے دعوی خلع بعوض مہر مین تناقض نہین کذا فی الطحطاوی بطل جمیع صک ای مکتوب کتب ان شاء اللہ فی آخرہ باطل ہوجاتا ہی تمام مضمون اُس صک یعنی کاغذ رقوم کا جسکے آخر مین ان شاء اللہ لکھا ہو ھم شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہوجاتا ہی خواہ اُسمین ایک شئے مرقوم ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی مین ہے وقالا آخرہ فقط وہو استحسان راجع علی قولہ فقط اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کا غذ مرقوم کا باطل ہوتا ہی جو ان شاء اللہ تعالی سے متصل ہی اور قول صاحبین استحسان ہی جو راجع ہی امام کے قول پر کذا فی الفتح ھم وجہ استحسان یہ ہی کہ جمل مین اصل استقلال ہے یعنے ہر جملہ دوسرے دوسرے سے متعلق نہین اور وثیقہ لکھا جاتا ہی اعتماد اور وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کی طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے مخالف ہی تو استثنا اُسی کی طرف راجع ہوگا جو اُس سے متصل ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا علی ان الفرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہین اُسپر کہ فرجہ خط مین فاصل سکوت کے مانند ہی ھم فرجہ یعنی اتنا بڑا تحریر مین کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہی جیسے نطق مین سکوت کرنا تو ان شاء اللہ تعالی مابعد فرجہ کی طرف راجع ہوگا جیسے سکوت مین مابعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہی وعلی انصرافہ للکل فی جمل عطفت بواو واعقبت بشرط اور علماء ثلثہ متفق ہین ان شاء اللہ تعالی کے راجع ہونے پر کل کیطرف اُن جمل منطوقہ مین جنمین عطف بحرف واو واقع ہوا ہی اور اُنکے اخیر مین شرط ہی ھم چنانچہ ایک شخص نے یون کہا کہ اُسکی عورت مطلقہ ہی اور اُسکا غلام آزاد ہی اور اُسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہی ان شاء اللہ تعالی تو شرط تینون جملون کی طرف راجع ہی یعنے طلاق وعتق اور مشی کچھ لازم نہین جمل منطوقہ کی قید ترجمہ مین اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ مین امام اور صاحبین کا اتفاق نہین چنانچہ مسئلہ صک مین مذکور ہوچکا واما الاستثناء بالواو اخواتہا فلا خیر الا بقرینۃ کمائۃ درہم وخمسون دینارا لا درہما فلاول استحسانا اور استثنا بہ لفظ الا اور اُسکے امثال سے اخیر کی طرف راجع ہوتا ہی مگر بقرینہ اول کیطرف راجع ہوجاتا ہی چنانچہ اس قول مین کہ سو درہم اور پچاس دینار الا ایک درہم تو یہ استثنا اول یعنی درہمون کیطرف راجع ہی نہ اخیر کی طرف بطریق استحسان کے ھم قرینہ یہان اتحاد جنسیت مستثنی منہ اور مستثنی ہی واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین فالیہما اتفاقا اور استثنا ان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونون کی طرف بالاتفاق راجع ہی ھم جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہی جسمین تعلیق واقع نہین بقرینہ مقابلہ چنانچہ یون کہنا کہ انت طالق وہذا حر ان شاء اللہ کذا فی الحلبی وبعد طلاقین معلقین اور طلاق معلق وعتق معلق فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنا واقع ہونا بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونون کی طرف راجع ہوتا ہی محمد کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے ابو یوسف رح کے

Marfat.com

نزدیک ہم دونو طلاق معلق کی مثال دان دخلت الدار فانت طالق وفلانۃ ان شاء اللہ، اور طلاق معلق اور عتق کی مثال دان دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر اور یہ خلاف نطق مین ہی اور صک مین تو دونون کا اتفاق ہی ولو بلا عطف او بہ بعد سکوت فلا خیر اتفاقاً اور اگر شرط واقع ہو بعد جمل غیر متعاطفہ کے یا جملون مین عطف ہو لیکن مابین مین سکوت واقع ہوا ہو تلفظ مین یا فرجہ واقع ہوا تنا رخطہ مین تو استثنا اخیر کی طرف راجع ہی بالاتفاق اخیر سے مراد مابعد سکوت ہی کذا فی الطحطاوی وعطفہ بعد سکوتہ لغوا لا بافیہ تشدید علی نفسہ وتمامہ فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہی مگر اسمین لغو نہین جسمین سخت گیری ہی اسکی ذات پر اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی هم یعنی جسمین متکلم کی ذات پر وسعت ہی تو وہان عطف بعد سکوت لغو ہی چنانچہ یون بولا کہ اگر تو اس گھر مین داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہی پھر چپ ہو رہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر مین اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہو مگر دونون گھرون کے داخل ہونے سے اور جس مین سخت گیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ یون بولا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہی اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ثانیہ یمین مین داخل ہو گی کذا فی الطحطاوی مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدقوا تحکیما للحال ذمی مر گیا سو اس کی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثون نے کہا کہ قبل اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہی تو وارثون کی تصدیق ہو گی باعتبار تحکیم حال کے هم یعنے بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہی تو زمان گذشتہ مین بھی ثابت رہیگا تحریر مین ہی کہ استصحاب عبارت ہی اس امر محقق کے بقاء حکم سے جسکا عدم مظنون نہین کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہی پن چکی کے پانی جاری ہونیکے مسئلے مین هم یعنے پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ پیا سو مستاجر نے کہا کہ مین انتفاع پر قادر نہوا اسکے پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اسکے موافق زمان گذشتہ مین حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہی تو سابق مین جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہین تو سابق مین بھی جاری نہ تھا ثم الحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہی حجت ہونے کی فقط دفع دعوی کے واسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ مین نہ استحقاق کے واسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیۃ اسلمت قبل موتہ فارثتہ وقالوا بعدہ فالقول لہم لان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ چنانچہ حکم ہی اس مسلمان کے باب مین جو مر گیا سو اسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ مین اسلام قبول کر چکی ہون قبل موت زوج کے تو مین اسکی وارث ہون اور میت کے وارثون نے کہا کہ بعد اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہی تو وارثون کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کی طرف منسوب ہوتی ہے یعنے بعد موت اقرب ہی ماقبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کیطرف منسوب ہو گا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی هم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل اسپر دلالت کرتا ہی کہ یہ مثال ہی استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہین وجہ خلل یہ ہی کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن مین نہ تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم نہ تھا اور دونون مین وجہ شبہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان مین آنے سے یہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاحونہ باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وقع الاختلاف فی کفر المیت و اسلامہ فالقول لمدعی الاسلام بحر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام مین تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہی کذا فی البحر هم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص مر گیا اور اسکے والدین ذمی ہین اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مر گیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر المیت لا وارث لہ غیرہ رفعہا الیہ وجوبا بقولہ ہذا ابن دائنی کما مودع بالفتح تے یعنے جسکے پاس غیر کی ودیعت ہی اسنے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر یعنے جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہی اسکا یہ بیٹا ہی کوئی اسکا وارث نہین سوائے اسکے تو واجب ہی کہ ودیعت اس شخص کو تفویض او تسلیم کرے چنانچہ اس قول مین تسلیم دین واجب ہی کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہی یعنی بعد موت دائن قید بالوارث لانہ لو اقر انہ وصیہ او وکیلہ او المشتری منہ لم یدفعہا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل یا مشتری ہے میت سے تو اسکو ودیعت نہ دے

Marfat.com

فان اقر ثانیا بابن آخر لم یثبت اقراره اذا کذبه الابن الاول لانه اقرار علی الغیر پھر اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اس کا اقرار مفید نہوگا جبکہ پہلا بیٹا اسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہی غیر کی مضرت کا ہم اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہوچکا کہ اسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا ویضمن للثانی خطه ان دفع للاول بالقضاء زیلعی اور صورت تکذیب ولد ثانی کو بقدر اس کے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی ہم قول بالضمان بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحطاوی ترکه قسمت بین الورثة او الغرماء بشهود لم یقولوا لا نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارة الدرر وغیرها لا نعلم له وارثا او غریما لم یکفلوا خلافا لما بحاله المکفول له ترکہ مقسوم ہوگیا درمیان وارثون کے یا دین والون کے ان گواہون کی گواہی سے جنھون نے یہ نہین کہا کہ ہم جانتے ہین میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسی طرح ہے لفظ نعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے نسخون مین اور عبارت درر وغیرہا کی یون ہے کہ امن شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنھون نے یہ نہین کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہین جانتے ہین تو ضامنی نہ لیجائیگی وارثون یا دین والون سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک حاضر ضامنی لیجائیگی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح کے نسخہ متن اور شرح مین نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اسمین لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا مبنی للمجہول مضعف العین ہے اور ضمیر ورثہ وغیرہم کی طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص متروکہ چھوڑکر مرگیا اور شاہدون نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہین لیکن انھون نے حصر ورثہ کی گواہی نہین دی تو قاضی ترکہ قسمت کردے انہین اور انسے ضامن طلب نہ کرے ویتلوم القاضی مدة ثم یقضی اور قاضی کچھ مدت قسمت ترکہ مین تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے ہم تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہے نہ تاخیر دفع بعد القضا اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحطاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی کذا فی الطحطاوی ملخصا وثبت بالاقرار کشفوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب یون اقرار سے ثابت ہون نہ شہادت سے تو ضمانت دین بالاتفاق امام اور صاحبین کے وقال الشهود ذلک لا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہین یعنی یون کہین کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوائے انکے نہین جانتے ہین تو نہ ضمانت دین بالاتفاق کذا فی الطحطاوی ادعی علی آخر دارا لنفسه ولاخیه الغائب ارثا وبرهن علیه علی ما ادعاه اخذ المدعی نصف المدعی شاعا وترک باقیه مع ذی الید بلا کفیل بحجة ذوالید وعواه اولم یجز خلافا لهما وقولهما استحسان نہایہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کیواسطے بطریق ارث اور گواہ لایا۔ اپنے دعوے پر تو مدعی نصف گھر کے بطور شاع اور چھوڑے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنے انکے نزدیک درصورت انکار دعوی باقی کو اسکے پاس نہ رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایہ ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر خصم نہین غائب کیطرف سے استیفاء ارث مین اور قاضی کو تعرض جائز نہین بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اسنے دعوے ارث کا انکار کیا تو اسکی خیانت ثابت ہوئی تو اب اسکے پاس رکھنا مضرت سے خالی نہین وللاعادة النیابة وللاقضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثة خصما للمیت حتی یقضی منها دیونه اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح مین بسبب قائم ہوجانے ایک وارث کے مخاصم ہو کر میت کی طرف سے یہانتک کہ ادا کیے جاوینگے متروکہ سے میت کے دیون ثم انما یکون خصما بشروط تسعة مبسوطة فی البحر پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہی باقی وارثون کی طرف سے اس مین جو میت پر دعوی کیا جاوے تو شرطون سے جو شرح مذکور ہین بحر الرائق مین ہم سید حموی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بشروط ثلثة کہتا ایک شرط یہ کہ عین بالکل وارث کے ہاتھ مین ہو دوسرے یہ کہ اسمین قسمت نہوگئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہی میت سے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق مین مذکور ہین وہ شروط نہین بلکہ بعضے شروط ہین اور بعضے احکام اور وہ ہمگی آٹھ ہین نہ نو کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم الفرق

Marfat.com

بین الدین والعین اور حق یہ ہی کہ دین اور عین مین فرق ہی ہم یعنی صالورثہ خصم نہین باقی وارثون کی طرف سے اُس عین کے دعوے مین جو میت پر ہی مگر جب کہ عین اُسکے ہاتھ مین ہو اور اگر میت پر دین کا دعوے ہی تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثون کی جانب سے اگرچہ اُسکے ہاتھ مین عین ترکہ نہو اس واسطے کہ دین کا حق جمیع متروکہ مین شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہدایہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہی کہ دعوے دین مین بھی عین ترکہ کا بالکل ہاتھ مین ہونا ضرور ہی بحر الرائق مین کہا کہ جو فتح القدیر مین ہی یعنے فرق مذکور وہی حق ہی باقی سہو ہی اور یہ اُس صورت مین ہی جبکہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو قابض پر تو اگر اپنا دعوے ثابت کرے تو اُسکے اور باقی وارثون کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اُنکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نہ کر سکا ہو اور مدعا علیہ نے اُسکا دفع کر دیا ہو اسطرح پر کہ مین نے اسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہی اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعوی ارث کا حاضر اور غائب کے حق مین مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود و مثلہ فی شل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح دُرر اور مانند اُسکے یعنی غیر نوال کے مانند منقول بھی ہی امر مذکور مین بقول اصح کذا فی الدرر ہم یعنے اگر مال منقول مین دعوے ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی ید کے پاس چھوڑے لکن اعتمد فی الملتقی انہ یوخذ منہ اتفاقاً و مثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر مین اس قول پر اعتماد کیا ہی کہ منقول لے لیا جاے ذی ید سے باتفاق امام و صاحبین کے اور اسی کے مانند بحر الرائق مین ہی ہم سوا اسطے کہ منقول مین حفاظت کی حاجت ہی اور اُس سے لے لینے مین زیادہ تر حفاظت ہی اور زمین تو خود محفوظ ہی قال واجمعوا انہ لا یوخذ و مقر اصاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہی اسپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جاے یعنے منقول مین اگر ذی ید مقر ہو ہم طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ غیر منقول مین اجماع نہین حالانکہ ایسا نہین کیونکہ در حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہی او صی لہ بثلث مالہ یقع ذلک علی کل شئی لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کیواسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع مملوکہ پر اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہی یعنی بجنس میراث ہی تو جیسے میراث ہر چیز مین جاری ہی ویسے ہی وصیت بھی و لو قال مالی و ما املکہ صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ صدقہ ہی تو وہ مال زکوۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہی کہ ایجاب عبد معتبر ہی حق تعالے کے ایجاب سے یعنی جس چیز مین حق تعالی نے صدقہ واجب کیا ہی اسی مین ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ مین سوائم اور نقدین (جانور ہو) اور اسباب تجارت داخل ہی خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہون یا نہون اسواسطے کہ جس چیز مین زکوۃ واجب ہوئی ہی اُسکی جنس معتبر ہی قطع نظر اُسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پاوے سوائے مال زکوۃ کے یعنی اُسکے پاس سوائے سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اُنمین سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوائے اُسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اُسکے تصدق کرے ہم علماے متاخرین نے مقدار قوت کی یون ٹھہرائی ہی کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کیواسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینہ کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اتنا رکھ لے جو اسکو کفایت کرے یہانتک کہ اُسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع ملکہ من رجل ثوبا فی منديل ولم یقبضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرویۃ فلا یلزمہ شئی بحر الرائق مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون یعنی مثلاً اگر زید سے کلام کرون تو جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اُس کپڑے کے جو رومال مین لپٹا ہوا ہی اور اس پر قبضہ کرے بدون اُسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ہم اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنے مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اسکی ملک مین نہ تھی بسبب بیع ڈالنے کے اسواسطے کہ ملک کا اعتبار حنث کے وقت ہی نہ حلف کے وقت ولو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وہو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملک و لو لم یکن لہ شئی لا یجب شئی اور اگر بولا کہ

Marfat.com

ہزار درم میرے مال سے صدقہ ہین اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہی تو اُسپر اتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہی اور اگر اسکی
مملوک کوئی چیز نہین تو کچھ واجب نہین وصح الایصاء بلا علم الوصی فصح تصرفہ اور صحیح ہی وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا م
یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا متروکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہین پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اسکی بیچ ڈالی تو صحیح ہی لا یصح
التوکیل بلا علم وکیل نہین صحیح ہی وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنے اس کا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہین والفرق ان تصرف الوصی خلافۃ
والوکیل نیابۃ ایصاء اور توکیل مین فرق یہ ہی کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہی اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہی م جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو
علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہی تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز ہی اور وکیل کا تصرف
بطریق نیابت موکل ہی نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہی تو یہان علم ضرور ہی تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے ایک مرد کے پاس پھر
مالک نے کہا کہ مین نے مثلاً زید کو اُسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونے کا علم نہین پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہوگئے
تو مالک کو اختیار ہی چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم توکیل ہو اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کراوے اور پھر تلف ہو تو کسی پر تاوان
نہین کذا فی الطحطاوی فلو علم الوکیل بالتوکیل ولو من ممیز او فاسق صح تصرفہ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہو اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے
معلوم ہو تو اب اُسکا تصرف صحیح ہی ولا یثبت عزلہ الا باخبار عدل او فاسق ان صدقہ عنایہ او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہین ہوتی
وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر مین کذا فی العنایہ یا معزولی ثابت ہوتی ہی دو شخص مستور
العدالت سے یا دو فاسقون کی خبر سے قول اصح مین کاخبار السید بجنایۃ عبدہ فلو باعہ کان مختارا للفداء مانند خبردار ہونے مولی کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر باخبار
عادل یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اُسنے اُسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہی یعنے اُسکو فدیہ جنایت دینا پڑے گا والشفیع بالبیع
اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا یعنے اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا والبکر بالنکاح
اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر پہونچنا یعنی سکوت بکر رضا نہین مگر جبکہ اسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح
ولی کی اور وہ ساکت رہی تو یہ سکوت رضا نہین والمسلم الذی لم یہاجر الینا بالشرائع اور جیسے اس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نہین کی احکام شرعیہ
کی خبر پہونچنا یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین آتا اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہی یہان تک کہ اگر فرائض ترک کریگا
تو قضا اُسپر لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہی کہ ایک فاسق کی خبر اسمین کافی ہی وکذا الاخبار بعیب لمرید شراء وحجر ماذون وفسخ شرکۃ وعزل قاض
ومتولی وقف فی عشر یشترط فیہا احد شطری الشہادۃ لا لفظہا اور اسی طرح عیب مبیع کی خبر دینا خرید کے ارادہ کرنے والے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور فسخ
شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزین ہین جن مین شہادت کے دو جزون سے ایک جز شرط ہی نہ لفظ شہادت
م شہادت کے دو جز ہین ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کے اخبار مین ایک جز شرط ہی یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد
عزل قاضی اور متولی وقف بحث ہی صاحب بحر کی نہ نص مذہب کذا فی الطحطاوی ویشترط سائر الشروط فی الشاہد اور مخبر مذکور مین باقی شروط شاہد کی شرط ہین یعنی آزاد اور
بالغ ہونا اور یہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہونا مع عدد یا عدالت خلاصہ یہ کہ مخبر مین وہ شرط ہی جو شاہد مین شرط ہی بجز لفظ شہادت وحضور مجلس قضا اور یہ سب
مذکور امام کا مذہب ہی اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مخبر مین شرط ہی کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی البحر بالعزل القصدی وبما اذا لم یصدقہ ویکون المخبر غیر المرسل
ورسولہ فانہ یعمل بخبرہ مطلقا کما سیجیء فی بابہ اور قید لگائی ہی بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جبکہ وکیل مخبر کی تصدیق نہ کرے اور اسکی کہ مخبر غیر مرسل ہو
اور موکل کا پیام رسان نہو اسواسطے کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقا عمل ہی چنانچہ عزل وکیل کے باب مین آویگا م یعنے عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہی اور عزل

Marfat.com

حکمی مین تو قبل علم معزولی کے معزول ہو جاتا ہی عزل حکمی یہ کہ موکل مر جاے یا اسکو جنون مطبق ہو جاے غیر مرسل غلط ہی بلکہ صواب غیر خصم ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی یعنے اگر خصم خبر دے تو عدد یا عدالت مخبر شرط ہی اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب واجب ہی اگر تاخیر کریگا تو حق ساقط ہوگا پیام رسان کی خبر پر مطلقا عمل لازم ہی خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی **باع قاض او امینہ** وان لم یقل جعلتک امینا فی بیعہ علی الصحیح ولو الجیۃ **عبد الدین للغرماء واخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی واستحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن** لان امین القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہم لا یضمن بل ولا یحلف بخلاف نائب الناظر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے تجھکو امین مقرر کیا اسکی بیع مین بقول صحیح کذا فی الولوالجیہ غلام کو بیچا دین والون کے اداے دین کے واسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن ضائع ہو گیا قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہو گیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہین اس واسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہی اور قاضی سلطان کے مانند ہی اور ہر ایک اُن مین سے تاوان نہین دیتا بلکہ اُنسے قسم بھی نہین لیجاتی بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اسکا قول بدون قسم کے معتبر نہین ہم قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہین کہ اگر اُنپر تاوان ہو تو اُس امانت کے قبول کرنیسے وہ پرہیز کرین تو رعایا کی مصالح معطل ہو جاوین کذا فی العینی **ورجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد** اور مشتری اپنا ثمن دین والون سے پھیر لے بسبب متعذر ہونے رجوع کے عاقد پر یعنے قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہ ہی کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اُس شخص سے تعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہی اور عقد کی طرف اقرب الناس وہ ہی جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہان اصحاب دیون ہین جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہین جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہین دیتا جب تک صاحب دین طلب نہ کرے کذا فی الحموی بتصرف **ولو باعہ الوصی لہم ای لاجل الغرماء بامر القاضی** وبلا امرہ **فاستحق العبد او مات قبل القبض للعبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی** لانہ وان نصبہ القاضی عاقدا نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ **وہو یرجع علی الغرماء** لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو وصی نے دین والون کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اُسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مر گیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کیجانب سے اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وصی سے ثمن بھر لے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بنا کر حقوق عبد وصی ہی کیطرف راجع ہونگے اور وصی دین والون پر رجوع کرے گا کیونکہ وہ عامل ہے اُنھین کی منفعت کے واسطے ہم جو کسی کے واسطے کام کرے اور اُس کام کے سبب سے اُس پر ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اُس سے پھیر لے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح ترجع کہتا بجاے فترجع کے ولو ظہر بعدہ للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ ہو الاصح اور اگر بعد اُسکے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اس مال مین سے بھر لے یہی قول صحیح ہی **اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی ہلک کان الہالک من مالہم** ای الفقراء **والثلثان للورثۃ** لما مر قاضی نے متروکہ موصی سے تہائی نکالی فقیرون کے واسطے اور انکو نہین دی یہانتک کہ وہ تلف ہو گئی تو فقیرون کا مال ضائع ہو گیا اور باقی دو تہائیان وارثون کا حق ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی قاضی فقیرون کیواسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہوگا **امرک قاض عدل برجم او قطع فی سرقۃ او ضرب فی حد قضی بہ بما ذکر وسعک فعلہ** لوجوب طاعۃ ولی الامر اے مخاطب تجھکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگساری کا یا ہاتھ کاٹنے کا چوری مین یا مارنے کا حد مین جسکا وہ حکم کر چکا ہی یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجھکو اُسکے فعل مین گنجائش ہی تنگی نہین بسبب واجب ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہی اور منجملہ طاعت حاکم کی تصدیق ہی ومنعہ محمد حتی یعاین الحجۃ واستحسنوہ فی زماننا وفی العیون وبہ یفتی اور منع کیا ہی فعل مذکور کو محمد نے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہی ہمارے زمانے مین اور عیون مین ہی کہ اسی قول کا فتوی ہی ہم وجہ استحسان مذکور فساد قضاۃ ہی اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عہدہ قضا حاصل کرتے ہین تو احکام اُنکے باطل ہین اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن ہی بحر الرائق مین کہا لیکن مین نے بعد اُسکے صدر شہید کی شرح آداب القاضی مین دیکھا کہ محمد رح نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کیا ہی چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہی انتہی خلاصہ یہ ہی کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوے پھر انکا رجوع کرنا شیخین کے قول کیطرف صحیح ہوا کذا فی الطحطاوی

Marfat.com

الا فی کتاب القاضی للضرورۃ مگر قاضی کے خط مین اُسکے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہی بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت احیاء حق اور اسواسطے کہ خیانت امین کم واقع ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل لو عدلا عالما اور بعضون نے کہا رجم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہی اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہے ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم اعتماد بعلت فساد اور غلط کے ہی اور یہ امر عالم عادل مین منتفی ہی اور استیجابی نے ذکر کیا امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اس صورت مین ہی جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہین اور اُسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہین تو ابو منصور رح کا قول کشف ہی مذہب امام سے کذا فی الطحطاوی **وان عدلا جاہلا ان استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا** اور اگر قاضی عادل جاہل ہی اگر اُس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اسکی تصدیق ہوگی اور نہین تو تصدیق نہوگی ہم شال اسکی زنا مین یہ ہی کہ قاضی کہے کہ مین نے زنا کے مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اور جس عورت سے اُسنے زنا کیا اسکا سوال مقر سے کیا تو اُسنے اقرار کیا چنانچہ اُسمین معروف ہی اور اسپر مین نے سنگساری کا حکم کیا اور حد سرقہ مین کہے کہ میرے نزدیک بجہت ثابت ہوا کہ اُسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمین کچھ شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اُسنے عمداً بلا شبہہ قتل کیا تو اب اُسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہی کذا فی المنح **وکذا لا یقبل قولہ لو کان فاسقا عالما کان او جاہلا للتہمۃ فالقضاۃ اربعۃ** اور اسی طرح قاضی کا قول مقبول نہین اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہین ہم قاضی یا عالم عادل ہی یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہی تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جائز ہی اور قاضی ثانی اگر سوال سبب مین خوب بیان کرے تو تصدیق اسکی واجب ہی اور قطع جائز ہے اور ثالث اور رابع کا قول مقبول نہین کذا فی منہ الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا مگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معائنہ کرے تو اب قاضی جاہل و فاسق کا قول مقبول ہم اسواسطے کہ بعد معائنہ حجت تہمت باقی نرہے شارح نے حجت کو اول بسبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاے **صب وہنا الانسان عند شہود فادعی مالکہ ضمانہ وقال الصاب کانت الدہن نجستہ وانکر المالک فالقول للصاب لانکارہ الضمان والشہود یشہدون علی الصب لا علی عدم النجاستہ** ڈھلکایا کسی آدمی کا تیل گواہون کے سامنے سو اُس کے مالک نے اُسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈھلکانے والے نے کہا کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اُس کا انکار کرتا ہی تو ڈھلکانے والے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہین ڈھلکانے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست پر ہم ظاہر اجواب عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہی حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جاے تو اسکی تطہیر ممکن ہی اور تیل ناپاک کا چراغ مین جلانا درست ہی غیر مسجد مین اور اگر اسکو اسپر حمل کیجیے کہ اُسپر پاک تیل کا ضمان نہین بلکہ ناپاک کا ضمان ہی تو جواب ظاہر ہے یعنی بلا تردد صحیح ہی کذا فی الطحطاوی **ولو قتل بہ جلادا وقال قتلتہ بردتہ وقتلہ ابی لم یسمع قولہ لئلا یؤدی الی فتح باب العدوان فانہ یقتل ویقول کان القتل لذلک وامر الدم عظیم فلا یہمل بخلاف المال** اقرار بزازیہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ مین نے اسکو قتل کیا بسبب اُسکے ارتداد کے یا بسبب اُسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کھلجائے یعنے اگر اُسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اُسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جائیگا اور قاضی کہے کہ قتل اُسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہی سو وہ مہمل چھوٹ نہین سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیہ من کتاب الاقرار ہم خون کا امر عظیم ہے لہذا مال مین ایک قسم کفایت کرتی ہی اور خون مین پچاس قسمین **صدق قاض معزول بلا مین قال لزید اخذت منک الفا قضیت بہ ای بالالف لبکر ودفعت الیہ او قال قضیت بقطع یدک فی حق ادعی زید اخذ الالف وقطعہ الید ظلما واقر بکونہا ای الاخذ والقطع فی وقت قضائہ وکذا لو زعم فعلہ قبل التقلید او بعد العزل فی الاصح لانہ اسند فعلہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان فیصدق الان** پیرہن زید علی کو نہانی غیر قضائہ فالقاضی یکون مبطلا صدر الشریعۃ تصدیق کیجائیگی اُس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسنے زید سے کہا کہ مین نے تجھ سے وہ ہزار درم لیے جنکا مین نے حکم کیا تھا بکر کے واسطے اور مین نے اسکو دیے یا قاضی نے کہا کہ مین نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق مین اور زید نے اُسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا از راہ ظلم کے

Marfat.com

دعوی کیا اور اقرار کیا کہ دونون امر یعنے اخذ اور قطع اُس قاضی کی قضا کی حالت مین واقع ہوئی اور اسی طرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اُس کے فعل مذکور کو گمان کیا
قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول اصح مین اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اُس حالت معینہ یعنی قضا کی طرف نسبت کی جو تاوان کے منافی
ہی تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اُسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا مین نہین واقع ہوئی تو اب قاضی مبطل ہوگا اس فعل مین کذا فی صدر الشریعۃ
م حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہی کہ ظاہر اُسکا شاہد ہی اسلیے کہ ظاہرا قاضی ظلم کا حکم نہین کرتا اور قاضی پر قسم اس واسطے نہین کہ فعل اُس کا قضا مین باقرار
مدعی ثابت ہو کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شئی فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال
الیتامی والاوقاف اشباہ مین نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہو تو اسکو دسوان حصہ اموال یتامی اور
اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہی م صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اسکے انکار مین مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر
فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ مین ہی کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہی مسئلہ طاحونہ مین م اس مسئلہ کا یہان ذکر بے محل ہی علاوہ برین یہ قول محرر اور منقح بھی
نہین اشباہ مین خانیہ سے یون منقول ہی کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات
وقف کا دسوان حصہ متولی کے واسطے مقرر کردیا اور وقف مین ایک طاحونہ یعنے ایک پنچکی ہی ایک شخص کے ہاتھ مین بطور مقاطعہ جسمین متولی کی کچھ حاجت نہین
اور اس پنچکی والے لوگ اُسکا غلہ لیا کرتے ہین تو متولی کا دسوان حصہ اسمین واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہین لیتا مگر بطریق اجر کے تو مستوجب اجر نہوگا
بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا صواب یہ ہی کہ عشر جو متولی کے واسطے اسوقت مین مقرر ہوا تو مراد اُس سے اجرت مثل ہی تو اگر عشر زیادہ ہو اجرت مثل سے
تو زائد کو پھیر دے اور تلخیص کرے اور خزانہ اکمل اور ولوالجیہ مین بطریق اجمال یون ہی کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت
لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجر بہ کالنکاح صغیر لانہ واجب علیہ وکجواب المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتابتہما لان الکتابۃ
لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہی کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہی تو دونون کو اسکی مزدوری لینا جائز نہین جیسے
صغیر کا نکاح کردینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہی اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہی اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی
دونون کو جائز ہی بقدر انکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہی م خلاصہ مین ہی کہ قاضی کو سجلات
وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہی یہی قول مختار ہی اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہین اور اُسکے سواے حلال ہے اور مال یتیم کی
بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہین اور اگر اجرت لے گا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ مین کہا اور اصح یہ ہی کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے
اور گاہے ایک سو کے وثیقے کی مشقت جسمین اجناس مختلفہ ہین زیادہ ہوتی ہی دس لاکھ نقد کی مشقت پر مین کہتا ہون اور عمادیہ مین ملتقط سے ہی اور
یہ جو بعضون نے کہا کہ ہر ایک ہزار مین پانچ درم اجرت ہی سو معتمد نہین اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہین اور کونسی مشقت ہی کاتب
کو کثرت ثمن کی تحریر مین اُسکو تو اجرت مثل ہی بقدر اُسکی محنت کے اور بقدر اُسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور ثقاب کے مشقت قلیلہ مین اور شرح
تمرتاشی مین نصاب سے منقول ہی کہ اجرت واجب ہی بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہی اور کتاب السجلات مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ وثیقہ
نوشتہ کے طول اور قصر اور اسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہی اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیہا ؎ ولیس لہ اجر وان کان قاسما + وان لم یکن من بیت
المال مقرر + اور شرح وہبانیہ مین ہی اور قاضی کے واسطے اجرت نہین اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اُسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو + ورخص بعض لانعدام مقرر
وفی عصرنا فالقول الاول ینصر + اور بعضون نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہی اور ہمارے زمانے مین تو پہلا قول منصور اور مختار ہی وجوز للمفتی علی کتب
خطہ + علی قدرہ اذ لیس فی الکتب یحصر + اور مفتی کو اجرت مجوز تھی اُسکے لکھنے پر بقدر اسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کتابت مین منحصر نہین یعنی اس پر کتابت واجب

Marfat.com

اور لازم نہین ہم شرح وہبانیہ مین جلال الدین ابو الحامد سے منقول ہی کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہین جواب فتوی کی کتابت کی اجرت لینے مین اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہی نہ ہاتھ سے لکھدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہی یعنی تاکیل اور قال سے بچے اور ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہی شہادات کے احکام مین ہم شہادات جمع ہی شہادت کی اگرچہ شہادت اصل مین مصدر ہی لیکن مصنف اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکے انواع کے اخرہا عن التضاد لانہا کالوسیلۃ وہو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہی اور قضا مقصود ہی اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت مین عبارت ہی خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جسمین شک اور تردد نہین وشرعا اخبار صدق لاثبات حق بلفظ خاص قلت خاطلاقہا علی الزور مجازا کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع مین شہادت عبارت ہی اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کذا فی الفتح مین کہتا ہون جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہی نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہی ہم اخبار بمنزلہ جنس کے ہی اور صدق کی قید سے اخبار کاذب حد شہادت سے نکل گئین اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا مین بہ لفظ اشہد تکلم کرے بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہوم یعنی شہادت مین بالخصوص لفظ شہادت متعین ہی تو تعبیر بہ لفظ علم ویقین کافی نہین فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بہ لفظ شہادت مجلس قاضی مین اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی آزادی مین ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہوگئی جو غیر مجلس قضا مین واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہین عتق جاریہ اور طلاق زوجہ مین صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہین بلکہ بمیع شہادت حسبہ کا یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی وسبب وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا ذو الحق وخاف فوتہ لزمہان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہی یعنی جبکہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اسطرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہو جانے حق سے تو اسکو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب مدعی کے کذا فی الفتح یعنی دمی کے حق مین شہادت شاہد پر واجب نہین بلا طلب الا دمی مگر درصورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی ادا کے شہادت مین تو شاہد شرعا مطلوب ہی شرطہا احد وعشرون شہادت کی شرطین اکیس ہین شرائط مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہی یعنی ایک شرط یہ ہی کہ مجلس قضا مین شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرائط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطین تین ہین عقل کامل ہونا شاہد ہونے کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیجاے مگر اسکا معاینہ شرط نہین جسمین تسامع سے گواہی ثابت ہوہم جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لاعقل کا گواہ ہونا صحیح نہین اور اسی طرح اندھے کی گواہی صحیح نہین بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہین تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر عاقل ہوا یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہو جاے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دین تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور ادا کے شہادت کی ستره شرطین ہین دس شرطین عام ہین جمیع انواع شہادت مین اور سات شرطین بعض انواع شہادت مین خاص ہین منہا الضبط از انجملہ ضبط ہی یعنی یہ شرط ہی کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک وتردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہین بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافا للصاحبین والولایۃ فیشترط اسلام المدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہی یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اسطرح کہ دونون کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اس پر مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور از انجملہ یہ شرط ہی کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنیکی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھکر دونون مین فرق کرسکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابۃ ولادۃ وزوجیۃ اور منجملہ شرائط عدم قرابت ہے

Marfat.com

باعتبار ولادت اور زوجیت کے م تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اسکے بالعکس جائز نہین اور اسی طرح زوجین کی گواہی وعداوۃ دنیویۃ اور منجملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہو تو دینی عداوت مانع شہادت نہین اور دفع مغرم اور جر مغنم کما سیجئی یا منجملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہونا ہی چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنے یہ شرط ہی کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے م ماتن اور شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر نہ کیا اور تفصیل شرائط اس طرح ہی کہ بعض شرائط شاہد کی طرف راجع ہین انمین سے پانچ وجوب قبول کی شرطین ہین بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو اپنی ذات کے واسطے جر منفعت نہ کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹاوے اور یہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی موکل کے واسطے قبول نہین اور یہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعضے شرائط شہادت کی طرف راجع ہین وہ یہ ہین کہ دونون شاہدون کا اتفاق ہو گواہی مین اور یہ شروط عام ہین جمیع انواع شہادت مین اور جو بعض انواع مین مخصوص ہین انمین سے اسلام ہی اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حدود اور قصاص کی گواہی مین اور تقدیم دعوی حقوق عباد مین اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمین توافق شرط ہی اور قیام رائحہ شرب خمر کی شہادت مین مگر بعد مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت مین اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت علی الشہادت مین تو یہ ادائے شہادت کی سترہ شرطین ہین اور مکان شہادت مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہ دونون تو تحمل اور ادا دونون مین شرط ہین اور معائنہ مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہی نہ ادا کی تو یہ سب بیس شرطین ہوئین اور امتیاز کرنا سماعت سے یہ شروط سے زائد ہی جسکو شارح نے اعتبار کیا ہی لہذا باعتبار سمع اکیس شرطین ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ورکنہا لفظ اشہد لا غیر

تضمنہا معنی مشاہدۃ وقسم واخبار للحال فکانہ یقول اقسم باللہ لقد طلعت علی ذلک وانا اخبر بہ وہذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیما اعلم بطل للشک اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہی بصیغہ مضارع متکلم نہ کوئی اور لفظ سوائے اسکے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو تو شاہد نے لفظ اشہد بول کر گویا یون کہا کہ مین اللہ کی قسم کھاتا ہون کہ مقررمین مطلع ہون اسپر اور مین اسکی خبر دیتا ہون اور یہ معانی ثلثہ حاصل نہین لفظ اشہد کے غیر مین تو اسی واسطے لفظ اشہد کا متعین ہو گیا یہانتک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنے یون کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنے مین گواہی دیتا ہون اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہو گی بسبب شک کے م لفظ اشہد بصیغہ مضارع جبکہ رکن شہادت کا ہی تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہین اسواسطے کہ صیغہ ماضی زمانہ گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہی تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی انمین محتمل ہو گی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہو گا پھر جبکہ لفظ اشہد متعین ہو گیا شہادت مین تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہو گا یعنے اگر شاہد یون کہے کہ مین جانتا ہون یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہی تو شہادت مقبول نہین اور اسی طرح یہ شرط ہی کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحطاوی وحکمہا وجوب الحکم علی القاضی بموجبہا بعد التزکیۃ یعنے افتراضہ فورا لا فی ثلث قدمناہا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہی قاضی پر بمقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم بمعنی افتراض حکم ہی فورا مگر تین صورتون مین جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہم یعنے جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جب کہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہین اشتراط تزکیہ صاحبین کا قول مفتی بہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ قلوا متمتع بعد وجود شرائطہا اثم بترکہ الفرض واستحق العزل بفسقہ وعمدا رتکابہ ما لا یجوز شرعا زیلعی سو اگر قاضی بمقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط مقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہو بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہو گا بسبب اسکے فاسق ہو جانے کے اور اسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اسکے مرتکب ہونے اس چیز کے جو شرعا جائز نہین کذا فی الزیلعی وکفر ان لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراضہ علیہ ابن ملک واطلق الکافیجی کفرہ واستظہر المصنف الاول اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نہ جانے یعنے اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تب کافر ہو گا کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کافیجی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح مین قول

Marfat.com

اول یعنے درصورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہم کافیمی ایک عالم ہی جسکا رسالہ ہی مسمی السیف القضاء علی البغاۃ کذا فی المنح ویجب ادا ہا بالطلب ولو حکما کما مر اور واجب ہی ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا نہو اور خوف ہو فوت کا تو شاہد پر بلا طلب ادائے شہادت واجب ہی ہم افترض ادائے شہادت مجمع علیہ ہی حق تعالی نے فرمایا (لاتکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ) یعنے نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہی تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہو اشاہدون پر بھی کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اسکا دل گنہگار ہی تو یہ تاکید پر تاکید ہے اس واسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کی طرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالے کے اس قول مین کہا دو لایاب الشہداء اذا ما دعوا یعنے انکار نہ کرین شاہد جب کہ وہ بلائے جاوین کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادائے شہادت مین لیکن تحمل متعاقدین کو شاہد کرنے کے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے شاہدون کو اُن کے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادائے شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی اُنکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہی کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے واسطے کوئی نہ ہوئے تو شہادت فرض عین ہے اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہے مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کاکی مین ہے کہ اشہاد عقود مین مستحب ہی مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہی اور اسی طرح رجعت مین شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادائے شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے اور اگر اور لوگ نہون تو امتناع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ القاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ اسرع قبولا او طلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحمل او ادا ء ولیکن ادائے شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہی جو بحر الرائق وغیرہ مین مشرح ہین از انجملہ عدالت قاضی اور اُسکا مکان قریب ہونا اور شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اُسکے شتاب تر قبول ہونے کا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہو بشرطیکہ اُسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہی فرض عین ہو جاتی ہی اگر تحمل اور ادا کے واسطے سوائے دو شاہدون کے اور کوئی نہو ہم شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطین ذکر کین یا عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی ندینا جائز ہی کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہی قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہی کہ ادا اور شہادت اسپر متعین ہو ۲۔ اقرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن اپنے گھر پلٹنا ناممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہی اور حق تعالی نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنی اور ضرر نہ پہونچایا جاوے کاتب اور شاہد کو ۳۔ علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اسپر گواہی دینا لازم نہین یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اسپر ادائے شہادت واجب ہی اگرچہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہی علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہی وجہ تامل شاید یہ ہی کہ جب وہان وہ شخص موجود ہی جس سے حق ثابت ہو سکتا ہی تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ہم۔ طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہین مگر درصورت خوف فوت حق وعدم علم مدعی بشہادت شاہد ۵۔ شاہد پر ادائے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہون اور اُنھون نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط سادس ہی کہ شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اُسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دی ہی یا مشتری نے

Marfat.com

غلام کو آزاد کر دیا ہی یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہی تو اب اُسکو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہین اور اگر مخبر عدول نہو تو شاہدون کو اختیار ہے چاہین گواہی دین اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دین اور چاہین گواہی نہ دین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین شرط سابع یہ ہی کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہی تو اگر یہ جانتا ہو کہ اُسنے خوف سے اقرار کیا ہی تو اُسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف کذا الکاتب اذا تعین لکن لہ اخذ الاجرۃ لا للشاہد حتی لو ارکبہ بلا عذر لم تقبل وبہ تقبل لحدیث اکرموا الشہود اور اسی طرح کاتب کا حکم ہی یعنی کتابت فرض ہی جبکہ کاتب متعین ہو جاے یعنے جب اُسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہی نہ شاہد کو یہانتک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کرے گا تو اسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود م عذر یہ ہی کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہو اور یہ تفصیل صاحب نوازل کی ہی پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے یون روایت کی ہی کہ (اکرموا الشہود فان اللہ تعالیٰ یستخرج بہم الحقوق ویدفع بہم الظلم) یعنے تکریم اور توقیر کرو شاہدون کی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ اُنکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہی اور اُنکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہی کذا فی الطحطاوی تو پیر مرد عاجز کو سواری دینا منجملہ توقیر اور تکریم کے ہی وجوز الثانی الاکل مطلقاً وبہ یفتی بحر واقرہ المصنف اور ابو یوسف نے شاہدون کو کھانا دینا مطلقاً جائز رکھا ہی اور اسی کا فتوی ہی اور مصنفؒ نے اسکو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین م تجویز اکل مطلقاً ہی خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہدون کے آنے سے پہلے یا اُنھین کے واسطے تیار کیا ہو اور محمدؒ نے مطلقاً منع کیا ہی اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہی ویجب الاداء بلا طلب لو الشہادۃ فی حقوق اللہ تعالیٰ اور اداے شہادت واجب ہی بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالیٰ کے حقوق مین ہو م واجب سے مراد فرض ہی خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ مین قبول شہادت بلا طلب کی یہ ہی کہ حق تعالیٰ کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہی تو شاہد بھی منجملہ اُنکے ہی جن پر یہ واجب ہی تو شاہد مدعی ٹھہرا من جہۃ الوجوب اور شاہد ٹھہرا من جہۃ تحمل الشہادت تو اور مدعی کی کچھ حاجت نہوئی اور بعضون نے حق اللہ مین قاضی کو مدعی کہا ہی وہی کثیرۃ عد منہا فی الاشباہ اربعۃ عشرۃ اور حقوق اللہ تعالیٰ کے بہت ہین انمین سے اشباہ مین چودہ شمار کیے ہین م حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہی طلاق عورت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سواے حد قذف وسرقہ نسب خلع ایلاء ظہار مصاہرت حریت اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہی کہ وقف مین جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو قوم پر باعیانہم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہین اور اگر فقیرون اور مسجد پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعوی مقبول نہین اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوے مقبول ہی اسی کا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی رح نے اور یہی مختار عمادیہ ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوی مقبول ہی اور عمادیہ مین فتاوی رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہی اور اضحے مین اختلاف ہی بعضون نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضون نے ہلال فطر پر اور نسب مین خلاف ہی صاحب محیط نے قبول بلا دعوی نقل کیا ہی اور بعضون کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہین اور ایلاء اور ظہار اور مصاہرت مین شرط یہ ہی کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہی اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ ہی اور عتق عبد مین صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہی اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہین یعنی وجوب زکوۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہی اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی قال ومتی اخر شاہد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر فسق فترد صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسبہ اپنی شہادت مین تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اُسکی مردود ہوگی م بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہی کہ بعضے مشائخ نے اُن گواہون مین جواب دیا جنھون نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اُنکی گواہی مقبول نہین کاکی نے کہا حسبہ وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امرأۃ ای بائنا وعتق امتہ وتدبیرہا حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی اور اُس کا مدبر ہونا م عورت عام ہی خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی طلاق رجعی بین زوجین کا پاس رہنا بطور ازواج مخالف شرع نہین اسواسطے کہ اسطرح

لہ شاہدون کی خاطرداری کرو ۱۲

امۃ

کا رہنا رجعت مین شمار نہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اسکی قہرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسی طرح تدبیر سے اس کی شرمگاہ وارثون پر حرام ہی مولی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہی وکذا عتق عبد و تدبیرہ شرح وہبانیہ اور اسی طرح ہی غلام کی آزادی اور اسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ م ابن ہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع کما مر فی بابہ اور اسی طرح رضاع حق اللہ ہی چنانچہ باب الرضاع مین مذکور ہوچکا وہل یقبل جرح الشاہد حسبۃ اظاہر نعم لکونہ حقا للہ تعالی اشباہ اور کیا طعن کرنا شاہد مین بارادہ ثواب مقبول ہی یا نہین جواب ظاہر یہ ہی کہ ہان مقبول ہی کیونکہ وہ حق اللہ ہی کذا فی الاشباہ م حسبہ حال ہی جرح سے یعنے اگر طاعن شاہد مین بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر امقبول ہی اور یہی احتمال ہی کہ حسبہ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنے چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہوچکے اور جو حق شارح نے زیادہ کیے یعنے عتق عبد اور اسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف رحمہ نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اسکی تدبیر کو ذکر کیا سو وہ چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ شارح نے پہلے بہ لفظ کثرت اسکی طرف اشارہ کردیا ولیس لشاہد عدی حسبۃ الفی الوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہین ہی ہمارے واسطے مدعی حسبۃ مگر وقف مین بنا بر قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر موقوف علیہ اہل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہی اور فتوی اسپر ہے کہ دعوی مسموع نہین مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وستر ہا فی الحدود ا بر بحدیث من ستر ستر فالاولی الکتمان الا المتہتک بجر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود مین نیک تر ہی بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائیگا وہ چھپایا جاویگا تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہی مگر بیحیا پردہ در کے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہی کذا فی البحر م ہر چند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان عام ہی لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہی اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی ہی از انجملہ وہ حدیث ہی جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم مین مروی ہی ومن ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ یعنے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی کرے وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول لشاہد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہ ہی کہ شاہد چوری مین یون کہے کہ اسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نہ کہے کہ اسنے چوری کی پردہ پوشی کی غایت کے واسطے م یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہی یعنے جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہی کہ چوری کی گواہی مطلقا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہی اسکا جواب دیا کہ اسطرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعاء ملک غیرہ ذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین مسروق منہ کی بھی مصلحت ہی اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا درصورت اتلاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے اُنمین قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے اُسکا مال اُسکے گھر سے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے سوال کیا اُنھون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اُسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے دعوی کیا کہ اُسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے انکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اُسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اُسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اب اُسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہی تو فقہا اس جواب سے متعجب ہوگئے ونصابہا للزنا اربعۃ رجال یعنے انمین ابن زوجہا اور شہادت زنا کی نصاب چار مرد ہین جن مین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو م ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہی اسواسطے کہ چار مردون کا بصفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہی اور ابن زوج کی نفی مفید ہی اس قید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں زندہ ہو اور

Marfat.com

اگر ایسا نہو تو ابن زوج کی گواہی جائز ہی بحر الرائق مین کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہی کہ مرد کی اگر دو عورتین ہون اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہون انمین سے
چار بیٹون نے اپنے بھائی پر گواہی دی کہ اس نے زنا کیا انکی سوتیلی مان سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب کہ باپ مدعی زنا ہو یا انکی مان زندہ ہو تو گواہی اُن کی
مقبول نہین کذا فی الطحطاوی ولو علق عتقہ بالزنا وقع برجلین ولا حد اور اگر مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے معلق کی یعنے یون بولا کہ اگر مین
زنا کرون تو یہ غلام آزاد ہی تو آزادی واقع ہوگی دو مردون کی گواہی سے اور حد نہوگی مولی پر یعنے اگر دو شاہد مولی کے زنا کی گواہی دین تو ہر چند مولی
پر حد نہین کیونکہ چار گواہ نہین لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شہد العتقۃ ثم اربعۃ بزنائہ محصنا فاعتقہ القاضی ثم رجمہ ثم رجع الکل ضمن الاولان قیمتہ لمولاہ و
الاربعۃ دیتہ لہ ایضا لو وارثہ اور اگر دو شاہدون نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہون نے غلام کے زنا در حالت احصان کی گواہی دی سو
قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اُسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہون نے شہادت سے رجوع کیا یعنے کذب شہادت کے قائل
ہوے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دین اُسکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دین اگر مولے غلام کا وارث
ہو ولبقیۃ الحدود والقود ومنہ اسلام کافر ذکر لما لہا بقتلہ بخلاف الانثی بحر ومثلہ ردۃ مسلم رجلان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت
دو مرد ہین اور من قبیل قصاص کافر مرد کے اسلام کی گواہی ہی کیونکہ انجام کار شہادت کا اُس کافر کا قتل ہی بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کافر
کے مانند ارتداد مسلم ہی ہم مرد کافر کے اسلام کی گواہی مین دو مرد اسواسطے شرط ہوے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کافرہ
کے کہ اُسکے اسلام پر عورتون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اُسکا مآل کار قتل نہین اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مسلم کی گواہی مین دو مرد شرط
ہین اسواسطے کہ در صورت اصرار اسکا بھی مآل کار قتل ہی بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر مین ہی کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص مین دو مردون
کی گواہی مقبول ہی نہ عورتون کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی (قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین بعدہ
ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود والدماء) یعنے زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے بعد دونون خلیفون سے یہ سنت جاری ہی کہ جائز نہین
عورتون کی گواہی حدود اور دماء مین یعنی قصاص مین اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما اسواسطے کہ معظم تقریر شرع اور طریق احکام
اُنھین دونون کے زمانے مین ہوا اور انکے بعد اور خلفا مین نہ تھا مگر انکا اتباع انتہی الا المعلق فیقع ولا یحد کما مر مگر مثلاً عتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری
جائیگی چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا م یعنی اگر بعض شہود عورات ہون تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین شراب پیون تو
میرا غلام آزاد ہی پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اُسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہوگی کیونکہ حدود مین شہادت عورات کی
مجال نہین کذا فی الطحطاوی وللولادۃ واستہلال الصبی للصلوۃ علیہ وللارث عندہما والشافعی واحمد وہو ارجح فتح والبکارۃ وعیوب النساء فیما
لا یطلع علیہ الرجال امرأۃ حرۃ مسلمۃ واثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اُسپر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور عیوب نساء کے واسطے جس عضو مین مرد مطلع
نہین ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہی اور دو عورتون مین زیادہ تر احتیاط ہی اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور
شافعی اور احمد کے نزدیک ہی اور یہی قول راجح تر ہی کذا فی الفتح م یعنے امور مذکورہ مین ایک عورت کی شہادت کافی ہی قاضی خان نے کہا ایک عورت کی گواہی
سے ولادت ثابت ہوتی ہی یعنے بحق ثبوت نسب نہ بحق میراث انتہی اگر دائی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام
کے نزدیک میراث ثابت نہوگی ہان اُسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہی عورات کے عیوب چنانچہ شرمگاہ مین ہڈی یا گوشت زائد ہونا
لونڈی خرید کرنے مین اُسکے دریافت کی حاجت ہوتی ہے زیلعی نے عورت شاہدہ مین بالغہ عاقلہ عادلہ کی قیود زیادہ مذکور کی ہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر
مین ہی کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہی جسکو مبسوط مین محمد بن حسن نے روایت کیا عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب

عطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ یعنے مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتون کی جائز ہے اسمین جسکی طرف مرد نہین نظر کر سکتے یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع محلی بالف ولام ہے اور مراد اُس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اُسپر کہ عورتون کی گواہی اُس امر مین جائز ہے جسپر اُنکے سوا کوئی مطلع نہین ہو سکتا اس قبیل سے ہے ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی والاصح قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصۃ م بحر الرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اُسپر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے بالقصد اسکی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا وفی البرجندی عن الملتقط ان المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان تقبل شہادتہ انتہی فلیحفظ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جبکہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو اسکی گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین بحکم دیت مقبول ہے تا خون مفت ضائع نہو ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال صبی ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کیواسطے ہو لا فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب مین اسواسطے کہ اُنمین تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی مین ہے تجنیس سے م ابو سعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہین تو اہل صبیان حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہرا یہان صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجل وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتین یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق مین نصاب شہادت دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین قال اللہ تعالی (فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان) یعنے اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا مین چار مرد اور باقی حدود اور قصاص مین دو مرد اور اُنکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور اُن امور مین جنمین مرد مطلع نہین ہو سکتے مانند ولادت اور عیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احدہما الاخری اور جدائی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتون مین بدلیل قول حق تعالے تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو م جب تذکر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہین ہو سکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہین چار عورتون کی گواہی بدون مرد کے تا عورتون کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے انکو دار الحکومت مین آنا پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع مین ثابت نہین وخصہن الائمۃ الثلث بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور اُنکے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ مین انکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہین توابع اموال چنانچہ شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسی طرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق م یعنے شہادت مین یہ ضرور ہے کہ گواہ یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درم مثلاً مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکھتا ہون اُس کا تو مقبول نہین کیونکہ یہ اخبار ہے شہادت نہین فتح القدیر مین ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص اشتراط لفظ پر ناطق ہین قال تعالے (واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذا تبایعتم فاستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رایت مثل الشمس فاشہد) الحاصل کہ ان نصوص مین امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اسواسطے کہ لفظ شہادت اقوی ہے اخبار اور تیقن سے کیونکہ

[1] اور شاہد کرو دو عادل کو اپنے آپ مین سے ۱۲ [2] اور شاہد کرو جب تم باہم سودا کرو ۱۲ [3] اور شاہد کرو دو گواہ اپنے مردون سے ۱۲ [4] پس شاہد کرو عورتون پر چار مرد اپنے آپ سے ۱۲ [5] اور قائم کرو شہادت کو ۱۲ [6] جب تو دیکھے مثل آفتاب کے تو گواہی دے ۱۲

یعنے شہادہ اور قسم اور اخبار کے برخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل واعظم تعظیم مین برابر ہی اللہ اکبر کے لہذا تعظیم فقط اللہ اکبر کے لفظ مین منحصر نہین انتہے
ملخصاً بتصرف وکل مالایشترط فیہ ہذا اللفظ کطہارۃ ماء ورویۃ ہلال فہو اخبار لا شہادۃ اور حسین کہ یہ لفظ اشہد کی شرط نہین جیسے طہارت پانی کی یا رویت ہلال
رمضان کی تو وہ اخبار ہی شہادت نہین والعدالۃ لوجوبہ اور مراتب اربع مین عدالت شاہد کی لازم ہی وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب
نہین بدون عدالت شاہدہم عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی (واشہدوا ذوی عدل منکم) یعنی شاہد کرو دو شخصون عدالت والون کو اپنون سے یعنے اہل اسلام کے
اور اسواسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہی اسواسطے کہ شہادت خبر ہی جسمین صدق اور کذب دونون کا احتمال برابر ہی بنظر نفس مفہوم تو اس سے
اسکا راست ہونا لازم نہین آتا کہ اُسپر عمل کیا جائے کذا فی الفتح فی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب بخروجہ من البطن ینابیع مین ہی عادل
وہ شخص ہی جسپر طعنہ نہو پیٹ اور شرمگاہ مین اور از انجملہ کذب ہی بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبد البر نے کہا تفسیر عدالت مین بہتر قول یہ ہی کہ عادل وہ
ہی جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور صواب اُسکا اکثر ہو اُسکے فساد اور خطا سے صدق اُسکے استعمال مین ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت
اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہی ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہی یعنے تفسیر شہادت
تو اگر شاہدیون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اسکی شہادت کے تو مقبول نہین اور اگر کہے گواہی دیتا ہون مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہے
اور برجندی نے اسمین یہ قید لگائی کہ اگر یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اُسنے بحق کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ مین ہی
کہ اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الطحطاوی لا الصحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ واتم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول
کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار رہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من القضاء بشہادۃ
الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یباقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتد حتے لا ینفذ قضاءہ باقوال ضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کرے اُس سے یعنے
قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ قضا موقت اور مقید ہوسکتی ہی زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتد سے تو قاضی
کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ مین وما فی التتمۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقۃ فقول الثانی بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ
المصنف رح اور جو تتمہ اور مجتبی مین ہے صاحب مروت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف
کہا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین اس طرح کہ یہ تعلیل ہی نص کے مقابلہ مین تو مقبول نہین اور اسکو مصنف رح نے اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی
ہم فتح القدیر مین ہی کہ ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ فاسق جب کہ لوگون مین صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اُس کی گواہی مقبول
ہی اسواسطے کہ بسبب اُسکی روداری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اُسکے واسطے اجورہ مقرر نہین کرسکتا اور وہ کذب سے باز رہتا
ہی بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہی کیونکہ یہ تعلیل ہی نص کے مقابل مین تو مقبول نہین انتہی نص سے مراد نص قرآنی ہی یعنے (واشہدوا
ذوی عدل منکم) طحطاوی نے کہا مروت عبارت ہی آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہون وہی ان علی حاضر یحتاج
الشاہد الی الاشارۃ فی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ لو عینا گواہ دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہی تو شاہد کو تین موقع کی طرف اشارہ کرنے کی حاجت
ہی یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دیتا ہی بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلاً اونٹ کے شاہد کہ مین گواہی دیتا ہون کہ یہ تلوار اس مدعی
کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد بقولہا من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ
وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارک فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو چنانچہ نقل شہادت مین یا میت
پر گواہی ہو تو اُسکے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہی نسبت مشہود علیہ کی اسکے دادا تک تو ذکر کرنا اُسکے نام اور اُسکے باپ کے نام اور اُسکے حرفے اور پیشے کا

کافی نہین مگر جب کہ وہ اُس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اس طرح پر کہ شہر مین دوسرا شخص اس حرفے مین اُسکا شریک نہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر
التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین وملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد[1] حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہود علیہ
کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہانتک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی
جامع الفصولین والملتقط ولا یسال عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن
مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص مین البتہ سوال کرے وعندہما یسال فی الکل ان جہل بحالہم بحر سرا وعلنا بہ یفتی وہو اختلاف زمان لانہما کانا فی
القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی انکا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ
اسی قول کا فتوی ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اس واسطے کہ صاحبین چوتھے قرن مین تھے م حموی نے کہا
صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ
جسکو مستورہ بھی کہتے ہین مزکی[2] کے پاس بھیجے اور اس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد مین وہ نماز پڑھتے ہون مرقوم ہو سو مزکی شاہد
کی عدالت اُسمین لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اُسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو
تو اسکی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جبکہ اس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ
اگر مین تصریح نہین کرتا تو اسکی شہادت پر حکم ہو جائیگا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ نہایہ مین ہے اور اخفاے سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے
تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور خلش نہ پیدا ہو اور
علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین
مگر بعد تزکیہ سر زیلعی نے کہا کہ قرن رابع مین لوگون کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ
کے کہ وہ قرن ثالث مین تھے جنکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین موجود ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے
جسمین مین ہون پھر وہ لوگ جو انکے متصل ہین پھر وہ لوگ جو انسے متصل پھر کذب پھیل جائیگا یہانتک کہ مرد قسم کھائیگا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے
سے پہلے انتہی اور یہ مبنی ہے اُسپر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ اخضری نے شرح مسلم مین مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہے
مدت زمانے سے اور اسکی تحدید مین اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول مین نے نہین دیکھا انتہی طبقات عبد القادر
مین مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس مین ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی
بالسر جاز مجمع وبہ یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ م فقط تزکیہ علانیہ صدر اول مین تھا اور
محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار درر یعنی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو بعبارتہ
جواب عن النقض بالعبد وبدلالتہ عن النقض بالمحدود ابن کمال اور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح مین بسبب ثابت ہونے
حریت کے بجہت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدرر یعنے جو شخص کہ دار اسلام مین رہتا ہے اُسمین اصل حریت ہے تو وہ معنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق
سے جواب ہے نقض عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے کہ محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال م یعنے فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ
کافی ہے تزکیہ مین اسواسطے کہ اُسکا غلام نہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی
محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا یہ اُسوقت مسلم ہو جبکہ حریت لفظ عدل سے بطریق منطوق مفہوم ہو اور غلام پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور

[1] یعنی جس صورت مین گواہ مشہود علیہ کے دادا کا ذکر نکرے ۱۲

[2] تزکیہ پاک کرنے کو کہتے ہین یہان مراد گواہون کی راستی کے ثبوت سے ہے مزکی وہ شخص جو گواہون کی راستی بتلاوے ۱۲

Marfat.com

محدود فی القذف عدل ہوتا ہو حالانکہ ایسا نہین ولہذا سرخسی کا مختار یہ ہی کہ فقط عدل کہنا کافی نہین اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل فقہ جائز الشہادت ہی اور اسی طرح باپ جبکہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو ضرور ہے زیادہ کرنا جائز الشہادت کا چنانچہ ظہیریہ مین ہے بحر الرائق مین کہا کہ یہ قول ترجیح کے لائق ہی انتہی خصاف کی شرح ادب القاضی مین ہی کہ تزکیہ کی آٹھ شرطین ہین اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہ کہ مزکی شاہد کو آزما چکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا ملازم ہی چہارم یہ کہ شاہد دنیا راور درہم کی خوش معاملگی مین معروف ہو پنجم یہ کہ ادائے امانت مین قاصر نہو ششم یہ کہ راست گو ہو ہفتم یہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہی مافی الطحطاوی والتعدیل مین الخصم الذی لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جسکی طرف تعدیل مین رجوع نہین کیا گیا صحیح نہین ہم جبکہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہین حموی نے کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہین کہ مدعی اور اوسکے شہود کے گمان مین مدعا علیہ کاذب ہی انکار دعوی مین اور مبطل ہی اپنے اصرار مین لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہین رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ ان لوگون مین ہو جنکی طرف تعدیل مین رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اُسکی صحیح ہی کذا فی البزازیہ والمراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہم عدول زاد لکنہم اخطاءوا او نسوا او لم یزد اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ ہی یون کہنے سے کہ شاہد عادل ہین خواہ اُسنے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدون نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو ہم جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اسکی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او وہم عدول صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ عند الجحود اختیار اور مدعا علیہ کا یون کہنا کہ شاہد سچے ہین یا وہ عدول ہین سچے سو یہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اُسکے اقرار پر حکم کرے نہ گواہون پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہم یعنی اگر مدعا علیہ دعوی مدعی کا انکار کرے اور شاہدون کو سچا کہے تو یہ درحقیقت اقبال دعوی ہی تو اب بیان مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہون کی کچھ حاجت نہین اور اسکا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہین واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب یکلف الشہود فی زماننا التعدیل لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی بحر الرائق مین ہی تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہون کو ہمارے زمانے مین بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اس واسطے کہ مجہول نہین بتا سکتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی پھر اُسنے صیرفیہ سے نقل کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنے اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدون سے قسم لے ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق وفجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہی اور مجہول ثانی سے شاہد یعنے مزکی کی عدالت اس زمانے مین خود مجہول ہی تو وہ شاہد مجہول کو کیا بتا دیگا قلت ولا تنس ما عن الاشباہ مین کہتا ہون اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا ہم کتاب القضا مین قبل تحکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیون سے تکلیف شہود کا امر کرے تو علما پر اس کا نصیحت کرنا واجب ہے اس طرح کہ کہین تکلیف نہ دے اپنے قاضیون کو اس امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کرین یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کرین انتہی علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہین کہ تکلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہی کہ شاہد پر قسم نہین اور یون نہین کوئی کہہ سکتا کہ تکلیف شہود پر عمل واجب ہی اسواسطے کہ شاہد مجہول ہی مزکی کے مانند غالبًا اور مجہول بتایا نہین کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یون کہتے ہین کہ فی الواقع حال اسی طرح ہی لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنے تفتیش عدالت اور تقوی مین نہایت کد وکاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور کوئی مومن بلا عیب نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہی ؎ ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا + کفی المرء نبلا ان تعد معایبہ + کذا فی الطحطاوی یعنے ایسا کون ہی جسکے سب خصال پسندیدہ ہون مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہی کہ اسکی برائیان گنی جاوین والشاہد لہ ان یشہد بما سمع اور ائی فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون مرئیا والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے اسکی جسکو سنے یا دیکھے بیع کے مانند ہین اگرچہ بیع بطریق

تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار منجملہ مبصرات ہوگا ۱۲ منہ یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہی اور گاہے شے مسموع اور مرئی دونون ہوتی ہی دو اعتبار سے اور بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہی اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہی اور تعاطی مین گواہ لینے دینے کی گواہی دین اور اگر بیع کی گواہی دینگے تو بھی جائز ہی چنانچہ بزازیہ مین ہی اور خریداری کی شہادت مین بیان ثمن ضرور ہی اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہین اور اقرار لسانی مسموعات سے ہی اور اقرار بالکتابۃ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور گواہی دینا اس طرح کہ اسنے اقرار کیا حلال نہین کیونکہ لکھنا گاہے آزمائش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہی اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ اما بعد فلک علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرے مخاطب کہ تیرے مجھپر اتنے درم ہین اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے تو ان کو اسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شاہدون کے روبرو لکھا اور کہا اسکے گواہ رہنا تو اگر ان کو اسکا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہین تو اقرار نہین اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کیواسطے اقرار نہو کذا فی الطحطاوی وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو محتفیا یری وجہ المقر ولغیمہ اور جائز ہی گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اسپر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اسوقت چھپا ہوا ہو اسطرح پر کہ مقر کا منہ دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سمجھتا ہو ۱۲ منہ خلاصہ مین ہی کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تو نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہی انتہی درصورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہی اور اگر شاہد مقر کو دیکھتے نہون اور اسکا کلام سنتے ہون تو انکو گواہی اور اسکے اقرار کی دینا حلال نہین مگر درصورت آئندہ متن کذا فی الطحطاوی ولا یشہد علی مجحب بسماعہ منہ الا اذا تبین لقائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن یوفسر لاتقبل دُرر اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ مین ہی اسپر گواہی نہ دے اُس سے بات سنکر مگر جبکہ ظاہر ہو جاے قائل اسطرح کہ نہو کوئی کوٹھری مین سوائے اسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کریگا تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الدُرر یعنے جبکہ شاہد کوٹھری مین داخل ہوا اور وہان ایک مرد کو دیکھا پھر شاہد نکل کر اسکے دروازے پر بیٹھا اور اُس کوٹھری مین کوئی راہ نہین سوائے دروازے کے تو اب اس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الخصاف ۱۲ اویری شخصہا الی لقائلہ مع شہادۃ اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ہذا للشہادۃ علی الاسم والنسب و علیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت کلام کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردون کی یون گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصون کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی جامع الفصولین ۱۲ رویت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اسکا چہرہ دیکھنا شرط نہین بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دو مرد شاہد ہے کہین کہ یہ فلانی عورت ہی تو اسکو گواہی دینا جائز نہین چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہی جامع الفصولین مین ہی کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکورہ کا بتادین تو عادلین کو لائق ہی کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کرین تا شاہد صورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالصاحۃ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح اکافی الجواہر عن محمد الینبغی للفقہا وکتب الشہادۃ لان عند الاداء یغضبہم المدعی علیہ فیضر وجواہر مین ہی محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہین گواہی لکھنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ ادائے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا انسے تو بغض اسکو ضرر کریگا ۱۲ منہ وجہ ضرر یہ ہی کہ یہ ناحق بغض ہے اور لوگون سے جو شرعًا محبوب ہین یعنی اہل علم کی محبت شرعًا لازم اور تحمل شہادت آخرکار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یہ اُس صورت مین ہی جبکہ اہل علم مین تحمل یا ادائے شہادت متعین نہو وان کان بین الخطین بان اخرج المدعی خطا اقرار المدعی علیہ فانکر کونہ خطہ فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ علی انہا خط کاتب واحد لا یحکم علیہ بالمال ہو الصحیح خانیۃ وان افتی قاری الہدایۃ

Marfat.com

بخلاف فلا یعول علیہ وانما یعول علی ہذا التصحیح لان قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحاتہ کذا ذکرہ المصنف ہنا وفی کتاب الاقرار واعتمدہ فی الاشباہ واگر دو خطون مین تشابہ ہوا اسطرح کہ مدعی اقرار نامہ لکھا لے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھا یا گیا سو اُسنے لکھا اور حالانکہ دونون خطون مین ایسی مشابہت ظاہر ہی کہ دونون خط ایک ہی کاتب کے ہین تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم ہوگا یہی قول صحیح ہی کذا فی الخانیۃ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتوی دیا ہی یعنے ثبوت مال کا تو اسپر اعتماد نہ کیا جائیگا اعتماد تو فقط اُس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگون کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہی انمین سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کتاب الاقرار مین ذکر کیا ہی اور اسی قول پر اشباہ مین اعتماد کیا ہی وہم مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہی کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہین کہ مدعی علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہی اور مین نے اُسکو لکھا ہی لیکن مجھپر مال نہین ہی تو اُس اقرار سے مال واجب نہین ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطین سے بھی واجب ہوگا کذا فی البزازیۃ

لکن فی شرح الوہبانیۃ وقال ہذا خطی لکن لیس علی ہذا المال ان کان الخط علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا لا یصدق ویلزم بالمال ونحوہ فی الملتقط وفتاوی قاری الہدایۃ فراجع ذلک لیکن شرح وہبانیہ مین ہی اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہی لیکن مجھپر یہ مال نہین ہی اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق ہوگی اور مال اُسپر لازم کیا جائیگا اور مانند اسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین ہی تو اسکی طرف مراجعت کرو یہ قول ہے قاضی وسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یون لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہی اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہی جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علماء اسکے خلاف پر ہین اسواسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہی کذا فی البحر ملخصا **ولا یشہد علی شہادۃ غیرہ مالم یشہد علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ** اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہایہ مین اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہی کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہین سُنے تو گواہی دینا جائز نہین بدون اسکے گواہ کرنے کے تو اگر محکمہ قضا مین اسکو سنے تو گواہی دینا درست ہی اگرچہ غیر شخص نے اس کو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ وجہ جواز یہ ہی کہ شہادت اب ملزم ہے اور یہ تعلیل اسکی مقید ہی کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہین وبخلاف تصویر صدر الشریعۃ وغیرہ اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہی صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر ہم صدر الشریعۃ نے اس مسئلہ کی صورت یون بیان کی ہی کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادائے شہادت کو سُنا تو اُسکو اُسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین انتہی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جاوے کذا فی الطحطاوی **وقولہم لابد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم النہی لبعد التحمیل علی الاظہر** اور نہایہ کی قید کے مخالف ہی فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہی تحمیل سے یعنے گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر قولہم عطف ہی تصویر پر اور مواضع ثلثہ مین تحمیل مصدر ہی باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہی کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہان حاصل نہین اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہین کیا اور سامع نے اسکو قبول نہین کیا اور جواب یون ممکن ہی کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہی کذا فی الطحطاوی **نعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحۃ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ** ہان حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہی اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اُسپر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف رحمہ اللہ نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنے شہادت حکم کی بلا اشہاد اُسوقت صحیح ہی جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا مین سنا ہو اور اُس مین زیادہ تر احتیاط ہی کذا فی الخلاصۃ **کفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ** کفایت کرتی ہی ایک عادل کی خبر بارہ مسئلون مین چنانچہ اشباہ مین ہی انمنجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس مین بعد مدت حبس کے ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ مستور العدالت

Marfat.com

کی خبر اور اسی طرح مستورین کی خبر ان چیزون مین مقبول نہین خبر قاضی کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اُس مال مین جو دوسرے
مال کا عوض ہے اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اسکی تصدیق نہ کرے اور مناسب حال مدت تک اسکو مقید رکھے پھر جب اس مدت کے
بعد شخص عادل اُسکے افلاس کی خبر دے تو اُسکی خبر کو قبول کرے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللتزکیۃ ای تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ
فشہادۃ اجماعًا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ سر مین یعنی تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے بالاجماع م تو تزکیہ علانیہ مین وہ شرط ہے جو شہادت
مین شرط ہے سواے لفظ شہادت اور ظاہرا تزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیے کہ اسکو مزکی شہود
مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور کون نہین لالچی اور مفلس
نہو تا مال پاکر دھوکا نہ کھاوے اور اگر شاہد کے پڑوسی مین یا اہل بازار مین کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اب تواتر اخبار معتبر ہوگا یعنے عدالت شہود مین
کذا فی الطحطاوی وترجمۃ الشاہد والخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمے مین ایک عادل کافی ہے م مصباح مین ہے ترجم کلام عرب بولتے ہین جب کہ متکلم اپنے
کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجم کلام غیرہ بولتے ہین جبکہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا وضم جیم لغت فصیح
مین اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور گاہے جیم اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہی امام اعظم رح کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہ ہو
اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونون مین واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت
بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سیکھ کر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالۃ من القاضی الی المزکی والاثنان احوط
اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی مین قاضی سے مزکی کی طرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط ہے م اسی طرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کی طرف
عادل واحد کافی ہے وجاز تزکیۃ سید وصبی ووالد اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولی کے واسطے اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے
وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ
مسئلہ نظم مین بیان کیے ہین سو یون کہا ؎ ویقبل عدل واحد فی تقوم + وجرح وتعدیل وارش یقدر + اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے
مین اور جرح اور تعدیل شاہد مین اور دیت مقدر مین م یعنے صید محرم کی قیمت ٹھہرانے مین اور تلف کر ڈالنے کی قیمت مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے
شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدعی نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اسکی نہ تھی تو اس کے اثبات قیمت مین عادل واحد
کا قول کافی ہے لیکن نصاب سرقہ اس کلام سے مستثنے ہے کہ اُس مین دو شخصون کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ مین ہے اور سر کے زخمون کی دیت ٹھہرانے
مین مثلًا ایک عادل کافی ہے وترجمۃ والسلم ہل ہو جید + وافلاسہ الارسال والعیب یظہر + اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ مین اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ
ہے یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے م سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنے جب مسلم فیہ حاضر ہو اور رب السلم
اور مسلم الیہ مین اختلاف ہو اُسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے اور جبکہ بائع اور مشتری مین اختلاف ہو عیب مبیع کے اثبات
مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے کذا فی الطحطاوی وصوم علی ما مر او عند علۃ + وموت اذا للشاہدین یخبر + اور صوم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونے
کے وقت اور موت مین جب کہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے م مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان مین عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ
آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ در صورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان
کی خبر دے تو شاہدین کو اُسکی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی والتزکیۃ للذمی تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ فان
لم یعرفہ المسلمون سألوا عنہ عدول المشرکین اختیار اور تزکیہ ذمی کا ہوتا ہے امانت داری سے اسکے دین اور زبان اور ہاتھ مین اور یہ کہ وہ ہوشیار ہے

Marfat.com

مبہوت نہین ہی پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہون تو اُسکا حال عدول مشرکین سے دریافت کرین کذا فی الاختیار م دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ کہ سارق نہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ اگر نہ جانتے ہون تو قاضی عدول کفار سے اُسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار مین ہی کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط عدل نصرانی ثم اسلم قبلت شہادتہ ولو سکر الذمی لا تقبل اور ملتقط مین ہی کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اسکی گواہی مقبول ہی یعنے وہ گواہی جو قبل اسلام دے چکا ہی اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اُسکی مقبول نہین م طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ نشہ اور مستی انجیل مین حرام ہی تو وہ فاسق ٹھہرا نصاریٰ کے دین مین ولا یشہد من رای خطہ ولم یذکرہا ای الحادثۃ اور وہ شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اسکو یاد نہین کذا القاضی والراوی لمشابہۃ الخط للخط اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھکر بدون یادداشت کے بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے م خلاصہ مین ہے کہ ابو حنیفہ رح نے جمیع امور مین تنگ روی اختیار کی لہذا اُنسے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اس واسطے کہ امام نے بارہ سو مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہی وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہی تو اگر انمین سے کوئی چیز یاد نہو اور اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اور میری مہر ہے تو اسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اُسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی المنح اور فقط تذکر مجلس شہادت کافی نہین وجوزاہ لو فی حرزہ وبہ ناخذ بحر عن المنتقی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر کاغذ مرقوم اُسکے قبض اور حفاظت مین ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر عن المنتقی م خلاصہ مین ہی شرط یہ ہی کہ صک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور مدعی کے ہاتھ مین نہو جب سے کہ اُسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا نہو تو اسکو گواہی دینا جائز نہین انتہی بحر الرائق مین ہی کہ ابو یوسف نے یہ قاضی اور راوی کے واسطے جائز کہا ہی نہ شاہد کے واسطے اور محمد رح نے کل مین جائز کہا ہی اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام سکین کے ہی کہ صاحبین اسمین متفق ہین جو بحر الرائق مین ہی وہ معلوم ہو چکا اور اسی طرح عینی اور زیلعی مین ہی ابو سعود نے کہا دفع تنافی یون ممکن ہی کہ ابو یوسف سے دو روایتین ہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اس چیز کی جسکو اُسنے معائنہ نہین کیا بالاجماع مگر دس مسئلون مین بلا معائنہ گواہی درست ہی چنانچہ وہبانیہ کی شرح مین ہی م عدم معائنہ سے مراد عدم یقین ہی یعنے جس چیز کا یقین حاصل نہین آنکھ کے معائنہ یا سماع سے اُسکی گواہی نہ دے اور سماع کی مثال عقود ہین کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح بزازیہ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہی ۲۔ ولاء ابو یوسف کے نزدیک ۳۔ مہر بقول اصح کذا فی البزازیہ م شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق مین بالاجماع مقبول ہی اور سرخسی کے اُستاذ حلوانی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہی سو ابو یوسف رح سے جواز منقول ہی تو معتمد عدم قبول ہی عتق مین جیسے ولا مین عدم قبول معتمد ہی اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ شہادت عتق مین یعنی بسماعت حلال نہین ہمارے نزدیک خلافاً للشافعی پھر اُسنے حلوانی کا قول مقدم مذکور کیا اور ولا مین محمد رح کا کلام مضطرب ہی اور ظاہر امام کا قول معتمد ہی کیونکہ ابو یوسف رح کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور مہر مین محمد رح سے دو روایتین ہین اصح یہ ہی کہ مہر تابع ہی نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع مین چنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو مذکور کیا ہی اور اسی کے مانند ہی بحر الرائق مین ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ سے اور شرنبلالیہ مین ہے خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی والنسب ۴ نسب م تو جسنے ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک کہ وہ شخص فلان بن فلان ہی تو اسکو اسکی گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اُسنے اسکی ولادت اُسکے فراش پر نہین دیکھی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی کذا فی الطحطاوی والموت ۵ موت م تو جب لوگون سے سنا کہ فلانا شخص مرگیا تو اسکو موت کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اُسنے موت کا معائنہ نہ کیا ہو بزازیہ مین ہی کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا

Marfat.com

شوہر مرگیا تو اسکو نکاح کرلینا درست ہی اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہی کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سو اسکے انہون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جائز نہین اسکی موت کی خبر دے جبتک شخص معتمد اسکو یہ خبر نہ دے کہ مین نے اسکی موت کا معائنہ کیا اسواسطے کہ مصائب گلہ ہے موت پر مقدم ہو جاتے ہین خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کیواسطے کذا فی الطحطاوی **وفی النکاح** ۶ نکاح م تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلون سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہی عمادیہ مین ہی کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہی تو اگر ایک مرد کو ایک عورت کے پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون سے سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہی تو اسکو اسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اُسنے عقد نکاح کا معائنہ نہین کیا اور درر مین ہی کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہی تو گواہی دے کہ وہ اسکی جورو ہی کذا فی الطحطاوی **والدخول بزوجیۃ** ۷ دخول بزوجیہ بزوجیہ یعنے یہ بھی بالسماع ہی اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب **وولایۃ القاضی** ۸ ولایت قاضی م یعنے جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اسکو اسکی قضا کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اُسنے تقلید سلطان کا معائنہ نہین کیا بحرالرائق مین معراج سے ہی کہ مقر قاضی کے مانند ہی تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے **واصل الوقف** ۹ - اصل الوقف م یون گواہی دی کہ یہ وقف ہی فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہی یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہی کہ ہان شرط ہی اور خزانہ مین ہی کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقیرون کی طرف منصرف ہوگا قیل و شرائطہ علی المختار کما مر فی بابہ اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی بسماع درست ہی بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین م طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بلا وجہ ہی کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہی بحرالرائق مین فصول عمادیہ سے ہی کہ قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی اور مجتبیٰ مین ہی قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہی انتہی اور اسپر اعتماد کیا ہی معراج اور فتح القدیر مین **واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ وتوقف علیہ والاظہر** شرائط اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہی جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جسپر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہی م تعلق صحت وقف شروط صحت وقف سے ہی چنانچہ وقف کا منجز ہونا نہ معلق اور مسلم ہونا اور انجام کار کو اس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جسپر صحت موقوف نہین جیسے جہات مصرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام احمد موذن کا **قولہ الشہادۃ بذلک اذا اخبر بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم علی الکذب بلا شرط عدالۃ او شہادۃ العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی وفتح تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہی اس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت سے سوائے موت کے کہ اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہی اگرچہ مخبر صورت ہو یہی قول مختار ہی کذا فی الملتقی والفتح م فتاوی صغرے مین مذکور ہی کہ شہرت کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اس طرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بہ لفظ شہادت خبر دین مگر موت مین ایک عادل کی خبر کافی ہی بلا لفظ شہادت انتہی سوا مضع مذکورہ مین باوجود عدم معائنہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہی دفع حرج کیواسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوائے خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول زوجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسی طرح موت کو ہر شخص معائنہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہی سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سوائے دائی جنائی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہی سو اسکو کوئی معائنہ نہین کرتا سوائے وزیر وغیرہ خواص کے اور اسی طرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مراد ہو رہا باقی رہتے ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی الحموی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہی فقط کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخصونکی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اسکا طریقہ یہ ہی کہ وہ دوسرے کو خبر موت کی

Marfat.com

پھر دونون مل کر قاضی کے روبرو گواہی دین تو قاضی انکی شہادت پر حکم کرے کذا ذکر ابو السعود وقیدہ شارح الوہبانیۃ بان لا یکون المخبر متہما کوارث وموصی لہ او رشارح وہبانیہ نے مخبر موت مین یہ قید لگائی ہی کہ وہ متہم نہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت نے وصیت کی ہم وجہ تہمت یہ ہی کہ وارث شاید اسو اسطے موت کی موت بیان کرتا ہو کہ اسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے **ومن فی یدہ شیٔ سوی رقیق علم رقہ ویعبر عن نفسہ والا فہو کمتاع فلک ان تشہد بانہ ان وقع فی قلبک فلک** ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبض اور تحت تصرف مین کوئی چیز ہو سوا اسے اُس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہی اور وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہی اور اگر رقیق صغیر ہی کہ اپنا حال بیان نہین کر سکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہی تو تجھکو اُس متاع مقبوض کی یون گواہی دینا درست ہی کہ وہ قابض کی مملوک ہی بشرطیکہ تیرے دل مین یہ بات واقع ہو کہ مقبول قابض کی ملک ہی خلاصہ یہ ہی کہ جو چیز لونڈی غلام کے سوا نقد ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبض اور تصرف مین ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہی تو اسکی ملکیت کی گواہی دینا درست ہی اسو اسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی پہلے سرے کی دلیل ہی کیونکہ جمیع اسباب مین مرجح دلالت قبض ہی تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض اور تصرف مین دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ مین دیکھے اور پہلا آدمی اسکی ملک کا مدعی ہی تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہی کہ وہ چیز مدعی کی مملوک ہی اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہی کہ اپنی رقیت یا حریت کو بیان کر سکتا ہی تو مجرد معائنہ قبض اسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہین اور اگر رقیق ایسا صغیر ہی کہ اپنا حال بیان نہین کر سکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہی تو اسکی مملوکیت کی گواہی معائنہ قبض سے درست ہی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہی اور شارح کو دھوکا پڑا اشرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون عبارت مذکور کا یہ ہی کہ رقیق معبر کے سوا یعنی جب تک نہ جانے کہ وہ رقیق ہی تو معائنہ قبض سے اسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر معبر مین اسکی رقیت کی گواہی دے انتہی یعنی معائنہ قبض سے مراد اُسکی یہ ہی کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہی تو اُسکی مملوکیت کی گواہی نہ دے معائنہ قبض سے مگر جبکہ اُسکی رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہین نکلتا تو اگر شارح یون کہتا سوا رقیق یعبر عن نفسہ ولم یعلم رقہ والا فہو متاع) تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی شرنبلالیہ مین ہی شہادت قلب بالاتفاق شرط ہی اس واسطے کہ حلت شہادت مین یقین ہونا اصل ہی تو تعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اسو اسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہی بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہوا تو مجرد قبض مفید نہوا لہذا علمانے کہا ہی کہ جب انسان گران قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ مین دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد مین کوئی اہل علم نہین ہوا تو اسکی ملک کی گواہی قابض کے واسطے جائز نہین تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہین انتہی اور یہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اسکی خبر دین کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہی تو اگر خبر دین تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ خلاصہ مین ہی اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی منزل نہین مگر جبکہ تیرے دل مین یہ جم جاے کہ یہ شخص صادق ہی تو اب تجھکو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہین چنانچہ شلبی کے حاشیہ مین ہی خانیہ سے والا لا اور نہین تو نہین یعنے اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھکو اُسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک جاز لہ القضاء بہ بزازیہ اے اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اسکو یعنے قبض اور تصرف کو معائنہ کرے تو اسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہی کذا فی البزازیہ یعنے اس وقت حکم جائز ہی جبکہ مالک اُسکا دعوی کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو جائز نہین ہم دعوی ملک کی قید مین شارح صاحب بحر کا تابع ہوا ہی اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تعانی کی ہی زیلعی کے کلام مین اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام مین زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبض جائز نہین خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہین کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف ہی متقدمین اور متاخرین مین متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہی اور متاخرین کے نزدیک جائز نہین تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہی اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی **وان فسر الشاہد للقاضی ان شہادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسرا وقالا فیہ اخبرنا بہ من یثق بہ تقبل علی الاصح** خلاصہ اور اگر

Marfat.com

شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اسکی تسامع سے ہی یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف اور موت مین جبکہ دونون شاہد بیان کرین اور یون کہین کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہی اُسنے جسپر ہمکو اعتماد ہی تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصہ م حموی نے کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہی کہ مطلق گواہی دے اور اسکی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنہ قبض مذکور نہ کرے بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقولا شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ دُرر کے حاشیہ غرمی زادہ مین خانیہ سے منقول ہے کہ معنے تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہی کہ شاہدین کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ کو لوگون سے سنا اور اگر یون کہین کہ ہمنے اس کو معائنہ نہین کیا ولیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہی تو جمیع امور مین شہادت بالتسامع جائز ہی اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہی م شہرت اور سماع من الناس مین فرق یہ ہی کہ شہرت وہ ہی جو سب لوگون مین مشہور ہو یا اکثر مین اور سماع من الناس مین یہ بات حاصل نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم

باب القبول وعدمہ

اے من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لا من یصح قبولہا او لا یصح لصحۃ شہادۃ الفاسق مثلاً کما حققہ المصنف تبعاً لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہی قبول شہادت اور عدم قبول مین یعنے کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہی اور کسکی واجب نہین نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہی اور کسکی نہین بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اہل الاہواء اے اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنتا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنتین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہین چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبون سے بارہ فرقے ہین تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہوگئے م ہوی عبارت ہی خواہش مذموم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہین بلکہ جو مخالف سنت کے ہی بتاویل فاسد وہ اہل ہوی ہی مغرب مین ہی کہ اہل اہواء وہ لوگ ہین جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے کجروی کرین اور اہل قبلہ ہون یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہون انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ انکا فسق اعتقادی ہی اور بدعت مین اُسکو نہین ڈالا مگر اسکی تدین نے یعنے اپنے نزدیک حق جانکر اُسنے بدعت اختیار کی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بہ کذب نہین بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہی لہذا اُسکی گواہی مقبول نہین جبریہ وہ فرقہ ہی جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہی جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہی اور رافضی فرقہ مشہور ہی اور خارجی وہ لوگ ہین جو حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو کافر کہین معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہین جو خالق مین مخلوق کے صفات ثابت کرین اور قہستانی مین عوض اُنکے مرجیہ کا ذکر ہی مرجیہ وہ فرقہ ہی جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہی جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی مین سے جنکی تکفیر ثابت ہی چنانچہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہین ان کی شہادت مسلمین پر مقبول نہین انتہی تو شارح نے اُن فرقونکو اہل ہوی کے بیان مین شمار کیا ہی نہ یہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہی چنانچہ کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہی کہ اصول ہوی چھ ہین پھر شارح کے مانند فرق ستہ کو ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی بتصرف الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب ولم یبق لمذہبہم ذکر بحر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہی سوا خطابیہ کے کہ وہ ایک قسم ہین روافض سے جائز جانتے ہین گواہی اپنے شیعون کے واسطے اور اس شخص کیواسطے جو قسم کھائے کہ مین حق پر ہون تو انکی شہادت کا مردود ہونا انکی بدعت کے سبب سے نہین بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہی اور انکے مذہب کا ذکر باقی نہین رہا کذا فی البحر یعنی اُس مذہب والا کوئی باقی نہین رہا م خطابیہ نسبت ہی ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کیطرف ابو الخطاب نے کوفہ مین

Marfat.com

خروج کیا اور یحییٰ ابن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادقؒ کی اطاعت کیطرف دعوت کی اور یہ دعوی کیا کہ علی مرتضیٰؓ خدائے اکبر ہین اور جعفر صادق خدائے اصغر سو کوفہ مین سولی دیا گیا حفاظ بیہ کی رد شہادت فقط بدعت سے اسواسطے ہین کہ محض بدعت لائق تکفیر کے نہین بشرطیکہ اپنے رئیس کے مانند اعتقاد نہ رکھتے ہون کذا فی الطحطاوی قسمن الذمی عدلا فی دینہم جوہرہ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی مافی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اُسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین مین کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتون مین ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہین چنانچہ اشباہ مین ہے من جملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہو جانے کی گواہی دین اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہین اور نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اُسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجائیگی ہے جبکہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دین اور وہ مسلم کا مدیون ہو اور ترکہ دامین کفایت نہ کرتا ہو ہے جبکہ ذمی کی خرید پر مسلم سے گواہی دین اور مسلم منکر بیع ہو ہے جبکہ چار شخص گواہی دین نصرانی پر کہ اُسنے عورت مسلمان سے زنا کیا مگر درصورت استکراہ ہے مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور دو کافرون نے گواہی دی کہ وہ اسکا غلام ہے اور فلانے مسلم قاضی نے اسکا حکم دیا ہے تو بطلان باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ بلا عقوبۃ کقود بحر اور باطل ہو جاتی ہے ذمی کی گواہی اُسکے مسلمان ہو جانے سے قبل قضاکے اور اسی طرح بعد قضا بھی باطل ہو جاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی دی چنانچہ قصاص کذا فی البحر ہے اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہو جاے تو گواہی باطل ہو جاویگی کیونکہ اگر اُس گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہین والی مختلفی ملۃ کالیہود والنصاری ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاریٰ سو سطے کہ کل کفر ملت واحد ہے والذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنے مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہین کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے کہ دار الاسلام مین رہتا ہے والمرتد علی مثلہ فی الاصح اور مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے مرتد پر بقول اصح وتقبل منہ علی مستامن مثلہ مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک مین رہنے کے ساتھ یعنے جبکہ دونون ایک ہی ملک کے رہنے والے ہون اسواسطے کہ دونون کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے ہم مثلاً ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونون دار الاسلام مین ہون تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہین اور اسی طرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہوگا اور ملک مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف سلطنت وحکومت کذا فی البحر وتقبل من عدو لسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لایامن من التقول علیہ کما سیجی اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی سو اسطے کہ عداوت دینی سبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اسمین اطمینان نہین دروغ گوئی سے چنانچہ آگے آویگا اسی باب مین ہم یعنی عداوت دینی ہوتی ہے سبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت گاہے واجب ہوتی ہے اسطرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اسکے منع کرنیسے وہ باز نہ رہے ولہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونون مین عداوت دینی ہے کذا فی الحموی الا الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا کانت لصداقۃ تنافیہ بحیث تیصرف کل فی مال الآخر فتاوی المصنف معزیا لمعین الحکام اور دوست کی گواہی تو دوست کے واسطے مقبول ہے مگر جبکہ دوستی نہایت مرتبہ کی اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال مین تو اب مقبول نہین چنانچہ مصنف کے فتاوی مین ہے معین الحکام کی طرف منسوب ومن مرتکب صغیرۃ بلا مرار ان اجتنب الکبائر کلہا او غلب صوابہ علی صغارہ ودر وغیرہا قال ہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا مرار بشرطیکہ جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اُسکا غالب ہو اُسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے ہم تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اُسکے کرنے سے خوش ہو یا اسکو ملکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اسکی پیروی کرتے ہون تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا فتح القدیر مین کہا بہتر قول وہ ہے جو ابو یوسف سے تفسیر عادل مین یون منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پرہیزگاری اکثر ہو پردہ پوشی سے اور صواب اُسکا اکثر ہو خطا سے اور مروت اسکی ظاہر ہو اور مستعمل صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قنانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور نیکیان کریں یا زنا دے صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہین کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم واقرہ ابن کمال اور

خلاصہ مین ہی کہ جو فعل کہ مروت اور کرم کو چھوڑا دے وہ کبیرہ گناہ ہی اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ابن کمال نے م فتح القدیر مین اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہ قول منضبط
اور صحیح نہین لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت وکرم کبیرہ نہین ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال ومتی ارتکب کبیرۃ سقطت عدالتہ ابن کمال نے
کہا اور جبکہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اسکی عدالت ساقط ہوگی م حموی نے کہا مگر زوال عدالت کا اسوقت حکم ہوگا جبکہ کبیرہ مرتبہ ظہور مین پہونچے ولہذا شرب محرم مین
ادمان شرط ہی اور قہستانی مین خلاصہ سے ہی کہ مختار یہ ہی کہ کبائر کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اسکی شہادت مقبول ہی ومن اقلف تو من
عذر والا لا وبہ ناخذ بحر اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہی اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہین اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر
م عذر یہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول ہی ویسے ہی اسکی امانت بھی صحیح ہی اور ختنہ کے وقت مین اختلاف ہی
خلاصہ مین کہا مختار یہ ہی کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہین اور آخر وقت بارہ برس ہین کذا فی المنح والاستہزاء بشیء من الشرائع کفر ابن کمال اور خوش طبعی
اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہی ذکرہ ابن کمال وخصی واقطع اور گواہی مقبول ہی خوجہ اور دست بریدہ کی م اسواسطے کہ خوجے کا عضو
ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسی کا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری مین کاٹا گیا اسکی گواہی اسوقت مقبول ہی جبکہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی وولد الزنا
ولو بالزنا خلافا لمالک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہی اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے بخلاف امام مالک کے مذہب کے م اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب
نہین جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثی کانثی لو مشکلا والا فلا اشکال اور خنثی عورت کے مانند ہی اگر خنثی[1] مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہ ہو تو
کچھ اشکال نہین م شرنبلالیہ مین ہی کہ خنثی مشکل جمیع احکام مین عورت کے مانند ہی انتہی تو اسکی گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے
ہوگی اور اگر خنثی مشکل نہو یعنے اگر علامت مردی غالب ہی تو اسکا مرد کا حکم ہی اور نہین تو عورت کا وعتیق لمعتقہ وعکسہ الا لتہمۃ لما فی الخلاصۃ
شہدا بعد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف بائع ومشتر لم تقبل بحر النفع باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنے والے کے واسطے اور آزاد
کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہی مگر بسبب تہمت کے مقبول نہین اسواسطے کہ خلاصہ مین ہی کہ بائع اور مشتری کے اختلاف ثمن کے وقت
دو غلامون نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات عتق سے م جر منفعت کی وجہ یہ ہی
کہ اگر دونون کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری دونون قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کیواسطے اسواسطے مقبول ہی کہ
شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضیٰ کے واسطے قبول کی تھی اور قنبر انکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولاخیہ وعمہ ومن محرم رضاعا او مصاہرۃ الا اذا اشتدت
الخصومۃ خاصم معہ علی ما فی القنیۃ اور مقبول ہی گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتے کے
محرم سے گواہی مقبول ہی مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہو اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہین چنانچہ قنیہ مین ہی م محرم رضاعی جیسے رضاعی بیٹا اور سسرالی
رشتے کے محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی مان اور بہو اشخاص مذکورین کی گواہی اسواسطے درست ہی کہ املاک
ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہین اور ایک دوسرے کے مال مین تصرف نہین کرتا تو محل تہمت نہین ہی بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جبکہ شاہد مدعی کے
ساتھ خصومت کرتا پھرے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گویا مخاصم ہو گیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعی علیہ تقبل لو عدولا اور خزانہ مین
ہی تو تخاصم شہود اور مدعا علیہ مین گواہی مقبول ہی اگر شاہد عادل ہون م یہ قول قنیہ کے ظاہرا مخالف ہی صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے واسطے اسکو
عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہی یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالیٰ اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی وکیل حر کافر موکلہ مسلم
لا یجوز عکسہ لقیامہا علی مسلم قصدا وفی الاول ضمنا اور مقبول ہی گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جسکا مولی مسلم ہی یا اس وکیل حر کافر پر جسکا موکل
مسلمان ہی نہین جائز ہی اسکے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصدا اور اول مین قیام شہادت ضمنا نہ قصدا

[1] خنثی مشکل اسکو کہتے ہین جو دونون علامتین رکھتا ہو اور کسی کو غلبہ نہو ۱۲

Marfat.com

ضمناً جائز ہے نہ قصداً ہم بالعکس یہ ہے کہ گواہی دے کافر اُس مسلمان غلام پر جسکا مولی کافر ہے کذا فی الطحطاوی **وتقبل علی ذمی میت وصیہ مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم** بحر اور مقبول ہے گواہی کافر کی اس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر وفی الاشباہ لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما مر او ضرورۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلما علیہ حق للمیت وفی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق وہذا استحسان ووجہہ فی الدرر اور اشباہ مین ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہین مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی عبد کافر مین یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلون مین وصیت کرنے مین چنانچہ دو کافرون نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اُسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اس مسلم کو حاضر کیا جسپر میت کافر کا حق ہے اور نسب مین بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافرون نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اُسنے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان دُرر مین مذکور ہے م وجہ استحسان یون مذکور ہے کہ مسلمین نصاری وغیرہم کفار کی موت مین موجود نہین ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا سبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح مین نہین ہوتے تو اگر نصارے کی شہادت اثبات مسلم پر اثبات ایصا مین جو موت پر مبنی ہے اور نسب مین جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہو تو وہ حقوق ضائع ہو جاوین جو ایصا سے متعلق ہین تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ظاہرا قبول شہادت اس صورت مین ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیون کی گواہی اُسپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی وہی محل ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی الطحطاوی **والعمال للسلطان** اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے م عمال بضم عین وتشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہین جو حقوق واجبہ مانند خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہین یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہین کہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی الطحطاوی **الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم فلا تقبل شہادتہم بغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل** فتح وبحر مگر جبکہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہون تو انکی گواہی مقبول نہین بسبب غلبۂ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہین بسبب اسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنے جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور جہازون کے معرف کی یعنے جو تجار اہل جہاز اور مشتریون سے شناسائی کرواتے ہین اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودھری اور مہترون کی اور اسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور جہات کے ضمانت دارون کی گواہی مقبول نہین مانند اُن لوگون کے جو ٹھٹھیرون کی بازار کو یا نخاس کی بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہین یہان تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے بسبب اسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر م صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھاوین اور وہ خوشی سے رکھے اور عرفا سے مراد پیشہ ورون کے رئیس اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہین اور وکلاے مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہین جو دعاوی اور خصومات مین ذمہ دار ہو جاتے ہین تو انکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہین اور انکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ انکی جعلسازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض مین اعانت چاہتے ہین اور توکیل حقیقی کا قصد نہین کرتے اور صکاک بضم صاد مہملہ جمع ہے صکاک بفتح صاد کی یعنی کاتب وثائق وقبالہ نویس اُنکی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ وہ لکھتے ہین کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور ضامن درک ہوا اور مبیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکورہ واقع نہون اور کتابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کر کے لکھتا ہو تو مقبول الشہادت ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ وتشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر مین ہے اور گواہی مقبول نہین اسکی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اسکے جو سوق نخاسین کو بطور

مقاطعہ کے لیتا ہی یا اسکے وثیقے پر گواہی لکھتا ہی مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اُنپر لعنت کرنا حلال ہی کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہی سو کیا حال ہی اُن لوگون کا
مباشرین سلطان سے جو ضمان جہات اور اجارات معتادہ پر گواہی دیتے ہین انتہی نخاسین بحاے مہملہ ہی اور بعضی کتب مین بخاے معجمہ جمع نخاس یعنی بائع
دواب و رقیق کذا فی الطحطاوی و فی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ و توابعہ و رعایاہم لا تقبل کشہادۃ المزارع لرب الارض اور وہبانیہ مین ہی امیر کبیر نے دعوی کیا سو
اسکے عمال اور توابع نے اور عمال کی رعایا نے اسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین م عمال
اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفۃ لائقۃ بہ وہی حرفۃ آبائہ
واجدادہ والا فلا مروۃ لہ لو دنیۃ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حد العدالۃ فتح واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادت سے پیشہ ور مراد ہین یعنے
وہ پیشہ جو اُس کے لائق ہی یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادون کا پیشہ ہی اور اگر اُسکا پیشہ نالائق ہی باپ دادا کے مخالف تو اس پیشہ ور مین مروت
اور جوانمردی نہین اگر اُسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہی تو اسکی گواہی بھی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت مین معلوم ہو چکا کذا فی الفتح
اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین م فتح القدیر مین ہی کہ ترک مروت مسقط عدالت ہی مروت کی تعریف مین بعضون نے یون کہا کہ انسان ایسا
فعل نہ کرے جس سے اس کا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جاے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہی روش نیک اور حفظ لسان اور سبکی عقل کے
اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہی **لا تقبل من اعمی** ای لا یقضی بہا ولو قضی صح وعم قولہ مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز بالسماع
خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندھے کی مطلقا یعنے اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دے گا تو صحیح ہی اور مصنف رحمہ اللہ کا مطلقا کہنا
عام ہی اس صورت کو کہ شاہد اندھا ہو گیا بعد اداے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت بالتسامع جائز ہی بخلاف ابو یوسف کے یعنی اُنکے
نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہی م عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہی کہ اداے شہادت مین اشارے سے تمیز کی حاجت ہی مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان
مین اور اندھا امتیاز نہین کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہی کہ اسکو کچھ خصم تلقین کر دے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہی وافاد عدم
قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی م گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ اسمین شہادت
ہو جسمین تسامع کافی ہی یا اُسکے غیر مین خواہ باشارہ ہو خواہ بہ کتابت اولویت افادہ کی وجہ یہ ہی کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی
ومرتد ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین گرچہ غلام مکاتب یا اسکا نصف یا ثلث آزاد ہو **وصبی ومغفل ومجنون** الا فی حال
صحتہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہی م محیط مین ہی کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور
دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہی کہ یہ بمنزلہ بیہوشی کے ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہی کذا فی الطحطاوی الا ان
یتحملا فی الرق والتمییز وادیا بعد الحریۃ ولو لمعتقہ کما مر **وبعد البلوغ** مگر یہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور
بلوغ کے اداے شہادت کرین تو گواہی مقبول ہی اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے والے کے حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا
بعد ابصار واسلام وتوبۃ فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسی طرح گواہی اندھے کی مقبول ہی بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام
کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر اداے شہادت کا حال ہی کذا فی شرح التکملہ م عطف اُسکا مقتضی ہے کہ
اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہی حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہی اور باقی مسائل
ثلثہ مین حکم صحیح ہی کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم بردہ لعلۃ ثم زالت فشہد فیہا لم یقبل الا اربعۃ عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق مین ہے جب کہ
شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جائے پھر شاہد اسی مقدمہ مین گواہی دے تو مقبول نہوگی مگر چار شخصون

Marfat.com

کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمے اور کافر کی مسلم پر حد قذف اولی کی قید اسواسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ مین اسکی گواہی مقبول ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ مین رد کرے تو دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اس حادثہ مین قبول کرنا جائز نہین اگرچہ اس کے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ مین ہر چار شخصون کے استثناء سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی بر احرس اور مغفل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہین انتہی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اسپر محمول ہے کہ تحمل اور ادائے شہادت حال بصارت مین ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہے یعنے وکذا البعد البصار د اسلامہ کذا فی الطحطاوی ادخال الکمال احد الزوجین مع الاجنبی سہو اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام رح کا احد الزوجین کو اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہے ہم چنانچہ منح الغفار سے عنقریب گذرا **او محدود فی قذف** تمام الحد وقیل بالاکثر **وان تاب** تبکذیبہ فتح لان الرد من تمام الحد بالنص اور اسکی گواہی مقبول نہین جس پر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضون کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغ گوئی ظاہر کرکے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے نص قرآنی سے ہم قاذف کے حق مین قرآن مجید مین اشارہ ہوا والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم یعنے جو حرام کاری کا عیب لگاوین محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاوین تو انکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہین مگر جن لوگون نے توبہ کی بعد اسکے نیکو کاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہی تو ظاہر اعطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے اسواسطے کہ عدم قبول شہادت موہم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالی اعلم (والاستثناء منصرف لما یلیہ وہو واولئک ہم الفسقون) اور استثناء راجع ہے اپنے متصل جملے سے وہ جملہ یہ ہے واولئک ہم الفسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع ہے واولئک ہم الفاسقون کی طرف نہ لا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول مین ثابت ہو چکا ہے کہ استثنا جبکہ جملہ متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین مین اور امام شافعی و مالک و احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے وتمامہ فی الفتح **الا ان یکذب کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق ثم تقبل** مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جائے پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اسکی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اسکے مسلمان ہونے کے ماری جاوے بموجب قول ظاہر الروایۃ جلاف اس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام مین وجہ فرق یہ ہے کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہے تو اسکی رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام مین رقیت کی حالت مین مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اسمین اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب رد شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی **او تیم الحد وبینۃ علی صدقہ** اما اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما یوہن قبل الجلد بخلاف محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی کے زنا پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین کذا فی المنح اسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاویگا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ افترا کی تہمت اسپر سے اب مندفع ہو گئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود بقذف والمعروف بالکذب اور بحر الرائق مین ہے کہ فاسق جب کہ توبہ کرے تو اسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہین ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ اس کا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہین ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق وشاہد الزور لو عدلا لا تقبل ابدا ملتقط لکن سیجیء ترجیح قبولہا اور شاہد

زور اگر عادل ہو اسکی گواہی کبھی مقبول نہین کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول شہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی اور صحیح موعود یہ ہے کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی الفتح ومسجون فی حادثۃ تقع فی السجن وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات وان سمت الحاجات لمنع الشرع عما یستحق بہ السجن والملاعب الصبیان وحمامات النساء لکان بتقصیر مضافا الیہم لا الی الشرع بزازیہ وصغری وشرنبلالیہ لکن فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان ولا تقبل گواہی محبوس کی اس حادثہ مین جو واقع ہو مجلس اور جیل خانے مین اور اسی طرح لوگون کی گواہی مقبول نہین اُن حوادث مین جو انواع لہو ولعب مین واقع ہون اور نہ عورتون کی گواہی اس واقعہ مین جو حمامون کے اندر واقع ہوا اگرچہ مساس حاجات ہو بہ سبب منع کرنے شرع کے اُس فعل سے جسکے سبب سے محبوس مستحق حبس کا ہوا اور بہ سبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کے تو عدم قبول شہادت مین تقصیر انھین کیطرف منسوب ہوئی نہ شرع کی طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی مین ہے کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین مقبول ہے حکم ثبوت دیت تاخون ضائع اور باطل نہ ہو جائے انتہی تو مفتی کو چاہیے کہ فتوے دینے کے وقت خبردار رہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان مین ہم عبارت صغری ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ اگر بانع ملاعب اطفال مین حاضر ہو تو اسکی بھی گواہی مقبول نہین کیونکہ وہ وہان جانے سے فاسق ہوگیا اور ہر محبوس کے فسق مین گفتگو ہے اسواسطے کہ گاہے انسان بیقصور بھی قید ہو جاتا ہے اور منع شرعی حق محبوسین اور نساء مین البتہ ظاہر ہے نہ اطفال مین کیونکہ وہ شرعا مکلف نہین ہین کذا فی الطحطاوی والزوجۃ لزوجہا وہو لہا وجاز علیہما اور مقبول نہین زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی زوجہ کے حق مین اور جائز ہے گواہی زوج کی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہین گواہی بیٹے کی باپ کے حق مین اور عورت کی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی اپنی عورت کیواسطے اور نہ شریک کی اپنے شریک کے واسطے اُس چیز مین جو دونون مین مشترک ہے لیکن غیر مشترک مین جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق مین اور نہ غلام کی اپنے مولی کیواسطے انتہی لیکن حصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی (عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی) کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلون مین زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز نہین ہم پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدون کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اُسکا مدعی ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیہ فعلم منع الزوجیۃ عند القضاء لا التحمل وادائہ احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق مین جائز نہین اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت مین گواہی واقع ہوا سواسطے کہ قنیہ مین ہے کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت مین ہے تو جائز نہین شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی دی پھر اس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور ادائے شہادت کیوقت ہم شارح کو مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے اُسکی گواہی رد نہ کی یہان تک کہ اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اسکی گواہی نافذ ہے انتہی جب زوجیت عند التحمل منع ہوئی تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت مین اور بعد انقضاے عدت اُسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا مین مسئلہ خانیہ مین مذکور ہو چکی

Marfat.com

کذا فی الطحطاوی **والفرع لاصلہ** وان علا اور مقبول نہین گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنے اولاد کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا پردادا اور نانا پرنانا م دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہؓ ہی جو مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آبا مین متصل ہین تو من وجہ اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا انکو زکوۃ دینا جائز نہین اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہان تک کہ حسن مجتبیٰؓ کی گواہی جو انھون نے قنبر کے ساتھ علیؓ مرتضی کے حق مین دی تھی شریح نے قبول نہ کی تو علی مرتضیٰؓ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہین سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسنؓ اور حسینؓ دو سردار ہین جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہین لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے بعضی روایت مین آیا ہی کہ علیؓ مرتضی نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور روزینہ انکا زیادہ کر دیا تو بعضون نے کہا کہ علیؓ مرتضیٰ نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الحد لابن ابنعلی ابیہ اشباہ مگر جبکہ دادا اپنے پوتے کے حق مین گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہی کذا فی الاشباہ م صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ مین ٹھہرایا ہی وہ صورت یہ ہی کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اُسنے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہی اور زوج منکر ہی تو زوج کے باپ اور اسکے ولد نے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دونون کی گواہی مقبول ہی اور فتح الغفار مین وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہی کہ خانیہ مین قبول مطلقاً منقول ہی بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول یہ ہی کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہی پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہی اسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی ہی فرع کے واسطے کذا فی الطحطاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ او بطلاق ضرتہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہی گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جب کہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اسکے باپ کے نکاح مین ہی م اصل کی مغفرت پر اسواسطے گواہی مقبول ہی کہ محل تہمت نہین لیکن صورت مستثنیٰ مین اسواسطے مقبول نہوئی کہ اُسمین جر منفعت ہی ماں کیواسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمان ورق لاتقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد لعفو ولی المقتول فراجعہا اور اشباہ مین آٹھ ورق کے بعد ہی کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہین مگر مسئلہ قاتل مین جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اسکی طرف م القاتل کا الف لام جنس کا ہی جو متعدد پر صادق آتا ہی صورت اُسکی اشباہ مین یون مذکور ہی کہ تین شخصون نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا پھر انھون نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کر دیا حسنؒ نے کہا کہ گواہی مقبول نہین مگر اسطرح کہ انمین سے دو شخص کہین کہ ہمکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت مین ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق مین گواہی مقبول ہی اور حسن نے کہا کہ سب کے حق مین مقبول ہی انتہی تلخیص کبریٰ مین ہے کہ فتوی ابو یوسف کے قول پر ہی لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق مین ہان مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً **وبالعکس** للتہمۃ اور بالعکس یعنے اصل کی گواہی فرع کے حق مین مقبول نہین بسبب تہمت کے م وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہی تو گویا اپنے حق مین گواہی دی **وسید لعبدہ ومکاتبہ و الشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما** لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہین میان کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے حق مین اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق مین اس مال مین جو دونون مین مشترک ہی اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہی ایک راہ سے فی الاشباہ **للخصم ان یطعن بثلثۃ برق وحد وشرکۃ** اشباہ مین ہی کہ مدعی علیہ کو جائز ہی کہ شاہد مین طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت سے م جبکہ عا علیہ کہے کہ شاہد غلام ہین تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے انکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہین تو طاعن پر اقامت بینہ لازم ہی اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہی مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہی اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہین ظاہر الروایہ مین ہی کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہی کذا فی الطحطاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لاتقبل الا ان یکون خراج کل ارض معینا او لاخراج للشاہد اور فتاوی النسفی مین ہی کہ اگر گواہی دی

Marfat.com

بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہین جبتک کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کے واسطے خراج مین منفعت نہوم اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہی کیونکہ اسمین جر منفعت اور دفع مضرت نہین اور اسی طرح جبکہ شاہد کو خراج مین دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قریتہم لاتقبل وکذا اہل سکۃ یشہدون بشیء من مصالحہ لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لاتقبل وان قال لاآخذ شیئا تقبل وکذا فی وقف المدرسۃ انتہی فلیحفظ اور اسی طرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ انکے گانون مین سے ہی تو مقبول نہین اور اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین بنجملہ مصالح اور منافع کے مثلاً قطعہ زمین کو کہین کہ ہمارے سکنے مین سے ہی کذا فی العالمگیریہ تو مقبول نہین بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ مین اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اس قطعہ زمین مین دروازہ چھوڑا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہین اور اگر کہے مین کچھ نہ لونگا تو گواہی مقبول ہے اور اسی طرح وقف مدرسہ مین گواہی مقبول ہی انتہی مافی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی بملہ وقف مین مقبول نہین کیونکہ شاہد کا حق ہی مشہود بہ مین تو وہ متہم ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ مین عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہی کہ شاہد کا اسمین فائدہ ہی تو محل تہمت ہی والاجیر الخاص لمستاجرہ مسانتہ اومشاہرۃ او الخادم والتابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضررا لنفسہ ونفعہ نفع لنفسہ درر وہو معنی قولہ علیہ السلام لاشہادۃ القانع باہل البیت لے الطالب معاشہ منہم من القنوع لامن القناعۃ اور مقبول نہین گواہی اجیر خاص یعنے مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہے جو استاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور وہی مطلب ہی اس حدیث کا کہ گواہی نہین قانع اہل بیت کی یعنے جو اپنی معاش انسے یعنی گھر والون سے طلب کرے قانع مشتق ہی قنوع بالضم سے بمعنی سوال وتذلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد مین اختلاف ہی بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہی جو استاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہی قانع سے جو حدیث مین مذکور ہی اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہی اور حدیث مذکور ٹکڑا ہی اس حدیث کا جو ابوداؤد مین عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمرۃ علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کیواسطے اہلبیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد مین بعضون نے یون فرق بیان کیا ہی کہ خادم سے وہ شخص مراد ہی جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہی جو مشہود علیہ کے گھر مین زندگانی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہین جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی جیسا کہ خیاط اور حداد اور نجار اور نائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے مقبول ہی اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہین مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارے سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کہ اسکے منافع مستاجر کے مستحق ہین لہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہین کرسکتا مدت اجارہ مین تو اگر اسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اسکی شہادت بھی منجملہ اسکے منافع کے ہی تو مستاجر کی تجارت وغیرہ مین مقبول نہین انتہی ومفاد قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہی کہ مستاجر اور استاد کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے مقبول ہی یعنی اسواسطے کہ وہ اسکا محتاج نہین بخلاف اجیر خاص کے ہم یہ مسئلہ فتح القدیر مین مصرح مذکور ہی ومخنث بالفتح من یفعل الرذی یونی اور مخنث کی گواہی مقبول نہین مخنث بفتح نون وہ ہی جو نالائق فعل کرے اور لواطت کرائے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتون کے افعال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل مین انکے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ محل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا فقط فعلی مشابہت کافی ہی سنن ابوداؤد مین ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت

Marfat.com

کرے اللہ مردون سے مخنث پر اور عورتون مین سے ان عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین و اما بالکسر فللمتکلمین فی اعضائہ وکلامہ خلقۃ شفیل بحر اور مخنث بکسرنون وہ شخص ہی جو پیدائشی جرم رائج لیا ہو اپنے اعضا اور گفتگو مین تو اسکی گواہی مقبول ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہین پیدائشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے ومغنیۃ ولو لنفسہا لحرمۃ رفع صوتہا در را ور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہین اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگون کو سناتی نہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدر رم قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین المغنیۃ والنائحۃ دریافت کرنا چاہیے کہ تغنی یعنی گانا لہو اور جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہی اور اسی طرح نوحہ گری خصوصًا جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بالاتفاق حرام ہی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وفیہ تقییدہ بمداومتہا علیہ نظیر عن القاضی کما فی مدمن الشرب علی اللہو ذکرہ الوانی اور لائق ہی راگ مین مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اسکا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہو مین مداومت شرط ہی کذا ذکرہ الوانی ہم اسی طرح جمیع ابواب کبائر مین مداومت کی تقیید ہی کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہین کہ اگر عورت ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہین ہی ونائحۃ فی مصیبۃ غیر بأجر در رد فتح زاد یعنی خلو فی مصیبتہا تقبل وعللہ الوانی بزیادۃ اضطرارہا وانسلاب صبرہا واختیارہا فکان کالسرب للمداوی اور اس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کے اجرت لیکر کذا فی الدر رد والفتح یعنی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہی اور علامہ وانی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہی بسبب زیادہ ہونے اسکے اضطرار کے اور سلوب ہونے اسکے صبر اور اختیار کے تو اسکا نوحہ اپنی مصیبت مین مانند شرب مسکر کے ہوا علاج کے واسطے وعدو بسبب الدنیا اور مقبول نہین اس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو نہ بسبب دین کے م عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جسکا اسباب راہ مین لٹا اسکی گواہی ہمزن غارتگر پر اور یہ مطلب نہین ہی کہ جو شخص کسی شخص سے حق مین خصومت اور نزاع کرے وہ اسکا دشمن دنیاوی ہی جیسا کہ بعض متقدمین نے توہم کیا ہی کذا فی البحر جعلہ ابن کمال عکس الفرع لاصلہ فتقبل لہ لا علیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ بالعکس قرار دیا ہی تو اسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہی نہ اسکے ضرر پر واعتمدہ فی الوہبانیۃ والمجتبیۃ قبولہا مالم یفسق بسببہا قالوا الحق فسق للتہی عنہ اور وہبانیہ اور مجتبیہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہی تاوقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق ہو گیا ہو فقہا نے کہا کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہی اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکھنے سے نہی وارد ہی م یہ روایت منصوص ہی اور اطلاق اختیار متاخرین ہی قہستانی مین ہی کہ قول متاخرین صحیح ہی انکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی تتمۃ قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام ولو العداوۃ للدنیا لا تقبل سواء شہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق وہو لا یتجزی در اشباہ مین اجتماع حلال اور حرام کے قاعدہ کے تتمہ مین ہی اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اسکے غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیوی رکھنا فسق ہی اور فسق قسمت پذیر نہین وفی فتاوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب تعلمہ شرعًا فیندر لا تقبل شہادتہ علی مثلہ ولا علی غیرہ وللحاکم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من الترکیب کما یحق وینبغی اور مصنف کے فتاوے مین ہی کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اس چیز کے ترک کرنے سے جسکا سیکھنا اسپر واجب ہی شرعًا یعنے احکام شرعیہ پھر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اسکی گواہی مقبول نہین ویسے دوسرے جاہل اور نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو جائز ہی کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہی کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع مین ثابت اور لائق ہی ہم عالم کی تفسیر اسواسطے کی کہ تا کوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہی اور اخراج معنی سے مراد فہم ہی اور ظاہر امراد تفسیر مذکور سے یہ ہی کہ عالم وہ ہی کہ جو علوم شرعیہ اور بعض آلات علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحطاوی ومجازف فی کلامہ اور اسکی گواہی مقبول نہین جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ

Marfat.com

راست گوئی کی پروانہ رکھتا ہو جسکو باتونی اور بکی کہتے ہین اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہین کذا فی الطحطاوی م فتح القدیر
مین حکایت ہی کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون رشید نے قاضی ابویوسف کے سامنے گواہی دی ابویوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت
کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہی جھوٹی گواہی نہین دیتا سو تمنے اسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابویوسف نے کہا کہ مین نے اُس سے
سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ مین آپ کا غلام ہون تو اگر وہ اس کلام مین صادق ہی تو غلام کی گواہی جائز نہین اور اگر کاذب ہی تو کاذب کی بھی گواہی
مقبول نہین تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہین کیونکہ حر کا یون کہنا کہ مین تیرا غلام ہون باختیار مجاز کے ہی
یعنے قائم بخدمت ہون اور مطیع اور مجاز کلام مین شائع ہی یہانتک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہی بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہی کہ اس مجاز مخصوص
مین آپ کو ذلیل کرنا اور دنیا کے واسطے چاپلوسی کرنا ہی الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہی انتہی مختصرًا وحلیف فیہ کثیرًا واعتاد قسم اولادہ اوغیرہم لانہ معصیۃ
کبیرۃ یا گواہی مقبول نہین اسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتاد قسم یعنی گالیان دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہی م
حلف اگرچہ راستی مین ہی مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہی اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہی اور گالی دینا یا اُسکے سامنے ہی یا پیچھے اگر
سامنے ہی تو شوخ چشمی اور سوء ادب اور کمینون کی عادت ہی جنمین مروت اور حیا نہین اور اگر پیچھے ہی تو غیبت ہی اور وہ موجب فسق ہی اور مسقط عدالت ہی
اور اگر اسی طرح دشنام بہ لفظ لعنت ہی چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہی کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان کترک زکوۃ اور حج علی روایۃ فوریتہ جیسے
ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہی بموجب روایت وجوب علی الفور کے م یعنے تاخیر ادائے زکوۃ بلا عذر فسق ہی یعنی مختار ہی فقیہ ابواللیث کا اور ترک جماعۃ اور جمعۃ دون
فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہی م بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل
تینون کی قید ہی یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو
اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالۃ نہین اور اگر جمعہ عذر مرض یا بُعد مصر یا بتاویل فسق ترک کرے تو فسق نہین بعضون کے نزدیک ایک بار ترک جمعہ فسق ہی
اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہی اور اگر بعذر موانست مہمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالۃ نہین کذا فی الطحطاوی وغیرہ و
خروج لفرجۃ قدوم امیر اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے م ظہیریہ مین فتوی اُسپر ہی کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کے واسطے
نہ نکلین بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالۃ ہین کذا فی الطحطاوی وركوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہی م اسواسطے کہ جب بحر ہند مین سوار
ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر مین ڈالا تا مالدار ہو کر اپنے گھر مین پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہی کہ کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی دے
ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہین علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر ارکوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اسوقت تھا جبکہ ہندوستان تمام
کفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہی اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کر نص قطعی سے مطلقًا باحت ثابت ہی مگر جبکہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر
مین سوار ہوا کیے ہین بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہی جواز کی انتہی کذا فی الطحطاوی ولبس حریر وبول فی سوق اولی محمیلۃ او شمس او قمر وطفیلی ومسخرہ ورقاص
ودشتام للدابۃ وفی بلادنا یشتمون بابع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب مسقط عدالت
ہی اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہین اور ہمارے ملک مین جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہین کذا فی
الفتح وفی شرح الوہبانیۃ لاتقبل شہادۃ البخیل لانہ یتحصے فیما یقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ مقبول نہین شہادت
بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہی اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہی تو صاحب عدالت نہ ہوا م ایک نسخہ
مین یقبض ہی بجاے یقرض کے اور اسی طرح خلاصہ مین ہی اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی مین یقرض ہی بہ یاے تحتانیہ وقاف کذا فی الحلبی

Marfat.com

ولاشہادۃ الاشراف من اہل العراق لتعصبہم اور مقبول نہین گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب اُنکے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہی کہ جب کسی کو مصیبت پیش آتی ہی تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہی تو سید قوم اسکے واسطے گواہی دیتا ہی اور اسکی سفارش کرتا ہی تو عجب نہین کہ جھوٹی گواہی دے یعنی بپاسداری قوم سے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف رحمہ اللہ نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اسکی گواہی مقبول ہی جو امام ابوحنیفہ رح کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ہم مصنف نے آخر باب مین جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اسکو جرأت ہو ایک مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کیطرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کے کوئی غرض حاصل ہونے کے واسطے تو اسکی گواہی مقبول نہین انتہی ملخصا تو مذہب ابوحنیفہ کی کچھ قید نہین بلکہ ہر مذہب حق چھوڑنیکا یہی حکم ہی کیونکہ وہ ممنوع ہی کما تقدم کذا فی الطحطاوی تصرف قال وکذا بائع الاکفان والحنوط لتمنیہ الموت مصنف نے کہا یعنی اپنی شرح مین اور اسی طرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہین بسبب تمنا رکھنے اس شخص کے موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اسکی گواہی مردود ہی نہ ہر کپڑا بیچنے والے کی کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسی طرح دلال کی گواہی مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہی کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہین اس واسطے کہ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ بیع کی دو وکیل اور دو دلال گواہی دین اور کہین کہ ہم نے اس چیز کو بیچا ہی فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہین فتح القدیر مین ہی کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشہ والے جیسے حلال خور اور جولاہہ اور حجام اصح یہ ہی کہ انکی گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشون کو اختیار کیا ہی تو جب تک قادح شہادت معلوم نہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعات پر نہین ہو سکتی اور یہی حکم ہی نخاسین اور دلالین کا انتہی والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شہد انہا امرأتہ تقبل والحیلۃ ان یشہد بالنکاح ولا بد کر الوکالۃ بزازیۃ وتسہیل اور اسی طرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہین اگر اثبات نکاح کی گواہی دے اور اگر یون گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہی اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہی کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یون نہ کہے کہ مین وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیۃ والتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہی کہ قیام نکاح کی گواہی ہی نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ اپنے فعل کی گواہی ہی واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف اجارۃ معزیا الی البزازیۃ وملخصہ انہ لا تقبل شہادۃ الدلالین والصاکین والمحضرین والوکلاء المشتغلۃ علی ابوابہم ونحوہ فی فتاوی مؤیدزادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہی قدری افندی نے اپنے واقعات مین اور مصنف نے اسکو ذکر کیا ہی اپنی کتاب مسمی بمعین کی کتاب الاجارہ مین بزازیہ کی طرف نسبت کرکے اور خلاصہ اس کا یہ ہی کہ مقبول نہین گواہی دلالون کی اور رقبالہ نویسون کی اور انکی جو مدعی اور مدعا علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کرتے ہین اور وکیلان مشتغل کی جو قاضیون کے دروازون پر حاضر رہتے ہین اور اسی کے مانند مؤیدزادہ کے فتاوی مین ہی ہم فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہی کہ اگر رقبالہ نویس غالب الصلاح ہون تو صحیح قول یہ ہی کہ انکی گواہی مقبول ہی انتہی فخر الدین رحمہ اللہ نے کہا کہ اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیون کے دروازون پر ہوتے ہین انکی گواہی مقبول نہین اس واسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال مین کوشش کرتے ہین اور وہ فسق ہی کذا فی الطحطاوی وفیہا وصی اخرج من الوصایۃ بعد قبولہا لم تجز شہادتہ للمیت ابدا وکذا الوکیل بعد ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقا والا فلا عن ابی یوسف رحمہ اللہ اور فتاوی مؤیدزادہ مین ہی کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اُس کی گواہی میت کے حق مین جائز نہین کبھی اور اسی طرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اور اگر خصومت نہ کی ہو تو ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول نہین ہم اس مسئلہ کا ذکر بعد ایک ورق کے متن مین آوے گا ومدمن الشرب بغیر الخمر لان بقطرۃ منہا ترتکب الکبیرۃ فترد شہادتہ وما ذکرہ ابن الکمال غلط کما حررہ فی البحر قال وفی غیر الخمر یشترط الادمان لان شربہ صغیرۃ اور گواہی مقبول نہین ہمیشہ نشا پینے والے کی سوا شراب کے اس واسطے کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہی تو گواہی اسکی مردود ہوگی اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہی سو

Marfat.com

غلط ہی چنانچہ بحر الرائق نے اسکی تحریر کی ہی اور سوائے شراب کے اور مسکرات مین اومان یعنی دوام شرب شرط ہی اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہی یہ
شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت مین غیر خمر مین اومان شرط ہی نہ خمر مین سو لائق اعتماد کے نہین کہ صریحاً نقول مذہب کے مخالف ہی کافی مین ہی
کہ اومان اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہ فعل اسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہی پوشیدہ اور اسکا یہ فعل ظاہر نہین ہوتا تو عدالت سے خارج نہین ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت ہی
وقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اُس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اُس سے کھیلین تو ایسے شخص مین مروت نہ رہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز
نہین کرتا عادۃً اور فتاوی قاضیخان مین ہی کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہین اور ذخیرہ مین ہی کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہین چنانچہ زیلعی اور
عینی مین ہی اور نہایہ مین ہی کہ اومان شرط ہی خمر مین بھی سقوط عدالت کے حق مین انتہی تو یہ نقول صریح ہین کہ خمر اور غیر خمر دونون مین اومان شرط ہی بلا فرق اور سابق مذکور
ہو چکا ہی کہ ہر کبیرہ گناہ مین اشتہار شرط ہی یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہین تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے
کہا کہ یہ غلط ہی اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہی کہ شرب خمر کبیرہ ہی اور حدیث مشہور مین شرب خمر کو کبائر سبعہ مین شمار کیا ہی انتہی تو خمر مین اومان اشتہار کے واسطے
شرط ہوا ہی نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہی دریافت کرنا چاہیے کہ اومان اور اصرار مین دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ اومان فعل سے ہوتا ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ خبث
سے ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی وانما قال **علی اللہو** لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ بشبہۃ الاختلاف صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف رحمہ اللہ نے اومان شرب
مین لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جائے تو عدالت ساقط نہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال
م لہو عبارت ہی دل خوش کرنے سے بواسطہ اُس قول اور فعل کے جو بمقتضائے حکمت نہین اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل
مین داخل ہی اور قول اصح یہ ہی کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہی **ومن یلعب بالصبیان** لعدم مروتہ وکذبہ غالباً کافی اور اسکی گواہی مقبول نہین جو لڑکون کے
ساتھ کھیلے اسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالباً کذا فی الکافی م لڑکون سے مراد نوجوان ہین نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی
ہی غایۃ البیان مین حسن سے مروی ہی کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع مین تو اسکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کرخی سے منقول
ہی کہ اگر شیخ نوجوانون سے مجامع مین کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہین کیونکہ وہ سخیف ہی **والطیور** الا اذا امسکہا لاستیناس فیباح الا ان یجر حمام
غیرہ فلا لاکلہ الحرام عینی وعنایہ اور اسکی گواہی مقبول نہین جو چڑیون سے کھیلے مگر جب کہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر
جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب اسکی حرام خواری کے کذا فی العینی والعنایہ م کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود
ہوئی کہ مورث غفلت ہی اور وہ محمول ہی اس صورت پر جبکہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات نسا پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور
وکل لہو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعاً نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ خانیہ لدخولہ فی حد الکبائر
بحر اور اسکی گواہی مقبول نہین جو طنبور اور ہر ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہی لوگون مین چنانچہ طنبور اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون مین
چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہین مگر جبکہ اسمین مبالغہ اور زیادتی کرے اسطرح کہ اس پر
لوگ رقص کرین تو مانع شہادت ہی کذا فی الخانیۃ بسبب اسکے داخل ہونے کے حد کبائر مین کذا فی البحر م محیط مین بھی یہی تفصیل مذکور ہی جو خانیہ سے
مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ مین ہی کہ ملاہی دو قسم ہین ایک قسم حرام ہی وہ آلات مطربہ ہین بدون راگ کے یعنے طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ
وہ خشت کی ہون یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر یعنی حق تعالی
نے مجھکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہی وہ دف ہی
نکاح مین اور نکاح کے مانند ہی ہر سرور حادث اور اسکے غیر مین دف بھی مکروہ ہی اور اسکو فتح القدیر مین بھی نقل کیا ہی بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر حدیث مذکور

Marfat.com

مشکوۃ مین مسند احمد بن حنبل سے منقول ہی معازف آلات سرود اور قاموس مین ہی کہ معازف ملاہی ہین مانند عود اور طنبور کے اور مزامیر جمع مزمار آلہ غنا اور جس قصبہ
یعنے نے اور بانسری مین گاوین اسکو زمارہ اور مزمار کہتے ہین امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہی فقہا کہتے ہین کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہی اور فقط آواز سے
مکروہ ہی اور اجنبی عورت سے سخت تر کذا فی ترجمۃ المشکوۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول نہین
جو راگ گاتا ہو لوگون کے واسطے اسواسطے کہ وہ لوگون کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین ہے کلام سعدی افندی یفید تقییدہ بالاجرۃ فتامل اور سعدی
افندی کا کلام مغنی مین اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہی یعنی اس مغنی کی گواہی مقبول نہین جو لوگون سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کر اسکو م طحطاوی نے
کہا کہ قید مذکور غیر ظاہر ہی بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہی بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا باس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ
فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گاوے دفع وحشت کے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اسکو
صحیح کہا ہی عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود مین وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہی م محل اباحت سرود وہ ہے کہ باجا نہو اس کے ساتھ
اسواسطے کہ بزازی نے مناقب مین اجماع نقل کیا ہی حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے پر ہو چنانچہ عود اور بنایہ اور عنایہ مین ہے کہ لہو اور لعب کیواسطے
گانا معصیت ہی جمیع ادیان مین ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ
مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعضے فقہا نے جائز کہا ہی سرود کو نکاح مین جیسے دف بجانا اس مین
جائز ہی اور بعضون نے اسکو مباح کہا ہی مطلقا نکاح اور غیر نکاح مین اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی مطلقا باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہے کلام
العینی اور بحر الرائق مین ہی اور مذہب یہ ہی کہ سرود مطلقا حرام ہی تو اختلاف علما کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہی کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی
ذات کے واسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین م بحر الرائق مین ہی کہ شارحین نے تصریح نہین کی کہ سرود مین مذہب کیا ہے
اور بنایہ اور عنایہ مین ہی کہ تغنی لہو کے واسطے معصیت ہی جمیع ادیان مین اور زیادات مین کہا کہ اگر اس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہی ہمارے نزدیک
اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہو گئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو
اختلاف منقطع ہو گیا انتہی مافی البحر اور تو خود جانتا ہی کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کین وہ اطلاق حرمت کی مؤید نہین کیونکہ بنایہ اور عنایہ کی عبارت
مقید بلہو ہی اور زیادات کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہی اور شہرت اسوقت ہو گی جب لوگون کے سامنے گاوے وجہ افادہ قید شہرت یہ ہی کہ وصیت
منصرف ہوتی ہی متعارف کی طرف اور عرف مین مغنیہ یا مغنی نہین کہتے مگر اسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت مغنی مین مصنف
کا تابع ہوا ہی اور صحیح قول وہ ہی جو فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتیین سے منقول ہی کہ مقبول نہین گواہی اسکی جو لوگون کے واسطے گاوے اور انکو
ستاوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کے واسطے ہوتا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اسکا مضائقہ
نہین اور عدالت اسکی ساقط نہین ہوتی قول صحیح مین انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ لہو ولعب اور جمع مال کیواسطے تغنی حرام ہی
بلا خلاف اگر تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ مغنی لوگون کو کبیرہ پر جمع کرتا ہی اسکی مقتضی ہی کہ تغنی مطلقا حرام ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی کیونکہ اگر اس طرح تغنی کرے
کہ آپ سنے اور غیر نہ سنے تا اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہین اور بعضون نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونیکے واسطے تغنی مکروہ
نہین اور بعضون نے کہا کہ اگر لوگون کے سنانے کیواسطے نکاح اور ولیمہ مین تغنی کرے مکروہ نہین تو جواب اسکا یہ ہی کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کیواسطے تغنی
مین فقہا کا اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین مکروہ وہ تغنی ہی جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس
گئے اور وہ زہاد صحابہ مین تھے اور وہ تغنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہی اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہی اور اس قول کو شیخ الاسلام

Marfat.com

نے لیا ہے اور محمل حدیث براء بن مالک کا یہ ہے کہ وہ اشعار مباحہ کو خوش آوازی سے پڑھتے تھے جنمین مواعظ اور حکم تھین اسواسطے کہ لفظ غنا جیسے غنا معروف کو
بولتے ہین ویسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہے (من لم یتغن بالقرآن فلیس منا) اور اشعار مباحہ کی شعر خوانی جائز ہے پھر جبکہ اختلاف تغنی کا حال معلوم
ہوا تو جائز ہے کہ صاحب ہدایہ تعمیم منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہمکو معلوم ہو چکا ہے کہ تغنی محرم وہ ہے جسکے الفاظ ایسے ہون جو حلال نہین جیسے مرد معین اور عورت
معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اسکی طرف یا ہجو ہو مسلم یا ذمی کی بشرط قصد ہجو نہ بقصد استشہاد یا تعلم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت
کے وصف مین ہون تو مباح ہین بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اسپر انکار نہین فرمایا ہان
اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہون تغنی مین ہے کہ ملاہی دو قسم ہین ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غنا جیسے مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسرے
مباح وہ دف ہے نکاح اور اسکے مانند اور سرور حادث مین اور اسکے غیر مین مکروہ ہے عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ
ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اسکے سوا اور کچھ ہوتا تو درہ لیتے اور اجناس مین ہے کہ محمد بن شجاع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترنم
کرتا ہے جواب دیا کہ یہ اسکی شہادت کا قادح نہین اور قرآن خوانی الحان سے بعضون کے نزدیک مباح ہے اور بعضون کے نزدیک منع ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر الحان سے
حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہین ہوتے ہون تو مباح ہے اور نہین تو غیر مباح ہے ایسا کچھ علما نے ذکر کیا ہے اور ہم باب الاذان مین مذکور کر چکے ہین کہ تلحین
بدون تغیر مقتضیات حروف کے نہین ہوتی تو یہ تفصیل بے معنی ہے انتہی ما فی الفتح ملخصاً بتصرف قال ولا تقبل شہادۃ من یسمع الغناء او یجلس مجلس الغناء زاد العینی او مجلس
الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہ بہم وترکہ الامر بالمعروف یسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہین گواہی اس شخص کی جو راگ سنتا ہے یا راگ کی مجلس
مین بیٹھتا ہے عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شرب کی مجلس مین بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشہ نہ پیتا ہو اس واسطے کہ اسکا مختلط ہونا ان کے ساتھ اور
امر بالمعروف کا ترک کرنا اسکی عدالت کا مسقط ہے م مجلس غنا مین بیٹھنا مسقط عدالت ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول رہے اور اسی طرح جو راگ
سنے اگرچہ راگ کی مجلس مین نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحطاوی او یرتکب ما یحد بہ للفسق ومرادہ من یرتکب کبیرۃ قالہ المصنف وغیرہ یا اسکی گواہی مقبول نہین جو
مرتکب ہو اس چیز کا جسکے سبب سے اسکو حد ماری جاوے بواسطہ فسق کے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اسکی گواہی مقبول نہین ایسا کچھ کہا
ہے مصنف وغیرہ نے م کبیرہ کی حد مین اقوال مختلف ہین اور قول محقق وہ ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول الجمیل مین اختیار کیا ہے یعنی حق یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ
ہے کہ جس پر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہے قرآن مجید مین یا حدیث صحیح مین جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہے یا اسکے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ
تارک صلوۃ متعمداً کو یا اسکے مرتکب پر شرع مین حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا انسے زیادہ تر ہو شر اور برائی
مین بحکم بداہت عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہے جو شرع مین منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہی شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب مین
کہا کہ مین نے ان احادیث کو جمع کیا جنمین کبائر کی تصریح وارد ہے تو سترہ کبائر پائے چار دل مین شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور ناامیدی رحمت الٰہی سے اور بیخوفی
مکر الٰہی سے اور چار زبان مین شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ مین شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور دو شرمگاہ مین
زنا اور لواطت اور دو ہاتھ مین قتل ناحق اور چوری اور ایک پاؤن مین یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی عقوق والدین انتہی حق تعالے
اپنے کرم سے ہمکو انسے بچاوے آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لانہ حرام یا اسکی گواہی مقبول نہین جو حمام مین غسل کیواسطے بلا ازار برہنہ جاوے اسواسطے کہ برہنگی حرام ہے او یلعب بنرد او طاب
مطلقاً قامر او لا یا اسکی گواہی مقبول نہین جو کھیلے نرد یا طاب سے مطلقاً خواہ بازی بدے یا نہ بدے م فتح القدیر مین ہے کہ لعب طاب کھیل ہے ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ مین نرد کے
اسکو بلا حساب اور بلا فکر پھینکتے ہین جو کھیل ایسا ہو جسکو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اسکو کرتے ہون وہ مطلقاً حرام ہے انتہی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہے جو سر کے پانسے
کی طرح اسکو پھینکتے ہین اما الشطرنج فلشبہۃ الاختلاف شرط واحد من ستۃ فلذا قال او یقامر بشطرنج اور شطرنج مین تو بسبب شبہہ اختلاف کے سقوط عدالت کیواسطے

لہ جو شخص قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہین ۱۲

تفصیل کبائر

Marfat.com

چھ چیزون سے کوئی ایک چیز مشروط ہی تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جوابدے شطرنج سے تو اسکی گواہی مقبول نہین م امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہی لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نہ کہا او یترک بہ الصلوۃ حتی یفوت وقتہا یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہان تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے م ترک صلوۃ سے عدم فعل مطلقاً نہین بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہی او یحلف علیہ کثیرا یا شطرنج کھیلنے مین قسم بہت کھاتا ہو م زیلعی نے اور اتقانی نے اسمین حلف کاذب کی قید لگائی ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہین کیونکہ شہرت بدون کثرت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب بہ علی الطریق او یذکر علیہ فسقا اشباہ یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ م یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ شتم اور قذف اور غنا او یدوم علیہ ذکرہ سعدی افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اسکی گواہی مقبول نہین اسکو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا م اسواسطے کہ مداومت تلہی کی دلیل ہی اور غالباً بعض ضروریات مین خلل پڑتا ہی یہان تک کہ بعضے شطرنج بازون کا لڑکا مر گیا اور اسکی تجہیز و تکفین کے واسطے انھون نے بازی موقوف نہ کی نعوذ باللہ من انہماک المعاصی او یاکل الربوا قیدوہ بالشہرۃ ولا یخفی ان الفسق یمنعہا شرعا الا ان القاضی لا یثبت ذلک الا بعد ظہورہ لہ فالکل سواء بحر فلیحفظ یا اسکی گواہی مقبول نہین جو بیاج کھائے بیاج کھانے مین علما نے شہرت کی قید لگائی ہی اور یہ امر مخفی نہین ہی کہ فسق مانع ہی شہادت کا شرعاً مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہین کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اسمین برابر ہین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م بعضون نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین اسطرح فرق کیا ہی کہ اگر یتیم کا مال کھائے ایکبار تو گواہی اسکی مقبول نہین اور بیاج خوری مین شہرت شرط ہی صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچھ فرق نہین فسق ہونے مین دونون برابر ہین اور شرط شہرت مین دونون یکسان ہین شہرت تو اتنے واسطے شرط ہی کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہین تخصیص بلا دلیل ہی او یبول او یاکل علی الطریق وکذا کل ما یخل بالمروۃ ومنہ کشف عورتہ یستنجی من جانب البرکۃ والناس حضور وقد کثر فی زماننا فتح یا اسکی گواہی مقبول نہین جو پیشاب کرے یا کھائے راہ مین اور اسیطرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہی از انجملہ اپنی شرمگاہ کھولنا تالاب کے کنارے استنجا کرنے کیواسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانے مین یہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح م فتح القدیر مین ہی گواہی اسکی مقبول نہین جو افعال مستحقرہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہین جیسے لوگون کے روبرو راہ مین کھانا اور فقط سراویل یعنے پاجامہ پہنکر چلنا پھرنا اور لوگون کے روبرو پانون پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اسکو شمار کرین اس واسطے کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہین کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع مین وارد ہی کہ لوگون نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہی وہ یہ ہی کہ جب تجھکو حیا نہین تو جو تیرے دل مین آوے سو کر انتہی طحطاوی منجملہ افعال خلاف مروت لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون کی صحبت مین بیٹھنا اور لوگونکو ذلیل کرنا اور بازار مین غل و شور کرنا مروت عبارت ہی دین اور اصلاح سے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہی روش نیک اور حفظ لسان سے اور سبکی عقل سے کنارہ گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہی او یظہر سب السلف لظہور فسقہ بخلاف من یخفیہ لانہ فاسق مستور عینی قال المصنف انما قیدنا بالسلف تبعا لکلامہم والا فالاولی ان یقال سب المسلم لسقوط العدالۃ بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنہایۃ یا اسکی گواہی مقبول نہین جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہو جانے اسکے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکھتا ہی اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہی یعنے وہ مقبول الشہادت ہی کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہاے مصنفین اور نہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہین بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ مین ہی م سب یعنے دشنام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا جو اسکے حق مین معیوب ہو حدیث مین وارد ہی کہ سباب المسلم فسق وقتالہ کفر وفیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصلح الصدر الاول من المتابعین منہم ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ

والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر بحر اور نہایہ مین ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے یہ فرق ہی کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہی انمین سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہین اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہین جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہین اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہین جنکو عرف مین ناخلف کہتے ہین کذا فی البحر م صدر الشریعہ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علماے مجتہدین ماضیین ہین رضوان اللہ علیہم اجمعین وفیہ من العنایۃ عن ابی یوسف رح لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق مین عنایہ سے ہی کہ ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ مین قبول نہین کرتا گواہی اسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہون جو صحابہ رض سے بیزار اور ناراض ہی اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہی کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہی تو بیزاری نے اپنا فسق ظاہر نہ کیا دل مین رکھا بخلاف بدگو کہ اس نے اپنا فسق ظاہر کردیا م ظاہرا یہ مسئلہ متفق علیہا ہی اور ابو یوسف رح کی طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہین اسکے شہدا ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصییہ لثالث علی الایفاء دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلانے شخص کو وصی کیا ہی تو اگر شخص مذکور اسکا دعوے کرے تو دونون کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنون کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے مین اور میت کے دو مدیونون کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے مین اور جن دو شخصون کے واسطے میت نے وصیت کی انکی گواہی کسی کے وصی ہونے مین اور میت کے دو وصیونکی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنیمین صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہین اسواسطے کہ قاضی مالک نہین کسیکو زبردستی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباہما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے مقبول نہین گواہی اگر دو بیٹے گواہی دین کہ ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہی اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوے کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ مین یہ ہی کہ قاضی مالک نہین غائب کیطرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کہ اسمین قاضی کو اختیار ہی شہد الوصی ای وصی المیت بحق المیت بعد ما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مالہ او غیرہ خاصم او لا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہ وعدمہ گواہی دی وصی نے یعنے میت کے وصی نے میت کے حق مین بعد اس کے کہ قاضی نے اس کو معزول کردیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اس کی گواہی میت کے حق مین اس کے مال اور غیر مال مین مقبول نہین خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نہ کی ہو بسبب ہوجانے وصی کے بجاے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنیکا مالک نہین بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہوگیا تو اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئی م درصورت بقاے وصایت وصی کا بجاے میت کے ہونا ظاہر ہی اور درصورت معزولی ظاہر نہین مگر باعتبار ما کان پھر جب بجاے میت کے ہوا تو گویا اسنے اپنی ذات کیواسطے گواہی دی لہذا مقبول نہین بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر نہین تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق مین اگر اسنے خصومت کی ہی مجلس قاضی مین پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہین بسبب تہمت کے م تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہی یعنی وکیل جسمین خصومت کرچکا ہی اسمین اپنی صداقت ظاہر کرتا ہی گواہی دیکر والا قبلت بعدمہا خلافا للثانی فجعلہ کالوصی سراج اور اگر خصومت نہین کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حقمین بعد معزولی کے مقبول ہی بسبب نہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک درصورت عدم خصومت بھی مقبول نہین تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفی قسامۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان بعرضہ لان یصیر خصما ولم ینتصب

فرق سلف وخلف

لہ ان

لہ بعرضہ

خصما بعد تقبل وبہان الاصلان متفق علیہما وتمامہ فیہ اور شرح زیلعی کی کتاب القسامۃ مین ہی کہ جو شخص کہ مخاصم ہوگیا کسی مقدمے مین تو اس مقدمے مین گواہی اسکی مقبول نہین اور جسکا مخاصم ہونا درپیش ہی اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اسکی گواہی مقبول ہی اور یہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین اور پورا بیان اسکا اسی شرح مین ہی ہم زیلعی نے اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ ہی جبکہ اُسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہوگیا تو اسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنے قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اسکو ترک کیا تو اسکی گواہی بیع مین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہی جب کہ اُسنے خصومت نہ کی اور شفیع ہی جبکہ اُسنے شفعہ طلب کیا اور گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہی کذا فی الطحطاوی قیدنا بمجلس القاضی لانہ لو خاصم فی غیرہ ثم عزل قبلت عندہما کما لو شہد فی غیر ما وکل فیہ او علیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہمنے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی مین حکومت کی ہو پھر موکل نے اسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہی چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اس مقدمہ کے سوا مین جس مین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی مضرت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین وفی البزازیۃ وکلہا بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درہم عند القاضی ثم عزلہ فشہدا ان لموکلہ علی المطلوب مائۃ دینار تقبل بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی وخاصم وتمامہ فیہا اور بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اس نے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی مقبول ہی یعنے اسواسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق بوکالت بخلاف اس صورت کے کہ اسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اُسنے خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اسکا اسی کتاب مین ہی باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہی کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہو اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پھر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اسکی مردود ہی ہر ایک اس حق مین جو وقت توکیل کے قائم ہی مگر جبکہ اس حق کی گواہی دے جو نیا پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فی الطحطاوی کما قبلت عندہما خلافا للثانی شہادۃ اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لہما للشاہدین بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالدین فی الذمۃ وہی تقبل حقوقا شتی فلم تقع الشرکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیۃ بغیر عین کما فی وصایا المجمع وشرحہ وسیجئ ثمہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہی دو شخصون کی دو مردون کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہی اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہی کہ دین ثابت ہی ذمہ پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کرسکتا ہی تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اسمین بخلاف اس وصیت کے جو غیر عین مین ہو چنانچہ مجمع اور اسکی شرح مین ہی اور اسکا ذکر کتاب الوصایا مین آویگا دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہی اور وہ مانع شہادت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اسکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہی تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ انکا حق ترکہ مین ہی یعنے ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہی تو یہ گواہی ہوئی اسمین جو دونون شریک ہی اور اگر دونون شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کیواسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہی کیونکہ اسمین شرکت نہین وکشہادۃ وصیین لعمارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولۃ فی ظاہر الروایۃ کما لو شہد الوصیان علی اقرار المیت بشیء معین لوارث بالغ تقبل بزازیۃ اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہی ظاہر الروایۃ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہی کذا فی البزازیۃ مع وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین بسبب تہمت کے کذا فی الطحطاوی لو شہد فی مال لمیت لاخلاف

Marfat.com

لہما ولو صغیرا لم تجز اتفاقا وسیجئ فی الوصایا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبینؒ کے اور اگر صغیر کیواسطے گواہی دی تو باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے جائز نہین اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا کما لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح ای فسق مجرد عن اثبات حق للہ تعالی او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنے اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے ۴ جرح بالفتح اصطلاح شرع مین عبارت ہی اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسا کہ حد اور حق العبد جیسا کہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہی جسپر دفع خصومت مشہود علیہ سے مترتب نہو فتح القدیر مین ہی کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہی حکم کیواسطے تو ضرور ہی کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہی اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اسکے دفع پر فی الحال قادر ہی توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہی کہ مجرد اس گواہی کے شاید فاسق ہوجاتا ہی کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہی اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہی اسکا جواب یہ ہی کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کرے تو بھی مطلب حاصل ہی انتہی وان تضمنتہ قبلت والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہی ورنہ نہین تو مقبول نہین بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت ای الشہادۃ بل الاخبار ولو من واحد علی الجرح المجرد وکذا اعتمدہ المصنف تبعا لما قررہ صدر الشریعۃ واقرہ ملا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ واطلق ابن الکمال ردہا تبعا لعامۃ الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت شہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت طعن مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہی بلکہ اخبار مقبول ہی اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہی مصنف نے صدر الشریعۃ کے قرار داد کی پیروی کرکے اور اسیکو ثابت رکھا ہی ملا خسرو نے درر مین اور داخل کیا ہی اسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہی رفع سے یعنی قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہی بعد ثبوت کے اٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہی اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً مردود کہا ہی باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہی ۴ ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہی کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد کیون مقبول ہی قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت درصورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہی کہ جرح شاہد قبل تعدیل دفع ہی شہادت کا قبل ثابت ہوتے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہی ولہذا اسمین خبر واحد مقبول ہی اور بعد تعدیل کے رفع ہی شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہانتک کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہی جبتک جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہی کہ دفع اسہل ہی رفع سے اور یہی بھید ہی جرح مجرد کے مقبول ہونیمین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہی بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہی انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہی کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اسمین مقبول ہوتی ہی جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین بمقتضی خلاف ہی نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہی کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہی کہ وہ معتبر نہین باین معنی کہ وہ ایسی شہادت نہین کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول نہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال و جواب کے اسطرح بیان کیا ہی کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہین ہی کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہی قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو مین جواب دون کہ ہان مانع ہی لیکن یہ منع اس سبب سے ہی کہ خبر فسق طعن ہی انکی عدالت مین اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا ولہذا اگر شاہدونکی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی مقبول ہی اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہین کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہی اسواسطے کہ ہر چند اسنے یہ کہا لیکن اُسنے یہ بھی کہا ہی کہ اگر شاہدونکی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی

Marfat.com

مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ٹھہرا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وظاہر کلام الوافی وعزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ وافی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے کلام
کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے م علامہ وافی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی شہادت درحقیقت
شہادت نہین ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اسکا تعلق نہوا
اسواسطے کہ اس باب مین انکا ذکر ہے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہین تو ابن کمال کا یہ قول کہ یہ گواہی معتبر نہین مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار مین
نہین اگرچہ قبل تعدیل ہو انتہی اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار مین ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف
لفظی کیطرف راجع ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن یزکی الشہود سراً وعلناً فان عدلوا قبلہا وعزاہ للمضمرات
اور اسیطرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کیطرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قہستانی نے کہا اور اسمین یعنی نقایہ کے کلام مین اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نے
التفات کرے اس شہادت کیطرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کیطرف ولیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول کرے
اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے م نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاہد معدل مین مقبول نہین انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل
مین مقبول ہے (قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی) ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہما لا قولہ
فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت تعدیل صاحبین رح کا قول ٹھہرایا ہے نہ امام رح کا سو خبردار ہو جا م طحطاوی نے کہا کہ تجھکو معلوم ہو چکا کہ اسکی کچھ
حاجت نہین اسواسطے کہ خلاف لفظی ہے نہ معنوی مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او آکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ
مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یون گواہی دین کہ شہود مدعی فاسق ہین یا زانی ہین یا سود خوار ہین یا شراب خوار ہین م جرح مرکب کی بھی مثالون مین زنا اور اکل ربا
اور شرب خمر مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد مین سبب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب مین غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد
مین تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گاہے بمعنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہین بخلاف جرح مرکب کے کہ وہان بصیغہ ماضی
تفسیق ہے او علی اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ
فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دین کہ انھون نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر
ہین اس شہادت مین یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی مین یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہین مدعا علیہ پر اس حادثہ مین تو یہ گواہی مقبول نہین
بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر مین ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے مصنف نے م طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے
وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم او اقرارہ بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہون نے
جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدونکی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر کی
اس گواہی پر م جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر رد شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اسپر مترتب ہوا وہ دو چیزین ہین اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی
اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدون نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہین دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور
اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے مرتفع نہین ہوتا خزانہ اکمل مین ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق
شہود یا مبطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہین بلکہ اس بات سے ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا
المجلس الذی کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس مین جسمین مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون
فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایہ او قاذف المقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یون گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہین یا محدود فی القذف ہین یا گواہ

Marfat.com

مدعی کا بیٹا ہو یا اسکا باپ ہو کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اسکا مدعی ہو **لو انہم زنوا او وصفوہ او سرقوا منی کذا او بینا او شربوا الخمر ولم یتقادم العہد کما مر فی بابہ** یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھون نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چرایا اور مال مسروق کی اُسنے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین م حد شرب مین مذکور ہو چکا کہ شرب کا تقادم ذہاب ریح یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے **او قتلوا النفس عمدا عینی** یا گواہی دی کہ شاہدون نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھکر کذا فی العینی **او شرکاء المدعی والمدعی مال** یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوی ہو وہ مال ہو م مراد یہ ہی کہ شاہد شریک مفاوض مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اسمین فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ شاہد مدعی کا شریک ہی مدعی بہ مین والا اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہی کذا فی فتح القدیر **او انہ استاجرہم بکذا لہا للشہادۃ واعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال ولو لم یقلہ لم تقبل لدعواہ الاستیجار لغیرہ ولا ولایۃ لہ علیہ** یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال مین سے جو میرا تھا مدعی کے پاس اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو وہ مخاصم نہ ٹھہرا م یعنی جب یہ کہیگا کہ اجرت میرے مال سے دی اسوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہی جو مقبول نہین **او انی صالحتہم علی کذا او دفعتہ الیہم** ای رشوۃ والا فلا صلح بالمعنی الشرعی ولو قال لم ادفعہ لم یقبل **علی ان لا یشہدوا علی زور او قد شہدوا زورا وانا اطلب ما اعطیتہم** یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے مین نے دیا تھا اس شرط پر کہ مجھپر جھوٹ گواہی نہ دین ساتھ اسکے انھون نے جھوٹ گواہی دی اور مین اُنسے طلب کرتا ہون وہ مال جو انکو مین نے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نکریگا تو صلح بمعنی شرعی ثابت نہوگی اور اگر کہے کہ صلح کرکے مین نے مال نہین دیا تو گواہی مقبول نہین **وانما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق اللہ او العبد فمست الحاجۃ لاحیائہما** اور ان صورتون مین تو گواہی اسی واسطے مقبول ہی کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونون حقوق کے زندہ کرنے کیواسطے حاجت واقع ہوئی **شہد عدل قلم یبرح من مجلس القاضی ولم یطل المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطات بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ لو عدلا ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیہ وبحر** گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس بھی دراز نہین ہوئی اور مدعی نے اسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مین نے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اسکی گواہی مقبول ہی سب چیز مین جسکی اُسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ والبحر م خطا بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم ہین اور کمی کی یہ مثال ہی کہ پانسو کی گواہی دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین مقبول ہی اسواسطے کہ رعب مجلس قضا سے گاہے ایسا ہو جاتا ہی کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہی پھر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہی تو گواہی مقبول نہ ہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ اوہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الاکمل وسعدی ترجیحہ فتنبہ وتبصر مین کہتا ہون لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہی کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہی اور اسکی کہ مابقی کا حکم ہوگا اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہی اور اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی تو خبردار اور ہوشیار ہو جام شارح کا یہ استدراک بے معنی ہی کیونکہ اس قول مین صریح اختلاف ہی مابین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہی تو اس مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنے پندرہ سو کا اور

Marfat.com

بعضون نے کہا فقط مابقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہانتک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے مین نے غلط کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اس واسطے جو حادثہ ہو بعد شہادت کے وہ اسکے مانند ہی جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہی انتہی مختصراً وان قالہ الشاہد بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطاً اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنابر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط وجہ احتیاط یہ ہی کہ زیادت مین شاید مدعی نے اور کمی مین مدعی علیہ نے اسکو ورغلایا ہو طمع دنیا دیکر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم قبول اس صورت مین ہی جبکہ محل شبہہ ہو یعنے چنانچہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہی چنانچہ لفظ شہادت کو اسنے ذکر نہ کیا پھر دوسری مجلس مین اسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کیطرف اشارہ ترک کیا یا ایک کیسکا نام نہ لیا تو مقبول ہی اسواسطے کہ قضا متصور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب ہدایہ اور اسی طرح گواہی مقبول ہی اگر غلطی واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایہ مثلاً حد غربی کے مکان مین شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجاے محمد بن علی بن عمران کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہی اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا اگر شاہدون نے ایک حد یا دو حد مین غلطی کی پھر اسکا تدارک کیا اسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو درصورت امکان توفیق مقبول ہی چنانچہ شاہدیون بولے کہ اسکا نام فلانا تھا پھر اسکا نام فلانا ہوگیا بینۃ انہ ی المجروح مات من الجرح الاولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولی بالقبول ہی اس گواہی سے کہ بعد صحت کے مرگیا یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگارون نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے جنگا ہوکر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولی ہی کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا جرحہ وقتلہ واقام زید بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولی اور اقدم ہی اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ہم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہی بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہی وبینۃ الغبن ای تیم بلغ اولی من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا اثبتت امرا زائدا وان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ الصحۃ درر خلافا لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولے ہی اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنے جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خریدیا اسوقت مین یعنے وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہی اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہی صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہی جو وہبانیہ مین ہی یعنے اسمین بینہ صحت کی تقدیم فساد پر مذکور ہی ہم درر مین صورت مسئلہ یون مذکور ہی کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا یتیم بالغ ہوا اور اسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس بالغ کی قیمت اسوقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولے بالقبول ہین انتہی اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ منیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی کذا فی المنیۃ ثم شرح وہبانیہ مین ہی کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہو ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی اور درصورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہی باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی تحو تدبیر او خلع او خصومۃ ذا عقل اولی من بینۃ الورثۃ مثلا کونہ مخلوط العقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات مین صاحب عقل تھا مقدم ہی وارثون کی مثلاً اس گواہی سے کہ مورث متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اسکے مولی نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہی اور اسی طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

Marfat.com

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الزوج لا ندری کان فی صحۃ او مرض فھو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں کہ طلاق باعتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جسکہ مدعی صحت کا دعوی کرتا ہو اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی ولو قال الورثۃ کان مجنونا یصدق حتی تشھد البینۃ انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارثوں نے کہا کہ مورث بدحواس پریشان گو تھا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی یہانتک کہ دو شاہد گواہی دین کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبینۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان ذکرا وارخا وارخ احدھما تاریخ احدھما او لم یورخا فبینۃ الطوع اولی لمنتقط وشرحہ واعتمدہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقرین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی المنتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کیفیۃ الفساد اولی من فیہ الصحۃ تعرض وہبانیہ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ م طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ یکرر ہوگیا مسئلہ غبن کے ساتھ وفی الاشباہ اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے م مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل اسکے نے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفی المنتقط اختلفا فی البیع والرہن فالبیع اولی اور منتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی الثبات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں تو بیع الوفا کا قول اولی ہے اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ واحدۃ تنہا غیر ہم تقبل کان شہدا بالدار بلا ذکر انہا فی ید احدھم فشہدا بہ آخران انہا فی ید الآخر تساقطا وبقیت فی ید من ہی فی یدہ کذا فی الدرر اگر ایک شخص نے تنہا شہادت قاصرہ کو پورا کردیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے سو دو اور شاہدوں نے اسکی گواہی دی ہم دونوں گواہیاں ملکر مقبول ہیں اسواسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے کہ مدعی علیہ خاص ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شہدا بالملک فی الحدود وآخران بالحدود او دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنے بلا ذکر حدود اور انکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرجل بعینہ فشہد آخران انہ المسمی بہ ذا او شاہدوں نے نام اور نسب کی گواہی دی باوجودیکہ دونوں شاہد اس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمی باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنے یہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن نشہد کشہادتہ تم تقبل حتی تتم کل شاہد بشہادتہ علیہ الفتوی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اسکی سنی گواہی کو بعینہ اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے م یعنے اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوی متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اسکی تکذیب لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل ہیں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زنا اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جبکہ نفی متواتر ہو اور شہادت

Marfat.com

علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہی کہ شہادت متضمن ہی مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہین ہوتا نفی سے اور پورا بیان اسکا حواشی اشباہ مین ہی کذا فی الطحطاوی والشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم ونصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جبکہ گواہی باطل ہوئی بعض مین تو کل مین باطل ہو جاتی ہی مگر اس غلام مین جو مشترک ہی مسلم اور نصرانی مین سو دو نصرانیون نے دونون مالکون پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق مین مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہی کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونون کے حق مین مقبول نہوگی اور یہ قول معتمد محمد رح کا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی کہ بعض مین شہادت باطل ہو اور بعض مین باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ قلت وزاد محشیہا خسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے پانچ صورتین اور زیادہ کی ہین بزازیہ سے نقل کر کے م ازانجملہ یہ ہی کہ لقطہ ہی کافر اور مسلم کے قبضہ مین سو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر کے اسپر قائم کیے تو فقط کافر کے حق مین شہادت مسموع ہوگی اور ازانجملہ یہ ہی کہ کافر مر گیا اور اسکے دو بیٹون نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافرون نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق مین مسموع ہوگی اور ازانجملہ یہ ہی کہ دو کافرون نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہین اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہی شہادت کے اختلاف کا م اختلاف شہادت دو طرح ہی یا شہادت دعوی کے مخالف ہو یا شاہدین مین ما اختلاف ہو مبنی ہذا الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بناء احکام چند قواعد مقررہ پر ہی م مبنی مصدر میمی ہی نہ اسم مکان اسواسطے کہ مکان تو خود باب ہی منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد تقبل بلا دعوی بخلاف حقوق تعالی منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہی کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہین بدون دعوے کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے کہ وہ دعوی پر موقوف نہین م یہ قاعدہ اس باب سے نہین کیونکہ یہ باب ہی اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی منہا ان الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور ازانجملہ یہ قاعدہ ہی کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہی بخلاف اس شہادت کے کہ جو مدعا سے کمتر ہی کہ وہ مقبول ہی بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کمتر مین م جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اسکا مکذب ہوا لہذا شہادت باطل ہی بخلاف اقل کے کہ اسمین شہادت اور مدعا کا اتفاق ہی ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید ثبوتہ من الاصل والملک بالسبب مقتصر علی وقت السبب اور ازانجملہ یہ ہی کہ ملک مطلق یعنی جسمین ملک کا سبب نہ خرید یا ارث مذکور نہو وہ زیادہ تر ہی ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہی م ملک مطلق اسواسطے اکثر اور ازید ہی ملک مقید سبب سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہی اور ملک سببی مفید حدوث ہی کذا فی الفتح یعنے اب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہین بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروع مین سے ہی ومنہا موافقۃ الشہادتین لفظا ومعنی وموافقۃ الشہادۃ للدعوی معنی فقط وستجیء اور ازانجملہ موافقت شہادتین ہی یعنے ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ مین اور معنی مین اور مطابق ہونا شہادت کا دعوے سے فقط معنی مین ضرور ہی اور یہ آگے واضح ہوگا م شہادت اور دعوے کی مطابقت مین فقط معنے کا اعتبار ہی نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اسمین تطابق لفظی اور معنوی دونون ضرور ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہین کہ اس مین موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنی شرط ہی کذا فی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ وجب اقامتہا علی کل حال فکل حد حصم فکان الدعوی موجودۃ مقدم ہونا دعوے کا حقوق عباد مین قبول شہادت کی شرط ہی بسبب موقوف ہونے حقوق کے عباد کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ بالفعل نہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اسمین تقدم دعوی شرط نہین بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہی تو گویا دعوی موجود ہی م جب اقامت حق شرعی ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اس مین داخل ہی تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا باعتبار وجوب اقامت کے

باب الاختلاف فی الشہادۃ

Marfat.com

اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا توافقہا لا تقبل وہذا احد الاصول المتقدمۃ سو جبکہ شہادت دعوی کے مطابق ہوگئی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہین اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے شارح نے تقدم دعوی کو یہان قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کرچکا ہی با تباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ تقدم دعوی کو اس باب مین دخل نہین فلو ادعی ملکا مطلقا فشہد ابہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل مما ادعی فتطابقا معنی کمام تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدون نے ملک یا سبب کی گواہی دی چنانچہ خریدا ارث یعنی مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ مین اس گھر کا مالک ہون اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاہدون نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا یا ارث مین پایا ہی تو گواہی مقبول ہی بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوی مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہوچکا قواعد متقدمہ مین ہم شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال مین مذکور کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہی کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر کریگا تو اگر یہان ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی عکسہ لو ادعی بسبب وشہد مطلق لا تقبل لکونہا بالاکثر کما مر اور برعکس اسکے اسطرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہین بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے تو مقبول نہین قلت ہذا فی غیر دعوی ارث ونتاج ونحوہما من مجہول کما بسطہ الکمال یعنی کہتا ہون اور یہ یعنے ملک سببی کے دعوی مین ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنیکے سوائے مین ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین ہم اگر دعوی کیا ملک یا ارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہی بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنی یون دعوی کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہی کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی اسواسطے کہ مطلق اقل ہی نتاج سے اس واسطے کہ مطلق مفید اولیت ہی بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہی اور اگر دعوی کیا کہ مین نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نہ کیا یا یون کہا کہ مین نے اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی مگر اسمین اختلاف ہی کذا فی الفتح والحلبی بتصرف واستثنی فی البحر ثلثۃ وعشرین اور بحر الرائق مین تیئیس صورتون کو استثنا کیا ہم یعنے اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہی اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول نہین بحر الرائق مین تیئیس صورتین مستثنی کی ہین طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد (فاذا وافقتہا قبلت والا لا) مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہی منجملہ صورت مذکورہ چار صورتین وہ ہین جو شارح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت مین مذکور کریگا اور بائیسوین صورت شراء من المجہول ہی جو مذکور ہوچکی انتہی مختصرا وکذا یجب مطابقۃ الشہادتین لفظا ومعنی اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنی واجب ہی ہم امام اعظم رح کے نزدیک تطابق شہادتین لفظا اور معنی شرط ہی اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہی کہ دونون شاہدون کے لفظ افادہ معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد نے ہبہ کی گواہی دی اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہی کذا فی الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر وزاد ابن المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ ثلثۃ عشر آخر ترکتہا خشیۃ التطویل مگر بیالیس مسئلون مین جو بحر الرائق مین مشرح مذکور ہین مطابقت شرط نہین اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہی تیرہ مسئلے اور بڑھالے ہین مین نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنی اس مقام مین بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہین کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر مین شارح ذکر کرچکا ہی بطریق الوضع لا المتضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ وبہ قالت الثلثۃ تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہی نہ بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہی اور یہی مذہب ہی ائمہ ثلثہ باقیہ کا وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہین اس واسطے کہ دونون لفظ متباین ہین اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت مین مشترک ہین اسواسطے کہ لغت مین خلیہ کے معنی غیر معنی بریہ ہین کذا فی البحر ولو شہد احدہما بالنکاح

Marfat.com

والآخر بالتزویج قبلت لاتحاد معناہما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے کہ دونون لفظون کے ایک معنی ہین ہم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام رح کے نزدیک موافقت مین یہ شرط نہین کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اسکا مرادف یعنی ہم معنے وکذا الہبۃ والعطیۃ ونحوہما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ہم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابرا دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابرا کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شہد احدہما بالف والآخر بالفین او مائۃ ومائتین او طلقۃ وطلقتین او ثلثا ردت لاختلاف المعنیین اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک بار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہین مرد ہے بسبب مختلف ہونے دونون معنون کے ہم صاحبینؒ کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونون شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہین کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہین اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو مجمع علیہ ثابت ہے نہ منفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونون شاہدون کے لفظ مختلف ہین اور اختلاف لفظی اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہین ہوتے کما لو ادعی غصبا او قتلا فشہد احدہما بہ والآخر بالاقرار بہ لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہین ہم اسواسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار مین فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شہدا بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونون شاہدون نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے ہم اسواسطے کہ یہان اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوی مین بخلاف سابق کہ وہان اختلاف تھا شہادتین مین اور شہادت اور دعوی مین تطابق ویسا شرط نہین جو شہادتین مین شرط ہے کذا فی الطحطاوی بتصرف وکذا لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفا فشہد احدہما بالدفع والآخر بالاقرار بہا لاتسمع للجمع بین قول وفعل قنیہ اور اسی طرح گواہی مقبول نہین ہر قول مین جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اس طرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہین بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القنیۃ ہم جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ مین قول مذکور ہو اور دوسرے کے لفظ مین فعل الا اذا اتحد لفظا کشہادۃ احدہما ببیع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار بہ تقبل لاتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فانہ یقول فی الانشاء بعت واقترضت وفی الاقرار کنت بعت واقترضت فلم یمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہو جاوین باعتبار لفظ یعنی دونون کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع ہین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغۂ انشاء اور اقرار کے یعنی تصرفات مذکورہ مین انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض مین عاقد کہتا ہے بعت اور اقترضت اور اقرار بیع اور قرض مین مقر کہتا ہے کنت بعت واقترضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ہم اتحاد صیغۂ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغۂ اقرار کے ہے ولا اقرار مین تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ اقرار مین بھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہین بقصد اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شہادۃ احدہما بقتلہ عمدا بالسیف والآخر بسکین لم تقبل لعدم تکرر الفعل تبکرر الآلۃ محیط وشرنبلالیہ بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہین بسبب مکرر ہونے فعل کے آلۂ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ ہم فعل واحد یعنے قتل کا مکرر ہونا ممکن نہین کہ ایک بار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ شارح کہتا خزنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ خزنبلالیہ مین یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل علی الالف فی شہادۃ احدہما بالف والآخر بالف ومائۃ ان ادعی المدعی الاکثر لا الاقل الا ان یوفق باستیفاء او ابراء ابن کمال اور گواہی مقبول ہے ہزار پر اس شہادت مین کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یعنے گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنی ہزار کا مگر اس صورت مین جبکہ

Marfat.com

مدعی توفیق کرے استیفا یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال م یعنے اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے
گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو مین منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوی کرتا تو مقبول نہین
اسواسطے کہ مدعی مکذب ہے اس شاہد کا جس نے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر بان اگر مدعی اس طرح توفیق بیان کرے کہ واقع مین میرے گیارہ سو
تھے سو مین سو درم لے چکا یا مین نے اس کو معاف کردیے تو دعوی اقل مین بھی گواہی مقبول ہے وہذا فی الدین اور یہ یعنے اشتراط موافقت
بین الشہادتین لفظاً بحسب وضع دین کے دعوی مین ہے تو اسم اشارہ اسکی طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الطحطاوی **وفی العین**
تقبل علی الواحد کما لو شہد واحد ان ہذین العبدین لہ وآخر ان ہذا لہ قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیہ اتفاقاً درر اور دعوی عین مین گواہی
مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول
ہے اس ایک غلام پر جس پر دونون شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام رح اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط **وفی العقد لا تقبل مطلقاً** سواء کان المدعی
اقل المالین او اکثرہما عزمی زادہ اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعوی اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ
مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ **فلو شہد واحد بشراء عبد او کتابتہ علی الف وآخر بالف وخمس مائۃ ردت**
لان المقصود اثبات العقد وہو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد علی کل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد
نے گواہی دی غلام کی خرید یا اسکے مکاتب ہونے کی ہزار درم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات
ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہوجاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنے نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر م عقد مختلف ہوتا ہے
باختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہوگیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ
مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر **ومثلہ العتق بمال والصلح عن قود والرہن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأۃ** لف ونشر
مرتب ومقصودہم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور قاتل مدعی ہو
صلح مین اور راہن رہن مین اور عورت خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب
اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی **وان ادعی**
الآخر کالمولی مثلاً فکدعوی الدین اذ مقصودہم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولی مدعی ہو تو دعوی
دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ
مذکور ہوچکا م توضیح دعاوی مذکورہ اس طرح ہے کہ غلام کے مولی نے کہا کہ مین نے تجھکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درم پر یا ولی
قصاص کہتا ہے کہ مین نے تجھسے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر **والاجارۃ کالبیع**
لو فی اول المدۃ للحاجۃ لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے م یعنی اگر مستاجر یا موجر نے دعوی
کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہین سو ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا
مانند بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفاے منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت
نہوگا کذا فی الفتح **وکالدین بعدہا لو ادعی الموجر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقاً** اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو
اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی ہے بالاتفاق م دعوی موجر مین بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو

Marfat.com

نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہی تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور موجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہین بعد مدت کے سواے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوی ہی کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہی تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اسکے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح **وصح النکاح بالاقل** ای بالف **مطلقا استحسانا** خلافا لہما اور صحیح ہی نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبینؒ کہ انکے نزدیک نکاح باطل ہی م وجہ استحسان یہ ہی کہ مال تابع ہی نکاح مین اور مقصود اصلی نکاح مین حلت اور ملک ہی اور اسمین اختلاف نہین بلکہ تابع مین ہی پھر جب تابع مین یعنی مال مین اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہی شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورت قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح **ولزم فی صحۃ الشہادۃ الجر بشہادۃ ارث بان یقولا مات وترکہ میراثا للمدعی** اور میراث کی گواہی کی صحت مین جر میراث کا بیان کرنا لازم ہی اس طرح کہ شاہدین کہین کہ مورث مرگیا اور متروکہ کو اُسنے مدعی کیواسطے میراث چھوڑا م جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کیطرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہی کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہی متروکہ مین ولہذا موروثہ لونڈی مین وارث پر استبرا واجب ہی اور وہ وارث غنی کو حلال ہی جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور متجدد محتاج ہی نقل کا تا استصحاب حال مثبت نہ ٹھہرے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جر میراث لازم نہین اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہی بطور خلافت کے مورث سے ولہذا رد مبیع بہ سبب عیب کے کرسکتا ہی تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی ہی **الا ان یشہدا بملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر ومستعیر وغاصب ومودع فیغنی ذلک عن الجر لان الایدی عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ** جر میراث لازم ہی مگر یہ کہ شاہدین گواہی دین مورث کے ملک کی اُسکے مرنے کیوقت یعنی یون کہین کہ مورث تا مرگ اسکا مالک رہا یا اسکے ہاتھ کی یعنی اسکے قبض اور تصرف کی گواہی دین یا اس شخص کے قبض اور تصرف کی گواہی دین جو مورث کے قائم مقام ہی چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانت دار تو یہ یعنی شہادت ملک یا قبض مغنی ہی بیان جر میراث سے اسواسطے کہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہین بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی ملک ثابت ہوئی تو جر میراث صریحاً ثابت ہوگئی م تا وقت موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہی اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہی یعنی قبضۂ غصب اور قبضۂ امانت اور قبضۂ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضۂ ملک کا ہو جاتا ہی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے مرجاے تو مغصوب اور ودیعت اسکی ملک ہو جاتی ہی اسپر ضمان واجب ہو کر شرعاً کذا فی الفتح ملا خسرو نے درر مین کہا تا موت قیام تصرف دلیل ملک میت ہی بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر مغصوب اور امانت اُسکے پاس ہوتی تو ایسے وقت نازک مین بیان کر دیتا پھر جب اُسنے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف مین تھا سو اسکا مملوک تھا انتہی ملخصاً **ولا بد مع الجر المذکور من بیان سبب الوراثۃ وبیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک** ظہیریہ اور شہادت میراث مین جر مذکور کے ساتھ بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہی یعنے سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہی یا چچا اور یہ بیان ضرور ہی کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہی یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریہ م اور مولی کی شہادت مین یون کہنا ضرور ہی کہ مدعی مولی ہی میت کا جسنے اسکو آزاد کر دیا اور کوئی اسکا وارث نہین سواے اسکے اسواسطے کہ لفظ مولی مشترک ہی چند معانی مین کذا فی الطحطاوی **وبقی شرط ثالث وہو قول الشاہد لا وارث او لا اعلم لہ وارثا غیرہ** اور شہادت ارث مین تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہی شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہین سواے مدعی کے یا مین کسی وارث کو نہین جانتا سواے اسکے **والرابع وہو ان یدرک الشاہد المیت والا فباطلۃ لعدم معاینۃ السبب ذکرہما البزازی** اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہی کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہین تو شہادت باطل ہی بسبب عدم معائنہ سبب ملک کے شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر کیا **وذکر اسم المیت لیس بشرط** اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت مین شرط نہین **وان شہدا بید حی سواء قالا منذ شہر او لا ردت بقیامہا بمجہول لتنوع ید الحی** اور اگر شاہدین نے

Marfat.com

شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یون کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یون نہ کہا تو گواہی مقبول نہین بسبب قائم ہونے گواہی باہم مجہول بسبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے یعنے مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضہ مین ہی سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہی اور گواہون نے گواہی دی کہ وہ سابق مین مدعی کے قبضے مین تھا تو مقبول نہین بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہی کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی بسبب شک کے حکم نہ دیگا کہ پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان او اقر انہ کان فی یدہ المدعی دفع للمدعی لمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لانبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کی ملک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض مین تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہین ہم پہلی صورت مین دلانے کی وجہ یہ ہی کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ اصل یہ ہی کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا علم ثبوت انتقال، اور مقر بہ یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہی معلوم نہین کہ اسکے قبضہ مین بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ دلانے کے حق مین نہین خلاصہ یہ ہی کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق مین مدعی کے قبض مین تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطیکہ انسان پر کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہی بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی تصرف والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیۃ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہی نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیۃ م قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہی نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المنقی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض مین ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی بہ یہ ہی کہ ہان یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنے اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدانہ قضی خمس مائۃ قبلت بالف الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اس شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانسو مین مقبول ہوگی م اور ذکر نا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ تکذیب اس شہادت مین ہی جو اسکی حضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہین ولا یشہد من علمہ حتے یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دانست سے یہان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے م تبیین اور کافی مین ہی کہ پورے ہزار کی گواہی ندے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون نے اس مین سے پانسو ادا کیے ہین تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نہ کرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریۃ شہد السرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما و استظہر صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہی م امام رح کی دلیل یہ ہی کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہی تو رنگت مین دھوکا پڑسکتا ہی لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہین ہی لہذا اذا لم یذکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنی عدم اعتبار رنگ اسوقت ہی جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نہ کی کذا فی الزیلعی یعنے اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھہریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعوی کیا بطریق ادائے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیۃ شہدا فی دین الحی بانہ کان علیہ کذا تقبل الا اذا سالہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو علیہ بخلاف دو شاہدون نے گواہی دی زندہ کے دین مین اس طرح کہ اسپر اتنا دین تھا تو مقبول ہی مگر جبکہ مدعا علیہ نے شاہدون سے ابتک بقاے دین کا سوال کیا تو شاہدون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین

Marfat.com

تو گواہی مقبول نہین اور میت کے دین مین مطلقًا مقبول نہین جب تک کہ شاہدین یون نہ کہین کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہی کذا فی البحر قلت ویخالفہ مافی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ دین انتہی والاحتیاط لایخفی مین کہتا ہون بحر الرائق کے مخالف ہی وہ قول جو معین الحکام مین ہی ثابت ہوجانے دین سے بمجرد بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اُسپر موجود ہی انتہی اور احتیاط مخفی نہین م یعنے بحر الرائق کے قول مین احتیاط ہی تا مال مین تو فیر رہے وارثون کیواسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحر الرائق کا قول ضعیف ہی اور احتیاط امر میت مین اسقدر کافی ہی کہ خصم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہدا بفی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہین قول اصح مین چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی جامع الفصولین م ادعاے ملک ماضی قرینہ ہی نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہین شہادت ماضی مین باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہی گواہی پر گواہی دینے کا م شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہین کیونکہ وہ عبادت بدنی ہی اور نیابت جاری نہین عبادت بدنیہ مین لیکن فقہا نے بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہی بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہی تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہی اگرچہ بکثرت ہو یعنی فروع کی شہادت پر شہادت پھر انکی فروع کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی الدرر ملخصا ہی **مقبولۃ** وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح **الا فی حدوقود** لسقوطہما بالشبہۃ شہادت پر شہادت مقبول ہی اگرچہ طبقات فروع مین کثرت اور تعدد ہو مقبول ہی بطریق استحسان کے ہر حق مین بقول صحیح مگر حدود قصاص مین مقبول نہین بسبب ساقط ہوجانے دونون کے شبہہ سے وجاز الاشہاد مطلقا اور جائز ہی شاہد کرنا ہر طرح یعنے بعذر وبلا عذر ہم خزانۃ المفتیین مین ہی کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہی اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دین **لکن لاتقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل لموت** ای موت الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہین مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنے اصل شاہد کے مرجانے سے وما نقلہ القہستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ عن الخانیۃ عنہا وہو خطاء والصواب ماہنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہی اسمین کلام ہی سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ مین خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا مین ہی وہ خطا ہی اور ٹھیک وہ قول ہی جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ مین ہی م قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا مین ہی کہ اصل جب مرجائے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہین توجیہات اصل کی شرط ہی انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے عبارت خانیہ کی دیکھی اُس مین نقل نہایہ خانیہ سے نہین طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا (فانہ نقلہ عنہا عن الخانیۃ) چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہی شرح ملتقی مین انتہی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا **او مرض او سفر** والکفی الثانی بغیبۃ بحیث یتعذر ان یثبت بابلہ واستحسنہ غیر واحد وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف رح نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہی اسطرح کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگون مین رات کا پہونچنا اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ مین ہی اور اس قول پر فتوی ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین م بیماری سے وہ بیماری مراد ہی کہ مجلس قضا مین حاضر نہو سکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہی تاتارخانیہ مین ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کیواسطے جاوے اور اپنے گھر مین رات تک نہ آسکے تو اشہاد جائز ہی اور یہ قول ہی فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ مین ہی کہ اس قول پر فتوی ہی کذا فی العالمگیریہ **او کون المراۃ مخدرۃ** لانہا تخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ یا حضور اصل متعذر ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردون سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کیواسطے نکلتی ہو کذا فی القنیۃ وفیہا لایجوز الاشہاد بسلطان

Marfat.com

والامیر اور قنیہ مین ہی کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہین م یعنے جبکہ سلطان اور امیر شہر مین ہون تو انکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہین مگر محمدؒ کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وہل یجوز لمحبوس ان یمن غیر حاکم الخصومۃ نعم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہی اگر اسکو غیر حاکم خصومت نے حبس کیا ہو تو ہان جائز ہی مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ مین ذکر کیا م مصنف نے اپنی شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ امین ہمارے زمانے کے مشائخ مختلف ہین بعضون نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہین کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہی اور اگر والی کے محبس مین ہو اور نکالنا اسکا ممکن نہو تو جائز ہی انتہی کذا فی الطحطاوی قولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لاطلاق جواز الاشہاد لا الاداء کما مر اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادائے شہادت کیوقت حضور اصل مستحب ہو یہ قید ہی سب عذرات مذکورہ یعنی مورت او مرض او سفر اور پردہ نشینی عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادائے شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول مین کہ جاز الاشہاد مطلقا وبشرط شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہی بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتین ہون ومافی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی مین ہی غلط ہی کذا فی البحر م حاوی مین ہی کہ اصل کی شہادت پر عورتون کی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی عن کل اصل ولو امرأۃ نصاب شہادت شرط ہی ہر اصل کی شہادت مین اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لاتغائر فرعی ہذا وذاک خلافا للشافعی نہ مغائر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہی بخلاف شافعی م یعنے یہ واجب نہین کہ ہر شاہد کے دو شاہد مغائر ہون بلکہ دو شاہدون کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہی کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہین خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہون یا وہی شاہد دونون کے ہون اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہی کہ چار شاہد ہون دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو انبہ بحر اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اسکا یہ ہی کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ مین ایسی شہادت دیتا ہون م یہ ضرور ہی کہ اصل فرع کو گواہ کرے اسواسطے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین اگرچہ فرع نے اس سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو رده ارتد قنیہ اور کافی ہی سکوت فرع کا اور اگر فرع اسکو رد کرے یعنے گواہ ہونا قبول نہ کرے تو اشہاد رد ہو گا کذا فی القنیۃ یعنے بعد رد کرنے کے اگر گواہی دیگا تو مقبول نہوگی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حاوی اور لائق نہین فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی پر جو اسکے نزدیک عادل نہین کذا فی الحاوی م بحر الرائق مین خزانہ سے منقول ہی کہ فرع جبکہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ مین سعی یعنے بدکار ہی بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ بکذا وقال لی اشہد علی شہادتی بذلک ہذا اوسط العبارات وفیہ خمس شینیات والاقصر منہ ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع اشہد علی شہادتہ بکذا وعلیہ فتوی السرخسی وغیرہ ابن کمال وہو الاصح کما فی الخصتافی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی کہ فلانے شخص نے مجھکو شاہد کیا ہی اپنی اس شہادت پر اور اسنے مجھ سے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتون مین سے اوسط عبارت ہی اور اسمین پانچ شین ہین اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہی کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی اس شہادت پر اور عبارت مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتوی ہی چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہی اور یہی قول اصح ہی چنانچہ خصتافی مین زاہدی سے منقول ہی م اوسط عبارت اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہی اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہی اور اوسط سے اطول یہ عبارت ہی کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے اشہد ان فلانا اشہد عندی ان فلان علی فلان کذا من المال واشہدنی علی شہادتہ وامرنی ان اشہد علی شہادتہ وانا اشہد علی شہادتہ بکذا اور اسکے اس عبارت مین آٹھ شین ہین اور اوسط عبارت مین پانچ شین ہین اور اقصر مین دو شین ہین عنایہ مین ہی کہ اقصر عبارت فقیہ ابواللیث اور اسکے استاد ابوجعفر کے نزدیک مختار ہی کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصلہ ان عرف الفروع بالعدالۃ والا لزم تعدیل الکل اور کفایت کرتی ہی تعدیل فرع کی

Marfat.com

اپنی اصل کے واسطے اگر فروع مشہور بعدالت ہون اور نہین تو اصول اور فروع سب کی تعدیل لازم ہوگی کما یکفی تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی الاصح لان العدل لا یتہم بمثلہ جیسے کفایت کرتی ہی ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح مین اسواسطے کہ عادل متہم نہین ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی تعدیل سے م یعنی بعضون کے نزدیک یہ جائز نہین کیونکہ وہ متہم ہی اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہی کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی اسپر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہی اسواسطے کہ عادل تعدیل مثل سے متہم نہین جیسے اپنی ذات کی شہادت مین متہم نہین یعنی اسکی ذاتی شہادت بھی اس منفعت کی متضمن ہی کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اُسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہین کیا ویسے ہی تعدیل مثل مین بھی کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیہ وشرح المجمع وکذا لو قال لیس بعدل علی ما فی القہستانی عن المحیط فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال مین یعنے فرع کی گواہی جائز ہی پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے اور نہین تو نہین کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہی بقول صحیح اگر فرع کہے کہ مین اُسکے حال کو نہین جانتا کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع اور اسی طرح اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہین چنانچہ قہستانی مین محیط سے ہی سو آگاہ رہنا وتبطل شہادۃ الفرع بامور نہیہم عن الشہادۃ علی الاظہر خلاصہ وسیجیٔ متنا ما یخالفہ اور باطل ہو جاتی ہی فرع کی گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فرع کے شہادت سے یعنے اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فروع باطل ہی بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آویگا متن مین مخالف اسکے ویخرج اصلہ عن اہلیتہا کفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہی شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے مانند فسق اور گنگی اور نابینائی کے یعنے اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہی اسی طرح جنون اور ارتداد وبانکار اصل الشہادۃ کقولہم ما لنا شہادۃ او لم نشہدہم او اشہدناہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہی بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا یون کہنا کہ ہم گواہ نہین یا ہمنے انکو گواہ نہین کیا یا ہم نے انکو گواہ کیا اور ہم نے غلط کہا کافی مین ہی صورت مسئلہ یہ ہی کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہین پھر وہ مر گئے یا غائب ہو گئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اس حادثے مین اور اگر اصول موجود ہین تو فروع کی شہادت کیطرف التفات نہین اگرچہ اصول منکر نہون کذا فی الدرر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصۃ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انھون نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو فروع کی گواہی مقبول ہی کذا فی الخلاصہ م اس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہی شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ وقالا اخبرنا بمعرفتہا وجاء المدعی بامرأۃ لم یعرفا انہا ہی قیل لہ یات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ: دو شاہدون نے گواہی دی دو شخصون کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعین نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہین پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہی تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہی اگرچہ عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ مین وہی عورت ہون م صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہی کہ یہ شرط نہین کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہون اور یہ غرض نہین کہ نسبت پوری ہی اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاہدین نے جبکہ اُسکے دادا کا ذکر نہ کیا تو سکہ صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کے طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہی تاکہ نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے درر مین کہا کہ مدعی سے اس واسطے گواہ طلب ہوے کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہو چکی دونون کی شہادت سے اور مدعی دعوی کرتا ہی کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ مین ثابت ہی مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اُس کا اثبات حاضرہ کے واسطے تو یہ گواہی شہادت قاصرہ کے مانند ہی جو اور شاہدون سے پوری ہوتی ہی انتہی ومثلہ الکتاب الحکمی وہو کتاب القاضی الی القاضی لانہ کالشہادۃ علی الشہادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ یحلفہ لاثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہی یعنے ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہی تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد نہین پہچانتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو

Marfat.com

تکلیف سے اسبات کے اثبات کی کہ یہ مرد وہی مدعا علیہ ہی جو قاضی کاتب کی مراد ہی اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضی خان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہی چنانچہ اسکو مشروح بیان کیا ہی قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہین ہون اور قاضی مکتوب الیہ اسکو نہین جانتا تو مدعی سے کہا کہ تو گواہون سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہی پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان بن فلان ہون اور اس محلہ یا اس قبیلۂ خاصہ یا اس شہر مین میرے سوا ایک اور شخص ہی اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اس سے مندفع ہوگی انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ولو قالا فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسبا ہا الی فخذہا کجدہا اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ مین عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہین یہانتک کہ اسکو اسکے قبیلۂ خاصہ کی طرف نسبت کرین چنانچہ اسکے دادا کی طرف ہی بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا اُنسے معرفت حاصل نہین ہوتی جبتک قبیلۂ خاصہ کیطرف نسبت نہو ہدایہ مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلۂ خاصہ کی ہی اور زیلعی نے جد اعلی کی ہی خلاصہ مین ہی اکامل اعتبار تو حصول معرفت کا ہی اور ارتفاع اشتراک الفصاح مین ہی کہ عجم یعنے غیر عرب مین ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلۂ خاصہ کے ہی اسواسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین انتہی زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ ہی اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے کہ قبائل انسے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہی اور قصی بطن ہی اور ہاشم فخذ ہی اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی وکفی بہما لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہی عورت کی نسبت اسکے زوج کی طرف اور مقصود اعلام ہی یعنی جس طرح سے کہ حاصل ہوتے اشہدہ علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلان لیشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ عن الخلاصۃ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنی منع کرنا صحیح نہین تو فرع کو جائز ہی کہ اسپر گواہی دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہی خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر کرچکا کافران شہد اعلی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ ابیہ وعلی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہی گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا فی الدرر بخلاف الملتقط یعنی اسمین عدم قبول مذکور ہی من ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا ولا غلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اُسنے جھوٹی گواہی دی اس طرح ظاہر ہوا کہ اُسنے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نہ کیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہم یا شہادت زور کے ظہور کی یہ صورت ہی کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت نہین ہی اور چاند نہ دکھلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہی شہادت باطلہ سے عمدا کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ من قبیل نفی ہی ہم اسواسطے کہ گواہ یہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکی طرف التفات نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی سراجیہ جسکی گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جاے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی السراجیہ م تشہیر کا یہ طریقہ ہی کہ اگر شاہد شخص بازاری ہی تو قاضی اسکو بازار مین بھیجے اور اگر بازی نہین تو اسکی قوم کی طرف عصر کے بعد جسوقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ ہمنے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم رح نے اسی کو پسند کیا وزاد الفریقین مجمع اور صاحبین رح نے اسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کیا کذا فی المجمع م فتح القدیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہی اور کہا ہی کہ یہی حق ہی واللہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامہم

Marfat.com

للقاضی الی یشتم وجہا ذا راہ سیاسۃ اور بحر الرائق مین ہی اور ظاہر کلام فقہا یہ ہی کہ قاضی کو جائز ہی کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرا ضرب اجماعا وان تائبا لم یغز اجماعا اور بعضون نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہوکر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اُس پر تعزیر نہین م اصرار کی یہ صورت ہی کہ شاہد کہے کہ مین نے یہ جھوٹی گواہی دی اور مین ایسی گواہی سے نہ پھرونگا کذا فی الفتح وتفویض مدۃ توبتہ لرای القاضی علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا اوستر وبالاقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی رائے پر مفوض ہی بقول صحیح اگر شاہد فاسق ہوا اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہین یعنے اسواسطے کہ اسکی توبہ معلوم نہین ہوسکتی کذا فی الطحطاوی قلت وعن الثانی تقبل وبہ یفتی یعنی وغیرہ مین کہتا ہون اور ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی العینی وغیرہ م اسواسطے کہ گاہے اسکی توبہ ظاہر ہوسکتی ہی شہادت زور پر ندامت اور تباسف کرنے سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہی شہادت سے رجوع کرنیکا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دیکر پلٹنا اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہی نفی کرنے اُس چیز سے جسکو ثابت کرچکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ وکذا رجوع عن الشہادۃ یہ ہی کہ شاہد کہے کہ مین پھرا اور پلٹا اس چیز سے جسکی مین نے گواہی دی اور مقتدا اس کلام کے عم چنانچہ یون کہتا کہ مین نے جھوٹی گواہی دی یا مین جھوٹ بولا اپنی گواہی مین کذا فی الطحطاوی یا مین باطل تھا شہادت مین یعنی ناحق پر تھا اوسمین کذا فی الدرر ولو انکر ہا لا یکون رجوعا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہین الرجوع بشرط مجلس القاضی ولو غیر الاول لان فسخ او توبۃ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہی اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہی کہ رجوع عبارت ہی فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہی چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہی اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنے شہادت زور گناہ ہی مجلس قضا مین تو اسکی توبہ بھی مقید بمجلس قضا ہوگی فلو ادی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او ارد یمینہما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوی کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو گواہی ثابت کیا یا درصورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہین بسبب فاسد ہونے دعوی کے م یعنے بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہین اور یہ دعوی کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی مین رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہی نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وضمنہ ایاہما لمتقی بخلاف اُسکے اگر دعوی کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی م یعنے اگر یہ دعوے کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنے ضمان کا آپس حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوی کے کذا فی الدرر وبرہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اسپر کہ دونون شاہدون نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہی اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائے گا کذا ذکرہ ابن ملک یعنے گویا بالفعل رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بہما سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہی قاضی اسپر حکم نہ کرے ولا ضمان وعزر وبوعن بعضہما لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہد پر ضمان نہین اور اسکو تعزیر دیجائے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہین کذا فی المنح م قبل حکم ضمان نہین بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہی جو شاہد زور مین

Marfat.com

مذکور ہو چکی یعنے تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اسکی عمارت کی اور گھوڑی اور
اسکے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے مین رجوع کیا **وبعدہ لم یفسخ الحکم** مطلقا لترجحہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت
مین رجوع کیوقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنے یا اعلی ہو کذا فی المنح بسبب راجح ہو جانے خبر اول کے قضا سے م اگر شارح توضیح کرتا ترجح
الخبر الاول من الشاہد بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجحہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہی اور وہ خلاف مقصود ہی حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدونکی خبر ثانی
مناقض ہی خبر اول کے تو حکم منقوض نہین ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہی اور حالانکہ خبر اول مرجح
اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحطاوی **بخلاف ظہور الشاہد عبدا او محدودا فی قذف** فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو
قصاصا ولا یضمن الشہود لما مر ان الحاکم اذا اخطا فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت مین باطل
ہو جاتی ہی اور مقضی لہ پھیر دے جو اس نے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہی اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے
کہ مذکور ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہی کذا فی شرح التکملہ م صورت مذکورہ مین خطاے حاکم یہ ہی کہ اس نے حال شہود کا تفحص
نہ کیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین یا محدود فی القذف **وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ** لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجاء الی القضاء اور شاہدین
راجعین تاوان دین مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوے تعدی کی
راہ سے ساتھ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہی حکم دینے مین م امام شافعی رح کے نزدیک شہود پر ضمان نہین جبکہ وہ
رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہی اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اسکا جواب یہ ہی کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب
ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہی اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہی کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہی جبکہ شہود کی
عدالت ظاہر ہوتا اینکہ اگر حکم نہ دے تو گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو **قبض المدعی المال اولا** بہ یفتی بحر و بزازیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتیین شاہدین ضمان
دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نہ کیا ہو اسی کا فتوی ہی کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصۃ وخزانۃ المفتیین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال
لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہی ضمان کو وقایہ اور کنز اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف
نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا فکالثانی واقرہ القہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہی یعنے غیر دین ہی تو اول قول کے مانند ہی یعنی قبض
اور عدم قبض دونون صورتون مین ضمان ہی اور اگر مال دین ہی تو قول ثانی کے مانند ہی یعنے بشرط قبض ضمان ہی اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہی قہستانی نے
م وجہ تفصیل مذکور یہ ہی کہ ضمان مقید بمماثلت ہی سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہی
اور دین مین ملک اسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نہ کرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن
من الشہود لا لمن رجع اور ضمان مین اسکا اعتبار ہی جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا م یہ قاعدہ کلیہ ہی ضمان کے حساب کا فان
رجع احدہما ضمن النصف اور اگر ایک شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے م اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین ہر شاہد کی شہادت سے
نصف حجت قائم ہی تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجع پر اسکا ضمان واجب ہی جسمین حجت باقی نرہی و نصف
ہی کذا فی الدرر **وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن** اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دے گا م اسواسطے کہ دو شاہد باقی
ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہی **وان رجع آخر ضمنا النصف** اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بھی پھر گیا تو دونون شاہدین راجعین نصف
مال کا ضمان دین م اس واسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنے ایک شاہد **وان رجعت امرأۃ**

Marfat.com

رجل وامرأتین ضمنت الربع اور ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتون سے تو وہ چوتھائی مال ضمان دے م اسواسطے کہ شہادت پر اُتنے
شخص باقی ہین جنسے تین چوتھائیان باقی ہین وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتون سے دونون عورتین شہادت سے پھر گئین تو
دونون نصف مال ضمان دین م اسواسطے کہ وہ شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوۃ من رجل وعشر نسوۃ لم یضمن
اور اگر آٹھ عورتین پھر گئین ایک مرد اور دس عورتون سے تو کوئی تاوان نہ دے م اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے
کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین ہین فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ لبقاء ثلثۃ ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتین
چوتھائی مال کا ضمان دین بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیون کے م اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی
الدرر تو نو عورتون کی رجوع سے تلف نہوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس سو اگر ایک مرد اور دس عورتین سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے
نزدیک تاوان ششمی حصون کے حساب سے ہے یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتون پر م امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتین بجائے ایک مرد کے ہین تو دس عورتین قائم مقام
پانچ مردون کے ہوئین تو ایسا ہوگا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر پھر گئے تو انپر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہن النصف
کما لو رجعن فقط اور صاحبینؒ نے کہا کہ دس عورتون پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسون عورتین پھر جائین تو انپر نصف تاوان ہے م صاحبینؒ کی یہ
دلیل ہے کہ عورتین اگرچہ بکثرت ہون مگر شہادت مین قائم مقام ایک مرد کے ہین ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہین اور ایک مرد کی
شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے ثابت ہوا کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بمہر المثل او الاقل اذ الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہین دیتا شاہد راجع نکاح مین جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ
عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے م شارح نے جو اقل مہر کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی
کیا نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ
دینگے خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمنا ہا لو ہی المدعیۃ وہو المنکر عزمی زادہ اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو
مہر مثل پر تو دونون شاہد بقدر زیادت تاوان دین زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ م صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے
نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدون پر
کچھ ضمان نہین اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمے سے یعنے مہر مسمے اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دین کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اسواسطے
کہ شاہدون نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقاً ضمان نہین خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت
مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتمد لتعذر المماثلۃ بین البضع
والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدون پر ضمان نہین بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان
شرمگاہ عورت کے اور مال کے م یہ ترکیب موہم ہے کہ مسئلہ اولی مین شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہان بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یون
لکھتا (ولو باقل فلا ضمان) تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہین تو تقوم سے ضمان
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال مین مماثلت نہین اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو
اسکے اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمنا لہا لاتلافہا
المہر بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونون شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونون شاہد ضمان دین گے

Marfat.com

بسبب تلف کر دینے مہر کے **وضمنا فی البیع والشراء ما نقص عن قیمتہ المبیع** لو الشہادۃ علی البائع او زاد لو الشہادۃ علی المشتری للاتلاف بلا عوض اور دونون شاہد ضمان دین بیع اور شراء مین اسقدر کا جو کم ہو گیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دین اسقدر کا جو زیادہ ہو گیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے م اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونون کی تعلیل ہی پہلی صورت یہ ہی کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس مرد سے بعوض ہزار درم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہی سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضمان دین کیونکہ انھون نے اسکے ہزار درم تلف کیے اور دوسری صورت ہی کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہ غلام ہزار درم کو لیا اور اُسپر ثمن ہی اور مشتری اسکا منکر ہی سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہی پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دین اسواسطے کہ اُنھون نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا فی الدرر **ولو شہدا بالبیع ونقد الثمن فلو فی شہادۃ واحدۃ ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن** عینی اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کی ساتھ ہی ایک ہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور اگر دو شہادت مین گواہی دی یعنے ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسرے بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دین کذا فی العینی م اسواسطے کہ پہلی صورت مین مقتضی بیع ہی نہ ثمن اور دوسری صورت مین ثمن بالاستقلال مقتضی ہی کذا فی الطحطاوی **ولو شہدا علی البائع بالبیع بالفین الی سنۃ وقیمتہ الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا وان شاء اخذ المشتری الی سنۃ وایا ما اختار** یہ ہی الی آخر وتمامہ فی خزانۃ المفتیین اور اگر شاہدون نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال درحالانکہ قیمت بیع کی یک ہزار ہی تو اگر بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنے ہزار کا اور اگر چاہے مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یکسال اور دونونمین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتیین مین ہی م صورت اسکی یہ ہی کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مین نے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال و قیمت اسکی ایک ہزار ہی سو شاہدون نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہی دونون سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنیکے وقت دو ہزار پھیر لین انکو ایکہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کر دین سو اگر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے سو اگر اُسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہی تو بائع سے وہ ہزار درم لے اور اُسکا کچھ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا تو جو دو ہزار اُسنے شاہدین کو دیے ہین انکو پھیرلے اور جو شاہدون نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھیر لین کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات در شرح الطحطاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب تر دیکھا **وفی الطلاق قبل وطی وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمی او المتعۃ ان لم یسم** اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف مال مسمی کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین اگر مہر مسمی نہو **ولو شہدا انہ طلقہا ثلثا وآخران انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المہر علی شہود الثلث لا غیر للحرمۃ الغلیظۃ** اور اگر شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اُسنے اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہی نہ اُنکے غیر پر بسبب حرمت غلیظہ کے م اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہیدگا کیونکہ وہ مفید نہین اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہی اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہی کذا فی المنح حلبی نے کہا قبل دخول دونون گواہیون کی قید ہی **ولو بعد وطی وخلوۃ فلا ضمان** اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان نہین م یہ مسئلہ قدوری و ہدایہ مین ہی اور تحفہ مین ہی کہ ضمان نہین مگر اتنا جو مہر مثل پر زیادہ ہی کذا فی الفتح **ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثۃ ارباع المہر** شہود الطلاق ربعہ اختیارا اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر چارون شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین رابع یعنی پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختیار **ولو شہد العتق فرجعا ضمنا القیمۃ**

Marfat.com

لمولاہ مطلقاً ولو مفسرین لانہ ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونون گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولی کو اسکی قیمت کا ضمان دین مطلقاً اگرچہ شاہدین مفلس ہون اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہی والولاء للمعتق لعدم تحویل العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ہدایہ اور ولا یعنی حق آزاد کرنیکا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہی بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدون کیطرف تو حق ولا انکی طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا ما نقصہ وہو ثلث قیمتہ اور تدبیر مین شاہدین ضمان دین اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کر دیا یعنی اسکی تہائی قیمت م یعنی شاہدون نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولی کو تہائی قیمت کا ضمان دین اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہی قن سے ولو مات المولی عتق من الثلث ولزمہما بقیۃ قیمتہ وتمامہ فی البحر اور اگر مولی مر گیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی م یعنے اگر مولی مر گیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہی تو وہ آزاد ہو جائیگا اور قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدون پر وارثون کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت مین شاہد ضمان دین اسکی پوری قیمت اور اگر مولی چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنے بدل کتابت کا تقاضا کرے م یعنے شاہدون نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا بمدت ایک سال اور قیمت غلام کی پانسو ہین اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدون نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دے سو اگر وہ تضمن شاہدین اختیار نہ کرے تو اسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نہ ہیگا گاہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولی اتباع مکاتب اختیار کرے تو شاہدون سے ضمان نہ لیگا گاہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط مختصراً ولا یعتق حتی یودی ما علیہ الیہما وتصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد نہوگا یہانتک کہ شاہدون کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہی اور شاہدین خیرات کرین زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدون نے مکاتب سے لیا ہی اکثر ہو اس قیمت سے جسکا وہ ضمان دے چکے ہین مولی کو تو زائد کو خیرات کرین چنانچہ صورت مذکورہ مین پانسو انکو حلال طیب ہین اور پانسو کو خیرات کرین یہ مذہب ہی طرفین کا والولاء لمولاہ ولو عجز عاد لمولاہ ورد قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتب کی اسکے مولی کے واسطے ہی اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادائے کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدونکے تو پھر آویگا اپنے مولی کیطرف اور مولی جو اسکی قیمت شاہدون سے لے چکا ہی وہ شاہدونکو پھیر دے وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم قنۃ وام ولد لو جاز بیعہا یضمنان ما بینہما اور استیلاد مین شاہدین ضمان دین ام ولد کی نقصان قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دین شاہد اسقدر کا جو دونون قیمتون کے مابین مین ہی م صورت استیلاد یہ ہی کہ شاہدون نے گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہی اور مولی منکر ہی سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہو اور مولی زندہ ہو تو نقصان قیمت ضمان دین کذا فی الطحطاوی عن العینی وہکذا فی العالمگیریۃ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلاً خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہی اور ام ولد کی درصورت جواز بیع دو سو قیمت ہی تو شاہدون پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا بقیۃ قیمتہا امۃ للورثۃ وتمامہ فی العینی اور اگر مولی مر گیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد وارثون کو ضمان دین اسکی باقی قیمت کا یعنے خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی مین ہی وفی القصاص الدیۃ فی مال الشاہدین وورثاہ اور قصاص مین دیت ہی شاہدین کے مال مین اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہونگے م یعنی شاہدین نے گواہی دی کہ مثلاً خالد نے محمود کو عمداً قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا ہو سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدون پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی کہ شاہدون کے مال سے تین سال مین دیت لیجائیگی اور شاہدون پر کفارہ نہین اور میراث سے وہ محروم نہین یعنی اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہون تو دونون اسکے وارث ہونگے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا لعدم المباشرۃ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدون نے اپنے ہاتھ سے اسکو قتل نہین کیا جو قصاص انپر آتا ولو شہدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کر دینے کی گواہی دی تو انپر ضمان

Marfat.com

نہوگا اسواسطے کہ قصاص مال نہین جو اُنپر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار **وضمن شہود الفرع برجوعہم** لاضافۃ التلف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسبب
انکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے انکی طرف م اسواسطے کہ مجلس قاضی مین شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انھین کی شہادت
پر مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی **لا شہود الاصل بقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدناہم وغلطنا** نہ ضمان دین شہود اصل اس قول سے بعد قضا
کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہین کیا یا اس قول سے کہ ہمنے انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کیا م بعد قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار
اشہاد اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ انھون نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافہم ولا الفروع
لعدم رجوعہم اور اسیطرح اگر اصول کہین کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو اُنپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کی جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع
فروع **ولا اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا** فلا ضمان اور اعتبار نہین فروع کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انھون نے
غلط کہا تو فروع پر ضمان نہین اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہین ٹوٹتا انکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہین پھرے بلکہ انھون نے غیر پر رجوع
کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی **ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط** اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھرے تو فقط فروع ضمان دینگے م یہ قول ہے شیخین کا اسواسطے
کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا مین قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد رح کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے
فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انھین کی شہادت معائنہ کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اس
واسطے کہ فروع نائب ہین اصول کے نقل شہادت مین انکے امر سے کذا فی الدرر **وضمن المزکون ولو الدیۃ للرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدا** خلافا
لہما اور ضمان دین مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود انکی دانست کے شہود غلام ہین بخلاف
صاحبین کے م امام رح کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہے شاہد کے طرف اور شہادت حجت نہین ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم
کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیون نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اُس سے ضمان لازم نہین آتا کذا فی الدرر ضمان
دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیون نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا محبوس ہین اور مزکیون نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیون
پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کرین اور یہ زعم کرین کہ وہ آزاد ہین تو اُنپر ضمان نہین اور نہ شہود پر کذا فی الطحطاوی **اما مع الخطاء فلا** اجماعا بحر اور خطا کے ساتھ
تو مزکیون پر ضمان نہین باتفاق امام اور صاحبین کے م خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ مین نے خطا کی تزکیہ شہود مین کذا فی الطحطاوی **وضمن شہود التعلیق قیمۃ القن**
ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دین شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج م صورت اسکی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولی نے
اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہین
ہوئی پھر اور دو شاہدون نے وجود شرط یعنے دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ
شہود یمین شہود علت حکم ہین اسواسطے کہ تلف حاصل نہین ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدون نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے
کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کیطرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء
منافع نکاح کذا فی الطحطاوی **لا شہود الاحصان** لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ
کہ وہ علت ہے م صورت اسکی یہ ہے کہ چار گواہون نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہون نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ
زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہین بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی
الطحطاوی **والشرط** اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اسکا بیان شہود تعیین مین ہو چکا **ولو وجدہم علی الصحیح** عینی اگرچہ فقط شہود

Marfat.com

شرط شہادت سے پھر جائین بلا رجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح اپر ضمان نہین کذا فی العینی م شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہی کہ شہود شرط کسی حال مین ضمان مدین چنانچہ زیادات مین منصوص ہی کذا فی فتح القدیر قال وضمن شاہد الایقاع علی التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دے شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہی اور تفویض سبب م بحر الرائق مین ہی شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا تو طلاق دی گئی اپنی ذات کو اور دو اور گواہون نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ باجرا قبل دخول تھا پھر سب شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہی اب شرط اور علت اور سبب اور علامت مین فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہی جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم مین مؤثر ہو نہ اسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہی جو حکم مین مؤثر ہو اور سبب وہ ہی جو حکم کیطرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہی جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالۃ

یہ کتاب ہی وکالت کے احکام مین م وکالت بفتح وکسر واو لغت مین اسم ہی توکیل سے اور توکیل یہ کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اسپر اعتماد کرکے اپنی سائش یا عاجزی کی وجہ سے اور وکیل وہ شخص ہی جو قائم بامر تفویض الیہ ہو تو وہ فعیل ہی بمعنی مفعول یعنی جسکی طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر البحر الرائق مین ہی کہ وکیل بمعنی فاعل بھی آتا ہی جبکہ بمعنی حافظ ہو چنانچہ اس آیت مین (حسبنا اللہ ونعم الوکیل) طحطاوی نے کہا اور یہ بھی صحیح ہی کہ آیت مین وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو مناسبت ان کلا من الشاہد والوکیل سعی فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالت کی کتاب الشہادت سے یہ مراد ہی کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہی اپنے غیر کی تحصیل مراد مین یعنی شاہد سعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد مین ساعی ہی **التوکیل صحیح بالکتاب** والسنۃ قال اللہ تعالی (فابعثوا احدکم بورقکم ہذہ) غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہی قرآن اور حدیث سے حقانی نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت مین سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درہم لیکر م وجہ استدلال یہ ہی کہ یہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہین جبکہ انکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی المنح ووکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید مین م ابوداؤد نے اس سند سے روایت کی جسمین ایک راوی مجہول ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ اپ کے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری قربانی خریدی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور انکی تجارت کے واسطے برکت کی دعا کی اور سائندا اسکے ترمذی مین ہی بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہی کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع اور اتفاق ہی وہو خاص وعام کانت وکیلی فی کل شئی عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث رح بغیر طلاق وعتاق ووقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یملی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر وزواہر الجواہر وسیجئی ان بہ یفتی واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفۃ رح خلافا لمحمد رح اور توکیل خاص ہے اور عام ہی چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہی ہر چیز مین یہ توکیل عام اور شامل ہی سب تصرفات کو یہان تک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہی اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہی اشباہ مین اور قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہی تو عتق اور تبرعات مین وکیل تصرف نہ کرسکے گا اور یہی مذہب قوی ہی چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر مین ہی اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہی اور اسی پر ملتقط نے اعتماد کیا ہی سو کہا کہ ہبات اور عتاق مین تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بخلاف محمد رح توکیل عام کی یہ بھی مثال ہی کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہی اور تیرا امر جائز ہی ہر چیز مین اور توکیل خاص کی مثال یہ ہی کہ تو میرا وکیل ہی اس گھر کی خرید مین مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور شرنبلالیہ مین ہی کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو

Marfat.com

تو وکالت باطل ہی م یہ قول کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجاے اپنی ذات کے توکیل عام نہین ہی تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو جیسے تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اُسکے مختلف ہین تو وکالت باطل ہی کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہی غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسائش یا عاجزی کی جہت سے اس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہی م جائز کی قید سے یہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر متخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کیے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہی اس مین تصرف معلوم نہین اُسکا جواب یہ ہی کہ توکیل عام فی الجملہ معلوم ہی تو اگر اصلا معلوم نہو جیسا کہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہی کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنی ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہی م تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہی کہ اگر تصرف معلوم ہو تو ادنی تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہی امام محبوبی رح نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہی ہر شئی مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہی درر مین ہی کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت بمعنی حفظ کے ہی ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء لعارض النہی ابن کمال رح توکیل غیر کو قائم کرنا ہی اپنے مقام پر اُس شخص کیجانب سے جو تصرف کا مالک ہی نظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیاء مین بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال رح م اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہی کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہ قول مبنی ہی اس پر کہ اصل اشیا مین اباحت ہی م ملک تصرف موکل اس واسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار کخو طلاق وعتاق وہبہ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین م توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کے مالک نہین اور معلوم ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہی وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اُسکے ولی کے اُس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہی چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان باذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما یوہر غیلہ وصح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا اُس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہی چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور مین اور اگر اسکو اسکے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اُسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہی وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا حذا فالہما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہی اور اگر حالت ارتداد مین مر گیا یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف صاحبین رح کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائہما کما مر فی البیع الفاسد ومحرم حلالا ببیع صید وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمناہ فتنبہ اور صحیح ہی وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اُنکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد مین اور صحیح ہی وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہی بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی تعریف مین سوا آگاہ ہو جاتم ذکر شرط الوکیل فقال ان کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا بوجھتا ہو م یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہی کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہی اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہی اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہر اصغیر عاقل مین بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی لو صبیا او عبدا مجورا اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو م

Marfat.com

مجنون صبی اور عبد دونون کی صفت ہی تو معلوم ہوا کہ وکیل مین تعقل شرط ہی بلوغ اور حریت شرط نہین لایخفی ان الکلام الآن فی صحۃ الوکالۃ لافی صحۃ بیع الوکیل فلذا لم یقل ویقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ اب اس باب مین صحت وکالت مین گفتگو ہی نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسیواسطے مصنف نے یون نہ کہا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز ودرر عدم ذکر مع ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہا مین وکیل کی شرط مین یون مذکور ہی (یعقل العقد ویقصدہ) یعنی وکیل مین شرط یہ ہی کہ عقد کا تعقل کرے اور اُسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کیطرف سے واقع نہوگی شارح نے کہا درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن یہان گفتگو صحت وکالت مین ہی نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنیکی کچھ حاجت نہین تم ذکر ضابط الموکل فیہ فقال بکل مایباشرہ الموکل بنفسہ لنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنی صحیح ہی وکیل کرنا ہر ایک اُس چیز مین جسکو موکل بذات خود کرتا ہی اپنی ذات کیواسطے مع نفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہوجاے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین دوسرے کو وکیل کرنا اس کام مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہی نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہی بذات خود اپنے واسطے اور استقراض کے توکیل کا نہین ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ درصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہی اسواسطے کہ خانیہ مین مصرح ہی کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے استقراض کو موکل کیطرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کیواسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کیواسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوئی خصومت کو مصنف کا یہ قول بکل مایباشرہ میتر ہی کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل مالعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقدا اور غیر عقد یعنی خصومت غیر کو شامل ہی خصومت لغت مین بمعنی جدل ہی اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہی یعنی مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب مین اقبال کیا یا انکار یہ حقیقت شرعی ہی خصومت کی اور جوہرہ مین ہی کہ خصومت عبارت ہی دعوی صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومتہ فی حقوق العباد برضی الخصم تو اسی اسطے مصنف نے کہا صحیح ہی وکیل کرنا اُس خصومت مین جو حقوق العباد مین ہی مخاصم کی رضامندی سے وجوزا بلا رضاہ وبہ قالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کرام امام رح اور صاحبینؒ کا خلاف لزوم توکیل مین ہی نہ جواز مین یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضاے مخاصم جائز ہی لیکن بدون اُسکے راضی ہونے کے لازم نہین بخلاف صاحبینؒ مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ خصومت مین وکیل کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا ہی تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام رح کی دلیل یہ ہی کہ جواب مستحق ہی مخاصم پر اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت ہوتی ہی تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اُسکی رضا پر موقوف ہی کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث رح وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبینؒ کے قول پر فتیہ ابو اللیث کا فتوی ہی اور پسند کیا ہی اُسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہی اسکو نہایہ مین اور فتوی کے واسطے یہ ہی کہ اسکو حاکم کی راے پر تفویض کرنا چاہیے کذا فی الدرر درر مین ہی کہ اگر قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہی تو توکیل قبول نکرے بدون رضاے خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہی چنانچہ کافی مین ہی انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانے کے قاضیون کے اختیار دینے مین تو فساد ہی انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل مرضیا لایمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضاے مخاصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین اپنے قدمون سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ہم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل غایب بقدر مدت سفر ہو یعنی اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضاے خصم لازم ہی ہم یہ اُس صورت مین ہی جبکہ مخاصم انتفاع نکرے وہذا محیط مین ہی کہ اگر موکل مریض یا مسافر ہو تو توکیل دونون سے لازم نہین بدون رضاے خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہی تو صبر کرتا ارتفاع عذر اور اگر صبر نہین کرتا تو توکیل سے راضی ہو پھر جبکہ وہ راضی ہو جاے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ مین انتہی مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کمتر غیبت ہو تو

Marfat.com

بمنزلہ حضور کے ہی کذا فی الطحطاوی **او مریدا لہ ویکفی قولہ** انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہی اور کفایت کرتا ہی موکل کا اتنا کہنا
کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون کذا ذکرہ ابن کمال م یہ اُس صورت پر محمول ہی جبکہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق مین ہی کہ ارادہ سفر امر باطنی ہی تو اُسپر
دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہی یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اُسکا مقبول نہین کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون لیکن قاضی اُسکے حال کو ملاحظہ کرے اور
اُسکے سامان مین اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہین رہتا کذا فی الطحطاوی **ومخدرۃ لم تخالط الرجال** کما مر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردون سے مخالطت
نہین رکھتی ہی چنانچہ باب الشہادۃ مین مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہی م پردہ نشینی عذر ہی متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان اسواسطے اگر
پردہ نشین کچہری مین حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکے گی حیا کے سبب سے تو اسکو توکیل لازم ہی اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی **او حائضا او نفساء**
والحاکم بالمسجد اذا لم یرض الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد مین ہو تو توکیل لازم ہی جبکہ مخاصم تاخیر جواب سے راضی نہو کذا فی البحر م اور
اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض یا نفاس کا عذر نہوگا لزوم توکیل مین کذا فی البحر ایضاً **او محبوسا من غیر حاکم بہذہ الخصومۃ فلو منہ فلیس بعذر** بزازیہ بحثا یا موکل محبوس ہو اس حاکم
کی جانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہین تو اگر حبس اس حاکم کیطرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع ہی تو حبس عذر نہین کذا فی البزازیہ بحثا م اسواسطے عذر
نہین کہ محبوس اُس حاکم کے اختیار مین ہی اُسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے
راضی نہو پھر اسکو قید کرے کذا فی البحر **او لا یحسن الدعوی** خانیہ یا موکل دعوی خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہی کذا فی الخانیہ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہی بیان خصومت سے
بذات خود تو وکالت اُسکی کرے اگرچہ خصم راضی نہو **لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا خاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء** بحر لزوم توکیل مین عذر نہین اگر موکل مرد شریف
مخاصم ہو کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہی کذا فی البحر **ولہ الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ** قنیہ اور مخاصم کو جائز ہی پلٹ جانا وکالت کی
رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہین سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ م رجوع جائز ہی اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیہ مین ایک دن کی
قید اتفاقی ہی کذا فی البحر **ولو اختلفا فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا فیرسل امینہ لیحلفہا مع شاہدین** بحر واقرہ المصنف اور اگر
متخاصمین اختلاف کرین عورت کے پردہ نشین ہونیمین تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیون مین سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہی ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو
ثیبہ ہو تو قاضی اپنا امین دو شاہدون کے ساتھ اُسکے پاس بھیجے تاکہ اُس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین م امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے
جاوین تاکہ امین کو اطلاع کرین کہ ہان یہ وہی عورت ہی دوسری عورت نہین طحطاوی نے کہا اور دو اور شاہد گواہی دین اُسکے حلف [illegible] نکول پر **وان من الاوساط فالقول لہا لو بکرا**
وان ہی من الاسافل فی الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگون کی بیٹیون سے ہی تو عورت کا قول معتبر ہی اگر وہ باکرہ ہی اور اگر عورت کمینون اور ارذال
مین سے ہی تو اُسکا قول پردہ نشینی مین معتبر نہین دونون صورتون مین خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر عمل کرنیسے کذا فی البزازیہ م عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہی یعنی ظاہر حال یہ ہی کہ
اشراف کی بیٹیان مطلقاً پردہ نشین ہوتی ہین اور اوساط کی بیٹیان درصورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہین اور کمینون مین مطلقاً پردہ نہین طحطاوی نے کہا ظاہر اشراف
سے عرفی اشراف مراد ہین تو اغنیاے دنیاوی اسمین داخل ہین کہ انکی بیٹیان نہین نکلتی ہین اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہون **وصح بایفائہا وکذا**
باستیفائہا الا فی حد وقود بغیبۃ موکلہ من المجلس ملتقی اور صحیح ہی وکیل کرنا حقون کے دینے مین اور اسیطرح حقون کے لینے مین مگر حد اور قصاص کے دینے
لینے مین وکالت صحیح نہین درصورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی م ایفا سے مراد یہان دینا اُن حقون کا ہی جو موکل پر واجب الادا
ہین اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق موکل کا مراد ہی اور حد اور قصاص مین ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہین کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہی سو
وہ موکل ہی نہ اُسکا وکیل اور استیفاے حد اور قصاص موکل کی غیبت مین اسواسطے صحیح نہین کہ حدود ٹل جاتے ہین شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل
کی غیبت مین موجود ہی یعنی اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی **وحقوق عبد لا بد من اضافتہ** ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ وصلح عن اقرار یتعلق بہ

Marfat.com

مادام حیا ولو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کیطرف ضرور ہی چنانچہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اُسکے حقوق وکیل سے متعلق ہین جبتک وہ زندہ ہی اگرچہ وہ غائب ہو کذا صرح ابن ملک م اضافت الی الوکیل سے اسناد فی الصیغہ مراد ہی چنانچہ وکیل کا یون کہنا کہ مین نے اس گھر کو بیچا یا موکل کا فلانا گھر مین نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نرہیگا فضولی ہو جائیگا محیط مین ہی کہ اگر وکیل مر گیا امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کیطرف اور اگر وصی نہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول معقول ہی اور بعضون نے کہا کہ بعد موت وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہو گی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہی کذا فی الطحطاوی وان لم یکن محجورا بشرطیکہ وکیل محجور یعنے ممنوع التصرف نہو م یہ احتراز ہی صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہی لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کیطرف راجع ہونگے کذا فی الدرر

کتسلیم مبیع وقبضہ وقبض ثمن ورجوع بہ عند استحقاقہ وخصومتہ فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ وغیبتہ لان العاقد حقیقۃ وحکما حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع مین بدون فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اسکے غائب ہونے کے یعنے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہین اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہی حقیقۃ وحکما م عقد قائم ہوتا ہی کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہی وکیل سے تو وہی حقیقت مین عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کیطرف راجع ہوتے ہین تو وہی حکما عاقد ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علی آخذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ مین ہی کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہی نہ عاقد پر اصح الاقاویل مین ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فاحفظ فقولہ لابد فیہ ما فیہ ولذا قال ابن الکمال رح یکتفی بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کیطرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک رح سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف رح کے اس قول مین کہ نسبت عقد کی وکیل کیطرف ضرور ہی وہ خلل ہی جو اسمین ہی اور اسیواسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو بوجھ لے م خلاصہ اعتراض شارح یہ ہی کہ وکالت مین نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کیطرف ضرور نہین چنانچہ ابن ملک رح کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہی طحطاوی نے کہا بزازیہ اور خلاصہ مین ابن ملک کے مخالف ہی یعنے خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہ غلام مین نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کو لازم نہین اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اُسکی طرف راجع نہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہ ہی کہ وکیل وکیل نرہا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نرہیگا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کرے اور اگر موکل کی نسبت کریگا تو اسمین اختلاف مذکور ہی اور منح الغفار مین ہی کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کیطرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہی کہ اپنے بھیجنے والے کیطرف عقد کو نسبت کرے انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد تھا **وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق** ای بالوکیل لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہی کذا فی الجوہرہ **والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح** اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہی سرے سے قول اصح مین م یہ قول ابو طاہر کا ہی اور کرخی کا یہ قول ہی کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہی پھر موکل کیطرف منتقل ہوتی ہی **فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاح زوجتہ بہ** تو آزاد نہوگا قرابت دار وکیل کا اسکے خرید کرنیسے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خرید کرنے سے م یعنی اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسی کی لونڈی تھی اور اُسنے زوجہ کو موکل کیواسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہی سو ملک یہان ابتدا سے موکل کی ثابت ہی نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاہر ہے اور کرخی رح کے قول پر بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہی نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل

Marfat.com

قبض تو اعتاق نافذ ہی اسواسطے کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق مین کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ احکام مذکورہ مین دونون کا اتفاق ہی ولکن ہما تابان **علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ وزوجتہ** لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر ولیکن دونون یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر موکل کے وکیل نے موکل کے قرابت دار اور اسکی زوجہ کو خریدیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہی م یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہی نہ ابو طاہر کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہوچکا **وفی کل عقد لابد من اضافتہ الی موکلہ** یعنے لایستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد مین کہ نسبت کرنا اُسکا وکیل کے موکل کیطرف ضرور ہی یعنے موکل کی طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہین تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال م عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے کہ باعتبار وکالت صحیح نہین نہ باعتبار اصالت یعنے اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہوجائیگا تو اب تفریع آیندہ سے منافات باقی نرہی یعنے قولہ (حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح) **کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وہبۃ وتصدق واعارۃ وایداع ورہن واقراض** وشرکۃ ومضاربۃ عینی **بتعلق موکلہ لا بہ** لکونہ فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہی چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہین نہ وکیل سے بسبب ہونے وکیل کے عقود مذکورہ مین محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہوگیا **فلا مطالبۃ حلیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ** تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا م یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوے تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کیطرف سے ہی تو اس سے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کیطرف سے ہی تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین **وللمشتری لا باعن دفع الثمن للموکل** اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہی موکل کو ثمن دینے سے م چونکہ بیع مین حقوق عقد وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خریدی اور موکل اُس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ مین تجھکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہی طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل ہو موکل کو قبض ثمن کا وکیل کردے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہین **وان دفع لہ صح ولو مع نہی لوکیل استحسانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیا** لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہی اگرچہ دیا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے بواسطے عدم فائدہ کے م وجہ استحسان یہ ہی کہ ثمن بقبوض موکل کا حق ہی سو اسکو پہونچ گیا اور اسمین کچھ فائدہ نہین کہ اس سے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی **نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ ولیضمنہ لموکلہ** ہان واقع ہوتا ہی باہم مجرا کرلینا ثمن کا وکیل کے دین سے اگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو م یعنی اگر فقط وکیل بیع مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا دونون برابر سرابر ہوگئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کرسکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون مین موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرہ بخلاف وکیل یتیم وصرف عینی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی م یہ متعلق ہی ماتن کے اس قول سے **وان دفع لہ صح** یعنی اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہی مگر ان دو صورتون مین موکل کو دینا صحیح نہین عینی مین بجاے وکیل یتیم وصی یتیم ہی صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اسکو واجب ہی کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین اختیار نہین تو اسکا دینا تضییع ہی اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف بالکل باطل ہوگیا بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی **ومثلہ ای مثل لوکیل عبد ماذون لادین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض دیونہ ولو قبض استحسانا مالم یکن علیہ دین**

للغرماء ہزازیۃ اور مثل اُسکے یعنے وکیل کے مانند وہ عبد ماذون فی التجارۃ ہی جس پر دین نہین اپنے مولے کے ساتھ تو مولی مالک دین عبد کے قبض کرنے کا نہین اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جبتک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین مین اسکے دائنون کا حق ہی کذا فی البزازیہ پھر اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اسکے دیون پر قبض مولی کا صحیح نہین کیونکہ اسمین ماذون کے دائنون کا حق ہی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح رح کا **توکیل بالاستقراض** باطل لانہ رسالۃ درر قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہی نہ رسالت کذا فی درر رم درر مین ہی توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہی کہ ملک غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جائز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اُسمین تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول سفیر محض ہی اور مذکور ہوچکا کہ توکیل بالاقراض یعنی قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ اُسمین تفویض تصرف ہی انہی ملک مین انتہی مختصر الطحطاوی مین خانیہ سے مذکور ہی کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے یون کہے کہ مجھکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ آمر کے واسطے تو اُسکو جائز ہی کہ درم آمر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلانا شخص تجھسے دس درم قرض مانگتا ہی سو اُسنے قرض دینا قبول کیا تو دس درم آمر کے ہونگے لیکن مامور اس صورت مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہی وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہی **والتوکیل بقبض القرض صح فقنیۃ** اور وکیل کرنا قرض کے قبض مین صحیح ہی سو آگاہ رہنا مہم صورت اُسکی یہ ہی کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اُسکے قبض کرنے کا کسی کو وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہی بیع اور شرا کی وکالت مین الاصل انہا ان عمت او علمت او جہلت جہالۃ یسیرۃ وہی جہالۃ النوع الخفض لفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہی کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ ہو اور جہالت یسیر دنوع خالص کی جہالت ہی چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہی **مہم** وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھکو بہتر معلوم ہو کیونکہ اُسنے تفویض امر اسکی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہو جائیگا یا معلوم اور متعین ہو اسطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کردی ہو موکل نے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہو تو اسمین کسی چیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہو تو اسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہی چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہی تا جسکے واسطے وکیل ہوا ہی وہ معلوم ہو جائے تا امتثال امر ممکن ہو انتہی نوع خالص کی قید اسواسطے دی تا اس نوع سے احتراز ہو جو متردد بین الجنس والنوع ہی چنانچہ عبد اور دابہ کہ اسمین تفصیل ہی وان فاحشۃ وہی جہالۃ الجنس کذا فی البطلیوسی اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہی چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہی **مہم** دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کا اسم ہی جو زمین پر چلے اور عرف مین گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہین تو اس مین چند اجناس مجتمع ہوگئین اور اسی طرح کپڑا البوس کو شامل ہی اطلس اور کمخواب سے تا گزی اور کاڑھا ان اسواسطے کہ عبد فان بین الثمن او الصفۃ کثر کی صحت والا لا اور اگر جہالت متوسطہ ہو بین جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سو اگر موکل اُسکا ثمن بیان کردے یا اسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہی اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہی **مہم** اگر دو شے حقیقتاً و مقاصد مین متحد ہون تو دونون ایک جنس مین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہین پھر اگر جہالت جنس بکثرت ہو اس طرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جس کے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہی مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت بنی آدم مین دو جنس ہین پھر اسواسطہ اختلاف مقاصد پھر ہر ایک تو نظمی اور غلام سے گاہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہی چنانچہ ترکی غلام مین اور گاہے خدمت مقصود ہوتی ہی چنانچہ ہندی غلام مین اور اسیطرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ **وکلہ لشبراء ثوب ہروی او فرس او بغل صح** باتحملہ حال الآمر زیلعی فراجعہ **وان لم یسم** ثمنا لانہ من القسم الاول وکیل کیا اسکو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہی بقدر احتمال حال آمر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہی اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نہ کیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہی یعنے جہالت یسیر کہ عبارت ہی نوع خالص کی جہالت سے مم اتقانی نے کہا کہ جہالت نوع کی عفو ہے اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہی تو مانع امتثال امر کی نہین ہی لیکن وکالت منصرف ہوگی اُسکی طرف جو موکل کے حال کے لایق ہو انتہی زیلعی نے کہا

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

Marfat.com

حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل قادر ہوگا مقصود موکل کی تحصیل پر اس طرح کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنے اسکے مقدور اور حوصلے کے
موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی و بشراء دار او عبد جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا او لا بحر او نوعا کحبشی زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا وکیل کیا گھر
یا غلام کی خرید کا تو جائز ہی اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ
غلام حبشی بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہون یا جو م یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہی کہ ثمن یا نوع کے بیان سے وکالت
صحیح ہو جاتی ہی صاحب ہدایہ نے دار یعنے گھر کو جہالت فاحشہ مین شمار کیا ہی اسواسطے کہ گھر مین اختلاف فاحش ہوتا ہی باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیون
اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہی اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خان کا تابع ہی اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہی
جہان گھرون مین اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہی منح الغفار مین ہی کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے
ہی چنانچہ بزازیہ مین ہی کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کر تو صحیح نہین جبتک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی
والا یسم ذلک لا یصح والحق بجہالۃ الجنس وہی ما لو وکلہ بشراء ثوب او دابۃ لا یصح وان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نکرے یعنی ثمن
یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہوگی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہی کہ وکیل کرے کپڑے جانور کی خرید کا تو صحیح نہین اگرچہ موکل نے
اسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے م یہ قسم ثانی ہی اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہی کہ جسکی خرید کیواسطے وکالت ہوئی اگر اسکی جنس اور نوع
اور صفت بیان کر دے تو قطعاً وکالت صحیح ہی اور اگر سب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہی تو وکالت صحیح نہین بسبب
کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہی اور نہین تو صحیح نہین اور
اسیطرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحطاوی عن الحموی و بشراء طعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل
من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا
اور اسکی مقدار بیان کر دی یا اسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنے صاحب بزازیہ کے عرف مین اس طعام پر جو مہیا ہی کھانے
کے واسطے ہر ایک اس مطعوم سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہی جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتوی ہی کذا فی
العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم مین عرف اور رواج معتبر ہی م اور کوفہ کے عرف مین طعام عبارت ہی گیہون اور اسکے آٹے سے اور مصر کے عرف
مین طعام کہتے ہین پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہی اگرچہ قیاس یہ ہی کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ
طعام ہر مطعوم پر واقع ہی تو اسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہی وفی الوصیۃ لای الشخص بطعام یدخل کل مطعوم ولو دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیہ اور کسی شخص
کے واسطے طعام کی وصیت مین داخل ہی ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمین شیرینی ہی چنانچہ سکنجبین کذا فی البزازیہ م بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین مین
ذکر کیا ہی نہ وصیت مین اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہی کذا فی الطحطاوی وللوکیل الرد بالعیب
ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب و
کذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہی پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک کہ مبیع اسکے ہاتھ مین ہی بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل
سے اور اسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہی بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اسکے موکل کو وہ درست ہی یعنے بسبب
عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہی م یعنے وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع مین عیب نکلا تو مبیع اسکو پھیر دی جائیگی جب تک
وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہی اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پھیری جائے گی اور موکل اجنبی ہی خصومت بالعیب مین کذا فی

Marfat.com

کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیۃ وہذا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنے رد بالعیب اُسوقت ہی جبکہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کردی اور اگر اُسنے مبیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اُسکو پھیر دینا ممتنع ہی مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بائع فاسد انہ الفسخ مطلقا لحق الشرع قنیہ بخلاف اُس وکیل کے جسنے کوئی شئے بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہی مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیۃ م مطلقًا یعنے اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اُسکو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھیرلے بدون اُسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ اولا وبہ اولی لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز ہی روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولی جس جائز ہی اسواسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہی مطالبۂ ثمن مین ولو اشتراہ الوکیل ینبغی ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وہی حیلۃ خلاصۃ اور اگر وکیل نے اُسکو بہ ثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہی اور یہی حیلہ ہی کذا فی الخلاصۃ م یعنے تعجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہی کہ وکیل بثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی ولو وہبہ کل الثمن یرجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن بھرے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن بھرے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہی اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ہلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ہلک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یدہ لیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہو گئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہو گئی اور ثمن ساقط نہو گا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہی م اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ مین تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر موکل نے دیا سو ہلاک ہو گیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ہلک بعد حبسہ فہو کمبیع فیہلک بالثمن وعند الثانی کرہن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اُسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہی تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہو گی یعنے اُسکا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہی م مبیع کے مانند ہی یعنے اُس مبیع کے مانند ہی جو بائع کے پاس ہلاک ہو گئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کر لیگا استیفاء ثمن کے واسطے تو اُسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہو گا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہو گا اب وکیل موکل سے نہین لے سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہو گا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے بھر لیگا کذا فی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے م عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہین حموی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہی اصل عقد مین اور حقوق عقد مین وہ اصیل ہی تو اب کچھ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہی اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہو گا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہی یعنے چونکہ عاقد وکیل ہی اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہو گا قبل قبض تو عقد باطل ہو گا اسواسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہی والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہی نہ قبول سلم اسواسطے کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال م اسلام کی یہ صورت ہی کہ رب السلم (صاحب مال ۱۲) کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم (صاحب حبش ۱۲) کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کیسکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ بل مفارقۃ المرسل لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی معتبر نہین بلکہ اُسکے بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہی اسواسطے کہ پیام رسانی

Marfat.com

عقد مین ہی نہ قبض مین واستفید صحۃ التوکیل بہما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنے مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اُسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع بعشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ قلنا انہ مامور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اُسکا خرید کیا یعنے بیس رطل ایک درم سے اُس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہی تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبینؒ اور ائمہ ثلثہ کے یعنے اُنکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہی اسواسطے کہ وکیل نے اُسکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہی ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اُس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ہم خلاصہ جواب یہ ہی کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہی نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو شری مالا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا بتغیر موزون اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اسکے برابر نہین یعنے مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہی اُسکو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے جیسے غیر موزون کی بیع م غیر موزون کی یہ صورت ہی کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اُس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہی تو یہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہی اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہو سکتا مگر اُنکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہی تو ثمن اُسکے اجزا پر منقسم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وکلہ بشراء شی بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح بنیہ والفرق فی الوانی غیر الموکل لا اشتریہ لنفسہ ولا الموکل آخر بالاولے عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر اسکو وکیل کیا اُس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہی تو وکیل اُس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولی خرید کرے موکل کی غیبت مین جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہی بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کریگا تو صحیح ہوگا کذا فی العینی م یہ تفریع ہی حیث لم یکن مخالفا پر وان بشراء شی بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمال الموکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جبکہ موکل کے واسطے اُسکی نیت کریگا خرید کرنے کے وقت یا اُسکو موکل کے مال سے خرید کریگا ولو کاذبا فی الثانیۃ حکم بانعقادہا اور اگر بابین وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہی اور نہین تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونون مین اتفاق ہو اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اُس مین دو روایتین ہین م تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق مین اس طرح ہے کہ

Marfat.com

اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کیطرف کی تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اُسی کی ہوگی اور اگر نیت مین اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونون کا اتفاق ہوا تو محمدؒ کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک نقد پر حکم ہوگا انتہی جب یہ معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو (الا اذا نواہ للموکل) واجب ہی کہ اُس صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نہ کرے خواہ اُسکو موکل کے مال کیطرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے آور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہ ہی کہ موکل کے مال کی طرف اُسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین مصرح ہی خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادائے ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت مین کاذب اور توافق اُسوقت کا مراد ہی جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہوا اور دونون سے صاحبینؒ کا قول مراد ہی کذا فی البحر لی عم انہ اشتری عبد الموکلہ فہلک وقال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وہو حی قائم فالقول للمامور اجماعًا مطلقا نقد الثمن او لا لاخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اُسنے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہوگیا اور اُسکے موکل نے کہا بلکہ تونے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہے مطلقًا خواہ اُسنے ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اُسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہی ہم استیناف عقد یعنے سرنو عقد خرید جدید کر سکتا ہی یعنی اگرچہ وکیل نے اُسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اُسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہی اس طرح پر کہ کہے کہ مین نے اُسکو موکل کے واسطے خرید کیا اسواسطے کہ بنئے معین کی خرید مین وکیل کو اختیار نہین کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت ہی اور حالانکہ ثمن نقد ہی تو اسی طرح حکم ہی یعنے مامور کا قول معتبر ہی والا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ ینکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہی اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہی وان العبد غیر معین وہو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقود والا نہ امین اور اگر غلام غیر معین ہی خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہی یعنے مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہی اسواسطے کہ مامور امین ہی والا فلا لاتہمتہ خلافا لہما اور اگر ثمن نقد نہو تو آمر کا قول معتبر ہی بسبب تہمت کے بخلاف صاحبینؒ کے وجہ تہمت یہ ہی کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمین نقصان دیکھا تو آمر پر ڈالا قال یعنی ہذا العمر وفباعہ ثم انکر الآمر ای انکر المشتری ان عمرا امرہ بالشراء اخذہ عمرو لغا انکارہ الآمر لنا قضتہ لاقرارہ بتوکیلہ بقول لعمرو یعنی ایک شخص نے کہا کہ اُسکو بیچ مجھ سے عمرو کے واسطے پھر اُسنے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنی مشتری نے اُسکا انکار کیا کہ عمرو نے اُسکو خرید کرنے کا امر کیا تو عمرو اس مبیع کو لیگا اور اُسکا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب تناقض ہونے اُسکے انکار کے اُسکی توکیل کے اقرار سے یون کہنے سے کہ مجھ سے بیع عمرو کے واسطے یعنے جب اُسنے اول یون کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اُسکا کہ مین اُسکا وکیل ہون پھر اُسنے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہی الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ ای بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار المشتری انتہی بورود مگر یہ کہ عمرو کہے کہ مین نے اُسکو خرید کرنے کا امر نہین کیا تو اب اسکو عمرو نہ لے گا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اُسکے رد کر دینے سے الا ان یسلمہ المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اُسکو لے اسواسطے کہ دنیا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہی اگرچہ ادائے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنے تراخی ثمن مروج ہے امرہ بشراء شیئین معینین او غیر معینین اذا نواہ للموکل کما مر بحر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزون کی خرید کا یا دو غیر معین چیزون کی خرید کا جبکہ وکیل نے اُسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر منقریب مذکور یہ ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا وکیل کیا

Marfat.com

تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہی مگر جبکہ موکل کے واسطے نیت کریگا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم ثمنا فاشتری لہ احدہما بقدر قیمتہ
او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الآمر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کما سیجئ معین دو چیزون
کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اُسکا ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک چیز خرید کی بقدر اُسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی
کے ساتھ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہی تو وہ خرید صحیح ہی موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہین یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل
کی طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اُسکو غبن فاحش کے
ساتھ بیچنا جائز ہی چنانچہ مذکور ہوگا وکذا بشرائہما بالف وقیمتہما سواء فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسیطرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے
خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونون کی قیمت برابر ہی سو وکیل نے اُن دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہی م کمتر قیمت کی خرید مین
اگرچہ مخالفت امر ہی لیکن اُسمین موکل کو فائدہ ہی لہذا صحیح ہی ولو بالاکثر ولو یسیرا لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومۃ
لحصول المقصود اور اگر ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خریدی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلاً دونون معین چیزون سے ہزار
کی مابقی قبل خصومت کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے م مثلاً دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اُسنے
ایک غلام پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درم سے خرید کریگا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم
ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم سے وجوزاہ ان بقی ما یشتری بمثلہ الآخر اور صاحبینؒ نے اُسکو جائز کہا ہی اگر باقی رہی
اتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجل مدیونہ بشراء شئ معین بدین لہ علیہ وعینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ
فیبرأ الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اُس دین کے جو اُسکا اُس پر ہی اور مبیع کو اُس نے معین کردیا یا بائع
کو معین کردیا تو خرید صحیح ہی اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائیگا قبض دین مین باعتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائع کو دینے
سے بخلاف غیر المعین لان توکیل المجہول باطل ولذا قال والا یعین فلا یلزم الآمر ونقد علی المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین مبیع یا بائع کے اس
واسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسی واسطے مصنفؒ نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر نافذ ہوگی
تو اس کی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبینؒ کے کہ اُن کے نزدیک آمر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی الطحطاوی
وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات عندہما اور اسی طرح امامؒ اور صاحبینؒ
کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرلے بعوض اُس دین کے جو اُس پر ہی بنائے خلاف ہے
نقود کے متعین ہونے پر وکالت مین امامؒ کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبینؒ کے نزدیک م چونکہ صاحبینؒ
کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہی اور آمر کو لازم ہی اسواسطے کہ تصرف مامور کا آمر کے
تصرف کے مانند ہی اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالات مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون کو یہ
تملیک دین ٹھہری بدون اس بات کے کہ اُس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالی وہو معلوم اور اگر اُسنے اُسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اُس دین کی خیرات کرنے کا امر کیا جو اُسکے ذمہ
پر ثابت ہی تو اُسکا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہی نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح نہو م
یعنی جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کرے تو گویا اُسنے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب تصدق مین نائب ہی خدا جل شانہ کا کما صح

Marfat.com

لو امر الآجر المتاجر یرمتہ ما استاجرہ مما علیہ من الاجرۃ وکذا لو امرہ بشراء عبد یسوق الدابۃ وتفق علیہ اصح اتفاقا للضرورۃ لانہ لا یجد الاجر کل وقت فجعل الموجر کالموجر فی القبض جیسے صحیح ہی امر اُسکا اگر امر کرے اجارہ دینے والا متاجر کو اُسکی مرمت کا جسکو اُسنے اجارہ لیا اُس اجرت سے جو متاجر پر ہے اور اسیطرح اگر موجر نے متاجر کو امر کیا غلام کے خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور اُسپر مجرح کرے تو امر اُسکا باتفاق امام اور صاحبینؒ کے صحیح ہی بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ متاجر موجر کو ہر وقت نہین پاتا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت مین اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی م موجر بفتح جیم عبارت ہی عین متاجرہ سے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لا یجوز وبعد الوجوب قیل علی الخلاف الی آخرہ فراجعہ مین کہتا ہون اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ اگر موجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہی تو جائز نہین اور بعد وجوب کے بعضون کے نزدیک بموجب خلاف امامؒ اور صاحبینؒ کے ہی آخر تو اُسکی طرف مراجعت کرم بیان خلاف یہ ہی کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امامؒ کے نزدیک صحیح نہین بدون تعیین مبیع یا بائع کے اور بالتعیین بیع مامور پر نافذ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک بہر صورت امر پر نافذ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو امرہ بشرائہ بالف ودفع الالف فاشتری وقیمتہ کذلک فقال الآمر اشتریت بنصفہ وقال المامور بل بکلہ صدق لانہ امین اور اگر اُسکو امر کیا اُسکی خرید کا بدوں ہزار کے اور اُسنے ہزار دیے سو وکیل نے اُسکو خرید کیا اور قیمت اُسکی ہزار ہی ہی سو موکل نے کہا کہ تونے پانسو سے خرید کیا اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہی وان کان قیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین درر وابن الکمال تبعا لصدر الشریعۃ حیث قال صدق فی الکل بغیر الحلف وتبعہم المصنف لکن جزم الوانی بانہ تحریف وصوابہ بعد الحلف اور اگر قیمت اُسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے چنانچہ صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا ہی صدر الشریعہ کے تابع ہوکر صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین کہا ہی کہ موکل کی تصدیق ہوگی در صورت دفع اور عدم قیمت دونون صورتون مین بدون قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہی افاضل ثلثہ تذکورہ کا لیکن دانی محشی دُرر نے یقین کیا ہی کہ قول بعدم حلف تحریف ہی اور ٹھیک بات یہ ہی کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی م طحطاوی نے کہا کہ محشی دُرر نے تحریف کی نسبت مین کوئی نص صریح بیان نہین کی تو ادعاے تحریف در حق افاضل بلا سند بدگمانی ہی اور تخطیہ بے محل ہے وان لم یدفع الالف وقیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین قالہ المصنفؒ تبعا للدرر کما مر قلت لکن فی الاشباہ القول للوکیل بیمینہ الا فی اربع فبالبینۃ فتنبہ اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہین دیے اور حالانکہ قیمت اُسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے ایسا کچھ کہا ہی مصنفؒ نے دُرر کا تابع ہوکر چنانچہ مذکور ہوچکا مین کہتا ہون لیکن اشباہ مین ہی کہ وکیل کا قول معتبر ہی قسم کے ساتھ مگر چار صورتون مین گواہی کے ساتھ قول اسکا معتبر ہی تو خبردار رہنا اس اختلاف سے م طحطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہین ماقبل پر کیونکہ وہ موکل مین ہی اور یہ وکیل مین تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اُسکے اشباہ مین تصدیق قول وکیل مذکور ہی تو نفی یمین اُسکو لازم نہین انتہی المحصا وان کان قیمتہ الفا یتحالفان ثم یفسخ العقد بینہما فیلزم المبیع المامور اور اگر قیمت اُسکی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونون قسم کھائین پھر دونون مین عقد فسخ کیا جاے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی وکذا لو امرہ بشراء معین من غیر بیان ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا وان صدقہ بائعہ علی الاظہر وقال الآمر بنصفہ تحالفا لوقوع الاختلاف فی الثمن وموجبہ التحالف اور اسی طرح اگر اُسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ مین نے اُسکو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اُسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تونے اُسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونون قسم کھائین بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن مین اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہی م تصدیق بائع کی تصحیح مین اختلاف ہی قول اظہر مذکور ابو السعود کا قول ہی اور قاضی خان نے باتباع فقیہ ابو جعفر اُسکی تصحیح کی ہی کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فی مقدارہ ای الثمن فقال الآمر امرتک بشرائہ بمائۃ وقال المامور بالف فالقول للآمر بیمینہ فان برہنا قدم برہان المامور لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونون نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین یعنے تسمیہ مقدار ثمن مین

Marfat.com

تو موکل نے کہا کہ مین نے تجھکو اُسکی خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہی اُسکی قسم کے ساتھ پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امره بشراء اخيه فاشترى الوكيل فقال الآمر ليس هذا المشترى باخي فالقول له بيمينه ويكون الوكيل مشتريا لنفسه والاصل ان الشراء متى لم ينفذ على الآمر ينفذ على المامور بخلاف البيع كما مر في خيار الشرط اور اگر موکل نے اُسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا میرا بھائی نہین تو موکل کا قول اُسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اُسکا مشتری ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہی بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہو چکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد عليه اي على الوكيل لزعمه عتقه على موكله فيواخذ به خانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اُسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اُس گمان پر کذا فی الخانیہ ولو امره عبد بشراء نفس الآمر من مولاه بكذا ودفع المبلغ فقال الوكيل لسيده اشتريته لنفسه فباعه على هذا الوجه عتق على المال وولاؤه لسيده وكان الوكيل سفيرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اُسکو دیا سو وکیل نے اُسکو مالک سے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اُسکی ذات کے واسطے سو مالک نے اُسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اُسکے مالک کا ہی اور وکیل درمیانی ہی رہم جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اسکی طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہی نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہی آزاد بعید واسطے ہوا کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہی اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہی کذا فی الطحطاوی وان قال الوكيل اشتريته ولم يقل لنفسه فالملك للمشتري والالف للسيد فيهما لانه كسب عبده وعلى العبد الف اخرى في الصورة الاولى بدل الاعتاق كما على المشتري الف مثلها في الثانية لان الاول مال المولى فلا يصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اُس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونون صورتون مین مالک کا مال ہی اسواسطے کہ وہ اُسکے غلام کی کمائی ہی اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے جسے مشتری پر ہزار ہین لہذا اُسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہی مولیٰ کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکھتا وشراء العبد من سيده اعتاق فلغوا احكام الشراء فلذا قال فلو شرى العبد نفسه لغا العطا صح الشراء بحر اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہی نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جائینگے تو اسی واسطے مصنفؒ نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا في البحر ہم اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا في الطحطاوي كما صح في حصته اذا اشترى نفسه من مولاه دمعه رجل آخر وبطل الشراء في حصة شريكه جیسے صحیح ہی خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولیٰ سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہی اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین ہم مراد یہ ہی کہ غلام اور اُسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اُسپر دال ہی بخلاف ما لو شرى الاب ولده مع رجل آخر فانه يصح فيهما بيوع الخانية من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البيع في الثاني لا الاول لان الشرع جعله اعتاقا واندا بطل في حصة شريكه للزوم الجمع بين الحقيقة والمجاز بخلاف اُس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور مرد کے ساتھ شریک ہو کر کہ یہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہی چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہی استحقاق کی بحث سے اور دونون صورتون مین وجہ فرق یہ ہی کہ بیع منعقد ہو جاتی ہی دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلے صورت مین یعنی غلام کی شرکت مین اسواسطے شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہی ولہذا بیع باطل ہی غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے م یہ تیار نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی کیا وجہ ہی کہ بیع مذکور حق غلام مین اعتاق اور اُسکے شریک کے حق مین مفید ملک نہوئی خلاصہ جواب

Marfat.com

یہ ہو کہ یہ نہیں ہو سکتا سوا سطے کہ اس سے لازم آتا ہو ایک لفظ کا استعمال کرنا معنے مجازی یعنے اعتاق مین اور معنے حقیقی یعنے ثبوت ملک مین اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہین قال لعبد اشترنی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنے نفسی لفلان ففعل ای باعہ علی ہذا الوجہ فہو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد لان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے سو اُس نے کیا یعنے اُسکے مالک نے اُسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اُس مین کوئی عیب پایا اگر اُس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہین اس واسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اُسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد کا اختیار ہے کذا فی الاختیار شرح المختار م غلام کو رد بیع کا اس واسطے اختیار رہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع مین اصل وکیل ہی وان لم یقل لفلان عتق لانہ اتی بتصرف آخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیما لزوال جمرہ بعقد باشرہ متقرنا باذن المولے دُرر اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجھکو فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھ یا یون کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہو گا اس واسطے کہ وکالت کے سوا اُس نے دوسرا تصرف کیا تو اُس پر نافذ ہو گیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونون صورتون مین یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت مین بسبب زائل ہونے منع تصرف غلام کے اُس عقد کے سبب سے جس کا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدُرر م یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر اُسکی یہ ہے کہ وکیل یہان غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اُسکی طرف راجع نہون **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس رجع بالف درہم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا خلاصہ ودُرر وکیل نے جب کہ امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہی اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الخلاصہ والدُرر م یہ مسئلہ دُرر مین خلاصہ سے منقول ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح رح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل یہ فصل ہی بیع اور شرا وغیرہما کی وکالت کے احکام مین **لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم ونحوہا مع من ترد شہادتہ للتہمۃ** وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور اُنکی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اُس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہی بسبب تہمت کے م مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہی اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہین تو گویا اُسنے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اُسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہی اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی وعن البحر وجوزادہ بمثل القیمۃ لا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبینؒ نے عقد کو جائز کہا ہی قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے **الا اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقا** وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہین مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہو گا اُسکا بیچنا اُن لوگون کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق امام رح اور صاحبینؒ کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لاشراره باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہی عقد وکیل کا اُنکے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے باتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہی نہ خریداری اُسکی اکثر قیمت دیکر باتفاق م شارح نے بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہی محل تقیید مین کما وباع باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بمیسیر عندہ رح خلافا لہما ابن ملک

Marfat.com

وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہین اور اسیطرح بنقصان قلیل بیع جائز نہین امام رح کے نزدیک بخلاف صاحبین رح کذا ذکر ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ لو صرح بہم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ مین ہی کہ اگر موکل نے تصریح کردی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہو مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہین **وصح بیعہ بمثل او اکثر وبالعرض** اور صحیح ہے بیع وکیل کی تلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے یعنے امام رح کے نزدیک بیع بہرصورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اس واسطے کہ توکیل مطلق ہی تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہی انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہی تو نقصان قبول کرکے بیچتا ہی کذا فی الطحطاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین رح نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البزازیہ م محل خلاف درصورت عدم تقیید موکل ہی سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کردیگا تو اسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرہم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ وشراء من وجہ صیرفیہ اور جائز نہین عقد صرف مین جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام رح اور صاحبین رح کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہی ایک راہ سے خرید ہی دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ م اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہین وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لہا او یعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع اُدھار سے اگر بیع مین وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو اُدھار سے بیچنا جائز نہین چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت مین نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الخلاصہ م اسواسطے کہ دفع حاجت نہین ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام مین جسمین دلالت حال قائم ہی حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین وہذا ایضا ان باعہ بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یخرجہ یفتی ابن ملک اور یہ بھی یعنے تجارت مین اُدھار سے بیچنا اس صورت مین جائز ہی اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ اُدھار بیچتے ہین سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسی کا فتوی ہی کذا فی الخلاصہ ابن ملک ومتی عین الامر شیئا تعین الا فی بعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کردیگا تو وہ متعین ہو جائے گی مگر اس صورت مین کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم اُدھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہی کذا فی البحر م اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اسنے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہی کہ بالاجماع جائز نہین کذا فی الطحطاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا مین کہتا ہون اور ہم پہلے ذکر کرچکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی کی بہتری کے ساتھ اسی جنس مین تو جائز ہی اور نہین تو جائز نہین وانہا تتقید بزمان ومکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہی زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدہا فی الاصح وکذا الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ مین ہی کہ دس دن تک کا وکیل دس دن مین اور بعد اسکے بھی وکیل ہی اور اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال بعہ بشہود او برای فلان او علمہ او معرفتہ بباع بدونہم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود او الا بحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذہب واشتری بلا معرفتہ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر مین ہی کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہون کے روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہون کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے روبرو کہ بدون انکے بیع جائز نہوگی اسی کا فتوے ہے

Marfat.com

ہین کتا ہو ہی اور اس قول سے معلوم ہو گیا اس واقعہ فتوے طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اُسنے بدون معرفت اُس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہو گیا تو وکیل پر تاوان نہین بخلاف اس قول کے کہ خرید نہ کرنا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے ۱۲ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقدین کی جو اصلا مفید نہین بلکہ اسکو مضر ہے تو وکیل پر اُسکی مراعات واجب نہین خواہ اُسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اُسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے اودھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا مگر اودھار ہزار درم سے سو اُس نے ہزار نقد سے بیع کی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر اسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اُسکی واجب ہی اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اسکو فلانے بازار مین بیچنا سو اُسنے دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اُسنے تاکید بہ نفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید بنفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہو گی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث چھوٹ رہی وہ یہ ہی کہ شرط مفید نخص ہو اور ظاہر اُنکی تصریحات سے اسوقت مین تعیین شرط معلوم ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی **وصح اخذہ رہنا وکفیلا بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او توی المال علی الکفیل** لان الجواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہی ثمن مین رہن لینا اور ضامن لینا تو اُسپر تاوان نہین اگر رہن ضائع ہو گیا اُسکے ہاتھ مین یا مال ہلاک ہو گیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہی ہم ہلاکی مال کی صورت یہ ہی کہ مقدمہ رجوع کرے اُس قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہو جاتا ہی ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہو کر مرجائے لہذا البعضون نے کہا کہ کفالت سے یہان حوالہ مراد ہی اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہی تو ہلاکی کی صورت یہ ہو گی کہ کفیل او مکفول عنہ مفلس ہو کر مرجائے کذا فی الطحطاوی عن الوانی عن شرح الہدایۃ **ویقید شراہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وہو ما یقوم بہ مقوم** اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہی یا غبن قلیل کیسا ہے غبن قلیل وہ ہی کہ اسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کار قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر وغبن یسیر کا وہ معنی ہی اور غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہے کذا فی الطحطاوی **وہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا** بین الناس کخبز ولحم وموز وجبن **لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا** یعنی بمجرد نبایہ اور یہ یعنے وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اُسوقت ہی جبکہ نرخ اُسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اُسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہو گی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اسی کا فتوی ہے کذا فی البحر والنبایہ **وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح** لاطلاق التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وہو استحسان ملتقی وہدایہ وظاہرہ ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اُسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہی بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین رح نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہی اور نہین تو جائز نہین اور یہ استحسان ہی کذا فی الملتقی والہدایۃ اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین رح کی ترجیح ہی اور قول مفتی بہ اُسکے مخالف ہی کذا فی البحر امام کی دلیل یہ ہی کہ توکیل مطلق ہی اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ شرکت ایسا عیب ہی کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہی تو اطلاق مراد نہو گا خلاصہ یہ ہی کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہی اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف مراد ہی جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین رح کے نزدیک دونون برابر ہین وقید ابن الکمال الخلاف بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا فلیراجع اور ابن کمال نے امام رح اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہو جاے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہی تو اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیئے کتب فقہ مین ہم بحر الرائق مین ہی کہ غلام سے مراد وہ ہی جسکی تبعیض مین ضرر ہی تو اقتراز واقع ہو اُس سے جسکی تبعیض مین ضرر نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہی چنانچہ معراج مین ہی کذا فی الطحطاوی **وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ اتفاقا** اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہی اُسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنے اگر قبل خصومت

Marfat.com

کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہی اور نہین تو صحیح نہین **ولو رد مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ ونکولہ او اقرارہ فیما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ رده الوکیل علی الآمر** اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اُسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہون کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اس عیب مین کہ ویسا عیب اتنی مدت مین پیدا نہین ہوتا تو وکیل اُسکو پھیر دے گا موکل پر **ولو باقراره فیما یحدث لا یرده ولزم الوکیل** اور اگر رد بیع ہوا وکیل کے اقرار سے اُس عیب مین کہ پیدا ہو سکتا ہی اتنی مدت مین تو موکل نہ پھیریگا اور وکیل کو وہ لازم ہی **الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی المضاربۃ العموم** قاعدہ کلیہ وکالت مین خصوص ہی اور مضاربت مین عموم ہی ہم ولہذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہین بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہی بخلاف مضاربت ولہذا مضارب ایداع کا مالک ہی **وفرع علیہ بقولہ فان باع لوکیل نسیئۃ فقال الآمر بنقد وقال اطلقت صدق الآمر** اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہو گی یعنے اسواسطے کہ وکالت مین خصوص اصل ہی **وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل** اور مضاربت کے اختلاف مین مضارب کی تصدیق ہو گی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے اُدھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہو گی کیونکہ اصل مضاربت مین عموم ہی **لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا کوکلتکما بکذا او وحده ولو الآخر عبدا او صبیا او مات او جن** نافذ نہین تصرف فقط ایک وکیل کا اُن دو وکیلون مین سے جنکو موکل نے ساتھ ہی وکیل کیا چنانچہ یون کہا موکل نے کہ مین نے تم دونون کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہم اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہین کہ موکل دونون وکیلون کی راے سے راضی ہوا ہی نہ فقط ایک کی راے سے اور یہ اُس تصرف مین ہی جسمین اجتماع سے کوئی مانع نہین اور اُسمین راے کی حاجت ہے اور توکیل بلفظ واحد نہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلهما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما سیجیء فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اُس صورت مین نافذ ہی جب کہ موکل نے دو شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ ہی بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ نہو گا چنانچہ باب الوصایا مین آویگا **وفی خصومۃ** بشرط راے الآخر لحضرتہ علی الصحیح **تصرف احد الوکیلین** نافذ نہین مگر خصومت مین نافذ ہی بشرط شرکت راے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ہم خصومت مین تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہی کہ شور و شغب کا موجب ہو گا مجلس قضا مین کذا فی الدرر منح الغفار مین عینی سے مذکور ہی کہ خصومت مین وکیل ثانی کی راے مشروط ہی تو اگر بدون راے ثانی وہ مباشر ہو گا تو ہمارے نزدیک جائز نہین الا اذا انتہیا الی القبض حتی یجمعا جوہرہ **خصومت مین احد الوکیلین** کا تصرف نافذ ہی مگر جب دونون وکیل منتہی ہون قبض کی طرف یعنے جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہین بیانک کہ دونون وکیل بجمع ہون کذا فی الجوہرہ **وعتق معین وطلاق معینۃ لم یعوضا** بخلاف معوض و غیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر غلام معین کے عتق اور زوجۂ معینہ کی طلاق مین جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہی بخلاف معوض اور غیر معین ہم عتق اور طلاق معینہ بلا عوض مین راے کی حاجت نہین لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہی بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اسمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہین **وتعلیق بمشیتهما ای الوکیلین فانہ یلزم اجتماعهما بالتعلیق قالہ المصنف رح** اور تعلیق بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہی تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہی مصنف نے ہم چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون سے کہ تم اُسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق مین دونون کا فعل شرط ہی اسواسطے کہ جو چیز دو شے کے ساتھ معلق ہو وہ متحقق نہین ہوتی ایک شے کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہی عتق معلق کا قلت وظاہرہ عطفہ **علی لم یعوضا کما یعلم من العینی والدرر فحق العبارۃ ولا علما بمشیتهما** فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اعطف تعلیق بمشیتہما کا لم یعوضا پر ہی چنانچہ عینی اور درر سے معلوم

ہوتا ہی تو حق عبارت یون تھا ولا علقا بمشیتہما سو تامل کرم تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین جنکا بدلا نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کے گئے وفی تدبیر ورد عین کو ودیعۃ وعاریۃ ومغصوب ومبیع فاسد خلاصۃ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصہ بخلاف استردادہا فلو قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شئ منہ وحدہ سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پھیر لیگا تو اُسکے پورے کا تاوان دیگا یعنے درصورت ہلاکی شئ مسترد بسبب نہونے امر موکل کے اُس مین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنے موکل نے یہ نہ کہا تھا کہ ایک وکیل تنہا بعض شئ پر قبضہ کرے کذا فی السراج م یہ جواب ہی سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہی کہ مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہی لائق تو یون تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شئ کے قبض پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہی کہ اُسکو نصف قبضہ کرنے کا تنہا امر نہ تھا بلکہ اجتماع وکیلین امر تھا پھر جب اُس نے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اُسپر لازم آیا وفی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولو الجیۃ اور تسلیم ہبہ یعنے موہوب مین احد الوکیلین کافی ہے بخلاف قبض موہوب کے اُس مین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی ولوالجیہ وقضاء دین بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے ادا مین ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے اُس مین انفراد کافی نہین کذا فی العینی م استرداد عین اور قبض ہبہ اور اقتضاے دین مین ایک وکیل کا تصرف اس واسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہی اور اُس مین موکل کی غرض صحیح ہی اس واسطے کہ حفظ دو شخصون کا ایک شخص کے حفظ کی برابر نہین وبخلاف الوصایۃ لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونیکے اور اسیطرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونیکے تو یہ چھ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے انفراد اور تنہائی جائز نہین کذا فی البحر م اشیاء مذکورہ پانچ ہین نہ چھ تو شاید کہ شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹھہرائین ایک صورت یہ کہ دونون کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ مین راے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف الا فی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ مین جبکہ وقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد جائز ہی نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف رح اور اداے دین کا وکیل خواہ اداے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اُس پر زبردستی نہ کی جائیگی اداے دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہ واقعہ بھی فتوی طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے شرح بیان کیا ہی اور مصنف رح نے اس پر اعتماد کیا م اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اُس مین یون ہی کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اُس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلون مین انتہی اور ملتقط مین علت اُسکی یہ مذکور ہی کہ اُسکا کرنا اُس پر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہی کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین مین جبکہ اُسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف رح نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہی کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہی موکل کے اداے دین کے واسطے تو اُسپر جبر نہو گا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین بمثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اُس کے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہی یعنے

Marfat.com

افعال مذکورہ اُسپر لازم الفعل نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او بقبض رہن شرط فیہ او بدیعہ فی الاصح او بخصومۃ یطلب المدعٰی وغاب المدعی علیہ اشباہ خلافاً لما افتی بہ قاری الہدایہ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا یا اُس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہی یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اُسکو وکیل کیا خصومت مین مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہر اولالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہی حالانکہ مخالفت اُسکی فقط متن کے مسئلے مین ہی کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہی درصورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین شرح مذکور ہی کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فتاربر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہ ہے کہ وکیل بالاجر یہ جبر ہی سو تامل کر اسکو ہم اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی مختصراً اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہی کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہی جیسے بیاع اور سمسار اُسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اُسکو پہونچ گیا بدلا اُسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی الطحطاوی ولا تنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی وراجع بتنویر البصائر فلعلہ اوفی اور نہ بھولنا واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیۂ اشباہ کی طرف کہ اُسنے پورا اُسکو بیان کیا ہی ہم واقعۃ الفتوی یہ ہی کہ جب وکیل ہوا اُس دین کی قضا کا جو موکل پر ہی تو اُسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دونون مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہی کہ جب وکیل مامور ہو قضاے دین پر اپنے مال سے تو اُسپر جبر نہین اور کر آدر کے مال سے مامور ہو تو اُسپر جبر ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسہ او مسافراً او مریضاً او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام رح کے نزدیک مگر یہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن آمرہ لوجود الرضی بکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کر سکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجوب رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز نہوا کہ اُسکو تصرف مفوض ہی نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی راے سے راضی ہوا اور لوگ راے مین مختلف ہوتے ہین اور مراد یہ ہے کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اُسمین دوسرے کو وکیل نہین کر سکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو بیع مین وکیل نہین کر سکتا لیکن تقاضاے ثمن مین بلا اذن موکل کر سکتا ہی اسواسطے حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہی الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ یوکل آخر ثم دفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ الخانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کر سکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا سو اُسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلے ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہی اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الخانیۃ یعنے موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اُس نے جائز رکھی تو جائز ہی اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جب کے وکیل کرے اُسکو جو اُسکے عیال مین ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن الملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ فیجوز بلا اجازۃ لحصول المقصود دُرر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدُّرر ہم اسواسطے کہ راے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہی سو یہان حاصل ہے بخلاف اُس صورت کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہوگیا کہ غرض موکل اجتماع راے وکیلین ہی

Marfat.com

زیادۃ ثمن اور اختیار مشتری مین کذا فی السمدیہ والتفویض الی رایہ کا عمل برائک کالاذن فی التوکیل الافی طلاق وعتاق لانہما
مما یحلف بہ فلا یقوم غیرہ مقامہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی راے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی راے اور تجویز سے اذن کے مانند ہی وکیل کرنے
مین مگر طلاق اور عتاق مین اذن کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق اور عتاق منجملہ اُن امور کے ہی کہ اُنسے قسم کھائی جاتی ہی تو غیر وکیل بجاے وکیل نہین ہوسکتا
کذا فی القنیہ م یہ حکم بنظر تفویض کے ہی اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بلاشبہہ صحیح ہی کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل
غیرہ بدونہما بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ اوغیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے
غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی کے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہے
اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول راے وکیل اول ہی سو یہان حاصل ہی الافی، لیس
بعقد نحو طلاق وعتاق تعلقہا بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اُس تصرف مین جو عقد نہین جیسے طلاق اور عتاق وکیل
ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنے دونون تعلیق بالشرط کی قابل ہین تو گویا
موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وابراء عن الدین قنیہ وخصومتہ وقضاء دین فلا تکفی
الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیۃ اور دین سے ابرا کرنے مین کذا فی القنیہ اور خصومت اور ابراے دین مین تو کافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ
ابن ملک برخلاف خانیہ کے ہم خلاف خانیہ فقط خصومت مین ہی اُس مین یون ہی کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہی تو جائز ہے
اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہو تو گویا اُس نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول
جاز الافی شراء فانہ یتفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اُسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہی مگر خرید کرنے مین کہ وہ اجنبی
پر نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا جبکہ وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر والتفویض فہو ای الثانی وکیل الآمر حینئذ فلا یعزل بعزل موکلہ
او موتہ ویعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی امر یعنے موکل
اول کا وکیل ہوا اور اسوقت مین تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول
ہونگے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب القضا مین وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ
من صنعہ بخلاف اعمل برائک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق مین
خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول مین کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے
وکیل اول کی صنعت سے اور اُسکا معزول کرنا بھی اُسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی راے پر مصنف رحمہ نے اپنی شرح مین
کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اُسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدون اس بات کے کہ اُسکو معزول
کرنا صریحاً مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق
والعتاق والتبرعات بیعتے زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق
اور تبرعات کا اسی کا فتوے ہی کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق وتقیدہ
طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امرأتی فلا یتقید بہ دُرر کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل
ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اُس کا مجلس مین یعنے اگر اُسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول

کے کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین تو طلاق مقید نہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنی اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا
تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ فی حقہ حینئذ فاذا بلغ عبد او مکاتب او ذمی او حربی یعنی مال صغیرہ الحر المسلم
او شری واحد منہم بہ او زوج صغیرۃ کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو
اُسکا تصرف جائز نہین اُس غیر کے حق مین اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال
یا کوئی شخص ان مین سے بعوض اُس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کردے اسی طرح کے صغیر کا یعنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے
ولایت کے یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایۃ فی
مال الصغیر ابی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا لوصی یملک الایصاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی
ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ اور صغیر کے مال مین اُسکے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اُسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ
وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنے جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اُسکے وصی کے وصی کی پھر
ولایت قاضی کی ہے پھر اُسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اُسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام ووصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام
مع حضرۃ الاب او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور مان کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین مان کے متروکہ مین
اور اسی طرح بھائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اُسکے وصی کے یا اُسکے وصی کے وصی کے یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے
وان لم یکن واحد مما ذکر فلہ ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو اشخاص اربعہ مذکورہ سے تو اُسکو یعنے مان کے وصی کو مان کے متروکہ مین حفاظت کی ولایت ہے
وله بیع المنقول لا العقار اور مان کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیر منقول کی ثم بیع منقول اسواسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری
الا الطعام والکسوۃ لانہما من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ اور مان کا وصی کوئی چیز خرید نہ کرے سوائے طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین
کذا فی الخانیۃ فروع مسائل ملحقہ شتی کے وصی القاضی کو وصی الاب الا اذا قید القاضی بنوع تقیید بہ وفی الاب یعم الکل عمادیۃ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے
مانند ہے مگر جبکہ قاضی وصی کو ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اُسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا
عموم ہے کذا فی العمادیہ یعنی اگر باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی منتقیات البحر القاضی او امینہ لا یرجع حقوق
عقد باشراہ للیتیم الیہما بخلاف وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلافہم اور بحر الرائق کی منتقیات مین ہے کہ قاضی یا اُسکے امین کی
طرف اُس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوے بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اُسکا امین تاوان دے بعد بالغ
ہونے یتیم کے اُس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اُسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف اُن لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور
امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ اُنکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو اُنکا ضمان دینا اپنی ذاتونکے
واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل نفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بوکالۃ او اشباہ ہے
کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اُس چیز مین جس کو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوای وصی کے کہ اُسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہے
نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم الطحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر مفتی ابو سعود رح نے حاشیہ لکھا ہے اُس مین بجائے وکیل کے موکل کا لفظ
اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا
کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سو اُس نے اسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ ثمن مامور سے بھرے اور مامور اپنے آمر سے اور

Marfat.com

وکیل آمر اول سے نہ لیگا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہی خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام مین م مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہا کے بھی مسائل مذکور کیے ہین
خصومت عبارت ہی دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہان یا نہین چنانچہ سابق عنوان مذکور ہوچکا وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا
یملک القبض عند زفر رح وبہ یفتی لفساد الزمان واعتمد فی البحر علی العرف فتوکیل خصومت و تقاضی کا یعنے دین کے لینے کا مالک نہین قبض دین کا زفر رح کے نزدیک اور اسی
قول پر فتوی ہی بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہین اور بحر الرائق مین عرف پر اعتماد کیا ہی م تقاضا بمعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے
لیکن عرف مین تقاضا بمعنے مطالبہ ہی نہ قبض اور عرف مقدم ہی لغت پر اور امام رح اور صاحبین رح کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہی اور یہی ظاہر الروایۃ
ہی خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوی صغیر سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا مین عرف کا اعتماد ہی اگر ایسے شہر مین ہو جہان سوداگرون مین رواج ہو
کہ تقاضا کرنے والا وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین منح الغفار مین سراجیہ سے منقول ہی کہ اُس قول پر فتوی ہے
کذا فی الطحطاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہی بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح مغائر ہے اُسکی جسکے
واسطے وہ وکیل ہوا ورسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہی قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا
فی البحر (رسلتک اوکن رسولا عنی ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یون کہنا کہ (ارسلتک) یعنی مین نے تجھکو پیام رسان کیا یا یون کہنا کہ
(کن رسولا عنی) یعنے تو میری طرف سے رسول یعنے پیغام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یون کہنا کہ مین نے تجھکو امر کیا اُس کے قبضہ کرنے کا یہ توکیل
ہی برخلاف زیلعی زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکہما ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہین
خصومت اور قبض کا م ملازمت عبارت ہی ساتھ نہ چھوڑنے سے سو اُسکو خصومت اور قبض لازم نہین کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ
وکیل الصلح بحر جیسے وکیل صلح مالک نہین خصومت کرنے کا کذا فی البحر ووکیل قبض الدین یملکہما ای الخصومۃ خلافا لہما لو وکیل الدائن ولو
وکیل القاضی لا یملکہما اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہی خصومت کا برخلاف صاحبین رح کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو
باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے وہ خصومت کا مالک نہین کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہین م
اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذو الید نے گواہ قائم کیے اس پر کہ موکل نے اُسکو
بیچ ڈالا ہی تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہما مع القبض اتفاقا ابن ملک
اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہی خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دیتہ
وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا والآمر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لو قبض درہما دون
درہم بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اُس کا کہ نہ قبض کر دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوائے ایک درم کے تو اُس کا
قبض مذکور جائز نہین موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہی اپنے دین کا بھر لینا مدیون سے پورا اور اسی
طرح نہ قبض کرے ایک درم سوائے ایک درم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء تقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع
منہ ثم برہن المطلوب علی الایفاء وللموکل قلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کید ودیعۃ تو اگر مدیون کے گواہ
نہون ادائے دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہو ادائے دین کا اور وکیل نے اُس پر قبضہ کیا سو اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر مدیون مطلوب

Marfat.com

نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کئے تو مدیون کی کوئی سبیل نہین وکیل پر اور وہ تو موکل سے بھر لیگا جو اُسنے وکیل کو دیا اسواسطے کہ وکیل کا قبض اور
تصرف موکل کے قبض کے مانند ہی کذا فی الذخیرہ **الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لایجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ**
وفی الاشباہ لایجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ بتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی
نہوگی مگر اُس صورت مین کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین جبکہ وہ باز رہے اس سے
جس مین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلون مین جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہوچکا اس باب کے پہلے **بخلاف الکفیل فانہ یجبر**
علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اُس پر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے م یعنے جو ضامن ہوا خصومت کا اُسپر جبر ہوگا اور تصویر اُسکی یون ممکن ہے
کہ ضامن ہو ایک شخص کا جو اُسپر ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کی جائیگی اُس مال مین جو مدیون
پر ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی **وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لایکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ہذا التوکیل فلو اثبت**
الوکیل المال لہ ای لموکلہ ثم اراد الخصم الدفع لایسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات مین اور اپنے حقوق
کے لینے مین لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اُسمین جو موکل پر دعوی کیا جائے تو یہ توکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا
پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اُسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اُسمین وکیل نہین کذا فی الدرر م تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم
ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہی کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے **وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ**
عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہی خصومت کے وکیل کا اقرار سواے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی
کے نزدیک استحسان کی رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقاً نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار
اپنے موکل پر صحیح نہین **وان انعزل الوکیل بہ ای بہذا الاقرار حتی لایدفع الیہ المال وان برہن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض** درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے
موکل پر صحیح ہی اگرچہ وکیل معزول ہوجاے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر
م صورت اُسکی یہ ہی کہ موکل نے اُسکو وکیل کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کے جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اُسنے بیع کی ہی تو وہ اس
اقرار سے معزول ہوگیا وکالت سے تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی **وکذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر**
جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزازیہ اور اسی طرح جبکہ موکل نے اپنا اقرار مستثنے کرلیا اس طرح کہ مین نے تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار مین وکیل کیا تو
توکیل اور استثنا صحیح ہی قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ م بحر الرائق مین کہا خلاصہ یہ ہی کہ وکالت پانچ طرح ہی ایک یہ ہی کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون
کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنے کرلے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنے کرلے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۴ یہ کہ خصومت
جائز الاقرار مین وکیل کرے تو خصومت اور اقرار مین وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار مین وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہی کذا فی
الطحطاوی **فلو اقر عندہ ای القاضی لایصح وخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ** درر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح
نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا تو اُسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر **وصح التوکیل بالاقرار ولایصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر**
اور صحیح ہی موکل کو اپنے وکیل کا اقرار کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہوجائیگا کذا فی البحر م طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہی کہ ممکن ہی کہ موکل اقرار
کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اُسپر کچھ حق واجب نہوگا اسواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہین سو اگر مخاصم اُسپر اثبات مال کا ارادہ
کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نہ کرے گا **وبطل توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر عاملا لنفسہ** اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا

Marfat.com

تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاے م صورت اُسکی یہ ہو کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اُسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو توکیل صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل وہ ہی جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے یعنے وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے مین تو رکن وکالت منعدم ہوگا پس وکالت باطل ہوگئی کذا فی العینی **کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ** ای الدین **من نفسہ او عبدہ** لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح و یصح عزلہ قبل ابرائہ نفسہ استحسانا جیسے صحیح نہین توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اُسکے غلام ماذون مدیون سے اس واسطے کہ وکیل نے جب کہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جب کہ دائن مدیون کو ابراے ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہی اور صحیح ہی مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ م قولہ اذا وکل اس مین ضمیر فاعل ہی راجع دائن کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہی منیۃ المفتی مین ہی کہ اگر وکیل ابراے نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہی اگرچہ وہ عامل ہے اپنی ذات کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اس واسطے کہ وہ عمل کرتا ہی صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے اسقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہی کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو انتہی اجب یہ معلوم ہوا تو شارح رح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل ہی بلا وجہ ہی مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی **او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ او وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالۃ کونہ قاضیا ومقتضیا** قنیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہین اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال ہی کذا فی التنویر م اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اُسکی توکیل کیون صحیح نہین اُسکا جواب یہ ہی کہ محیل ساعی ہی اپنی برات نفس مین اسواسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مرجاے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہے کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اُس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا اسباب بیچ کر صاحب دین کا دین ادا کریو اُسنے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہوگیا تو مدیون کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اُسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہی اور ایک شخص صلاحیت نہین رکھتا کہ طالب اور طالب کا وکیل ہو قضا او تقاضا مین کذا فی الطحطاوی **بخلاف الکفیل بالنفس والرسول ووکیل الامام بیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم** ان کلا منہم سفیر بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول لقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ اُنکا ضمان صحیح ہی اسواسطے کہ ہر شخص اُنمین سے سفیر اور معبر محض ہی یعنی حقوق عقود اُنکی طرف راجع نہین جو اُنکا ضمان صحیح نہو **والوکیل بقبض الدین اذا کفل صح وتبطل الوکالۃ** لان الکفالۃ اقوی للزومہا فتصلح ناسخۃ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہوجاے مدیون کا تو صحیح ہی اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہی وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہوسکتی ہی وکالت کی **بخلاف العکس** یعنی جبکہ دین کا ضامن ہو بعد قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہین اور ضمانت باطل نہوئی یہی مطلب ہی مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہی **وکذا لو صحت کفالۃ الوکیل بالقبض لبطلت وکالتہ تقدمت الکفالۃ وتاخرت** لما قلنا اور اسیطرح جبکہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اُسکی باطل ہوجائیگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا موخر ہو بسبب اُس دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنے ضمانت قوی تر ہی وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی **وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتری لم یجز** کما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جبکہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وکیل اپنی ذات کیواسطے عامل ہوجاتا ہی یعنی اور شرط وکیل یہ ہی کہ عامل غیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے **فان ادی بحکم الضمان**

Marfat.com

رجع ببلاد و بدونہ لا لتبرعہ پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے بھرے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ بھرے بسبب اسکے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب بقبض دینہ فصدقہ الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اسپر ادائے دین کا حکم کیا جاویگا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہو گی اگر وہ ایفائے دین کا دعوے کریگا یعنے بمجرد دعوی ایفائے دین ثابت نہو گا فان حضر الغائب فصدقہ فی التوکیل فبہا ونعمت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پھر اگر غائب آیا سو اسنے اس کے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہین تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہو جانے ادائے اول کے اسکے اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ یعنے جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہین تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہذا اسپر دوبارہ ادائے دین لازم ہو گا ورجع الغریم بہ علی الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصۃ اور مدیون وکیل سے دین پھیرے اگر دین اسکے ہاتھ مین باقی ہو اگرچہ بقائے دین حکمی ہو نہ حقیقی اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا تو اسپر ضمان مثل لازم ہو گا کذا فی الخلاصہ وان ضاع لا علا بتصدیقہ اور اگر دین ضائع ہو گیا وکیل کے پاس تو مدیون اسکو نہین دے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنے جب اس نے دین دیا اسکی وکالت کو تصدیق کر کے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہین کر سکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع بقدر ما یاخذہ الدائن ثانیا لا ما اخذہ الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز بہا الکفالۃ زیلعی وغیرہ مگر مدیون اسوقت وکیل سے دین پھیرے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اسکے جسکو دائن دوسرے بار نے اس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیرہ ہم مال ضامنی کی صورت یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار ادا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی او قال لہ قبضت منک علی انی ابرأتک من الدین فہو کما لو قال الاب للختن عند اخذ مہر بنتہ آخذ منک علی انی ابرأتک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا ہذا ہدایہ یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ مین تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کر دیا دین سے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر لینے کے وقت کہ مین اس شرط پر تجھسے لیتا ہون کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کر دیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لیگئی تو داماد باپ سے پھیرے گا سو اسی طرح یہ مسئلہ ہے کذا فی الہدایہ وکذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علی الوکالۃ یعنی صورتی السکوت والتکذیب ودفع لہ ذلک علی زعمہ الوکالۃ فہذہ اسباب للرجوع عند الہلاک اور اسی طرح وکیل نے مال ضامنی کی جبکہ موکل اسکی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتون مین سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہین رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہو جاے وکیل کے پاس م رجوع کے تین سبب ہین ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرطیکہ اے مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو وسکوت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ او دفعہ لموکلہ صدق الوکیل کلفہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق ہو گی وکیل کی قسم کے ساتھ تصدیق وکیل سوائے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ متن ہو گی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوہ المذکورۃ کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ مین مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہین تا حضور موکل غائب وان برہن انہ لیس بوکیل او علی اقرارہ بذلک او ارادا استخلافہ لم یقبل سعیہ فی نقض ما اوجبہ للغائب اور اگر مدیون گواہ لایا اسپر کہ وہ شخص وکیل نہین دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر یعنے عدم وکالت اقرار پر یا اسنے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا

Marfat.com

تو مقبول نہین بسبب سعی کرنے مدیون کے اس چیز کے توڑنے مین جسکو اُسنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہی غائب کا اور دافع اُسکا
پھیر لینا چاہتا ہی کذا فی الطحطاوی نعم لو برہن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بجر ہان اگر مدیون گواہ لاوے اسپر کہ موکل طالب وکالت کا
انکار کر چکا ہی اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہی تو برہان مقبول ہی کذا فی البحر یعنے اسواسطے مقبول ہی کہ نقض موکل کیجانب سے ہی کیونکہ ثابت بالبیان
ثابت بالعیان کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی ولو مات الموکل وورثہ غریمہ او وہبہ لہ اخذہ قائما ولو ہالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل
مرگیا اور مدیون اُسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہوگیا ہو تو اُسکا
تاوان لے مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین فانکر الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن وکلہ عینی اور اگر
مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائے کہ اسکو معلوم نہین کہ دائن نے اُسکو وکیل کیا ہے کذا فی العینی **قال انی**
وکیل بقبض ابو دیعۃ فصدقہ المودع لم یومر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا مین وکیل ہون قبض امانت کا سو امانت دار نے
اُسکی تصدیق کی تو اسکو وکیل کے دینے کا حکم نہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ م حلبی نے کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف رح سے
روایت کی ہی اور یہان مذہب مذکور ہی تو کچھ معارضہ نہین ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا لما مر اور اگر امانت دار وکیل کو دے گا تو استرداد امانت کا
مالک نہ رہیگا کسی طرح خواہ اس نے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ **وکذا الحکم لو ادعی شراءہا من المالک وصدقہ**
المودع لم یومر بالدفع لانہ اقرار علی الغیر اور اسی طرح حکم ہی اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکے دینے
کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر م یہ علت ہی دونون مسئلون کی **ولو ادعی انتقالہا بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ امر بالدفع الیہ**
لاتفاقہما علی ملک الورثۃ **اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق** ولا بد من التلوم فیہما لاحتمال ظہور وارث آخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت
کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانت دار نے اُسکی تصدیق کی تو اسکو اُسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق
ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق متروکہ نہو اور ضرور ہے انتظار سے دونون صورتون
ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے **ولو انکر موتہ او قال لا ادری**
لا یومر بہ مالم یبرہن اور اگر امانت دار نے اسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جب تک وارث گواہ
نہ لاوے موت پر ودعوے الایصاء کوکالۃ فلیس لمودع میت ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوے ایصا کا وکالت کے دعوے
کے مانند ہی تو میت کے امانت دار اور اُسکے مدیون کو جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اُسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا
وکیل ولو لا وصی فدفع الی بعض الورثۃ برئ عن حصتہ فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارثون کو دیا یعنے سب دین دیا تو مدیون فقط اسی
وارث کے حصے سے بری الذمہ ہو جائے گا یعنے باقی وارثون کا مواخذہ اس پر باقی رہیگا **ولو وکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق**
موکلہ کاداء او ابراء او اقرارہ بانہ ملکی **دفع الغریم المال** ولو عقارا الیہ ای الوکیل لان جوابہ تسلیم مالم یبرہن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل
کیا سو مدیون نے وہ دعوے کیا جو اُس کے موکل کے حق کو ساقط کر دے چنانچہ اداے دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری
ملک ہی یعنی مدیون کی ملک ہی تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا ہی دین اور وکالت کا جبتک
گواہ نہ لاوے اپنے دعوی پر یعنے جب مدیون نے اداے دین کا دعوی کیا مثلاً تو اُسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اُس پر دینا لازم ہوا سید حموی
نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہین تعلیل وہ ہی جسکو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور اداے دین بمجرد

Marfat.com

دعوی ثابت نہوا تو اُسکے حق مین تاخیر ہوگی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافا لزفر اور مدیون کو جائز ہی قسم لینا مثلاً ادائے
دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر رح کے **ولو وکلہ بعیب فی امتہ وادعی البائع**
ان المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لھما اور اگر ایک شخص کو
خریدی لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہوگیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نہ کرے جبتک مشتری
قسم کھائے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسائل سابقہ مین یہ ہی کہ قضا یہان وہ فسخ ہی کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہوچکا بخلاف مذہب
صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک رد مبیع ہوگا م یعنے اگر رد مبیع کے ہم قائل ہون تو قضا فسخ ٹھہریگی کیونکہ رد ہی عیب سے اور اس طرح کا رد فسخ عقد ہی اور قضا بالعقود
والفسوخ جاری ہجت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام رح کے نزدیک قضا نافذ ہی ظاہر اور باطن دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اسمین تدارک ممکن ہی مقبوضہ وکیل کے
استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نہ کھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نہین مگر بحر و تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ مین نہ ٹھہری
کذا فی الجلبی **فلو ردہا الوکیل علی البائع بالعیب فحضر الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع** اتفاقا فی الاصح لان القضاء لا عن
دلیل بل للجہل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا یفید باطنا نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بسبب عیب کے بائع کو یعنی بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اُسنے بائع کی
تصدیق کی اپنے راضی ہوجانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام رح اور صاحبینؒ کے قول اصح مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے
نہین بلکہ ناواقفیت رضامندی سے ہی پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ ہوگا باطن مین کذا فی النہایۃ **والمامور بالاتفاق علی اہل او بناء او القضاء دین**
او الشراء او التصدق عن زکوتہ اذا امسک ما دفع الیہ وتقدم مالہ ناویا الرجوع کذا قیدنا خامسۃ فی الاشباہ **حال قیامہ لم یکن متبرعا**
بل یقع التقاص استحسانا اذا لم یضف الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بناے عمارت پر یا مامور ہوا سکی ادائے دین کا یا خریداری
کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اُسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کیوقت رجوع کی نیت کرکے
اسی طرح نیت رجوع کی قید لگائی ہی مسئلہ خامسہ یعنی زکوۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہوجائیگا بطریق استحسان کے
جبکہ مامور نے اس مال کو غیر موکل کیطرف نسبت نہ کیا ہو یعنی صرف کے وقت یون نہ کہا ہو کہ یہ مین اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کی نسبت کیا یا
مطلقا دیا ہو م رجوع کی نیت یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اُسکو عوض ٹھہراے اس مال کا جو اُسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی و حلبی نے کہا کہ زکوۃ
کی قید ظاہرا اتفاقی ہی فلو کانت وقت انفاقہ مستہلکۃ ولو لغیر فنا الدین نفسہ او اضاف العقد الی دراہم نفسہ ضمن وصار مشتریا لنفسہ متبرعا بالاتفاق لان
الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیہ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہون اگرچہ اُن کا استہلاک مامور کے
دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کیطرف نسبت کیا ہو یعنے یون کہا ہو خرید کے وقت مثلاً کہ مین اُسکو
اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائیگا اور اہل وعیال کے خرچ کرنے مین متبرع اور متطوع
ہوجائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نہ کرسکیگا اسواسطے کہ یہ دراہم وکالت مین متعین ہوجاتے ہین کذا فی النہایۃ والبزازیہ م اتفاق کے مانند
شرا اور صدقہ ہی چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہی جب کہ وکالت مین دراہم متعین ٹھہرے اور قبل اتفاق یا قبل شرا ہلاک ہوگئی تو وکالت
باطل ہوگئی پھر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی نعم فی الملتقی لو امرہ ان یقبض من
مدیونہ الف ویتصدق فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحسانا یہان ملتقے مین ہی کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے ہزار
درم لے اور صدقہ کرے سو اُسنے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پھیرے اُسکے مدیون سے تو جائز ہی بطریق استحسان کے م بحر الرائق مین یہ روایت

Marfat.com

منتقی بالبنون کی طرف منسوب ہی اور اسی طرح در المختار کے بعضے نسخون مین ہی اور اسیطرح منح الغفار مین ہی بلا استدراک اور وجہ اسکی یہ ہی کہ جو دراہم کہ مدیون پر دین ہین گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع ہوگا کذا فی الطحطاوی وصی ان انفق من لہ والحال ان مال الیتیم غائب فھو ای الوصی کالاب متطوع الا ان یشھد انہ قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہی مگر یہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کرے اسکے کہ وہ خرچ کرتا بطریق قرض کے ہی یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہی کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہی لیکن مال یتیم سے بھر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ہم غائب ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر ہوگا تو بطریق اولی متبرع ٹھہریگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنی جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہو وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہم درر مین صغرے سے منقول ہی کہ قبض دین کے وکیل نے جبکہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سواسنے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہین یعنے قاضی اسکو سماعت نہ کریگا انتہی بقدر الضرورۃ وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہی توکیل بیع سلم کرنے مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہی مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا لقبول عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپے لے طعام کے لیے سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہی نہ موکل پر اور روپے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہی کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظر ان یسلم من ریعہ فی زیتہ وحصیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہی کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین ہم یعنی اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوے اور اسنے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ ناظر وکیل ہی واقف کا اور توکیل بالسلم صحیح ہی ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ امینا علی القریۃ فیامرہ بعقد السلم ویسلم الیہ علی ما قرر لہ باطنا لانہ وکیل الواقف والوکالۃ امانۃ لا یصح بیعھا وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو اسنے امین مقرر کیا ہی قریۂ وقف پر کچھ مال معین کرکے کہ ناظر امین کر عقد سلم کا امر کرے اس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا اور راس المال سلم کا اس امین سے لے باطن مین بعوض اس وظیفے کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا یہ اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہی واقف کا اور وکالت امانت ہی جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہی ہم امین کو منسوب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز نہین کہ ناظر واقف کا وکیل ہی محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اسنے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا

باب عزل الوکیل

یہ باب ہی معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلھا خیار الشرط اور وکالت اُن عقود مین سے ہی جو لازم نہین چنانچہ عاریت تو وکالت مین خیار الشروط داخل نہین ہوتا تمام عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہی تا صاحب خیار فسخ عقد کر سکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہی تو اسمین خیار شرط کی کچھ حاجت نہین ولا یصح الحکم بھا مقصودا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر ضمن دعوی صحیح کے بدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہی ہم قبل اس باب کے عنقریب گذرا درر سے کہ اگر مدعا علیہ

Marfat.com

وکالت کا مقر ہوا ور دین کا منکر تو وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہ یہ ہی کہ حکم سے وکالت لازم ہوجاتی ہی اور حالانکہ وکالت شرعًا غیر لازم ہی بہر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آیندہ قول مین **فللموکل العزل متی شاء ولو امام متعلق بحق الغیر** کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجی تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنیکا جب چاہے تا وقتیکہ اس سے حق غیر متعلق نہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے ویگام یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اسکا حق فوت ہوجاے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اسکے معزول کرنیکا اختیار ہی ولالوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ماصححہ البزازی ویجی عن العینی خلافہ متنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق مین بنا بر اس قول کے جسکی تصحیح کی ہی بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنام وکالت دوری یہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ مین نے تجھکو فلانے کام کا وکیل کیا جبکہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل ای فی القضای اما الحکمی فیثبت ویعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزول کا اختیار ہی بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنے عزل قضای مین علم وکیل شرط ہی اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہی رسالت سے قبل علم کے وہو عزلہ قبل وجود الشرط فی المعلق بہ ای بالشرط بہ فتی شرح وہبانیہ اگرچہ اسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت مین جو معلق بشرط ہی اسی قول کا فتوی ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ **ویثبت ذلک** ای العزل **بمشافہۃ بہ وبکتابۃ** بکتوب بعزلہ او ارسالہ رسولا **ممیزا عدلا او غیرہ اتفاقا حرًا او عبدًا صغیرًا او کبیرًا صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء** اور وہ یعنے معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور معزولی کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب کرکیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین م ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا **اذا قال الرسول الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلک ایاک عن وکالتہ** عزل ثابت ہوتا ہی جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجھکو تیرے پاس بھیجا ہی تا کہ مین تجھکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن **ولو اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عدوا او عدالۃ کاخواتہا** المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہی ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کے چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین جو اول مذکور ہو چکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہی ہم اخوات مقدمہ اخبار مولی بجنایت عبد اور شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شراکو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین یہ شرط ہی کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل و قد سنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور پہنے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہی اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک و فرع علی عدم لزومہا من الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آیندہ سے **فللوکیل** ای بالخصومۃ وبشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شئ بغیر عینہ کما فی الاشباہ **عزل نفسہ بشرط علم موکلہ** خصومت کے وکیل اور شئ معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہی بشرط دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شئ غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنے نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہی اگرچہ اسکا موکل معزولی کو نجانے وکذا بشرط علم السلطان بعزل قاض وامام نفسہا والا کما بسطہ فی الجواہر اور اسیطرح دانست بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہی اور نہین تو معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکو مشرح بیان کیا ہی یعنے اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپ کو امامت سے

Marfat.com

معزول کیا تو یہ صحیح نہین بدون علم سلطان کے **وکلہ بقبض الدین ملک عزلہ ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا** لتعلق حقہ بہ کما مر وکیل کیا کسی کو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہی اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہین بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ اسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہی م تعلق حق مدیون یون ہی کہ اگر معزولی بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون مغرور یعنے فریب خوردہ ہو جائیگا درصورت اداے دین بوکیل **الا اذا علم بہ بالعزل المدیون** فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کر جاے تو اب اُسوقت مین وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آیندہ کو متفرع کیا **فلو دفع المدیون دینہ الیہ الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ برئ وبعدہ لا** لدفعہ بغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہوگا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنی جب اسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اُسنے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے دین ادا نہین ہوتا **ولو عزل العدل الموکل ببیع الرہن نفسہ بحضرۃ المرتہن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا** لتعلق حقہ بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہی راہن کا مرہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہی اور نہین تو صحیح نہین بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اُسکے اور اسی طرح ہی خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب م طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت وکیل کی بمقتضاے غالب عادت کے ہی والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہین ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی لعزلہ بکلما وکلتک فانت معزول یعنے اور نہین ہی اس قسم سے جسمین حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اسمین کچھ نہین اور نہین ہی قسم مذکور سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول سے کہ ہر بار کہ مین تجھکو وکیل کرون تو تو معزول ہی کذا فی العینی م طحطاوی نے کہا (کلما عزلتک فانت وکیلی) مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہی کہ اُسمین حق وکیل متعلق نہین **وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیت توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل کجحود الموکل** بقولہ لم اوکلک لا یکون عزلا الا ان **یقول** الموکل للوکیل **واللہ لا اوکلک بشئ فقد عرفت تہاونک فعزل** زیلعی اور وکیل کا یون کہنا بعد قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہین ہی جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ مین نے تجھکو وکیل نہین کیا عزل نہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجھکو کسی چیز کا وکیل نہین کرتا سو البتہ مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہوگا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہی اور مصنفؒ نے اپنی شرح مین اسکو اس پر محمول کیا ہی جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر م یعنے انکار موکل اس صورت مین عزل ہی جبکہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایۃ لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہی اور قول ثانی یعنی عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہی اور وجہ اُسکی یون بیان کی ہی کہ ماوراے نکاح کے انکار فسخ ہی پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہین ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م اور اسیطرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہی چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہی اور جامع کبیر مین ہی کہ یہ رجوع نہین تو اُسمین دو روایتین ہین اور اسی طرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت اور

Marfat.com

حجور متبایعین یا متاجرین مین خلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ حجور رجوع ہی اسواسطے کہ حجور فسخ ہی انتہی علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہی کہ تصحیح خاص وصیت مین ہی یا سب مین انتہی اور ظاہر اجمیع کی تصحیح متبادر ہی چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی مؤید ہی کذا فی الطحطاوی **وینعزل الوکیل** بلا عزل نہایۃ الشئی الموکل فیہ کما لو وکلہ بقبض دین فقبضہ نفسہ **او وکلہ بنکاح فزوجہ** الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہی وکیل بدون معزول کرنے کے اس چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اسپر بذات خود قبضہ کرلیا یا اسکو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کردیا کذا فی البزازیہ **ولو باع الموکل والوکیل لم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد رح وعند ابی یوسف** یشترکان و یخیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ ہی بیع کی اور معلوم نہین کہ پہلی بیع کونسی ہی تو موکل کی بیع مقدم ہی محمد رح کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری مبیع مین شریک اور مختار ہین چاہین بیع قائم رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ **وینعزل بموت احدہما وجنونہ مطبقا** بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرہا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہر او بہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان فی فصل فیما یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہی وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کے مرجانے سے اور اسکے سال بھر کے جنون سے بنابر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہی مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہی اسیکا فتوی ہی اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہی اور قاضی خان نے اس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہی جنون شہری کو ابوحنیفہ رح کا قول قرار دیا ہی اور یہ کہ اسی قول پر فتوی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے **م مطبق** بالکسر بمعنے مستوعب ہی اور بعضون نے بمعنے دائم تفسیر کیا ہی بحر الرائق مین مصباح سے منقول ہی کہ عوام مطبق بفتح با بولتے ہین **وبالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لا تعود بعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقتہ** بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہی وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھر وکالت عود نہین کرتی اسکی پھر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ اسکے جنون جاتے رہنے سے بنابر مذہب صحیح کذا فی البحر یعنے جبکہ مرتد ہوگیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب مین جاکر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کردیا تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام رہ کے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد بھی موقوف ہی اگر مسلمان ہوگیا تو نافذ ہی اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو وکالت باطل ہی کذا فی الطحطاوی وفی شرح الجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ لا تبطل بہذہ العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ **اذا وکل المرتہن العدل او الراہن بیع الرہن عند حلول الاجل فلا ینعزل بالعزل ولا بموت الموکل** وجنونہ اور شرح مجمع مین ہی کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہی تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنے مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آتے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنے سے اور نہ موکل کی موت اور اسکے جنون سے م مرتہن عطف ہی عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہین اسواسطیکہ مرتہن مبیع کا مالک نہین کذا فی الطحطاوی **کالوکیل بالامر بالبیع والوکیل بیع الوفاء** لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ او الطلاق بزازیہ جیسے امر بالبید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ م یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہی لیکن وکیل اسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہی قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالۃ بیع الرہن لا تبطل بالعزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج عن الاہلیۃ بجنون وردۃ وفیما عدا یا من اللازمۃ لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاہلیۃ قلت واطلاقہ فی الدرر فیہ نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اور ارتداد کے بعد اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہی عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

Marfat.com

ہین کہتا ہون تو درر کے اطلاق مین بحث ہی ہم درر مین یون کہا ہی کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہین ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ بالتماس طالب کو بھی شامل ہی اور حالانکہ اسمین ایسا حکم نہین کذا فی المنح **وینعزل بافتراق احد الشریکین** دو توکیل ثالث بالتصرف **وان لم یعلم الوکیل** لانہ عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہی احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت توکیل ثالث ہو تصرف کیواسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہی ہم اطلاق ماتن اسکو شامل ہی کہ دونون شریکون مین افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہو جاے قبل خرید کے تو وکالت ضمیمہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہی کہ دونون یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا **وینعزل بعجز موکلہ لو مکاتبا وحجر علیہ** ای موکلہ لو ماذونا کذلک ای علم او لا لانہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہی اپنے موکل کے عاجز ہونے سے اداے بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے مجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہی یعنے اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہی چنانچہ مذکور ہو چکا **وہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین وقبض ودیعۃ فلا ینعزل بعجزہ** بحجر اور یہ یعنی عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہی جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت مین اور جبکہ وکیل ہو ادا ے دین اور طلب دین اور قبض ودیعت مین تو معزول نہین ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے **ولو عزل المولی وکیل عبدہ المأذون لم ینعزل** اور اگر مولی نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا **وینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا بعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لا کما لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل** اور معزول ہوتا ہی وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اُس فعل مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہی کہ وکیل اُسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہین ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہی تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہی بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہین کرسکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہی کہ وکالت کی حاجت باقی نہین رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل نے خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا سول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا ایک بار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا **ولو ارتد الزوج او لحق وقع طلاق وکیلہ بالبقیۃ العدۃ** اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب مین لاحق ہوا تو اُسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہی ہم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہی کہ اگر زوج مرتد ہو جاے تو وکیل کی طلاق عورت پر تا بقاے عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہی انتہی تو شارح کے کلام مین لحوق اس لحوق پر محمول ہی جسپر قاضی کا حکم نہین ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہی کذا فی الطحطاوی **وتعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکل ببیع متاع موکلہ ثم ردعلیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ** اور پھر آتی ہی وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا سو اسکو بیچ ڈالا اُسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہی چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہیگا اپنی وکالت پر **او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ** یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہی تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہی بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اُس کے اگر ملک جدید حاصل ہوا چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اُسکو بیچ ڈالا پھر اُسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نہ کریگی اس واسطے کہ یہان قدیم ملک نے عود نہین کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکتب لا ینعزل ما لم یصل الکتاب الملتقط مین ہی کہ موکل نے کیا اور معزولی کو بھیجی تو معزول نہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنے اسواسطے کہ یہ عزل مقصدی ہی اُسمین علم وکیل شرط ہے اور علم خط

بھیجنے سے ہو وکل غائبا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اُسکے قبول کرنے کے تو صحیح ہی اور بعد قبول کے صحیح نہین یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہی اور بعد قبول صحیح نہین بدون علم کے درصورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ قمقمۃ لیدفعہا الی انسان یصلحہا فدفعہا ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اُس آدمی کو دے جو اسکو درست کرے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہین اسواسطے کہ اُسنے موافق اسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اسکی ثابت نہین ابرأہ مما لہ علیہ بری من الکل قضا لا ما فی الآخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اُس دین سے جو اُسپر ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر مین اور آخرت مین تو بری الذمہ نہوگا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہی کہ اُسکا اتنا ہی اُسپر ہم یعنے مجملا اُسنے دین معاف کر دیا لیکن اسکا گمان یہ ہی کہ میرے دس درم ہین پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درم ہین تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہوگیا بنظر اطلاق برأت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامتہ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ مین ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھسے فلانی بات کہے تو اسکو دیجیو تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہ توکیل مجہول ہی تو مدیون بری الذمہ نہوگا اُسکے دینے سے وفی البیانیۃ ومن قال اعط المال قابض خصمی + فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخیر + اور وہبانیہ مین ہی اور جسکے دائن نے کہا کہ دے مال ہمنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اسکو تو مدیون بری الذمہ نہوگا اور مال مین اسکو خسارہ ہوگا یعنی دوبارہ اسکو دینا پڑیگا + وبعہ مربح بالنقد او بیع نحالد + فخالفہ قالوا یجوز بالتغیر + اور جس موکل نے کہا بیچ اسکو اور بیچیو نقد یا یون کہا کہ بیچ اسکو اور بیچیو خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اُسکے خلاف کیا یعنے ادھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علمانے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہی ہم بعہ مربح بالنقد یہ ایک صورت ہی وبعہ مربح نخالد یہ دوسری صورت ہی وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہی کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہی چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے لے اور اُس سے گیہون خرید کرنا تو اسکو جو خرید کرنا جائز ہی کیونکہ یہ کلام مشورہ ہی اُسکا بخلاف اس قول کے کہ بعہ بالنقد یا یون کہا کہ بعہ من فلان تو اب اسکو مخالفت کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ + وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم + کذا قول رب الدین والخصم بخیر + اور مال دینے مین وکیل کا قول مقدم ہی اسواسطے صاحب دین کا قول مقدم ہی اور خصم یعنی موکل پر جبر کیا جائیگا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچھ اُسنے نہین دیا تو وکیل کا قول معتبر ہی بری الذمہ ہونے مین یعنی وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہی موکل کے اس قول پر کہ اُسنے صاحب دین کو نہین دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مین نے کچھ نہین پایا لیکن یہ فقط درحق براءت ہی نہ درحق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق مین اور موکل سے زبردستی حق اسکا دلایا جاویگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاے سو اگر اُسنے قسم کھا کی تو قبض دین ثابت نہوا اور اگر قسم نہ کھائی تو حق اُسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنے موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاے کذا فی الطحطاوی ولو قبض الدلال مال المبیع کی + لیسلمہ لمتہ وضاع لیتطرح + اور اگر دلال نے مال مبیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا تو دلال اور بائع مین نصفا نصف کیا جاے م یعنی مصالحہ بالنصف ہوگا درمیان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہی کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہین اور نہین تو تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے پھیر لے تا وقتیکہ دلال اُسکا فرستادہ نہو بائع کیطرف ثمن پہونچا نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوے

یہ کتاب ہی دعوے کے احکام مین لانخفی مناسبتہا للوکالۃ بالخصومۃ مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین م مناسبت یہ ہی کہ

Marfat.com

کہ خصومت کے وکیل کو دعوی کی طرف حاجت ہی بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بھی دعوی کی طرف حاجتمند ہوتا ہی ہی لغۃ قول یقصد بہ الانسان
ایجاب حق علی غیرہ لغت مین دعوی وہ قول ہی جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنی بلا قید منازعت و مسالمت اور اسمین دفع عن حق نفسہ
سے کچھ تعرض نہین والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہی تو اسپر تنوین داخل نہین کیجاتی وجمعہا دعاوی بفتح الواو کفتوی
وفتاوی درر اور جمع دعوی کی دعاوی ہی بفتح واو مانند فتوی اور فتاوے کے کذا فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہما محافظۃ علی الف التانیث
لیکن مصباح العلوم مین واو کے کسرہ پر یقین کیا دونون مین یعنے دعاوی اور فتاوی مین الف تانیث کی محافظت کیواسطے م عبارت مختلف ہی مصباح
مین یون ہی کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہی اسواسطے کہ وہی اصل ہی اور بفتح واو ہی الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی ملخصا وشرعا
قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع مین دعوی عبارت ہی اُس قول سے جو قاضی
کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار م قول مقبول سے قول ملزم مراد ہی تو غیر ملزم خارج
ہوگیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوی مسموع نہین اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہوگئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ
شہادت اگرچہ قول مقبول ہی مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہی اور اسیطرح اقرار بھی او دفعہ ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعوی التعرض
فتسمع بہ یفتی بزازیہ دعوی عبارت ہی دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمین داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا
اسی قول کا فتوی ہی کذا فی البزازیہ م دفع تعرض کی صورت یہ ہی کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہی اور مین اسکے دفع تعرض کا
مطالب ہون تو یہ دعوی مسموع ہی قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اُسکے پاس حجت نہین ہی تو وہ تعرض سے روکا جاے اور جب اسکو
حجت ملے تو تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہین کذا فی السراجیہ م صورت اسکی یہ ہی کہ قاضی
کے پاس جاے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھ ہو تو دعوی کرے اور نہین تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نہ کیا جائیگا دعوی مین اسواسطے کہ وہ صاحب حق ہی
کذا فی الطحطاوی وہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یا یعنی تعریف دعوی مین اور دفعہ عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اسوقت ہی جبکہ تعریف مذکور مین
حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے م جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت ہوئی
تا دفع بھی دعوی کی تعریف مین داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہی جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہین کیونکہ دفع سے کف
عن المنازعۃ مراد ہی فلو ارید ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونون کو شامل ہو تو اس قید
یعنے زیادت دفع کی حاجت نرہی والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای لا یجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہی کہ جبکہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چھوڑا
جائے یعنی حاکم اُس سے زبردستی دعوی نہ کروادے والمدعی علیہ بخلافہ ای یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے
چھوڑا نہ جاے بلکہ اس سے زبردستی خصومت کروائی جاے فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد بہ یفتی بزازیہ ولو القضاۃ فی المذاہب
الاربعۃ علی الظاہر وبہ افتیت مرار البحر تو اگر ایک شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک قاضی ہو علیحدہ علیحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہی جس قاضی کے پاس
چاہے حاضر ہو محمد رح کے نزدیک اسی قول کا فتوی ہی کذا فی البزازیہ اگرچہ وہان چارون مذہب کے قاضی ہون بنا بر قول ظاہر کے اور اسی کا مین نے فتوی دیا
ہی کئی بار کذا فی البحر م علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہی یعنی مدعی کو اختیار ہی اسواسطے کہ ابو یوسف رح
کا قول مدعی اور مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہی قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فاکثر علی السواء فالعبرۃ للمدعی نعم لو امر السلطان باجابۃ المدعی علیہ لزم اعتبارہ
لعزلہ بالنسبۃ الیہا کما مر مرارا کہا مصنف رح نے اپنی شرح مین اور اگر دو قاضیون کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محالات شہر مین ہو تو مدعی کا اعتبار ہے ہان اگر

Marfat.com

سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا تو اسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اُس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے پسند نہین کیا اس دعوی کی
نسبت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضا قید پذیر ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی محلۃ علحدۃ اما اذا
کان فی المصر حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی اجابۃ المدعی لما انہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علی حاشیۃ
البزازیۃ فلیحفظ مین یہ کہتا ہون اور یہ خلاف محمد رح اور ابو یوسف رح کا اس صورت مین ہی جبکہ ہر ہر قاضی علحدہ علحدہ محلہ کا حاکم ہو اور جبکہ شہر مین حنفی اور شافعی
اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک یعنی حکومت عامہ ہو تو لائق نہین کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہو اسواسطے کہ وہ بلا شک
مدعی ہی تو صاحب حق ہی اسی طرح لکھا ہی مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م اتحاد مجلس قید نہین بلکہ عموم ولایت پر مدار ہی
چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر شارح رح عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا ورکنہا اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا کما لی علیہ کذا او اضافتہ الی من
ناب المدعی منابہ کوکیل ووصی عند النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہی حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت
اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اُسپر اتنا ہی یا نسبت کرنا حق کا اسکی طرف جسکے مدعی قائم مقام ہی مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند
النزاع اضافت حق سے متعلق ہی واہلہا العاقل الممیز ولو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ والا لا اشباہ اور دعوی کا اہل وہ شخص ہی جو ہوشیار با تمیز ہو اگرچہ
لڑکا ہو بشرطیکہ اُسکے ولی نے اسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوی نہین کذا فی الاشباہ وشرطہا ای شرط جواز
الدعوی مجلس القضاء وحضور خصمہ فلا یقضی علی غائب اور دعوی کی شرط یعنے جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہی اور موجود ہونا اُس کے
مخاصم کا تو حکم نہ کیا جاے مدعا علیہ غائب پر وہل یحضرہ بمجرد الدعوی ان بالمصر او بحیث یبیت بمنزلہ نعم والا فمتی یبرہن او یحلف منیہ اور کیا قاضی
مدعا علیہ کو بمجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اس طرح پر کہ جوابدہی کرکے اپنے گھر رات کو چاہے پہونچے
تو ہان بمجرد دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اسکو نہ بلاوے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کھائے کذا فی المنیہ م مدعا علیہ بعید کے احضار مین دخول
مین بعضون کے نزدیک احضار نہین مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضیخان نے کہا یہ گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہی نہ حکم دینے
کے واسطے شلبی نے کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کا عمل برخلاف ما تقدم ہی کہ بمجرد دعوی مدعا علیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہین کرتے کہ دعوی
صحیح ہی یا فاسد اور یہ انکی غفلت ہی فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی ومعلومیۃ المال المدعی اذ لا یقضی بمجہول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا اس مال کا ہی
جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہین دیا جاتا ولا یقال مدعی فیہ وبہ الا ان یتضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا فیہ اور مدعا بہ نہین کہتے مگر
جبکہ لفظ ادعا بمعنی اخبار کے متضمن ہو اب مدعا بہ بولنا درست ہی م مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہین اگرچہ متفقہین بولتے ہین مگر یہ مشہور ہی تو وہ بہتر ہی
صواب مہجور سے کذا فی الحموی وشرطہا ایضا کونہا ملزمۃ شیئا علی الخصم بعد ثبوتہا والا کان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہی ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا
کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر ملزم نہوتا تو بیفائدہ ہوتا م جب ملزم ہونا دعوی کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوی
کرنا صحیح نہین امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر وکون المدعی مما یحتمل الثبوت فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا او عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب
فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب او لمن لا یولد مثلہ لمثلہ ہذا ابنی وظہورہ فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی آخر انہ اقرضہا ایاہا دفعۃ واحدۃ
او غصبہا منہ فالظاہر عدم سماعہا بحر وبہ جزم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوی کی شرط ہی ہونا اس چیز کا جسکا دعوی کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہی
تو اسکا دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہی باطل ہی بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا معروف النسب کو کہ
یہ میرا بیٹا ہی یا اسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اُس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ مفلس مشہور کا

Marfat.com

دعوی اموال عظیمہ کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اُسنے اسکو مال قرض دیے ہین ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کرلیا تو ظاہرا یہ دعوی غیر مسموع ہی کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہی ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین و حکمہا وجوب الجواب علی الخصم وہو المدعی علیہ بلا او بنعم حتی لو سکت کان انکارا فتسمع البینۃ علیہ الا ان یکون اخرس اختیار و سخففہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہی مدعا علیہ پر نہین یا ہان کرکے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہین بولا نہ ہان تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اسکا سکوت انکار نہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے یعنی (قضی بنکولہ) کی شرح مین وسببہا تعلق البقاء المقدر بتعاطی المعاملات اور دعوی کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہی معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات مین زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذلک جاری ہی تو دعوی کرنا اسی قسم سے ٹھہرا جو بقاے عالم مکلفین کا مقتضی ہی اس واسطے کہ اگر دعوی نہ کیجیے تو اکثر حقوق ضائع ہوجائین فلو کان ما یدعیہ منقولا فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مرہونا فی یدہ او محبوسا بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہی مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ مین ناحق ہی بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ مین یا یہ کہ محبوس بواسطہ ثمن کے ہو اسکے پاس و طلب المدعی احضارہ ان امکن فعلی الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ بلا استحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اسکے حاضر کرنے کا اگر لے آنا اس کا ممکن ہو بلا مشقت تو مدیون پر احضار اسکا واجب ہی تا اسکی طرف اشارہ کیا جاے دعوی اور شہادت اور استحلاف مین (قسم لینا) و ذکر المدعی قیمتہ ان تعذر احضار العین بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت ابن کمال معزیا للخزانۃ اور مدعی اسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو احضار عین کا اسطرح کہ اسکے لے آنے مین مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہی نسبت بخزانہ کرکے کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ مین ہی نہ ہلاک عین مین تو شارح رح کا یہان اسکو ذکر کرنا سہو ہی کذا فی الطحطاوی بہلاکہا او غیبتہا لانہ مثلہ معنی قیمت بیان کرے اگر احضار اسکا متعذر ہو اسکے ہلاک ہوجانے سے یا اسکے غائب ہوجانے سے اسواسطے کہ قیمت اسکی مانند ہی اسکے باعتبار معنی کے یعنی قیمت اسکی مماثل معنوی ہی وان تعذر احضارہا مع بقائہا کرحی و صبرۃ طعام و قطیع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اسکا متعذر ہو باوجود اسکے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گیہون کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بھیجے تاکہ اسکی طرف اشارہ کیا جاوے والا تکن باقیۃ اکتفی فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نرہی ہو تو دعوی مین بذکر قیمت کفایت کرے وقالوا لو ادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجبر علی البیان درر وابن ملک و لہذا لو ادعی اعیانا مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصحیح وتقبل بینتہ او یحلف خصمہ علی الکل مرۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہی اور اسکی قیمت نہ بیان کی تو دعوی مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی درصورت انکار یا اس پر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی درصورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسی واسطے یعنی بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہی صحت دعوی مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت مین مقبول ہونگے یا اسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایک بار م اعیان مختلف الجنس چنانچہ اناج اور مختلف النوع چنانچہ گیہون اور جو اور مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گیہون اور ناقص وان لم یذکر قیمۃ کل عین علیحدۃ لانہ لما صح دعوی الغصب بلا بیان فلان یصح اذا بین قیمۃ الکل جملۃ بالاولی قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہی اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو صحیح ہونا جبکہ کل اشیاء کی قیمت مجملاً بیان کرے بطریق اولی ہوگا وقیل فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم کونہا نصابا فاما فی غیرہا فلا یشترط عمادیۃ اور بعضون نے کہا کہ چوری کے دعوی مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہی تا اسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سواے

ن المدعی

Marfat.com

عین تو بیان قیمت شرط نہین کذا فی العمادیۃ وہذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شئ مستہلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشہادۃ
لیعلم القاضی باذا القیضی اور یہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی مین ہی نہ دین کے دعوی مین تو اگر مدعی نے شئ مستہلک کا دعوی کیا تو اُسکی جنس اور
نوع کا بیان شرط ہی دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان المذکورۃ والانوثۃ فی الدابۃ فشرط ابو اللیث ایضا واختارہ
فی الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہی جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان
قیمت کے ساتھ اسکو بھی شرط کیا ہی اور اس قول کو اختیار شرح مختار مین پسند کیا ہی اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہی اور پورا
بیان اسکا عمادیہ مین ہی وفی دعوی الایداع لابد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل ولا اور ودیعت رکھنے کے دعوی مین مکان ایداع
کا بیان کرنا ضرور ہی خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا منہوم بیان مکان اسواسطے شرط ہی کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی مکان مین جہان
ودیعت رکھی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہی دا سکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومؤنۃ فلا بد فی الدعوی من بیان
والا حمل لہ لا اور غصب کے دعوی مین اگر مغصوب لائق بار برداری ومشقت کے ہو تو ضرور ہی اُسکے صحت دعوی کیواسطے بیان مکان غصب اور
اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی بین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیۃ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کے اسکی
قیمت بیان کرے بنا بر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورا خلافا لہما اور گھر اور باغ وغیرہ
غیر منقول کے دعوے مین حدود کا بیان کرنا شرط ہی جیسے اسکی گواہی مین تحدید شرط ہی اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک
درصورت شہرت تحدید شرط نہین م عقار بروزن سلام لغت مین عبارت ہی ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور گاہے متاع کو
بھی عقار بولتے ہین انتہی اور شارح نے تصریح کی ہی کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہی اور اسمین شفعہ نہین جب کہ اسکی بلا ارض بیع ہو کذا فی الطحطاوی عن
البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہی مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہون تو اُسکے
حدود کے بیان کی حاجت نہین م اسمین گفتگو ہی اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہی اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
کما لو ادعی من العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوی ہی نہ
زمین کا کذا فی البحر ولا بد من ذکر البلدۃ فیہا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ مقیدا بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہی اُس شہر کے بیان سے
جس مین وہ گھر ہی پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب مین م یعنی یون کہے کہ وہ گھر فلانے
شہر فلانے محلے فلانے کوچہ مین ہی پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہی کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلاً جعفر ہی تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو
بہتر اور نہین تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہو جاوے تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد
بن عبد اللہ ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ وغلط فیہ لا یلتفی لان المدعی یکلف بہ تم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد فضولین اور تین حدون
کے ذکر مین کفایت ہی تو اگر چوتھے کو ترک کرے تو صحیح ہی اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین ملتقی اسواسطے کہ اس سے مختلف
ہو جاتا ہی پھر غلطی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہی کذا فی الفضولین م زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہی اسواسطے کہ تعریف پوری نہین
ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود
واسماء آبائہم ولا بد من ذکر البلد کلہم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہی اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور اُنکے
باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہی انمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اُسکا نام کافی ہی بسبب

Marfat.com

حاصل ہونے مقصود کے م متعلق مین ہی کہ اگر داد امعروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اُسکے موالی کے ذکر سے یا اُسکے پیشہ یا وطن یا اُسکی دوکان یا اُسکے
علیہ سے تو مقصود تمیز ہی خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکرانہ ای العقار فی یدہ لیصیر خصما اور اُسکا ذکر ضرور ہی کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ مین ہی تا
کہ وہ خاصم ٹھہرے م منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ مین برابر ہین اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ یہان بیان تھا عقار کا کذا فی الطحطاوی و فی یدہ علیہ لغیر
حق ان کان المدعی منقولا کمامر اور زیادہ کرے اُسپر لغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور ہو چکا م مذکور یہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اسواسطے ذکر کرے
کہ شاید وہ چیز اُسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا یثبت یدہ فی العقار بتصادقہما بل لابد من بینۃ او علم قاض لاحتمال تزویرہما بخلاف
المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہین ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین مین متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہی گواہی سے یا قاضی کے
علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اسمین تصادق متخاصمین ثابت قبض ہی بسبب معائنہ ہونے قبض منقول کے م احتمال تزویر یہ ہم
کہ شاید متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپ کو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ثم ہذا لیس علی اطلاقہ بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا پھر یعنی
اشتراط بینہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہین بلکہ جب زمین مین ملک مطلق کا دعوی کرے م ملک مطلق وہ ہی جسمین ملک کا سبب مذکور نہو
چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء ممن فی یدہ فلا یقتصر لبینۃ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا بزازیۃ
اور غصب کے دعوی اور قابض سے خرید کرنے کے دعوی مین تو حاجت نہین گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہی ویسا غیر قابض پر بھی
صحیح ہی کذا فی البزازیہ م شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی مین اور فعل کے دعوی مین فرق ہی فعل سے مراد غصب اور خرید ہی وذکرانہ لیطالبہ بہ
متوقفہ علی طلبہ ولاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن وبہ استغنی عن زیادۃ لغیر حق فافہم اور اسکا ذکر ضرور ہی کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہی مدعا علیہ سے بسبب ہونے قوف
ہونے حق مدعی کے اسکی طلب پر اور اسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنیکی حاجت نرہی سو
سکو سمجھے م شارح رہنے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول مین بغیر حق کا ذکر لازم نہین کیونکہ اشتراط مطالبہ منتفی ہی اس سے ولو کان ما یدعیہ دنیا مکیلا او
موزونا نقدا او غیرہ ذکر وصفہ لانہ لا یعرف الا بہ اور جسکا مدعی دعوی کرتا ہی اگر دین ہو یا مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا یا سوائے اسکے
تو اُسکے وصف کو مذکور کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون دریافت نہین ہوتا مگر وصف کے بیان سے م وصف یہ کہ گیہون مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی
کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اسوقت حاجت ہی جبکہ شہر مین کئی قسم کے روپے یا اشرفیان رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج
ہو تو ذکر وصف لازم نہین کذا فی الحموی لا بد فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفۃ والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دنیا علیہ و
لم یذکر سببا لم تسمع اور ضرور ہی مثلیات کے دعوی مین بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک
کر گیہون کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اُسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوی مسموع نہوگا م جنس جیسے گیہون اور نوع جیسے سُرخ گیہون یا سفید اور صفت جنسے جید
یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب وا ذا ذکر ففی السلم انحالہ المطالبۃ فی مکان عینا ہ اور جسکا وجوب
کا سبب نہ کر کیا تو بیع سلم مین اُسکو مطالبہ جائز نہین مگر اُسی مکان مین جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا وفی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض
ونحوہ بخر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوی مین مطالبہ نہین مگر قرض کے مکان مین اور مانند اُسکے یعنی غصب اور استہلاک
کے مکان مین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسأل القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فاذا اقول بعد صحتہا او
الا تصح صحیحۃ لا یسأل لعدم وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے کہ فلانے مدعی نے تجھپر ایسا دعوی کیا ہی سو تو کیا
کہتا ہی سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوے کے اور اگر صحیح دعوے صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نہ کرے بسبب واجب ہونے اُسکے

Marfat.com

جواب کے م قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اس کی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا
فی السراجیہ فان اقر فبہا او انکر فبرہن المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہی یا انکار کرے
سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر یعنے اسکو ہروا ے اور مدعی کو جتاوے بدون طلب مدعی کے م اگر مدعا علیہ کہے کہ مین مدعی کے
دعوی کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اس پر حکم کرے اور قاضی کو مدعا علیہ کا خبردار کرنا کہ ہم تجھپر حکم کرتے ہین مستحب ہی لازم
نہین کذا فی الطحطاوی والا یبرہن حلفہ الحاکم بعد طلبہ اذ لابد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی اربع علی ما فی البزازیہ اور اگر مدعی گواہون
سے اپنا دعوی ثابت نہ کرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوی مین مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہی مگر ابو یوسف رح
کے نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیہ م مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہی مشتری خدا کی قسم کھائے کہ مین راضی نہین
ہوا عیب سے ۲ شفیع قسم کھائے کہ مین نے تیرا شفعہ باطل نہین کیا ۳ عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یون قسم کھائے کہ
زوج نے اسکو نفقہ نہین دیا اور نہ کچھ اسکے واسطے چھوڑ گیا ۴ مستحق قسم کھائے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال واجمعوا علی التحلیف بلا طلب فی
دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف رح نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین م صورت تحلیف یہان
یون ہی کہ قاضی اسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اسکی طرف سے تجھکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے کسی نے
اسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسی کا تو نے اسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہی کذا فی
الحلبی عن البحر واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا
ہون نہ انکار تو حاکم قسم نہ لے بلکہ اسکو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر م یہ امام رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اسمین قسم لینا چاہیے
وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع الا
انہ انکار فیستحلف اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جاے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف رح کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ
بحر الرائق مین کہا اور اسی کا مین نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا مین ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہی انتہی ما فی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے
نقل کیا کہ مشابہ تر بحق یہ ہی کہ عدم اقرار انکار ہی تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی م متبادر یہ ہی کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہی حالانکہ
ایسا نہین بلکہ وہ مسئلہ متن کی طرف راجع ہی اور وہ صاحبین رح کے قول کی تصحیح ہی اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہی کذا فی الحلبی ملخصا قیدنا
بتحلیف الحاکم لانہما لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فہو باطل لان الیمین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ لیمین ولا نکول عند
غیر القاضی ہم نے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپس مین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہین اور قسم کھاوے اور
بری الذمہ ہو جاے تو وہ باطل ہی اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہی ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے
پاس فلو برہن علیہ ای علی حقہ تقبل والا یحلف ثانیا عند قاض بزازیہ اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی درر سو اگر غیر حاکم کے پاس
قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ
مگر جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس لی گئی تو کافی ہی یعنے دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فما لم یکن
باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہی تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہو گی معتبر نہوگی
م یہ مسئلہ مغائر ہی متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ متن یہ ہی کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہی اور یہان مطلب یہ ہی کہ قاضی کے

Marfat.com

پاس قسم کھائی مدعی کے استحلاف سے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا ابو صطلحا ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال وحلف ای المدعی لم یضمن الخصم لان فیہ تغییر الشرع اور اسیطرح اگر متخاصمین نے اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہی مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ ضمان نہ دے اسواسطے کہ اسمین بگاڑنا ہی شرع کام وجہ تغییر شرع یہ ہی کہ قسم مدعا علیہ پر ہی نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو پھیرے کیونکہ یہ شرط باطل ہی والیمین لاترد علی مدع لحدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہین جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے کہ بینہ یعنے گواہ مدعی پر ہی ہم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی مین بروایت ابن عباسؓ یون ہی (البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر) کذا فی التبیین یعنے گواہی مدعی پر ہی اور قسم اسپر ہی جو انکار کرتا ہی طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین مین قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہی اور دوسری وجہ ہی کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہی اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہی اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہی جبکہ وہان معہود نہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاہد والیمین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی عینی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہی بلکہ اس کو یحیے ابن معین نے رد کیا ہی بلکہ اس حدیث کے راوی نے اسکا انکار کیا ہی کذا فی العینی م مسلم اور ابوداؤد مین ابن عباسؓ سے روایت ہی (قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمین وشاہد) کذا فی التبیین یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہی سہل بن صالحہ سے اور سہل اسکی روایت کا منکر ہی تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہو سکے گی انتہی برہن المدعی علی دعواہ وطلب من القاضی ان یحلف المدعی انہ محق فی الدعوی علی ان الشہود صادقون ومحقون فی الشہادۃ لایجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم لایحلف مرتین فکیف الشاہد لان لفظ اشہد عندنا یمین ولایکرر الیمین لانا مرنا باکرام الشہود ولذا لو علم الشاہد ان القاضی یحلفہ ویعمل بالمنسوخ لہ الامتناع عن اداء الشہادۃ لانہ لایلزمہ ابتداء گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوی مین حق پر ہی یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاوین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ حق پر ہین تو قاضی اسکی خواہش کو نہ مانے اسواسطے کہ مدعا علیہ خصاص سے دوبار قسم نہین لیجاتی تو شاہد سے دوبار کیونکر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہی اور دوبار قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہین اور اسی واسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اسکو ادائے شہادت سے باز رہنا جائز ہی اسواسطے کہ اب اسکو ادائے شہادت لازم نہین کذا فی البزازیہ ہم اب ہندوستان مین نصاریٰ کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہی تو اگر شاہد بمحافظ حلف ادائے شہادت مین پہلوتہی کرین تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار ہونگے واللہ اعلم وبینۃ الخارج فی الملک المطلق وہو الذی لم یذکر سببہ احق من بینۃ ذی الید لانہ المدعی والبینۃ لہ بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کے ملک مطلق مین اولے بالقبول ہین قابض کے گواہون سے اسواسطے کہ وہ خارج مدعی ہی اور گواہ اسی کے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ ہی جسکا سبب مذکور نہو مانند خرید یا میراث ہم صورت اسکی یہ ہی کہ شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول ہونگے خارج کیواسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کیواسطے حکم ہوگا اور صورت اسکی یہ ہی کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہی تو مدعی خارج کیواسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بخلاف المقید بسبب کنتاج ونکاح فالبینۃ للذی الید اجماعا کما سیجی بخلاف دعوی اس ملک کے جو مقید بسبب ہی چنانچہ نتاج اور نکاح تو قابض

Marfat.com

کے گواہ اولے بالقبول ہین بالاجماع چنانچہ آگے آویگا صورت نتاج یہ ہے کہ ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ لونڈی اُسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہین اس واسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہین اور قابض کے ساتھ ترجیح ہے قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہے کہ دونون نے گواہ اسپر قائم کیے کہ اس نے نکاح کیا اُس عورت سے تو قابض کے گواہ اولی بالقبول ہین تو ملک سے مراد وہ ہے جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے **وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لونکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ** کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایک بار کے نہ قسم کھانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس مین ہو فی الحقیقۃ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ مین نہین قسم کھاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اسکا آفت سے نہین مانند گونگے اور بہرے ہونیکے قول صحیح مین کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پھر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہے یعنی مستحب ہے نہ واجب **وہل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف** درر ولم ار فیہ ترجیحا قالہ المصنف قلت قدمنا انہ یفترض القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا شرط ہے حکم دینا انکار قسم کے بعد فورا اس مین خلاف ہے علما کا کذا فی الدرر اور اس خلاف مین مین نے کسی قول کی ترجیح نہین دیکھی یہ کہا ہے مصنفؒ نے اپنی شرح مین مین کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فورا فرض ہے مگر تین صورت مین ۱ پہلی صورت ہے کہ قاضی کو شک پڑے طرق قضا مین چنانچہ گواہون مین ۲ یہ کہ مدعی مہلت مانگے ۳ یہ کہ امید صلح ہو اقارب مین کذا فی الطحطاوی **قضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ** ثابت درر فبلغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو اسکی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہے کذا فی الدرر تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنے برہان اور یمین اور نکول وعدہا فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ وعلم قاض علی المرجوح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوہا فورا فرأوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ مین طرق قضا سات شمار کیے گئے ہین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتھڑی چھری لیے نکلا پھر اس گھر مین فورا لوگ داخل ہوے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اُسکے خون مین ماخوذ ہوگا اس واسطے کہ اُس کے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا اس مین گفتگو ہے اس واسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہے کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہے بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہے اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین فتامل کذا فی الطحطاوی **شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی خصمہ ولا یحلف** تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اس مین جس کا اس نے دعوی کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہ ہے یعنی واجب ہے کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نہ لے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے **وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رائہ ان المدعی مبطل حلف والا فان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلف** بزازیہ اور اگر اسکا مخاصم نہ مانے سواے قسم کے اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل پر ہے تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہ ہو اس طرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نہ کھائے کذا فی البزازیہ یہ مسئلہ مغائر ہے مسئلہ شک کے خلاصہ یہ ہے کہ مدعی کو اگر اپنے دعوی کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھائے اور نہین تو قسم نہ کھائے **و تقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی** سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے انکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہین کذا فی السراج برخلاف اس قول کے جو شرح مجمع مین ہے محیط سے م شرح مجمع مین محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اس دعوی پر پھر وہ گواہ لایا تو امامؒ کے نزدیک مقبول نہین اس واسطے کہ وہ خود اپنے گواہون

Marfat.com

کی تکذیب کرچکا اور محمد رح کے نزدیک مقبول ہین اس احتمال سے کہ اس کے گواہ ہون گے پر وہ بھول گیا انتہی اس مین خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا
اس مین تعرض نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین سراجیہ سے قول محمد رح کی ترجیح مذکور ہی کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعی علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء
بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہین بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیۃ عند العامۃ وہو الصحیح بقول شریح الیمین الفاجرۃ
احق ان ترد من البینۃ العادلۃ ولان الیمین کالخلف عن البینۃ فاذا جاء حکم الاصل انتہی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک
مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہی بدلیل قول شریح کہ جھوٹی قسم مردود کرنے کے لائق تر ہی عادل گواہون سے اور اس واسطے کہ قسم گواہون کے
خلیفہ کے مانند ہی تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہوچکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ویظہر کذبہ باقامتہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب
فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حتی یحنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیۃ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا
گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ
اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اس قول پر فتوی ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیۃ برخلاف اطلاق درر م درر مین کہا صواب یہ ہی کہ اسکا کذب
ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور نہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہی خواہ دعوی سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ
بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء والایفاء وعلیہ الفتوی فصولین
وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اس پر دین نہین ہے پھر مدعی نے
سبب مثلاً قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہوگا اس واسطے کہ جائز ہی کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا ادائے
قرض پایا گیا اور اسی قول مفصل پر فتوی ہے کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی رجعۃ جحدہا
ہو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدۃ واستیلاد تدعیہ الامۃ ولا یتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او
ابنہ وبالعکس وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ الاعلی او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت
اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جس کا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے
اور اس استیلاد مین جس کا دعوی لونڈی کرتی ہے اور اس کے بالعکس یعنے ادعاے استیلاد مولی حاصل نہین ہوسکتا بسبب ثابت ہونے
استیلاد کے مولی کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین قسم نہین اس طرح کہ دعوی کیا شخص مجہول پر کہ وہ اُس کا غلام ہی یا بیٹا یا اس کے
بالعکس یعنے مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولی ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور ولاے عتاقت یا ولاے موالات مین قسم نہین
ولا کا دعوی کیا شخص اعلی نے یا اسفل نے یعنے معروف نے مجہول پر دعوے کیا یا مجہول نے معروف پر اور حد اور لعان مین قسم نہین م
اشیاے سبعہ مین امام رح کے نزدیک تحلیف نہین خلافا للصاحبین رجعت مین بعد عدت کے اسواسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت
ہوجائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اس کی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کے قید اس واسطے لگائی کہ ایلا کی مدت مین ایلا ثابت ہوگا زوج
کے دعوی سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ مواضع خلاف سے ہی والفتوی علی انہ یحلف المنکر فی الاشیاء
السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل الا فی الحدود اور فتوی اس پر ہی کہ قسم
لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعۂ مذکورہ مین اور جسنے انکو چھ شمار کیا ہی اُسنے ام ولد ہونے کو نسب مین ملایا ہی یا رق مین خلاصہ یہ ہی کہ قول مفتی
تحلیف ہی کل امور مذکورہ مین سواے حدود کے ومنہا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا تضمن حقا بان علق عتق عبدہ بنفسہ فللعبد

Marfat.com

تحلیفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنی اور منجملہ حدود قذف اور لعان کی حد ہی تو اسمین قسم نہین باجماع امام رح اور صاحبین رح کے مگر جبکہ حد حق العبد کی متضمن
ہو اس طرح پر کہ مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہی تو غلام کو قسم لینا مولی کا درصورت انکار جائز ہی سو اگر مولی قسم نہ
کھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا م غلام یون کہے کہ مولی نے وہ فعل کیا جسپر میری آزادی معلق تھی اور یہ نہ کہے کہ اسنے زنا کاری کی تا اپنے
مولی کا قاذف نہ ٹھہرے کذا فی الطحطاوی **وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم تقطع وان اقر بہا قطع** اور اسی طرح قسم لیجاے
سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نہ کھاوے تو تاوان دے مال کا اور اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو
کاٹا جائیگا وقالوا یستحلف فی التعزیر کما بسطہ فی الدرر اور علما نے کہا ہی قسم لیجائیگی تعزیر مین چنانچہ اسکو درر مین مشرح بیان کیا ہی م وجہ اسکی یہ ہی کہ تعزیر
حق العبد ہی ولہذا عبد اسکو ساقط کرسکتا ہی معاف کردینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا تحلف اور فصول
مین ہی کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ یہ ہی کہ وہ نکاح کرلے تو اس سے اب قسم نہ لیجائیگی وفی الخانیۃ لا استحلاف
فی احدی وثلثین مسئلۃ اور خانیہ مین ہی کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین م یہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر مین مفصل مذکور ہوچکے **النیابۃ**
تجری فی الاستحلاف لا الحلف وفرع علی الاول بقولہ **فالوکیل والوصی والمتولی واب الصغیر یملک الاستحلاف** فلہ طلب یمین خصمہ
نیابت جاری ہوتی ہی قسم لینے مین نہ قسم کھانے مین اور مصنف نے تفریع کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصی اور متولی
وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہی قسم لینے کا تو اسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہی م اسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم ہی
اصیل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے **ولا یحلف احد منہم الا اذا**
ادعی علیہ العقد او صح اقرارہ علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر
کے باپ سے قسم نہ لیجائیگی مگر جبکہ اسپر عقد کا دعوی کیا جاے یا اسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اسکا
اقرار صحیح ہی اپنے موکل پر تو اسی طرح اسکا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہی وفی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث ذکرہا والصواب فی اربع
وثلثین لما مر عن الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن المصنف ولولا خشیۃ التطویل لسردتہا کلہا
اور خلاصہ مین ہی کہ جن مواضع مین کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اسکو اقرار لازم آوے پھر جب اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لی جائے گی سواے
تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہی اور ٹھیک بات تو یہ ہی کہ چونتیس صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہوچکا یعنی
اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی مل کر چونتیس ہوئین اور چھ صورتین بحر الرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر
ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ اور نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف نہوتا تو مین ان سب صورتون کو مفصل بیان کرتا م تو سب
چون صورتین ہوئین جن مین منکرین پر قسم نہین اور ان سب کو شارح کتاب الوقف مین مذکور کرچکا ہی اب یہان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہی اور
تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہی نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نا ہی چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہے تو یہ خطا
اغلاط کاتب سے ہی واللہ اعلم **التحلیف علی فعل نفسہ یکون علی البتات** ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے
بتات یعنی یقین پر اس طرح کہ دعوی مدعی کا ایسا نہین م منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کھالے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری حویلی
ناحق چھین لی اور اسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کھاے کہ واللہ مین نے اسکی حویلی نہین چھینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہہ
بالیقین جانتا ہی **والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم** ای انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے

Marfat.com

علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یون قسم کھاے کہ وہ نہین جانتا ہی کہ مدعی مدعی کا ایسا ہی غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اسکو ظاہر اعلم حاصل نہین کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا **اللھم الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل** بہ ای بالحالف وفرع علیہ بقولہ فان ادعی **شتری العبد سرقۃ العبد او اباقہ وثبت ذلک یحلف** البائع علی البتات مع انہ فعل الغیر وانما صح باعتبار وجوب تسلیمہ سلیما فرجع الی فعل نفسہ فحلف علی البتات لانہا اکد ولذا العبرۃ مطلقا بخلاف العکس درر عن الزیلعی غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہی بار خدایا مگر جیکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہو اور مصنفؒ نے اسپر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھاگنے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کھائے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہی اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہو اکہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہی تو غیر کا فعل اُس کے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا لیقین پر قسم کھائے اسواسطے کہ حالف علی القطع موکد تر ہی نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہی مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہین کذا فی الدرر عن الزیلعی م بحر الرائق مین ہی کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم واجب ہی پھر اُسنے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہی اور اس سے یمین ساقط ہوگئی اور بالعکس اسکے نہین ہی یعنی بجاے حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہین اور جو حلف اُسپر واجب نہین اُسکے نکول سے قاضی حکم نہ دیگا انتہی وفی شرح المجمع عنہ ہذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کمودع ادعی قبض ردہا اور شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہی یہ یعنی یمین علی العلم اسوقت ہی جبکہ منکر کہے کہ مجھکو اس دعوے کا علم نہین ہی اور اگر اُسکی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوے کیا م یعنے قبض صاحب ودیعت ہرچند فعل غیر ہی لیکن جب مودع نے اُسکے علم کا دعوی کیا تو اب اُسپر یمین علی القطع لازم ہوگی وفرع علی قولہ وفعل غیرہ علی العلم بقولہ **واذا ادعی بکر سبق الشراء لہ علی شراء زید ولا بینۃ یحلف** خصمہ وہو بکر **علی العلم** ای انہ لا یعلم انہ اشتراہ قبلہ کمامر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جبکہ بکر نے دعوی سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہین تو اُسکا خاصم یعنی بکر قسم کھائے علم پر یعنی وہ یون قسم کھائے کہ وہ نہین جانتا کہ مدعی نے اسکو خرید کیا قبل اُسکے بدلیل گذشتہ یعنی غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہم اولی یہ تھا کہ شارح بجاے وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہی کذا فی الطحطاوی **کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونہ میراثا او اقر بہ المدعی او بہ بین الخصم علیہ فیحلف علی العلم** اسی طرح جب کہ دعوے کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنی مدعا علیہ اُس کی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے م صورت اسکی یہ ہی کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہوا ہی فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہی اور تیرے پاس ناحق ہی اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کھائے کہ مین نہین جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہی علم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم دے گا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہوچکی اور برہان خصم کی اس طرح صورت ممکن ہی کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہ چیز اسکی ہی اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اور اسکی یمین علی القطع کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہی اور اُسنے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھائیگا خلاصہ یہ ہی کہ دعوی عین مین تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہی کہ امور ثلثہ مین سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی **ولو ادعاہما** ای الدین والعین **الوارث علی غیرہ یحلف المدعی علیہ علی البتات** کموہوب وشراء درر اور اگر دعوی کیا دونون کا یعنے دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے کہ اُس مین مورث کا حق نہین چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی الدرر ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہی کہ اگر ایک مرد نے دوسرے

Marfat.com

کو غلام ہبہ کیا اور اُسنے اُسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مرد آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ اسکا غلام ہی اور اُسکے پاس گواہ نہین تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے نہ علم پر طحطاوی نے کہا کہ والیمین کا واو بمعنی او ہی کما لایخفی **ویحلف جاحد القود اجماعا** اور قسم کھائے قصاص کا منکر باتفاق امام رح اور صاحبین کے م خانیہ مین ہی کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہی کہ حاصل پر قسم کھائے واللہ مجھپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہی اس خون کا جسکا وہ مدعی ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ سبب پر قسم کھائے یعنی مین نے واللہ فلان بن فلان کو عمداً قتل نہین کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کھائے یعنی نہ سبب پر انتہی **فان نکل فلان کان فی انفس حبس حتی یقر او یحلف** سو اگر منکر قصاص قسم نہ کھائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جاے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے **وفیما دونہ یقضی** لان الاطراف خلقت وقایۃ للنفس کالمال فیجری فیہ الاتبذال خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جاے اسواسطے کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلاً ہاتھ پاؤن حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوے ہین مال کے مانند تو اسمین ابتذال جاری ہی برخلاف صاحبین رح کے م ایک نسخہ مین بذل ہی بجاے ابتذال کے او بذل اوضع ہی ابتذال سے صاحبین رح نے کہا مادون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے کہ نکول وہ اقرار ہی جسمین شبہہ ہی تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر **قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ لم یحلف** خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اُسنے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کھائے برخلاف صاحبین رح کے م امام رح کی دلیل یہ ہی کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہی عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجائے اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ یمین مدعی کا حق ہی تو جب اُسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی **ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا** ابن ملک وقدوری المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نہ کھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبی مین غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہی یعنے اگر تین منزل پہ گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہی گواہون کا وہان سے بلانا ضرور نہین **ویاخذ القاضی فی مسئلۃ المتن فیما لایسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یومن** ہروبہ بحر فلیحفظ **من خصمہ ولو وجیہا وقال حقیر فی ظاہر المذہب یعنی بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصحیح** مسئلہ متن یعنی جبکہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اس دعوے مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حدود مین قاضی معتمد ضامن لے کہ اُسکے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہی ظاہر مذہب مین کذا فی البحر یعنے **وعن الثانی الی مجلسہ الثانی وصحح** اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامنی لے اور یہ قول بھی مصحح ہی **فان امتنع من اعطاء کفیل الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ بمقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب** سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اُسکا اُسکے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنے تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہوجاے **الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فلا یلزمہ ان یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر حتی لو علم وقت سفرہ یکفلہ الیہ وینظر فی زیہ او یستخبر رفقاءہ لو انکرہ المدعی بزازیہ** مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اُسکے ساتھ پھرے یا حاضر ضامنی لے تا انتہاے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اس وقت تک ضامنی لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہی یا مسافرانہ یا اُسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ م شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہی **قال لا بینۃ لی فطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام منہ** مدعی نے کہا میرے پاس گواہ نہین اور مدعا علیہ سے قسم

Marfat.com

چاہی سو قاضی نے اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوی پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کی جانب سے امام رح کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا
لو قال المدعی کل بینۃ اقمتھا فھی بھا فھی شھود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال فحلف ثم برھن علی الحق قبل خانیۃ و بہ جزم فی السراج کما مر اور
اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا یہ کہا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہی مال سے پھر اُسنے قسم کھائی پھر
مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہی کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہی سراج میں چنانچہ مذکور ہو چکا (وتقبل البینۃ لو اقامھا بعد یمین) کی شرح میں
وقیل لا تقبل قائلہ محمد رح کما فی العمادیۃ وعکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہی کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد بن حسن ہیں
ہیں چنانچہ عمادیہ میں ہی اور اسکو بالعکس کہا ہی ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد رح کی طرف نسبت کیا ہی اور عدم قبول کو امام رح کی طرف وکذا الخلاف
لو قال لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاہد لا شھادۃ لی ثم شھد والاصح القبول بجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ المصنف رح اور اسی
طرح اختلاف ہی اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہیں
پھر اُسنے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہی کہ مقبول ہی بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف رح نے اسکو
اپنی شرح میں ثابت رکھا ہی ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی احلف حقی
فی الختم ثم استحلفنی لہ ذلک قنیہ مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعے اس کا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اُس
کے مدعا پر سو مدیون نے اس کی قسم کی درخواست کی تو مدعے نے کہا کہ میرا حق ختم میں کر یعنے حاضر کر پھر مجھسے قسم لے تو اسکو اُس میں
اختیار ہی کذا فی القنیہ م طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم منقد ہی اسواسطے کہ قاموس میں ہی کہ مختم بوزن منبر وہ آلہ ہی جس سے مہر کھتے
ہیں اور مقصود احضار حق ہی انتہی اور ممکن ہی کہ احلف حقی کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق تھیلی میں سر بمہر کر کے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین
باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی اولیذر ہو قول واللہ خزانۃ وظاہرہ انہ لو حلف بغیرہ لم یکن یمینا ولم ارہ صریحا بحر اور قسم ہوتی ہی
اللہ تعالی کے نام پاک سے جل وعلا بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالی کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور
یمین باللہ یہ قول ہی کہ واللہ کذا فی الخزانۃ اور ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو یمین نہوگی اور میں نے
اسکو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا الطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تاتارخانیہ لان التحلیف بھما حرام خانیہ قسم نہیں طلاق اور عتاق
سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہی کذا فی الخانیۃ وقیل ان
مست الضرورۃ فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہی کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت آلگے تو یہ قسم قاضی
کے اختیار میں ہی باتباع بعض فقہا فلو حلفہ القاضی بنفسہ فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاؤہ علی قول الاکثر کذا فی خزانۃ المفتین وظاہرہ انہ
متفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بھما فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والا فلا فائدۃ بجر واعتمدہ المصنف رح سو اگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی
قسم دی پھر اُسنے قسم نہ کھائی تو اسپر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانۃ المفتین ا وظاہر ایہ کلام متفرع ہی اکثر کے قول
پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح میں ا م علامہ مقدسی نے کہا گا ہے فائدہ تحلیف یہ ہوتا
ہی کہ خاطر مطمئن ہو جاے جبکہ مدعی پر دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اسکی تصدیق کریگا تو تحلیف
بطلاق وعتاق باوجود عدم قضا نکول بے فائدہ نہوئی وقلت ولو حلف بالطلاق انہ لا مال علیہ ثم برھن المدعی علی المال ان شھد واعلی السبب کالاقراض
لا یفرق وان شھدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ اسپر مال نہیں پھر مدعی گواہ لایا مال کے

Marfat.com

اگر شاہدون نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نہ کیا جاے گا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب مستلزم نہین قیام دین کا م اسواسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اسکو معاف کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہی کما فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ للعلامۃ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی وقد تقدم اور محمد رح نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف رح کے کہ اُنکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا ویغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور شدید ہو جاتی ہی قسم حق تعالی کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے م از انجملہ ایک یہ مثال ہی کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجھکو قسم ہی اس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہی غیب اور شہادت کا کہ تیرے اوپر اس شخص کا مال نہین ہی وقید بعضہم بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہی یعنے تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین والاختیار فیہ وفی صفتہ الی القاضی اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنے تشدید مین قاضی کا اختیار ہی م یعنے تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہی جیسے اسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہو جاے م یعنی یون نہ کہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہی اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ ونکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اُسنے تغلیظ یمین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نکرے اس واسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہی اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزیلعی لا یستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہی کہ تشدید زمانی اور مکان مباح ہی یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی الاختیار اور قسم لے یہودی سے اسطرح کہ قسم ہی اس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اس طرح کہ قسم ہی اُس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اس طرح کہ قسم ہی اس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر اُسکے اعتقاد کے موافق سو اگر کفار مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہی کذا فی الاختیار م مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہی اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہی م مصباح العلوم مین ہی کہ وثن صنم ہی لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اُسکے وجزم ابن کمال بان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالی قلت وعلیہ فیما ذا یحلفون اور یقین کیا ہی ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکھتے مین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہ لوگ کس کی قسم کھاوین وبقی تحلیف الاخرس ان یقول لہ القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اس کا طریقہ یہ ہی کہ قاضی اُس سے کہے کہ تجھپر عہد ہی خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہو جائیگا م اور اگر انکار کا اشارہ کرے گا تو نکول ہوگا اور دعوی ثابت ہوگا کذا فی القنیہ اور قاضی گونگے سے یون نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اوپر اس کا حق نہین کہ یہ قسم نہ ہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اس واسطے کہ اس کا اشارہ گویا یون ہو جائیگا

Marfat.com

کہ مین قسم کھاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن القانی ولو اصم ایضا کتب لیجیب بخطہ ان عرفہ والا فباشارتہ اور اگر گونگا بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اسکے اشارہ سے کام لے ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اسکا باپ قسم کھائے یا اسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ م شارح کو یون کہنا لازم تھا (ثم من نصبہ القاضی) اس واسطے کہ قاضی اسکی طرف سے نائب کو اس وقت قائم کرے گا جبکہ باپ یا اسکا وصی نہ ہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہی اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر ہی یا یقین پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول ماتقدم کے مخالف ہی کہ نیابت استحلاف مین جاری ہوتی ہی نہ حلف مین کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عبادتہم لکراہتہ دخولہا بحر اور یہود اور نصاری اور بت پرستون سے قسم نہ لیجائے انکے عبادت خانون مین وہان کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر م یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہی اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہر اکراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہی اور مین نے فتوی دیا ہی اس مسلم کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہی یہود کے ساتھ کذا فی بحر الرائق ویحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی صورۃ انکار المنکر اور اس سبب کے دعوی مین جو زائل اور اٹھ سکتا ہی قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر م حاصل کی یہ تفسیر اصطلاحی ہی اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہی جو ہر چیز سے باقی رہے اور ثابت رہے اور ماسوا اسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہی انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوئی کہ منکر یون کہتا ہی کہ ہمارے مابین مین بیع اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقولہ ای باللہ ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک ردہ لو قائما او بدلہ لو ہالکا وما ہی بائن منک وقولہ الآن متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیہ لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون کے درمیان بیع قائم نہین اور تجھپر اسکا پھیر دینا واجب نہین اگر وہ قائم ہو یا اسکے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہوگیا ہو اور وہ عورت تجھسے بائن نہین اسدم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس کلام مین لف ونشر مرتب ہی علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سب سے متعلق ہی یعنی نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسدم ثابت نہین لا علی السبب ای باللہ ما نکحت وما بایعت خلافا للثانی نظرا للمدعی علیہ ایضا لاحتمال طلاقہ واقالتہ نہ قسم لے سبب مرتفع پر اسطرح کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہین کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لے بنظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اسنے بعد نکاح کے طلاق دی اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو م ابو یوسف رح کے نزدیک یمین تو استیفاے حق مدعی کے واسطے ہی تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہی اور دعوی تو سبب کا ہی طرفین کی دلیل یہ ہی کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسی طرح بعد اقالہ بیع واللہ ما بایعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور بعد ابانت تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من الحلف علی الحاصل ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی الشفعۃ بالجوار ونفقۃ مبتوتۃ والخصم لا یراہما لکونہ شافعیا لصدق حلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جب کہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کی جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کھاوے یعنی دعوے مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوی مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین دیکھتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے بسبب صادق ہونے اسکی قسم کے حاصل پر اسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا م شافعی مذہب مین شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کھاوے کہ واللہ مجھپر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو اس مین صریح مدعی کا ضرر ہی تو یہان سبب پر اس طرح قسم کھائے کہ واللہ مین نے اس گھر کو نہین خرید کیا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت مین نہین ہی

یعنی نفقہ اس عورت کا جسکو طلاق بائن قطعی ہاں چکی ف مسلم کو گرجا شیوا لیوغیرہ کی ملازمت مکروہ تحریمی اور وہ مستحق تعزیر ہے

Marfat.com

شفعہ جوار اور میتوتہ کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رحمی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت و مفادہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ و اما مذہب المدعی فضیہ خلاف والاوجہ ان یکالہ القاضی ہل تعتقد وجوب شفعۃ الجوار اولا واعتمدہ المصنف مین کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہی علما کا قول موجہ تر یہ ہی کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین م تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا ای تحلیف علی السبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع بعد ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ بعدم تکرر رقہ اور اسی طرح یعنی سبب پر بالاجماع قسم لے اس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہی بسبب نہ مکرر ہونے اسکی رقیت کے واما فی الامۃ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر رقہما بالالحاق حط مولاہما علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ و مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے اُنکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے دونون کے مالک کو حاصل پر یعنی مولی کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مین نے اسکو آزاد نہین کیا اس احتمال سے کہ شاید اُسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار الاسلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اُسنے عود کیا ہو تو اس یمین کی صورت سے اسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہی لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا نصر رمدع وسبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہی کہ تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہی مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہی وصح فداء الیمین والصلح منہ لحدیث ذبوا عن اعراضکم باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ م فدیہ یمین ہوتا ہی بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہی اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو اُنھون نے کل دیکر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے پچاسی درہم کے دعوی مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کھاتے ہین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کا ذبہ گمان کرے انتہی اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہی اور وہ مستحسن ہی عقلا و شرعا کذا فی الحموی ملخصا وقال الشہید الاحرز عن الیمین الصادقۃ واجب قال فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید رہنے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہی بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہی یعنی ثابت ہی بدلیل درست ہونے سچی قسم کے م یعنے واجب سے واجب شرعی مراد نہین کہ سچی قسم کھانا جائز نہو بلکہ واجب بمعنے ثابت ہی ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دیجائے گی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہ ای الیمین قصدا بان قال برئت من تحلف او ترکتہ علیہ او وہبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ اور مصنف رہنے سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اس واسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کر دے اس طرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم سے یا مین نے اسکو چھوڑ دیا یا ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اسکو قسم لینا جائز ہی بخلاف براءت عن المال کے اسواسطیکہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہی یعنے بطلب مدعی کذا فی البزازیہ م براءت عن المال یعنے مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار مین ہی بلا دخل حاکم وکذا اذا قضی بیمینہ لم یجز لعدم رکن البیع درر اور اسی طرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو بول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم ہونے رکن بیع کذا فی الدرر م رکن بیع یہ ہی کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح رکا استحلف خصمہ فقال حلفتنی مرۃ ان عند حاکم او محکم و برہن قبل والا فلہ تحلیفہ درر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اس نے کہا کہ تو مجھکو قسم دیچکا ہی ایک بار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے پاس

Marfat.com

ہوئی اور وہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہی اور نہین تو مدعی کو اسکی تحلیف کا اختیار ہی کذا فی الدرر قلت ولم ار مالو قال انی قد حلفت بالطلاق انی لا احلف مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر مین اسپر طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ مین قسم نہ کھاؤنگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اسکو قسم دیگا یا نہ دیگا م ثابت ہو چکا ہی کہ استحلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولی ہی تو بموجب اسکے حلف بالطلاق کے دعوی مین مدعا علیہ معذور نہو گا اور قسم نہ کھانے سے اس پر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا طلاق کی قسم کھاکر اور اگر اسکی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

یہ باب ہی دو شخصون کے باہم قسم کھانے مین لما قدم یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جبکہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اُسنے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبائعان فی قدر ثمن او وصفه او جنسه وفی قدر مبیع حکم لمن برہن لانہ نور دعواہ بالحجۃ متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار مین یا اسکے وصف یا جنس مین یا مبیع کی مقدار مین تو اُسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے م مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تھا اور مشتری کہے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن بدراہم مروجہ تھا اور مشتری کہے بدراہم کاسدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعوی کرے کہ ثمن بدنانیر تھا اور مشتری نے کہا کہ بدراھم تھا وان برہنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اور اگر دونون برہان لاوین اپنے دعوی پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہین م مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کیواسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت مین معارضہ نہین وان اختلفا فیہما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برہان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع سب دونون مین اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن مین اختلاف ہو م صورت اختلاف یہ ہی کہ بائع کہتا ہی کہ مین نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہی کہ تو نے اسکو اور دوسری لونڈی کو اسکے ساتھ بچاس درم کو بیچا اور دونون گواہ لائے تو بائع کے گواہ اولی ہین ثمن مین اور مشتری کے گواہ اولی ہین مبیع مین بنظر اثبات زیادت تو دونون لونڈیان مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فی الطحطاوی عن العنایۃ وبرہان المشتری لو فی المبیع نظر الاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہی اگر اختلاف مبیع مین ہو بلحاظ اثبات زیادت وان عجز فی الصور الثلث عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الآخر فہما اور اگر متبایعین تینون صورتونمین عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہی کہ جھگڑا بر ہام صورت ثلثہ مین سے ایک صورت یہ ہی کہ ثمن مین اختلاف ہو دوسری یہ کہ مبیع مین اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور مبیع دونون مین اختلاف ہو وان لم یرض واحد منہما بدعوی الآخر تحالفا مالم یکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار اور اگر متبایعین مین سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوے سے تو دونون قسم کھاوین جبتک کہ مبیع مین خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہی ہم دونونپر قسم اس واسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا منکر ہی خلاصہ مین ہی کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونون پر قسم نہین انتہی حموی نے کہا اور ا خیار مین بائع مشتری کے مانند ہی ویبدأ بیمین المشتری لانہ المبادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی تو شروع کرنیوالا ہی انکار کا م اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہی ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہی وہذا لو کان بیع عین بدین اور یہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا اسوقت ہی جبکہ عین کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان مقایضۃ او صرفا فہو مخیر وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مخیر ہی چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف

Marfat.com

یہ ہی کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا فی ابن ملک م بیع متعاقدین اور صرف مین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہی من وجہ لیتصور علی النفی فی الاصح اور فقط نفی پر انحصار کرے بقول اصح م یہ بیان ہی کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض دو ہزار کے نہین خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہی جو زیادات مین ہی کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کیواسطے **وفسخ القاضی البیع بطلب احدہما او بطلبہما** اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے **ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدہما بلا فسخ الآخر** اور بیع فسخ نہین ہوجاتی دونون کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہی کذا فی البحر یعنی درصورت فسخ متعاقدین کے قاضی کو فسخ کرنیکی حاجت نہین **ومن نکل منہما لزمہ دعوی الآخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ بعینہا تحالفا وترادا** اور جو دونون مین سے قسم نہ کھائے اسکو دوسرے قسم کھانے والے کا دعوی لازم ہوجائیگا قاضی کے حکم کردینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہی کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس مبیع ہو بہو موجود ہو تو دونون قسم کھاوین اور باہم رد بیع کرین **وہذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیء کما اختلفا فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف** اور یہ سب یعنے تحالف اور فسخ اس شرط پر ہی جبکہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہ وہی مشک ہی اور تحالف ہنوگام صورت اسکی یہ ہی کہ مشتری نے گھی خریدا مشک مین جس کا وزن سو رطل ہی مثلاً سو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہی تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہین اور اسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تھی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہی تو بائع اسکو نوسے ٹھہراتا ہی اور مشتری اسی کذا فی الحموی **کما لو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب اور خباز فقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریہ** چنانچہ اگر دونون نے وصف مبیع مین اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہی اور بائع کہتا ہی کہ مین نے یہ شرطین نہین کین تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ **ثم خلاصہ یہ ہی کہ** اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا اور اگر وصف مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہی اور تحالف نہین **وقید باختلافہما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرہما لکونہ لا یکمل بہ قوام العقد نحو اجل وشرط رہن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن** اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ ان دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے م شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہ شرط کرلی ہی کہ وہ تا ادائے ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اس کا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہی کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہی اس واسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہی یعنے قبول قول بائع **والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر رح والشافعی رح یتحالفان** اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہی اسکی قسم کے ساتھ اور زفرؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ ان مین بھی دونون قسم کھاوین **و لا تحالف اذا اختلفا بعد ہلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ** اور قسم دونون پر نہین جب کہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہوجانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اسکے خارج ہوجانے سے اس کی ملک سے یا عیب دار ہوجانے اس عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد مبیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے م ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہوجانے سے بیع فسخ ہوجاویگی کذا فی الطحطاوی **وحلف المشتری الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری** اور قسم کھائے

Marfat.com

فقط مشتری مگر جبکہ مبیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونون قسم کھاوین گے اور اگر مشتری مبیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہرے گا اور تحالف نہین جبکہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد رح والشافعی رح یتحالفان ویفسخ علی قیمۃ الہالک اور محمد رح اور شافعی رح نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونون قسم کھاوین اور فسخ بیع ہوگا مبیع ہالک کی قیمت پر وہذا لو الثمن دینا فلو متقایضین تحالفا اجماعا لان المبیع کل منہما ویرد مثل الہالک او قیمتہ اور یہ یعنی فقط مشتری پر قسم جب ہی کہ ثمن دین یعنے درم یا دینار ہو اور اگر بیع متقایضہ ہو تو دونون قسم کھاوین بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک مبیع ہی اور مثل ہالک پھیر دیا جائے اگر ہالک مثلی ہو یا اسکی قیمت پھیری جاے اگر ہالک قیمت والی چیز ہو کما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ہلاک السلعۃ بان قال احدہما دراہم والآخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس مین بعد ہلاک ہونے مبیع کے اس طرح پر کہ ایک نے کہا دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے تو دونون قسم کھاوین اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ہلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کبیع بین اثنین احدہما عند المشتری بعد قبضہما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہین ہی بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک انمین سے مر گیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونون کے پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کی مقدار مین تو دونون پر قسم نہین ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الہالک اصلا فحینئذ یتحالفان ہذا علی تخریج الجمہور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعض مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہین مگر یہ کہ بائع راضی ہو جاوے ترک حصۂ ہالک پر اصلا تو اب دونون پر قسم آویگی یہ یعنی استثناء کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہی اور مشائخ بلخ نے استثناء کو یمین مشتری کی طرف پھیرا ہی اس استثنا مین علما مختلف ہین اکثر علما کے نزدیک یہ استثنا تحالف کی طرف منصرف ہی اسواسطے کہ قدوری کے کلام مین یون ہی مذکور ہی تو تقدیر کلام یہ ہی کہ (لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا ترک البائع حصۃ الہالک فیتحالفان) اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کی طرف منصرف ہی جو مقدر ہی کلام مین کیونکہ تقدیر کلام یون ہی کہ (لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی البائع الخ) تو اس صورت مین قسم نہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی مختصر اولا فی قدر بدل کتابۃ بعدم زوالہا اور تحالف نہین بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف مین بسبب لازم ہونے کتابت کے وقدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہین اختلاف راس المال مین بعد زائل کر دینے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہی بدل کتابت مین اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہی راس المال مین اور عقد سلم کا عود نہوگا وان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین بعد اقالۂ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہین تو دونون قسم کھاوین اور بیع پھر ثابت ہو جائیگی ہم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن مین ہوگا اور مشتری کا حق مبیع مین چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم مین نقض کا احتمال نہین رکھتا اسواسطے کہ وہ عبادت ہی اسقاط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یرد المشتری الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ لا تحالف خلافا لمحمد رح تحالف متعاقدین بعد اقالہ اس شرط پر ہی کہ ہر ایک مبیع اور ثمن مقبوض ہوا ور مشتری نے اسکو اسکے بائع کی طرف پھیر ندیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اسکو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہین برخلاف قول محمد رح وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المہر او جنسہ قضی لمن اقام البرہان وان برہنا فللمرأۃ اذا کان مہر المثل شاہدا للزوج بان کان کمقالتہ او اقل وان کان شاہدا لہا بان کان کمقالتہا او اکثر فبینتہ اولی لاثباتہا خلاف الظاہر اور اگر زوجین کے اختلاف کیا مہر کی مقدار مین یا اسکی جنس مین تو اسکے اسطے

Marfat.com

حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو عورت کے گواہ اولی ہین جبکہ اُسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اُسکے دعوی کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولے بالقبول ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین **وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان بینہما فالتہاتر للاستواء ویجب مہر المثل علی** الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسی کا شاہد نہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونے کے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح م مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہی اور زوج کے دعوی سے اکثر ہی کذا فی الدرر **وان عجزا عن البرہان تحالفا ولم یفسخ النکاح** لتبعیۃ المہر بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کھاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح مین بخلاف بیع م یعنی ہر ایک کی قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہی نکاح مین بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہی کذا فی الدرر **ویبدأ بیمینہ لان اول التسلیمین علیہ فیکون اول الیمینین علیہ ظہیریہ** اور زوج کی قسم سے ابتداء کیجائے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے پہلی تسلیم زوج پر ہی تو دو قسمون سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ م تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم نفس زوجہ ہی اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہی اور یہ یعنی تحالف عند العجز کرخی کی تخریج ہی خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک وجہ مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہی کہ مہر مثل کسی کے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہی قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اسکے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہی اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اکثر اور شراح ہدایہ ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحطاوی **ویحکم بالتشدید ای یجعل مہر مثلہا حکما لسقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضی بقولہ لو کان کمقالتہ او اقل وبقولہا لو کمقالتہا او اکثر وبہ لو بینہما ای بین ما تدعیہ ویدعیہ** اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جائیگا بسبب ساقط ہو جانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اُسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اُسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوی زوجہ اور دعوی زوج ہو **ولو اختلفا ای الموجر والمستاجر فی بدل الاجارۃ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا وبدئ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والموجر لو فی المدۃ ولو برہنا فالبینۃ للموجر فی البدل والمستاجر فی المدۃ** اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کھائین اور اجارے کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجائے اگر دونون بدل اجارہ مین مختلف ہون اور موجر کی قسم سے ابتدا کی جائے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین م استیفاء منفعت سے مراد یہ ہی کہ استیفاء منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفاء مراد ہی اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفاء بجاے استیفاء ہی وجوب اجرت مین یعنی درصورت صحت عقد کذا فی البحر **وبعدہ لا والقول للمستاجر لانہ منکر للزیادۃ** اور بعد استیفاء منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہی اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہی م بعد استیفاء منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہی اور بعد استیفاء منافع فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علما نے یہ مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود **ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقادہا ساعۃ فساعۃ فکل جزء کعقد بخلاف البیع** اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفاء بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم کھاوین و عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی مین اور ماضی مین مستاجر کا قول مقبول ہی بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جز اس کا مانند عقد ہی یعنے

Marfat.com

بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے م یعنی عقد اجارہ دمبدم منعقد ہوتا ہی بحسب حدوث منفعت تو ہر جز منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہی بالاستقلال تو ما بقی گویا معقود بالعقد ہی لہذا اسمین تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جز مبیع کا معقود بعقد نہین بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہی تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع مین بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل مبیع مین متعذر ہوگا **وان اختلف الزوجان** ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین والصغیر یجامع او ذمیۃ مع مسلم قام النکاح اولا فی بیت لہما او لاحدہما خزانۃ الاکمل لان العبرۃ للید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہون اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہی یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت نکاح قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر مین ہوا ہو جو دونون کا مملوک ہی یا ایک شخص کا انمین سے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہی نہ ملک کا **فی متاع ہو ہنا ما کان فی البیت ولو ذہبا او فضۃ فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ مع یمینہ** زوجین نے اختلاف کیا اس متاع مین متاع سے مراد یہان وہ چیز ہی جو گھر مین ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین مین سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اسکے لائق ہی م زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبالہ اور ہتھیار اور کمربند اور کتابین اور گھوڑا اور زرہ ہی اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اسکے اور چیزین ہین لغت مین متاع عبارت ہی اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہی چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام مین متاع چاندی کو بھی شامل ہی الا اذا کان کل منہما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول لہ لتعارض الظاہرین درر وغیرہا مگر جبکہ زوجین مین سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہی تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونون ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا م مثلاً زوج زرگر ہی کہ زیور عورتون کے بناتا ہی اور زیور مین اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہی کہ یہ میرا ہی اور زوجہ کہتی ہی کہ میرا ہی تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہی اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہی تو دونون ظاہرون مین تعارض ہوا تو دونون ظاہر ساقط الاعتبار ہوگئے تو اب اعتبار تصرف مرجح ٹھہرے گا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض مین ہی وہ زوج کے قبض و تصرف مین ہی لہذا اس صورت مین زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی بتصرف **والقول لہ فی المصالح لہما** لانہا وما فی یدہا فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہی اس متاع مین جو دونون کے لائق ہی اس واسطے کہ زوجہ اور جو اسکے ہاتھ مین ہی وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف مین ہی اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہی م اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بہا لان ظاہرہا اظہر من ظاہرہ وہو ید الاستعمال بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہی اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہی زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہی م یہ جواب ہی اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہی یعنی جب دعاوی مین ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اسکے تصرف مین ہی وہ زوج کے تصرف مین ہی تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ مین بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اسکا جواب یون دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہی زوج کے ید سے **ولو اقاما بینۃ تقضی لبینتہا** لانہا خارجۃ خانیۃ والبیت للزوج الا ان یکون لہا بینۃ بحر اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہی یعنے ذی الید نہین کذا فی الخانیۃ اور گھر زوج کا ہی مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہون اسپر کہ گھر زوجہ کا ہی تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر وہذا لو حیین **وان مات احدہما و اختلف وارثہ مع الحی فی المشکل** الصالح لہما **فالقول فیہ للحی** ولو رقیقا وقال الشافعی و مالک الکل بینہما وقال ابن ابی لیلی الکل لہ وقال الحسن البصری الکل لہا فہی المسبعۃ وعد فی الخانیۃ تسعۃ اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اس صورت مین تھا جبکہ زوج اور زوجہ دونون زندہ ہون اور اگر ایک ان مین سے مرگیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل مین یعنے اس متاع مین جو دونون کے لائق ہی اختلاف کیا تو اسمین زندہ کا قول مقبول ہی اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی رح اور مالک رح نے کہا کل مال دونون کا برابر ہی اور ابن ابی لیلی رح نے کہا سب مال زوج کا ہی اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہی اور اس مسئلے مین سات قول ہین سات مجتہدون کے اور خانیہ مین نو قول شمار کیے ہین م اقوال تسعہ مین سے پہلا قول امام رح کا ہی

Marfat.com

جو نہ مین مذکور ہو چکا یعنے متاع مشکل مین زندہ کا قول مقبول ہی ۲ ابو یوسف رح کا قول زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہی اور باقی زوج کا ہی ۳ ابن ابی لیلی رح کا قول کہ سب متاع زوج کی ہی ۴ قول ابن معن رح اور شریک کا کہ دونون مین مال برابر ہی ۵ حسن بصری رح کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہی ۶ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہی ۷ قول محمد رح کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت مین زوج کی ہی ۸ قول زفر رح کا کہ متاع مشکل دونون مین برابر ہی ۹ قول مالک رح کا کہ کل مال دونون مین برابر ہے کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل **ولو احدہما مملوکا ومأذونا او مکاتبا وقالا والشافعی ہما کالحر فالقول للحر فی الہیئۃ وللحی فی الملبوسات لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی مین معتبر ہی اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت مین مقبول ہی حر کا قول زندگی مین اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہی مملوک کے تصرف سے اور زندے کا قول موت مین اس واسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہین اور صاحبین رح اور شافعی رح نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم مین حر کے برابر ہین **اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسہا فما فی البیت قبل العتق فہو للرجل وما بعدہ قبل ان تختار نفسہا فہو علی ما وصفنا فی الطلاق** جو آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اسنے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی زوجیت سابقہ سے راضی نہ ہی تو جو اسباب گھر مین ہی قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہی اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہوا قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اسطرح پر ہی کہ جسکو ہمنے کتاب الطلاق مین مذکور کیا یعنی دونون حرین کے برابر ہین حکم مین کذا فی المنح **وفیہ طلقہا وہی امۃ فالمشکل للزوج وبورثتہ بعدہ لانہا صارت اجنبیۃ لا یدلہا** اور بحر الرائق مین ہی کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہی اور اسکے وارثون کی زوج کے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف ثابت نہین ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثۃ اور جبکہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق مین ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہی تو اسی طرح زوج کے داوت کی ہی ہم طحطاوی نے کہا لما اشرطیہ ہی اور اسکا جواب فکذا یکون لوارثہ ہی اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہین اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہی وانما لو مات وفی العدۃ فالمشکل لہا کانہ لم یطلقہا بدلیل ارثہا اور اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت مین ہی تو متاع مشکل زوجہ کی ہی گویا اسنے اسکو طلاق ہی نہین دی اسکے وارث ہونیکی دلیل سے دونو مختلف **الموجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ ولیس للموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ** اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب مین تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہی اسکے قسم کھانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہین مگر جو اسکے بدن پر کپڑے ہین دونو اختلف اسکافی وعطار **فی آلات الاسکافۃ وآلات العطارین وہی فی ایدیہما فہی بینہما بلا نظر لما یصلح لکل منہما وتمامہ فی السراج** اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگرون اور عطارون کے ہتھیارون مین اور حالانکہ دونون طرح کے ہتھیار دونون شخصون کے قبض اور تصرف مین ہین تو وہ دونون کے ہین بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنے رعایت نہوگی کہ کفشگرون کے ہتھیار کفشگر کے ٹھہرین اور عطارون کے آلات عطار کے ہون اور پورا بیان اسکا سراج مین ہی **وکذا آلات المذکورہ دونون** مین اسواسطے برابر ہوے کہ گاہے ایک پیشہ ور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہی اپنی ذات کے واسطے پانچنے کے واسطے تو ترجیح نہین ہو سکتی **رجل معروف بالفقر والحاجۃ صار بیدہ غلام وعلی عنقہ بدرۃ وذلک بدارہ فادعاہ رجل عرف بالیسار وادعاہ صاحب الدار فہو للمعروف بالیسار** ایک مرد مفلسی اور محتاجی مین مشہور ہی اسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن مین روپے یا اشرفیون کی تھیلی معلق ہی اور وہ مفلس مذکور کے گھر مین ہی سو اس غلام کا اس مرد نے دعوی کیا جو مالداری اور تونگری مین مشہور ہی اور صاحب خانہ نے بھی اسکا دعوی کیا تو وہ غلام اس شخص کا ہی جو مال دار مشہور ہی **وکذا کیس فی منزل رجل وعلی عنقہ فطیقۃ یقول الذی ہو علی عنقہ ہی لی وادعاہ صاحب المنزل فہی لصاحب المنزل** اور اسی طرح ایک جاروب کش ہی ایک مرد کے گھر مین اور اسکی گردن پر مخمل کا بالاپوش ہی جسکی گردن پر ہی وہ کہتا ہی کہ یہ میرا ہی اور صاحب خانہ کہتا ہی کہ میرا ہی

Marfat.com

تو وہ صاحب خانہ کا ہی ہم اسمین اور مسئلہ سابقہ مین فقہانے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی **رجلان فی سفینۃ بہا وقیق فادعی کل واحد السفینۃ ومافیہا فاحدہما یعرف بیع الدقیق والآخر بانہ ملاح فالدقیق للذی یعرف بیعہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح** عملا بالظاہر دو مرد ہین ایک ناؤ مین جسمین آٹا ہی سو ہر واحد ناؤ اور آٹے کا دعوے کرتا ہی اور ایک شخص انمین سے آٹا بیچنے مین مشہور ہی اور دوسرا ملاحی مین تو آٹا اسکا ہی جو آٹا بیچنے مین مشہور ہی اور ناؤ اسکی ہی جو ملاح مشہور ہی بنا بر عمل بظاہر حال ولو فیہما راکب وآخر ممسک وآخر بیدہ بہا وآخر بیدہ ما وکلہم یدعونہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا ولاشئ للماوی اگر ایک ناؤ مین ایک شخص سوار ہی اور دوسرا شخص اسکو پکڑے ہی اور تیسرا اسکو اپنی طرف کھینچتا ہی اور چوتھا اسکو بہاتا ہی اور سب اسکا دعوے کرتے ہین تو وہ کشتی تین شخصون مین تین تہائی ہی اور بہانے والے کا انمین کچھ نہین ہم شاید کہ اسواسطے بہانے والے کا حصہ نہین کہ وہ مزدور ہے کذا فی الطحطاوی **رجل یقود قطارا بین وآخر راکب ان علی الکل متاع للراکب فکلہا لہ والقائد اجیرہ وان لاشئ علیہا فللراکب ما ہو راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر** والغنم وتمامہ فی خزانۃ الاکمل ایک شخص اونٹون کی قطار کھینچتا ہی اور دوسرا شخص سوار ہی اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہی تو سب اونٹ اسکے ہین اور قطار کھینچنے والا اسکا مزدور ہی اور اگر اونٹون پر اسباب نہین تو وہ سوار کا اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہی اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہین بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اسکا خزانۃ الاکمل مین ہم یعنے اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہین کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی یہ فصل ہی دعوون کے دفع کرنے مین یعنے مدعا علیہ نے اپنے اوپر دعوی مدعی کا نہ آنے دیا ہم جیسے دعوی قبل برہان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح ہی اور اسی طرح قبل حکم صحیح ہے جیسے بعد حکم صحیح ہی اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہی اگرچہ کثیر ہو قول مختار مین اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہین اور دفع احد الورثہ کا مسموع ہی اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر ملخصا لما قدم من یکون خصما ذکر من لایکون خصما جبکہ مصنف رح نے پہلے اسکے ذکر کیا اسکو جو خصم ہوتا ہی اب ذکر شروع کیا اسکا جو خصم نہین ہوتا **قال ذو الید ہذا الشئ المدعی منقولا کان او عقارا او دعیۃ او اجارۃ او آجرتہ او رہینۃ زید الغائب او غصبتہ منہ من الغائب وبرہن علیہ علی ما ذکروا لعین قائمۃ لا ہالکۃ وقال الشہود نعرفہ باسمہ ونسبہ او بوجہہ** وشرط محمد رح معرفتہ بوجہہ ایضا فلو حلف لا یعرف فلانا وہو لا یعرفہ الا بوجہہ لا یحنث ذکرہ الزیلعی وفی الشرنبلالیۃ عن خط العلامۃ المقدسی عن البزازیۃ ان تعویل الائمۃ علی قول محمد رح انتہی فلیحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شی جس کا مدعی دعوے کرتا ہی خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا مجھکو بعاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہی زید نے جو غائب ہی یہان سے یا مین نے اسکو شخص غائب سے بغصب لیا ہی اور امور مذکورہ پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شی متنازعہ فیہ قائم ہی نہ ہالک اور گواہون نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اسکے نام اور نسب سے یا اسکی صورت سے پہچانتے ہین اور محمد رح نے اسم اور نسب کے ساتھ اسکی روشناسی بھی شرط کی ہی تو بموجب قول محمد رح اگر قسم کھائے کہ مین فلانے کو نہین پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو نہین پہچانتا مگر اسکی صورت سے تو حانث نہوگا ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ مین علامۂ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہی کہ ائمۂ فقہا کا اعتماد محمد رح کے قول پر ہی انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے **دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق** لان یدہ ہو لا دلیست بد خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہو جائیگی خصومت اس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہی اسواسطے کہ قبضہ اُن لوگون کا یعنی مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہین ہم اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اس طرح کہ ذی الید نے اسکو خرید کیا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بذکر ودیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہوگی اور ذی الید پر اسکے آزاد کر دینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی **وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یوخذ ملتقی واختارہ فی المختار** اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہی کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہی ہم حیلہ گری اس طرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہون کے سامنے اس مغصوب کو غاصب کے

Marfat.com

پاس ودیعت رکھتا ہوتا کہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اُسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اُسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو مالک کا حق باطل ہو جاے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہی کہ لوگون کے حالات دیکھتا رہے اور اُنکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسفؒ قائل اس قول کے ہوے بعد قاضی ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنے کے (ولیس للخبر کالمعاینۃ) کذا فی الطحطاوی وہذہ خمسۃ کتاب الدعوی الخ

فیہا اقوال خمسۃ علماء کما بسطہ فی الدرر اولان صورہا خمس عینی وغیرہ اور یہ یعنی مسئلہ دفع خمسہ ہی کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اُسمین پانچ عالمون کے قول ہین چنانچہ درر مین شرح ہی یا خمسہ ہونے کی یہ وجہ ہی کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنی ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہم اقوال خمسہ مین سے پہلا قول وہ ہی جو متن مین مذکور ہی دوسرا قول ابو یوسفؒ کا تیسرا قول محمدؒ کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضرور ہی چوتھا قول ابن شبرمہؒ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہوتی پانچوان قول ابن ابی لیلیٰؒ کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہو جاتی ہی کہ اُسنے غیر ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی

قلت وفیہ نظر اذا لحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیہا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او فضل منہ فوجدتہ بحرا دہا فی یدی مزارعۃ

برازیہ فالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیۃ المزارعۃ بالاجارۃ او الودیعۃ فال فلا یزاد علی الخمس وقد حررتہ فی شرح الملتقی مین کہتا ہون اور عینی کے قول مین گفتگو ہی اسواسطے کہ حکم اسی طرح کا ہی اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجھکو وکیل کیا یا اس گھر مین مجھکو زید غائب نے رکھایا مین نے اُسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اُسکو نکال لیا یا اُسکے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تھی سو مین نے اسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہی تو اب سب گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہ ہی جو برازیہ مین ہی کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھ ملحق ہی برازی نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقی مین تحریر کی ہی وان کان مالکا او قال الشہود ادعہ من لا نعرفہ او اقر ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی ونباہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما سیجی حیث تندفع اور اگر مدعی بہ مالک ہو یا گواہون نے کہا کہ اسکو ودیعت رکھا ہی اُسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اُسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نہ کیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اس طرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کر لیا مجھسے یا یون کہا چورا لیا گیا مجھسے مصنف نے چوری کو بصیغۂ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تو نے اُسکو مجھسے چورا لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجھسے یا اُسکو غصب کر لیا مجھسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائیگی وہل تندفع بالمصدر الصحیح لا برازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغۂ مصدر غصب قول صحیح یہ ہی کہ خصومت دفع نہو گی کذا فی البزازیہ یعنی اگر مدعی نے یون کہا کہ یہ چیز میری ملک ہی اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہی اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوی مدعی کا مندفع نہوگا وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان او برہن علیہ لا تندفع فی الکل لما قلنا اور ذی الید نے دعوی غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہی اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ مین خصومت مندفع نہو گی اُس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہین یعنی مالک وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام عین اور معرفت شہود کو شارح شرط کر چکا ہی اور دعوی خریداری اور ہبہ مین اقرار قبض ملک ہی اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوی ہی مدعا علیہ کے فعل کا قال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعۃ عندی او رہن من فلان تندفع مع البرہان علیہ اور ذکر کیا ذی الید نے مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہی پھر مجلس حکم مین بولا کہ وہ ودیعت ہی میرے پاس یا رہن ہے فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع

Marfat.com

ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوی مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہوجائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہوگا
اگرچکہ مدعی اسکو بگواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہی **ولو برہن المدعی علی مقالۃ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرارہ** یعنی
الدرر بزازیہ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اُسکے دعوی ملک پر تو قاضی اُسکو خصم قرار دے اور اُسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے
اس اقرار کے جو مانع ہی دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ **وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ**
فلان ذلک ای بنفسہ فلو بوکیلہ لم تندفع بلا بینۃ **وقعت الخصومۃ وان لم یبرہن** لتوافقہما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے اُسکو
فلانے شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اُسکے دفع مین کہا میرے پاس اسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع
ہوگی اگرچہ ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہی پھر اگر ذی الید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے
وکیل نے اُس کو ودیعت رکھا ہی تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ودکلنی بقبضہ وبرہن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ مین نے
اُسکو غائب سے خرید کیا اور اُسنے مجھکو وکیل کیا ہی اُسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اُسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنی ذی الید سے مدعی
اسکو لیگا اسواسطے کہ مدعی حق بالقبض ہی کذا فی العینی **ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لکن یقضی علی الغائب باقرارہ وہی عجیبۃ** اور اگر ذی الید
مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے مین تو اُسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہے یعنی انکار مین تو تسلیم ہو
اور تصدیق مین تسلیم نہین ہم طحطاوی نے کہا اسمین ہرگز کچھ مقام تعجب نہین اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہی مالک غائب پر سرایت نہین کرسکتا اور اسی طرح علامہ ابوالسعود
نے کہا کہ کچھ عجب نہین اسواسطے کہ اُسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہین ثم اقتصار المدرر وغیرہا علی دعوی الشراء قید اتفاقی فلذا قال **ولو ادعی انہ لہ غصبہ**
منہ فلان الغائب وبرہن علیہ وزعم ذو الید ان ہذا الغائب ودعہ عندہ اندفعت لتوافقہما ان الید لذلک الرجل پھر اختصار کرنا صاحب دُرر
وغیرہا کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہی سو اسی واسطے مصنف رح نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہی اُس سے فلانے غائب نے غصب کی لی اور اُسپر
گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اُس شخص غائب نے اسکے پاس اُسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافق ہونے دونون کے
اُسپر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہی **ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقۃ** تندفع بزعم ذی الید ایداع ذلک الغائب استحسانا بزازیہ
اور اگر بجاے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اُس غائب نے میرے پاس اُسکو ودیعت رکھا ہی از روے
استحسان کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید وکل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور شرنبلالی
کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر دو شخص متفق ہوے زید کی ملک پر اور ہر شخص اُس سے اجارہ لینے کا مدعی ہی تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول صحیح ہم مالک
کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہی کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہین اور یہی علت ہی مسئلہ لاحقہ کی دلا المدعی
رہن وشراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور شراء کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل مگر مشتری تو سب کا خصم ہی یعنے جو خرید کا دعوی کرتا ہی وہ گواہ لانے کے بعد
مستاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یمہل الی المجلس الثانی
صغری اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہی تو اُسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاے کذا فی الصغری
للمدعی تحلیف مدعی الایداع علی الثبات دُرر مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہی کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے
یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہی اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہی لیکن اُسکا تمام ہونا یعنے قبول ایداع اس سے متعلق ہی اور ذخیرہ مین ہی
کہ ذی الید پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہی اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین انتہی تو کلام وقوع خلاف پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی دلہ تحلیف

Marfat.com

المدعی علی العلم وتمامہ فی الیزازیۃ اور اُسکو یعنے مدعا علیہ کو اختیار ہی کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اسکا بزازیہ مین ہی ھم جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوٰی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی نے دفع مین اسکی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کھائے اس طرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہی اس واسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہی اور مدعی سے متعلق نہین کذا فی البحر وکل ینقل استہ فبرہنت انہ اعتقہا قبل الدفع لا للعتق مالم یحضر المولی ابن ملک رح موے نے کسی کو اپنی لونڈی کے کہین بھیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولی نے اُسکو آزاد کردیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہوجانے پر جبتک مولی نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک رح

باب دعوے الرجلین

یہ باب ہی دو مردون کے دعوے کرنے مین یعنے تیسرے شخص پر دعوے کرین یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق اے لم یذکر لہ سبب کما مر علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہی جسمین سبب ملک کا مذکور نہ ہو چنانچہ مذکور ہوچکا ھم خارج وہ شخص ہی جو ذی الید اور قابض نہو ووجہ تقدیم یہ ہی کہ خارج ہی تو مدعی ہی اور حدیث مین برہان مقبول ہی مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہما فقط حجت خارج مقدم ہی اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ھم یعنی خواہ دونون تاریخ ملک بیان نہ کرین یا دونون ایک ہی تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہرصورت حجت خارج مقدم ہی اور اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اُسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی الجلبی وقال ابو یوسف رح ذو الوقت احق اور ابو یوسف رح نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جس نے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہی تقدیم حجت مین وثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غائب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ یقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبتہ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفین فتقضی بینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسف رح اُس صورت مین ہی کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہی میرے پاس سے غائب ہوگیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہی سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اُسکے غائب ہونے کی تاریخ ہی نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام رح کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہین تو اسی واسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف رح یقضی للمورخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسف رح نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو ھم منح الغفار مین جامع الفتاوی سے یون منقول ہی کہ ابو یوسف رح کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ اُنکے نزدیک حالت انفراد مین مورخ کی ترجیح ہی انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد مین ہی اور شارح کے کلام سے نکلتا ہی کہ قضا مورخ کے واسطے ہی خواہ دونون سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنے نہین اسواسطے کہ تاریخ تو دونون سے ثابت ہی بلکہ یہان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقضی بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف رح اور لایق یون ہی کہ بقول ابو یوسف رح کے حکم کیا جاے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین مین ہی اور ثابت رکھا ہی اُس کو مصنف نے اپنی شرح مین ھم منح الغفار مین بجاے یقضی یفتے ہی وہو الاظہر ولو برہن خارجان علی شیء یقضی لہما اور گواہ لاوین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبض مین ہی تو دونون کے واسطے اُس چیز کا حکم ہوگا ھم دلیل اسکی وہ حدیث ہی جو سنن ابو داؤد مین ابو موسی اشعری رض سے روایت ہی کہ دو شخصون نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس اونٹ کو دونون مین نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہی کہ بنیات جمع شرعیہ ہین تو حتے الامکان اس پر عمل واجب ہے اور یہان عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تبدل ایدی شے واحد پر اوقات مختلفہ مین ہوسکتا ہی تو گواہی دینے

بدلنا ملک د قبض کا ۱۲

Marfat.com

کے واسطے ہر فریق اُسپر اعتقاد کرتا ہی جو اُسنے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برہنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لوحیۃ پھر اگر دو شخص گواہ لائے نکاح کے دعوے مین تو دونون کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہی ھم یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصون نے ساتھ ہی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہین مہیت برہان کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اُسکے واسطے حکم ہوگیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اُسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اُسکے مقبول نہونگے چنانچہ خریداری کے دعوی مین برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی ولو مینۃ قضی بہ بینہما وعلی کل نصف المہر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منہما وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر عورت میت ہی تو دونون مدعیون کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونون شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے اور اگر عورت حی یعنی بعد اُسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونون شخصون سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اُسکا خلاصہ مین ہی ھم خلاصہ مین باقی بیان یون ہی کہ ولد مذکور دونون شخصون سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونون ولد کے متروکہ سے اب واحد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر وہی لمن صدقتہ او الم تکن فی یدمن کذبتہ ولم یکن دخل من کذبتہ بہا اور عورت اُسکی زوجہ ہی جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اُسکے پاس نہو جس مدعی کی اُسنے تکذیب کی اور جسکی اُسنے تکذیب کی اُسنے عورت کی وطی نہ کی ہو ھم خلاصہ یہ ہی کہ جب دو شخصون نے ایک عورت مین تنازع کیا اور دونون گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہی تو وہ اولی ہی اور اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونون کی تاریخ برابر ہی تو اگر ایک کا قبض ثابت ہی چنانچہ وطی یا اپنے مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولی ہی اور اگر یہ کچھ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہی الحاصل سبقت تاریخ راجح ہی سبب سے پھر قبض پھر وطی پھر اقرار پھر صاحب تاریخ مقدم ہی ظہیریہ مین ہی کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر مین ہی تو صاحب خانہ اولی ہی کذا فی الطحطاوی ہذا اذا لم یورخا فان ارخا فالسابق احق بہا اور یہ یعنے اعتبار تصدیق عورت اُسوقت ہی جبکہ دونون نے تاریخ بیان نہ کی سو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہی یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ قبض اور دخول کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ صریح دلالت پر فائق ہی فلو ارخ احدہما فہی لمن صدقتہ او ذی الید بزازیہ قلت وعلی ما مر عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ احدہما لو لم ارمن نبہ علیہ فتامل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اسکی زوجہ ہی جسکی اُسنے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون اور یہ جو اُس قول کے جو ابو یوسف رح سے منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہی اور مین نے نہین دیکھا اُسکو جسنے اُسپر آگاہ کردیا ہو تو غور کر اسمین ھم طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر بحا آگاہ کردیا ہی کہ ایک شخص کی بھی تاریخ سو جہات رجحان سے ہی وان اقرت لمن لا بینۃ لہ فہی لہ وان برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اُس مدعی کے واسطے جسکے پاس گواہ نہین تو وہ اُسی مدعی کی زوجہ ہی اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جبکہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہوگیا اُسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہی تصادق سے کذا فی الفتح ولو برہن احدہما وقضی لہ ثم برہن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سبقہ لان البرہان مع التاریخ اقوی منہ بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اُسکے واسطے حکم ہوگیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اُسکے واسطے حکم نہوگا مگر اس صورت مین جبکہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اسواسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہی اُس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ھم ہر چند یہان دونون دعوون مین تاریخ ثابت ہی اسواسطے کہ سبقت نہین ہوسکتی بدون تاریخ کے لیکن جبکہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہو مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اسنے اصلا تاریخ مذکور نہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہی کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرہان خارج علی ذی ید بظہر نکاحہ الا اذا ثبت سبقہ ای ان نکاحہ اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اُس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہو چکا مگر اُس صورت مین برہان خارج سے حکم ہوگا جبکہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنے یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہی ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک بان برہنا علی شرائہ شیئا من ذی الید فلکل نصفہ بنصف الثمن ان شاء او ترکہ انما خیر لتفریق الصفقۃ علیہ اور اگر دونون مدعیون نے سبب

Marfat.com

ملک کا مذکور کیا اس طرح پر کہ دونون گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف شی کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اُسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا لینے نہ لینے مین کہ اُسپر صفقہ متفرق ہوگیا یعنی پوری چیز اُسکے واسطے باقی نہ رہی اور شاید اُسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادھوری پر **وان ترک احدہما بعد ما قضی لہما لم یاخذ آخر کلہ** لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑا دونون کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اُسکو پورا نہین لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی مین قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اُسکو جائز ہی **وہو ای ما ادعیا شراءہ للسابق تاریخا ان ارخا غیر والبائع ما قبضہ من الآخر** الیہ سراج اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونون نے دعوی کیا اُس مدعی کی ہی جسکی تاریخ سابق ہی اگر دونون نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن اُسنے دوسرے سے لیا کذا فی السراج **ھ** سبقت تاریخ کا اُسوقت اعتبار ہی جبکہ بائع ایک ہوا ور اگر دونون کے بائع مختلف ہون تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہین اور نہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی **وہو لذی ید ان لم یورخا او ارخ احدہما او استوی تاریخہما** اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونون مدعیون نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونون کی تاریخ برابر ہی **وہو لذی وقت ان وقت احدہما فقط والحال** انہ لا ید لہما **وان لم یوقتا فقد مران لکل نصفہ بنصف الثمن** اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہی اگر دونون مین سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونون کا اُسپر قبضہ نہین (وقت بیان کیا ۱۲) اور اگر دونون نے وقت بیان نہ کیا تو اُسکا حکم مذکور ہوچکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر **والشراء احق من ہبۃ وصدقۃ و رہن ولو مع قبض** اور دعوی خرید احق ہی ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو **ھ** وجہ ترجیح خرید یہ ہی کہ معاوضہ ہی جانبین سے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہی اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحکم بیع ہی اور رہن پر خرید تا اسواسطے مقدم ہی کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہی بخلاف رہن **وہذا ان لم یورخا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق** بقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اُسوقت ہی جبکہ دونون مدعیون نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کرین اور مالک کردینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہی اپنے قوی ہونے کے سبب سے **ولو ارخت احدہما فقط فالمورخۃ اولی** اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے مین فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہے **ولو اختلف المملک** استویا اور اگر مالک کردینے والا مختلف ہو تو دونون برابر ہین یعنی اس صورت مین خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہین **وہذا فیما لا یقسم** اور یہ یعنی برابر ہونا اُس چیز مین جو قابل قسمت نہین مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہی **واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل للمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ہبۃ الدرر** اور تصحیح علما مختلف ہی اُس چیز مین جو قابل قسمت ہے چنانچہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہی کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اس واسطے کہ استحقاق یعنے استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر **ھ** یہ رد ہی عمادی پر کہ اُسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکسان قرار دیا ہی اور اس مسئلہ مین شیوع طاری ٹھہرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہین کذا فی الطحطاوی **والشراء والمہر سواء فینصف** وترجیح ہی بنصف القیمۃ وہو نصف الثمن او بفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہین تو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اُس چیز کی پھیر لے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ **ھ** یعنے جبکہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر مین مقرر کیا تو دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قوت مین یکسان ہین کیونکہ ہر ایک یعنے خرید اور مہر معاوضہ ثبوت ملک ہے مشتری کو فسخ بیع مین اختیار ہوا بسبب تفرق صفقہ کے کما مر **ہذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخہما فان سبق تاریخ احدہما کان احق بہ** یعنے استواء خرید اور مہر اُس وقت ہی جب کہ دونون کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونون کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہی احق ہی

Marfat.com

قیدبالشراء لان النکاح احق من ہبۃ ورہن اوصدقۃ عمادیۃ والمراد من النکاح المہر کما حررہ فی البحر مغلطا للجامع مصنفؒ نے خرید کی قید لگائی اس واسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیۃ اور نکاح سے مراد اس مقام مین مہر ہی چنانچہ بحر الرائق مین اسکی تحریر کی ہی صاحب جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کرکے صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہین وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہ ہی کہ وہ یون سمجھا کہ دو شخصون نے ایک لونڈی مین تنازع کیا ایک کہتا ہی کہ مین اُسکا مالک ہون بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہی کہ مین نے اس سے نکاح کیا اور حالانکہ یہ فقہا کی مراد نہین بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہی وہان نکاح سے مہر مراد ہی یعنے نہ عقد چنانچہ لواحق کلام محیط اور عمادی اُسپر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی نعم یتری النکاح والشراء لو تنازعا فی الامۃ من رجل واحد ولا مرجح فتکون ملکا لہ منکوحۃ للآخر فتدبر بیان برابر ہی نکاح اور خرید دو شخصون نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی مین اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہین تو لونڈی مدعی شرا کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرلے اُسکو ۴ وجہ استوا یہ ہی کہ خرید اور نکاح مین منافات نہین یہ بحث ہی صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر ورہن مع قبض احق من ہبۃ بلا عوض معہ استحسانا اور رہن مع القبض احق ہی ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ۴ وجہ استحسان یہ ہی کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہی اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون نہین حالانکہ عقد ضمان اولی ہی اور قیاس یہ ہی کہ ہبہ اولی ہی رہن سے اس واسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہی بخلاف رہن ولو بہ فہی احق لانہا بیع انتہاء والبیع ولو بوجہ اقوی من الرہن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولی ہی وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہی اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہی رہن سے ولو لاثنین معہا استویا مالم یؤرخا واحدہما اسبق اور اگر شی متنازع فیہ دونون مدعیون کے قبض مین ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہین تاوقتیکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنے درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہی وان برہن خارجان علی ملک مورخ او شراء مورخ من واحد غیر ذی ید او برہن خارج علی ملک مورخ وذو ید علی ملک مورخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مورخ پر یا خرید مورخ پر ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہین یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا اُس ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہی تاریخ خارج سے تو سابق احق اور اولی ہی ۴ بائع مین غیر ذی الید کی قید شارح رح نے اس واسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعمیم مین وان برہنا علی شراء متفق تاریخہما او مختلف عینی وکل یدعی الشراء من رجل آخر او وقت احدہما فقط استویا ان تعدد البائع وان اتحد فذو الوقت احق ثم لابد من ذکر المدعی وشہودہ ما یفید ملک بائعہ ان لم یکن المبیع فی ید البائع ولو شہدوا بیدہ فقولان بزازیہ اور اگر خارجین گواہ لائے اُس خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہین یا مختلف ہین کذا فی العینی اور ہر مدعی خرید کا دعوی کرتا ہی دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہین اگر بائع متعدد ہین اور اگر ایک ہی بائع ہی تو صاحب وقت احق اور اولی ہی پھر یہ ضرور ہی کہ مدعی اور اُسکے گواہ وہ چیز ذکر کرین جو مفید ملک ہو اُسکے بائع کی درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنی درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہین قبض سابق کی گواہی دی بلا ذکر اُسکی ملک کے تو اُس مین دو قول ہین کذا فی البزازیہ ۴ بزازیہ مین ہی کہ گواہون نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر نہ کیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوے اور شہادت مقبول نہین اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اُس کی ملک کی تو اُس مین فقہا مختلف ہین کذا فی الطحطاوی فان برہن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء منہ او برہنا علی سبب ملک لا تکرر کالنتاج وما فی معناہ کنسج لا لعاب ودغزل قطن وحلب لبن وجز صوف ونحو ہا ولو عند ائمتہ در رقذو الید احق من الخارج اجماعا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہی نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنے پیدایش بچۂ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو چنانچہ نسج غیر معاد یعنے تیار قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہین ہوتی اور روئی کاتنا اور دودھ کا دوہنا اور صوف کا

(روٹی بکھر گئی ہے ۱۲)

Marfat.com

تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکررہ کے اگرچہ اسباب مذکورہ اُسکے بائع کے پاس واقع ہوے ہون تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق م نتاج سے مراد یہ ہی کہ مدعی کی ملک مین نتاج ہوا ہو یا اُسکے بائع کی ملک مین یا اُسکے مورث کی ملک مین جامع الفصولین مین ہی کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اونٹنی میری بائع کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہی تو گویا دونون کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطۂ نتاج ملک کے مدعی ہوے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کغصب ودویعۃ او اجارۃ ونحوہا فی رویۃ درر او کان سببا یتکرر کبناء وغرس ونسج خز وزرع بر ونحوہ واشکل علی اہل الخبرۃ فہو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا عنہ بحدیث النتاج دعوے نتاج مین ذی الید احق ہی مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اُسکے ذخیرہ کی روایت مین کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہی چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہی نہ ذی الید کے اس واسطے کہ مدعی خارج مبرہن اصل ہی اور ہمنے جو یہان عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے م فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ مین بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہی مین نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوے کیا تو دعوی خارج مقدم ہی بسبب امکان تکرار اور گیہون کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ انسان گاہے اُسکو ایک زمین مین بوتا ہی پھر اُسکو چلنی سے چھان لیتا ہی اور دوسرے کھیت مین بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ گیہون مین نے بوئے ہین اور دونون گواہ لائے تو خارج مقدم ہی اور حدیث نتاج جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبض مین اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اُسکی ہی اُسکے پاس جنی ہی اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہی اور قابض کے پاس جنی ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دی اور یہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط مین ہی کذا فی الطحطاوی **وان برہن کل** من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید عینی **علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وترک المال** المدعی بہ **فی ید من معہ** اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصون مین سے خواہ دونون شخص خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونون برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوے ہو وہ اُسکے قبضے مین چھوڑا جاوے گا جس کے پاس وہ ہی م بلا وقت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونون مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد رح یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد رح نے کہ درصورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب مین کہتے ہین شیخین رح کی طرف سے کہ خرید پر پیشقدمی کرنا اقرار ہے اس کی طرف سے دوسرے کی ملک کا م تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اُس مین بالاجماع تساقط ہی بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تہاترا اتفاقا درر اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین رح اور محمد رح کے ساقط الاعتبار ہونگے **ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود** فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہین دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اس واسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی دلیل کی قوت سے نہ اُسکی کثرت سے م قوت دلیل کی یہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواتر ہو اور دوسری از قسم آحاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل ہو تو مفصل کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطۂ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی آحاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہین لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہین ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ **فلو اقام احد المدعیین شاہدین وآخر اربعۃ فہما سواء** فی ذلک پھر مصنف رح نے اس قاعدۂ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک مدعی

Marfat.com

لے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونون برابر ہین اسمین یعنے اقامت شہادت ماخوذہ مین اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہین **وکذا لا ترجیح بزیادۃ العدالۃ** لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسی طرح ترجیح نہین عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت مین اصل عدالت معتبر ہی اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہین ہم یعنے اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہون اور دوسرے مدعی کے گواہ اعدل ہون تو ترجیح واقع نہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص اُنسے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہوسکے گا ایک حال پر کذا فی الطحطاوی **وادا فی ید آخر ادعی رجل نصفہا وآخر کلہا وہو بہا فللاول ربعہا والباقی للآخر بطریق المنازعۃ** وہوان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتہما فی النصف الآخر فنیصف ایک گھر ہے ایک شخص کے قبض مین سو ایک مرد نے اُسکے نصف کا دعوے کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنے تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہی بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہی کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہی بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا ہوچکا اسکے اقرار سے پھر دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنے تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے **وقالا الثلث للاول والباقی للثانی بطریق العول** لان فی المسئلۃ کلا ونصفا فالمسئلۃ من اثنین وتعول الی ثلثۃ اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہی اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف مجتمع ہوے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنے اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کی طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ہم عول یہ کہ مخرج مین سہام کی گنجائش نہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم ڈالا جاے چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا **واعلم ان انواع القسمۃ اربعۃ بالقسم بطریق العول اجماعا وہی تمانیۃ میراث ودیون ووصیۃ ومحاباۃ ودراہم مرسلۃ وسعایۃ وخبایۃ رقیق** اور معلوم کرکہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ ہی جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہی باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اُسکی آٹھ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور خبایت رقیق ہم میراث کی یہ صورت ہی کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ متروکہ مین اُنکے پورے ہونے کی گنجائش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہی اور بطریق عول کے سات ۷ سے اور دیون کی صورت یہ ہی کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئے کہ متروکہ سے ادا نہین ہوسکتے تو ارباب دیون مین بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلاً ایک شخص کے میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہی اور وصیت کی یہ صورت ہی کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا انیکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹھہرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات ۹ یعنے محابات کی وصیت کی یہ صورت ہی کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہی وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا جاے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہی وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جاے سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا ۱۰ اور دراہم مرسلہ کی قسمت کی یہ صورت ہی کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا ۱۱ اور سعایت کی یہ صورت ہی کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جاے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جائے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اُسکے حصے کے سعایت ساقط ہوجائیگی ۱۲ اور خبایت رقیق شارح نے اسمین دونون صورتین داخل کردین ایک صورت خبایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت خبایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہی کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون خباتیون مین غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونون

Marfat.com

مین بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہی کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اسکی اولیاے جنایت کو دی گئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ اجماعا وہی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہی باجماع امام رح اور صاحبین رح کے اور وہ دونون فضولیون کا مسئلہ ہی م مسئلہ فضولیین یہ ہی کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولے نے دونون بیعون کو جائز رکھا تو دونون مشتریون کو اختیار ہی اگر لینا اختیار کرین تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ عندہ والعول عندہما وہو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا اوصی لرجل بکل مالہ او بعبد بعینہ والآخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہی امام رح کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے تین مسئلے ہین ایک مسئلہ اس کتاب کا ہی یعنے مسئلہ وار جو متن مین مذکور ہو چکا اور جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی م کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہی اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہی بحر الرائق مین ہی کہ کل اور نصف مال کی وصیت مین اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت مین اگر ثلث مال اسکو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھین تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملین گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریق العول عندہ والمنازعۃ عندہما وہو خمس کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہی امام رح کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہین چنانچہ اسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی م پہلا مسئلہ یہ ہی کہ عبد ماذون مشترک ہی دو مالکون مین ایک مولی نے اسکو سو درم دیے یعنے کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اسکو درم بطریق دین کے دیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام رح کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی مین بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ ادانت مولی اسکے شریک کے نصف مین صحیح ہی نہ خود اسکے نصف مین دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونون مین ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے وارث ہین سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد مین اختیار ہی سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت مین خود غلام کو دے تو دونون شخصون مین اثلاث تقسیم ہوگی امام رح کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین رح کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہی کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ مین اور مولی اسکی قیمت دے پانچوان مسئلہ یہ ہی کہ ام ولد نے اپنے مولی اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہین سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع مین سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہی اور نصف قیمت دونون مین تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعا فعولیۃ او ممیزا او لاحدہما شائعا وللآخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین امام رح کے نزدیک یہ ہی کہ جب قسمت واجب ہوگئی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہی کسی عین یا ذمہ مین بطور شیوع کے یعنے بلا امتیاز تو اس مسئلہ مین قسمت بطریق عول کے ہی یا حق ثابت ہی بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہے اور دوسرے کا حق کل مین تو وہان قسمت

Marfat.com

بطریق منازعت کے ہم بہتر یون تھا کہ شارح یون کہتا فی ذمتہ او عین شائعًا اسواسطے کہ ذمہ مین تبعیض معقول نہین اور یون کہنا بہتر تھا شائعًا فی البعض دون الکل چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی وعندہما متی ثبتا معًا علی الشیوع فعولیتہ دالا فمنازعۃ فلہ لفظ اور صاحبین رح کے نزدیک جبکہ دو حق ساتھ ہی طریق شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہی اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت بطریق منازعت کے ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام رح اور صاحبین رح کے ہین مسائل مذکورہ مین **ولو الدار فی ایدیہما فہی للثانی نصف** لا بالقضاء ونصف بہ لانہ خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبضہ مین ہو یعنی ایک شخص نصف کا مدعی ہوا اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا قضاء اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہی ہم مدعی ثانی کو نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہی تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اسکو نصف ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبضہ مین ہی اسمین خارج اور ذی الید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی **ولو فی ید ثلثۃ وادعی احدہم کلہا وآخر نصفہا وآخر ثلثہا وبرہنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندہما بالعول** وبیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص انمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گھر امام رحمہ اللہ کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہی ہم امام رح کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی چوبیس سہم سے ہی پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین رح کے نزدیک ایک سو اسی ۱۸۰ سہم سے قسمت ہی ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور مدعی ثالث کے چھبیس سہم اور اسکا بیان مشرح طحطاوی مین شرح مجمع سے منقول ہی خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کر دیا **ولو برہنا علی نتاج دابۃ فی ایدیہما او احدہما او غیرہما وارخا قضی لمن وافق سنہا تاریخہ بشہادۃ الظاہر** اور اگر مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنے جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اُس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اُس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال ہم یعنی جسکی تاریخ جانور کی عمر کے موافق ہی اُسکے صدق کی علامت ظاہر ہوا اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہی **فلو لم یوارخا قضی بہا لذی الید** سو اگر دونون مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نہ کی تو اُس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا **ولہما ان فی ایدیہما او فی ید ثالث** اور دونون مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو **وان لم یوافقہما** بان خالف او اشکل **فلہما ان کانت فی ایدیہما او کانا خارجین فان فی ید احدہما قضی بہا لہ** ہو الاصح قلت وہذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتبصر اور اگر تاریخ دونون مدعیون کے موافق نہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہی اگر اُنکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے قبضے مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہی مین کہتا ہون اور یہ یعنی مصنف کی یہ تعبیر **وان لم یوافقہما** بہتر ہے اُس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہی کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہی وان اشکل سو اُسکو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہی کہ مصنف کی تعبیر عام ہی مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہی بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اُس مین فقط اشکال مذکور ہی نہ مخالفت **بہ ہن احد الخارجین علی الغصب من زید والآخر علی الودیعۃ منہ استویا** لانہما بالجحد تصیر غصبا گواہ لایا ایک خارج اُس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اُس نے ودیعت رکھی تو دونون برابر ہین یعنی اُس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہی ہم اس مسئلے مین مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہی ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہی کہ اس پر ضمان واجب ہوتا ہی اور ضمان

Marfat.com

ساقط نہین ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہی تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوی کیا لہذا دونون متساوی
ہوے **الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل** کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ والعقل وعبارۃ الاشباہ والدیۃ لوگ
آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل مین اسی طرح ہی مصنف کے نسخے
مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجاے قتل کے عقل ہی اور عبارت اشباہ مین والدیۃ ہی م وجہ حریت مسلمین یہ ہی کہ دار الاسلام دار الحریۃ ہی اور اسواسطے کہ لوگ
آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرات آزاد تھے جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نہ کرے بلکہ
اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اُسکو دریافت کرے لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نہ کرے اور جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی
اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہی تو اُسپر حد قذف ماری نہ جاویگی جبتک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نہ کرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے
کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہی تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو از راہ خطا قتل کرے
اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہی تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخ ثلثہ یعنے قتل اور عقل اور دیت کا
ایک ہی مطلب ہی اسواسطے کہ قتل سے قتل خطا مراد ہی جو موجب دیت ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وحینئذ **فلو ادعی علی مجہول الحال** احرام لا انہ
عبدہ فانکر وقال انا حر الاصل فالقول لہ لتمسکہ بالاصل اور اسوقت یعنے جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جس کی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین یہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہی سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اسی کا قول قابل تصدیق کے ہی بسبب متمسک ہونے اُس شخص کے اصل
بات سے یعنی حریت سے **واللابس للثوب احق من اخذ الکم** اور کپڑے کا پہننے والا احق ہی آستین کے پکڑنے والے سے م یہان سے وہ مسائل شروع
ہوے جن مین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہی بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہ
اُسکے قبض مین ہی تو اُسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اُسنے قسم کھائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہارے گا اور دوسرا شخص
جیتے گا انتہی لابس ثوب اسواسطے احق ثوب ہوا کہ اُسکا تصرف ظاہر تر ہی اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہی تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور آخذ خارج اور ذی الید اولے
ہی خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کرے گا تو اب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہی ما بعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی **والراکب
احق من آخذ اللجام** اور جانور کا سوار احق ہی لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر ایک شخص سوار ہی اور دوسرا لگام پکڑے ہی اور دونون دعوے
کرتے ہین کہ یہ جانور میرا ہی تو سوار احق ہی بسبب اظہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہی وہ احق ہی اُس شخص سے جو اُسکے
پیچھے بیٹھا ہی یعنے اس واسطے کہ تمکن اُسکا اس موضع مین تقدم کی دلیل ہی **وذو حملہا ممن علق کوزہ بہا** لانہ اکثر تصرفا جس کا بوجھ جانور پر لدا ہے وہ
احق ہی اُس شخص سے جس نے اپنا کوزہ اُس پر لٹکا دیا ہی اسواسطے کہ اُسکا تصرف یعنے لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہی دوسرے کے تصرف سے م
حمل بکسر حا وسکون میم اُس بوجھ کو کہتے ہین جو پیٹھ پر یا سر پر لادا جاوے کذا فی الحموی **والجالس علی البساط والمتعلق** بہ سواء کجالسہ وراکبی سرج اور جو فرش
پر بیٹھا ہے اور جو فرش کو پکڑے ہی دونون تصرف مین برابر ہین مانند اُن دو شخصون کے جو فرش پر بیٹھے ہین اور ایک زین پر سوار ہین م تو فرش جالس اور
متعلق مین نصفا نصف ہی اسواسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبض نہین بلکہ قبض اُسوقت ہوتا جب فرش اسکے گھر مین ہوتا یا کہ وہ فرش اُٹھا لیا جاتا کذا فی الد
مکن معہ ثوب وطرفہ مع الآخر لا ہدبۃ ای طرفہ الغیر منسوجۃ لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند اُن شخصون کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہی
اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہی نہ وہ شخص برابر ہی جس کے ہاتھ مین کپڑے کا ہدبہ یعنے چھیر ہے م ہدبہ یعنے کپڑے کا طرہ بے بنا اسواسطے کہ
طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہی **بخلاف جالسی دار تنازعا فیہا** حیث لا یقضی لہما لاحتمال انہا فی ید غیرہما وہنا علم انہ لیس فی ید غیرہما عینی بخلاف اُن دو

بغیر

Marfat.com

شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونون کے واسطے گھر کا حکم نصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین
اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر اُن دو شخصون کے سوا کسی اور کے قبضے مین ہو اور وہان یعنے مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہو چکا ہے کہ فرش دونون شخص کے
سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہے کذا فی العینی **والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع** بان تتداخل انصاف لبناتہ فی
لبنات الآخر ولو من خشب فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری لدلالتہ علی انہما بنیا معاً ولذا سمی بذلک لانہ حینئذٍ یبنی مربعاً دیوار اُس شخص کی ہے
جس کی کڑیان دیوار پر رکھی ہون یا ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی آدھی اینٹین
دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار مین
مرکب اور پچی ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اُس پر کہ دونون دیوارین ساتھ ہی بنی ہین اور اسی واسطے اس کا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ
اُس وقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہے م اتصال دو طرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے
ملا ہو یعنے دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی
اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب ہون کذا فی الدر طحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت
مین اختلاف ہے اور قول ظاہر کرخی کا یہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور
دونون دیوارین متصل ہون اُس کی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جائے قبہ کے مانند تو اُس وقت مین کل شئ واحد کے حکم مین ہونگی
انتہی **لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب وادخال وہراوی کقصب وطبق یوضع علی الجذوع** اُس کی دیوار نہین جس کی دیوار مین اتصال ملازقت ہے
یعنے لگاؤ ہے بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب اور ادخال ہے یعنے سوراخ کرکے لکڑی اُس مین داخل کرنا یا اُسکی دیوار نہین جس کے بنگے ہین مانند
بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین م ہراوی جمع ہے ہرویہ کی بکسر ہا منح الغفار اور درر مین ہے کہ ہراوی وہ لکڑیان ہین جو دھنیون پر رکھی جاوین
اور اُن پر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند اُنکو بنگا یا برگہ یا تختہ یا جھانپ بولتے ہین خلاصہ یہ ہے کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگے رکھنا **بل
یکون بین الجارین لو تنازعا** ولا یختص بہ صاحب الہراوی بل صاحب الجذع الواحد احق منہ خانیۃ بلکہ بنگے والی دیوار دونون پر ڈسیون مین مشترک ہے
اگر دونون اُس مین جھگڑا کرین اور وہ دیوار بنگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ تر حق دار ہے
دیوار کا کذا فی الخانیۃ ولو لاحدہما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل لذی الجذوع لملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ
اور ایک شخص کی دھنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنے اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال
کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے کی ہے کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ
مین ہے م محیط مین ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت ومجاورت اور وضع جذوع ومحاذات بنا تو سب سے احق صاحب
تربیع ہے پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہے پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہے کذا فی الطحطاوی **واما حق المطالبۃ برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط
بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ** اور جو دھنیان ظلم سے رکھی گئین اُن کے اُٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین
ہوتا ابرا کر دینے سے اور نہ صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود تو اُس کو یاد رکھنا چاہئے م یعنی اگر دھنیون
کا مالک اُکھاڑ ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اس واسطے کہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی
کے ذمے پر ثابت ہے اور اگر دھنیان رکھنے والا یا جس کی دیوار پر دھنیان ہین وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق

Marfat.com

ثابت ہی اور اگر صاحب دیوار دھنیان رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی **وذو بیت من دار فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا فہی بینہما نصفین** کا لطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا منجملہ اُس گھر کے جسمین بہت کوٹھریان اور دالان ہین اُس شخص کے مانند ہی جسکی بہت کوٹھریان اور دالان ہین اُس گھر مین سے اُسکے صحن کے حق مین تو صحن گھر کا دونون مین نصفا نصف ہی راہ کے مانند ہم یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پھرنے مین اور اسباب رکھنے مین اور لکڑیان چیرنے مین ونی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرۃ مرد مین برابر ہین **بخلاف الشرب** اذا تنازعا فیہ **فانہ یقدر بالارض** بقدر سقیہا بخلاف پانی لینے کی باری کے جبکہ دو شخص اُسمین جھگڑا کرین تو اُسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اُسکے سینچنے کے ہم یعنی آب پاشی مین تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہی تو جتنی زمین زیادہ اُتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اُسکا اندازہ بقدر آراضی کے ہے **برہنہا** ای الخارجان **علی ید کل منہما فی ارض قضی بیدہما** فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اُسپر کہ دونون کا قبض زمین مین تھا تو دونون کے ثبوت قبض کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی **ولو برہن علیہ** ای علی الید احدہما **او کان تصرف فیہا بان لبن او بنی قضی بیدہ** بوجود تصرف اور اگر زمین کے قبض پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اُسمین تصرف کرتا تھا اس طرح پر کہ اُسنے اُسمین اینٹین پاتھین یا عمارت بنائی تو اسی کے واسطے قبض کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اُسکے تصرف کے ہم یعنی تمکن اشیاے مذکورہ اُسکے قبض کی دلیل ہی **او عی الملک فی الحال وشہد الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل** لان ما ثبت فی زمان یحکم ببقاءہ مالم یوجد المزیل دُر ر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنے زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہی یعنے فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ مین تو اُسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہی جب تک وہ چیز پائی نہ جائے جو اُسکے ثبوت کو دور کردے کذا فی الدرر **صبی یعبر علی نفسہ** ای یعقل فیقول **قال انا حر فالقول لہ** لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کرسکتا ہی یعنے جو کہتا ہی اُسکو سمجھتا ہی وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اُسکا قول مقبول ہی اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اُسکی عبدیت کا کوئی دعوے کرے تو درصورت اُسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فی الدرر **فان قال انا عبد لفلان** یعنی غیر ذی الید **قضی بہ لذی الید** ممکن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون یعنے اُسکا جو ذی الید نہین تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ہم یعنے جب کہ اُس نے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اُس کی مملوکیت ذی الید کے اُس دعوے سے ثابت ہوئی جو خالی ہی معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اقرار مضر صغیر کے حق مین معتبر نہین علی الخصوص کہ اُس کا تدارک بدعوے حریت ممکن ہی کذا فی الطحطاوی **فلو کبر وادعے الحریۃ تسمع مع البرہان** لما تقرر ان التناقض فی دعوے الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوے پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اُس نے آزادی کا دعوے کیا تو مسموع ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ دعوے حریت مین تناقض صحت دعوے کا مانع نہین ہم علے الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت مین ہوا ہو

باب دعوے النسب

یہ باب ہی نسب کے دعوے مین الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد ہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہی ایک استیلاد کی دعوت وہ یہ ہی کہ اصل علوق یعنے نطفہ رہنا مدعی کی ملک مین ہو ہم اکثر عرب طعام مین دعوت بفتح دال بولتے ہین اور نسب مین بکسر دال کہتے ہین دوسری قسم تحریر کی یعنے آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہی یعنی مدعی کی ملک مین نطفہ نہ رہا ہو والاول اقوے لسبقہ واستنادھا

Marfat.com

لوقت العلوق واقتصار دعوة التحریر علی الحال سیتضح اور اول یعنے دعوت استیلاد قوی تر ہی بسبب اُسکے سابق ہونے کے اور اُسکے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصور ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہ بیان واضح ہوگا **مبیعة ولدت لاقل من ستة اشهر منذ بیعت فادعاه البائع ثبت** نسبه منه استحسانا لعلوقها فی ملکه ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیه التناقض بیچی لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین جسوقت سے کہ اُسکی بیع ہوئی پھر اُس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روے استحسان کے بسبب اُسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہی تو اسمین تناقض معاف ہوگا م یہان قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہی زفر رح اور امام شافعی رح کا اسواسطے کہ بائع کا بیچنا یہ اقرار ہی اُسکی جانب سے کہ وہ لونڈی ہی ام ولد نہین تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہی بیان استحسان یہ ہی کہ بناے نسب پوشیدگی پر ہی تو اسمین تناقض معاف ہی جبکہ تیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہی کہ میرا نطفہ نہین رہا پھر ظاہر ہوتا ہی کہ نطفہ اُسی کا ہی تو یہ عذر ہو سکتا ہی اعتبار تناقض کے اسقاط مین **واذا صحت** استندت **فصارت ام ولده فیفسخ البیع ویرد الثمن** اور جبکہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہوگئی تو بیع لونڈی کی فسخ کی جائیگی اور ثمن اُسکا مشتری کو پھیر دیا جائیگا **ولکن اذا ادعاه المشتری قبله ثبت** نسبه منه لوجود ملکه وامیتها باقراره وقیل یحمل علی انه نکحها ثم استولدها ثم اشتراها ولیکن جبکہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوی سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اُسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا مشتری کا دعوی اُسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک مین پھر استیلاد کیا پھر اُسکو خرید کر لیا **ولو ادعاه معه** ای مع ادعاء البائع او بعده لا لان دعوته تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی کما مر اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اُسکے دعوے کے دعوے کیا تو اُسکا دعوی مسموع نہین اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہی اور بائع کی دعوت استیلاد ہی تو دعوت استیلاد ہی قوی ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب مین **وکذا یثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد لفوات الاصل** اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اُسکی مان کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے م یعنی حریت مین اصل ولد ہی اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ ولد موت سے مستغنی ہو گیا نسب سے **ویاخذه البائع بعد موت امه ویسترد المشتری کل الثمن** وقالا حصته اور بائع ولد کو لیگا اُسکی مان کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لے اور صاحبین رح نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیر لے **واعتاقهما** ای اعتاق المشتری الام والولد کموتهما فی الحکم اور دونون کا اعتاق یعنے مشتری کا آزاد کرنا مان یا ولد کو اُن دونون کی موت کے مانند ہی حکم مین م قوله والولد واو بمعنی او ہی جسمین جمع بین المعطوف والمعطوف علیه جائز ہی جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے مان کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا وہ میرا بیٹا ہی تو دعوی صحیح ہی اور اُسکا نسب اس سے ثابت ہی اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ مان کو تو دعوی صحیح نہین حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہین رکھتا اور نہ مان کے حق مین دعوی صحیح ہی اسواسطے کہ مان ولد کی تابع ہی پھر جب اصل مین صحیح نہوا تو تابع کے حق مین بالضرور صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی عن المنح **والتدبیر کالاعتاق** لانه ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصته اتفاقا ملتقی وغیره وکذا حصتها ایضا علی الصحیح من مذهب الامام کما فی القهستانی والبرهان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہی اسواسطے تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال نہین ہی اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام رحمہ اللہ اور صاحبین رح کے یعنے جب کہ مشتری مان کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیره اور اسی طرح مان کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام رح کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہی ونقله فی الدرر والمنح عن الهدایة علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہی اُس کو درر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی مین مبسوط سے نقل ہے

Marfat.com

م درر مین ہدایہ سے یہ منقول ہی کہ جب مشتری مان کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے صاحبین رح کے نزدیک اور امام رح کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پھیر دے چنانچہ موت مین انتہی اور کافی مین مبسوط سے یہ منقول ہی کہ حصہ ولد پھیر دے نہ اُسکی مان کا حصہ باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ مین اعتراض کیا ہی کہ محمد رح نے امام رح سے جامع صغیر اور اصل یعنی مبسوط مین تصریح کی ہی کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاویگا اور اسی طرح کرخی اور طحطاوی نے اپنے مختصر مین اور اسی طرح شمس الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہی اگرچہ اُسنے اُسکی تصحیح کی ہی چنانچہ عزمی زادہ نے اُسکو بیان کیا ہی انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاہ بعد عتقہا او موتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن اکتفیا برد حصتہ وقیل لا یرد حصتہا فی الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہی اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اُسکی مان کے یا اُسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پھیر دینا لازم آویگا اور صاحبین رح نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مان کا حصہ ثمن اعتاق مین بالاتفاق پھیرا نجائے انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے م جس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہی وہی قول معتمد ہی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی **ولو ولدت الامۃ المذکورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ** علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیع کے وقت سے اور بائع نے اُسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوے پر محمول کر کے م ثبوت نسب مین مشتری کی تصدیق کی اس واسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین ہوتی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہرے گا اور نسب اُسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال مین لونڈی جنے گی تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً بقی لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر ان صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین مین یعنے سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اُسکا حکم اول کے مانند ہی یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نہ کی اس طرح پر کہ اُسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوے کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہین ہی تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہین ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیۃ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدہما لدون ستۃ اشہر والآخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت مین پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونون لڑکون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے م اُس صورت مین نسب دونون کا ثابت ہوگا جبکہ دونون کی ولادت مین چھ مہینے کی مدت سے کم گزر گئی ہو اس واسطے کہ وہ دونون توامین ہین کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول مین دعوی بائع کا بلا تصدیق متحقق ہو گیا تو دوسرے مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائے گا **باع من ولد عندہ وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ** لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بائع نے اُس ولد کو بیچا جو اُس کے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اُس کو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اُس کی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب

Marfat.com

ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائع کی ملک مین اور بیع اُسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہی یعنے اور حق دعوت محتمل نقض
ہین لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رہنہ او آجرہ او کاتب الام او رہنہا او آجرہا او زوجہا ثم ادعاہ
فیثبت نسبہ وتروہذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہی اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اُس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا
یا اُسکی مان کو مکاتب کیا یا اُس کو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اُس کا کسی سے نکاح کردیا پھر بائع نے اُس کی فرزندی کا دعوے کیا تو اُسکا نسب
بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوین گے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے
اگر مشتری ولد کو آزاد کردیگا تو رد نہوگا اس واسطے کہ اعتاق تحتمل البطال نہین باع احد التوأمین المولودین یعنے علقا وولدا عندہ واعتقہ
المشتری ثم ادعی البائع ان ولدہ الآخر ثبت نسبہما وبطل عتق المشتری بامر فوقہ وہو حریۃ الاصل لانہما علقا فی ملکہ حتی لو اشتراہما جمیعا لم یبطل عتقہ
لانہا دعوۃ تحریر تقتصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف رح یعنے ایک تولم کو توأمین مولودین سے یعنے وہ توأمین جن کا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور
مشتری نے اُسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جس کی بیع واقع نہین ہوئی دعوے کیا تو دونون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا
مشتری کا باطل ہوجائیگا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہی عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہی یعنے اور عتق حریت عارضی ہی دونون کا نسب
ایک کے دعوے سے اس واسطے ثابت ہوگیا کہ دونون کا علوق بائع کی ملک مین تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خریدکیا اور بعد اُسکے وہ دو توأم جنی اور مشتری نے
انمین سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اُسکو آزاد کردیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے
کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اُسکی ملک مین نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور ہوگی کذا فی
العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہی مصنف رح نے اپنی شرح مین ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا یصح دعواہ
ابدا أجتبی پھر مصنف رح نے اپنی شرح مین کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہی کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہی تو بعد اس
اقرار کے بائع کا دعوے صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہین وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ ومع غیرہ عینے
ہو ابن زید الغائب ثم قال ہو ابنی لم یکن ابنہ ابدا وان وصلیۃ حجد زید بنوتہ خلافا لہما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ
صح اور البتہ مصنف رح نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اُسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے
کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہی پھر بولا کہ وہ میرا بیٹا ہی تو اُسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اُسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین رح اسواسطے کہ نسب بعد اپنے
ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہین یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اُسکی تکذیب کے تو صحیح ہی ہم صاحبین رح کا یہ مذہب ہی کہ دعوت مقر بعد انکار
مقرلہ صحیح نہین اسواسطے کہ جب اُسکا اقرار باطل ہوگیا مقرلہ کے انکار سے تو گویا اُسنے اقرار ہی نہ کیا تھا ولذا لو قال لصبی ہذا ولدی ثم قال لیس منی لا یصح نفیہ لانہ بعد
الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ ملا خسرو کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنے چونکہ نسب محتمل نقض
نہین اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی پھر کہا کہ میرا نہین ہی تو اُسکی نفی صحیح نہین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہین ہوسکتی نفی کرنے سے تو اب
کچھ حاجت نہین دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہین عمادی کی عبارت مین چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسرو نے جیسے کہ
بیان کیا ہی اُسکو یعنے عدم سہو کو شرنبلالی نے مع ملا خسرو صاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہی کہ (قال) ہذا ولد لیس منی ثم قال ہو منی صح ظاہرا
یہ سہو ہی کاتب اول کا اس واسطے کہ تعلیل عمادی اُسکو مقتضی ہی کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہوا اور دوسری عبارت
اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ قال یعنے اقرار ثانی کی ظاہرا

میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے اسکی نفی کرنے سے نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصراً وہذا اذا صدقہ
الابن واما بدونہ فلا الا اذا اعاد الابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب صغیر اس صورت مین ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اسکے
تصدیق کرنے کے نسب ثابت نہوگا مگر اس صورت مین جبکہ بیٹا دوبارہ اسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے م یہ تفصیل وہان جاری ہے جہان
صغیر اپنا حال بیان کرسکتا ہو ولو انکر الاب الاقرار فبرہن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما
الاقرار بانہ اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے یعنے تو بلا تصدیق اسکے کیونکر
مقبول ہو **فروع** مسائل ملحقہ شارح رح کے لو قال لست وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ وبین جہۃ الارث صح اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اسکا وارث
نہین ہون پھر اسنے دعوی کیا کہ مین اسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوے صحیح ہے اس واسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہے م
جامع الفصولین مین ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک جہت ارث بیان نہ کرے انتہی یعنے وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادعی بنوۃ العم
لم یصح مالم یذکر اسم الجد اور چچا کی فرزندی کا دعوے کیا یعنے یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بھائی ہے تو دعوے صحیح نہین جب تک دادا کا نام بیان نہ کرے ولو برہن
انہ اقر انی ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا علی خصم ہو وارث او داین او مدیون او موصی لہ اور اگر گواہ لایا اس پر کہ اسنے اقرار کیا
ہے کہ مین اس کا بیٹا ہون تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اس کے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہین مگر خصم پر یعنے وارث یا داین
یا مدیون یا موصی لہ پر یعنے جس کے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدعی علیہ حقا لابیہ وہو مقر بہ او لا فلا اثبات نسبہ بالبینۃ عند القاضی
بحضرۃ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوے کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اسکو چاہیے کہ اپنے
نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیہ فلو اقر بہ امر بالدفع الیہ ولا یکون قضاء علی الاب حتی
لو جاء حیا یاخذہ من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوے کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یعنے اسکی فرزندی کا
تو اس کو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہین اسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے
اور دافع بیٹے سے لے ولو انکر قیل للابن برہن علی موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والصحیح تحلیفہ علی العلم بانہ ابن فلان وانہ مات لم یکلف الابن
للبینۃ بذلک وتمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے
باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اس کا بیٹا ہے اور درصورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکی تحلیف ہے علم پر اس طرح کہ وہ
فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا یعنے مدعا علیہ یون قسم کھائے کہ مین نہین جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اسپر گواہ لانے
کے لیے یعنے جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اسپر اقامت بینہ اپنے دعوے پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہے ستائیسوین فصل
سے م جامع الفصولین مین باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہرے گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ
سے مال پر یقینی قسم لی جائیگی نہ علم کی انتہی ملخصاً اور یہ بیان اٹھائیسوین فصل مین ہے نہ ستائیسوین مین کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم
وکافر فقال المسلم ہو عبدی وقال الکافر ہو ابنی فہو حر ابن الکافر لنیلہ الحریۃ حالا دار الاسلام مالا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ
سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اسکے حاصل کرنے کے آزادی کو
بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو م یعنے دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنے مسلمان کا غلام
ٹھہرتا تو اسلام تو اسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اس کو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال رح بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم دار الاسلام وعزاہ للتحفۃ فلیحفظ

Marfat.com

اور ابن کمال رح نے یقین کیا ہی اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اُسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہی اور نسبت کیا ہی اس قول کو تحفہ کی طرف تو اس
اختلاف کو یاد رکھنا چاہیئے قال زوج امرأة لصبی معهما هو ابنی من غیرها وقالت هو ابنی من غیره فهو ابنهما ان ادعیا معاً والا ففیه تفصیل ابن الکمال رح
عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہی کہ وہ میرا بیٹا ہی اُس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہی کہ وہ میرا بیٹا ہے
اُسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونون کا بیٹا ہی اگر دونون نے ساتھی دعوی کیا اور اگر ساتھی دعوے نہین کیا تو اُسمین تفصیل ہی کذا ذکرہ ابن الکمال رح
تفصیل مذکور یہ ہی کہ اگر زوج نے اول دعوے کیا تو وہ اُسکا بیٹا ٹھہریگا اور عورت سے تو اگر اُسکی زوجہ بعد اُسکے دعوی کرے تو اُس سے نسب ثابت نہوگا
اور اگر عورت نے اول دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اور عورت سے تو اگر دونون مین نکاح ظاہر ہی تو عورت کا قول مقبول نہین اور وہ دونون کا بیٹا ہی
اور اگر دونون کا نکاح ظاہر نہین تو عورت کا قول معتبر ہی اور اُسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اُس صورت مین ہی جبکہ لڑکا اپنا حال بیان
نہ کرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہان رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہی مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اُسی سے اُسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن السراج ملخصاً وهذا لو غیر معبر والا بان کان معبراً فهو لمن صدقه اور یہ یعنے دونون کا ولد ہونا اسوقت ہی جبکہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر
ایسا نہو یعنے بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اُسکا ہی جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیهما وفراشهما یفید انه منهما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونون کا قیام
فراش یعنی زوجیت اُسکی مفید ہی کہ وہ لڑکا دونون کا ہی طحطاوی نے کہا یہ علت ہی مصنف رح کے اس قول کی فهو منهما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول
کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امة اشتراها فاستحقت غرم الاب قیمة الولد یوم الخصومة لانه یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری
سے جنی پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اُسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ
یوم خصومت منع کا دن ہی یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دیگا وهو حر فانه مغرور والمغرور من یطأ امرأة معتمداً علی ملک
یمین او نکاح فتلد منه ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہی اس واسطے کہ مشتری مغرور یعنے فریب خوردہ ہی مغرور وہ شخص ہی جو ایک عورت سے صحبت کرے
اسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال وکذا الحکم لو ملکها بسبب آخر بای سبب کان عینی کما لو تزوجها علی
انها حرة فولدت له ثم استحقت غرم قیمة ولده سو اسی واسطے مصنف رح نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہی اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوائے خرید کے
کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہی سو وہ اسکا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد
کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومة فلا شیء علی ابیه لعدم المنع کما مر وارثه لانه حر الاصل فی حقه فیرثه
سو اگر مغرور کا لڑکا مرگیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اُسکے باپ پر لازم نہین بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہوچکا اور میراث ولد کی اُسکے والد کو ہی اسواسطے کہ
ولد حر اصلی ہی باپ کے حق مین تو وہ اُسکا وارث ہوگا فان قتله ابوه او غیره وقبض الاب من دیته قدر قیمته غرم الاب قیمته للمستحق کما لو کان حیاً سو اگر
ولد کو اُسکے باپ نے قتل کیا یا اُسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اُسکا خون بہا بقدر اُسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اُسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ
تاوان لازم تھا درصورت حیات ولد ولو لم یقبض شیئاً لا شیء علیه وان قبض اقل لزمه بقدره عینی اور اگر باپ نے قتل غیر مین کچھ خون بہا نہ لیا تو اُسپر تاوان
نہین اور اگر اُسکا خون بہا اُسکی قیمت سے کمتر لیا تو اُسپر تاوان اُسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بها ای بالقیمة فی الصورتین کما
یرجع بثمنها ولو هالکة علی بائعها اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بھرلے دونون صورتون مین یعنے ایک ملک اور تزوج مین جیسے
لونڈی کا ثمن بائع سے بھرلے اگر لونڈی مرگئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اُسنے مستحق کو اسکی قیمت اور اُسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو
بائع سے اُسکا ثمن اور ولد کی قیمت بھرلے وکذا لو استولدها المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواهب وغیرها

Marfat.com

اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیر لے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب وغیرہا لا بعقرہا الذی اخذ منہ المستحق للزومہ باستیفاء منافعہا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات القضاء ویجئ فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحۃ والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات مین گذر گئے اور کتاب الاقرار مین بھی اُسکا ذکر آویگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہے م منجملہ مواضع مخفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اُسکا دعوی خطا مین صحیح ہے اور بعد اسکے اُسکا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نرہے یا اقرار گواہون سے ثابت نہوا اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعوی مسموع ہے کہ اُسکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور بجہت خفا بینونت کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایک کپڑا رومال مین لپٹا کرایہ کو لیا پھر جب اُسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہے باوجود تناقض اور اُسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی بہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ لا تسمع الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر م غریم بمعنی دائن اور مدیون ہے علامہ بیری رح کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہان دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانہا تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعوی مسموع نہین مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اُسکے قبض مین کر دے تو اُسپر دعوی مسموع ہوگا ثلث مال پر زیادہ ہونے سے م یہ استثناء منقطع بزازیہ مین ہے کہ جسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرہن فیتمکن من الرد وفی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہین انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب مین انکار جائز ہے تا مدعی گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اُسکے پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اُس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعوے وصی مین انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود رح نے کہا کہ دونون مسئلون مین ظاہر دو قول ہین یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی آبق قسم نہین برہان کے ساتھ مگر تین مسئلون مین دعوے دین مین میت پر اور استحقاق مبیع مین اور دعوے عبد آبق مین م تنویر الاذہان مین بزازیہ سے ہے کہ جس نے میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ واللہ مین نے دین نہین پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اُسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اُسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ مین نے اُسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ مین نے کسی کو اُسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہون سے تو مستحق علیہ یعنے مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ واللہ مین نے اسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوی آبق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اُس نے اُسکا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اُسکا غلام ہے تو اُس شخص سے قسم لیجائے کہ وہ غلام ہنوز اسکی ملک مین باقی ہے یا ہبہ سے اُسکی ملک سے خارج نہین ہوا پھر جب قسم کھائے تو اُسکو دیا جائے اور باوجود برہان قسم اس واسطے مدعی پر لازم آئی تا کہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اُسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی الاقرار لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوے الآبق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ کے ساتھ یعنے جب مدعا علیہ نے دعوے کا اقرار کیا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہین ثبوت دعوے مین مگر چار صورتون مین اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہون کے ساتھ وکالت مین اور وصایت مین اور دین کے

Marfat.com

اثبات عین میت پر اور استحقاق عین مین مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوے مین ہم یہ چار صورتین نہین بلکہ پانچ ہین وکالت کی یہ صورت ہی کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہی جو میرے اوپر ہی تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہون کے اُسکو دین دیگا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر مؤکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلان بن فلان نے مجھکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اُسکا اسپر اتنا ہی پھر مدعا علیہ نے اُسکی تصدیق نہ کی تو قاضی اُس کی وصایت کو ثابت نہ کرے اُسکے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لاوے اسواسطے کہ اگر اُسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہی سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصہ سے اپنا دین لے بقدر اُسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہی کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اُسکا حق تمام ترکہ سے متعلق ہوجائے اور اگر سب وارث اقرار کرین تو بھی گواہ اُسکے مقبول ہین وارثون کے اور دوسرے داین کے حق مین اور استحقاق عین کی یہ صورت ہی کہ مشتری نے جبکہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہین سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیر لیگا بائع سے اور عنقریب مذکور ہوگا کہ انکار مع العلم جائز ہی تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوے کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اُسکے پاس ہی وہ میرا ہی پاس بھاگ آیا ہی اور اُسنے اسکا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہی اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہوگئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف ورہن مجہول بدعوی سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع فیقسم حق مجہول غیر معین پر نہین مگر چھ صورتون مین جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول ہین اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوے مین ہم ایک شخص نے دعوی کیا کہ اُسنے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ مین نے کچھ دین ادا کیا مگر مجھکو یاد نہین کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اُسکی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہی ویسی ہی استحلاف کی مانع ہی لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف مین کچھ شبہہ پڑے تو باوجود علم دعوے حق معلوم دونون سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہی کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوے کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اُسکا انکار کیا سو مرتہن سے قسم لیجائے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل مین سماع دعوی مع الجہالۃ متفق علیہ ہی مگر ولیت اور غصب اور سرقہ کے دعوی مین بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وہی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وہی ما لو قال المغصوب منہ کانت قیمتہ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم اغصبہ لکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ مائۃ وثوب خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ للحفظ مدعی قسم نہ کھائے جبکہ مدعا علیہ قسم کھا چکے مگر ایک مسئلے مین جو بحر الرائق کی کتاب الدعوے مین مذکور ہے قسم ہی مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہی اُسکا یاد رکھنا واجب ہی کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکورہ یہ ہی کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تھی اور غاصب نے کہا کہ مین اسکو نہین جانتا لیکن اُسکی قیمت سو تک نہ پہونچتی تھی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اُسکی قسم کھانے کے ساتھ اور اُسپر بیان قیمت لازم کیا جائیگا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھائے یعنے یون کہے کہ واللہ اُسکی قیمت سو درم نہ تھی پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجائے کہ اُسکی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑا لے یعنے بعوض دراہم مدفوعہ چاہے اُسکی قیمت لے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم اگر مدعی قسم کھائے کہ واللہ اُسکی قیمت سو درم تھی تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب خواہ قسم کھائے یا نہ کھائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت ہوگا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نہ کھائے کذا فی الطحطاوی

Marfat.com

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہی اقرار کے احکام مین م اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی قال اللہ تعالی (ولیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالی نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ثابت ہی تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی کہ اقرار حجت ہی اپنی ذات کے حق مین مناسبتہ ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وہو اقرب لغلبۃ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوے سے یہ ہی کہ مدعا علیہ یا منکر دعوے مدعی ہی یا مقر اور وہ یعنے اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہی بواسطہ غلبۂ صدق یعنے مدعی کا صدق اپنے دعوے مین اور مقر کا صدق اپنے اقرار مین اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہین کرتا جسمین اُسپر یا اُسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی نفسہ راجح ہی بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اُس اقرار کے جو غیر شخص کے حق مین کرے ہو لغۃ الاثبات یقال قر الشئ اذا ثبت وہ یعنے اقرار لغت مین بمعنی اثبات ہی عرب بولتے ہین قر الشئ جبکہ شئ ثابت اور مستقر ہو شرع اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید بعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوی لا اقرارا اور اصطلاح شرع مین اقرار عبارت ہی غیر شخص کے اُس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہی اقرار اخبار ہی ایک راہ سے اور انشا ہی دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوی ہوگا نہ اقرار م اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہی ثم فرع علی کل من الشبہین پھر مصنف نے تفریع کی دونون شبہون پر م یعنے چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونون کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار مین اخبار کا حکم دیا گیا اور بعضے جزئیات مین انشا کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ ای المقر اذا ملکہ برہنہ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنے اخبار کے صحیح ہی اقرار مقر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جبکہ اُسنے ملک غیر کا اقرار کیا تو اسکو تسلیم کرنا اُس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جبکہ مقر اُس مال کا اندک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اُس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا م مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہی پھر زید اُسکا مالک ہوا کسی وقت مین تو اُسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابو السعود نے کہ اس مسئلے سے نکلتا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے مین پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہوئی پھر شاہد اس چیز کا مالک ہوا تو اُسکو تسلیم الی المدعی کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم شراہ عتق علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم شراہا او ورثہا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ مین ہی کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید کیا تو وہ غلام اُسپر آزاد ہو جاے گا اور اُسکا ثمن بائع سے نہ پھیر سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اُسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائیگا اُسکے زعم پر مواخذہ کرکے م رجوع ثمن اسواسطے نہ کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہی نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء لصح لعدم التخلف اور صحیح نہین اُسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے م طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہین کہ دلیل کذب یعنے اکراہ موجود ہی اور اقرار اخبار ہی احتمال رکھتا ہی صدق اور کذب کا تو اُسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہی اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہوتا کہ انشا مین مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہی وصح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف دارہ مشاعا والمراۃ بالزوجیۃ من غیر شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہی اقرار عبد ماذون کا اُس عین مین جو اُسکے پاس ہی اور مسلم کا اقرار صحیح ہی شراب مین اور اپنے گھر مین سے نصف مشاع کا اقرار صحیح ہی اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ مین صحیح نہوتا م درصورت انشا ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اسکا اقرار شرع ہوتا اُسکی جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہین اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہوگا کہ مقر

کرے اور اگر انشا ہوتا اقرار تو لازم آتی تملیک شراب کی مسلم کے جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہوسکتا ہی نہ غیر کو مالک کر سکتا ہی اور بضعف
وار شاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اُسکے اخبار ہونے کے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہین ہوتا باوجود قبض کے بھی اور اسطرح
زوجیت کا اقرار اخبار ہونیکی جہت سے صحیح ہوا اور نہ بلا شہود صحیح ہوتا **ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشیٔ معین بناءً علی الاقرار لہ بذلک بہ یفتی**
لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداءً ہبۃ وہو الاوجہ بزازیہ اور مسموع نہین دعوی مقرلہ کا اسطرح کہ
اُسنے اُسکے واسطے شی معین کا اقرار کیا بنا بر اس اقرار کے اسی قول کا فتوے ہی اس واسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہی یہان تک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقرلہ
کو وہ چیز حلال نہین یعنے اُس کو بر دستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہین اس واسطے کہ اقرار ملک ہونے کا سبب نہین ہان اگر مقر اپنی خوشی مقرلہ کو وہ چیز تسلیم
کرے تو اب یہ ابتداءً ہبہ ٹھہرے گا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیہ **الا ان یقول** فی دعواہ ہو ملکی واقر لی بہ او یقول فی علیہ کذا وہکذا اقر بہ
تسمع اجماعًا لانہ لم یحل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے مین یون کہے وہ شی میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اُس کا اقرار بھی کیا ہی میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا
اُس پر اتنا ہی اور اسی طرح اُسنے اقرار بھی کیا ہی تو اب دعوے مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہین ٹھہرایا ثم لو انکر الاقرار
بل یحلف الفتوے انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوے ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اُس سے قسم لیجائے گی
یا نہین قول یہ ہی کہ اُس سے اقرار پر قسم نہ لیجائے گی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائے **واما دعوے الاقرار فی الدفع تسمع عند العامۃ** اور اقرار کا دعوے تو دفع
مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہی یعنے اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کے کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ اُسکا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہین یا عین مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک
ہی تو دعوے مسموع اور گواہ مقبول ہین **وللوجہ الثانی وہو الانشاء لو رد المقر لہ اقرارہ ثم قبل لا یصح** ولو کان اخبارًا یصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنے اقرار
کے انشا ہونے کے اگر مقرلہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہین اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا **ثم اقرار بعد رد کے وہان صحیح نہین**
جہان اقرار رد ہو جاتا ہی رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہین ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو اُس مین اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنے
کے مقرلہ اُس کا دعوے کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہین ہوتے رد کرنے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھ سے کل
نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہین پھر بولی کہ ہان اور مرد بولا کہ نہین تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہین ہوتا اس لیے کہ نکاح
عقد لازم ہے کہ بمجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہین ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہو تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے
معتبر نہوگا کذا فی الطحطاوی **وما بعد القبول فلا یرتد بالرد** اور بعد قبول لینے کے تو اقرار رد نہین ہوتا رد کر دینے سے **ولو اعاد المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ**
لانہ اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقرلہ نے اُس کی تصدیق کی تو اُس کو لازم ہوگا اس واسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہی جسکی
تصدیق ہوئی اور اقرار مردود اور تھا تم لو انکر اقراره الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینۃ قال البدایع وانا شبہ قبولہا واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ الشرنبلالی
پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لیجائے گی اور مقرلہ کے گواہ اُس پر مقبول نہون گے قاضی بدیع اُستاد صاحب قنیہ نے کہا اور
اشبہ بقواعد فقہ قبول بینہ ہے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اس پر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکھا ہی **والملک لا تثبت بہ بالاقرار**
لا تظہر فی حق الزوائد المستہلکۃ فلا یملکہا المقر لہ ولو اخبارا **الملکہا** اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہین ہوتی زوائد مستہلکہ کے
حق مین تو زوائد مذکورہ کا مقرلہ مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو اُن کا مالک ہوتا مثلاً زید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور پھل اُس باغ
کے تیار تھے سو اُس نے توڑے اور اپنے صرف مین لایا تو زید پر اُس کا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت مین اقرار انشا ہے گویا اُس نے فی
الحال خالد کو مالک کیا **اقر حر مکلف یقظان طائعا او عبدا وصبی اذن لہ ماذون لہم ان اقر بالتجارۃ** کا قرار محجور بحد و قود والا فبعد عتقہ

Marfat.com

ونائم ومغمی علیہ کمجنون وسیجئے السکران ومر المکرہ بحق معلوم او مجہول صح حق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد
ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہے جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص
مین صحیح ہے اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنے اُسکا مواخذہ بعد اُسکے آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی
اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہے جس کا اقرار صحیح نہین اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق مین
بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہین م عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال مین صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ضروریات تجارت سے ہے اور اگر اُن کا
اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اُن سے معاملہ نہ کرے تو جو امر متعلق تجارت ہے وہ اذن مین داخل ہے چنانچہ دیون اور عواری اور مضاربات اور غصوب
اور جو امر متعلق بہ تجارت نہین چنانچہ مہر اور خیانت اور ضمانت اُس مین انکا اقرار صحیح نہین کذا فی الطحطاوی لانہ جہالۃ المقر بہ لا تضر الا اذا بین
سببا تضرہ الجہالۃ کبیع واجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی مضرت نہین کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جس کو
جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ م اقرار مجہول اس واسطے صحیح ہوا کہ گاہے مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہے اس طرح کہ اُسنے کچھ مال تلف
کر ڈالا جس کی قیمت اُسکو معلوم نہین ہان بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلاً اگر اقرار کیا کہ اُس نے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکھی
یا کوئی چیز خرید کی تو اقرار صحیح نہین اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کا واما جہالۃ المقر فتضر لقولہ علی احدنا لک الف دراہم لجہالۃ المقضی علیہ الا اذا جمع بین
عبدہ ونفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہے چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون مین سے ایک شخص پر ہزار درم تیرے ہین بسبب نہ معلوم ہونے
اُس شخص کے جس پر ہزار درم کا حکم کیا جائے مگر جب کہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے م مثلاً ایک شخص نے یون
اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہین مجھ پر یا میرے غلام پر تو صحیح ہے اس واسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر وکذا تضر جہالۃ المقر لہ ان فحشت
کلو احد من الناس علی کذا اور اسی طرح مقر لہ کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا
مجھ پر اتنا مال ہے والا لا کلا حد ہذین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر لکن باختصار مخل کما بینہ عزمی زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت
فاحش نہو تو ضرر نہین کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نہ کیا جائیگا بیان کرنے پر بسبب مجہول
ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اس کو درر مین نقل کیا ہے لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہے م مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا
کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اس واسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقر بھول بھی جاتا ہے صاحب
درر کی نقل مین خلل یہ واقع ہوا کہ اُس نے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور عزمی زادہ کا حاصل بیان یہ ہے کہ مقر پر جبر اُس صورت مین ہے جبکہ مقر بہ مجہول
ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت مین اس واسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان مجہول ہے کذا فی الطحطاوی ولزمہ بیان ما جہل کشئی وحق بدعی قیمتہ
کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اُس مقر بہ کا بیان کہ جسکو اُسنے مجہول بیان کیا مانند شئی اور
حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد
اس واسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا م جب کہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اس طرح کیا کہ زید کی مجھ پر کچھ چیز ہے یا حق تو
اس پر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہے کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اُس کی
تصدیق نہوگی اس واسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی قول لائق اعتماد کے ہے والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر ان ادعی المقر لہ اکثر منہ
ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہے اُس کی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقر لہ اُس کے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعوی کرے اور

Marfat.com

اُسکے گواہ نہون ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے کمترمین اس اقرارمین کہ میرے اوپر مال ہی یعنے اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب لے نصاب الزکوٰۃ فی الاصح اختیارو قیل ان المقر فقیر فنصاب السرقۃ صحیح فی مال عظیم لو مبینہ من الذہب او الفضۃ اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہی سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنے نصاب زکوٰۃ کہ مقر کے بیان مین اسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون نے کہا کہ اگر مقر مختلج ہی تو نصاب سرقہ سے کمترمین تصدیق نہوگی اور اس قول بھی تصحیح ہوئی ہی نصاب زکوٰۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہی شرعاً لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اُسپر واجب ہوگی اور عرف مین بھی اسکو غنی کہتے ہین ومن خمس وعشرین من الابل لانہا ادنی نصاب یوخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمترمین اُسکی تصدیق نہوگی اور اگر یون بولا کہ مجھپر اعظیم ہی اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہی جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہی ہم یہ جواب ہی اُس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہی حاصل جواب یہ ہی کہ پچیس سے کمترمین زکوٰۃ ہم جنس نصاب نہین لیجاتی مان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہی تو باعتبار اخذ بجانس پچیس ہی ادنائے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمتہ فی غیر مال الزکوٰۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمترمین تصدیق نہوگی غیر مال زکوٰۃ مین ہم یعنی جس مال مین زکوٰۃ واجب نہین اُسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ مجھپر مال عظیم ہی ثیاب اور کتب سے تو یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنے اگر اُسنے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت دو سو درم چاندی یا سات مثقال سونا نہین تو اُسکی تصدیق نہوگی ومن ثلثمائۃ نصاب فی اموال عظام دلو فسرہ بغیر مال زکوٰۃ واعتبر قیمتہا کما مر اور تین نصابون سے کمترمین تصدیق نہوگی اس قول مین کہ علی اموال عظام یعنے مجھپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنے ثیاب وغیرہا سے کرے گا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہم اموال عظام مین تین نصابون اسواسطے معتبر ہوئین کہ تین ادنی الجمع ہین ونفی بدراہم ثلثمائۃ اور دراہم مین تین درم سے کمترمین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین درم سے کمترمین تصدیق نہوگی بہ لیل گذشتہ ونفی دراہم او دنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانہا نہایۃ اسم الجمع اور اس اقرارمین کہ مجھپر دراہم کثیرۃ یا دنانیر کثیرۃ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہاے اسم جمع ہی تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہی نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا (لانہا اقل مدلول جمع الکثرۃ) تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہی احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا درہما درہم علی المعتمد اس اقرارمین کہ علی کذا درہما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مائۃ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا اس طرح کہ علی کذا درہم تو سو درہم لازم ہونگے ونفی درہیم او درہیم عظیم درہم والمعتبر الوزن المتعاد الا لجۃ زیلعی اور اس اقرارمین کہ (علی درہیم) بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ (علی درہم عظیم) ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہی جو اُس شہر مین رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنے تصغیر اور تعظیم مین پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہی نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا وردہا احد عشر اور اس اقرارمین کہ علی کذا کذا درہما گیارہ درم لازم ہین ہم اسواسطے کہ دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقرنے مذکور کئے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہی اور اکثر تسعۃ عشر او راقل بلا بیان لازم ہی اور زیادتی اُسکے بیان پر موقوف کذا فی الفتح وکذا وکذا احد وعشرون لان نظیرہ بالواو احد عشرون اور اس اقرارمین کہ علی کذا وکذا درہما مقر پر اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہی ہم اگر شارح یون کہتا لانہ اقل نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ الا نظیر لہ فحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقرنین بار بلا بدون واو کے اسطرح کہ علی کذا کذا کذا تو احد عشر یعنے گیارہ لازم ہین اس عدد مبہم کا مانند کوئی مفسر نہین تو بسبب تکرار لفظ کے اسپر محمول ہوا ومعہا فمائۃ واحد وعشرون اور اگر

Marfat.com

کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علی کذا وکذا وکذا تو مائۃ واحد وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس م اسواسطے کہ اقل تعبیر تین عدد
کی واو کے ساتھ مائۃ واحد وعشرون ہے کذا فی الدرر وان ربع مع الواو زید الف اور اگر کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علی کذا وکذا
وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اس طرح کہ الف ومائۃ واحد وعشرون یعنے گیارہ سو اکیس لازم ہونگے اسواسطے کہ یہی اسکا نظیر ہے
عدد مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمس زید عشرۃ آلاف اور اگر پانچ بار کذا لفظ بولا اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہونگے
اس طرح کہ عشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنے گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف
زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنے ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہونگے ولو سبع زید الف الف
اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف ومائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون
یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وہکذا یعتبر نظیرہ ابدا اور اسیطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علی او لہ قبلی
فہو اقرار بدین لان علی للایجاب وقبلی للضمان غالبا اور اگر بولا کہ لہ علی یعنے اسکا مجھپر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنے اسکا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہے اسواسطے
کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہے اور لفظ قبلی ضمان کے واسطے غالبا مستعمل ہے م قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب مین مستعمل ہوتا ہے اور محل
ایجاب ذمہ ہے اور ذمہ مین دین ثابت ہوتا ہے نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہے لیکن ایجاب مین اسکا استعمال غالب ہے
اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہے کذا فی الاتقانی وصدق ان وصل بہ ہو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر اسنے اس کلام
سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازا ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہے م اسواسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہے اور وجوب ودیعت
مین بھی متحقق ہے اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہے اور قبل کا استعمال معلوم ہوچکا کہ امانت مین بھی ہوتا ہے وان فصل لا یصدق لتقررہ بالسکوت اور اگر ہو
ودیعۃ کو لہ علی یا لہ قبلی سے جدا کہا تو اسکی تصدیق نہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت مین اسکلام مین سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او
فی صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہے کہ وہ چیز امانت ہے عرف پر عمل کرنے سے یعنی
اسکی چیز میرے نزدیک ہے یا میرے ساتھ یا میری کوٹھری مین یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین ہے جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراہمی کذا
فہو ہبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہے یا جسکا مین مالک ہون سب اسکا ہے یا میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکے اتنے ہین تو یہ قول ہبہ ہے نہ اقرار ولو عبر
بفی مالی او بفی دراہمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درمون مین اسکا اتنا ہے تو یہ شرکت کا اقرار ہے فلا بد لصحۃ الہبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار
تو ضرور ہے ہبہ صحیح ہونیکے واسطے تسلیم مال سے بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہین م جبکہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے
اسنے اپنا سب مال اسکو دیدیا تو ہبہ صحیح ہوگا والا غیر صحیح والاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہان یہ ہے کہ جب مقر نے مقر بہ کو اپنی ملک کی
طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا م اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہے کہ اسکو حمل کیجیے اقرار پر کہ وہ اخبار ہے نہ انشا پھر جب انشا ہوا تو قول
مذکور ہبہ ہوگیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہے اور اگر اسکو اپنی ذات کی طرف مضاف نکیا مثلا یون کہا کہ ہذا المال لفلان یعنے یہ مال فلانے
شخص کا ہے تو یہ اقرار ہے نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہوگا ما فی بیتی کا اسواسطے کہ
یہ نسبت کی اضافت ہے نہ ملک کی م حاصل اعتراض یہ ہے کہ ما فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کی طرف موجود ہے اور باوجود اسکے یہ اقرار ہے نہ ہبہ
خلاصہ جواب یہ ہے کہ ملک مقر کی اضافت ملک نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہے چنانچہ لکھنؤ کا مثلا رہنے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہے تو یہ سکونت
شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی ولا الارض التی حدودہا کذا لطفلی فلان فانہ ہبۃ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط۔

Marfat.com

قبضہ مفرزا انتہی للاضافۃ تقدیرا بدلیل قول المصنف اقر لآخر بمعین ولم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فہل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیہ شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدۂ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل کی ہے اسواسطے کہ یہ قول ہبہ ہے اگرچہ طفل نے اُسپر قبضہ نکیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موہوب اُس قسم سے ہو جسمین قسمت کا احتمال ہے یعنے اور باپ صغیر کو اُسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اُسکا جدا گانہ قبضہ شرط ہوگا انتہے الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کی طرف تقدیری ہے مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شئے معین کا اقرار کیا اور اُس شئے کو اپنی طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ وہ شئے مقر کی ملک ہے تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقہ یہ ہے کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اس مین شرائط تملیک کی مرعی ہون گی سو اسکی طرف مراجعت کرو قاعدہ مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب مقر بہ کو مقر اپنی طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہوا نہ ہبہ تو چاہئے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم اضافت ارض اقرار ہو اور حالانکہ وہ ہبہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہے لیکن اُس مین اضافت تقدیری ہے گویا اُسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہے اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہے کہ ملک اُس زمین کی لوگون کو معلوم ہے الحاصل اضافت الی نفسہ جو مقتضی تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہونا کہ وہ متکلم کی مملوک ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قال لی علیک الف فقال اتزنہ او انتقدہ او اجلنی بہ او قضیتک ایاہ او ابرأتنی منہ او تصدقت بہ علی او وہبتہ لی او احلتک بہ علی زید ونحو ذلک فہو اقرار لہ بہا لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار ہین سو مخاطب نے کہا کہ انکو وزن کرے یا انکو پرکھ لے یا انکی مجھکو مہلت دے یا مین تجھکو وہ دے چکا ہون یا تو نے مجھکو وہ معاف کر دیے ہین یا تو نے مجھکو وہ خیرات مین دیے ہین یا انکو تو نے مجھکو ہبہ کر دیا ہے یا مین نے تجھکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھرنے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب مثالون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنے اثبات اُسکا نہ انکار اور نہ کلام جدا گانہ وہذا اذا لم یکن علی سبیل الاستہزاء فان کان وشہد الشہود بذلک لم یلزمہ شئے اور یہ یعنے اقرار اُسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی کے ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دین تو اُسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود تو اُسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا تحاسب وما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک لا یکون اقرارا لعدم انصرافہ الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرے یا پرکھ لے الخ اور اسی طرح حساب تو کر یا مین نے کسی سے قرض نہ لیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نہ لیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جدا گانہ ٹھہرا نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لہما یجعل ابتداء لئلا یلزمہ المال بالشک اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہے کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتداے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتداے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنے جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ یہ قول کہ وزن کرے تو وہ ابتدا یعنے کلام جدا گانہ ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وہذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اُسوقت ہے جبکہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنے اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنے ضمیر مذکور ہو یا نہو

Marfat.com

ھم ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ہذا او افتح لی باب
داری ہذہ او جصص لی داری ہذہ او اسرج دابتی ہذہ او اعطنی سرجہا او لجامہا فقال نعم کان اقرارا منہ بالعبد والدار والدابۃ کافی تو اگر کہا کہ مجھکو
میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے میرے اس گھر کا دروازہ کھول دے یا میرے لئے اس گھر کی چونہ کاری کر دے یا زین باندھ دے
میرے اس گھوڑے پر یا مجھکو میرے اس گھوڑے کا زین یا اسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہ اسکی طرف سے اقرار غلام اور گھر
اور جانور کا مقر لہ کے واسطے ہے کذا فی الکافی یعنے غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک
الف فقال بلی فہو اقرار لہ بہا وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھپر ہزار نہین ہین سو وہ بولا بلے یعنی کیون نہین تو یہ
اقرار ہوگا اسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب مین بجاے بلے نعم یعنے ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا
فی الجوہرۃ اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بھی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف مین بلی اور نعم دونون برابر ہین نہ عربی
کی باریکیون پر کذا فی الجوہرۃ والفرق ان بلی جواب الاستفہام المنفی بالاثبات ونعم جوابہ بالنفی اور فرق بلے اور نعم کا عربی مین یہ ہے کہ بلے استفہام منفی کا
جواب ہے نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہے اسکے نفی کر دینے سے والایماء بالراس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع
ونکاح واجارۃ وہبۃ اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا ناطق کی قید شارح نے اسواسطے
لگائی کہ صامت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ مین سر سے قائم مقام اسکے بولنے کے بقول معتمد ہے سواے حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی
بخلاف افتاء ونسب واسلام وکفر وامان کافر واشارۃ محرم بصید وشیخ براسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہکذا واشار بثلث اشارۃ الاشباہ ویزاد الہین
کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظہر سرہ او لا یدل علیہ واشار حنث عمادیۃ فتحرر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوے دینے مین اور نسب
اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارے مین شکار کی طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ
اس قول مین کہ تو طالق ہے اس طرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یون قسم کھانا کہ فلانے شخص سے خدمت
نہ لیگا یا اسکا بھید ظاہر نکرے گا یا اسپر دلالت نہ کریگا اور پھر اسپر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیۃ تو متحقق ہوا اشارہ ناطق کا باطل ہونا مگر
نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا بیمینہ کاقرارہ
بعبد فی یدہ انہ لرجل وانہ استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانہ دعوی بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین مؤجل کا اور مقر لہ نے دعوی کیا
بلا مدت دین کا تو اسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین مؤجل لازم ہوگا مقر کے قسم کھانیکے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس
غلام کا جو اسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اسنے اسکو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہوگی تاجیل دین اور اجارہ
غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوی ہے بدون حجت کے ھم اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق مین اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ
تو اسکا اقرار حجت ہے اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہین کذا فی الحموی وحینئذ یستحلف المقر لہ فیہما اور اسوقت مین قسم لیجائیگی مقر لہ سے
دونون مین یعنے تاجیل اور اجارے مین یعنے درصورت عدم گواہ مقر بخلاف ما لو اقر بالدراہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط
لان السود نوع والاجل عارض لثبوتہ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر لہ نے اسکی
تکذیب کی درمون کی صفت مین یعنے انکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہونگے جنکا اسنے اقرار کیا اسواسطے
کہ سیاہ قسم ہے درمون کی اور مدت دین مین عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہے اور منکر کا

عوارض

عوارض مین مقبول ہی یعنے مدت عارض ہی کہ بنفس عقد ثابت نہین ہوتی ہی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہی اور عارض مین منکر کا قول مقبول ہی کذا فی الحموی کاقرار الکفیل بدین موجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ الموجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجل کا اسواسطے کہ مدت مین ضامن ہی کا قول مقبول ہی بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل مین بدون شرط کرنے کے ہم اسواسطے کہ ضمانت مین مدت نوع ہی نہ عارض کہ شرط پر اسکا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی وشراءہ امۃ منتقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب اور نقاب والی لونڈی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہی جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہی وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعۃ بحر والاعارۃ والاستیہاب والاستیجار ولو من وکیل فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ ولغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خرید و مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اعارہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہین تو اب طلبگار مذکور کو اسکا دعوی کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنے پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابرائہ عن جمیع الدعاوی ثم الدعوی بہا لعدم التناقض ذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار وصححہ فی الجامع خلافا لتصحیح الوہبانیۃ بخلاف اسکے ابرا کرنے کے جمیع دعاوی سے پھر دعوے کرنے کے بواسطۂ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی سے اسکا مقتضی نہین کہ غیر کی طرف سے بھی اسپر دعوی نکرے ذکر کیا ہی اسکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہی اسکو جامع صغیر مین برخلاف تصحیح وہبانیہ ہم جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہی کہ استیام اور استیجار اور استعارہ اور مانند اسکے اقرار ملک مساوم منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ ہی اور وہبانیہ مین ہی کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہین اسواسطے کہ مبیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہوئی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی ووفق شارحہا الشرنبلالی بانہ ان قال یعنے ہذا کان اقرارا وان قال ابتیع ہذا لا یؤیدہ مسئلۃ کتابۃ وختمۃ علی صک البیع فانہ لیس باقرار بعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اس طرح توفیق کی ہی کہ اگر یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہی اسکی ملک کا اور طالب خرید ہی اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو بیچتا ہی تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استظہار حال منظور ہی کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہی یا نہین اور موید قول شرنبلالی ہی اسکی کتابت اور بیعنامے پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین ہم تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہی تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہی بطریق اولی عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی ولہ علی مائۃ ودرہم کلہا دراہم وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہی وہ تمام درم ہین یعنے سو درم اور ایک درم اور اسی طرح مکیل اور موزون از روی استحسان کے ہم قیاس یہ ہی کہ مقر کو فقط معطوف یعنے ایک درم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اس سے کروائی جاوے کہ سو درم مراد ہی یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی رح نے لیا ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ درم بیان ہی مائۃ کا عادت مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو دو بار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہ وہان ہی جو بکثرت مستعمل ہی مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہین سلم اور قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ انکا وجوب ذمون پر اس طرح بکثرت نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ وثوب ومائۃ وثوبان یفسر المائۃ لانہا مبہمۃ الور اس قول مین کہ اسکا مجھپر سو اور ایک کپڑا ہی اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائیگا مقر سے کہ کیا اسکی مراد ہی اسواسطے کہ وہ مبہم ہی غیر مفسر وفی مائۃ وثلثۃ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیہما لاستوائہما فی الحاجۃ الیہ

اور اس قول مین کہ مجھپر ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائے ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف عطف مذکور نہین تو تفسیر مائۃ اور ثلثہ دونون کی طرف پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین **والاقرار بدابۃ فی اصطبل** تلزمہ الدابۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کرے گا نہ اصطبل م یعنی یون اقرار کیا کہ یہ جانور اصطبل مین ہی سو فلانے شخص کا ہی تو یہ جانور کا اقرار ہی نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درہم فی درہم درر اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل مین یہ ہی کہ جو چیز ظرف ہونیکی لیاقت رکھتی ہی اگر اس چیز کا اٹھا لیجانا ممکن ہی تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہون گے اور اگر نقل اسکا متصور نہین جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہی مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد رح کہ انکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر وہ چیز ظرف ہونے کی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایک درم ہی درم کے اندر کذا فی الدرر یعنی اس صورت مین درم اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اسواسطے کہ اسمین ظرف ہونیکی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور گیہون گون مین ہکذا فی الدرر

قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب ولم ارہ فیحرر مین کہتا ہون اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر کہا مجھپر جانور ہی خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہون گے اسکو یعنے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہی اور اگر بولا کپڑا درم مین مجھپر ہی تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدہ سے ظاہر ہی انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہی **وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا** اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے **وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ** اور تلوار کے اقرار مین اسکا میان اور پرتلا اور کوٹھی لازم ہی **وحجلۃ** بحاء فجیم بیت مزین بستور **وسرر العیدان والکسوۃ** اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بحاے مہملہ پھر جیم عبارت ہی اس کوٹھری سے جو آراستہ ہی پردون اور چارپائیون سے م طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کہ کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہی کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو لکڑی اور کپڑون سے بنایا جاے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہی انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہی اور اب اختلاط نصاری سے اسکو مسہری بھی بولتے ہین **وبتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف** لما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ہی ٹوکری مین یا طعام ہی گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہی رومال مین یا کپڑے مین اسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اس دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنی ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہوجاتے ہین **ومن قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ** ونحوہا اور کھجور کے اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور مانند اسکے کوئی ظرف لازم نہوگا م اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہی تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی **کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط لما مر اذ العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ** جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین **وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ لما مر والزمہ زفر بخمسۃ وعشرین** اور یون اقرار کیا کہ علی خمسۃ فی خمسۃ او لفظ فی کو بمعنی علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہونگے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کیے م چونکہ علی مقتضی انفصال اور تمیز ہی نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہوچکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے

Marfat.com

نہ مال کو تو جب تو نے خمسۃ فی خمسۃ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درم کے دراہم خمسۃ سے مثلاً پانچ پانچ جز ہین اور ولوالجیہ مین ہی کہ جب اُسنے
کہا کہ علی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اُسپر لازم نہونگے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہونگے اور
اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نہ کی تو اسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کر کے
انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت مین خلاف ہی فقہا کا کذا فی الطحطاوی وعشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر
فی بمعنی مع مراد رکھے گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق مین ومن درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما
فوق الواحد بدونہ بخلاف الثانیۃ وما بین الحائطین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر ہی ایک درم سے دس درم تک یا ما بین ایک درم کے دس تک تو نو درم لازم ہونگے
بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درم کا وجود ہو نہین سکتا بدون
پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف ما بین الحائطین کہ وہان دونون حدین داخل محدود نہین ہم امام کے نزدیک محدود مین
حدود داخل نہین ہوتین اسواسطے کہ حد مغائر محدود ہی لیکن یہان پہلی حد کے داخل کرنے مین ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق
نہین ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود مین داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے مین کوئی ضرورت داعی نہین کذا فی الدر
فلذا قال وفی لہ کر حنطۃ الی کر شعیر لزماہ جمیعا الا قفیز لانہ الغایۃ الثانیۃ سو اسی سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اُس اقرار مین کہ اُس شخص کے
میرے اوپر ایک کر گیہون ہین جو کے ایک کر تک تو اُسپر دونون کر لازم ہونگے سوائے ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہی ہم کر بضم کاف بڑا پیمانہ ہی جسمین چند قفیز سمانے
ہین اور قفیز کر سے چھوٹا پیمانہ ہے طحطاوی نے قدوری سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور مین تمام کر کو غایت قرار نہین دیا اسواسطے کہ عادت مین غایت زیادہ نہین ہوتی شئے سے
اور نہ نصف اُسکی لہذا قفیز کو غایت ٹھہرایا ولو قال لہ علی عشرۃ دنانیر یلزمہ الدراہم وتسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر نہایۃ اور اگر بولا کہ اُسکے مجھپر دس
درم ہین دس دینار تک تو اسکو دراہم اور نو دنانیر لازم ہونگے ابو حنیفہ رح کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنے اسواسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہین
ہوتی وفی لہ من داری ما بین ہذا الحائط الی ہذا الحائط لہ ما بینہما فقط لما مر اور اس قول مین کہ اُسکا میرے گھر مین سے ما بین اس
دیوار کے ہی اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونون دیوارون کا فقط ما بین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ ہم یعنے من درہم الی عشرۃ مین پہلی
حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہان کچھ ضرورت نہین لہذا دونون دیوارین محدود مین داخل نہونگی فقط ما بین الحائطین لازم ہوگا
وصح الاقرار بالحمل المحتمل وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوجۃ او لدون حولین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اور صحیح ہے
اقرار اُس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہی اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جنے نصف سال سے کمتر مدت مین اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر
مین اگر وہ عدت مین ہو بسبب ثابت ہونے اُسکے نسب کے عدت تک ہم یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہی اس طرح کہ
میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اُسکا فلانے شخص کا ہی اگرچہ اُسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اُسکی تصحیح کی یہ وجہ موجود ہی کہ کسی شخص نے
مقر لہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا پھر اُسکے وارث نے اُسکا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی ولو لحمل غیر آدمی ویقدر بادنی مدۃ
یتصور ذلک عند اہل الخبرۃ زیلعی لکن فی الجوہرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشہر واقلہا لبقیۃ الدواب ستۃ اشہر حمل کا اقرار صحیح ہی اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور
جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اُسکے واسطے متصور ہو تجربہ کارون کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ مین ہی کہ بھیڑ بکری کی اقل مدت
حمل چار مہینہ ہین اور باقی جانورون کی اقل مدت چھ مہینے ہین وصح لہ ان فی المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث والوصیۃ کقولہ مات ابوہ
فورثہ او اوصی لہ بہ فلان فیجوز والا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنے یون کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے

Marfat.com

جو اس عورت کے پیٹ مین ہی صحیح ہی بشرطیکہ مقر اُسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اُسکے واسطے ممکن اور متصور ہو چنانچہ ارث اور
وصیت جیسے مقر کا یون کہنا کہ اس کا باپ مرگیا سو وہ اُسکا وارث ہوا یا اُس مال کی اسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہی تو اقرار جائز ہوگا اور
اگر سبب صالح بیان نہ کرے تو اقرار جائز نہین چنانچہ عنقریب اُسکا ذکر آویگا **فان ولدته حیا لاقل من نصف حول** مذ اقر **فله ما اقر وان ولدت حیین**
فلهما نصفین ولو احدهما ذکرا والآخر انثی فکذلک فی الوصیة بخلاف المیراث ای فانه یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اُسکو زندہ نصف
سال سے کمتر مین جسوقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اُسکا ہی جسکا اُسنے اقرار کیا اور اگر دو زندہ لڑکے جنی تو دونون کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور
اگر ایک نر ہے اور دوسرا مادہ تو اسی طرح نصف نصف مال دونون کو ملے گا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے ملین گے م اور اگر
چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنے گی تو اُسکو کچھ نہ ملے گا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر مین کذا فی الحموی **وان**
ولدت میتا فیرد لورثة ذلک الموصی والمورث لعدم اهلیة الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اُس موصی اور مورث کے وارثون
کو پھیر دیا جاے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنے مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہین رکھتا **وان فسره بما لا یتصور** کهبة او بیع
او اقراض او ابهم الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبهم علی السبب الصالح وبه قالت الثلثة اور اگر مقر نے ایسا بیان کیا کہ جو ممکن اور متصور نہین
چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اُسکا سبب بیان نہ کیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد رح نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے
اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا م چونکہ ہبہ اور بیع یا قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اُس سے متصور نہین نہ حقیقۃ اور یہ تو صریح
ہی اور نہ حکماً اس طرح کہ اُسکی طرف سے کوئی اُسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اُسپر کسی کی ولایت نہین لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور
سبب مبہم کے اقرار کی یہ صورت ہی کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہی کذا فی الدرر واما **الاقرار للرضیع فانه صحیح وان بین المقر**
سببا غیر صالح منه حقیقة کالاقراض او ثمن مبیع لان هذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملة اشباه اور شیرخوار لڑکے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح
ہے اگرچہ مقر شیرخوار کی جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اسواسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ محل
ہوسکتا ہی کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے **اقر بشرط الخیار ثلثة ایام لزمه بلا خیار** لان الاقرار اخبار فلا یقبل
الخیار **وان وصلیة صدقه المقر له فی الخیار لم یعتبر تصدیقه** اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے تو اُسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہی
تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے خیار مین تو بھی اُسکی تصدیق معتبر نہوگی م قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار مین
تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہین کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہی اور جبکہ اقرار ہی اسوجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہی احتمال فسخ کا نہین لہذا اُسمین
شرط خیار جائز نہین اور مال مقر بہ لازم ہی کذا فی الطحطاوی **الا اذا اقر بعقد بیع وقع بالخیار له فیصح** باعتبار العقد اذا صدقه او برهن فلذا قال **الا ان**
یکذبه المقر له فلا یصح لانه منکر والقول له اقرار قابل خیار نہین مگر جبکہ مقر نے اُس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اقرار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہے
باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے یا مقر اُسپر گواہ لاوے سو اسواسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ
منکر ہی اور قول تو منکر کا مقبول ہی یعنی درصورت عدم برہان م عقد بیع کا اقرار یعنے اُس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اُسپر لازم آیا یعنے یون کہے کہ
میرے اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہین کا اقرار **بدین بسبب کفالة علی انه بالخیار فی المدة ولو المدة طویلة او قصیرة فانه یصح اذا صدقه** لان الکفالة
عقد ایضا بخلاف ما مر لانه افعال لا تقبل الخیار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے باین شرط کہ اسکو اختیار ہی مدت مین اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہی
جبکہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہی بخلاف اُسکے جو مذکور ہو چکا اسواسطے کہ وہ یعنے قرض یا غصب یا ودیعت یا رعایت افعال ہین

Marfat.com

کہ شرط خیار کے قابل نہین کذا فی الزیلعی **الامر بکتابۃ الاقرار اقرار** اما نہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری بالف علی ما واکتب بیع داری او طلاق امرأتی صح کتب او لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حدود خانیہ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکمی ہی اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی انگیون کی پورون کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھدیرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھدیرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہی خواہ قبالہ نویس اُسکو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال ہی اُسکی گواہی دینا سوائے حد اور قصاص کے کذا فی الخانیہ **ام** امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر انشا ہی اور اقرار اخبار دونون ایک نہونگے حقیقت مین بلکہ مراد یہ ہی کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فی الدرر وقد منا فی الشہادات عدم اعتبار مشابہۃ الخطین اور کتاب الشہادات مین عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کرچکے ہین **م** تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا اقرار نامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہی اُسکا سوا اُس سے کچھ لکھا یا گیا اور اُسنے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اُسپر ثبوت دعوی کا بدون گواہون کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک حکم ہوگا از انجملہ قاری ہدایہ ہی کذا فی الطحطاوی **تصرف احد الورثۃ اقر بالدین** المدعی بہ علی ترکۃ **وجحدہ الباقون یلزمہ الدین کلہ** یعنی ان دفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اُس دین کا اقرار کیا جسکا اُسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثون نے اُسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آویگا یعنی بشرطیکہ جو مال اُسنے وراثت مین پایا ہی وہ ادائے دین مین کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع **م** مثلاً سو درم کا دعوی ہی اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث مین ملے تو وارث کو سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہین کہ اگر وہ دس درم میراث مین پاوے تو بھی اُسپر سو درم لازم ہونگے **وقیل حصتہ** واختارہ ابو اللیث وفاقا للضرر اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اُسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے مقر کے دفع ضرر کیواسطے یعنی اُسنے اُس دین کا اقرار کیا ہی جو کل ترکے سے متعلق ہی تو اُسپر لازم نہوگا مگر بقدر اُسکے حصے کے **ولو شہد ہذا المقر مع آخران الدین کان علی المیت قبلت وبہذا علم انہ لا یحل الدین فی الحیاۃ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلیحفظ** زیادہ الزیادہ دُرر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اُسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی مقبول ہی اور اس سے یعنے قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نہ کریگا بمجرد اُسکے اقرار کرنیکے بلکہ قاضی کے حکم کرنیسے بموجب اُسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس بات کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر **م** مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اسواسطے کہ اگر اُسکے اقرار سے سب دین اُسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو شاہد مقر پر بقدر اُسکے حصے کے لازم ہوتا تو اُسکی گواہی مین اُسپر سے دفع مضرت ثابت ہوتی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہین پھر اُسکی گواہی کا مقبول ہونا اسپر دلیل ہی کہ اُسکا اول اقرار معتبر نہین اور اس اقرار سے دین لازم نہین مگر یہ مشکل ہی اسواسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہی اُسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا اسمین حکم کرنا مظہر حق ہی نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹھہرے تو ظاہر ہی اسواسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہین کی کذا فی الطحطاوی **واشہد علی الف فی مجلس واشہد جلبن آخرین فی مجلس آخر بلا بیان السبب لزم الفان لافتراق السبب** مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مردون کو گواہ کیا دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب دین کے تو دونون مجلسون کے دونون مال یعنی دو ہزار اسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہونگے **م** بلا بیان سبب کی یہ صورت ہی کہ اقرار کرے کہ مجھپر زید کے مثلاً ہزار درم دین ہین دونون مجلسون مین اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہی کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس مین کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو اتحد السبب **واشہدوا واشہد علی صک واحد او اقر عند الشہود ثم عند القاضی وبعکسہ** بن ملک

Marfat.com

بخلاف اُسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک ستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا صرح ابن ملک م اتحاد سبب کی یہ صورت ہو کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت ہو کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول و منکرا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ معرفہ یا نکرہ جبکہ معرف ہوکر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہوکر دوبار مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا م اول اور ثانی کے معرفہ ہونے کی صورت یہ ہو کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ (لہ علیہ الف ثمن ہذا العبد) پھر اسی کو دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونیکی یہ صورت ہو کہ اول ہزار کو مطلق کے اسطرح کہ (لہ علی الف) پھر یون کہے (لہ علی الف ثمن ہذا العبد) اور اعادۂ نکرہ کی صورت یہ ہو کہ کہے (لہ علی الف) پھر دوسرا اقرار کرے کہ (لہ علی الف) اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ اُسکی صورت یہ ہو کہ اول یہ اقرار کرے کہ (لہ علی الف ثمن ہذا العبد) پھر دوسری بار کہے (لہ علی الف) وتمامہ فی الطحطاوی وفی لو نسی الشہود فی موطن ام موطنین فما مالان لم یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ ایک ہی مال لازم ہو اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہے **اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی** وبہ یفتی دُرر اقرار کیا پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار مین تو قسم لیجائے مقر لہ سے اُسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر م اور طرفین کے نزدیک اُسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم بجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اور اسی طرح کا حکم جاری ہے اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنی مورث کے اقرار مین اُسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجائے اُسکی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار مین **وان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا** صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا اُسکے وارث کا دعوی مذکور مقر لہ کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آویگی اسطرح کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ ای کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہو احکام استثنا مین اور جو استثنا کے ہم معنی ہو اقرار کے بدل ڈالنے مین چنانچہ شرط اور مانند اسکے م جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب قرائع التغییر کا ذکر شروع کیا اور مانند شرط کے یہ مثال ہو کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اُس غلام کا ثمن جو میرے قبضے مین نہین آیا ہو عند تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع التراکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وہی ما ذکرناہ ومختصرۃ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وہذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء وہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہو باقی کے بولنے سے بعد استثنا کرنیکے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کے حال کے اعتبار سے اور نفی اور اثبات ہے باعتبار اجزاے لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ (لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ) یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہ ہو کہ ابتدا سے یون کہے کہ اُسکے میرے اوپر سات درم ہین اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہو بعد استثنا کرنیکے **وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کتنفس وسعال او اخذ فم** یہ یفتی اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہو مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا منہ بند کر لینا یعنے کوئی شخص مقر کا منہ بند کرلے اس قول پر فتوی ہو **والنداء بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید** اور پکارنا مقر کا مقر لہ کو

Marfat.com

مابین مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ ندا منادیٰ کے آگاہ کرنے کیواسطے ہی اور تاکید کیواسطے ہی بواسطۂ تعیین مقرلہ جو نہین ہی کذا فی الطحطاوی اگر منادیٰ مقرلہ نہو غیر ہو تو مضر ہی کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین اے فلانے مگر دس درم بخلاف ذلک الف فاشہدوا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشہاد یکون بعد اتمام الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اُس قسم سے جو فاصل شمار ہو اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونیکے بعد ہوتا ہی تو حیلولت بالاشہاد سے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنیٰ بعض ما اقر بہ صح استثناءہ ولو الاکثر عند الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنی جسکا اقرار کر چکا ہی اُسمین سے بعض کو نکال ڈالے تو اُسکا استثنا کرنا صحیح ہی اگرچہ مستثنیٰ اکثر ہو مستثنیٰ منہ سے اکثر علماے نحو کے نزدیک عام ذرا کے نزدیک استثناء اکثر جائز نہین اور جواز کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہی (قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ) کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کہذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذہب ومقر کو باقی بعد الاستثنا لازم ہوگا اگرچہ مقر بہ اُس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہین ہوتا چنانچہ یہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہی مگر اُسکا سوم حصہ یا دو ثلث اسکے صحیح ہی بنا بر مذہب قوی والاستثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیتہ لان استثناء الکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد ہوا الصحیح جوہرہ اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہی اگرچہ اُس چیز مین ہو جو قابل رجوع ہی چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہین بلکہ وہ فاسد استثنا ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الجوہرہ وہم جوہرہ مین ہی کہ بعضون کے نزدیک استثناء کل رجوع ہی اور بعضون کے نزدیک رجوع نہین استثناء فاسد ہی اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اسواسطے کہ وصیت مین رجوع کرنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وہذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساوہ کما یاتی اور یہ یعنی استثنا مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہی کہ سرے کی لفظ سے ہو بعینہ یا اُسکے برابر سے ہو چنانچہ اسکا ذکر آویگا مع استثنا بلفظ صدر کی مثال (نسائی طوالق الا نسائی) اور لفظ مساوی کی مثال (نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا مماليکی) وان بغیرہما کعبیدی احرار الا مولاء او الا سالما وغانما وراشدا ومثلہ نسائی طوالق الا ہولاء او الا زینب وعمرۃ وہندو ہم الکل صح الاستثناء اور اگر استثناء مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغائر ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہین سوے ان غلامون کے یا سواے سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اُسکے کی یہ مثال ہی کہ میری عورتین مطلقہ ہین سوے ان عورتون کے یا سواے زینب اور عمرہ اور ہندہ کے اور حالانکہ وہی مشار الیہم یا مسمیون اسکے سب غلام یا سب عورتین ہین تو استثنا صحیح ہی وکذا ثلث الا لزیدا الا الفا والثلث الف صح فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایہام البقاء لا حقیقتہ حتی لو طلقہا ستا الا اربعا صح ووقع ثنتان اور اسی طرح یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہی سوے ہزار کے اور حالانکہ اُسکا تہائی ہزار ہی تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہی اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقاء بعض مستثنیٰ منہ ہی نہ حقیقت بقا یہانتک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات ستہ مگر چار طلقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقتین واقع ہونگی مع ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہی اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہی تو معنی کا اہمال اُسکو مضر نہین خلاصہ یہ ہی کہ (عبیدی احرار الا سالما وغانما وراشدا) مین تکلم بالباقی بعد الاستثنا ممکن ہی باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہی لیکن سالم اور غانم اور راشد اسواسطے کل عبید ٹھہرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہین تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظ ایہام بقا بلا شک ٹھہرا وکما صح استثناء الکیلی والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت آحادہ کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنی القیمۃ احتیاطا لثبوتہا فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہی استثنا کیلی اور وزنی اور اُس معدود کا جسکے افراد متفاوت نہین ہوتے چنانچہ

Marfat.com

فلوس اور اخروٹ کا دراہم اور دنانیر سے اور اس صورت مین قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمے پر چاندی اور سونے کیطرح تو اشیاے مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئین اس راہ سے م کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہین تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت مین اجناس مختلفہ ہین اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوتے ہین تو انمین استثنا کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ (لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا) کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہین کیونکہ متفاوت القیمۃ ہے فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس قیاسًا اور استحسانًا دونون طرح صحیح نہین کذا فی الاتقانی ملخصًا **وان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقر بہ لاستغراقہ بغیر المساوی** کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اُسکی قیمت تمام مقر بہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہ غیر مساوی کا استغراق ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے **بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء الکل بحر لکن فی الجوہرۃ وغیرہا علی مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر وقیمتہا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شیء فیحرر** بخلاف اس قول کے کہ اُسکا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہین بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقر بہ کا استثنا ہے کذا فی البحر یعنی تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹھہریگا لیکن جوہرہ وغیرہا مین ہے کہ یہ قول کہ مجھپر سو درم ہین مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینارونکی سو درم ہے یا زیادہ تو مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے م حلبی نے کہا کہ ظاہرا اس مسئلے مین دو قول ہین مبنی دو روایتون پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہین یا دو جنس واللہ تعالیٰ اعلم **واذا استثنی عددین بینہما حرف الشک کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین درہما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی الاصح بحر** اور اگر ان دو عددون کو استثنا کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول مین کہ میرے اوپر ہزار درم ہین مگر سو درم یا پچاس درم تو اُسکو نوسو اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کلمہ شک استثنا مین کمتر کا مثبت ہے **واذا کان المستثنی مجہولا ثبت الاکثر نحو لہ علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروج الاقل** اور جبکہ مستثنے مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اُسکے میرے اوپر سو درم ہین مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہونگے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا م اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو کے نصف یعنی پچاس سے ایکدرم گھٹایا تو اکاون باقی رہ گئے **ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ تعالیٰ او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ** اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اُس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہ تعلیق نہین تنجیز ہے یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونیوالی ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیۃ ہل یصدق لم ارہ وقدمناہ فی الطلاق ان المعتمد لا فلیکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اُسکی تصدیق ہوگی یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور ہمنے کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعاے مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح مین **وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منہا لدخولہ تبعا فکان وصفا واستثناء الوصف لا یجوز** اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونون سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین م چنانچہ یہ قول صحیح نہین

لہ اُسکے مجھپر سو درم ہین بجز ایک کپڑے کے ۱۲

Marfat.com

کہ اُسکا یہ غلام ہی مگر اُسکی سیاہی مقرلہ کی نہین ہی وان قال بناءہا لی وعرصتہا لک فکما قال لان العرصۃ ہی البقعۃ لا البناء حتی لو قال وارضہا لک کان لہ البناء ایضا لدخولہ تبعا الا اذا قال بناءہا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہی اور اُسکا عرصہ تیرا ہی تو ویسا ہوگا جیسا اُسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہی نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہی بقعۂ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کریگا کہ گھر کی عمارت میری ہی اور اُسکی زمین تیری ہی تو عمارت بھی مقرلہ کی ٹھہریگی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہی مگر جب یون کہے کہ گھر کی عمارت زید کی ہی اور زمین عمرو کی تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا م اسواسطے کہ جب اُسنے عمارت کا اقرار زید کیواسطے کیا تو عمارت اُسکی ملک ہوگئی تو اب زمین کا اقرار عمرو کیواسطے کرنیسے زید کی عمارت اُسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ متقدمہ اسواسطے کہ عمارت مقر کی مملوک ہی پھر جب اُسنے زمین کا اقرار غیر کیواسطے کیا تو عمارت اُسکی تابع ہوگئی کذا فی المنح واستثناء فص الخاتم ونخلۃ البستان وطوق الجاریۃ کالبناء فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہی امر مذکور مین م اسواسطے کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہی تو استثنا صحیح نہوگا بنایہ مین ہی درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہی اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھ ہو تو استثنا صحیح ہی اسواسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصداً واجب ہی نہ تبعاً وان قال مکلف لہ علی الف من ثمن عبد ما قبضتہ الجملۃ صفۃ عبد وقولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکرہ فی الحاوی فلیحفظ وعینہ ای عین العبد وہو فی ید المقرلہ فان سلمہ الی المقر لزمہ الالف والا لا عملا بالصفۃ اور اگر یون اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اُس غلام کا ثمن جسپر مین نے ہنوز قبضہ نہین کیا عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقرلہ کے پاس ہی تو اگر مقرلہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم ہونگے اور نہین تو لازم نہونگے صفت عدم قبض پر عمل کرنیسے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہی غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہی جملہ مذکورہ سے یہ مذکور ہی حاوی قدسی مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم یعین العبد لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل وقولہ ما قبضتہ لغو لانہ رجوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اُسکو ہزار لازم ہونگے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اُسکو جدا کر کے کہے اور اُسکا یہ قول کہ مین نے اُسپر قبضہ نہین کیا لغو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہی اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہین کقولہ من ثمن خمر او خنزیر او مال قمار او حر او میتۃ او دم فیلزمہ مطلقا وان وصل لانہ رجوع الا اذا صدقہ او اقام بینۃ فلا یلزمہ چنانچہ اس قول مین کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اُسپر مطلقاً لازم ہونگے اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے اسواسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہی مگر جبکہ مقرلہ اُسکی تصدیق کرے اُمور مذکورہ مین یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اُسکو لازم نہونگے ولو قال لہ علی الف درہم حرام او ربوا فہی لازمۃ مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حلہ عند غیرہ اور اگر یون اقرار کیا کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم حرام یا بیاج کے ہین تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہے اُسکے حلال ہونیکے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک م یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہی شاید اور کے مذہب مین حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خرید کی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین کیا اور اُسکو بائع مذکور کے ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہی اور شافعیؒ کے نزدیک یہ بیع جائز ہی اور زیادت احد الثمنین اُنکے نزدیک حرام نہین اور نہ بیاج ہی اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہی کہ اگر مقر اور مقرلہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ولو قال علی زور او باطل لزمہ ان کذبہ المقرلہ والا بان صدقہ لا یلزمہ اور اگر یون اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلاً ہزار درم ہین بطریق زور یا بطلان کے تو اُسپر لازم ہونگے اگر مقرلہ اُسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اسطرح کہ اُسکی تصدیق کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین والاقرار بالبیع تلجئۃ ہی ان یلجئک ان

لہ قولہ کھجور اقول کھجور کا ذکر بطور مثال ہی ہر قسم کے ایسے درختون کا بھی حکم ہے ۱۲ مولٰنا امیر علی رح

Marfat.com

تاتی امرا باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانہ علی ہذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہی کہ اگر مقرلہ اُسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہی اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہین بیع تلجیہ یہ ہی کہ کچھکو مضطر کرے اُس امر کے کرنے پر جسکا باطن اُسکے ظاہر کے مخالف ہو مع صورت اضطرار یہ ہی کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اُس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچڈالے ظاہر مین تو باطن مین نہ درحقیقت یہ بیع نہین ہزل کے مانند ہی ولو قال لہ علی الف درہم زیوف ولم یذکر السبب فہی کما قال علی الاصح بجر اور اگر یہ بولا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم زیوف ہین اور اسکا سبب مذکور نہ کیا کہ ثمن مبیع ہین یا غصب یا ودیعت تو جیسا اُس نے کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنابر قول اصح م زیوف جمع ہی زیف کی یعنی کھوٹے درم جو خزانۂ سلطانی مین نہ لیے جاوین ولو قال لہ علی الف من ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلاً لم یصدق مطلقا لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہین مثلاً تو اُسکی مطلقاً تصدیق نہو گی کیونکہ وہ اقرار سے پھرنا ہی ولو قال من غصب او ودیعۃ الا انہا زیوف او نبہرجۃ صدق مطلقا وصل م فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہین غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہین یا نبہرجہ تو اُسکی مطلقاً تصدیق ہو گی خواہ ملا کہے خواہ جدا کرکے م اسواسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامت اور عیب نہین اسواسطے کہ غاصب جو پاتا ہی غصب کرتا ہی اور اسیطرح مودع نبہرجہ وہ درم ہین جنکو سود اگر نہ لیتے ہون اور غیر تجار لیتے ہون وان قال ستوقۃ اور صاص فان وصل صدق وان فصل لا لانہا دراہم مجازا اور اگر بولا کہ مجھپر ہزار درم ہین مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہین تو اگر استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اُسکی تصدیق ہو گی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہو گی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہین حقیقی م ستوقہ وہ دراہم ہین جنکے دونون طرف پر چاندی کے ہون اور بیچ مین تانبا یا سیسہ وصدق بیمینہ فی غصبتہ او ودعتی تو با اذا جاء بمعیب ولا بینۃ اور اُسکی تصدیق ہو گی قسم کے ساتھ اس قول مین کہ مین نے اس سے کپڑا غصب کیا یا اُسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جبکہ مقر کپڑے کو عیب ارلادے اور حالانکہ مقرلہ کے پاس گواہ نہین یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہین وصدق فی لہ علی الف ولو من ثمن متاع مثلا الا انہ ینقص کذا اے الدراہم وزن خمسۃ لا وزن سبعۃ اور مقر کی تصدیق ہو گی اس قول مین کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہون مگر دراہم مذکورہ وزن مین اتنے کم ہین یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہین نہ وزن سبعہ کے م یعنی اس ہزار درم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہی نہ سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی متصلا وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق لصحۃ استثناء القدر لا الوصف کالزیادۃ مقرمذکور کی تصدیق ہو گی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کہے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہو گی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے چنانچہ کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعۃ فہلکت فی یدی بلا تعد وقال الآخر بل اخذتہا منی غصبا فضمن المقر لاقراره بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہو گئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھسے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہو گا اُسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہی م جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہی تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا کذا فی الطحطاوی وفی قولہ انت اعطیتنیہ ودیعۃ وقال الآخر بل غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول مین کہ تو نے مجھکو درم بطور ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجھسے تو مقر پر ضمان لازم نہو گا بلکہ اُسی کا قول مقبول ہو گا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہی م اسواسطے کہ اُسنے سبب ضمان کا اقرار نہین کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اُسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہی یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہین تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہی اور مقر اُسکا منکر ہی اور قول تو منکر کا مقبول ہی کذا فی المنح وفی ہذا کان وہ ودیعۃ او قرضا لی عندک

Marfat.com

فاخذته منک فقال المقرله بل هو لی خذه المقرله لو قائما والا فقیمته لاقراره بالید له ثم بالاخذ منه وهو سبب الضمان اور اس کول ہین کہ یہ چیز میری
ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو مین نے اُسکو تجھسے لیا سو مقرلہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقرلہ مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اُسکی
قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقرلہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اُس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہی تاوان کا یعنی جب اُسنے اُسکے ذمے لیدیا تو یہ
اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اُسکی تصدیق نہوئی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی هذه او ثوبی هذا فرکبه ولبسه او اعرته ثوبی او
اسکنته بیتی وردہ او خاط فلان ثوبی هذا بکذا فقبضته منه وقال فلان بل ذا لک لی فالقول للمقر استحسانا لان الید فی الاجارة ضروریة بخلافها اور اُس مقر
کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ مین نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اُسکو مین نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اُسکو مین نے
اپنے گھر مین رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو نہ مانا یون اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ کپڑا ایسا اپنی مزدوری پر سو مین نے اُس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ
وہ کپڑا میرا ہی تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ قبض اور تصرف جاے مین ضروری مر ہی بخلاف ودیعت کے مم اجارے مین قبض استیفا معقود علیہ
کیواسطے ضرور ہی یعنی استحصال منافع کیواسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اُسکی ملک کی دلیل نہین ہوسکتی بخلاف ودیعت اور اقراض کے هذا الالف ودیعة فلان لا بل
ودیعة فلان فالالف للاول وعلی المقر الف مثله للثانی بخلاف ہی لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیه للثانی شئ لانه لم یقر بایداعه یہ ہزار
درم فلانے کی ودیعت ہی نہین بلکہ فلانیکی ہی تو ہزار درم مشار الیہا اول مقرلہ کے ہین اور مقر پر مانند اُسکے اور ہزار درم ثانی مقرلہ کے لازم ہونگے بخلاف اس
قول کے وہ ہزار درم فلانے کے ہین نہین بلکہ فلانے کے ہین بلا ذکر ایداع کہ اس صورت مین مقر پر مقرلہ ثانی کیواسطے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ اُسکی
ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہین کیا وهذا اذا کانت معینة وان کانت غیر معینة لزمه ایضا اور یہ اُسوقت ہی جبکہ دراہم معین ہون اور
اگر غیر معین ہون تو مقرلہ ثانی کیواسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے کقوله غصبت فلانا مائة درهم ومائة دینار وکر حنطة لا بل فلانا لزمه
الکل واحدا منهما کله وان کانت بعینها فهی للاول وعلیه للثانی مثلها مانند اس قول مقر کے کہ مین نے فلانیسے سو درم اور سو دینار اور ایک
کُر گیہون غصب کیے نہین بلکہ فلانیسے چھین لیے تو مقر پر دونون مین سے ہر شخص کے واسطے کل لازم ہونگے اور اگر یہ چیزین معین ہون تو
یہ اول مقرلہ کے لیے ہین اور اس پر دوسرے شخص کے واسطے اشیاے مذکورہ کے برابر لازم ہونگے ولو کان المقرله واحدا یلزمه اکثرهما قدرا
او افضلهما وصفا نحو الف درهم لا بل الفان او الف درهم جیاد لا بل زیوف او عکسه اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو یعنی اور احد الاقرارین
مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونون اقرارون مین سے مقدار مین اکثر اور وصف مین افضل ہو چنانچہ اس مثال مین
کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین نہین بلکہ دو ہزار ہین یا یون اقرار کیا کہ اُسکے ہزار کھرے درم ہین نہین بلکہ کھوٹے درم ہین یا بالعکس
اسکے اقرار کیا یعنی اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درمون کا اقرار کیا پھر کھرون کا ولو قال لدین الذی لی علی فلان
لفلان او الودیعة التی عند فلان ہی لفلان فهو اقرار له وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقرله بری خلاصہ اور اگر یون کہا
کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہی وہ فلانے آدمی کا ہی یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہی وہ فلانے شخص کی ہی تو یہ اقرار ہی مقرلہ کے واسطے
اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہی ولیکن اگر مدیون یا موضع مقرلہ کو تسلیم کریگا تو ادائے دین اور ودیعت سے بری الذمہ
ہوجائیگا کذا فی الخلاصہ لکنه مخالف لما مر انه ان اضاف لنفسه کان هبة فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطه علی القبض فان
قال وکی فی کتاب الدین عاریة صح وان لم یقبله لم یصح قال المصنف وهو المذکور فی عامة المعتبرات خلافا للخلاصة فتامل عند الفتوی لیکن خلاصہ کا قول
مخالف ہی اُس قول کے جو کہ یہ مذکور ہوچکا کہ اگر مقر اپنی ذات کیواسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی

Marfat.com

اور اسی واسطے حاوی قدسی مین کہا ہی اور اگر مقر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نہ کرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین مین عاریت ہی تو اقرار صحیح ہی اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہی برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے مین فتوے دینے کیوقت ہم شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہی کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہی اور مقرلہ اُسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی اور حق قبض اول کیواسطے ہی نہ ثانی کیواسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دیگا بری الذمہ ہوجائیگا اور اوّل وکیل کے مانند ٹھہریگا اور ثانی مؤکل کے مانند ہوگا انتہی ظاہر المجرد تصادق کے دین مقرلہ کا ہوگا اگرچہ مقرلون نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہی اُسکے قبض پر مسلّط نہ کرے تو بھی تصادق ملک مقرلہ کا مفید ہی اور اگر حادی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقرلہ ساکت تھا اقرار کیوقت اور وہبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہے تصدیق مقرلہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہوجاے اور تخالف و اضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ مرفی طلاق المریض ویجئی فی الوصایا یہ باب ہی اقرار مریض کے احکام مین یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہی اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہوگئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ باثر عمرؓ مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کیواسطے نافذ ہی اُسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم فاروقؓ سے مروی ہی (اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ) یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اُسپر جائز ہی اُسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر بجاے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدرات سے ہی جسمین قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک لا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہی یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اُسکے مرض مین معلوم ہو یعنے قرائن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہی اپنی بیماری مین تو یہ تملیک مقید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہی لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہی عین کا اقرار مریض اجنبی کیواسطے صحیح ہی اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیۃ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہی کہ اُسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتدائے تملیک ہو تاکہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکائی تو حقیقی اقرار ہی کذا فی الطحطاوی ملخصًا واخر الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی ادائے دین مذکور سے یعنی اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہی میراث پر تا اُسپر آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے ودین الصحۃ مطلقا ومالزمہ فی مرضہ لسبب معروف ببینۃ او بمعائنۃ قاض قدم علی ما اقربہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اُسکو مرض مین لازم ہوا سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اُس دین پر جس کا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقربہ ودیعۃ دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہی اگرچہ مرض کا مقرّبہ ودیعت ہو وعند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم والسبب المعروف مالیس بتبرع کنکاح مشاہدان بمہر المثل او الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایہ اور دین کا سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہے کذا فی العنایہ مہر زیادت مہر مثل سے باطل ہی بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی ومع مشاہدو اتلاف کذلک مشاہد اور چنانچہ مع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرماء دون

Marfat.com

بعض ولو کان ذلک اعطاء مهر وایفاء اجرة اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوائے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا اور اجرت
کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والون کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہی مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ
حر غیر محجور کو اس طرح کی تخصیص ممنوع نہین فلا یسلم لہا الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نہ رہیگا مگر دو مسئلون مین
ادائے بعض دین جائز ہی اذا قضے ما استقرض فی مرضہ او نقد ثمن ما اشتری فیہ ومثل القیمة کما فی البرہان وقد علم ذلک ای بثبت کل منہما بالبرہان
لا باقرارہ للتہمة دونون مسئلے یہ ہین جبکہ مریض اُس قرض کو ادا کرے جو اُسنے اپنی بیماری مین لیا یا ادا کرے اُس چیز کا ثمن جو اُسنے مرض مین خرید کیا
اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان مین ہی اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہی قرض اور خرید گواہون سے نہ اُس کے اقرار سے بسبب
تہمت کے مم تہمت یہ ہی کہ شاید اُسکو اِس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہی بخلاف اعطاء المہر وما اذا لم یؤد حتی مات فان البائع
اسوة للغرماء فی الثمن اذا لم تکن العین المبیعة فی یدہ لے یہ البائع فان کانت کان اولی - بخلاف اعطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف اشترا مرض
کے جبکہ مریض نے اُسکا ثمن ادا نہ کیا یہانتک کہ مرگیا تو اُسکا بائع اور دین والون کے برابر ہے ثمن پانے مین جبکہ شئے مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور
اگر بائع کے ہاتھ مین ہو تو وہی مقدم ہی تو مبیع مذکور بیچی جاوے اور اُسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اُسکے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو
زیادت ترکہ مین لائی جاے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا اقر المریض
بدین ثم اقر بدین تحاصا وصل او فصل للاستواء اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونون مقر لہ حصہ رسد پاوینگے
خواہ دونون اقرارون کو اُسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونون اقرارون کے ولو اقر بدین ثم بودیعة تحاصا اور اگر مریض نے
دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقر لہ حصہ رسد پاوین وبعکسہ الودیعة اولی اور اُسکے بالعکس مین ودیعت اولی اور مقدم ہی یعنی اگر
اول ودیعت کا اقرار کیا تو ودیعت کی تقدیم ہی اسواسطے کہ جب اُسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اُسکا مالک ہو گیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز
نہوگا کذا فی الطحطاوی وابراء دیونہ وہو مدیون غیر جائز لے لا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا او لا
للتہمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہی غیر جائز ہی یعنی ابراء جائز نہوگا اگر اُسکا مدیون غیر متہم ہو اور اگر مدیون
وارث ہو مریض کا تو ابراء مطلقاً جائز نہین برابر ہی کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلة صحتہ ان یقول لاحق لی علیہ کما افادہ بقولہ
وقولہ لم یکن لی علی ہذا المطلوب شئی لشمول الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا دیانة فیرتفع بہ مطالبة الدنیا لا مطالبة الآخرة حاوی لا المہر فلا یصح علی الصحیح
بزازیہ اے نظہورانہ علیہ غالباً اور صحت ابراء کا مدیون سے حیلہ یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرا اُسپر کچھ نہین چنانچہ اُسکو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس قول سے
اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہین صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے دنیا کا
مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوائے دین مہر کے کہ اُسکا ابراء حیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب
ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب لا وارثا ہی ہم یعنی اگر زوجہ مرض الموت مین کہے کہ میرا مہر نہین زوج پر تو یہ ابراء صحیح نہوگا بخلاف
اقرار البنت فی مرضہا بان الشئ الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیہ او انہ کان عندی عاریة فانہ یصح ولا یسمع دعوی زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف
بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میرے باپ یا مان کی ملک ہی میرا اُسمین کچھ حق نہین یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو ابراء صحیح ہوگا اور
اُسکے زوج کا دعوی اُسمین مسموع نہوگا چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے اشباہ مین اس طرح کہکر کہ غنیمت جان اِس تحریر کو کہ یہ میری کتاب کی
مخصوصات سے ہم اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی وشیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہین رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا

Marfat.com

وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور صاحب شباہ جسکی سند لایا ہی وہ مفروض ہی دین مین نہ عین مین خلاصہ یہ کہ ابراء بہ لفظ نفی البتہ جائز ہی دین مین اور عین کا اقرار وارث کیواسطے بالاتفاق غیر صحیح ہی وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ اومع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہی برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ وصیت جائز نہین وارث کے واسطے اور نہ دین کا اقرارہم اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہی کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اُس صورت مین باطل نہین جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر او صی لزوجتہ او ہی لہ صحت الوصیۃ واما غیرہما فیرث الکل فرضا اور د افلا یحتاج لوصیتہ شرنبلالیہ تو اگر دوسرا وارث نہو اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کیواسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کیواسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنیکی کچھ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ للوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان او نائبہ وکذا الوقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اُسکا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ ہو جیسا آرام خلق کیواسطے پُل بنوانا تو صحیح ہی بادشاہ یا اُسکے نائب کی تصدیق اور اسی طرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہی برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م جب کوئی وارث نہو تو اُسکا وارث بیت المال ہی اور سلطان کو بیت المال سے پُل وغیرہ بنوانا صحیح ہی لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہے وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرارا بقبض دینہ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علیہ لے علی وارثہ او عبد وارثہ او مکاتبہ لا یصح لو قوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا کیونکہ عبد اور مکاتب کا اقرار اُسکے مولی کیواسطے واقع ہوگا لم یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اُسکو مین نے اُس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اُسکے پاس گروی تھی وہ مین نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برئ ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیارا اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح وسالم ہو گیا بعد اُسکے مر گیا تو جمیع اُمور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ تم المریض ورثتہ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کا قرارہ لاجنبی بحر وسیجئ عن البصیر فیہ اور اگر پہلے مقر لہ مرا پھر مریض مر گیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اُس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہی کذا فی البحر اور آگے آویگا صیرفیہ سے م صورت اُسکی یہ ہی کہ دادا نے اپنے پوتے کیواسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مر گیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اُس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہی چھوڑ کر مر گیا تو یہ اقرار جائز ہی صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ لے لوارثہ بودیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرہ بخلاف ودیعت مستہلکۃ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کیواسطے ودیعت مستہلکۃ کا اقرار کرے سو وہ جائز ہی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرۃ والحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا البقی کلا حق لی قبل ابی او ای وہذہ الحیلۃ فی براءۃ المریض وارثہ ومنہ

Marfat.com

ہذا الشئ الفلانی ملک ابی او امی کان عندی عاریۃ وہذا حیث لاقرینۃ وتمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کیواسطے باقی وارثون کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور از انجملہ نفی ہے چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ اور مان کیجانب اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابراء کرنیکا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض کا یہ قول ہے کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میری مانکی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہان ہے جہان قرینہ نہو اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر ضروری ہے م طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہین رہی اقر فیہ اے فی مرض موتہ لوارثہ یؤمر فی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ وانما تنتقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کیواسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجاے تو وارث مقر بہ کو پھیر دے کذا فی البزازیۃ اور قنیہ مین ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین والعبرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اسکے وارث ہونیکا موت کیوقت کا ہے نہ اقرار کیوقت کا تو اگر مریض نے اپنے بھائی کیواسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہو تو اقرار صحیح ہوگا بسبب نہ وارث ہونے اسکے بھائی کے یعنی ہر چند اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کیوقت وہ وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزویج وعقد الموالاۃ یتجوز کما ذکرہ بقولہ مگر جبکہ مقر لہ وارث ہوگیا موت کیوقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کیواسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا فلو اقر لہا اے لاجنبیۃ ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر او ابن اذا زال حجبہ باسلامہ او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کیواسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلاف اسکے اقرار کے اپنے اس بھائی کیواسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونیسے جبکہ اسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام لانیسے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث قدیم سبب سے ہے نہ جدید سبب سے وبخلاف الہبۃ لہا فی مرضہ والوصیۃ لہا ثم تزوجہا فلا تصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وہی حینئذ وارثۃ اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنیکے اپنے مرض الموت مین اور اسکے واسطے وصیت کرنیکے پھر اسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اسوقت تو عورت مذکورہ وارث ہے مقر کی اقر فیہ انہ کان لہ علی ابنتہ المیتۃ عشرۃ دراہم قد استوفیتہا ولہ اے للمقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت مین اقرار کیا کہ اسکی بیٹی مردہ پر اسکے دس درم تھے سو مین انکو لے چکا اور مقر کا ایک بیٹا ہے جو اسکا انکار کرتا ہے تو اسکا اقرار صحیح ہے اسواسطے کہ میت وارث نہین کما لو اقر لامراتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منہا وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت مین اپنی عورت کیواسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صحیح نہین قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فیہ لوارثہ ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیہ اور اگر مرض الموت مین اپنے وارث اور اجنبی کیواسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیۃ وان اقر لاجنبی مجہول نسبہ ثم اقر ببنوتہ وصدقہ وہو من اہل التصدیق ثبت نسبہ مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لما مر اور اگر اس اجنبی کیواسطے اقرار کیا جسکا نسب معلوم نہین پھر مقر نے اسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنی حال بیان کر سکتا ہے تو اسکا نسب ثابت ہوگا اسکی ابتداے پیدایش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اسکا اقرار باطل ہوگیا بدلیل گذشتہ یعنے جو وارث ہو

Marfat.com

موت کے وقت قدیم سبب سے تو اُسکے واسطے اقرار صحیح نہین ولو لم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرنبلالیہ معزیا للینابیع اور اگر نسب نہ ثابت ہوا سطرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اُسکا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہی بسبب نہ ثابت ہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی ینابیع سے ولو اقر لمن طلقہا ثلثا یعنی بائنا فیہ اے فی مرض موتہ فلہا الاقل من الارث والدین ویدفع لہا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکہ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیۃ اور اگر اُس عورت کیواسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت مین تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین مین وہ اُسکو ملیگا اور کمتر اُسکو دیا جائیگا اقرار کیوجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ٹھہریگی متروکہ کی اشیا مین کذا فی الشرنبلالیہ م طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مین وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہی کہ اثناے عدت مین مقر مرجاے اور اگر بعد عدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کانت فی العدۃ وطلقہا بسوالہا فاذا مضت العدۃ جاز لعدم التہمۃ غرمیہ اور یہ حکم مذکور اُسوقت ہی جبکہ مطلقہ عدت مین ہو اور زوج نے اُسکو طلاق دی اُسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی الغرمیہ م تہمت یہ تھی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اُسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کیواسطے تاکہ اُسکو میراث سے زیادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی باقی نہ رہی وان طلقہا بلا سوالہا فلہا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا وارثۃ او ہو فار واہملہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اُسکو طلاق دی بدون اُسکی طلب کے تو اُسکو میراث ملیگی جس مقدار کو کہ وہ پہونچے اور اُسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارث ہی اسواسطے کہ زوج اُسکا فار ہی اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہان مذکور نہین کیا بسبب اُسکے ظاہر ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجہول النسب فی مولدہ او فی بلد ہو فیہا وہما فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر وحینئذ ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت شارک الغلام الورثۃ اور اگر اُس صغیر نابالغ کے واسطے جسکا نسب معلوم نہین اُسکے وطن مین یا اُس شہر مین جسمین وہ وارد ہی اور حالانکہ مقر اور مقر لہ اُس عمر مین واقع ہین کہ ویسی عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہی یہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اُسکا بیٹا ہی اور لڑکے نے اُسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اُسکی تصدیق کی کچھ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اُسوقت مین یعنی درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جبکہ اُسکا نسب ثابت ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شریک ہوگا فان انتفت ہذہ الشروط یؤاخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا فی الشرنبلالیہ فلیحرر عند الفتوی تو اگر یہ شروط مذکورہ نپائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونیکا اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالی تو فتوے دینے کیوقت تحریر اور تنقیح چاہیے م اگر شروط ثلثہ سے یعنے جہالت نسب اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہ جو شارح نے کہا کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہی نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ مین ہے یعنی جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اُسکے فرزندی کا دعوے کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اُسکو مال لازم آویگا اگرچہ نسب ثابت نہوگا اور شرنبلالیہ مین ینابیع سے یہ عبارت منقول ہی (ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتہی) اور شارح کی عبارت رکیک ہی تو اگر یون کہتا (فلو انتفی احد ہذہ الشروط وقد اقر لہ بمال یؤاخذ بہ المقر) تو البتہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہی پھر جب نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہوگیا اور یہی تقریر تحریر ہی اس مقام کی کذا فی الطحطاوی مختصرا والرجل صح اقرارہ اے المریض بالولد والوالدین قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی فیہ نظر لقول الزیلعی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ

[1] یعنی اُسکے وراثت سے گریز کرتا ہے ۱۲

[2] اور اگر مقر لہ مقر کی تکذیب کرے یا وہ معروف النسب ہو غیر مقر سے تو مقر کو وہ لازم ہوگا جسکا اُسنے اقرار کیا اور نسب ثابت نہوگا ۱۲

[3] تو اگر ان شرطون سے ایک منتفی ہو اور حالانکہ مقر مقر لہ کے واسطے اقرار کر چکا ہو تو ماخوذ بمال ہوگا ۱۲

Marfat.com

المتقدمة فی الابن اور بیمار مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہی ان تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہوچکین فرزند مین برہان مین کہا والدین کا اقرار صحیح ہی اگرچہ والدین اونچے ہون یعنی دادا پردادا متقدمی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہی بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہی یعنی پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر وصح بالزوجة بشرط خلوها عن زوج وعدته وخلوه لے المقر عن اختها مثلاً واربع سواها اور یون اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہی صحیح ہی بشرطیکہ خالی ہونے اُس عورت کے زوج اور اُسکی عدت سے اور بشرطیکہ خالی ہونے مقر کے اُس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرطیکہ خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اُس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اُسوقت صحیح ہی جبکہ وہ عورت کسی کی زوجہ نہو اور نہ کسی کی عدت مین ہو اور جبکہ اُس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جبکہ سوا اُس عورت کے چار عورتین اُسکے پاس نہون حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہی کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیۂ زیلعی مین ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہو مقر بہ وصح بالمولی من جهة العتاقة ان لم یکن ولاؤه ثابتا من جهة غیره لے غیر المقر اور صحیح ہی مولی کا اقرار یعنی یون کہنا کہ یہ شخص میرا مولی ہی آزاد کرنیکی راہ سے بشرطیکہ اسکا ولاء غیر مقر سے ثابت نہو والمرأة صح اقرارها بالوالدین فی الزوج والمولی اور صحیح ہی عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہین یا یہ میرا زوج اور مولی ہی الاصل ان اقرار الانسان علی نفسه حجة لا علی غیره اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر قلت وما ذکره من صحة الاقرار بالام کالاب هو المشهور الذی علیه الجمهور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضه ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للآباء لا للامهات وفیه حمل الزوجیة علی الغیر فلا یصح انتهی ولکن الحق صحته بجامع الاصالة فکانت کالاب فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ جو مصنف نے ماں کے اقرار کی صحت مذکور کی ہی مانند باپ کے یہی قول مشہور ہی جسپر اکثر علما ہین اور امام عتابی نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہی کہ ماں کا اقرار صحیح نہین اور اسیطرح ضوء السراج مین ہی اسواسطے کہ نسب باپون سے ہوتا ہے نہ ماؤن سے اور اسمین حمل زوجیت بھی ہی غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہی بسبب جامعیت اصالت کے یعنی اصل ہونے مین ماں اور باپ دونون برابر ہین تو ماں باپ کے مانند ہوئی پس اُسے یاد رکھنا چاہیے وکذا صح بالولد ان شهدت امرأة ولو قابلة تعیین الولد اما النسب بلا لفراش تمنی اور اسی طرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہی کہ یہ میرا لڑکا ہی اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہی کذا فی الشمنی م عورت کی گواہی اُسوقت شرط ہی جبکہ تجاحد ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد مین اُسوقت شرط ہی جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد مین اختلاف ہی والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدة جحدت ولادتها فبحجة تامة کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہوچکا او صدقها الزوج ان کان لها زوج او کانت معتدة منه یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اُسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اُسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلک لے مزوجة ولا معتدة او کانت مزوجة وادعت انه من غیره فصار کما لو ادعاه منها لم یصدق فی حقها الا بتصدیقها اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جاے اگر عورت ویسی نہو یعنے نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوے کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہ اقرار ویسا ہوا جیسا کہ اگر مرد دعوے کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق مین اُسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعرف لها زوج غیره لم اره فی الخیر یہ مین کہتا ہون باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوا ے ایک زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے م اس صورت مین ظاہر اوہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہریگا کیونکہ شوہر معلوم پر کمیل نسب نہین ہوسکتی

Marfat.com

تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہ ہی کہ در صورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث ہوتا ہی تو اسمین توقف کی کچھ وجہ نہین کذا فی الطحطاوی ولابد من تصدیق ہؤلاء اور صحت اقرار مین اُن اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہی م یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی یا والدین ہین یا یہ میری زوجہ ہی اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہین یا یہ زوج اور یہ میرا مولی ہی عتاقت سے تو ان لوگونکی تصدیق ضرور ہی اسواسطے کہ ہر شخص انمین سے اپنی ذات کے تصرف مین ہی تو غیر کا اقرار انکو لازم نہین الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع مگر ولد مین تصدیق شرط صحت اقرار نہین جبکہ ولد ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت مین متاع اور اسباب کے مانند ہی یعنے تو جسکے پاس ہوگا اُسی کا ٹھہریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار مین اُسکے مولی کی تصدیق شرط ہوگی اسواسطے کہ حق اسی کا ہی وصح التصدیق من المقر لہ بعد موت المقر لبقاء النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہی تصدیق مقر لہ کی بعد مر جانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقرۃ لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے کے بعد صحیح نہین بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہین غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوجہ کے صحیح ہی اور اُسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہی اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہین ہوئے ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ لم یقل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجد وابن الابن کما قال کالاخ والعم والجد وابن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ الا ببرہان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اُس نسب کا جسمین غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یون کہنا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہی تو اقرار صحیح نہین غیر شخص کے حق مین مگر شہادت سے مصنف نے نسب مین غیر ولاد کی قید نہ لگائی چنانچہ دُرر مین ہی بسبب فاسد ہونے اُس قید کے جد اور ابن الابن سے ومنہ اقرار اثنین کما مر فی باب ثبوت النسب فلیحفظ اور از انجملہ ہی اقرار دو شخصون کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب مین تو یاد رکھنا چاہیے م یعنی غیر کے حق مین اقرار نسب صحیح نہین مگر برہان سے سو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثون سے دو شخصون کا اقرار کرنا ہی نسب کا تو باقی وارثون پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص ہوگا تو فقط اُسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثون کا اقرار مثبت نسب نہین جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہین کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر علیہ او الورثۃ وہم من اہل التصدیق اور اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اُسکے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہون م مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہی جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ قول سابق مین مندرج ہے لیکن دونون مین یون تفرقہ ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت مین مقر علیہ کے دو وارثون کا اقرار مثبت نسب ہی اور دوسری صورت مین اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثون کی تصدیق مثبت ہی اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہی کہ وارث عاقل بالغ ہون اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر الاحکام من النفقۃ والحضانۃ والارث اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک الاقرار لان اقرارہما حجۃ علیہما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق مین صحیح ہی تو مقر کو لازم ہونگے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جبکہ مقر اور مقر لہ دونون اُس اقرار پر باہم تصادق کرین اسواسطے کہ دونونکا اقرار دونون پر حجت ہی م نفقہ اُسوقت ہی جبکہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہین مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق کے نہین لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہی کہ حضانت سے مراد ضم ہی یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اُسکی بیحرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یکن لہ ای لہذا المقر وارث غیرہ مطلقا لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کمولی الموالاۃ عینی وغیرہ ورثہ سو اگر اس مقر کا

عہ قولہ اور چچا اور الخ بیان اور کے معنے یا ۱۲ امیر علی رح

سوائے مقرلہ کے کوئی وارث مطلقاً نہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولائے محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اُسکا وارث ہوگا ہم یہ وراثت فقط مقرلہ کیلئے متصور ہی تو اُسکی اصل اور فرع کی طرف میراث منتقل نہوگی اسواسطے کہ یہ بمنزلۂ وصیت کے ہی کذا فی الطحطاوی وہ الا لان نسبہ ثم ثبت فلا یزاحم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودہما غیر مانع قالہ ابن الکمال اور نہین تو نہین یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقرلہ وارث نہوگا اسواسطے کہ اُسکا نسب ثابت نہین تو وہ مزاحمت نہین کرسکتا وارث مشہور سے اور مراد اُس وارث سے جو مانع ارث مقرلہ ہی وہ وارث ہی جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہی مقرلہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقران یرجع عن اقرارہ لانہ وصیۃ من وجہ زیلعی ای وان صدقہ المقر کما فی البدائع لکن نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق ثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر عند الفتوی پھر دریافت کرکہ مقر کو اپنے اقرار سے پھرنا جائز ہی اسواسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہی کذا فی الزیلعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہی اگرچہ مقر کی مقرلہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح مین سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقرلہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہوجاتا ہی تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہین تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے فتوے دینے کیوقت م ظاہر ازیلعی کا کلام حق ہی چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہی اور اس تعلیل مین اتفاق ہی کہ نسب ثابت نہین تو تحریر مقام یہ ہی کہ نسب کے اقرار مین اگر غیر پر تحمیل نسب نہو اور تصدیق مقرلہ کی پائی جاوے تو اُسمین رجوع جائز نہین اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقرلہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہی غرضکہ یہان کلام ہی دو مقامون مین فتدبر کذا فی الطحطاوی ملخصاً **ومن مات ابوہ فاقر باخ شارکہ فی الارث فیستحق نصف نصیب المقر ولم تثبت نسبہ لما تقرر ان اقرارہ مقبول فی حق نفسہ فقط** اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اُسنے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہی تو مقرلہ اُسکا شریک ہوگا ارث مین تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اُسکا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ اُسکا اقرار فقط اُسی کے حق مین مقبول ہی قلت بقی لو اقر الاخ بابن ہل یصح قال الشافعیۃ لا لان ما ادی وجوہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم ار لائمتنا سربحا وظاہر کلامہم نعم فلیراجع مین کہتا ہون باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی تو یہ اقرار صحیح ہی یا نہین علماے شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ جسکا وجود باعث ہوا اُسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہوجاتا ہی یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی یہ شرط ہی کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اِس راہ سے کہ وہ وارث ہی تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آوے کیونکہ بھائی وارث نہین رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام مین مصرح نہین دیکھا اور اُنکے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہان اقرار مذکور صحیح ہی تو اسکی تلاش چاہیے کتب مذہب مین م وجہ صحت یہ ہی کہ مقتضاے کلام حنفیہ یہان یہ ہی کہ اگر مقر مین نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثون سے ہوا اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائیگا فقط مقر کے حق مین اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا فی الطحطاوی **وان ترک شخص ابنین وله علی آخر مائة فاقر احدہما بقبض ابیہ بخمسین منہا فلا شئ للمقر لان اقرارہ ینصرف الی نصیبہ وللآخر خمسون** بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شیئا من المائة قالہ الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ ہنا یحلف لحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا اور اُسکے دوسرے شخص پر سو درم ہین سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اُسکا باپ پچاس درم انمین سے لے چکا تو فرزند مقر قبض کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسکا اقرار اُسکے حصہ کی طرف پھر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملینگے یون قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اُسکو معاف نہین کہ اُسکے باپ نے سو درم سے نصف پائے یہ قول ہی اکمل کا مین کہتا ہون اور اسی طرح کا حکم ہی اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اُسکے باپ نے تمام دین قبض کرلیا لیکن یہان مدیون کے حق کیواسطے قسم لیجائے گی کذا فی الزیلعی م پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہی نہ خصم کے واسطے اسواسطے اُسپر اُس سے زیادہ مطالبہ نہین جو اُسپر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم مین اُسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت مین اگر غیر مقر بھائی قسم نہ کھائے

Marfat.com

تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھائیگا کہ میرے باپ نے کچھ نہین لیا تو اُسکا حصہ دیا جائیگا یعنی پچاس درم کذا فی الطحطاوی **فصل فی مسائل شتے**
یہ فصل ہے کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ مین **اقرت الحرۃ المکلفۃ بدین لآخر فکذبہا زوجہا صح اقرارہا فی حقہ ایضا عند ابی حنیفۃ فتحبس**
المقرۃ و تلازم وان تضرر الزوج وہذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وہی فی الاشباہ
عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اُسکے زوج نے اُسکی تکذیب کی تو اُسکا اقرار اُسکے زوج کے حق مین بھی صحیح
ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت حبس کیجائے گی اور اُسکا ساتھ نہ چھوڑا جائیگا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوج کو ضرر ہو
اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کیطرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل
اشباہ مین ہین ہم منجملہ مسائل ششگانہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن مین مذکور ہو چکا ۲ اگر موجر نے اُس دین کا اقرار کیا جسکے اور کا ٹھکانا نہین مگر عین
موجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اُسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ
اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اُسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعویٰ کیا اور مدعی کا
ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جبکہ ولد حرہ کا دعویٰ کیا اپنے بھائی کی زندگی مین
تو دعویٰ صحیح ہوگا اور میراث اُسکے ولد کو ملیگی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اُسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع
اُسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے **وینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لآخر بدین فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وہی واقعۃ الفتوی ولم نرہا**
صریحۃ اور لایق یون ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا
اقرار کرے تو مقر لہ کو اُسکا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ فتوی طلب ہوا تھا اور مین نے اُسکو مصرح کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا
وعندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم درر قلت وینبغی ان یعول علی قولہما افتاء وقضاء لان الغالب ان الاب یعلمہا الاقرار لہ او لبعض
اقاربہا لیتوصل بذلک الی منعہا بالحبس عندہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبینؒ کے نزدیک
زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوج کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور لائق یون ہے کہ صاحبینؒ
کے قول پر اعتماد کیا جاے فتوی دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اُسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار
کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اِس توسل سے اُسکو روک رکھے اپنے پاس اُسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف
ہوا ہون جبکہ مین مبتلا بقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین اعتراض ہے اسواسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا
عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہین ہو سکتا اسواسطے
کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح مین ائمہ ترجیح سے کسی کی
سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی **مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقہا المقر لہ ولہا زوج و اولاد منہ ای**
الزوج وکذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصۃ فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی
کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اُسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اُس شوہر سے اور اُسکے زوج نے اُسکی تکذیب
کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول
محمدؒ کہ ولد مذکور بھی رقیق نہوگا **لا فی حقہ یرد علیہ انتقاص طلاقہا کما حققہ فی الشرنبلالیۃ** شوہر کے حق مین اُسکا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر انتقاص

طلاق

ف یعنی مین اسکا لینا نہین جانتا کیونکہ قسم بعلم ہے ۱۲ امیر علی رح

Marfat.com

طلاق مقرہ کا اعتراض وارد ہوتا ہی چنانچہ اُسکی تحقیق شرنبلالیہ مین مذکور ہی م مبسوط مین ہی کہ اس عورت کی طلاق دو طلقہ ہین اور عدت اُسکی دو حیض ہین بالاجماع اسواسطے کہ یہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اُسی عورت کو خاص ہی انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول مین نکلتا ہی کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اُسی کو خاص ہی اسواسطے کہ طلاق مین ہمارے نزدیک عورتون کا اعتبار ہی اور اسی طرح حیض مین تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخلفہ سے ہے کذا فی الطحطاوی **وحق الاولاد** اور نہ اولاد کے حق مین اُسکا اقرار صحیح ہی وفرع علی حقہ بقولہ **فلا یبطل النکاح** وعلی حق الاولاد بقولہ **واولاد حصلت قبل الاقرار وما فی بطنہا وقتہ احرار** لحصولہم قبل اقرارہا بالرق اور مصنف نے حق زوج پر تصریح کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے اور حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ مین ہی اقرار کیوقت وہ سب آزاد ہین بسبب اُنکے حاصل ہونیکے مملوکیت کے اقرار سے پہلے **مجہول النسب حرر عبدہ ثم اقر بالرق لانسان وصدقہ** المقر لہ صح اقرارہ فی حقہ فقط دون ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی کیواسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا فقط اُسکے حق مین نہ عتق کے باطل کرنے مین **فان مات العتیق یرثہ وارثہ** ان کان لہ وارث یستغرق الترکۃ والا فیرث الکل او الباقی کافی وشرنبلالیہ المقر لہ پھر اگر غلام آزاد مرگیا تو اُسکا وارث اُسکی میراث پاویگا اگر اُسکا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث مین لے سکے اور اگر ایسا نہو یعنی اُسکا کوئی مطلقاً وارث نہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پاسکے چنانچہ احد الزوجین تو مقر لہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا **فان مات المقر ثم العتیق فارثہ** لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقر مرگیا پھر غلام آزاد تو اُسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا **ولو جنی ہذا العتیق سعی فی جنایتہ** لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت مین سعی کرے یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اُسکا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہین جسپر دیت لازم آوے **ولو جنی علیہ یجب ارش العبد** وہو کالمملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر وہو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اُسپر جنایت کیجاے یعنی کوئی اُس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہی گواہی دینے مین اسواسطے کہ اُسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہی اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے نہ استحقاق کی **قال رجل لآخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین** او نکر کقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ الحق او الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ **او قرن بہا البر** کقولہ البر حق او الحق بر الخ **فاقرار** ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو اُسنے جواب مین کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے چنانچہ یون بولا کہ حقا اور مانند اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق یا حقا حقا اور مانند اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ بر کا لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر حق یا الحق بر الخ تو یہ اقرار ہی ہزار درم کا مثلاً **ولو قال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین** لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الخ اور مخاطب یون بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہ پورا کلام ہی بخلاف اُن الفاظ کے جو اول مذکور ہوچکے کہ وہ کلام تام نہین اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتداے کلام ہونے کی لیاقت نہین رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اُسنے یون کہا کہ تونے حق بات کا دعوی کیا الخ **قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا آبقۃ او قال ہذہ السارقۃ فعلت کذا او باعہا فوجد بہا واحد منہا** اے من ہذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتمۃ لا اخبار مولی نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یون کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اسکے اُسکو بیچ ڈالا پھر اُس لونڈی مین عیوب مذکورہ مین سے کوئی عیب پایا گیا تو مولی کے قول مذکور سے اُسکی رد بیع نہوگی اسواسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہی خبر دینا نہین ہی جو اقرار عیب کا ثابت ہو م قول اخیر گالی ہی اور باقی ندا ہی بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ آبقۃ او ہذہ زانیۃ او ہذہ مجنونۃ حیث ترد باحد لانہ اخبار وہو لتحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہ چوٹی ہے یا یہ بھگوڑی ہی یا یہ زانیہ ہے یا یہ دیوانی ہے

Marfat.com

کہ اِس صورت مین اُسکی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہ قول اخبار ہی اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہے
ہم یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اُسکو علم ہو تو وہ بیع کو رد کرسکتا ہی **وبخلاف یا طالق او ہذہ المطلقۃ فعلت کذا**
حیث تطلق امرأتہ لتمکنہ من اثباتہ شرعا فجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاول دُرر اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق
یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق ہوجائیگی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعًا تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا
تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر یعنی مولی قادر نہین جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی مین **اقرار السکران بطریق محظور**
لے ممنوع **محرم صحیح فی کل حق** اُس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہی صحیح ہی ہر حق مین ہم حق تعالی نے فرمایا (لاتقربوا الصلوٰۃ
وانتم سکاری) یعنی نماز کے قریب نجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا منون سے اور اُنکو عین مستی کی حالت مین کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی
تکلیف شرعی کی مسقط نہین فتدبر **فلو اقر بقود اقیم علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقۃ یضمن المسروق** کما بسطہ سعدی آفندی فی باب حد الشرب تو اگر
مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اُسپر حد قائم ہوگی اُسکی مستی کی حالتمین اور اگر اقرار کیا چوری مین تو اُسپر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اس کو
واضح بیان کیا ہی سعدی آفندی نے حد شرب کے باب مین **الا فی ما یقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر** مگر مست مذکور کا اقرار صحیح
نہین اُن چیزون مین جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہین چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہم یعنی اگر مستی مین اقرار کیا کہ اُسنے شراب پی ہی تو
اُسکا اقرار صحیح نہین تو اُسپر حد قائم نہوگی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مثلًا موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی **وان سکر بطریق مباح کشربہ مکرہا لا یعتبر**
بل ہوگا لاغما او الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہوگیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پینا تو اُسکا اقرار
معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہی مگر نماز کے قضا کے ساقط ہونے مین اغما کے مانند نہین اور پورا بیان اُسکا اشباہ کے احکامات مین
ہم یعنی اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہے تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہی اور مستی سے قضاء صلوۃ ساقط نہین **المقرلہ اذا کذب المقر**
بطل اقرارہ لما تقرر انہ یرتد بالرد مقرلہ جبکہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ اقرار مردود ہوجاتا ہی رد کرنے سے
ہم یعنی جب مقرلہ مقر کی تکذیب کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو اُسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر مواضع آیندہ مین تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی
الا فی ست علی ما ہنا تبعا للاشباہ تکذیب مقرلہ مبطل اقرار ہی مگر چھ صورتون مین بموجب اُسکے جسکو مصنف نے یہان اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہی **الاقرار**
بالحریۃ والنسب وولاء العتاقۃ والوقف منجملہ مواضع ستہ آزادی کا اقرار ہی اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہم اقرار حریت کی
یہ صورت ہی کہ جسکے پاس غلام ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہی تو اُسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اُسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب مین پہلے
مذکور ہوچکا کہ تصدیق مقرلہم کی ضرور ہی صحت اقرار مین اور تصدیق مولاے عتاقت بھی شرط ہی اور یہان اُسکے خلاف ہی مگر یہ کہ اُسپر محمول کیجیے کہ جب
مقرلہ تصدیق کیطرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کرچکے ہین اور اس عمل پر متفرقات بحر الرائق کی یہ عبارت
دلالت کرتی ہی کہ بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا مین غلام ہون سو مقرلہ نے اسکو رد کیا پھر اُسنے اُسکی تصدیق کی تو وہ اُسکا
غلام ٹھہرے گا اور رقیت کا اقرار رد کرنیسے باطل نہوگا جیسے مولی کے انکار سے باطل نہین ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنیسے باطل ہوتا ہی اور طلاق وعتاق رد
کرنے سے باطل نہین ہوتے اسواسطے کہ وہ اسقاط ہین فقط مسقط سے ساقط ہوجاتے ہین انتہی اشباہ مین اسعاف سے
منقول ہی کہ جب مقرلہ وقف کو رد کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی انتہی تو یہان کے مسائل مذکورہ کی تصویر بمثل تصویر رق ہوگئی
سواے طلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا **تصرف فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد ان ردہ قبل القبول**

Marfat.com

اسعاف مین ہی اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اُسنے وقف کو قبول کیا پھر اُسکو رد کیا تو وقف مردود نہوگا اور اگر قبول کرنیسے پہلے رد کریگا تو پھر جائیگا والطلاق والرق فکلہا لا ترتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہین ہوتا مقرلہ کے رد کرنیسے ویزاد المیراث بزازیۃ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیۃ یعنی اگر وارث اُس میراث کو جو مورث سے حاصل ہی رد کرے تو مردود نہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء البحر وتمامہ ثمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہی چنانچہ بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات مین مذکور ہی اور پورا اُسکا بیان وہین ہی ہم یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہی بحر الرائق کے متفرقات مین یہ عبارت ہی واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الآن انتہی یعنی نکاح کا اقرار تو مین نے ابتک نہین دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح مین توقف ہی کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغۂ جزم مناسب نہ تھا واستثنی مسئلتین من الابراء وہما ابراء الکفیل لا یرتد وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلتحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابراء سے مستثنے کیے ہین اور وہ دونون یہ ہین کہ ضامن کا ابراء کرنا مکفول بہ سے نہین پھرتا اور مدیون کا ابراء کرنا اُسکے یون کہنے کے بعد کہ مجھکو بری الذمہ کردے دین سے سودائن نے اُسکو بری الذمہ کردیا نہین پھرتا تو مستثنے دو مسئلے ہین سو اُنکو یاد رکھنا چاہیے ہم منجملہ مسائل عشرہ چھ صورتین متن مین مذکور ہین اور چار صورتین شارح نے بڑھائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین توقف ہی تو درحقیقت نو صورتین مستثنے ٹھہرین کہ رد کرنیسے رد نہین ہوتی ہین فی وکالۃ الوہبانیۃ ومتی صدقہ فہاتم ردہ لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ مین ہی اور جبکہ اُسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ مین پھر اسکو رد کیا تو اُس کے رد کرنیسے رد نہین ہوتا تم الوہبانی

کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگون پر تھا اُسکو مین نے پایا پھر ایک مرد پردین پدری کا دعوی کیا تو دعوی اُسکا مسموع ہی کذا فی المنح عن الخانیۃ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہوگیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونون کو شامل ہی تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقف الصلح تک پھولون کہتا او ادعی فی ید الوصی شیئا وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا **اقر رجل بمال فی صک واشہد علیہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ تقبل وان کان** بنا قصا لانا نعلم انہ مضطر الی ہذا الاقرار شرح وہبانیہ قلت وحرر شارحہا الشرنبلالی انہ لا یفتی بہذا الفرع لانہ لا عذر لمن اقر غایتہ ان یقال بانہ یحلف المقر لہ علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ہذہ ونحوہا الخ قلت وبہ جزم المصنف فیما مر فقد برا اقرار کیا ایک مرد نے اُس مال کا جو دست آویز مین مرقوم ہی اور اُسپر گواہ کروادیے پھر اُسنے دعوے کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہی اور بعض بیاج ہی پھر اگر گواہی قائم کریگا اُسپر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہین کہ وہ شخص اس اقرار کرنے مین مضطر ہی کذا فی شرح الوہبانیہ مین کہتا ہون اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہی کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاے اسواسطے کہ مقر مذکور کیواسطے کچھ عذر صحیح نہین بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہی کہ کہا جاوے یعنی اسکا فتوی دیا جاوے کہ مقر لہ سے اسکی قسم لیجائے بموجب قول ابی یوسف کے جو فتوی دینے کیواسطے اس مسئلے مین اور مانند مین مختار ہی مین کہتا ہون اور اسی قول پر یقین کیا ہی مصنف نے اسمین جو مذکور ہوچکا تو سوچ لے **اقر بعد الدخول** من ہنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ **طلقہا قبل الدخول لزمہ مہر بالدخول ونصف** بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اُسنے اُسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اُسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہی اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہی **اقر المشروط له الربع او بعضہ انہ ای ربع الوقف لیستحقہ فلان دونہ صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ** جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہی اُسنے اقرار کیا کہ ربع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہی نہ مین تو اقرار صحیح ہی اور اُسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو وطوجعلہ لغیرہ او اسقطہ لاحد لم یصح اور اگر اُسنے حاصلات کو اپنے غیر کیواسطے مقرر کردیا یا اُسکو ساقط کردیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہین م جعل سے مراد انشاء جعل ہی بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہی کذا فی الطحطاوی **وکذا المشروط لہ النظر علی ہذا کما مر فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثمہ وہنا فی الساقط لا یعود فراجعہ** اور اسی طرح جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہی اُسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہی چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہوچکا اور اشباہ مین وہان یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنی کتاب الاقرار مین اس قاعدے مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی اُسکو ذکر کیا ہی تو اشباہ کی طرف مراجعت کر **القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعہا بما کان فیہا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یواخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا** جو حکایات کہ لکھکر قاضی کی طرف پیش ہون تو اُنکا پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اس مضمون سے جو اُنمین مندرج ہی اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا مین مذکور کرچکے ہین کہ اُنکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہین مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اُسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا **قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء علیہ خلافا للثانی فی الاول** قلنا ہی للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین یا بجاے فی علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول مین یعنی فی علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہونگے ہم جواب مین کہتے ہین طرفین کیطرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہین عرف عرب مین ہان اگر علمت کا لفظ کہے یعنے مین معلوم کرچکا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین تو اُسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے **قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس**

Marfat.com

مثلاً وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد حذفت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی للطالب کما عبر بہ فی المجمع وقال شراحہ ای المغصوب منہ انہ ہو وحدہ غصبہا لزمہ الالف کلہا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے پھر مقر بولا کہ دس شخص غاصب تھے مثلاً اور نے جس سے غصب کیے وہ کہتا ہے کہ فقط مقر ہی نے ہزار درم غصب کیے ہین تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہونگے شارح نے کہا متن کے نسخون مین ادعی الغاصب ہی اور تو معلوم کر چکا ہی کہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہ عبارت ساقط ہی اور بجاے ادعی الغاصب ادعی للطالب حق ہی چنانچہ مجمع کی تعبیر ہے اور مجمع کے شارحون نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہی والزمہ زفر بعشرہا اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسوان حصہ لازم کیا ہے ہم اسواسطے کہ مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کیطرف کی ہی تو اُسپر بقدر اُسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ہذا الضمیر یستعمل فی الواحد والظاہر انہ یجبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرۃ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناہ کلنا صح اتفاقا لانہ لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ یہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم مین بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالی انا ارسلنا اور ظاہر امقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے نہ غیر کے فعل کی تو اُسکا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہی تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر کہتا ہو کہ ہم سب نے ہزار درم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اسواسطے کہ یہ لفظ واحد مین مستعمل نہین قال رجل اوصی ابی ثلث مالہ لزید بل لعمرو بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیرہ ثمنی وقال زفر لکل ثلثہ ولیس للابن ثمنی ایک مرد نے کہا میرے باپنے اپنے ثلث مال کی زید کیواسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث مال ہی اور اُسکے سوائے کسی کو کچھ نہین اور زفر نے کہا تینون شخصون کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچھ نہین ہم زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہی کہ اسی طرح تین شخصون کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملیگا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاتحقہ فلم یصح رجوعہ بعد ذلک للثانی بہا بخلاف الدین لنفاذہ من الکل الکل من المجمع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال مین ہوتا ہی اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہی تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہوگیا تو بعد اُسکے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنیسے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نفاذ ہونے دین کے کل ترکہ سے یہ سب مسائل مجمع سے منقول ہین واللہ اعلم

فروع مسائل ملحقہ شارح کے اقربشیء ثم ادعی انخطاء لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانۃ قنیۃ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطائی الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہین مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہوا یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوے غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کریگا تو خطائے مذکور ہین اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہا فافتی بعضہم بصحتہ ظہیریۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہی کذا فی الظہیریۃ ہم بحنیس اور تہتانی مین ہے کہ درصورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی نہ دیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہی الاقرار بشیء محال دبالدین بعد الابراء منہ باطل شیء محال کا اقرار اور دین کا بعد اُسکے معاف کر دینے کے باطل ہی ہم شیء محال کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھکو زید نے فلانے مہینے مین قرض دیا اور حالانکہ زید اُس سے پہلے مر چکا اور از انجملہ یہ ہی کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہوگیا تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحطاوی ولو بہر بعد ہبتہا لہ علی الاشبہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہی اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہ ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ زوجہ نے اپنا مہر بخشدیا پھر زوج نے ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح نہین اور یہ اُسکے مخالف نہین جو عبد البر شارح وہبانیہ نے خلاصہ اور صغری سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت مین اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثون نے گواہون سے ثابت کیا کہ عورت ہبۂ مہر کر چکی تھی

Marfat.com

زوج کی حیات مین تو گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہی کہ اقرار صحیح نہین مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابرا کے مخالف ہی تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کردے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہین کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانہ اقر بہ یلزمہ ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر بقرار الدین ایضا فحکمہ کالاول وہی واقعۃ الفتوے فتامل ہان اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابرا عام کے اور یہ دعوی کرے کہ مدیون نے اُسکا اقرار کیا ہی تو اُسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوے مین ذکر کیا ہی مین کہتا ہون اور مفاد اُسکا یعنی سبب حادث کے تقیید کا یہ ہی کہ اگر مدیون باقی رہنے اُس دین کا بھی جسکا ابرا ہوگیا اقرار کرے تو اُسکا حکم مانند اول کے ہی یعنی وہ اقرار باطل ہی سو تامل کرم اس عبارت اور عبارت سابقہ مین فرق یہ ہی کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجھپر اتنا ہی اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھپر باقی ہی اور دونون مین ایک ہی حکم ہی یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی والفعل فی المرض احط من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہی صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت مین کمتر ہی صحت کے افعال مذکورہ سے اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہی صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مثل سے زیادہ نافذ نہ ہوگا بخلاف صحت کے کہ اور عتق اور ہبہ ثلث مال مین نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال مین نافذ ہی الا فی مسئلۃ اسناد الناظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تتمۃ وکمامہ فی الاشباہ فعل مرض کمتر ہی فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ وقف مین تفویض نظارت کی اُسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت مین صحیح ہی نہ صحت مین کذا فی التتمہ اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی وفی الوہبانیہ شعر اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ ۔ وبینتہ الایہاب من قبل تہدر ۔ اور وہبانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہی ہم اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند سطر مذکور ہو چکا شعر واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن وفی القبض من ثلث المواریث یقدر ۔ بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کر اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائیگا مختصر منتقی مین ہی کہ اگر مرض الموت مین اقرار کیا کہ اس غلام کی مین نے بیع کی فلانیسے حالت صحت مین اور اُسکے ثمن پر مین نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہی تو اُسکی تصدیق ہوگی بیع مین اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعائنہ ثبوت ہوگا تو اقرار صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ شعر ولیس بلا شہد مقر العدہ ۔ ولو قال لا تخبر خلف بسیط ۔ اور اس قول مین مقر نہوگا گواہی نہ دیجیو ہم اُسکو بحکم اقرار نہین شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین اختلاف مسطور ہی ہم اگر یون بولا کہ اُسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہ نہی ہی وجوب بالزور کی اثبات سبب سے یا کہ نہی بمعنی نفی ہی یعنی تم اسکے گواہ نہین ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہی کرخی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہی کہ یہ قول اقرار نہین اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہ ہی کہ یہ اقرار ہی قنیہ مین کہا یہی قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی شعر ومن قال الملکی ذا لذا کان منشا ۔ ومن قال ہذا ملک فانہ مظہر ۔ اور جسنے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہی تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہی یعنی اُسنے بالفعل اسکو ہبہ کیا تو اُسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہی تو وہ مظہر ہی ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہین شعر ومن قال لا دعوی لی الیوم عندہا ۔ فما یدعی من بعد منہا فمنکر ۔ اور جسنے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہین آج کے دن اس شخص سے پھر اُسکے بعد خود دعوی کرے گا اُسدن اور ماتقدم کے دعاوی سے سو اُسپر شرع کا انکار ہی یعنی مقبول نہین ہم اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ مین نے فلانے پر دعوی کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الصلح

یہ کتاب ہے صلح متخاصمین کے احکام مین م مصالح علیہ اُسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد پر ایک حویلی کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لے اور حویلی کا دعوی نہ کر تو یہان سو درم مصالح علیہ ہے اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبۃ ان انکار المقر سبب للخصومۃ المستدعیۃ للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا ہو لغۃ اسم من المصالحۃ وہ یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالحہ کا اسم ہے وشرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ اور شرع مین صلح عبارت ہے اُس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹاوے وہ صلح ہے رکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونون مین ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کیواسطے والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول عنایۃ وسیجئ اور رکن صلح کا قبول کرنا مطلوب کا متعین اور غیر متعین مین چنانچہ دراہم مین تو صلح تمام ہو جاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا م صلح بلا قبول اُسوقت تمام ہوگی جبکہ خود مطلوب طلب صلح شروع کرے اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ مین نے اسپر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہین اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے مدعی کیجانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وشرطہ العقل لا البلوغ والحریۃ اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبی ماذون ان عری صلحہ عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہے صغیر ماذون کیجانب سے اگر اسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سے م عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہے ایک یہ کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نہ نفع ہو اسمین نہ ضرر تیسرے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اُس سے بعض حق پر صلح کی تو اگر دعوی کے گواہ نہون تو صلح جائز ہے اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوائے خصومت اور قسم کھانیکے کچھ حاصل نہین اور مال نافع تر ہے خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہون تو صلح جائز نہین اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہین اور جسمین نہ ضرر ہو نہ نفع اُسکی مثال یہ ہے کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اُسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اُسکی مثال یہ ہے کہ دین مین تاخیر کرے کم یہ جائز ہے اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہے وصح من عبد ماذون ومکاتب لو فیہ نفع اور صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح مین نفع ہو م طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اُسکو شامل رہتا جسمین نہ نفع ہے نہ ضرر یا جسمین ضرر ہے مگر غیر صریح وشرطہ ایضا کون المصالح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہے کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو م اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہین چنانچہ ایک گھر مین اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان مین اپنے حق کا دعوی کیا اور دونون نے اُسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہے اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین کذا فی الدرر وکون المصالح عنہ حقا یجوز الاعتیاض عنہ ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہ شرط ہے کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اُسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر م حق سے مراد یہ ہے کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہے وہ اُسکا ہے زوج مدعا علیہ سے سو زوج نے اُسکو کچھ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہ صلح باطل ہے اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہین اور تعزیر سے مراد وہ ہے جو حق العبد ہو چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہے جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہرا صلح جائز نہین اور یہ مسئلہ تحریر طلب ہے کذا فی الطحطاوی معلوما کان المصالح عنہ او مجہولا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول م مجہول ہونیکی یہ صورت ہے ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کی تو صحیح ہے لا یصح لو المصالح عنہ مما لا یجوز الاعتیاض عنہ وبینہ بقولہ کحق شفعۃ وحد قذف وکفالۃ بنفس صلح صحیح نہین اگر مصالح عنہ اُس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہین اور اسکو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف

Marfat.com

اور حاضر ضامنی کہ اسکی بدلائی صحیح نہین ہم اگر مشتری صلح کرے شفیع سے بہت اُس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہی کسی شئے پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ شفیع کا حق نہین محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہی ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہین تو بمقابلہ اُسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہی حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہی اور یہ عبارت ہی بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہی اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال دیکر صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہ صلح بھی جائز نہین اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اُسمین حق العبد ہی لیکن حق اللہ اُسمین غالب ہی اور حق العبد ملحق بالمعدوم ہی اور اسی طرح حد سرقہ سے صلح جائز نہین اس طرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اُسنے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اُسکو حاکم کے پاس نہ لیجائے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہی اور اسی طرح زکوٰۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصًا ویبطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہی صلح سے اول و ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسی طرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہوجاتی ہی صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو لاجرم زنے و شرب مطلقا صلح صحیح نہین حد زنا اور شراب خواری سے مطلقا خواہ حاکم کے پاس اُسکی نالش کی ہو یا نہ کی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اُسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کردے تو یہ باطل ہی اور عفو کرنا اُسکا باطل ہی اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہین اور اُسکا پھیر دینا چاہیئے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی **وطلب الصلح کاف عن القبول من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا تتعین بالتعیین** کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانہ اسقاط للبعض وہو تیم ہا لمسقط اور طلب کنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہی مدعا علیہ کے قبول کرنیسے اگر جس چیز کا دعوی کیا اُس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہی مدعی کیجانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ خود متن مین موجود ہی انتہی لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جانکر اُسکا ترجمہ نہ کیا **وان کان مما تتعین بالتعیین فلا بد من قبول المدعی علیہ** لانہ کالبیع بجر اور اگر مدعا بہ اُس قسم سے ہو کہ متعین ہوجاتا ہو تعیین کرنیسے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہی اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت مین بیع کے مانند ہی ہم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضرور ہی اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے کہ مین نے بیچا تو قول مشتری کافی نہین قبول سے **وحکمہ وقوع البراءۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی المصالح علیہ دون عنہ لو مقرا** اور حکم اُسکا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہی دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہی مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہی مصالح عنہ مین اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہی اور مصالح علیہ کی ملک قرار اور انکار دونون مین برابر ہی **وہو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار** اور صلح صحیح ہی مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہی بدلیل قول حق تعالی (والصلح خیر) اور حدیث مین وارد ہی کہ ہر صلح جائز ہے فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرادے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہی اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہین جو حرام کو حلال کرے کذا فی الطحطاوی **فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکام البیع کالشفعۃ والرد بعیب وخیار رویۃ وشرط والثانی** یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو صلح مین بیع کے احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونون گھرون مین شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اس طرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اُسمین کوئی عیب پاوے تو اُسکو پھیر دینا جائز ہی اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہین دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن اختیار شرط کرے تو صحیح ہی

ف ۵ یعنی اگر زید نے بکر پر دعوی کیا کہ تو نے میرا فلان مکان غصب کرلیا ہے اور بکر نے انکار کیا پھر زید نے بکر سے صلح کرلی کہ بکر اُسکو کچھ روپیہ دیدے اور زید مکان مذکور کو بکر کے واسطے چھوڑ دے تو یہ صلح صحیح ہے اور بکر کو روپیہ دینا لازم ہوا لیکن ظاہر اگر بکر نے اقرار کیا ہو تو یہ صلح بیع ہوگی اور شفیع کو حق شفعہ ہوگا واللہ تعالی اعلم ۱۲ امیر عفی عنہ

Marfat.com

ویفسدہ جہالۃ البدل المصالح علیہ لاجہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہی غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہی یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین وتشترط القدرۃ علی تسلیط البدل اور شرط ہی قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر جلبی نے کہا یہ جملہ منافقہ بجاے تعلیل واقع ہوا ہی اسکا عطف یسقط پر صحیح نہین انتہی یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہی کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہی اور قدرت درصورت جہالت متصور نہین وما استحق من المدعی الی المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض الی البدل ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اُسکے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیر دے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا لانہ معاوضۃ وہذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اُسکے مصالح عنہ مدعی پھیر دے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیر دے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیر دے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہی اور معاوضہ کا یہی حکم ہی وحکمہ کالجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی دار فشرط التوقیت ان احتیج الیہ والا لا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹھہرانا شرط ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہین تو نہین کپڑا رنگانے کے مانند مم توقیت شرط ہی اجیر خاص ہین چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک ہین حاجت توقیت کی نہین چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب ابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل بموت احدہما وہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہی صلح دونون ہین سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہوجانے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح ہی اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی ہین صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہی محمدؒ کا جسپر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسی طرح کا حکم ہی اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے منفعت کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہی اجارے کا مم درصورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہی جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہین اسواسطے کہ استیجار منفعت کا متحد الجنس منفعت سے جائز نہین اسی طرح صلح بھی جائز نہین کذا فی الحلبی والاخیران الی الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین دقطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونون قسمین یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہی مدعی کے حق مین اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہی دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق مین مم مدعی کے حق مین معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان مین اپنے حق کا عوض لیتا ہی اور مدعا علیہ کے حق مین بدلا قسم اور قطع نزاع کا اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدہما الی مع سکوت او انکار اور اسوقت مین تو شفعہ نہین اُس صلح مین جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ مم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اُسکے گھر کا دعوی کیا اسو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کرلی تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہی کہ مین نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور یہ اُسکا گمان نہین کہ مین نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اُسکو لازم نہین کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فکل شرع بنلالیہ لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہی کہ مدعی کے قائم مقام ہوجائے اثبات دعوی مین تو اپنے مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہون تو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسی طرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہون اور قسم چاہے

Marfat.com

شفیع مدعا علیہ سے سو وہ قسم نہ کھائے کذا فی الشرنبلالیہ **وتجب فی صلح وقع علیہا باحدہما او باقرارلان المدعی یاخذہا عن المال فیواخذہ بزعمہ** اور شفعہ واجب ہی اُس صلح مین کہ واقع ہوئی ہی گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہی بعوض مال کے تو شفیع اُس سے مواخذہ کرے بموجب اُسکے گمان کے م یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کرلی تو اُسمین شفعہ واجب ہوگا بموجب زعم مدعی **وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض** اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت مین جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اُسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیرے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق مین خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کی غرض سے م یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا تھا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اُسکے ہاتھ مین باقی رہے بلا خصومت احدے پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بجا نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیرے گا کذا فی الدرر **وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ** اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوی کیطرف رجوع کرے کل مدعا مین یا بعض مین یعنی اگر تمام بدل مین استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض مین ہو تو بعض مین دعوی کرے ہذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقدامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ عینی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی درصورت استحقاق بدل اُسوقت ہی جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی ہو اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیرلے رجوع الی الدعوی کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت یر مالکیت مدعی کا اقرار ہی چنانچہ عینی وغیرہ مین ہی **وہلاک البدل کلا او بعضا قبل التسلیم لہ ای للمدعی کالستحقاق کذلک فی الفصلین** اے مع اقرار او مع سکوت و انکار اور ہلاکی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہی اسیطرح دونون فصلون مین یعنی صلح مع الاقرار مین یا صلح مع السکوت والانکار مین م یعنی اگر صلح مع الاقرار ہو اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو مدعی مصالح عنہ کو پھیرلے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کیطرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہی تو بقدر ہلاکی صلح باطل ہوگی اور باقی مین رہیگی کذا فی المنح **وہذا الو البدل مما یتعین والا لم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی** اور یہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہی جبکہ بدل اُس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعیین سے اور اگر متعین نہوتا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیرلے مدعا علیہ سے کذا فی العینی **صالح عن کذا فی نسخ المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ہو عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما سیجئ فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم منہا فلو من غیرہا صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہین اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اُسکا حق ہی یعنی بعض حق ہی عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوی مین بعض دین پر صلح کرنا جائز ہی چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی اُس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہین اور اگر اُس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہی کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخون مین صالح عن بعض ما یدعیہ ہی اور حق عبارت یون تھا کہ صالح علی بعض ما یدعیہ وحیلۃ صحتہ ما ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ قسمی آخر مکتوب بے درہم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی** اور بعض عین مدعا بہا پر صلح کی صحت کا وہ حیلہ ہی جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہین مگر بدل مین کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب او (درم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہوجائیگی مدعی کے باقی حق سے م مثلاً گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر مین باقی رہا اُسکے عوض مین درم یا کپڑا ہوگیا او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا الحق کیا جائے باقی کے دعوے سے م یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہی کہ گھر کے دعوے مین ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے

Marfat.com

ابرا کردے لکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقا شرنبلالیۃ ومتی علیہ فی الاختیار وعراہ فی العزمیۃ للبزازیۃ وفی الجلالیۃ لشیخ الاسلام وجعل ما فی المتن روایۃ
ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہی مطلقا خواہ حیا یہ مذکور کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہی صاحب اختیار
اور منسوب کیا ہی اس قول کو عزمیہ مین بزازیہ کیطرف اور جلالیہ مین شیخ الاسلام کی طرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہی ہم ظاہر الروایۃ پر
یہ سوال وارد ہوتا ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اُس سے لازم آتی ہی براءت باقی عین سے اور فقہا کا قول یہ ہی کہ ابرا اعیان سے
باطل ہی تو یہ اُسکو مقتضی ہی کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اسی طرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہی اسکا جواب شارح نے اپنے
آیندہ قول مین دیا ہی وقولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ بطل الابراء عن دعوی الاعیان لم تصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل لہ
اخذہا لکن لا تسمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہی مطلب اُسکا یہ ہی کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہی اور اعیان اس ابرا سے
مدعا علیہ کے مملوک نہین ہوجاتے ہین اور اسی واسطے اگر مدعی ان اعیان کو جنسے ابرا کرچکا ہی پاجائے تو اُسکو اُنکا لینا جائز ہی لیکن اُسکا قاضی کے حکم مین
دعوی مسموع نہوگا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا بطل الابراء عن الاعیان اور دعوی الاعیان نہ کہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہی چنانچہ مذکور
ہوگا خلاصہ جواب یہ ہی کہ بطلان براءت عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہین ہوجاتے ہین تو مدعی کو اُسکا لینا حلال
ہی اگر پاجائے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہین ہی کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد الابرا صحیح ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح
ویبرا عن دعوی الباقی ای قضاء لا دیانۃ فلذا لو ظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا
صحیح ہی اور مدعا علیہ بری الذمہ ہوجائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجائے تو اُسکو لے لیگا اور
پورا بیان اسکا اشباہ کے احکام دین مین ہی اور اسکو ہمنے شرح ملتقی مین محقق بیان کیا ہی ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہی کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان
سے ہی اور وہ تو بلا خلاف مطلقا صحیح ہی یا متعلق بنفس اعیان ہی تو اگر اعیان مغصوب ہالک ہون تو بھی ابرا صحیح ہی دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود
ہون تو برارت عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ اُسکے تاوان سے براءت ہی سو یہ صحیح ہی اگر ہلاک ہوجائین تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگے کہ اُنپر ضمان
نہین الا تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہون تو برارت صحیح نہین دیانۃ بایمعنی کہ جب مالک اُنکو پاجائے تو اُسکو لے مگر قضاءً برارت صحیح ہی ہم تو قاضی مدعی کا
دعوی بعد برارت کے نہ سنیگا اور اسی کے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی مین ہی کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او منفعۃ اور صحیح ہی
صلح مال کے دعوی سے مطلقا اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہی جیسے صلح متاجر سے جبکہ موجر اجارے کا
یا مدت یا اُجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو منفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہی منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت سے
ہو کما مر وعن دعوی الرق اور صلح صحیح ہی دعوی رق سے ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہی اور اُسنے کچھ مال دیکر
صلح کی تو صحیح ہی وکان عتقا علی مال وثبت الولاء ولو باقرار والا لا بنیۃ درر اور صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہریگی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا
اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہون سے
کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لا یستحق المدعی لانہ باخذ البدل باختیارہ نزل بائعا فلیحفظ مین
کہتا ہون اور بعد صلح کے گواہون سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہوجائیگا اور اسی طرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ
مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہرادیا گیا اُسکو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہی دعوی نکاح زوج
سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور اُس عورت نے کچھ دیکر صلح کرلی تو صحیح ہی اور اگر اُسکا زوج ثابت ہوگا

Marfat.com

تو نکاح مدعی کا ثابت نہو گا تو خلع بھی صحیح نہو گا وکان خلعا ولا یطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹھہریگا اور مدعی کو حلال نہو گا اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہو گا تمام عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہ حکم جاری ہے کذا فی الخطابی فیحل لہا الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہو گا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعتہ المراۃ فصالحہا لم یصح وقایہ ونقایہ ودرر ومنتقی وصحہ فی المجتبے والاختیار وصحح الفسخہ فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کر لی عورت سے تو صلح صحیح نہو گی کذا فی الوقایہ والنقایہ والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبے اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں وان قتل العبد الماذون لہ رجلا عمدا لم یجز صلحہ عن نفسہ لانہ لیس من تجارتہ فلم یلزم المولی لکن یسقط بہ القود ویوا خذ بالبدل بعد عتقہ اور اگر عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا تو اُسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کیواسطے جائز نہیں اسواسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہ صلح اُسکے مولی پر لازم نہو گی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہو جائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ اُس سے ہو گا بعد اُسکے آزاد ہونے کے وان قتل عبد لہ المأذون رجلا عمدا وصالحہ المأذون عنہ جاز لانہ من تجارتہ اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کیطرف سے صلح کر لی اولیاے مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اُسکی تجارت کے باب سے ہے یعنی اسواسطے کہ استخلاص اُسکا اُسکی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کرکے اُسکی جان بچانا بھی جائز ہے والمکاتب کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح میں اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولی کے تصرف سے خارج ہے والصلح عن المغصوب لہا لک علی اکثر من قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر اُسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونیسے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مر گیا پھر ہنوز قاضی نے اُسکی قیمت دینے کا حکم نہیں دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اُسکے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امامؒ کے نزدیک جیسے اسباب یکر صلح جائز ہے خواہ اُسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل بینتہ الغاصب بعد ای الصلح علی ان قیمتہ اقل مما صالح علیہ جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اُسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہیں ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منہ بشیء کما لو تصادقا بعد انہا اقل بحر اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہیں مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہیں اگر دونوں بعد صلح کے اتفاق کریں اُسپر کہ قیمت کمتر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق مولی عبدا مشترکا فصالح المولی الشریک علی اکثر من نصف قیمتہ لا یجوز لانہ مقدر شرعا فبطل الفضل اتفاقا اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر پر صلح کی تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ عتق میں قیمت شرعاً مقدر اور منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے باطل ہے کالصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمۃ المغصوب بعد القضاء بالقیمۃ فانہ لا یجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی میں مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی کا قیمت ٹھہرانا شارع کے ٹھہرانیکے مانند ہے یعنی اسواسطے کہ قاضی اجراے احکام شرعیہ میں شارع کا نائب ہے واللہ تعالی اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان کانت القیمۃ اکثر من قیمۃ مغصوب تلف لعدم الربوا اور اسی طرح اگر صلح کرے بعوض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب ہالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا م اسواسطے کہ ربوا متحقق نہیں ہوتا ہے درصورت اختلاف جنس وصح فی الجنایۃ العمد مطلقا لو فی نفس مع اقرار باکثر من الدیۃ والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد میں مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس میں ہو اقرار کیساتھ اکثر دیت اور ارش سے یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوام عمد میں مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس میں ہو خواہ ما دون نفس میں خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے

Marfat.com

اسمین قلت اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمدمین قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہین تو ربوا اُسمین متحقق نہین وفی الخطا کذلک لاتصح الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطا مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرہا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا مین اُسی طرح یعنی اگرچہ خطا نفس مین مقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعًا معین اور مقرر ہی تو اگر مقادیر دیت کی سوا اُسکے مغائر سے صلح کی تو صحیح ہی جس طرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہی اور ثانی سے مصالح علیہ م خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ یا ہزار دینا یا دس ہزار درم مقرر ہی تو اسپر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلًا دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہین جیسے دعوی دین ہین جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے سوا سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر اور اسباب پر بشرط اتحاد مجلس جائز ہی وتعین القاضی احدہا یصیر غیرہ بجنس آخر اور مقادیر ثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اُسکے سوا اور مقدار دوسری جنس کے مانند ہو جاتی ہی یعنی اگر قاضی نے مثلا دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلًا دو سو دینار پر یا پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ اونٹ مین بحکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اُسکے مغائر ٹھہرے دوسری جنس کے مانند تو حمل علی المعاوضۃ ممکن ہو گیا کذا فی المنح ولو صالح علی خمر فسد فتلزم الدیۃ فی الخطا ویسقط القود لعدم ما یرجع الیہ اختیارا اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہی تو اب اُسپر خطا کی دیت لازم ہو گی اور قصاص ساقط ہو گی یعنی عمد مین بسبب نہونے اُس چیز کے جسکی طرف رجوع کیجاے کذا فی الاختیار وکل زید عمرو بالصلح عن دم عمدا وعلی بعض دین یدعیہ علی آخر من یکیل ویوزون لزم بدلہ للموکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہی دوسرے شخص پر منجملہ یکیل اور موزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہو گا اسواسطیکہ وہ اسقاط ہی یعنی اسقاط قصاص قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہی مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرا نہ عاقد م یہ اُس صورت مین ہی جبکہ توکیل قاتل کیطرف سے صادر ہو نہ ولی مقتول کی طرف سے کیونکہ وہ اخذ ہی تو اُسکو یون نہین کہہ سکتے کہ بدل صلح اُسکو دینا لازم ہی اور اسی طرح مسئلہ دین مین مدعی کی طرف سے توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی موکل ہی تو بدل صلح اُسکو کیونکر لازم ہو گا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تھا او علی بعض دین یدعیہ علیہ آخر کذا فی الطحطاوی الا ان یضمنہ الوکیل فیوا خذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانہ حینئذ کبیع مگر یہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہو گا اپنے ضامن ہونیکے سبب سے نہ وکیل ہونیسے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعوض مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہو گا اسواسطے کہ صلح اُسوقت مین بیع کے مانند ہی یعنی اور بیع مین وکیل کیطرف حقوق راجع ہوتے ہین اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقا بحر و درر اور اگر صلح ہو انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقًا لازم نہین کذا فی البحر والدرر م مطلقًا وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد مین ہو خواہ دین خواہ اُنکے غیر مین کذا فی الطحطاوی صالح عنہ فضولی بلا امر صح ان ضمن المال او اضاف الصلح الی مالہ او قال علی ہذا او کذا او سلم المال صح وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن بامرہ عرفی زادہ م اضافت الی مالہ کی یہ صورت ہی کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجھسے ہزار درم پر اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے والا تسلیم فی الصورۃ الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ المدعی علیہ جاز ولزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہی سو اگر

Marfat.com

مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہی اور اُسکو بدل صلح لازم ہی اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہی والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسۃ کالصلح اور خلع جمیع مذکورات مین باحکام خمسہ سے صلح کے مانند ہی یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کی طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہوا اُسکو اپنے مال کیطرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہی اور فضولی کو بدل لازم ہی اور وہ تبرع ہی اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہی اور نہین تو عورت کی اجازت پر موقوف ہی ادعی وقفیتہ وآرد لابنیتہ لہ فصالحہ المنکر لقطع الخصومۃ جاز وطاب لہ البدل لو صادقا فی دعواہ وقیل قائلہ صاحب الاجناس لا یطیب لانہ بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونیکا دعوی کیا اور مدعی کے گواہ نہین پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اِس سے صلح کرلی تو جائز ہی اور مدعی کیواسطے بدل صلح کا لینا حلال ہی اگرچہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہو اور بعضون نے کہا (قائل اس قول کا صاحب اجناس ہی) کہ بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت مین بیع ہی اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہی ہم صلح ثانی اُسوقت باطل ہی کہ علی سبیل الاسقاط ہو اور جبکہ عوض صلح ہو پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہی اور اول صلح فسخ ہوجائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود کذا النکاح بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور اسیطرح نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہی ہم مسئلہ نکاح خلافی ہی جامع الفصولین مین ہی ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پھر اُس سے نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور منیہ مین ہی کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونون تسمیہ ثابت ہین قول اصح مین کذا فی حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد شراکی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گھر میری ملک ہی سو بائع نے اُس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہی بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہی پھر دعوی اور صلح بعد اُسکے صریحا متناقض ہی جامع الفصولین مین ہی کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہی اور صلح باطل ہی کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی بیوع الاشباہ الکفالۃ والشراء والاجارۃ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہی کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہی مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور عقد اجارہ تو اُسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے ہم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہی اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی اور شرا بعد شرا جبکہ ثمن اول کے مغائر ہو اسطرح کہ اُس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ ای قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ مدعا علیہ نے گواہ قائم کئے بعد اُس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ میرا کچھ حق نہین فلانے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہی صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ لاحقہ کے کہ اسمین مدعی کا یہ اقرار ہی کہ وہ مبطل ہی اپنے دعوی مین ولو قال المدعی بعد ما کان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح بحر قال المصنف وہو مفید لاطلاق العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہین تو صلح باطل ہوگی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہی ہم عمادیہ کی عبارت یہ ہی ادعی بکر فصالحہ ثم ظہر بعدہ ان لا شئی علیہ بطل الصلح انتہی یعنی بکر نے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اُس سے مصالحہ کرلیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اُسپر کچھ حق نہین تو صلح باطل ہی تو ظہور عدم حق بعد الصلح مین یہ قید ہی کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہی نہ مصالح کے اُس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن دعوی البزازیۃ انہ لو ادعی الملک بجہۃ اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی

Marfat.com

ملک کا دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہین تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے م خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہی کہ بطلان صلح اُسوقت ہی جبکہ ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پھر کہے کہ میراث کیوجہ سے میرا حق نہین اور اگر کہے کہ میرا حق نہین بطریق میراث کے پھر دعوی کرے کہ میرا حق ہی بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہین انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہین کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح مین قید لگائی ہی تو اسمین کچھ اشکال نرہا **والصلح عن الدعوی الفاسدۃ صحیح وعن الباطلۃ لا** والفاسدۃ ما یمکن تصحیحہا بجر اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہین دعوی فاسدہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر م دعوی فاسدہ وہ ہی جسمین تناقض واقع ہو اور تصحیح دعوی برفع تناقض ہی مثلاً اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سے تو باطلہ وہ ٹھہرا جسکی تصحیح ممکن نہین اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہی دعوی صدر سے اور دعوی اجرت نائحہ یا مغنیہ یا تصویر محرم سے کذا فی الطحطاوی و حررنی بالاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی مجہول فجائز فلیحفظ اور اشباہ مین تحریر کی ہی کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہی مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے م طحطاوی نے کہا معتمد تحریر وہی ہی جو ماتن نے بتفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسد سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ مین مذکور ہی کہ علماء خوارزم کا فتوی اُسپر ٹھہر گیا ہی کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہین اسپر صلح صحیح نہین اور جسکی تصحیح ممکن ہی چنانچہ حد مذکور نہو یا کسی حد مین غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہی انتہی **وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی** کما اعتمدہ صدر الشریعۃ آخر الباب اقرہ ابن کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق کما مر فراجعہ اور بعضون نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کیواسطے غیر صحیح ہی مطلقاً خواہ اُسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو تو صلح صحیح ہی بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح مین اسپر اعتماد کیا ہی اور ثابت رکھا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق مین چنانچہ مذکور ہو چکا تو اُسکی طرف مراجعت کرم طحطاوی نے کہا تجکو تول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل پکڑی ہی کہ جب حق مجہول کا ایک گھر مین دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہی سو مفید اطلاق نہین بلکہ صلح فقط دعوی مجہول مین صحیح ہی اسواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول کے معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہی **وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعۃ وحق وضع الجذوع علی الاصح** اور صحیح ہی صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیان رکھنے کے حق سے بقول اصح م شرب بکسر اول عبارت ہی پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہین تو وہان مراد یہ ہی کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہین اسواسطے کہ حق شفعہ مال نہین جسکا معاوضہ درست ہو اور یہان مراد یہ ہی کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح ہی دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو درصورت عدم بینہ مدعی قسم نہ کھانی پڑے الاصل انہ متی توجہت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراہم جاز حتی فی دعوی التعزیر بخلاف دعوی حد و نسب دُرر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہی کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق مین ہو سو اُسنے یمین کے بدلے درم دیے تو جائز ہی یہان تک کہ دعوی تعزیر مین فدیہ قسم جائز ہی کذا المجتبی بخلاف دعوی حد اور نسب کے کذا فی الدرر م دعوی تعزیر کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی سو اُسنے قسم کے بدلے درم دیے تو بقول اصح جائز ہی اور دعوی نسب کی یہ صورت ہی کہ مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ یہ بیٹا ہی اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہین **الصلح ان کان بمعنی المعاوضۃ بان کان دینا بعین فتقیض بنقضہا** ای بفسخ المتصالحین او صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اسطرح پر کہ دین کا معاوضہ عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی ہی دونون کے تور دینے یعنی متصالحین کے فسخ کرنیسے **وان کان لابمعناہا** ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض **فلا تصح اقالۃ ولا نقضہ لان الساقط لا یعود** قنیہ و صیرفیہ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہو بلکہ بمعنی استیفای بعض حق اور

Marfat.com

اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہین اور نہ اُسکا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہین پھر آتی کذا فی القینیہ والصیرفیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منہا ابدا او صالح علی دراہم الی الحصاد او صالح مع المودع بغیر دعوی الہلاک لم یصح الصلح
فی الصور الثلث سراجیہ اور اگر گھر کے دعوی سے صلح کی اُسمین سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درمون کے دینے پر کھیتون کے کاٹنے تک
یا صلح کی مستودع نے سودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہین تینون صورتون مین کذا فی السراجیہ قید بعدم دعوی الہلاک لانہ
لو ادعاہ وصالحہ قبل الیمین صح بہ یفتی خانیہ مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور
مصالحہ کرے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیہ ویصح الصلح بعد حلف المدعی علیہ دفعا للنزاع باقامۃ
البینۃ اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جائے یعنی صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ
لاکر پھر جھگڑا قائم نہ کرے ولو برہن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل لافی الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضہ ثم وجد البینۃ
فانہا تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول نہین مگر وصی کے دعوی مین یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جبکہ
وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبی فاقامہا تقبل ویطلب
یمینہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اُسنے گواہ قائم کئے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجاے تو قسم نہ
لیجائے گی کذا فی الاشباہ م طلب بصیغۂ مجہول ہے یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم نہ لیجائیگی
کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیہ وحکاہما فی القینیۃ مقدما للاول اور دوسرا
قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہین یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین
اور دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کرکے م قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین رح کا قول ہے چنانچہ معین المفتی مین ہے
اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہے امام رح سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین
خلافہم المتاخرون والاول اصح بزازیہ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے یعنی مدعا بہ کا اقرار
متقدمین کے نزدیک اور علماء متاخرین اُن کے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیہ بخلاف طلب الصلح عن المال
والابراء عن المال فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ م وجہ
اُسکی یہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابرا عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہین بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے وہ ثبوت
حق کا مقتضی ہے صالح عن عیب او دین وظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح دیر ما اخذہ اشباہ ودرر صلح کی بایع نے عیب سے یا مدیون نے دین سے
اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہو گی اور اسکو پھیر دے جسکو اُسنے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر
فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام مین الصلح الواقع علی بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ
وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہو اُس مال کی بعض جنس سے جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا
گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہین ہے بیاج کے سبب سے یعنے اُسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکمی اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور وہ صحیح
نہین اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہے وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ اور اسوقت مین
یعنی جبکہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہری نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو

Marfat.com

بلامدت پرم بدل صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہی جسقدر پر صلح واقع ہو اور درحقیقت یہان بدل نہین بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہی اور یہ مثال فقط اسقاط بعض حق کی ہی او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہی ہزار بلامدت سے ہزار موجل پرم اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہے وعن الف جیاد علی مائۃ زیوف اور صلح صحیح ہی ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پرم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہی ولا یصح عن دراہم علی دنانیر موجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہین دراہم سے دنانیر مؤجلہ پر بسبب نہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق نسیئہ جائز نہوگا م یعنی دینار حق کی جنس نہین ہی کہ اخذ بعض حق ٹھہر کے صلح مؤجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہی عقد صرف کا تو مدت صحیح نہوگی او عن الف موجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز یلیعی یا صلح صحیح نہین ہزار درم موجل سے پانسو درم بلامدت پر مگر مولی کی صلح مین اپنے مکاتب سے جائز ہی کذا فی الزیلعی م اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مدانیہ تو نصف معجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہی بخلاف صلح مولی اسواسطے کہ احسان مولی کا ظاہر تر ہی معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او عن الف سود علی نصفہ بیضاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہین ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہی اور اگر دائن اور مدیون دونون کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہی م دائن کا احسان یہ کہ اُسپر صلح کرے جو اُسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت مین اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح مین وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہین چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اُسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہین تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمہ او الی خمس مائۃ غدا من الف لی علیک علی انک بری من النصف الباقی فقبل وادی فیہ بری وان لم یودہ ذلک فی الغد عاد دینہ کما کان لفوات التقیید بالشرط دائن نے اپنے مدیون سے کہا لے آ میرے پاس پانسو کل اُس ہزار سے جو میرے تجھپر ہین اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائیگا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور اُسی دن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اُس پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اُس کا دین پورا پھر آویگا چنانچہ پہلے شرط کے تھا بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے م قول مذکور مین شرط صریح نہین بلکہ شرط معنوی ہی بلفظ علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی برأت مین تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہوگی ووجوہہا خمسۃ احدہا ہذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابرا مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتین ہین ایک اُنمین سے یہی صورت ہی جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہی کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نہ کریگا اسواسطیکہ وہ مطلق ابرا ہی م صورت مسئلہ یہ ہی کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجکو پانسو دے ہزار سے اسپر کہ تو بری ہی باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کریگا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابرا مطلق ہے یہ ابرا سے مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح نہ رہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہے ہر وقت تو برأت مقید بادا نہ رہی والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا او ہو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول کما قال لانہ صریح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہی اور اسی طرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اُسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری ہی اس شرط پر کہ اگر اُسکو کل نہ دے تو تمام اُسپر ثابت ہی تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول مین برأت کی صریحا تقیید ہی م تو اس صورت مین اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نہ کریگا تو سب دین اُسپر قائم ہی بالاجماع کذا فی شرح الوقایہ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ ما بقی غدا فہو بری لو دی الباقی فی الغد

Marfat.com

اولا لبدایۃ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہی سو اگر دائن نے مدیون کو بری کردیا نصف دین سے اسپر کہ مدیون اسکو باقی از نصف کل دے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابراکو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق بصریح الشرط کان ادیت الی کذا او اذا دمتی لایصح الابراء لما تقرران تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچوین صورت یہ ہی کہ اگر دائن ابراکو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتھ باطل ہی کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہی م یعنی اگر یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہی باقی سے تو صحیح نہین اسواسطے کہ ابرا مین تملیک اور اسقاط دونون معنی ہین سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہین اور تملیک تعلیق کے منافی ہی تو ہمنے دونون معنون کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنے بحروف شرط تو ابرا صحیح نہین اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتون مین ہی تو ابرا صحیح ہی کذا فی شرح الوقایہ بتوضیح وان قال المدیون لآخر سرا اقرلک بمالک حتی توخرہ عنی او تحط عنی ففعل لدائن التاخیر او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنے دائن سے مخفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجکو تاخیر نہ دے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نہ کرڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہی یہ صلح اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہین جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہین کرسکتا اور بعد کم کرڈالنے کے پورا دین نہین لے سکتا کذا فی المنح ولو اعلن ما قالہ سرا اخذ منہ الکل للحال اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال بعد اعلان ہے مراد یہ ہی کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اول لوگون کے سامنے کی اور یہ مراد نہین کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرکے پھر اعلان کیا اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہین اور اعلان مین پورا دین اُسوقت فی الحال لے گا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کہدیگا علانیہ یا اقرار کریگا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اول ہی اخفا سے ولو ادعی الفا وجحد فقال اقرارلی بہا علی ان احط منہا ما تہ جاز بخلاف علی ان اعطیک ما تہ لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوی کیا اور مدیون اُسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین ہزار سے سو کم کرڈالونگا تو کم کرڈالنا صحیح ہی بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہی ولو قال لن اقررت لی حططت لک منہا ما تہ فاقر صح الاقرار لا الحط بخلاف اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرے اوپر سے بجملہ ہزار کے سو کم کرڈالون پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہی نہ کم کرڈالنا کذا فی المجتبی م اسواسطے کہ ابرا بشرط صحیح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اُسمین تعلیق معنوی ہی نہ صریح الدین المشترک بسبب متحد کثمن مبیع بیع صفقۃ واحدۃ او دین موروث او قیمۃ مستہلک مشترک اذ اقبض احدہما شیئا منہ شارکہ الآخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم کما یاتی جو دین کہ مشترک ہی دو شخصون مین ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اُس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونونکا موروث ہو یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو جبکہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لیگا تو دوسرا شریک اُسمین شریک ہوجائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا م ثمن مبیع شامل ہی اُس صورت کو جبکہ دونون شریک مبیع مین شریک ہون اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہون اسطرح پر کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکالنے کیواسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اُسی مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیچا اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوضے مین شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف ہی اور مشارکت مین یہ ضرور ہی کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص بیع بصفقہ واحدہ کرین اسپر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ

Marfat.com

سو درم ہو اور فلانے کا حصہ پانسو درم پھر ایک شخص اُسمین سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اسمین مشارکت نہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ بالعین کے حق مین تفرق صفقہ کے مانند ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وحنیئذ فلو صالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب لہ علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک الآخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب ور اُسوقت مین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف جنس دین پر دوسرا شریک اُس کپڑے کا آدھا لیگا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کیواسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضامنی کرے تو اب اُسکا حق نہ رہیگا کپڑے مین م مثلاً اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑا لیگا اور اگر ایک شریک مصالح ایکدرم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے مین حق باقی نہ رہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئاً ضمنہ الشریک الربع بقبضہ النصف بالمقاسمۃ او تبع غریمہ فی جمیع ما مر لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نہ کیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہوجانے دین کے ثمن مین یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنی مسئلہ صلح اور مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنے اُسکے حق کے مدیون کے ذمے پر واذا برأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور جبکہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کردیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اُس سے ربع دین کو نہ بھر لیگا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور مواخذہ شریک کا قبض مین ہو نہ اتلاف مین وکذا الحکم ان کان للمدیون علی احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانہ قابض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہو اگر مدیون کا احد الشریکین پر دیت ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون شریکون کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہوگیا ہو اُسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہو نہ قابض ہم اور مشارکت مقبوض مین ثابت ہوتی ہو نہ ادلے دین مین دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرا الشریک المدیون عن بعض قسمہ الباقی علی سہامہ اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کردے بعض دین سے تو باقی دین اُسکے سہام پر مقسوم ہوگا م مثلاً اگر دونون شریکون کے مدیون پر بیس درم ہون اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کردے تو اُسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہیگا اور شریک ساکت کو دس درم کا وشلہ المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہو م مقاصہ اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا ہوگئے اُسکے دین مین تو قسمت دونون شریکون مین پندرہ درم سے ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم پاویگا اور دوسرا شریک دس درم ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے مین دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہو م امام کے نزدیک تا اجل احد الشریکین اپنے حصے مین دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہو اور محمد سے دو روایتین ہین معلوم نہین کہ شارح نے امام کا قول کیون ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ عمدا اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہو دین مشترک کا نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے م یعنے اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیونکی غصب کرے اور وہ اُسکے پاس تلف ہوجائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہریگا تو دوسرا شریک اُسمین شریک ہوگا علی ہذا القیاس استیجار اور اگر مدیون سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایت مین یہ اتلاف ہو تو شریک ثانی اسمین رجوع نہین کرسکتا اور جنایت عمد کی صلح مین اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہ ہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم اموال ہے

Marfat.com

تو جنایت خطا کی صلح مین قابض ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلۃ اختصاصہ بالقبض لان ہبۃ الغریم قدر دینہ ثم یبرئہ اور مقبوضہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہی کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اُسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم ہی تو اگر مدیون اُس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اُس چالیس درم مین شریک ثانی کی شرکت نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہی نہ دین او بیعہ بہ کفا من ثمر مثلاً ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ ومرت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جس قدر اُسکا حصہ ہو اتنا کھجور کا ثمن ٹھہراوے پھر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ مذکور ہوچکا کتاب الشرکۃ مین یعنی اگر اُسکا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کردے تو اب جو مدیون نے دس درم اُسکو دیگا وہ ثمن مبیع ٹھہریگا نہ اُسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد رب السلم عن نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل ورب السلم مین سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اُس مال پر جو اُسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونون شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کریگا تو صلح مردود ہوجائیگی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہی قبل اُسکے مقبوض ہونیکے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہی ہم یعنی جبکہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درم ہی اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے دس من گیہون سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اُس سے لیے تو یہ صلح امامؒ اور محمدؒ کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونون مین مشترک ہونگے اور جو سلم باقی رہیگی وہ بھی دونون مین مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بغیر رضائے شریک ثانی صلح صحیح نہین ہوسکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے مین جائز کیجے تو لازم آتی ہی قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اُسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہین کذا فی الدرر بتصرف وتوضیح نعم لو کان شریکی مفاوضۃ جاز مطلقا بحر یعنی اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقا جائز ہی کذا فی البحر ع طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین یون ہی کہ جاز ولو فی الجمیع یعنی صلح جائز ہی اگرچہ جمیع مسلم فیہ مین ہو یعنی جواز مخصوص بنصیب مصالح نہین بلکہ جبکہ وہ سب مین فسخ کرے تو جائز ہی فصل فی التخارج یہ فصل ہی تخارج کے احکام مین ہم تخارج خروج سے ہی اصطلاح شرع مین تخارج اس سے عبارت ہی کہ وارث اُسپر اتفاق کرین کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثۃ احدہم عن الترکۃ وہی عرض او ہی عقار بمال اعطوہ لہ او اخرجوہ عن ترکۃ ہی ذہب بفضۃ دفعوہا لہ او علی العکس او عن نقدین بہما صح فی الکل صرفا لجنس بخلاف جنسہ خارج کردیا وارثون نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہی یا کہ وہ زمین اور باغ ہی بعوض اُس مال کے جو اُنھون نے اُسکو دیا یا وارثون نے اُسکو لگالا اُس متروکہ سے جو سونا ہی بعوض چاندی کے کہ اُنھون نے اُسکو دیدیا یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہی جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیر کر مع صرف جنس بخلاف جنس یہ علت ہی تخارج عن النقدین بالنقدین کی قل او اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر بہر صورت تخارج صحیح ہی لیکن تقابض البدلین اُس تخارج مین جو منجملہ عقد صرف کے ہی یعنے اگر چاندی سونے کا تخارج ہے چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط ہی صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرہما باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

ل یعنی یون تھا کہ دس درم پر جو اپنا راس المال صلح کی لیکن اراد

ع یہ عبارت قوسین کے درمیان کی

Marfat.com

صحیح نہین مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی اُس وارث کو دیا گیا ہی وہ زیادہ ہو اُنکے حصے سے اُس جنس مین سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو م یعنی اگر ترکہ مین دس درم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے مین مثلاً دس درم ہوتے ہون تو عوض اُسکا دس درم سے زیادہ واجب ہی تاکہ دس درم عوض اُسکے حصے کے برابر ہوجاوین اور باقی درم باقی ترکہ مغائر درم کے مقابلے مین پڑین اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہون یا کم یا کہ وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہی سود کے احتمال سے ولابد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ وجلالیۃ اور ضرور ہی موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم ربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہونیسے وکذا لو انکر وارثہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اور اسیطرح مطلقا صلح جائز ہی اگر وارث منکر ہون اُسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت مین جو کچھ دیا وہ دینا بدلا نہین بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہی وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط ان تکون المدیون بقیتہم لان تملیک المدین من غیر من علیہ الدین باطل در صلح باطل ہی اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ ترکہ مین دیون ہین اس شرط سے کہ دیون باقی وارثون کے واسطے ہین نہ خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہی م جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون پر چھوڑا تو اُسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہی مگر اُسکو مالک کرنا باطل نہین جیسا کہ دین ہی تم ذکر لصحتہ حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک المدین من علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر مذکور کین سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہی اگر وارث شرط کرین صلح مین ابرا مدیون کا مصالح کے حصۂ دین سے یعنی جتنا حصہ ہی مصالح کا دین مین اُسکو وہ معاف کردے تو صحیح ہی اسواسطیکہ اس ابرا مین مالک کرنا ہی دین کا اُسکو جسپر دین ہی اور یہ صحیح ہی تو بقدر اُسکے حصے کے دین ساقط ہوگا مدیونون سے م اس حیلے مین باقی وارثون کا فائدہ یہ ہی کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیون پر اور یہ نہین کہ اُسکا حصہ دین کا بقیۂ ورثہ کا ہوگیا کذا فی صدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ لے الدین تبرعا منہم واحالہم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے انکی جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلاوے مدیونون سے م اسوجہ مین بقیۂ ورثہ کا ضرر ہی اسواسطے کہ نقد بہتر ہی نسیئہ سے کذا فی صدر الشریعۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا او احالہم بالقرض علی الغرماء وقبلوا الحوالۃ وہذہ احسن الحیل ابن کمال یا باقی وارث مصالح کو قرض دین بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کرلین مصالح سے دین کے سوا اور ترکہ سے بعوض اس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہی اور مصالح وارثون کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونون پر اور بقیۂ ورثہ اس حوالے کو قبول کرلین اور یہ حیلہ بہتر ہی اور حیلون سے کذا ذکرہ ابن کمال م اسواسطے کہ حیلہ اول مین مصالح کا ضرر ہی ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیۂ ورثہ کا ضرر ہی احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی والاوجہ ان یبیعوہ کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلہم علی الغرماء ابن ملک وراوجہ حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیۂ وارثون کے واسطے یہ ہی کہ ورثہ مصالح کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچین بقدر اُسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصۂ دین کا ورثہ کیواسطے مدیونون پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک م اس وجہ مین بقیۂ ورثہ کا سراسر فائدہ ہی لیکن مصالح کا نقصان ہی صح وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجہولۃ اعیانہا دلا دین فیہا علی کیل او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار شبہۃ الشبہۃ اور جس ترکے کے اعیان معلوم نہین اور اُسمین دین نہین اُسکے صلح کے صحیح ہونے مین کیل اور موزون پر اختلاف ہی اور قول صحیح صحت صلح کا ہی کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہۃ الشبہۃ کے شارح نے کہا نے کیل اور موزون صلح سے متعلق ہے م یعنے جب ترکہ مین دین نہو اور اعیان اُسکے معلوم نہون اور کیل یا موزون پر

Marfat.com

صلح کا ارادہ ہو تو اُسکی صحت مین اختلاف ہی فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہی اور یہی قول صحیح ہی اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہی بعلت شبہۂ ربوا وجہ صحت یہ ہی کہ سود کا شبہۃ الشبہۃ ہی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ ترکے مین مکیل یا موزون ہو بر تقدیر اسکے ہونیکے پھر یہ احتمال ہی کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہۃ ہی اور عدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہی نہ شبہۃ الشبہۃ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنس بدل الصلح لم یجز والاجاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہین اور اگر ہمجنس نہین تو صلح جائز ہی اور اگر جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اُس صورت مین اختلاف ہی ولو الترکۃ مجہولۃ وہی غیر مکیل او موزون فی ید البقیۃ من الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازعۃ لقیامہا فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضہا لم یجز مالم یعلم جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور اگر ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اسواسطے کہ جہالت اُسکی موجب نزاع نہین بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جب تک کہ تمام مقبوضہ اُسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک م خلاصہ یہ ہی کہ اگر ترکۂ مجہولہ بقیۂ ورثہ کے پاس ہی تو تسلیم کی حاجت نہین تو جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہی اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہی تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ یہان تسلیم کی حاجت ہی اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہی وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہی صلح ایک وارث سے اُسکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہی قسمت ترکے کی وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہوا تو ورثہ ترکے کے مالک نہین جو اسمین صلح یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہی الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت مین صلح اور قسمت باطل نہین جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط برات ذمۂ میت م تقیید برات مین شارح مصنف کا تابع ہوگیا ہی اور زیلعی مین تو عدم رجوع فی الترکۃ پر اشتراط کا مدار ہی کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوائے ترکے کے یعنے وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالح ولا یقسم قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہین کہ صلح کی جائے اخراج وارث پر یا قسمت کیجائے دین ادا کرنیسے پہلے اُس ترکے مین جسکو دین محیط نہین م اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہی طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہی ولو فعل الصلح والقسمۃ صح لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف لکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایہ لئلا یحتاجوا الی النقض القسمۃ بحر اور اگر صلح اور قسمت کیجائے ترکہ مذکورہ مین قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہی اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہے تو وارثون کا ضرر ہی تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر استحسان متعلق ہی صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہی استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہ ہی کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکے کا ہر جز مشغول بدین ہی بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجو عدا من الورثۃ فحصتہ تقسم بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا ازراہ صلح کے تو اُسکا حصہ باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو اُنھون نے وارث خارج کو دیا بقیۂ ورثہ کے خاص مال سے ہو میراث کے سوا وان کان المعطی مما ورثوہ فعلی قدر میراثہم یقسم بینہم اور اگر دیا ہو امال اُسمین سے ہو جسکو اُنھون نے میراث مین پایا تو بقدر انکی میراث کے

انمین خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقیدہ الخصاف بکونہ عن انکار فلو عن اقرار فعلی السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید لگائی ہے یعنے جبکہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہ تفصیل ہی تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو قسمت برابر ہی مطلقاً خواہ ترکے سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہ صلح ہبہ کے مانند ہی تو گویا وارثون نے اُسکو خرید کیا اور تساوی ظاہر نہین مگر جبکہ ان مدفوع ورثہ مین برابر ہو فتامل کذا فی الطحطاوی وصلح احدہم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہے یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صک التخارج ان فی الترکۃ دین ام لا فالصک صحیح وکذا لو لم یذکرہ فی الفتوی فیفتی بالصحۃ ویحمل علی وجود شرائطہا مجمع الفتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکے مین دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہی اور اسیطرح اگر یہ مذکور نہو فتوی مین یعنی استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور عدم ذکر وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنی مفتی پر اسکی بحث و تجسس واجب نہین کذا فی الطحطاوی والموصی لہ بمبلغ من الترکۃ کوارث فیما قدمناہ من مسئلۃ التخارج اور جس کو جنبی کے واسطے کسی قدر ترکے سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہی ان احکامون مین جنکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین تخارج کے مسئلے سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہی اُسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہی صالحوا الورثۃ احدہم وخرج من بینہم ثم ظہر للمیت دین اوعین لم یعلموا بہا ہل یکون ذلک واخلافی الصلح المذکور قولان اشہرہما لا بل بین الکل والقولان حکاہما فی الخانیۃ مقدما لعدم الدخول وقد ذکرنی اول فتاواہ انہ یقدم ما ہو الاشہر فکان ہو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیۃ انہ الاصح ولا یبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہی بلکہ وہ دین اور عین سب وارثون مین مشترک ہی اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہی عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضی خان نے اپنے فتاوی کے اول مین ذکر یہ کیا ہی کہ جو قول مشہور تر ہی وہی مقدم ہی تو عدم دخول ہی معتمد ٹھہرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین یہ ہے کہ البتہ وہی صحیح تر قول ہی اور صلح مذکور باطل نہوگی وفی الوہبانیۃ شعر وفی مال طفل یا شہود فلم یخبر ۞ ویا مدعی خصم ولا تیسور ۞ اور وہبانیہ مین ہی اور صلح طفل کے اُس مال مین جو گواہون سے ثابت ہی جائز نہین اور صلح جائز نہین اسمین جس کا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی گواہون سے روشن کرے اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت ہو تو صلح جائز ہی اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق نہین مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہی نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہی کذا فی الطحطاوی ۞ وصح علی ابراء من کل عائب ۞ اور صحیح ہی صلح ابرا ہر عیب سے ہم یعنی مشتری اگر براءت عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہی طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہی تو اس طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہی کیونکہ یہ اسقاط حق ہی ۞ ولو زال العیب عنہ صالح یہدر ۞ اور اگر عیب مبیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہی ہم یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسی طرح ہر عیب زائل کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی ۞ ومن قال ان تحلف فبرأ فلم یحلف ۞ اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہین یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ ابراء کی تعلیق شرط صحیح پر جائز نہین چنانچہ مذکور ہوچکا تو اگر مدعی گواہ لاویگا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجائیگی اسواسطے کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہین اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی ۞ ولو مدع کالا جنبی بصور ۞

ل الظاہر ان یقال فالصلح باطل تنقیح ۱۲ منہ

ل ان علی رجم اللہ تعالی ۱۰ منہ

Marfat.com

اگرچہ مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہی اور مدعی و مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہین صورت مذکورہ مین م مدعی کی قسم کی یہ صورت ہی کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کرین کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہی تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہی کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھپر ہی تو صلح باطل ہی اور مال لازم نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحکیم الغفور

کتاب المضاربۃ

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہی عقد مضاربت کے احکام مین ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہی ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہی زمین پر پھرنیسے م اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہی نفع حاصل کرنے کیواسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہین اسواسطے کہ قرض بمعنی قطع ہی اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہی کذا فی المنح وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعًا مضاربت شرکت فی المنفعۃ کا عقد ہی جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے م مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ اُنسے تجارت کرے اور نفع مین دونون شریک ہین اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع مین مضاربت کہتے ہین اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہی ورکنہا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہی م ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ مین نے یہ مال تجکو بطریق مضاربہ یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہو اُسمین سے تیرا اتنا حصہ یا یون کہے یہ مال لے آدھون آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ مین نے قبول کیا یا جس لفظ مین یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اُسکا اثر مترتب چند نوع ہی لیکن باعتبار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت امانت رکھنا ہی شروع مین م مضاربت ابتدا مین ایداع اسواسطے ہی کہ قبض کرنا مال کا ہی باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ ووثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہی بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہی بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ملاک مال سے مضارب پر تاوان نہین ومن حیل الضمان ان یقرضہ المال لادرہما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والربح بینہما ثم یعمل المستقرض فقط فان ہلک فالقرض علیہ اور ہلاک راس المال مین مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہی کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایکدرم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اُس باقی درم سے اور اُس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونون تجارت کا کام کرین اور نفع دونونمین برابر ہو پھر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا م شرکت عنان کو اسواسطے خاص کیا کہ اسمین نفع بقدر مال کے لازم نہین اور دونونکا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہوجائیگی اور مفسد اشتراط عمل واحد ہی نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی نرہی بلکہ راس المال مین شرکت ہوگئی وتوکیل مع العمل للتصرف بامرہ اور مضاربت توکیل ہی عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے م پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال کو بھی ہوگا کذا فی الدرر وشرکۃ ان ربح اور مضاربت شرکت ہی اگر فائدہ حاصل ہوا سواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونون اُسمین شریک ہونگے وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہی اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اُسکو جائز بھی رکھے بسبب ہوجانے مضارب کے غاصب مخالفت سے م مخالفت کی یہ صورت ہی کہ مضارب نے وہ چیز خریدی اونبیچی جس سے رب المال نے منع کردیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال مین تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

بلا زیادۃ

ان فسدت فلارب للمضارب حینئذ بال لہ اجر مثل عملہ مطلقا بح اولا لا یزاد علی المشروط خلافا لمحمد والثلثۃ اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہی اگر عقد مضاربت فاسد ہوجاے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اُسکے واسطے اُسکی محنت کی مزدوری ہی ہرطرح تجارت مین نفع حاصل ہو یا نہو زیادہ ندی جاے مزدوری شروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ رح کے ہم اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہی کہ اُسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ کشرطہ لنفسہ عشرۃ دراہم فلا شی لہ فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فہو استثنا من اجر عملہ مضاربت فاسدہ مین اجرت عمل ہی مگر اُس وصی مین جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درم کا شرط کرلینا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کریگا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہی اجرت عمل سے ہم یہان محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہی یا عدم زیادت علی المشروط سے ہرچند مصنف نے دفع ایہام کردیا تھا اپنے قول فلا شی سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہدیا والفاسدۃ لا ضمان فیہا ایضا کصحیحۃ لانہ امین اور مضاربت فاسدہ مین بھی ہلاکت مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین اسواسطے کہ مضارب امین ہی اور امین ضمین نہین ہوتا ودفع المال الی آخر مع شرط الربح کلہ للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کیواسطے بضاعت ہی یعنی یہ عقد مضاربت نہین بلکہ عقد بضاعت ہی تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہین کیا ودفع مع شرطہ للعامل قرض لقلۃ ضررہ اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہے بواسطۂ قلت ضرر قرض ہم یعنے اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونون مین یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والے نہ صاحب مال تو یہ مضاربت نہین ہی قرض ہی اسواسطیکہ عامل کل منفعت کا مستحق نہین ہوسکتا مگر جبکہ راس المال کا مالک ہو اور ملک متصور نہین مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ مین مالک کا سراسر نقصان ہی اسواسطیکہ ہبہ قاطع حق ہی عین اور اُسکے بدل دونون سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین مین قاطع حق ہی نہ اُسکے عوض مین تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹھہرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی مختصرا تصرف وشرطہا امور سبعۃ اور صحت مضاربت کی سات شرطین ہین اشرط راس المال کا منجملہ اثمان کے ہونا ۲ اُسکا معلوم ۳ راس المال کا عین ہونا نہ دین ۴ مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین بمقدار ۶ مالک اور مضارب کا حصہ سونا چاندی ۱۲ معلوم ہونا مضارب کا حصہ منفعت سے ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکۃ شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب الشرکۃ مین ہم تو مضاربت صحیح نہین مگر اُس مال سے کہ شرکت صحیح ہوتی ہے اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہی فائدہ حاصل ہونیکے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہی یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا غیر مسکوک اور فلوس رائجہ کذا فی الدرر وہو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنی اس طرح کہ عاقدین عقد مضاربت کرین مقدار معین راس المال پر مثلاً ہزار یا دو ہزار پر وکفت فیہ الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونے مین اشارہ کرنا کفایت کرتا ہی ہم صورت اشارہ یہ ہی کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درم دیے اور اُنکی مقدار معلوم نہین اُسکو تو جائز ہی کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفتہ للمضارب بیمینہ والبینۃ للمالک اور درصورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف مین مضارب کا قول معتبر ہی اُسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کیواسطے ہی واما المضاربۃ بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکرہ اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہین اور اگر تیسرے شخص پر ہو جائز ہی اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبد الئیۃ تم بعہ وضارب بثمنہ ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لئے ایک غلام اُدھار خرید کر پھر اُسکو بیچ اور اُسکے ثمن سے مضاربت کر سو اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہی ہم اسواسطے کہ

لہ یعنے نفع باعتبار ہونے مضاربت کے ہوگا اور دونون کا نہین ہوسکتا ورنہ ہوجائیگا بانیا ان مالک ۱۲

Marfat.com

مضاربت غلام کی طرف مضاف نہین جو جائز نہو بلکہ اُسکے ثمن کیطرف مضاف ہی اور ثمن سے مضاربت صحیح ہی کذا فی الدُرر اور یہ حیلہ ہی جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو مضاف کرے کقولہ لغاصب او مستودع او مستبضع اعمل بما فی یدک مضاربۃ بالنصف جاز مجتبیٰ چنانچہ یون کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا تیرے پاس ہی بطریق مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر تو جائز ہے کذا فی المجتبیٰ ۱۲ مستبضع وہ جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت[1] کے طحطاوی نے کہا مضاربت اُس صورت مین جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا مال ہو جسمین مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وکون راس المال عینا لا دینا کما بسطہ فی الدُرر اور شرط صحت ہی ہونا راس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہی نہ دین ہونا چنانچہ اُسکو دُررمین واضح بیان کیا ہی ہم دُررمین ہے عین ہونا شرط ہی نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہی شروع مین اور جسپر دین ہی اُسکا امین ہونا متصور نہین تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین مین جو تیرے ذمے ہی بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہین بلکہ مراد معین ہونا ہی مسلما الی المضارب لیمکنہ التصرف دران حالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اسکو تصرف اُسکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہی اور وہ ممکن نہین بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال بامر مضارب راس المال سے خرید فروخت کرے تو نفع مین دونون شریک ہونگے بموجب شرط کے اسواسطیکہ استعانت ہی عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال عین عقد مین کہ وہ مفسد ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الشرکۃ لان العمل فیہا من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ اُسمین دونون جانب سے عمل ہی وکون الربح بینہما شائعا فاو عین قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہی ہونا منفعت کا مابین دونون کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرلے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت شائع مثلاً دونون مین نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ ایسمین منفعت کی شارکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ سو درہم یا نصف منفعت کے ساتھ دس درہم زیادہ تو یہ قاطع ہی شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نہی تو مضاربت باقی نہی وکون نصیب کل منہما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت ہی ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا معلوم ہو نہ مجہول صورت مجہول یہ ہی کہ مثلاً مالک کہے مضارب سے کہ تجکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہی معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی نفع کیواسطے تو اُسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطہا کون نصیب المضارب من الربح حتی لو شرط لہ من راس المال او منہ ومن الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے ہی ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کیواسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونون سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہی اسواسطے کہ ان دونون شرطون کو عقد مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدہا والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالیہ مین ہی جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع مین وہ شرط مفسد مضاربت ہی اور نہین تو شرط باطل ہو جاتی ہی اور عقد صحیح ہوتا ہی بقیاس وکالت کے یعنے جس طرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہین ہوتی ہم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کیواسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہین از انجملہ یہ ہی کہ مضارب پر خسران یعنی تلفا شرط کیا جاے یا دونون پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی المضارب فسادہا فالقول لرب المال وبعکسہ فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہی اور اسکے بالعکس یعنے اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہی الاصل ان القول لمدعی الصحۃ فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک ثلث الربح الا عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فیہ فسادہا لانہ منکر زیادۃ یدعیہا

[1] یعنی کل نفع کا مالک ہو ۱۲ منہ ۔ یعنی جو تو نفع مین ایک تہائی کو دیا جاے گا اور ایک تہائی کو صورت مجہول نفع کی ہی ۱۲ منہ

Marfat.com

المضارب خانیہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ عقود مین مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہی مگر جبکہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہی سو لے دس درم کے اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہی تو صاحب مال کا قول مقبول ہی اگرچہ صاحب مال کے قول مین فساد مضاربت ہی مقبول اسواسطے ہی کہ صاحب مال اُس زیادت کا منکر ہی جسکا مضارب دعوی کرتا ہی کذا فی الخانیہ ومافی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ مین ہی اُسمین اشتباہ ہی سو اُسکو سمجھ لے ہم اشباہ کی عبارت یہ ہی القول قول مدعی الصحۃ الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادۃ عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہی مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہی تو مضارب کا قول مقبول ہی انتہی الترجمہ مصنف نے اپنی شرح مین اور محمد صالح بن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہی اسواسطیکہ مضارب اس صورت مین مدعی صحت عقد ہی یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہی صاحب اشباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اُسنے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدے سے خارج ہی اور حالانکہ اسمین داخل ہی نہ خارج کذا فی الطحطاوی ویملک المضارب فی المطلقۃ التی لم تقید بمکان اوزمان اونوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیئۃ متعارفۃ اور مضارب مالک ہی مضاربت مطلقہ یعنی اُس مضاربت مین جسمین بمکان تجارت یا زمان یا نوع تجارت کی قید نہین بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیع کرے یا مدت متعارفہ کیساتھ اور ہمارے یہ مراد نہین کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اُسکے ہاتھ مین امانت نہ باقی رہے مدت مین متعارفہ کی قید سو اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنیکا مالک ہی اور خرید فروخت کیواسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنیکا مالک ہی والسفر برا وبحرا اونوع لہ المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہی سفر کرنیکا خشکی اور تری مین یعنی زمین اور دریا مین اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر مین نہ مسافرت مین بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہی امام سے کہ اگر اپنے شہر مین مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اُسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہی قول ظاہر کی دلیل یہ ہی کہ مضاربت مشتق ہی ضرب فی الارض سے تو بمقتضاے لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہی والابضاع ای دفع المال بضاعۃ اور مالک ہی ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہونا ولو لرب المال لا تفسد بہ المضاربۃ کما یجی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اُسکو اختیار ہی اور اس دینے سے مضاربت فاسد نہین ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا ویملک الایداع والرہن والارتہان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجر ضابیضارلیزرعہا اولغیرہا جاز ظہیریۃ اور مضارب مالک ہی کسی کے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے کا تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا اُسمین کھیت کرے یا درخت لگائے تو جائز ہی کذا فی الظہیریۃ والاحتیال لے قبول الحوالۃ بالثمن مطلقا علی الایسر والاعسر لان کل ذالک من صنیع التجار اور مالک ہی احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنیکا مطلقا کشادہ دست اور تنگدست پر اسواسطیکہ وہ سب امور مذکور یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگروں کے دستور العمل سے ہی لا یملک المضاربۃ والشرکۃ والخلط بمال نفسہ الا باذن او اعمل برایک لان الشئ لا یتضمن مثلہ مضارب مالک نہین مضاربت کا یعنی دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہین دیسکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اُس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانیکا مگر صاحب مال کے اذن یا اُسکے یون کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے مالک نہین کہ شئی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہی ہم عدم تضمن مماثل عدم ملک مضاربت کی علت ہی وہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یون کہتا لان الشئ لا یتضمن مثلہ والاعلی منہ تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہی مضاربت سے خلط مال اُس صورت مین جائز نہین جبکہ اُس شہر مین رائج نہو اور اگر رائج ہو تو مضارب پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی ولا الاقراض والاستدانۃ وان قیل لہ ذلک ای اعمل برایک لانہا لیس من صنیع التجار فلم یدخل فی التعمیم فالم یخص المالک علیہما فیملکہما اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور اُدھار لینے کا اگرچہ قول کہو

Marfat.com

مذکور اُس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ وہ دونون تجار کے دستور العمل سے نہین ہین تو وہ تعمیم قول مذکور مین داخل نہونگی جبتک مالک ان دونون پر تصریح نہ کرے پھر تصریح کے بعد اُنکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ بکو قرض دینے اور اُدھار لینے مین اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین دُرر مین ہے استدانت ممنوعہ یہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ ترثمن پر خرید کرے

وان استدان کانت شرکۃ وجوہ حینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بالہ وقد قیل لہ ذلک فہو متطوع لانہ یملک الاستدانۃ بہذہ المقالۃ اور اگر مضارب اُدھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور اُسوقت مین تو اگر مضارب نے مال سے کپڑا خرید کیا اور اُسکو پانی سے دھولایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لادا اپنے مال سے اور حالانکہ اُس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے اجرا نہین لے سکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے اُدھار کرنیکا مالک نہین ہم سراجیہ مین ہے صورت استدانت یہ ہے کہ دراہم اور دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کرچکنے کے راس المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خرید کی درم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درم یا دینار باقی نہین تو اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور بدائع مین ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہین اسی طرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت جائز نہین تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خرید کیے پھر اُنکی باربرداری یا قصوب یا پیچیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اُسکے پاس مال مضاربت سے کچھ باقی نہین رہا تو استیجار سے مضاربت پر اُدھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب عاقد لنفسہ متبرع ہے کذا فی الطحطاوی انما قال بالماء لانہ لو قصر بالنشار فحکمہ کصبغ اور مصنف نے کپڑے کے قصوب مین فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھولاویگا تو اُسکا حکم کپڑا رنگنیکے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بمازاد الصبغ ودخل فی العمل برائک کالخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ لگادیگا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اسقدر مین جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم مین کہ عمل کر اپنی صوابدید کے موافق خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب کے واسطے اُسکے رنگ کی قیمت کا حصہ بشرط اُسکے بکنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضارب کے مال مین ہم مثلاً سفید تھان خرید ہوا پانچ روپے کو راس المال سے اور اب اُسکا ثمن بمقابلہ رنگ کے سات روپے ہوگیا اور رنگین کرنیسے آٹھ روپے کو بکا تو مضارب سہین دو روپے لیگا اور صاحب مال ایکروپیہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونون مین نصف نصف ہوگیا اور ایکروپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت مین پایا ولو لم یقل اعمل برائک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یون نہ کہا کہ عمل کر بموجب اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نرہا مضارب کے پاس تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحطاوی انما قال احمر لما مر ان السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی العمل برائک بخلاف اور مصنف نے سرخ رنگ کا سواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان مین داخل ہے امامؒ کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول مین کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر مذکور ہوچکا کہ یہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانے مین سیاہ رنگ نقصان مین داخل نہین سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تعمیم قول مین اور رنگون کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا التجاوز بلدا وسلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ بقبل التقیید المفید ولو بعد العقد لم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما یجی اور مضارب مالک نہین تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قماش یا وقت یا اُس شخص کا جسکو مالک نے معین کردیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جبتک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت نہین ہوگیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہین تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا مخالف امور مذکورہ مین اسواسطے جائز نہوگا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہین مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جسطرح اُسنے تفویض کی اور تخصیص مذکور خالی فائدے سے نہین اسواسطے کہ سودا گری باعتبار اختلاف امکنہ اور اشیاء اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قیدنا بالمقید لان

۱؎ یعنی مضاربت اس صورت مین شرکت ہوجاتی ہے کہ مضارب نے کپڑے کو رنگ دیا ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ رنگ کپڑے کا عین نہین ہے بلکہ صفت ہے یعنی خوبی اور اسکا ثمن بمقابلہ رنگ کے نصف نصف ہے اور ایکروپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت مین پایا ہے اور یہ ایکروپیہ مضارب کا نفع ہے اور صاحب مال کا نفع ایک روپیہ ہے اور یہ دونون نفع مشترک ہیں اور یہ شرکت مضاربت کی وجہ سے ہے

Marfat.com

غیر المفید لا یعتبر اصلا کنہیہ عن بیع الحال قید لگائی ہمنے تقیید مفید کی اسواسطے کہ تخصیص غیر مفید ہرگز معتبر نہین چنانچہ منع کردینا صاحب مال کا بیع حال یعنی بیع معجل سے
واما المفید فی الجملۃ کسوق من مصر فان صح بالنہی صح والا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص سو اگر نہی کی صاحب مال نے
تصریح کردی ہو تو تقیید صحیح ہی اور نہین تو صحیح نہین ہم شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہین کہ شہر باوجود بتباین اطراف کے بقعہ واحدہ کے مانند ہی لیکن اگر
نہی صحح ہو اسطرح کہ تجارت کر فلانے بازار مین اور نہ تجارت کرنا اُسکے سوا اور بازار مین تو اب تقیید صحیح ہوگی کذا فی الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ
وکان ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکلکر دوسرے شہر مین خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مول لی
یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل مین تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا بمخالفت کرنیسے اور وہ خرید بمخالف
امر مالک مضارب کی ہوگی یعنی تو اُسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اُسنے غیر کے مال پر بدون اُسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم
یتصرف فیہ حتی عاد للوفاق عادت المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضاربت مین تصرف نہ کیا یہانتک کہ پھر آیا شہر معین مین تو مضاربت پھر صحیح ہوجائیگی ہم یہ متعلق ہی
تعین شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کردیا اور مضارب اس شہر سے نکلا تو مضاربت سے مال خارج ہوگیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اُسی شہر مین پھر آیا تو ضمان زائل
ہوگیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اُسکے ہاتھ مین قائم ہی عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبارا للجزء بالکل اور اسطرح
عود مضاربت کا حکم ہی اگر مضارب نے بعض مال مضاربت مین عود کیا جزء کو کل کے ساتھ قیاس کرکے ہم یعنی اگر بعض مال کو غیر معین مین صرف کیا اور بعض کو معین مین رد
کیا تو بھی مضاربت باقی ہی ولا یملک تزویج قن من مالہا اور مضارب مالک نہین نکاح کردینے اُس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من یعتق علی رب المال
بقرابۃ او یمین اور مضارب مالک نہین اُس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہوجاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت یا قسم کے ہم قسم کی یہ صورت ہی کہ صاحب مال نے
کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر مین اُسکا مالک ہون تو وہ آزاد ہی بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المقیدۃ للوکالۃ کاشتری عبدا
بیعا او استخدمہ او جاریۃ اطاہا برخلاف خرید کرنے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اُس مملوک کے خرید کرنیکا اختیار رکھتا ہی جو موکل پر آزاد ہوجائے جبکہ قرینہ مخصصہ کالت
نہو چنانچہ یون کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر کہ جسکو مین بیچون یا اُس سے خدمت لون یا جاریہ خرید کر جس سے مین قربت کرون ہم تو بیع اور استخدام
اور وطی جاریہ قرینہ ہی کہ وکیل کو ایسے غلام یا لونڈی کا خرید کرنا چاہیے کہ موکل پر آزاد ہوجاوے ولا من یعتق علیہ ای المضارب فان کان فی المال ربح
ہو ہنا ان تکون قیمتہ ہذا العبد اکثر من کل راس المال کما بسطہ العینی فلیحفظ اور مضارب اُس غلام کے خرید کرنیکا مالک نہین جو مضارب پر آزاد ہوجاوے
بسبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربت مین نفع ہو نفع سے یہان مراد وہ نفع ہی کہ اُس غلام کی قیمت اکثر ہو راس المال سے چنانچہ اُسکو شرح بیان کیا ہی عینی نے تو
اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ اسکی بیع امام کے نزدیک جائز
نہین یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہ ہی کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال مین نفع ہو یا نہو
اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب کی ملک اُس غلام مین ظاہر نہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہریگا راس المال سے تو اگر راس المال اول
ہزار تھا پھر دس ہزار ہوگیا بعد اُسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضارب پر آزاد ہوجاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہی تو اب سر آزاد نہوگا انتہی مختصرا کذا فی الطحطاوی فان
فعل شراء من یعتق علی احدہما وقع الشراء لنفسہ سو اگر مضارب نے اس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب واقع ہوئی خرید مضارب کی ذات کیواسطے نہ مضاربت
کیواسطے ہم اور مضارب تاوان دے دونون صورتونمین پہلی صورت مین جمیع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت مین بقدر حصہ مضارب کے اُسپر سے ثمن ساقط
ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کما ذکرنا صح للمضاربۃ اور اگر وہ نفع نہو جسکو ہمنے عینی سے بیان کیا تو مضاربت کیواسطے خرید صحیح ہوگی ہم یہ متعلق
ہی اس صورت کے ساتھ جبکہ مضارب اُسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہوجاوے کذا فی الحلبی فان ظہر الربح بزیادۃ قیمتہ بعد الشراء عتق حظہ ولم یضمن نصیب

Marfat.com

المالک لعتقہ لا بصنعہ وسعی العبد المعتق فی قیمتہ نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانیسے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصہ مین بسبب آزاد ہوجانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام ادائے قیمت مین بقدر حصہ رب المال کے م غلام اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند الملک[1] آزاد ہوگیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہوجانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشتری الشریک من یعتق علی شریکہ او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد اذ لا نظر فیہ للصغیر اور اگر ایک شریک اُس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہوجاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہوجاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمین منفعت صغیر کی کچھ رعایت نہین م عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک مین وہ علت ہے جو مضارب مین مذکور ہوچکی یعنی عدم حصول نفع شریک و الماذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین و الا لا خلافا لہما زیلعی اور عبد ماذون نے جبکہ اُس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہوجاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولی پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہو اور نہین تو آزاد نہوگا برخلاف صاحبین کے کذا فی الزیلعی م زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اُسکی گردن اور کسب کو محیط ہے یا نہین تو امام کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا فصارت قیمتہ ای الولد وحدہ کما ذکرنا الفا ونصفہ ای خمسمائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح المذکور فعتق مضارب ہے جسکے پاس ہزار درم ہین نصفا نصف منفعت پر اسنے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی یعنی بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار درم کے برابر ہے پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کیحالت مین پھر قیمت اُسکی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو ولد مذکور اب آزاد ہوگا م پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اُسکا فرزند ٹھہریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک مین مضارب کی صنعت کو دخل نہین اور ضمان لازم نہین ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصرا وسعی لرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کیواسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو درم مین سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اُسکو آزاد کردے م ہزار راس المال کی بابت سے اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ مین ٹھہرے ولرب المال بعد قبضہ الفہ من الولد تضمین المدعی لو معسرا لانہ ضمان تملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونیکا یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے مالداری اور مفلسی مین بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی مین م قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہوجاوے اسواسطے کہ لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت مین داخل ہوگئی تو اب اسمین مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی مین کھل گئی کذا فی الطحطاوی ویحمل علی انہا تزوجہا ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب اسپر محمول ہوگئی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کرلیا باذن بائع پھر اسکو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے م یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زناکار نہ ٹھہرے ولو صارت قیمتہا الفا ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو موسرا فلو معسرا فلا سعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی تمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہوجائیگی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہین اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہین کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے م یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اُسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہین پائے اور تضمین مضارب مین مالداری کی قید بحر الرائق مین واقع ہوئی ہے لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ

[1] عند الملک الخ صحیح یون چاہیے کہ وہ ملک کیوقت مضارب کی حرکت سے آزاد نہین ہوا بلکہ الخ ۱۲ ع

Marfat.com

اُسپر ہے کہ ام ولد پر سعایت نہین پھر حق مالک کے ضائع ہونیکی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جبتک مالک کو راس المال نہ ملجائے تب تک ولد رقیق ہے واللہ تعالے اعلم کذا فی الحلبی

باب المضارب الذی یضارب

یہ باب ہے اُس مضارب کے احکام مین جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دے بطریق مضاربت کے لما قدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جبکہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کرچکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا **ضارب المضارب آخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع مالم یعمل الثانی** یعنی مضارب ثانی اولا علی الظاہر لان الدفع ایداع وہو یملکہ فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جبتک مضارب ثانی عمل تجارت نکرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت ایسمین شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہے تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر **الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب لاول وللاول الربح المشروط** مگر جبکہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہین اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کیواسطے اُجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو ایسمین اور مالک مین مشروط ہے ہم درصورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا **فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد** پھر اگر مال ضائع ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اُس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہین نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے **وکذا الضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب** فقط اور اسی طرح اول اور ثانی پر ضمان نہین اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے **ولو استہلکہ الثانی اووہبہ فالضمان علیہ خاصۃ** اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کردیا یا ہبہ کردیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کر کے **فان عمل حتی ضمن خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب لاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح لا یضمن لیس لہ ذلک** بحر پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اُسکو جائز نہین کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب ٹھہر گیا اور مالک کو مغصوب کیجانے رہنے کے بعد اختیار نہین مگر تضمین بدل مین نہ نفع لینے مین غاصب سے کذا فی الطحطاوی **فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول ما رزق اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف عملا بشرطہ وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث** المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جس قدر اللہ تعالی فائدہ دے وہ ہم تم مین نصفا نصف ہے تو مالک کیواسطے نصف نفع ہے بموجب اسکی شرط کے اور مضارب اول کیواسطے ششمی حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کیواسطے ثلث مشروط ہے **ولو قیل ما رزقک اللہ بکاف الخطاب والمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان** باعتبار الکاف فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کہ جو تجھکو اللہ تعالی روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسی طرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو اللہ تعالی منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیان مضارب اول اور مالک مین نصفا نصف ہین باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا **لم** مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اُسکو ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہے سو اسکو نفع نہین ملا سوائے دو تہائیون کے تو دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی ملا **ومثلہ ما ربحت من شیئ وما کان لک فیہ من ربح** ونحو ذلک اور سال سابق کے مانند ہے یون کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز مین تجکو نفع ہو اور مانند اس کے

Marfat.com

چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھپر خدا فضل و کرم کرے یا جو تجکو بڑھوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہی اور باقی اول اور مالک مین نصفا نصف ہی وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقی بین المالک الاول ورا اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کمتر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول مین آدھون آدھ ہوگا ولو قال لہ ما ربحت بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی النصف واستویا فیما بقی لانہ لم یرج سواہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہی اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہی اور مالک اور مضارب اول باقی مین برابر ہین اسواسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہین پایا ولو قیل ما رزق اللہ فلی نصفہ او ما کان من فضل اللہ فبیننا نصفان فدفع بالنصف فلمالک النصف وللثانی کذلک ولا شئ للاول لجعلہ مال للثانی اور اگر مضارب اول سے یون کہا گیا کہ جو تجکو اللہ تعالی روزی دے تو اُسکا نصف میرا ہی یا جو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہی سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہی اور اسی طرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہی اور مضارب اول کو کچھ نہین بسبب اُسکے کر دینے کے اپنے حصے کو ثانی کیواسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اُسنے مضارب ثانی کیواسطے مقرر کر دیا ولو شرط الاول للثانی ثلثیہ والمسئلۃ بحالہا فمن الاول للثانی سدسا بالتسمیۃ لانہ التزم سلامۃ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیان شرط کین اور باقی مسئلہ بحال خود ہی تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے معین کر دینے کے سبب سے اسواسطے کہ اُسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہم توضیح مسئلہ یہ ہی کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجکو نفع ملے وہ مجھ مین اور تجھ مین نصفا نصف ہی سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیان منفعت کی تیری ہین تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصہ کے کم ہی دو ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑے گا اسواسطے کہ ثانی کیواسطے ثلثین کا ملین کی شرط ہو گئی ہی وان شرط المضارب للمالک ثلثہ وشرط بعدہ للمالک ثلثہ وقولہ علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید وشرط لنفسہ ثلثہ صح وصار کانہ اشترط للمولی ثلثی الربح کذا فی عامۃ الکتب وفی نسخ المتن والشرح ہنا خلط فاحتینہ اور اگر مضارب نے مالک کیواسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کیواسطے تہائی اُسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہی اور قید نہین مسئلے کی یعنی اشتراط اور عدم اشتراط حکم مین برابر ہین اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہی اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولی کیواسطے دو تہائیان شرط کین اسی طرح یہ مسئلہ صحیح ہی اکثر کتب فقہ مین اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح مین یہان خلط واقع ہوا ہی سو اس سے جنناب کنجیرام متن کے ایک نسخہ مین یون دیکھا ولو شرط للثانی ثلثیہ ولبعد المالک ثلثہ علی ان یعمل معہ ولنفسہ ثلثہ صح انتہی حالانکہ یہ فاسد ہی کہ چار تہائیان مجتمع نہین ہوتی ہین اور مسئلے مین مضارب ثانی کا وجود بھی نہین اور شرح کی عبارت یہ ہی علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید بل یصح الشرط ویکون لیسیدہ وان لم یشرط لا یجوز انتہی حق یہ ہی کہ لا یجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہین کذا فی الطحطاوی ولو عقدہا المأذون مع اجنبی وشرط المأذون عمل مولاہ لم یصح ان لم یکن المأذون علیہ دین لانہ کاشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کیساتھ اور ماذون نے اپنے مولی کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہین اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ اسمین عمل کرنا شرط ہی مالک پر وہ الا صح لانہ حینئذ لا یملک کسبہ واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لانہ منع التخلیۃ فیمنع الصحۃ اور اگر ویسا نہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہی اسواسطے کہ اسوقت مین مولی اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہین اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہی اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہی تو مانع ہوگا صحت عقد کا یعنی مضاربت مین عمل مضارب ضرور ہی اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہین اور یہی علت ہی مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ مین وکذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاہ کما لو ضارب مولاہ اور اسی طرح

اوپر اگر کہا ہو کہ اول مضاربت ثانی کی بر کیا نہایان اور مالک خلاصہ یہ ایک تہائی نفع کی اس شرط کے ساتھ کہ ایک تہائی نفع کی تیری ہو گی اور قید کا کام کرے عادت کے طور پر اور قید لگانا نہین بلکہ اگر مالک نے اس شرط کی تہائی نفع کی تو صحیح ہی ۱۲

Marfat.com

مانع صحت عقد سے عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اُسنے اپنے مولی کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہی چنانچہ صحیح ہی اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولی کے ساتھ وجہ صحت یہ ہی کہ مکاتب اپنے مکسوبات مین احرار کے مانند ہی پھر اگر عاجز ہو جاوے بدل صلح کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو شرط بعض الربح للمساکین او للحج او فی الرقاب او لامرأۃ المضارب او مکاتبہ صح العقد و لم یصح الشرط ویکون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجون کیواسطے یا حج کیواسطے یا گردنون کو چھڑانے کیواسطے یا مضارب کی عورت کیواسطے یا اُسے مکاتب کیواسطے تو عقد صحیح ہی اور شرط صحیح نہین اور نفع مشروط صاحب مال کا ہی نہ مساکین وغیرہم کیواسطے ہم زوجہ مضارب یا مکاتب کیواسطے اشتراط نفع اُس صورت مین غیر صحیح ہی جبکہ اُنکا عمل شرط نہو اور اگر اُنکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہی اور مشروط انہین کیواسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہوگئے عمل شرط کرنیسے اور درصورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہوگی بلکہ ہبہ موعودہ ہی جسکا کرنا لازم نہین اور یہی حکم ہی اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب مین فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہی کذا فی الطحطاوی ملخصًا ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء ہ لنفسہ او لرب المال صح الشرط والا بان شاء لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اُس شخص کے لیے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کیواسطے چاہے تو شرط صحیح ہی اور اگر اپنے مالک کیواسطے چاہے اسطرح پر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہین یعنی اسواسطے کہ اُسکا عمل شرط نہین کیا و متی شرط البعض لاجنبی ان شرط علیہ عملہ صح الشرط والا لا اور جبکہ بعض منفعت اجنبی کیواسطے شرط ہوئی تو اگر اُسپر عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہی نہین تو شرط صحیح نہین یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لکن فی القہستانی انہ یصح مطلقا والمشروط لاجنبی ان شرط عملہ والا فللمالک ایضا وعزاہ للذخیرۃ خلافا للبرجندی وغیرہ فتنبہ مین کہتا ہون لیکن قہستانی مین ہی کہ عقد مضاربت صحیح ہی مطلقًا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اُسکا عمل مشروط ہوا اور اگر اُسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہی اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرہ کیطرف نسبت کیا ہی برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو ہم جب یہ ثابت ہو چکا اول کہ عقد مضاربت ہر صورت صحیح ہی اور نفع اجنبی کیواسطے بشرط اُسکے عمل کے صحیح ہی تو اس استدراک کی کیا وجہ ہی اور برجندی کا کلام غلام مین ہی نہ اجنبی تین چنانچہ شارح کی منتقی سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض لقضاء دین المضارب او دین المالک جاز ویکون للمشروط لہ قضاء دینہ ولا یلزم بدفعہ لغرماء البحر اور اگر بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنے کیواسطے شرط ہوا تو جائز ہی اور مشروط کو اپنے دین کا ادا کرنا اُس نفع سے جائز ہی اور ہر ایک مضارب اور مالک پر لازم نہ کیا جائیگا نفع مذکور کا اُسکے دین والون کو دینا کذا فی البحر وتبطل المضاربۃ بموت احدہما لکونہا وکالۃ اور باطل ہو جاتی ہی مضاربت مالک یا مضارب کی موت سے بسبب ہونے مضاربت کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہو جاتی ہی مؤکل یا وکیل کی موت سے وکذا بالقتل وبجریطر اُعلی احدہما او بجنون احدہما مطبقا قہستانی اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہی ایک کے قتل ہو جانیسے اور ایک کے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایکے جنون مطبق ہونیسے کذا فی القہستانی ہم بالغ ممنوع التصرف ہو جاتا ہی جنون سے یا سفاہت سے یا عبد ذون کے حجر سے ہر چند جنون منع تصرف مین داخل تھا لیکن شارح نے پھر اُسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اسمین اطباق کی قید لگاوے وفی البزازیۃ مات المضارب والمال عروض بأعیانہا وصیہ اور بزازیہ مین ہی کہ مضارب مر گیا اور مال عروض اور قماش ہی یعنی اسباب ہی نقد نہین تو اسکو مضارب کا وصی بیع کرے ہم اور قول اصح یہ ہی کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونون کو بیع مین اختیار ہی اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو فقط مالک مختار ہی یا حاکم مضارب کیطرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کیساتھ بیع مین دخل کرے پھر جب مال نقد ہو جاوے تو مالک اپنا راس المال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اُسکے دائن لین کذا فی الطحطاوی وفی لو مات رب المال والمال نقد بطل فی حق التصرف ولو عرضًا بطل فی حق المسافرۃ لا التصرف فلہ بیعہ بعرض ونقد اور اگر صاحب مال مر گیا اور مال نقد ہی تو مضاربت باطل ہی حق تصرف مین یعنی مضارب اب اس مال سے بیع اور شرا نہین کر سکتا اور اگر مال عرض ہی نہ نقد تو مضاربت باطل ہی حق مسافرت مین یعنی مضارب اس اسباب کو سفر مین نہین لیجا سکتا تو اُسکو وطن مین اسکا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہی اور اگر مضارب کسی شہر مین گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہان خرید کی پھر صاحب مال مر گیا اور اُسکو خبر نہین موت کی پھر وہ دوسرے شہر مین مال لیگیا تو

مضارب کا خرچ اسکے ذاتی مال مین محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال مین اور اگر مال تلف ہوگا راہ مین تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی **وبالحکم بلحوق المالک**
مرتدا اور مضاربت باطل ہی لحوق مالک مرتد کے حکم ہوجانیسے یعنی اگر مالک مرتد ہوکر دارالحرب مین جاملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوئی اسواسطے
کہ لحوق دارالحرب موت کے مانند ہی ولہذا اُسکا مال وارثون مین بٹ جاتا ہی اور اُسکے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہوجاتی ہی کذا فی الزیلعی **فان عاد ملجوقہ مسلما**
فالمضاربۃ علی حالہا حکم بلحاق ام لاعنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دارالحرب مسلمان ہوکر دارالاسلام مین پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہی اسکے لحوق کا حکم ہوگیا
ہو یا نہوا ہو کذا فی العنایۃ **بخلاف الوکیل** لانہ لاحق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہین . بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور
اُسکے لحوق کا حکم ہوگیا تو وکالت باطل ہوجاتی ہی اور موکل کے پھر مسلمان ہوکر دارالاسلام کے آنیسے وکالت عود نہین کرتی ولو ارتد **المضارب فہی علی حالہا**
اور اگر مضارب مرتد ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہی **ہم** امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہین اسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک
نہین مضاربت کے مال مین لہذا مضاربت بحال رہتی ہی **فان مات او قتل او لحق بدارالحرب وحکم بلحاقہ بطلت** وما تصرف نافذ وعہدتہ علی المالک عند الامام ثم
پھر اگر مضارب مرتد ہوگیا یا مقتول ہوا یا دارالحرب مین جاملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اُسنے تصرف کیا وہ نافذ ہی نہ موقوف اور
اُسکی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہی امام کے نزدیک کذا فی البحر **ولو ارتد المالک فقط** ای ولم یلحق **فتصرفہ ای المضارب موقوف** اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط یعنی
اور دارالحرب مین نہین جاملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہی **م** یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہی مضاربت کے جمیع احکام مین وردۃ المراۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد
ہونا عورت کا غیر مؤثر ہی بطلان مضاربت مین **م** خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجائے یا دارالحرب مین ملحق ہوجاے اور اسکے لحاق کا حکم ہوا سواسطے
کہ اُسکا ارتداد اُسکے املاک مین مؤثر نہین تو اسی طرح اُسکے تصرف مین مؤثر نہین کذا فی المنح عن الجوہرۃ **وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بہ بخبر رجلین مطلقا**
او فضولی عدل اور سول ممیز اور مضارب معزول ہوجاتا ہی مالک کے معزول کرنیسے اسواسطے کہ وہ وکیل ہی بشرطیکہ مضارب معزول ہونے کو جانے دو مردونکی خبر سے
مطلقا خواہ وہ عادل ہون یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا پیامی ممیز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل **و** اگر مضارب اپنے عزل کو نجانے تو معزول نہوگا
فان علم بالعزل ولو حکما کموت المالک ولو حکما **والمال عروض** ہو مہنا ما کان خلاف جنس راس المال فالدراہم والدنانیر جنسان **بعہا ولو نسیئۃ وان**
نہاہ عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہوجانیکہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک مع الحکم باللحاق یا
اُسکا مجنون ہونا بجنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہی عروض سے مراد یہان وہ ہی جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر مین دو جنسین ہین
تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع اُدھار ہو اور اگرچہ مالک نے اُسکو اُدھار بیچنے سے منع کردیا ہو **م** جب یہان عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو
عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہی تو اگر راس المال دراہم ہون اور مضارب نے دنانیر خریدے ہون تو اُسکو بیچ کر دراہم کرنا ہوگا اور اسی طرح بالعکس دُرین ہر
کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا اسواسطے کہ اُسکا حق ہی نفع مین اور نفع ظاہر نہین ہوسکتا بدون نقد کے تو حق بیع اُسکو ثابت ہوگا
تا کہ نفع ظاہر ہوجائے **ثم لا یتصرف فی ثمنہا** ولانی نقد من جنس راس المال پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن مین اور نہ اُس نقد مین جو ہمجنس راس المال کے اور
کی ہو و یبدل خلافہ بہ استحسانا لوجوبہ وجنسہ ولیظہر الربح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روے استحسان کے بسبب وجوب ہمجنس راس المال کے اور
تا کہ نفع ظاہر ہو قیاس یہ ہی کہ اگر دراہم ہون تو دنانیر سے نہ بدلے وکذا عکسہ اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہین باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان مین یہ مبادلہ صحیح ہی
اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہی کہ مثل راس المال کو پھیرے اور یہ بلا مبادلہ نہین ہوسکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلے کا یہ ہی کہ نفع ظاہر ہو تا مالک اور مضارب
دونون اپنے حق مشروط کو پاوین **ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ** بل والتخصیص الاذن لانہ عزل من وجہ نہایہ اور مالک کو اختیار نہین فسخ مضاربت کا اس
حالتین یعنی جبکہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہین اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک اعتبار سے عزل ہی کذا فی النہایہ **بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ ومالہا**

Marfat.com

امتنع صح بخلاف احد الشریکین حیکہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہی افترقا وفی المال دیون وربح یجبر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدائی ہوگئی مالک اور مضارب مین اور مضاربت کے مال مین دیون اور نفع ہی تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے پر اسواسطیکہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہوگا م دیون کی وجہ یہ ہی کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہین کیا مضارب عامل باجرۃ اسواسطے ٹھہرا کہ وہ اس صورت مین اجیر کے مانند ہی اور نفع اجرت کے مانند ہی تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر وہ اُسی شہر مین ہو اور اگر دوسرے شہر مین ہو تو خرچ مضاربت کے مال مین ہوگا کذا فی الطحطاوی والاربح لا جبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال مین نفع نہو تو مضارب پر تقاضاے دیون مین جبر نہین اسواسطیکہ مضارب اسوقت مین متبرع اور محسن ہی اور محسن پر زبردستی نہین ویومر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضاے دیون پر متعین او رمقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہی یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہین ہوتے مگر عاقد کیطرف تو مالک مطالبۂ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب ویومران بالتوکیل والاسوقت مین جبکہ متبرع پر جبر علی الاقتضا نہین تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہی دونون کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی کذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہی تقاضاے دین مین اور اسی طرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونون اجرت پر کام کرتے ہین م سمسار بکسر اول وہ ہی جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگون کے جمع ہون تا وہ اجرت لیکر بیچدے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل باجرۃ ہی اور یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہی عادت کے موافق کذا فی الدرر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا استوجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کیواسطے اسپر اجرت ٹھہرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہین بسبب اسکے نہ قادر ہونیکے بیع اور شرا پر اور حیلہ اُسکے جائز ہونیکا یہ ہی کہ اسکو مزدوری پر لگادے اور نوکر رکھ لے خدمت کیواسطے مدت معین تک اور اُس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی م عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوئی کہ خرید فروخت تمام نہین ہوسکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہین اُسکی تسلیم پر اور حیلۂ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہی منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہی بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہی اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ مین کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ متبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کیطرف پھیرا جاتا ہی اسواسطیکہ نفع تابع ہی راس المال کا اور راس المال اصل ہی فان نما او ہلک علی الربح لم یضمن ولو فاسدۃ ومن عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہو اسواسطے کہ مضارب امین ہی یعنی امین ضمین نہین ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن للمالک اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہوجاے تو دونون قسم نفع پھیر دینگے مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونون مین مشروط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہین تم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم عقد اہا فہلک المال لم ترادا او بقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضارب پھر مصنف رح نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتھ مین ہی پھر دونون نے مضاربہ منعقد کیا پھر مال ہلاک ہوگیا تو دونون نفع سابق کو نہ پھیر دینگے اور مضاربۃ ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہی اور یہ حیلہ نافعہ ہی مضارب کے واسطے م یعنی اگر مضارب طے کرے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرلے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد نہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ مین سو اتفاقی ہی کذا فی الطحطاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہی مسائل متفرقہ مضاربت مین المضاربۃ لا تفسد بدفع

Marfat.com

کل المال او بعضہ تقیید الہدایۃ بالبعض اتفاقی عنایہ **الی المالک** بضاعۃ لا مضاربۃ لما مر مضاربت فاسد نہین ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تقیید دفع بعض مال کی اتفاقی ہی کذا فی العنایۃ م بضاعت سے یہان استعانت مراد ہی اسواسطے کہ ابضاع حقیقی یہان متحقق نہین کیونکہ بضاعت حقیقی مین سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہی اور یہان ایسا نہین اور اگر مضارب مالک کو بطریق مضاربت کے دیگا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولی وجہ بطلان یہ ہی کہ شئی اپنے مانند کو متضمن نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی **وان اخذہ** ای المالک المال **بغیر امر المضارب وباع واشتری بطلت ان کان راس المال نقدا لانہ** عامل لنفسہ اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لے لیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگئی اگر راس المال نقد ہوا سواسطیکہ مالک اپنی ذات کیواسطے عامل ہوا م مبسوط مین خلاصہ سے یہ ہی کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اس طرح پر کہ صاحب مال اُسکے منع کرنے پر مالک نہین تو صاحب مال اُس تصرف مین مضارب کا معین ٹھہریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہی تو صاحب مال اس تصرف مین عامل لنفسہ ہی مگر یہ تصرف باذن مضارب ہو تو اسوقت مین معین ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی **وان صار عرضا لا لان النقض الصریح حینئذ لا یعمل فہذا** اولی عنایہ اور اگر مال مضاربت عرض ہوگیا تو مضاربت باطل نہوگی تصرف مذکور سے اسواسطے کہ اسوقت مین مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت مین عمل نہین کرتا تو یہ نقض غیر صریح بطریق اولی عمل نہ کریگا کذا فی العنایۃ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہی اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا **واذا سافر ولو یوما فطعامہ وشرابہ وکسوتہ ورکوبہ** بفتح الراء ما یرکب ولو بکراء **وکل ما یحتاجہ عادۃ** ای فی عادۃ التجار بالمعروف **فی مالہا** اور جبکہ مضارب نے سفر کیا یعنی تجارت کیواسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اُسکا کھانا اور پینا اور لباس اور سواری اگرچہ بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت مین دستور کے موافق مضاربت کے مال مین ہی شارح نے کہا رکوب بالفتح عبارت ہی اُس سے جسپر سواری کیجائے م سفر سے یہان تین دن کا سفر شرعی مراد نہین بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر مین نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا امور محتاج الیہا جیسے کپڑون کی دھولائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی طویل الشعر میلے کچیلے کپڑے والا مفلسون مین شمار کیا جاتا ہی تو خرید فروخت کا معاملہ اُس سے کمتر ہوگا دستور کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر فضول خرچی کریگا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آویگا مصارف مذکورہ مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوے کہ اُسنے اپنی ذات کو تجارت مین مصروف کیا اور کہین کے آنے جانیسے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اُسکا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہی بعلت احتباس کے لو صحیحۃ لا فاسدۃ لانہ اجیر فلا نفقۃ لہ کمستبضع ووکیل وشریک کافی وفی الاخیر خلاف نفقہ مضارب کا سفر مین مضاربت کے مال مین ہی اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کے مانند ہی تو اُس کا نفقہ نہین مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر مین اختلاف ہی م کافی مین شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ مین وجوب مصرح ہی اور ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ عدم وجوب معتمد ہی اسواسطے کہ اُسنے نقل کیا ہی کہ وجوب نفقہ محمدؒ سے مروی ہی کذا فی الطحطاوی **وان عمل فی المصر** سواء ولد فیہ او اتخذہ دارا **فنفقتہ فی مالہ** کدوائہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر مین کام کیا خواہ اس شہر مین مضارب پیدا ہوا ہو یا وہان رہ پڑا ہو گھر بنا کر تو اسکا خرچ اسکے مال مین ہی چنانچہ اُسکی دوا علاج کا خرچ اُسکے مال مین ہی بنا بر ظاہر مذہب م علاج کا خرچ مال مضاربت مین نہ سفر مین نہ حضر مین اسواسطے کہ مرض عارضی امر ہی گاہے ہوتا ہی اور گاہے نہین مبسوط مین ہی کہ حجامت یعنی پچھنے اور سینگی اور سرمہ علاج مین داخل ہی اما اذا نوی الاقامۃ بمصر ولم یتخذہ دارا فلہ النفقۃ ابن ملک **ما لم یاخذ مالا لانہ لم یحتبس بمالہا** اور جبکہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اسکو وطن نہین قرار دیا تو اسکا نفقہ ہی مضاربت کے مال مین کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اُسنے مال نہین لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محتبس نہین ہوا م شہر مذکور مین نفقہ اُسوقت تک ہی جب تک اُسکو وہان مال نہ دیا گیا ہو اور اُسنے اُس شہر سے سفر نہ کیا ہو مبسوط مین ہی اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک اور مضارب کوفہ مین ہین اور کوفہ مضارب کا وطن نہین تو مضارب اپنی ذات پر مال

Marfat.com

مضاربت سے صرف نکرے اسواسطے کہ اُسکی اقامت کرنی مضاربت کے سبب سے نہین تو مستوجب نفقہ نہین جبتک وہان سے باہر نجاوے سو اگر کوفے سے نکلا اور اپنے وطن مین
گیا اور پھر کوفے مین تجارت کیواسطے آیا تو اب کوفہ مین مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اسکا کوفے مین رہنا مستعار تھا سو وہان سے سفر کرجانیسے وطن مستعار بھی
دور ہوگیا انتہی مختصرا اور یہ جو شارح نے کہا کہ اُسکا نفقہ ہے جبتک اسنے مال نہین لیا اس سے نکلتا ہے کہ جب مال لیگا اور کوفے مین رہیگا تو اُسکو نفقہ نہ ملیگا اور حالانکہ ایسا
نہین ہے اور شاید کہ شارح یہ سمجھتا ہے منح الغفار کی اس عبارت سے (فلو اخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ لہ انتہی) اور مقصود اس عبارت سے وہی ہے جو
مبسوط سے ہمنے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو سافر بمالہ ومالہا او خلط باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم رد ما بقی بجمع ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب
اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لے گیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملایا مالک کے اذن سے یا دو مردون کے دو مال لے گیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر
سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اُسکو پھیر دے اور جسقدر زیادہ صرف کیا ہو دستور سے اُسکا تاوان دے م خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہوگیا مالک کا
اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہین کرتا بقول راجح اس اعتراض کو مین نے بعض حواشی مین دیکھا ہے کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک ولو ہلک لم یرجع
علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرلے مضاربت کے مال مین تو یہ اسکو جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہوگیا تو اُس صرف کو
مالک سے نہین لے سکتا **ویاخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ**
یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اتنا نفع سے لے جتنا مضارب خرچ کرچکا ہے راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال پورا کرلیا
نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بانٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹھہرایا جاتا ہے اور راس المال
ہالک نفع کیطرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا **وان لم یظہر ربح فلا شیء علیہ** ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر کچھ نہین یعنی راس المال کے کم ہوجانیسے
اُسپر تاوان نہین **وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوہ مما اعتید ضمہ ویقول**
البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو اُسکو حساب کرلے جو اُسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف باربرداری کے اور دلال اور دھوبی اور
رنگریز کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکے ملالینے کی سوداگرون مین عادت ہے اور بائع یون کہے کہ یہ چیز مجکو اتنے مین پڑی ہے یعنی اسقدر کی خرید نہ بتاوے
تاکہ دروغ نہو **وکذا یضم الی راس المال ما یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہو الاصل** نہایہ اور اسی طرح ملائی جاوے
راس المال کیطرف وہ چیز جو راس المال مین موجب ہو زیادتی کی حقیقۃً یا حکماً یا اُسکے ملانیکی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال
کیساتھ ملانیکا کذا فی النہایۃ م زیادت کی حقیقی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا **لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ** نہ ملاوے
راس المال کیساتھ بیع المرابحۃ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے م کتاب المرابحۃ مین مذکور ہوچکا کہ ملانے مین عادت تجار کا
اعتبار ہے تو اگر مصارف مضارب کے ملانیکی عادت ہو تو ملاوے اور نہین تو نہین **مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا باعہ بالفین وشری بہما عبدا فضاعا فی یدہ**
قبل نقدہما لبائع العبد غرم المضارب نصف الربع ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خرید کیے اور اُنکو دو ہزار
درم سے بیچا اور انھین دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دونون ہزار مضارب کے ہاتھ مین تلف ہوگئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا
تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے م جبکہ مال ایکہزار سے دو ہزار ہوگیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایکہزار کا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو
مضارب کو اسمین سے پانچسو پہونچے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہوگیا دونون مین تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیان مالک کی ہوئین پھر جب دو ہزار
تلف ہوگئے قبل ادائے ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اُسکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانسو اور تین چوتھائیان مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار **ویصیر**
ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ لہما اور چوتھائی غلام کا مملوک مضارب کا خارج ہوجائیگا مضاربت کے

لہ پس اگر مال کوفے مین لیا حالانکہ وہ اہل بصرہ سے ہے اور کوفے مین مسافرانہ آگیا تو اسکو نفقہ نہین ملیگا ۱۲

لہما

Marfat.com

مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہی اور مضاربت کا مال امانت ہی اور تاوان اور امانت مین تنافی یعنی ضد ہی اور باقی تین چوتھائیان مال مضاربت کی ہین ہم خلاصہ یہ ہی کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت مین داخل نرہا کیونکہ مضاربت مین تاوان نہین ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت مین داخل ہی بسبب عدم تنافی کذا فی الدرر **وراس المال جمیع ما دفع الی المالک وھو الفان وخمسمائۃ** اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دیے یعنے ثمن غلام کے تاوان مین کذا فی شرح الوقایۃ **ولکن یرابح المضارب فی بیع العبد علی الفین** فقط لانہ شراہ بہما ولیکن غلام کی بیع مین مضارب فقط دو ہی ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اُسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہم یعنی یون نکہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو بسبب ہلاک ہوجانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ **ولو بیع العبد بضعفہما بار بعۃ آلاف حصتہا ثلثۃ آلاف** لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ مین اگر غلام دو ہزار کے دوچند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار ہی اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایکہزار مضارب کا حصہ ہی **والربح منہما نصف لالف منہما** لان راس المال الفان وخمسمائۃ اور منجملہ تین ہزار کے پانسو نفعت کے مالک اور مضارب مین تقسیم ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہم یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکل گئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع ٹھہرا سو دونون مین بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا **ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ** رابح بنصفہ وکذا علی العکس لانہ کیا یہ من علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اُسکی بیع بطور مرابحہ پانسو سے کرے اور اسی طرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہی مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نہ کرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہی جیسی بیع اجنبی سے اسواسطے کہ وہ اُسکا وکیل ہی تو ہرچند بیع مذکور جائز ہی لیکن اُسکا شبہہ ہی علم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہی تو اتہام کو اعتبار کرنا چاہیئے کذا فی الدرر وشرح الوقایہ **ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطاء فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب** علی قدر ملکہما اور اگر مضاربت کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہی سو اُس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدائے غلام کی تین چوتھائیان مالک پر ہین اور چوتھائی اسکی مضارب پر ہی دونون کے ملک کے بموجب ہم یہ اُس صورت مین ہی جبکہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیائے مقتول کو قبول نہ کرین اور خون بہا دینا قبول کرین مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہی تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانسو اور وہ چہارم ہی دو ہزار کا **والعبد یخدم المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی** کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہوجانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت مین بتاین ہی چنانچہ مذکور ہوچکا ہم وجہ خروج یہ ہی کہ حکم قاضی بانقسام فدا متضمن ہی انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہوجاتی ہی قسمت سے کذا فی صدر الشریعۃ **ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح** جنبذ اور اگر مالک غلام کا ڈیڈالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اسکو جائز ہی بسبب توہم منفعت کے اسوقت مین ہم اس علت کا محل وہ ہی جسمین غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہان تو دو ہزار قیمت ہی تو یہان نفع ظاہر ہی ؛ موہوم کذا فی الخلاصی مختصرا وتمامہ فیہ **اشتری بالفہا عبدا وہلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ** امین **بل دفع المالک للمضارب لفا اخری ثم وثم** ای کلما ہلک دفع اخری الی الخیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایکہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اُسکا تلف ہوگیا قبل اداکرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ امین ہی اور امین ضمین نہین ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دے پھر اور دے پھر اور دے یعنی جتنی بار ثمن تلف ہوجائے اور ہزار دیا جائے بلاحد معین **وراس المال جمیع ما دفع** اور راس المال کل مال مدفوع ہی ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہی اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار راس المال ہی تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جبتک تمام راس المال مالک کو نہ پہونچیگا لیکن بیع مرابحہ نہوگی مگر فقط ہزار پر چنانچہ گزرا بخلاف الوکیل لان یدہ تانیۃ یدہ الاستیفاء لا الامانۃ بخلاف

لہ لیکن نفع یعنی جو نفع ہوا ہم ہے ۱۲ امیر علی رح

Marfat.com

وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہی ہے قبضہ امانت کا مم حاصل مقام یہ ہی کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خرید کے پھر ثمن ہلاک ہوگیا تو رجوع نہین یعنی مالک سے دوبارہ نہین لے سکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اُسکو ثمن دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہی اسواسطے کہ مدفوع قبل شرا امانت ہی اُسکے ہاتھ مین تو بعد ہلاک امانت ایک بار رجوع ہی پھر رجوع نہین تو شارح کا قول اُس صورت پر محمول ہی جبکہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شرا کے دینے مین تو اصلا رجوع نہین تلف ہونیکے بعد کذا فی الطحطاوی معہ الفان فقال للمالک دفعت الی الفاو ربحت الفاو قال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض فقابض امینا او ضمینا کما لو انکرہ اصلا مضارب کے پاس دو ہزار ہین سو اسنے مالک سے کہا کہ تو نے مجکو ہزار دیے اور مین نے نفع مین ایکہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ مین نے تجکو دو ہزار دیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض مین قابض کا قول مقبول ہی خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اُسکے ساتھ یعنی راس المال کے اختلاف کیساتھ نفع کی بھی مقدار مین اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہی فقط منفعت کی مقدار مین اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہی مالک کی جہت سے یعنے اُسکے معین کردینے سے نفع معین ہوتا ہی نصف یا ثلث اور وہ منکر ہی زیادت کا تو اُسی کا قول مقبول ہوگا مم مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہی کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے مین نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال مین مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ مالک کا والیما اقام بینۃ تقبل اور مالک اور مضارب مین سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاما ہا فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی رب المال کی ہی زیادت راس المال کے دعوی مین اور مضارب کی گواہی مقبول ہی زیادت نفع کے دعوی مین یعنی اسواسطے کہ بینۃ اثبات زیادت کیواسطے ہی قید الاختلاف بکونہ فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلذا قال مع الف فقال ہی مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک بل بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کے اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت مین ہوگا تو وہان مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہین سو اسنے کہا کہ وہ میرے پاس نصفا نصف مضاربت کے طور پر ہین اور مضارب نے ہزار منفعت مین حاصل کیے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہین بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہی مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک ینکرہ اور اسی طرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہین یا ودیعت ہین یا مضاربت ہین تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہی اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہی اور مالک تملیک کا منکر ہی ہم جب اسنے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھہریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت مین اسکا انکار ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر بجاے مضارب واضع یدکہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت مین مالک اور واضع ید دونون عدم مضاربت پر متفق ہین واما لو ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہی اسواسطے کہ منکر ہی تاوان کا اور دونون مین سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہوگا ہم دعوی مضاربت مین ضمان کا انکار ہی اسواسطے کہ بارہا مذکور ہوچکا کہ مضارب امین ہی ضمین نہین اور مالک مدعی ضمان ہی اور قول تو منکر کا قول ہی وان اقاما بینۃ فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ انمین زیادہ تر اثبات ہی ہم زیادت اثبات کی وجہ یہ ہی کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہی واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف مین تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا

Marfat.com

دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہی بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کوم اطلاق کی یہ صورت ہی کہ مضارب کہے مالک سے کہ تونے مجکو تری اور خشکی دونون سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعوی کرے اسطرح کہ مینے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت مین عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہی کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہی اور اُسکے مناسب عموم اور اطلاق ہی نہ خصوص فلو ادعی کل نوعا فالقول للمالک والبینۃ للمضارب فیقیمہا علی صحۃ تصرفہ ولیزمہ نفی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہی اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اُسکو نفی تاوان لازم ہی ہم یہ جواب ہی اُس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہی تقریر سوال یہ ہی کہ گواہ تو اثبات کیواسطے ہوتے ہین نفی کیواسطے عنایہ مین جواب اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہین بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہی اور جب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اُسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقت البینات قضی بالمتاخرۃ والا فبینۃ المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہین تو بینہ مالک کہ م بینہ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہی اور عدم توقیت کے تحت مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اصلا وقت بیان نہو دوسرے یہ کہ فقط ایک گواہ وقت بیان کرین فروع مسائل ملحقہ شارح کے دفع الوصی الی الصغیر الی نفسہ مضاربۃ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا یجعل الوصی لنفسہ من الربح اکثر مما یجعل لاجنبی تمامہ فی شرح الوہبانیۃ وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہی اور طرسوسی نے اس جواز مین یہ قید لگائی ہی کہ وصی اپنے واسطے اُس سے زیادہ تر نفع نہ ٹھہراوے جو اپنے ہمسرون کیواسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیۃ کی شرح مین ہی وفیہا مات المضارب ولم یوجد مال المضاربۃ فیما خلف عادوینافی ترکتہ اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہین گیا اُس مال مین جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہریگا اسکے متروکہ مین م اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اُسپر دین ثابت ہوگا اُسکے متروکہ مین اسواسطے کہ وہ تجہیل یعنی بیان نہ کردینے سے مستہلک ٹھہرا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوی کرین یا کہین کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کرچکا ہی تو انکی تصدیق نہوگی کذا فی الطحطاوی اور پورا بیان اُسکا کتاب الودیعۃ مین آویگا وفی الاختیار دفع المضارب شیئا للعاشر لیکف عنہ ضمن لانہ لیس من امور التجارۃ لکن صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانہما یقصدان الاصلاح وسیجئ آخر الودیعۃ اور اختیار مین ہی کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو یعنی پرٹ والے کو تاوہ اُس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اس طرح کا دینا تجارت کے امور سے نہین ہی لیکن مجمع الفتاوی مین عدم تاوان مصرح ہی ہمارے زمانے مین صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسی طرح وصی پر ضمان نہین اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہین اور عنقریب آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر مین وفیہ لو ترکی بالہا متاعا فقال انا امسکہ حتی اجد ربحا کثیرا او اراد المالک بیعہ فان فی المال ربحا اجبر علی بیعہ لعلمہ باجرکما مر الا ان یقول للمالک اعطیک راس المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ اگر مضارب نے مضاربۃ کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ مین اُسکو رکھ چھوڑون گا یہان تک کہ نفع کثیر پاؤن گا اور مالک نے اُسکے بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال مین منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اسکی بیع پر اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اُجرت معلوم اور متیقن ہی چنانچہ مذکور ہوچکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ مین تجکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دون گا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اُسکے قبول کرنے پر وفی البزازیۃ دفع الیہ الفا نصفہا بضاعۃ ونصفہا مضاربۃ فہلکت یضمن حصۃ البضاعۃ انتہی اور بزازیہ مین ہی کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف ہوگئے ہزار درم تو مضارب پر حصہ ہبہ کا تاوان لازم آوے گا انتہی کلام البزازیہ م حصہ مضاربت کی ہلاکی مین اسواسطے تاوان نہین کہ وہ امانت ہی اور حصہ ہبہ مین اسواسطے تاوان ہی کہ ہبہ فاسد ہی اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہی محتمل القسمۃ مین تو موہوب لہ اُسکا مالک نہ ٹھہرا تو اُسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا فی المضاربۃ

Marfat.com

لانہا امانۃ ولا فی الہبۃ لانہا فاسدۃ وہی تملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کما سیجیٔ فلا ضمان فیہا وبہ یضعف قول الوہبانیۃ شعر واودعہ عشرا علی ان خمسۃ ٭ لہ ہبۃ فاستہلک الخمس بخسر ٭ مین کہتا ہون قول مفتی بہ یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ مین مطلقاً تاوان نہین نہ مضاربت مین اسواسطے کہ وہ امانت ہے اور نہ ہبہ مین اسواسطے کہ ہبہ فاسد ہے اور وہ مملوک ہوجاتی ہے قبض کرلینے سے بنابر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان آویگا کتاب الہبہ مین تو ہبہ فاسدہ مین تاوان نہین اور موجب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہے وہبانیہ کا یہ قول اور ودیعت رکھے ایک شخص کے پاس دس درم اس طرح پر کہ پانچ اُنمین سے ہبہ ہین سو اُسنے پانچ تلف کرڈالے تو تاوان دے م شرنبلالی نے کہا صورت اُسکی یہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیے اور کہا اُنمین سے پانچ تجکو ہبہ ہین اور پانچ تیرے پاس ودیعت ہین سو قابض نے اُنمین سے پانچ تلف کرڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہوگئے تو قابض ساڑھے سات درم تاوان دے اسواسطے کہ خمسہ موہوبہ مضمون ہین قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ مین اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درم اُسنے تلف کرڈالے اُنمین سے نصف ہبہ ہین اور نصف امانت اور یہ مسئلہ مبنی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الایداع

یہ کتاب ہے ودیعت رکھنے کے مسائل مین لاخفاء فی اشتراکہ مع ماقبلہ فی الحکم وہو الامانۃ پوشیدگی نہین ایداع کے مشترک ہونے مین اُسکے ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم مین یعنی امانت ہونے مین ایداع اور مضاربت مشترک ہین دونون لہذا مضاربت کے بعد مصنف ایداع کو لایا ہو لغۃ من الودع ای الترک ایداع لغت مین ودع بمعنی ترک کے ہے م ایداع لغت مین عبارت ہے تسلیط غیر سے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد ہے مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع ہے بکسر دال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح دال اور منتقی مین ہے کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہے اور خیانت باعث شقاوت کونین حدیث مین وارد ہے کہ امانت داری مالداری کو کھینچ لاتی ہے اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہے روایت ہے کہ جب زلیخا محتاج اور اندھی ہوگئی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم مین تو ایک روز راہ مین کھڑی ہوکر پکاری کہ ای بادشاہ میری بات سُن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہوگئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجاے ملوک کردیا اور خیانت نے ملوک کو بجاے مملوک کردیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہے لوگون نے کہا زلیخا ہے حضرت نے ازراہ ترحم اُس سے نکاح کرلیا کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وشرعاً تسلیط الغیر علی حفظ مالہ صریحا او دلالۃ کان انفتق زق رجل فاخذہ رجل بغیبۃ مالکہ ثم ترکہ ضمن لانہ بہذا الاخذ التزم حفظہ دلالۃ بحر اور اصطلاح شرع مین ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہے اپنے مال کی حفاظت پر صریحا تسلیط ہو یا دلالۃ چنانچہ ایک مرد کی مشک پھٹ گئی سو دوسرے مرد نے اُسکے مالک کی غیبت مین اُسکو لے لیا پھر اُسکو چھوڑ دیا تو اُسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اُسنے اُسکی حفاظت لازم پکڑلی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر م اس صورت مین تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہ ہے کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہے اور اُسکی حفاظت پر مددگاری کو پسند کرتا ہے تو گویا مالک نے اُسکو نگہبانی کا امر کردیا منح الغفار مین ہے محیط سے اور اگر وہ مرد مشک نہ لیگا اور اُسکے قریب نہ جائیگا تو اُسپر تاوان نہین اور اگر مالک موجود ہوگا تو بھی دونون صورتون مین تاوان نہین یعنی اخذ اور عدم اخذ مین والودیعۃ ماتترک عند الامین اور ودیعت وہ چیز ہے جو امین کے پاس چھوڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کیواسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت مین حفاظت اور انتفاع دونون ہین کذا فی البرجندی وہی اخص من الامانۃ کما حققہ المصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیعت خاص تر ہے امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہے م وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہ ہے کہ امانت اُسکا نام ہے جو غیر مضمون ہو یعنی اُسکا تاوان لازم نہو تو یہ شامل ہے اُن سب صورتونکو جنمین ضمان نہین ہے چنانچہ عاریت اور اجارہ کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کیواسطے موصی لہ کے پاس ہو وغیر ذلک اور ودیعت وہ ہے جو ایجاب اور قبول سے حفاظت کیواسطے رکھی جاوے تو دونون مین تغائر ہوا عموم امانت اور خصوص ودیعت کا عموم اور خصوص کی وجہ یہی ہے کہ ودیعت وہ شئی ہے جو امانت ہو اُسکے مالک کی استحفاظ سے غیر کے پاس قصداً اور امانت گاہی بلاقصد بھی ہوتی ہے اور ودیعت عقد سے ہوتی ہے اور امانت عام ہے تو امانت منفرد ہے اس صورت مین کہ ہوا نے کپڑا اُڑا کر ایک آدمی کی گود مین ڈالدیا اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ اعادہ الی الوفاق سے ضمان لازم نہین ہوتا برخلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی ورکنہا الایجاب صریحا کاودعتک او کنایۃ کقولہ لرجل اعطنی الف درہم او اعطنی ہذا

کہ اسمین بعض اوقات وفاق مفقود ہوتا ہے ۱۲

لہ جسکو امانت بھی بولتے ہین یعنی اپنا مال غیر کے پاس رکھدینا ۱۲

لہ صواب یہ تھا کہ مترجم اول یون کہتا کہ اُسکو بند کرلیا ۱۲

لہ یعنی یہان امانت پائی جاتی ہے ودیعت نہین ۱۲

لہ رجوع کرنا موافقت پر یعنی مثلاً مالک نے کہا کہ میرا مال اس کوٹھری مین رکھنا اور اُسنے دوسری مین رکھا تو اب اگر جائیگا کو ضمان دینا پڑیگا اور اگر اُسی کوٹھری مین پھر رکھدیا جہان مالک نے بتایا تھا تو ضمان نہوگا ۱۲

Marfat.com

الثوب مثلاً فقال اعطیتک کان ودیعۃ بحر لان الاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنی وہو متیقن فصار کنایۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحاً ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ
مین نے تیرے پاس رکھی خواہ کنایۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجکو ہزار درم دے یا یہ کپڑا مثلاً مجکو دے سو اسنے کہا کہ مین نے تجکو دیے تو یہ ودیعت ہے
کذا فی البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونونکا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کمتر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کنایہ ٹھہرا ایجاب ودیعت کا م کنایہ سے یہان یہ مراد نہین
کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کیطرف بلکہ یہان کنایہ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شئی اور غیر شئی دونونکا احتمال رکھے چنانچہ کنایہ طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلا کما لو وضع ثوبہ بین یدی
رجل ولم یقل شیئا فہو ایداع یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھدیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے م خلاصہ مین
ہے کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھدی پھر وہ لوگ اُسکو پڑھکر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا درصورت تلف ہوجانیکے اور ایک ایک آدمی اُٹھا تو پچھلے شخص پر
تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کیواسطے متعین ہوگیا تو ضمان کیواسطے بھی مخصوص ہوگیا انتہی تو یہ ایجاب اور قبول دونون فعلی ٹھہرے **والقبول من المودع صریحا**
کقبلت اور رکن ودیعت کرنا ہے مودع کیجانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت کو قبول کیا **او دلالۃ** کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالۃ کوضع ثیابہ
فی حمام بمرای من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطہا فقال ہناک کان ایداعا خانیہ یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ رہا اُسکے رکھنے کیوقت تو یہ
قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام مین کپڑون کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافرخانے کے مالک اور مہتمم
سے کہ کہان اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھون سو اُسنے کہا وہان تو یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ م اس صورت مین ایجاب اور قبول دونون دلالۃً ہین وہذا فی حق وجوب الحفظ
واما فی حق الامانۃ فتتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال للغاصب اودعتک المغصوب بری عن الضمان وان لم تقبل اختیار اور یہ یعنی ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت کے
حق مین ہے اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب پر تمامی ہوجاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے
بری ہوگیا اگرچہ غاصب اُسکو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار م حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور دونونکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی
وشرطہا کون المال قابلا لاثبات الید علیہ فلو اودع الآبق او الطیر فی الہواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہے ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام
گریختہ کو یا پرندے کو ہوا مین ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہوگا یعنی اسواسطے کہ یہ ایداع صحیح نہین اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا **وکون المودع مکلفا**
شرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیا فاستہلکہا لم یضمن ولو عبدا محجورا ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہ شرط ہے اُسپر نگہبانی واجب ہونیکی
تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اُسنے وہ چیز تلف کرڈالی تو اُسپر تاوان نہین اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اُسپر تاوان آویگا اُسکے
آزاد ہونیکے بعد یعنی بشرط اُسکے بالغ ہونیکے **وہی امانۃ** ہذا حکمہا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولہا اور ودیعت امانت ہے یہ حکم ہے ودیعت کا
ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے اداے ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے م اداے ودیعت عند الطلب
واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اُسوقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ دُر المنتقی مین ہے **فلا تضمن بالہلاک الا اذا**
کانت الودیعۃ باجر اشباہ معزیا للزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اُسکے تلف ہوجانے سے تاوان نہین مگر جبکہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ
اشباہ مین ہے زیلعی سے منقول م زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اسکی یون بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحطاوی
مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا ہلک معہا شئے او لا بحدیث الدارقطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہین خواہ ہلاکی سے
بچاؤ ممکن ہو یا نہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر خائن پر تاوان نہین **واشترط**
الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعۃ اور تاوان کا شرط کرلینا امانت دار پر چنانچہ حمامے اور
مسافرخانے والے پر باطل ہے اسی کا فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ **وللمودع حفظہا بنفسہ وعیالہ کمالہ** اور ودیعت قبول کرنے والے کو

لہ یعنی وجوب حفظ اور وجوب اداء طلب کے وقت اور مستحب ہونا قبول ودیعت کا بھی اسکے احکام ہین ۱۲

Marfat.com

جائز ہی حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کیطرح وہم من یسکن معہ حقیقۃ او حکما لامن یمونہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ لوگ ہین جو اُسکے ساتھ رہتے ہون حقیقۃً یا حکماً نہ وہ لوگ اُسکے عیال ہین جنکو وہ نفقہ دیتا ہوم یعنے عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اُسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اُسکے رہتا ہی تو اُسپر تاوان لازم نہوگا خلاصہ مین ہی کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اُسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانیسے دوسرے کے ہاتھ مین گھر کو نہین کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز وزوجتہ ولا یسکن معہما ولا ینفق علیہما لم یضمن خلاصہ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونون کے ساتھ نہین رہتا اور اُنکو نفقہ نہین دیتا تو اُسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ م یہ تفریع ہی سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون مگر وہ دونون در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم ہی غلام کا لیکن ولد مین یہ شرط ہی کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل یعتبران معًا عینی اور اسیطرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہی نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط کونہ ای من فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اُسکے عیال کا امانت دار ہونا شرط ہی دفع ودیعت مین تو اگر امین سے کسیکی خیانت اور دغابازی معلوم ہو اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اُسپر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ہلاکی کذا فی الخلاصۃ م دو صورتون مین تاوان نہین جبکہ امانت داری معلوم ہو اور جبکہ مطلق اُسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہی اُسکو جائز ہی دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی البعض من فی عیالہ فدفع ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اُسکے بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اُسنے اُسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اُسکو اُسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اُسکی عیال مین سوا اُس شخص کے اور شخص بھی ہی کذا ذکرہ ابن ملک تو اُسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اُسکے سوا دوسرا شخص اُسکی عیال مین نہو تو اُسکے دینے سے تاوان نہ آویگا وان حفظہما بغیر ہم ضمن وعن محمد ان حفظہما بمن یحفظ مالہ کو کیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضتہ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی لابن ملک واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوا اپنے عیال کے تو اُسپر تاوان آویگا اور محمدؒ سے روایت ہی کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگون سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہی چنانچہ اُسکا وکیل اور غلام ماذون اور اُسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا صحح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہی اسپر ابن کمال نے ایضاح واصلاح مین اور اسکے سوا اور علما نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہی اور مصنفؒ نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہم نہایہ مین یہ فتوی تمرتاشی کیطرف منسوب ہی اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوائی کیطرف کی ہی ولہذا صحف مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہی کہ مودع ودیعت کی اس طرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی لا اذا خاف الحرق والغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ اولی فلک آخر غیر عیال کے دینے مین تاوان ہی مگر جبکہ مستودع آگ کے جلانیسے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہون سو اُس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والون کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان اُسپر آویگا م حموی نے کہا یہ ضرور ہی کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا کہ وہ آتش زنی مراد ہی جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن یحیا لہ او القاہا قوقعت فی البحر ابتداء او بالتدحرج ضمن لیعنی خوف حرق یا غرق مین تاوان نہین مگر جبکہ مستودع کو اس حالت مین اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اُنکے اوپر پھینکدیا ہو سو وہ پہلے سے دریا مین گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اُسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنی اسواسطے کہ اُسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا فان ادعاہ

Marfat.com

ای الدفع لجارہ او فلک آخر صدق ان علم وقوعہ ای الحرق ببینۃ لے بدر المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی مین رکھدینے کا دعوی کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اُسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسی طرح وقوع غرق دریافت ہو والا یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق الا ببینۃ فحصل بین کلامی الخلاصۃ والہدایۃ التوفیق وباللہ التوفیق اور اگر اُس کے گھر مین وقوع آتش زنی معلوم نہو تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام مین توفیق حاصل ہوگئی یعنی اختلاف زائل ہوگیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہر خیر کی ہم خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اُسکے گھر مین معلوم ہو تو اُسکا قول مقبول ہے اور نہین تو مقبول نہین اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اُسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونون عبارتون کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق ذخیرہ مین منقول ہے منتقی سے ولو منعہ الودیعۃ ظلما بعد طلبہ لرد ودیعتہ فلو تحملہا الیہ لم یضمن ابن ملک بنفسہ ولو حکما کوکیلہ بخلاف رسولہ ولو بعلامتہ منہ علی الظاہر قادرا علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت نہ دی ازراہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اُسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اُٹھا لیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان یعنی اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اُسکے نہ دینے سے تاوان نہین اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان عاجزا او خاف علی نفسہ او مالہ بان کان مدفونا معہا ابن ملک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اس طرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان نہ دیگا جیسے طلبگاری مالک جفاکار کے نہ دینے مین تاوان نہین ہم محیط مین ہے کہ اگر ایام فتنہ وفساد مین ودیعت مانگی اور اُسنے کہا کہ مین اُسوقت مین اُس پر قادر نہین ہون اسواسطیکہ دُور رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اُسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لُٹ گئی تو اُس پر تاوان نہین اور اُسکا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے مین تاوان نہین یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہین اور اسی طرح اگر مولی اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولی کا ہو کذا فی الخطابی فلو کانت الودیعۃ سیفا فاراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلا فلہ المنع من الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرای الاول وانہ ینتفع بہ علی وجہ مباح جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اُسکا چاہتا ہو کہ اُسکو لیکر کسی مرد کو اُس سے ناحق قتل کرے تو اُسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہے یہان تک کہ اُسکو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنے قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امرأۃ کتابا فیہ اقرارہا للزوج بمال او بقبض مہرہا منہ فلہ منعہا لما یذہب حق الزوج خانیۃ چنانچہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جسمین عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیۃ ومنہ ای من المنع ظلما موتہ ای موت المودع مجہلا فانہ یضمن فتصیر دینا فی ترکتہ اور منجملہ منع ناحق سے پھر جانا مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اُسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جائیگی اُسکے ترکہ مین ہم جب اُسنے بیان نہ کر دیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ متہلک ٹھہرا اس تجہیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اُسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہین ولو قال لوارث انا علمتہا او انکر الطالب ان فسرہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ مین ودیعت کو جانتا ہون اور مالک طالب اُسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے

Marfat.com

اور مین اُسکو جانتا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنی مورث پر تاوان نہ آویگا ہذا وما لو کانت عندہ سواء الا فی مسئلۃ وہی ان الوارث اذا اول السارق علی الودیعۃ لا یضمن والمدع اذا دل ضمن خلاصہ یہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونون برابر ہین عدم ضمان مین درصورت عدم تعدی مگر ایک مسئلے مین برابر نہین وہ مسئلہ یہ ہی کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتادے تو اُسپر تاوان نہین اور ودیعت کا قبول کرنیوالا جب سارق کو بتاویگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ من الاخذ حال الاخذ مگر جبکہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کیوقت یعنی اول اُسنے ودیعت سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اُسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اُسپر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ کما فی سائر الامانات فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل کشریک مفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہوجاتی ہین یعنی اُنکا تاوان لازم ہوجاتا ہے امین کی موت بلا بیان سے شریک ومفاوض کی موت کے مانند عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہی عام پر الا فی عشر علی ما فی الاشباہ مگر دس مسئلون مین موت بلا بیان سے تاوان نہین کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا یضمن منجملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہی کہ ناظر نے غلات یعنے حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مرگیا تو اُسپر تاوان نہین قید بالغلۃ لان الناظر لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ اتباہ ای لثمن الارض المستبدلۃ قلت فلعین الوقف بالاولی کالدراہم الموقوفۃ علی القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواہر وقید موتہ بخشا بالفجاۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فکان مالغا لہا ظلما فیضمن وردہ بحثہ فی انفع الوسائل فتبعہ مصنفؒ نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاے بلا بیان بدل وقف کے تو اُسپر اُسکا تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن مین کہتا ہون تو عین وقف کی تجہیل سے بطریق اولی اُسپر تاوان ہوگا چنانچہ دراہم وقفی کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا کچھ کہا ہی مصنفؒ نے اپنی شرح مین اور ثابت رکھا ہے اُسکو مصنف کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیۂ اشباہ مین اور صاحب زواہر نے موت ناظر مین ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اُسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھہرا تو تاوان دے اور صاحب زواہر نے اُسکو رد کیا ہی جسکی انفع الوسائل مین طرسوسی نے بحث کی ہی تو خبردار رہیو مصنفؒ کا کلام عام ہی غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف مین اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تجہیل مین تاوان نہین اور غلات مستحقین کی تجہیل مین تاوان ہی اور طرسوسی نے غلات مستحقین مین من حیث البحث یہ تفصیل کی ہی کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اُسنے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اُسپر تاوان ہی اور نہین تو یون کہنا لائق ہی کہ اگر ناظر محمود بین الناس اور دیانت دار ہو تو تاوان نہین شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مرگیا تو ظالم تقصیر وار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اُسپر تاوان ہی اور اگر وہ محمود نہ ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہی جسپر مشائخ اعلام ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا الاموال الیتامی زادفی الاشباہ عند من اودعہا ولا بد منہ لانہ لو وضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ مودع بخلاف ما لو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور از انجملہ یہ مسئلہ ہی کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مرگیا اشباہ مین اسقدر زیادہ ہی کہ قاضی اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اُسنے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہی اسواسطیکہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مرجائے تو اُسپر تاوان ہوگا اسواسطیکہ وہ مودع ہی بخلاف اس صورت کے کہ اُسنے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اسواسطیکہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہی برقول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا اور از انجملہ یہ مسئلہ ہی کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہین ہم اور از انجملہ وصی ہی جبکہ بلا بیان مرجاے اور از انجملہ باپ ہی جبکہ بلا بیان مال صغیر مرجائے اور از انجملہ وارث ہی جبکہ بلا بیان مرجائے کہ اُسنے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور از انجملہ اُس شخص کی موت بلا بیان ہی جسکے گھر مین آندھی سے اُڑکر کوئی چیز گر پڑی اور از انجملہ موت غلام ہی بلا بیان یعنی اُسکے مولی نے اُسکے گھر مین کوئی چیز بدون اُسکے امر کے رکھی اور از انجملہ موت صغیر ہی بلا بیان ودیعت غیر کے سامان مین تاوان نہین

Marfat.com

امین پر کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین وعلی المعتمد لما نقلہ المصنف ہہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہین ہی مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اسواسطے کہ مصنف نے اپنی شرح مین یہان یعنی کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہی کہ حق یہ ہی کہ شریک مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اُسکا مخالف قول غلط ہی مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہی تو مستثنے نو مسئلے باقی رہ گئے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنے کیے تھے جنمین امین کی موت بلا بیان سے تاوان نہین آتا اور منجملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بھی تھا پھر جب شریک پر ضمان حق ٹھہرا تو فقط نو مسئلے مستثنے باقی رہگئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد و وصیہ ووصی القاضی وستۃ من المحجورین لان الحجر یشتمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل عشرہ پر نو مسئلے اور زیادہ کئے ہین یعنی دادا اور اُسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصونکو شامل ہی کیونکہ حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہی م چونکہ صغیر اشباہ مین مذکور ہی تو محجورین سے چھ شخص باقی رہ گئے والمعتوہ کصبی وان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہی اور اگر صغیر بالغ ہو پھر بلا بیان مرجائے تو اُسپر ضمان نہین مگر جبکہ گواہ یہ گواہی دین کہ ودیعت اُسکے ہاتھ مین تھی بعد اُسکے بالغ ہو جانیکے بسبب دور ہو جانے مانع ضمان کے یعنی طفلی نرہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما ثم ماتا قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہون یعنی ماذون فی التجارۃ ہون کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون قبول ودیعت مین کما فی الوجیز پھر دونون مرجائین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو اُنپر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز م جامع سے جامع کبیر مراد ہی اور وجیز نام ہی اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم عاطفا علی بیتی الوہبانیۃ تبیین شرنبلالی نے کہا تو مستثنے مسئلے اٹھارہ کو پہونچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی ہذہ اشعار وکل امین مات والعین یحصر × وما وجد عینا فدینا تصیر × سوی متولی الوقف ثم مفاوض × ومودع مال الغنم وہو المؤمر × اور وہ چارون بیتین یہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اُسکے پاس معین اور مشخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہو جاتی ہی اُسکے متروکے مین سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفاوض کے اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر ہی م مذکور ہو چکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہی × وصاحب دار القت الریح مثل ما × لو القاہ ملاک بہا لیس یشعر × کذا والد جد وقاضی وصیہم × جمیعا ومحجور فوارث یسطر × اور وہ صاحب خانہ جسکے گھر مین ہوا نے کچھ ڈال دیا مانند اُس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر مین ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہین اور اسی طرح والد اور دادا اور قاضی اور اُن سب تینون کے وصی اور شخص محجور التصرف پھر بعد اسکے وارث مرقوم ہی م محجور انواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہی تو یہ سب اٹھارہ امین ہوئے جنکی موت بلا بیان سے تاوان نہین آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبے ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسی طرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھ ہمجنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اس طرح پر کہ ودیعت جدا نہین ہو سکتی مگر مشقت سے چنانچہ گیہون کا ملانا جو کے ساتھ اور کھرے درمون کا ملانا کھوٹے درمون کے ساتھ کذا فی المجتبے تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کر دینے مودع کے ملا دینے سے م امام رح کے نزدیک خلط استہلاک ہی لہذا اُسپر ضمان لازم ہی خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہون کے ساتھ خواہ خلط بطور ممازجت کے ہو چنانچہ خلط مائع کا مائع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکے کا سرکے سے لکن لا یباح تناولہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت

Marfat.com

مخلوط کا تناول اور استعمال جائز نہین قبل ادا کرنے تاوان کے وصح الابراء اور صحیح ہے معاف کر دینا یعنی اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے اور اسکا حق
عین اور دین سے ساقط ہوگا ابراء سے کذا فی البحر ولو خلط بردی ضمنہ لانہ عیبہ وبعکسہ شریک بعدمہ مجتبیٰ اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا تاوان دے
اسواسطے کہ اُسنے اُسکو عیب دار کر دیا اور اُسکے بالعکس مین یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہونے عیب کے
کذا فی المجتبیٰ **وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ** کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن
سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت ملجاے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمون کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع
کے درمون کے ساتھ مل گئے تو دونون شریک ٹھہرینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطہا غیر المودع ضمن الخائط ولو صغیرا ولا یضمن
ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی
الخلاصہ **ولو انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی** خلطا لا یتمیز منہ **ضمن الکل** لخلط مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر اُسکے پھیر دی
پھر اُسکو باقی ودیعت کے ساتھ اس طرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہین ہو سکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے
مال کے ودیعت کے ساتھ م ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب سے اور بعض باقی کا خلط کرنیسے تو وہ متعدی ہوا انفاق سے
اور جو اُسنے پھیر دیا وہ اُسکی ملک پر باقی ہے کذا فی البحر فلو تاقی التمیز او انفق ولم یرد او اودع ودیعتین فانفق احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبیٰ اور اگر باقی ودیعت
کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اُسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اُسمین داخل نہین کی یا اُسکے پاس دو ودیعتین رکھی ہین سو اُسنے ایک ودیعت خرچ
کر ڈالی تو فقط اتنا تاوان دے جتنا اُسنے خرچ کر ڈالا کذا فی المجتبیٰ وہذا اذا لم یضرہ التبعیض اور یہ یعنے ضمان بقدر انفاق اُسوقت ہے جبکہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نہ کرتا ہو
م یہ مرتبط ہے انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق مین ہے رد مثل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نہ کریگا تو فقط اُسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اُسنے صرف کیا اسواسطے
کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اسمین کچھ عیب نہین لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہین اسواسطے کہ گفتگو اسمین ہے جبکہ ودیعت
دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو انتہی اور مین نے یہ مصرح نہین دیکھا کہ جب اُس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض مضر ہے کہ اُسمین تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ
اور نقصان مابقی کا تو اُسکی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی **واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا او رکب دابتہا او اخذ بعضہا ثم رد عینہ الی ہذہ حتی زال التعدی**
زال ما یودی الی الضمان اور جبکہ اُسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اُسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت
پھیر دی اپنے قبض اور حفظ کیطرف یہان تک کہ تعدی زائل ہو گئی تو وہ چیز دور ہو گئی جو تاوان کیطرف مودی ہے یعنی تعدی رد کرنیسے دور ہو گئی جو تاوان کی
موجب تھی اذا لم یکن من نیتہ العود الیہ اشباہ من شروط النیۃ رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اُسکی نیت مین اُسکی طرف عود کرنیکا ارادہ نہو چنانچہ اشباہ مین ہے شروط
نیت کے بیان مین م تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اُتارا اور اسکا ارادہ یہ ہے کہ اُسکو دن مین پھر پہنونگا پھر وہ رات مین چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہوگا
کذا فی الطحطاوی من جنایات البحر **بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالاہ لم یبرأ لعملہما لانفسہما بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارۃ او استیجار ومضارب ومستبضع**
وشریک عنان او مفاوضۃ ومستعیر لرہن اشباہ بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونون تعدی زائل کر دین تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے اسواسطے کہ
مستعیر اور مستاجر کا عمل ہے اپنی ذات کی منفعت کیواسطے بخلاف مودع اور وکیل بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا
شریک مفاوضہ کے اور اُس شخص کے جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کیواسطے کذا فی الاشباہ م تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر
وہان سے آگے بڑھ گیا پھر اُسی مکان مین پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع کی تعدی کی یہ صورت ہے کہ جس
کپڑے کی بیع کا وہ وکیل ہوا اُسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہو گیا تو اُسپر تاوان نہین اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیے کہ

Marfat.com

ایک گھر اسکو کرایہ لے دے سو وکیل نے دکان کے کرایہ مین دراہم دیے پھر پھیر لیے بعینہا سو وہ تلف ہوگئے تو تاوان نہین اور مستعیر رہن کی یہ صورت ہی کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اسکو گرو رکھدے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اسکو اُتنے مال پر جو اُسکی قیمت کے برابر تھا گرو رکھا پھر اسنے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑایا یہانتک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہین اور اس مسئلے مین یہ قید ضرور ہی کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے مین جو متن مین مذکور ہی اور یہ مسئلہ مستثنے ہی مسئلہ مستعیر سے جو متن مین مذکور ہی چنانچہ مصنفؒ نے اپنی شرح مین بیان کیا ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازاله لایزول الضمان الا فی ہذہ العشرة اور حاصل مقام یہ ہی کہ امانت دار جبکہ تعدی کرے پھر اُسکو زائل کرے تو اُسپر سے تاوان زائل نہین مگر ان دس مسائل مین تاوان زائل ہوجاتا ہی لان یدہ کید المالک مودع پر بعد ازالۂ تعدی تاوان اسواسطے نہین کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہی ہم طحطاوی نے کہا یہ علت ہی مسئلہ ودیعت کی جو متن مین مذکور ہی انتہی اور ایک نسخے مین یون ہی (لان یدہم کید المالک) یعنی اسواسطے تاوان نہین کہ اشخاص عشرہ کا قبض بمنزلۂ مالک کے قبض کے ہی اور یہی عبارت مناسب مقام ہی واللہ اعلم ولو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول للوکیل للمودع عادیہ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالۂ تعدی مین تو اُسی کا قول یعنی مالک ہی کا مقبول ہی اور بعضون نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہی کذا فی العمادیہ وبخلاف اقراره بعد جحوده ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد ہم یعنے مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہین رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جنکو مصنف آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ہبته او بیعا لم یضمن خلاصہ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنے درصورت تلف ودیعت اُسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوے سے وقید بقوله بعد طلب ربها ورد ها فلو سالہ عن حالها فجحد فہلکت لم یضمن بحر مصنفؒ نے اقرار بعد انکار مین یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہی سو اُسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو اُسپر تاوان نہین کذا فی البحر وقید بقوله ونقلها من مکانها وقت الانکار ای حال جحوده لانه لو لم ینقلها وقته فہلکت لم یضمن خلاصہ اور مصنفؒ نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت مین اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہان سے نہ اُٹھا لیجائیگا پھر وہ تلف ہوگی تو اُسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ م عدم نقل حالت انکار اُسپر صادق ہی کہ مطلقا نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہی کہ انکار کے زمانے مین اُسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہین کہ وقت حقیقی انکار مین نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہی وقید بقوله وکانت الودیعة منقولا لان العقار لایضمن بالجحود عندہما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول مین تاوان نہین انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح مین کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی م طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی وقید بقوله ولم یکن ہناک من یخاف منه علیها فلو کان لم یضمن لانه من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہان یعنے انکار کے وقت ایسا شخص نہو جسکا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے وقید بقوله ولم یحضرها بعد جحودہا لانه لو جحدہا ثم احضرہا فقال له ربها ودیعة فان امکنه اخذہا لم یضمن لانه ایداع جدید والاضمنها لانه لم یتم الرد اختیارا اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اُسکے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اُسکو حاضر کرے سو اُسکا مالک اُس سے کہے کہ اُسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کردیا تو اُسپر تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ

ترجمہ صحیح یہ کہ تو اس کو اپنے پاس ودیعت رہنے دے ۱۲ امیر علی رح

Marfat.com

یہ ایداع جدید ہو اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نہ کیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار وقید بقولہ لما لکھا لانہ لو جحدہا بغیرہ لم یضمن لانہ من الحفظ اور قید لگائی مصنفؒ نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرنیکے بعد لازم رہیگا ۱۲ اقرار کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اُسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہے م حاصل متن یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہین مگر سات شرطون سے تاوان لازم آتا ہے ا شرط یہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہ کہ ودیعت کو نقل کرچکا ہو ۳ یہ کہ زمانۂ انکار مین نقل ہوئی ہو ۴ یہ کہ ودیعت منقولات سے ہو ۵ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۶ یہ کہ ودیعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فاذا تمت ہذہ الشروط لم یبرأ باقرارہ الا بعقد جدید ولم یوجد پھر جبکہ یہ شروط سبعہ پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین ولو جحدہا ثم ادعی ردہا بعد ذلک برہن علیہ قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پھر دعوی کیا کہ اُسنے ودیعت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اُسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برہن انہ ردہا قبل الجحود وقال غلطت فی الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتہا قبل برہانہ چنانچہ اگر گواہی لایا کہ اُسنے ودیعت پھیر دی انکار کرنیسے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار از راہ غلط کیا یا مین بھول گیا تھا یا مجکو یہ گمان تھا کہ مین ودیعت کو دیچکا ہون تو برہان اُسکی مقبول ہوگی ولو ادعی ہلاکہا قبل جحودہا حلف لما لک ما یعلم ذلک فان حلف ضمنہ وان نکل بری وکذا العاریۃ منہاج اور اگر دعوے کیا ودیعت کے ہلاک ہونیکا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجائے کہ وہ اُس کو یعنی ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کھائے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھائے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج م قاضی مالک سے اُسوقت قسم لے گا جبکہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہوجانے پر گواہ نہ لاسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی مستعیر سے علم پر قسم لے گا کذا فی الطحطاوی ویضمن قیمتہا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیہ اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اُسکا تاوان لیا جاویگا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بخلاف مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیہ بخلاف اُس مضارب کے جسنے انکار کیا پھر خرید کیا تو اسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ م منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تونے مجکو کچھ نہین دیا پھر بولا کہ ہان دیا ہے مجکو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اُسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال مین ضامن ہو اور استحسان مین جبکہ اُسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے اور متاع اسکی ہوگی انتہی تو اگر شارح یون کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اتجر ثم اشتری لم یضمن) تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل ورر عند عدم نہی المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا درصورت نہ منع کردینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر م جوہرہ مین حمل کی تفسیر یون کی کہ جسکے اُٹھانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہو فلو نہاہ او خاف فان لہ بدمن السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وبأہلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کردیا ہو یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور باوجود اسکے سفر مین لیجائے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین لے گیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتھ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودع شیئا مثلیا او قیمیا لم یجبر ان یدفع المودع الی احدہما حفظہ فی عیبتہ صاحبہ اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو چنانچہ وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو چنانچہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین یہ کہ اُنمین سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے تنہا دیوے م قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک اُسکا حصہ دینا جائز ہے

Marfat.com

ولو دفع ہل یضمن فی الدرر نعم وفی البحر الاستحسان لا فکان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت مین ایک کا حصہ دیگا تو اُسپر تاوان آویگا یا نہین درر مین ہی کہ ہان تاوان آویگا اور بحر الرائق مین ہی کہ استحسان مین اُسپر تاوان نہین پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا ۔ طحطاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہین **فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ** کہ تہنین و مستبضعین و وصیین و عدلی رہن و وکیلی شراء سو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونون مرد اُس کو بانٹ لین اور ہر مرد اُسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے دو وکیلون کے ۔ قسمت پذیر سے مراد مکیلات اور موزونات ہین اور جو چیز عیب دار ہو جائے تقسیم سے خرید کے دو وکیلون کی یہ صورت ہی کہ اُنکو مثلاً ہزار درم دیے غلام کے خرید کرنے کو تو دونون ہزار کو قسمت کرلین پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دے گا تو اُسپر تاوان لازم آوے گا یعنی درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہی کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی **ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن** الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دے تو دینے والا تاوان دیگا **بخلاف ما لا یقسم** لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اُس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اسمین دافع پر تاوان نہین بسبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے ۔ م غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جائے کذا فی الطحطاوی **ولو قال لا تدفع الی عیالک واحفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فانکانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ** وا حرز لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجو اپنے عیال کو یا محافظت کیجو اس کوٹھری مین سو مودع نے ودیعت اُس شخص کی اپنے عیال مین سے دی جس سے اُسکو چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اُس گھر کی دوسری کوٹھری مین تو اگر اُس گھر کی کوٹھریان محفوظ ہونے مین برابر ہون یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اُسپر تاوان نہ آویگا یعنی درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شروط مذکورہ مفید نہین لہذا معتبر نہین م عیال نابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہی اُسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنیسے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر ویسا نہین تو تاوان دے اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہی م یعنی اگر مودع غیر نابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اُس زوجہ یا اُس غلام کو سپرد کرے جسکے دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہی یا دوسری کوٹھری مین حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اُسکی پشت راہ کیطرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور حفاظت مین بیوت متفاوت ہوتے ہین بدائع مین ہی کہ قاعدۂ کلیہ اس باب مین یہ ہی کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اُسمین فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہی اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہو وہ لغو اور باطل ہی کذا فی الطحطاوی **ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا** اور تاوان نہ دے مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونیکے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین م یہ امام کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے **ولو قال المالک ہلکت عند الثانی وقال بل ردہا وہلکت عندی لم یصدق** اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اُسنے مجکو پھیر دی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی **وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین** سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے مین اُسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ م یعنی اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہی کذا فی المنح **وفی المجتبی القصار اذا غلط فدفع**

قابل ضمن دو امینون کو ودیعت دی تھی ایک نے دوسرے کو بغیر اجازت دوسرے شخص کو دیدی اور اُس نے ضائع کر دی تو دینے والا امین کی چیز دو عادل شخصون کے پاس رکھوا دے تو ضمان نصف نصف تقسیم کریں ۱۲

ف قاعدہ کلیہ شرط ودیعت

ع کذا وجدنا فی ۱۲

ثوب رجل لغیرہ فقطعہ فکلاہما ضامن اور مجتبیٰ مین ہی کہ جب دھوبی چوک جائے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اُسکو قطع کر ڈالے تو دونون شخص یعنے دھوبی اور قاطع ضامن ہین ہم یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے بھر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہین کذا فی الطحطاوی یعنی یہ تفصیل بحث ہی نہ روایت مذہب وعن محمد اصاب الودیعۃ شئی فامر المودع رجلا لیعالجہا فعطبت من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج لرجع علی الاول ان لم یعلم انہا بغیر دوالا لم یرجع انتہیٰ اور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اُسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اُسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنے مودع سے بھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہی اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نہ کریگا انتہی مانی المجتبیٰ بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایہا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اُسکے مودع سے ہم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہی ہمادر مودع سے اسواسطے کہ اُسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اُسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع علی الغاصب ان علم علی الظاہر درر خلافا لما نقلہ التہتانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے بھر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہی بر قول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اس قول کے جسکو تہتانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ درصورت علم کے رجوع نہین تو خبردار رہیو اس اختلاف سے معہ الف ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف آخر بینہما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اُسپر دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہی کہ وہ ہزار اُسکے ہین اُسنے اُن شخص کے پاس ودیعت رکھی ہی یعنی دونون کے گواہ نہین سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اُسنے دونون کیواسطے قسم نہ کھائی تو وہ ہزار دونون مدعیون کے مملوک ٹھہرینگے اور اُس شخص پر ایک ہزار درم اور واجب الادا ہونگے جو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہون ہم قسم نہ کھانا اقرار ہوا دونون دعوونکا لہذا ایک ہزار اُسپر لازم آئے ولو حلف لاحدہما ونکل للآخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اُس مدعی کے ٹھہرینگے جسکے واسطے اُسنے قسم نہ کھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہونچا دے سو اُسنے اُسکو نہین پہونچائے یہانتک کہ وہ تلف ہوگئے تو اُس سے تاوان نہ لیا جاوے گا اسواسطے کہ یہ فعل اُسپر کرنا لازم نہین کما لو قال لہ احمل ہذا الی لودیعۃ فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عادۃ چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اُٹھا لا ودیعت کو سو کہا اُسنے کہ مین یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اُٹھا لایا یہانتک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوئی تو اُسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیہ یعنی فلانے کو دینا یا مالک کیطرف ودیعت کا اُٹھا لانا اُسپر واجب نہین ہی جسکے نہ کرنیسے تاوان اُسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت مین تخلیہ البتہ اُسپر واجب ہی قال رب لودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت وکذبہ فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیہ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے سو اُسنے کہا کہ مین نے اُسکو دی اور فلانے شخص نے دینے مین اُسکے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطیکہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ مودع نے شروع سے کہا نہین جانتا ہون کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اُسپر تاوان نہین بقول صحیح تر چنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور مین نہین جانتا ہون کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ مین نہین جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی یا مین نہین جانتا کہ مین نے ودیعت رکھدی یا دفن کردی اپنے گھر مین

Marfat.com

یا کسی اور جگہ مین تو اُسپر تاوان آویگا م طحطاوی نے کہا فتاوی عالمگیری مین عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہی اسطرح کہ اگر بولا کہ مین نہین جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی تو اُسپر تاوان نہین و لولم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لایضمن و تمامہ فی العمادیہ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا مکان بیان نہ کیا لیکن اُسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اُس مکان سے جسمین دفن تھی تو اُسپر تاوان نہین اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے ہر دالمودع والوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دھمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اُسنے بعض مال دیا تو اُسپر تاوان نہین و ان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونیسے یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور اُسنے مال دیدیا تو اُسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ مالہ کلہ فھو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھن جانیسے ڈرا تو وہ عذر ہی م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اُسکے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اسپر تاوان آویگا اگر اُسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہی اور اُسپر تاوان نہین کما لو کان الجابر ہو الآخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہین کذا فی العمادیہ م طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار سے معلوم ہوتا ہی کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اسمین نہین خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر للحاکم لیسببہ و لولم یرفع حتی فسد فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا اُڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اُسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہانتک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اُسپر تاوان نہین م حاکم سے کہنا بہتر ہی واجب نہین فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر اس شہر مین حاکم نہو تو خود مودع اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر فھو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنے والا ہے یعنے مالک سے وہ خرچ نہین لے سکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحفا لودیعۃ او اراہن فہلک حالۃ القراءۃ لاضمان لان لہ ولایۃ بہذا التصرف صیرفیہ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف مین پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت مین تو اُسپر تاوان نہین اسواسطے کہ مودع کو اس تصرف کی یعنے پڑھنے کی ولایت ہی کذا فی الصیرفیہ م کتاب العاریۃ کے اخیر مین مذکور ہوگا کہ کتب علم مین نظر کرنا جائز ہی اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق مین ضرر نہو اور یہ اسطرح ہی جیسے کسی کی دیوار کے سائے مین بیٹھنا اور احتیاط یہ ہی کہ بلا اجازت مالک نظر نہ کرے اور فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس بطبق ودیعت رکھا سو اُسنے خم یعنے مٹکے کے سر پر رکھا سو تلف ہوگیا پس اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہی اور اگر بطریق استعمال کے نہین ہی تو تاوان نہین اور اسکی معرفت کا طریقہ یہ ہی کہ اگر مٹکے مین پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہی اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہین کذا فی الطحطاوی قال وکذا لو وضع السراج علی المنارۃ صیرفیہ کے مصنف نے کہا اور اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ منارے پر رکھے تو تاوان نہین و صورت تلف ہوجانیکے م منارے سے مراد محل نور ہی وفیہا ادع الصک وعرف ادا البعض الحق وبات الطالب و انکر الوارث الاداء حبس المودع الصک بدا اور صیرفیہ مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادائے بعض حق معلوم ہی اور طالب مرگیا اور وارث منکر ادائے بعض حق کا ہی تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے م صورت اُسکی یہ ہی کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درم ہین سو محمود نے زید کو سو درم کا تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درم مثلاً زید کو ادا کیے اور یہ حال حامد کو معلوم ہی بعد اسکے زید مرگیا اور اُسکا وارث پچیس درم کے دینے کو نہین مانتا ہی تو حامد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمین محمود کا ضرر ہی اور شاید کہ یہ اُس صورت پر محمول ہی جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھکر والا مجرد خط مثبت حق نہین انتہی وفی الاشباہ لایبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ مین ہی کہ میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہی اور لوگو نکا م ظاہر اعدم برات اس صورت مین ہی جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث ہو تمن نہو چنانچہ ودیعت مین یہی شرط ہی جبکہ مودع وارث کو ودیعت دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للیسار خذ ودیعۃ العبد یسان کو جائز نہین غلام کی ودیعت لینا یعنی اسواسطیکہ شاید وہ غیر کا مال ہو مگر جبکہ مولا گواہ لاوے کہ یہ میرا مال ہی العامل لغیرہ امانۃ لا اجرلہ الا الوصی الناظر اذا عملا جو شخص کہ غیر کیواسطے عمل کرتا ہی بطور امانت کے اسکے واسطے اُجرت نہین مگر

Marfat.com

وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت مثل ہی جبکہ دونون عمل کرین م وصی سے وہ وصی مراد ہی جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کرکے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہین کذا فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا اجر للناظر فی المسقف اذا احیل علیہ المستحقون فلیحفظ مین کہتا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہین پٹے ہوے مکانمین جبکہ مستحقین وقف کو اُسکے پاٹنے کا حوالہ کردیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنیوالے کیطرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملیگی وفی الوہبانیہ شعر ودافع الف مقرضا ومقارضا ٭ وربح القراض الشرط جاز ویحذر ٭ اور وہبانیہ مین ہی اور ہزار درم قرض اور مضاربت مین دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کیواسطے شرط کرنا جائز ہی اور ممنوع ہی م یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض ہین اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہی تو یہ شرط جائز ہی تو نصف بضاعت ٹھہریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنیسے صاحب مال کیواسطے مضاربت منقلب بہ بضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونیکی یہ ہی کہ حدیث مین قرض سے جر منفعت کرنا منع ہی پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونون کیواسطے ہی اور ٹوٹا بھی دونون پر ہی اسواسطے کہ دونون ہزار مین شریک ہین کذا فی الطحطاوی شعر وان یدعی ذو المال قرضا وخصمہ ٭ قراضا فرب المال قد قیل اجدر ٭ اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اُسکا مخاصم مضاربت کا دعوی کرے تو بعضون نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہی م اور دوسرا قول یہ ہی کہ مضارب کا قول مقبول ہی اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہی کتاب الایداع سے پہلے شعر وفی العکس بعد الربح فالقول قولہ ٭ کذلک فی الابضاع ما یتغیر ٭ اور اُسکے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی اسیطرح بضاعت دینے کے اختلاف مین حکم متغیر نہین ہی م بالعکس کی صورت یہ ہی کہ مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہی اور ابضاع کی یہ صورت ہی کہ صاحب مال کہتا ہی کہ مین نے اُسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب قرض کا دعوی کرتا ہی تو صاحب مال کا قول مقبول ہی کذا فی الطحطاوی شعر وان قال قد ضاعت من البیت وحدہا ٭ یصح ویستحلف فقد یتصور ٭ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کوٹھری سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہی یعنی صادق ہی اور اس سے قسم لیجائے اسواسطے کہ یہ صورت ہوسکتی ہی م یعنی سواے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع ہونا متصور ہی اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا نہ سکا یا کہ وہی چیز اُسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی شعر وتارک فی قوم لامر صحیفۃ ٭ فراحوا وراحت یضمن المتاخر ٭ اور ایک قوم مین ودیعت کا چھوڑنیوالا بواسطہ امر مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچھلا شخص جانیوالا تاوان دے م شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اُسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اُسی پر مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھی اُٹھ گئے تو سب پر تاوان آویگا کذا فی الطحطاوی اشعار وتارک نشر الصوف صیفا فعث لم ٭ یضمن وقرض الفار بالعکس یوثر ٭ اذا لم یسد الثقب من بعد علمہ ٭ ولم یعلم الملاک ما ہی تنفر ٭ اور گرمی کے موسم مین صوف پھیلانیکا ترک کرنیوالا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا کیڑا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے ودیعت کی حفاظت کی جسطرح کہ اُسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلہ کے مروی ہی جبکہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد اسکے دریافت ہونیکے یا کہ مالک ودیعت کو خبر نکرے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہی م یعنی جبکہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اُس مکانمین رکھی جسمین سوراخ نہین پھر اُسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جلگئی تو اُسپر تاوان نہین اور اگر اُس مکانمین سوراخ ہی اور مودع اُسکو جانتا ہی تو اگر مالک نے مودع کو خبر کردی سوراخ کی تو اُسپر تاوان نہین اور اگر مالک نے خبر نہ کی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نہ کیا تو اُسپر تاوان ہی خلاصہ یہ ہی کہ تاوان دفع ہوتا ہی سوراخ کے بند کرنیسے یا مالک کے سوراخ بتانیسے اگرچہ درصورت اعلام مالک مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہوگیا اُس مکانمین رکھنے سے باوجود سوراخدار ہونیکے تو معلوم ہوا کہ واو قولہ ولم یعلم کا بمعنی او ہی کذا فی الطحطاوی قلت بقی لو سدہا مرۃ ففتحہ الفار وافسدہ لم یذکر وینبغی تفصیلہ کما مر فتدبر مین کہتا ہون باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کردیا سو چوہے نے اُسکو کھولدیا اور ودیعت کو خراب کرڈالا اُسکا حکم مذکور نہین اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہی سو اسکو غور کر م تفصیل مذکور یہ ہی بقول طرطوسی کہ یا مالک کو سوراخ بتادے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کردے تو تاوان اُس سے دفع ہو اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنے علامہ عبدالبر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہی تتمہ سراجیہ مین ہی کہ ودیعت

Marfat.com

پھیر دینے کی مؤنت مالک پر ہی نہ متبرع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب العاریۃ

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہی عاریت کے احکام مین ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی حق تعالیٰ نے فرمایا (ویمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہین ماعون اُس چیز سے عبارت ہی جسکی عاریت دینے کی لوگونمین عادت ہو تو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلعم نے ابوطلحہ رض کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا پھر اُسمین اختلاف ہی کہ عاریت دینا مستحب ہی یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہی کذا ذکرہ ابو السعود اخرجا عن الودیعۃ لان فیہا تملیکا وان اشتر کا فی الامانۃ مصنف پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع کی تملیک ہی اگرچہ دونون امانت ہونمین مشترک ہین ہم یعنی عاریت مین تملیک ہی اور ایداع بھی ہی تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہی مرکب سے اور مرکب مؤخر ہی مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالیٰ فی اجابۃ المضطر لانہا لا تکون الا للمحتاج کالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حق تعالیٰ کی نیابت ہی عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کیواسطے قرض کے مانند ہم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہی بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالیٰ (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حق تعالیٰ کا وہ نائب ہوا فریادرسی مین تو عاریت دینے والا تخلق ہوا بخلق فریادرسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اے مومنین تخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض ثمانیۃ عشر سو اسی واسطے یعنے بعلت محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہی ثواب مین اور قرض کا ایکدرم اٹھارہ درم کے برابر ہی ہم یعنی قرض نہین لیتا غالباً مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونونکو پہونچتی ہی اگرچہ صدقہ دینے والا اُسکو محتاج جان کر دیتا ہی صدقے کا ثواب وچند اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہی تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایکدرم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ مین صدقہ کرنیوالے کیطرف کچھ عود نہین کرتا اور قرض کا درم مقرض کیطرف عود کرتا ہی تو مقابل اُسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹھارہ باقی رہگئے ولہذا اگر مقرض مستقرض کو معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشئ قاموس عاریت لغت عرب مین عبارت ہی چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یائے تحتانیہ مشدد ہی اور اُسکی تخفیف بھی جائز ہی کذا فی القاموس ہم اعار عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا تملیک المنافع مجانا اور شرع مین عاریت عبارت ہی منافع کے مالک کردینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلاً گھوڑیکا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا مفت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت سے اجارہ نکلجائے اسواسطے کہ اجارہ مین بھی تملیک ہی منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہی افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب و قبول کے لازم ہونیکا فائدہ عاریت مین ظاہر کردیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہوچکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہی ولہذا فتاوی عالمگیری مین کہا ہی کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہی معیر کیجانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روے استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہی کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اُس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہین ہوتا ہان قبول گاہی فعلی ہوتا ہی چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اُسنے اپنا ہاتھ پھیلا اور لیا تو اُس سے ظاہر ہوگیا کہ ولو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہی عاریت کا امانت پر یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجاے تو مستعیر پر تاوان نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہی وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہی مستعار کا فائدہ لینے کیواسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونیسے اسواسطے کہ عاریت اشتراط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہوجاتی ہی قابلیت انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق مین نکل گیا اور یہ ضرور ہی کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روئی اور صوف اور پشم اور مشکل اور کاغذ کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہی اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دوکان اور تجمل کیواسطے عاریت لے تو یہ قرض نہین بلکہ

Marfat.com

عاریت ہے لیکن اسکو سوائے وجہ مذکور کے اسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان وصرح فی العمادیۃ بجواز اعارۃ المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لا تفضی للمنازعۃ لعدم لزومہا اور تصریح کی ہے عمادیہ مین مشاع کی عاریت دینے اور اسکے ودیعت رکھنے اور اسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم ہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابۃ علی المستعیر وکذا نفقۃ العبد اما کسوتہ فعلی المعیر اور فقہا نے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے وہذا اذا طلب الاستعارۃ فلو قال المولی خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولی ایضا لانہ ودیعۃ اور یہ یعنی غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا اسوقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اسکا کھانا پینا بھی مولی پر ہے اسواسطے کہ یہ ودیعت ہے نہ عاریت م ظاہرا یہ اباحت انتفاع ہے اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہیے کہ یہ ویسی ودیعت ہے جسکے انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا وتصح باعرتک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہے اعرتک کے لفظ سے یعنی مین نے تجکو عاریت دی اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح اور کھلا ہوا ہے واطعمتک ارضی ای غلتہا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی مین نے اپنی زمین تجھکو کھانیکو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانیکو دیا اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر م غلہ پیدا ہوتا ہے زمین مین تو غلہ حال ہے اور زمین اسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجازا متعارف ہے بقرینہ اطعام اسواسطے کہ جب اطعام غیر مطعوم مثلا زمین کیطرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے ومنحتک بمعنی اعطیتک ثوبی او جاریتی ہذہ وحملتک علی دابتی ہذہ اذا لم یرد بہ منحتک وحملتک الہبۃ لانہ صریح فیفید العاریۃ بلا نیۃ والہبۃ بہا ای مجازا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مین نے تجھکو کپڑا یا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مین نے تجھکو چڑھایا اپنے اس جانور پر جبکہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح نہین ہے تو عاریت کو مفید ہے بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے م یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا واخدمتک عبدی او آجرتک داری شہرا مجانا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ مین نے اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور اپنا گھر ایک مہینہ بھر تجھکو مفت اجارہ دیا م اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری مین عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وداری مبتدا لک خبرہ سکنی تمیز ای بطریق السکنی اور اس قول سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تمیز ہے م سکنی مصدر ہے بمعنی اقامت یا اسم ہے بمعنی اسکان صاحب درر نے کہا سکنی محکم ہے ارادہ نفع مین لہذا لام بمعنی ملک مراد نہوا وداری لک عمری مفعول مطلق ای اعمرتہا لک عمری سکنی تمیز یعنی جعلت سکناہا لک مدۃ عمرک اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنی یعنی مین نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمیز ہے م اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسی کیطرف شارح نے تفسیر ثانی مین اشارہ کیا لیکن اسنے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کیساتھ ملا دیا زیلعی نے کہا داری لک اسکا محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت مین محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنی لام بمعنی ملک مراد نہوا ولعدم لزومہا یرجع المعیر متی شاء اور بسبب لازم ہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ولو موقتۃ معیر کو عاریت پھیر لینے مین اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو م دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اس سے فائدہ لینا جائز ہے جسطرح چاہے اور جبتک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہو مخصوص اسکا حکم یہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ ہے کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید نہو بلکہ انتفاع کی قید ہو تو دونونکا حکم یہ ہے کہ تعین معیر سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج او فیہ ضرر فتبطل فتبقی العین باجر المثل مکن استعار امۃ لترضع ولدہ وصار لا یاخذ الا ثدیہا فلہا اجر المثل الی الفطام وتمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنی اس صورت مین عاریت منقلب باجارہ ہو جائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کیواسطے اور لڑکا ایسا لونڈی سے ہل گیا کہ کسی کی چھاتی

Marfat.com

منھ مین نہین لیتا سوائے اس لونڈی کے تو اس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھڑانے تک ورپورا بیان اسکا اشباہ مین ہی وفیہا معزیا للقیۃ تلزم العاریۃ
فیما اذا استعار جدارا غیرہ لوضع جذوعہ فوضعہا تم باع المعیر الجدار لیس للمشتری دفعہا وقیل نعم الا اذا شرطہ وقت البیع قلت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہما
واعتمدہ محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف وکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ مین قنیۃ سے منقول ہی کہ عاریت لازم ہوجاتی ہی اُس صورت مین جبکہ ایک شخص نے
دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیان رکھنے کیواسطے پھر دھنیان اُسپر نصب کین پھر معیر نے وہ دیوار بیچڈالی تو مشتری کو دھنیونکا دفع کرنا جائز نہین اور قول
ضعیف یہ ہی کہ ہان دفع کرنا جائز ہی مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط کرلے بیع کیوقت مین کہتا ہون اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہی خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما مین اور
اسی پر اعتماد کیا ہی اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر مین اور شیخ صالح ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہین کیا تو گویا اُسکو پسند کیا ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے ولا یضمن بالہلاک
من غیر تعد اور بدون تعدی کے عاریت کے ضائع اور تلف ہوجانیسے تاوان اُسکا لازم نہین آتا یعنی اسواسطے کہ عاریت امانت ہی اور امانت مین تاوان نہین مگر تعدی سے بالاجماع
تاوان ہم تعدی کی صورتین یہ ہین کہ عاریت کے جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہوگیا یا مستعیر مسجد مین گیا اور اُسکو کوچہ مین چھوڑ گیا یا سواری کیواسطے عاریت رکھا سو اُسکو
بندکر رکھا یا پانی پلانے کیواسطے اُسکو غیر جہت معینہ سے لیگیا سو وہ ہلاک ہوگیا یا زمین جوتنے کیواسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اُسکو اور بیل کے ساتھ ملایا کذا فی نسخۃ
اُسکے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہوگیا تو بالاجماع اُسپر تاوان ہی اور اگر اُسکو چراگاہ مین چرانے کیواسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہوگیا اگر وہان اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہین اور
اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک ہو تو تاوان ہی اور اگر جنگل مین سوگیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ مین ہی سو وہ چرایا گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان
نہین اور یہ حکم ہی غیر سفر کا اور سفر مین سو جانیسے تاوان مطلقا نہین جبکہ مستعار چیز اُسکے سر تلے ہو یا آگے رکھی ہو یا آس پاس ہو اسطرح پر کہ عادت مین اُسکی نگہبانی سے خارج
ہو کذا فی البحر وشرط الضمان باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت مین باطل ہی جیسے عدم تاوان کی شرط رہن مین باطل ہی برخلاف روایت جوہرہ
جوہرہ مین ہی کہ تاوان شرط کرنیسے عاریت مین تاوان لازم ہوجاتا ہی ولا توجر ولا ترہن لان الشیء لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہین اسواسطے کہ
شیء متضمن نہین ہوتی اپنے مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہی بخلاف عاریت کا لودیعۃ فانہا لا توجر ولا ترہن بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار
مانند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہین ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہین رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دیجاتی ہی بخلاف عاریت کے بقول مختار
یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہی اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہین مگر اُس صورت مین جبکہ استعمال مختلف نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہی
کذا فی الطحطاوی واما المستاجر فیواجر ویودع ویعیر ولا یرہن او ومستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ کیا تو اُسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہی اور
رہن رکھنا اُسکا جائز نہین واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کے مانند ہی یعنی اُسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہین وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل
لا یملک فیہا تملیکا بغیر وبدون اذن سوا قبض اولاد اور وہبانیہ مین تو مسائل نظم کیے ہین جنہین اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہین خواہ اُسنے قبضہ کیا ہو یا
نہ کیا ہو نقال الشعارو مالک امر لا یملکہ بدون امر وکیل مستعیر وموجر ورکوب ولبس فیہما ومضارب ومرتہن ایضا وقاض بامر ۔ سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ
مالک امر کا جو مالک نہین دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہی اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنی مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قمیص مثلاً پہننے کا غیر کے
رکوب ولبس کے مالک نہین اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی مامور ہم مالک کا لفظ مبتدا ہی اور جملہ لا یملکہ کا اُسکی صفت ہی اور وکیل وغیرہ اُسکی خبر ہے
وکیل کو جائز نہین کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض مؤکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معہ درست نہین جبکہ عاریت مختلف ہوجاتی ہو
باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہو جاتی ہو تو جائز ہی اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے جانور کرایہ لیا یا
اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اُسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اُس قمیص کا پہنانا جائز نہین اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کرنیکا اور مرتہن
دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنیکا بلا اذن امام مالک نہین کذا فی الطحطاوی شعر ومستودع مستبضع ومزارع ۔ اذا لم یکن من عندہ البذر بذر

Marfat.com

اور مستودع بفتح دال ایداع کا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دینے کا اور جسنے زمین بعقد مزارعت لی جبکہ مزارع کے پاس بیج نہو کہ کھیت مین بیج ڈالا جائے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہین دیسکتا بلا اذن رب اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہو کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی الطحطاوی قلت والعاشر شعر وما للساتی ان یساقی غیرہ بلا ان اذن المولی لہ لیس ینکر ۔ مین کہتا ہون اور دسوان مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل مین یون مذکور ہی اور جائز نہین عقد مساقات والے کو کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے اور اگر مولی یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہین فان آجر المستعیر وہ رہن فہلکت ضمنہ المعیر للمتعدی سو اگر مستعیر عاریت کو اجارے مین دے یا اسکو رہن رکھے پھر وہ تلف ہوجاے تو معیر اُس سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے ولا رجوع لہ للمستعیر علی احد لانہ بالضمان ظہر انہ آجر ملک نفسہ وتصدق بالاجرۃ خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہین اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کردے برخلاف بیوسف رح کے اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہوگیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہی اجرت کا اور خیرات کرنیکی وجہ یہ ہی کہ اجرت حاصل ہوئی بسبب خبیث یعنی مال غیر کے استعمال کرنیسے کذا فی الطحطاوی وضمن المستاجر یا معیر تاوان لے مستاجر سے سکت عن المرتہن فی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لایملک المرتہن ان یرہن فیضمن وللمالک الخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح مین ہی اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان مسئلہ یہ ہی کہ مرتہن مالک نہین مرہون کے رہن رکھنے کا تو اُسپر رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہی چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے بھرے ورجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا للضرر اور جب مستعیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال بھرلے جبکہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہی اسکے ہاتھ مین فریب کے دفع ضرر کیواسطے یعنی اگر عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہین بسبب م فریب ولہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ اولا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہی عاریت کا عاریت دینا خواہ اُسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والیکو معین کردیا ہو م اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کردیا اور مالک کو دوسریکا مالک کرنا جائز ہی جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہی کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعۃ ویعیر مالک یختلف ان یمین ان اختلف لا للتفاوت وغراہ فی زواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کردیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہین ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر مین اختیار کیا ف نسبت کیا ہی ومثلہ ای کالمعار الموجر وہذا عند عدم النہی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقا خلاصۃ اور عاریت کی چیز کے مانند ہی اجارے کی چیز یعنی مستاجر کو اجالے کی چیز عاریت دینا جائز ہی خواہ اُسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور درصورت تعین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہین اور یہ تفصیل مذکور درصورت عدم نہی کے ہی تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو معیر نے دی پھر عاریت تلف ہوگئی اس طرح سے تاوان اُسپر آویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجرہا مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ولو یعیر لہ المحمل ورکب عملا بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت لے جانور کو یا بطریق کرایہ لے مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اُسپر جو چاہے اور لادنے کیواسطے عاریت دے اور اُسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنیسے وایا فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہوجائیگا مراد ہو نیمین م اسواسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہی اور تعیین انتفاع مین مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی تو اگر اول سواری کی تو اب اُسپر بوجھ لاد نہین سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کیساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی الطحطاوی وضمن بغیرہ ان عطبت حتی لو البس او رکب غیرہ او رکب بغیرہ بعد ہو الصحیح کافی اور تاوان دے اُسکے غیر مین اگر جانور ہلاک ہوجاے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہی کذا فی الکافی وان اطلق المعیر او الموجر الانتفاع فی الوقت والنوع انتفع ما شاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع مین مقید نکیا تو عاریت دینے والا جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی ابر عمل بالطلاق وان قید بوقت ونوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر انتفاع مین وقت یا نوع یا دونونکی قید لگائے تو تاوان اُسپر آویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجرہا مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ولو یعیر لہ المحمل ورکب عملا بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت لے جانور کو یا بطریق کرایہ لے مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اُسپر جو چاہے اور لادنے کیواسطے عاریت دے اور اُسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنیسے وایا فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہوجائیگا مراد ہو نیمین م اسواسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہی اور تعیین انتفاع مین مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی تو اگر اول سواری کی تو اب اُسپر بوجھ لاد نہین سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کیساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی الطحطاوی وضمن بغیرہ ان عطبت حتی لو البس او رکب غیرہ او رکب بغیرہ بعد ہو الصحیح کافی اور تاوان دے اُسکے غیر مین اگر جانور ہلاک ہوجاے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہی کذا فی الکافی وان اطلق المعیر او الموجر الانتفاع فی الوقت والنوع انتفع ما شاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع مین مقید نکیا تو عاریت دینے والا جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی ابر عمل بالطلاق وان قید بوقت ونوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر انتفاع مین وقت یا نوع یا دونونکی قید لگائے تو تاوان اُسپر آویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی برعکس اسکے مانند یا بہتر خلاف ہیں م خلاف شر کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا مثلاً دو من گیہون لادنے کیواسطے پھر اُسپر اُسیقدر جو لادے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ

لہ نفع کی جنس ہے کہ غیر کو دینے کا کرایہ نہین ۱۲

Marfat.com

جو کا بوجھ زیادہ پھیلتا ہی جانور کی پیٹھ پر گیہوں سے اور خلاف مثل کی مثال یہ ہی کہ معین گیہوں کے عوض اور گیہوں اسقدر لاوے یا اپنے گیہوں کے عوض غیر کے گیہوں اسنے لاوے اور بہتر خلاف کی
یہ صورت ہی کہ جو کیواسطے عاریت لے اور اسپر گیہوں لاوے وکذا تقیید الاجارۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسیطرح کا حکم ہی اجارہ مین نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانیکا
عاریت کے مانند عاریۃ الثمنین والمکیل والموزون والعدد المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استہلاک عینہا روپے اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی
عاریت اطلاق کیوقت قرض ہی بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ م یعنی عاریت عبارت ہی اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ مین انتفاع نہین ہو سکتا بدون استہلاک عین اشیا کے
لہذا یہان عاریت یعنی قرض ٹھہری معدود متقارب چنانچہ اخروٹ اور انڈا اور اسیطرح صوف اور ریشم اور روئی اور مشاکہ اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض
ہی فیضمن المستعیر بہلاکہا قبل الانتفاع لانہ قرض حتی لو استعارہا لیعیر المیزان او یزین الدکان کان عاریۃ تو تاوان دے عاریت لینے والا اشیاء مذکورہ کے تلف ہو جانیسے قبل انتفاع کے اسواسطے
کہ وہ قرض ہی نہ عاریت تو اگر روپے اشرفی کو عاریت لیا تاکہ انسے تولکر ترازو کی درستی جانچے یا انکو رکھکے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہی نہ قرض یعنی اسواسطے
کہ اسمین استہلاک عین نہین ولو اعارہ قصعۃ ثرید فقرض ولو بینہا مباسطۃ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہی اور اگر معیر اور مستعیر مین کشادہ چشمی اور بے تکلفی ہی تو یہ اباحت
ہی م ثرید وہ کھانا ہی جو شوربے مین روٹی تر کرنیسے مرتب ہوتا ہی جب قرض ہوا تو رد مثل یا اسکی قیمت دینا لازم ہی اور اباحت مین تاوان نہین وتصح عاریۃ السہم ولا یضمن لان الرمی یجری مجری
الہلاک صیرفیۃ اور تیر کی عاریت صحیح ہی اور تلف ہونیسے تاوان نہین اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاک کے ہی کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہی مالک کی اجازت سے لہذا اسمین
تاوان نہین ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانیکو تو صحیح ہی منفعت کے معلوم ہونیسے ولہ ان یرجع متی
شاء لما تقرر انہا غیر لازمۃ اور معیر کو جائز ہی کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ عاریت عقد لازم نہین ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض
فیترکان بالقیمۃ مقلوعین لئلا تتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہی کہ مستعیر سے عمارت اور درختونکو کھدوا ڈالے مگر جبکہ کھودنے مین زمین کا ضرر ہو تو کھودی عمارت اور کھودے درخت کی قیمت
دیکر دونون چیزین قائم رکھی جاوین تاکہ اسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دے وان وقت العاریۃ فرجع قبلہ کلفہ قلعہما وضمن المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع
بان یقوم قائما الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور معیر
مستعیر کو اتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنیسے اسطرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت انکی مقرر کیجاے اور پھیر دینے کے دن کی قیمت کا
اعتبار ہی کذا فی البحر م مثلاً درخت کی قیمت کھودنیکے وقت ایک روپیہ ہی اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارہا
لیزرعہا لم تؤخذ منہ قبل ان یحصد الزرع وقتہا اولا فتترک باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کیواسطے عاریت دی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاے
خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعوض اجرت مثل چھوڑی جائیگی دونون حقونکی رعایت کرنے کیواسطے فلو قال المعیر اعطیتک البذر وکلفتک
ان کان لم تنبت لم یجز لان بیع الزرع قبل نباتہ باطل وبعد نباتہ فیہ کلام اشار الی الجواز فی المغنی نہایہ پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ مین تجھکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہون اگر
کھیت نہ جما ہو تو جائز نہین اسواسطے کہ کھیت کی بیع قبل اسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اسکے جمنے کے اسمین گفتگو ہی مغنی مین اسکے جائز ہونیکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی النہایہ م
قول مغنی یہی مختار ہی کذا فی الطحطاوی عن العنایۃ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی یعنی اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کیواسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیر دینا اسپر
واجب ہی فلو کانت موقتۃ فامسکہا بعدہ فہلکت ضمنہا لان مؤنۃ الرد علیہ نہایہ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اسوقت کے پھر عاریت ضائع
ہو گئی تو مستعیر تاوان دے اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایۃ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا م اس مسئلے مین دو قول ہین تاوان قاضی خان کا مختار ہی اور عدم
ضمان کافی اور مجتبی مین مذکور ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارہا لیرہنہا فتکون کالاجارۃ رہن الخانیۃ عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کیواسطے
عاریت لی تو اب عاریت اجارے کے مانند ہی کذا فی رہن الخانیۃ یعنی تو اب خرچ معیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہی کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الرد علیہ اور اسیطرح جسکے
واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہی وکذا الموجر والغاصب والمرتہن مؤنۃ الرد علیہم لحصول المنفعۃ لہم اور اسیطرح موجر اور غاصب اور

Marfat.com

مرتہن پر پھیر دینے کا خرچ ہی بسبب حاصل ہونے منفعت کے انھیں کے واسطے ہذا والاخراج باذن رب المال والامونۃ رد مستاجر و مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیہ یعنی موجر پر خرچ لازم ہونا اُسوقت ہی جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اُسپر ہی جسنے اُسکو اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیہ بخلاف شرکۃ و مضاربۃ وہبۃ قضی بالرجوع مجتبی بخلاف شرکت و مضاربۃ اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبی یعنی شرکت مین رد راس المال کا خرچ اور مضاربت مین صاحب مال پر ہی اور ہبہ مین واہب پر کذا فی المنح وان رد المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لا بیادمتہ او مع عبدہ بہا مطلقا یقوم علیہا او لا فی الاصح او اجیرہ لے مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کیساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اُسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہ قول اصح مین یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا مقبوض ہونیسے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور اوا کر چکا موید دار کو اسواسطے نکالا کہ وہ عیال مین داخل نہین ہوتا بخلاف نفیس کجوہرۃ بخلاف عبد چیز کے چنانچہ جواہر یعنی اگر عبد چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک کے پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہو گا و بخلاف الرد مع الاجنبی لو بان کانت لعاریۃ موقتۃ مضت مدتہا تم یلقہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ اور برخلاف اجنبی کے یعنی اسطرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اُسکی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اُسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہو گا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنیسے والا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بیقنی زیلعی قنیہ حمل کلامہم علی ہذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے دینے مین انقضاے مدت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہوجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہی جسمین عاریت رکھنے کا مالک ہی اجنبی سے اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کر اسی قول پر متعین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر بری تاوان آتا اسی صورت پر ہی جبکہ بعد انقضاے مدت رد نہو نہ مطلقا و بخلاف رد ودیعۃ مغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پہونچا دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک یہ تسلیم نہین یعنی جب خود مالک کو پہونچا دیگا تو تسلیم ثابت ہو گی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فیخصص لئلا یعم البناء ونحوہ اور جبکہ سفید خالی زمین زراعت کیواسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھدے اسطرح پر کہ تونے اپنی زمین میرے کھانیکو دی تا اُسمین زراعت کرون تو زراعت کیواسطے تخصیص اسواسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نرہے ہم عاریت نامہ لکھنا افضل ہی نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہ ہی تا طول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار نکرے العبد المأذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہی یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سو اگر دنکا دستور ہی کذا فی المنح والمجتبی واذا استعار واستہلکہا یضمن بعد العتق غلام مجور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تا وان دے آزاد ہونیکے بعد ولو اعار عبد مجور عبدا مجورا لشیاء فاستہلکہا ضمن الثانی للحال اور اگر غلام مجور اپنے مانند دوسرے غلام مجور کو عاریت دے سو وہ اُسکو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال تاوان دے ولو استعار ذہبا فحلاہ صبیا فسرق الذہب ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظہ ما علیہ من الثیاب لم یضمن والا ضمن تا نہ اعارۃ والمستعیر ایلکہا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے مین ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اُسکی جو اُسکے بدن پر ہی لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہین اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہی اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہی اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر ضامن ہی یعنی اسواسطے کہ اُسنے مال پر یا ضائع کیا تاوان کو دیکر وضعہا اہ العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا لہا عاریت کو اپنے سامنے رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو اُسپر تاوان نہین اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونیوالا عاریت کا ضائع کرنیوالا نہین گنا جاتا و ضمن لو نام مضطجعا لترک الحفظ اور تاوان دے اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑنیکے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہین اپنے نابالغ لڑکے کا مال عاریت دینا بسبب نہونے عوض کے اور اسیطرح قاضی و وصی کو بطفل کا مال عاریت دینا جائز نہین ہم یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہی اسواسطے کہ اُسمین بیع طحاوی سے منقول ہی کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک عبدی فلما کان الغد ذہب لطالب واخذہ بغیر اذنہ واستعملہ فمات لتعد لا ضمان علیہ

Marfat.com

خانية عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے سے بیل عاریت مانگا سو اُسنے کہا مین کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون اسکے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مرگیا تو اُسپر تاوان نہین کذا فی الخانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبی وغیرہ مین ہی کہ وہ تاوان دیگا م تو اُسمین دو قول ثابت ہوے جہز ابنتہ بما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت اعرتہا لامتعۃ ان العرف مستمر ابین الناس ان الاب لا یدفع ذلک الجہاز ملکا لا عارۃ لا یقبل قولہ انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بقیتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہی پھر باپ نے کہا کہ مین نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کی طور پر اگر لوگون مین یہ رواج دائمی ہو کہ باپ اس جہیز کو دیا کرتا ہو مالک کردینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ مین نے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہی اور اگر اسطرح کا رواج نہو یا گاہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گاہے بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہی اسی قول کا فتوی ہی چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس جہیز سے جو ویسی عورت کو دیا جاتا ہی تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہی والام دولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور مان اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہی حکم مذکور مین یعنی اگر مان یا ولی صغیرہ کا نکاح کردے جہیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو ہرگز اسکا اعتبار نہوگا اور یہ حکم مان اور ولی مین ابن وہبان کی بحث ہی کذا فی الطحطاوی وفیہ یعمل الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیہ وتقدم فی باب المہر اور جسمین اجنبی دعوی کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ مین نے اُسکو فلانی چیز عاریت دی تو اُسکا قول مقبول نہین بدون شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور باب المہر مین پہلے مذکور ہوچکا وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد والفقراء اشباہ مین ہی کہ جو امین امانت کے پہونچا دینے کا اُسکے مستحق کیطرف دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہی چنانچہ مودع جبکہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنیکا دعوی کرے موقوف علیہم سے مراد واقف کی اولاد ہی اور محتاجین اور مانند انکے یعنی علما اور اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن بما انکروہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقدمر فی الوقف عن مولی ابی السعود واحسنہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ مین نے روزینہ لینے والون کے وظائف مین صرف کیا تو اُسکا قول مقبول نہین ارباب وظایف کے حق مین لیکن ناظر تاوان نہیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہین بلکہ ناظر اُنکو دوبارہ دے وقف کے مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ مین مشرح ہی مین کہتا ہون اور کتاب الوقف مین یہ مذکور ہوچکا مفتی ابو سعود سے اور مصنف نے اُسکو پسند کیا ہی اور اُسکے فرزند نے اُسکو ثابت رکھا ہی حاشیہ اشباہ مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہی کہ ادعا ایصال مستحق امانت کی زندگی مین ہو یا بعد اُسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل مین جبکہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعوی کرے کہ اُسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُسکی زندگی مین تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کیساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کودیعۃ قال قبضتہا فی حیاتہ وہلکت وانکرت الورثۃ او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ مین نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات مین اور وہ ہلاک ہوگئی اور موکل کے وارثون نے اُسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ مین نے وہ عین موکل کو دی تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہی یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہی اور یہ اُسکا مقصود نہین کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیہ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُسکا قول مقبول نہین اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب کرتا ہی میت پر اور وہ تاوان ہی مقبوض کے برابر اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیہ م ایصال دین کے دعوی مین میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہی کہ قضاے دیون امثال دیون سے ہوتا ہی تو ادعا ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہی اور مقبوض ہلاک ہوجاتا ہی اُس حق کا جو دیون پر ہی اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت فظاہر

انہ لایصدق لافی حق نفسہ ولافی حق الموکل وقدافتی بعضہم انہ یصدق فی نفسہ لافی حق الموکل وحمل علیہ کلام الولوالجیۃ فلیتامل عند الفتوی مین کہتا ہون اورظاہر کلام ولوالجیۃ اسپر دلالت کرتا ہی کہ وکیل کی تصدیق نہو نہ اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے حق مین اور البتہ بعض فقہانے فتوی دیا ہی کہ وکیل کی تصدیق اُسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہی تو تامل کرنا چاہیے فتوے دینے کیوقت ہم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہین کرتا بلکہ اُسکی عبارت سے یہ ظاہر ہی کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان علی الیت توافتاے بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھ حاجت نرہی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستعیر موصی لہ سے حم یہ اُس صورت مین ہی جبکہ رقبہ معار کا ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریۃ قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہی کذا فی الطحطاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدہما عاریت اجارہ کے مانند فسخ ہوجاتی ہی معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دین وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اُسپر دین ہی اور اُسکے پاس ودیعت ہی غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب یون ہین تقسیم ہوگا بقدر اُنکے حصون کے حم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہی کہ میت مرگیا اور یہ بیان نہ کرگیا کہ فلانی چیز ودیعت ہی تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب یون ترکے مین برابر ہین بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادا سے کل دیون مین کفایت نہ کرے استاجر بعیرا الی مکۃ فعلی الذہاب فی العاریۃ علی الذہاب المجئی للان ردہا علیہ اونٹ کرایہ کیا کہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہی نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے دونون پر ہی اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہی یعنی اور پہونچانا بدون آنے کے نہین ہوسکتا بخلاف اجارہ کے کہ اُسکے آنے کا خرچ موجر پر ہی نہ مستاجر پر استعار دابۃ للذہاب فاسکہا فی بیتہ فہلکت ضمن لانہ اعارہا للذہاب لا للامساک جانور عاریت لیا جانے کیواسطے پھر اُسکو باندھ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف ہوگیا تو تاوان نے اسواسطے کہ اُسنے اُسکو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کے واسطے استقرض ثورا فاغار علیہ الاتراک لم یضمن لانہ عاریۃ عرفا بیل قرض لیا سو اُسپر ترکون نے شلاً غارتگری کی تو اُسپر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ عاریت ہی رواج مین یعنی اور بلاتعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی ولیکن واذا خرج فالبناء للمالک فلما لک اجر مثلہا مقدار السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلاعوض فکانت اجارۃ معنی وفسدت بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ اس مکان سے نکلجاے تو عمارت مالک زمین کی ہی تو مالک کو کرایہ ملیگا ویسی زمین کا بقدر اُسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہی اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہی تملیک منافع بلاعوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنی تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونیسے م عوض وہ عمارت ہی جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارۂ فاسد ٹھہری تو اُجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کیوقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجہالۃ البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہریگی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے م خراج تھا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہی اجارے کی اسواسطے کہ عقود مین معانی کا اعتبار ہی نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہی کہ قدر خراج مجہول ہی والحیلۃ ان یوجرہ الارض سنین معلومۃ ببدل معلوم ثم یامرہ باداء الخراج منہ اور مستعیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہ ہی کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادا سے خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعار کتابا فوجد فیہ خطأ اصلحہ ان علم رضی صاحبہ قلت ولا یاثم بترکہ الا فی القرآن لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت کی سو اسمین غلطی پائی تو اُسکی اصلاح کردے اگر مالک کی رضامندی جانے مین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہی بخط مناسب قرآن م اصلاح بین رضاے مالک اسواسطے شرط کی کہ غیر کی ملک مین تصرف ہی

Marfat.com

ابن وہبان نے کہا کہ اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اُسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضائے صاحب کتاب اصلاح کردے اور اگر خط مناسب نہو تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکھکر وہان رکھدے اور محل خطا پر نشان کردے تا مالک اُس کا مطلع ہو کر درست کرلے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ شعر وسفر رای اصلاحہ مستعیرہ ؛ یجوز اذا مولاہ لایتاثر ؛ اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک کتاب مین اُسکے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اُسکا مالک آزردہ نہو وفی معایاتھا اور وہبانیہ کی معایات مین اگلی بیت ہے م معایات وہ کلام ہے جسکے فہم اور جواب مین مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور چیستان اور پہیلی ؎ وای معیر لیس یملک اخذما ؛ اعار وفی غیر الرہان التصور ؛ اور وہ کون معیر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہین اور رہن کے سواے مین یہ مسئلہ متصور ہے م صورت اُسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کیواسطے تو مالک زمین کو اُسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہین ؛ وہل واہب لابن یجوز رجوعہ ؛ اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اُسکو پھیر لینا جائز ہو م صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اُسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک نہین ہوسکتا اور ہبہ درحقیقت اُسکے مالک کیواسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کیواسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا ؛ وہل مودع ماضیع المال یخسر ؛ اور ایسا کوئی مودع ہے جسنے مال ضائع نہین کیا اُسپر تاوان پڑتا ہے م صورت اُسکی یہ ہے کہ وصیت کرنیوالے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اُسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اُس سے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاہر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبہ کے ظاہر ہے م اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ہو لغۃ التفضل علی الغیر ولو غیر مال ہبۃ لغت مین عبارت ہے فضیلت حاصل کرنیسے غیر پر اگرچہ تفضیل بغیر مال کے ہو وشرعا تملیک العین مجانا ای بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع مین ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کردینے سے مفت یعنی بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ مین م تملیک عین سے اباحت اور عاریت ہبہ سے خارج ہوگئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہین لہذا ابن کمال نے تملیک مال کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح مین کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہین کہ عدم عوض شرط ہے اسمین تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اُسکو دین قبض کرنیکا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کیطرف م یہ جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف مین تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کہئے اسکا جواب شارح نے یون دیا کہ جب صاحب دین نے اُسکو قبض دین کا امر کیا اور اُسنے دین پر قبض کیا تو دین عین ہوگیا تو تملیک عین متحقق ہوگئی وسببہا ارادۃ الخیر للواہب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دنیوی ہو چنانچہ عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ ثواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المومن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید والایمان اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایہ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایمان دار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھاوے جسطرح اُسپر یہ واجب ہے کہ اُسکو توحید اور ایمان بتاوے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی چوٹی ہے کذا فی النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہوجاے اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وہی مندوبۃ وقبولہا سنۃ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست ہوجاؤ م اور گاہے بسبب عارض کے ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہین ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہوجائے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وشرائط صحتہا فی الواہب العقل والبلوغ والملک فلا تصح ہبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطین ہبہ کرنیوالے مین عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح

Marfat.com

نہین اگرچہ مملوک مکاتب ہو وشرائط صحتہا فی الموہوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطین موہوب یعنی بخشی چیز مین ہونا اُسکا مقبوض غیر مشاع متمیز مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا م زیلعی مین ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کیواسطے اسواسطے کہ جواز ثابت ہے قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنفؒ کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے اور باقی شرط موہوب کی فتاوی عالمگیری مین یون مذکور ہے کہ موہوب موجود ہو ہبہ کیوقت تو اگر اپنے درخت کے پھل ہبہ کرے جو اسال پھلین گے تو جائز نہین اسواسطے کہ فی الحال معدوم ہین اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہین اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہین کذا فی الطحطاوی ورکنہا ہو الایجاب والقبول کما یجی اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وحکمہا ثبوت الملک للموہوب لہ غیر لازم فلہ الرجوع والفسخ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہے یعنی سوائے سات صورتون کے جو یہ گزرہونگی وعدم صحۃ شرط الخیار فیہا فلو شرط صحت ان اختار ہا قبل تفرقہما اور حکم ہبہ صحیح ہونا شرط الخیار کا ہے ہبہ مین تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے م بہتر یہ تھا کہ مصنف یون کہتا (وعدم صحتہا بخیار الشرط) بقرینہ تفریع کے والا حاصل اُسکا یہ ہے کہ ہبہ مطلقا صحیح ہے اور شرط باطل ہے وکذا الوابراء صح الابراء وبطل الشرط خلاصہ اور اسیطرح اگر واہب نے شرط خیار ابرا کرے تو ابرا صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصہ م طبی نے کہا استقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منح الغفار مین واقع ہے والا تشبیہ غیر صحیح ہے وحکمہا انہا لا تبطل بالشروط الفاسدۃ فہبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح ویبطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا یہ ہے کہ باطل نہین ہوتا ہے شروط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اُسکو موہوب لہ آزاد کردے صحیح ہے اور شرط باطل ہے وتصح بایجاب ہبت ونحلت اور ہبہ صحیح ہے ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی مین نے ہبہ کیا ونحلت یعنی مین نے بخشا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ واطعمتک ہذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاح اور مین نے یہ کھانا تیرے کھانیکو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو م خلاصہ مین ہے کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے سو واہب نے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کو نموالا نہ تھا اور موہوب لہ نے اُسکو قبول کر لیا بقبول صحیح انتہی اور اسیطرح خلاصہ کے [illegible] خزانے کی عبارت ہے جسکو مصنف اپنے ظن کی دلیل سمجھا ہے اور حالانکہ اُس سے مصنف کا مطلب ثابت نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہین بخلاف اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ لرقتہا واطعام لغلتہا بخلاف اس قول کے کہ مین نے اپنی زمین تیرے کھانیکو دی اسواسطے کہ یہ قول عاریت ہے رقبہ زمین کی اور اطعام ہے اُسکے غلے کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جسکو مستعیر بوئے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا او الاضافۃ الی ما ای الی جزء یعبر بہ عن الکل کو ہبت لک فرجہا وجملتہ لک لان اللام للتملیک یا ایجاب مین اضافت ہو اُس جزو کیطرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ مین نے تجھکو اُس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اُسکو مین نے تیرے لیے مقرر کر دیا ٹھہرا دیا اسواسطے کہ لام لک کے لفظ مین تملیک کیواسطے ہے م طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا او لو بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جملتہ باسمک فانہ لیس ہبۃ برخلاف اس قول کے کہ اُسکو مین نے تیرے نام کیساتھ ٹھہرا دیا مقرر کر دیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہین ہے م یہ قول غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین غیاثیہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ باسم ابنی یعنی مین نے اسکو اپنے بیٹے کے نام کیساتھ ٹھہرا دیا تو یہ ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہین کذا فی الطحطاوی وکذا ہی لک حلال الا ان یکون قبلہ کلام یفید الہبۃ خلاصہ اور اسیطرح یہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہے مگر اسوقت ہبہ ہے جبکہ اُسکے پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصہ م قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی حلت نکاح سے ہے یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہین اور اباحت فروج مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہوا اس طرح ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھکو تو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہے یا میرا دل راغب ہے اُسکے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھپر یہ حلال ہے تو البتہ یہ قول اب ہبہ ٹھہریگا وا عمرتک ہذا الشیء اور مین نے یہ چیز تجھکو بطور عمریٰ دی یعنی عمر بھر کو دی م عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور بعد موت موہوب لہ کے پھیرلے سو تملیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد شرط سے حدیث مین وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمریٰ کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ

Marfat.com

کی مملوک ہی اور اُسکے وارثون کی ہی بعد اُسکے کذافی الزیلعی وحملتک علی ہذہ الدابۃ ناویا بالحمل الہبۃ کما مر اور مین نے تجھکو اس جانور پر محمول کردیا حمل سے ہبہ کی نیت کرکے چنانچہ کتاب العاریہ مین مذکور ہوچکا ہم حمل لگاہے بمعنی ہبہ اور گاہے بمعنی عاریت مستعمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وکسوتک ہذا الثوب اور مین نے تجھکو یہ کپڑا پہنایا میں پہنانیسے تملیک عین مراد ہوتی ہی بولتے ہین کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا جبکہ اُسکو کپڑے کا مالک کردیا اور عاریت مین اس طرح نہین بولتے ووارثی لک ہبۃ اور میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کرم لفظ ہبہ منصوب ہی حال ہونیسے ضمیر ظرف کی اور لام تملیک کا ہی کذافی الدرر اوعمری تسکنہا لان قولہ تسکنہا مشورۃ لاتفسیر لان الفعل لایصلح تفسیرا للاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان تسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا ہی بطور عمری کے کہ تو اُسمین سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہی اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہی واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونیکی لیاقت نہین رکھتا تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اُسکی ملک مین اسطرح کہ اُسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اُسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے لانہ قال ہبتہ سکنی او سکنی ہبتہ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے موہوب ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا اخذا بالمتیقن کو لیکر لم لفظ ہبہ حال ہی اور سکنی تمیز عاریت ہونیکی وجہ یہ ہی کہ لفظ سکنی محکم ہی تملیک منفعت مین تو یہ قول عاریت ٹھہرا خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا مؤخر کذافی الطحطاوی عن البحر وحاصلہ ان اللفظ ان ابنا عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبر النیۃ نوازل اور حاصل کلام یہ ہی کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنے دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہی یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہی یا ہبہ اور عاریت دونونکا احتمل ہو تو نیت معتبر ہی کذافی النوازل وفی البحر اغرسہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین اس درخت کو جماتا ہون اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہی ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہی اور عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے بصیغہ جزم مذکور ہی کہ یہ قول ہبہ نہین ہی تو اسی پر اعتماد چاہیئے کذافی الطحطاوی وتصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ امافی حق الواہب فتصح بلا ایجاب حتی لو حلف ان یہب عبدہ لفلان فوہب ولم یقبل بر وبعکسہ حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہی قبول کرنیسے یعنی موہوب لہ کے حق مین اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہوجاتا ہی فقط ایجاب بلا قبول سے کیونکہ وہ محسن ہی تو اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اُسنے اُسکو ہبہ کیا اور اُس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اُسکے بالعکس مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ مین فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اُسنے ہبہ کیا اور اُسنے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا برخلاف بیع کے یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اُسنے بیع کا ایجاب کیا اور اُسنے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہی تمام نہین ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جبتک قبول نہ پایا جائیگا بیع ثابت نہوگی کذافی الطحطاوی وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ بناء کالقبول فاختص بالمجلس اور صحیح ہے موہوب لہ کے قبض کرنیسے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہان یعنی ہبہ مین قبول کرنیکے مانند ہی لہذا مخصوص بہ مجلس عقد ہوا مثل قبض بجاے قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہین مگر قبض سے تو قبض مقید بمجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذافی الزیلعی وبعدہ بہ ای بعد المجلس بالاذن او بعد انقضاے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض بعدہ اور محیط مین ہی کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنیکا امر کیا ہو ہبہ کرنیکے وقت تو قبض مقید بہ مجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اُسکے بھی والتمکن من القبض کالقبض فلو وہب لرجل شیئا فی صندوق مقفل ورفع الیہ الصندوق ولم یمکن قبضا لعدم تمکنہ من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اُسکی طرف بلند کیا یعنے سامنے کیا تو یہ قبض نہوگا بسبب اُسکے نہ قادر ہونے کے قبض پر وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہوا تو قبض ثابت ہوگا

سامنے کرنیسے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع مین وفی الدرر والمختار صحتہ بالتخلیۃ فی صحیح الہبۃ لا فاسدہا
یا حوالہ کرنیسے ۱۲
اور درر مین ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح نہ ہبہ فاسد مین یعنی اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ مین تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا بشرطیکہ ہبہ
فاسد نہو وفی النتف ثلثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور نتف مین ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہین ہین بدون قبض کے م عقود مذکورہ یہ ہین ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف
بقول محمدؒ واوزاعی وابن شبرمہ وحسن بن صالح ۵ عمریٰ ۶ نحلہ بمعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم مین ۱۰ بدل سلم مین جبکہ بعض بدل کھوٹا ہو تو اگر
کھوٹے درمون کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اُسکے حصہ کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو چنانچہ گیہون کی بیع
جو سے تو اسمین تفاضل جائز ہے نہ نسیہ ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اسمین بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی الطحطاوی عن الحلبی
عن المنح ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اُسکا قبضہ کرنا مطلقاً
صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب مین قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے م خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس مین اور بعد مجلس کے بھی اور
اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہین نہ مجلس مین نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب ہے باعتبار دلالت کے اور نہی عن
القبض صریح ہے اور حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس مین صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ نے وہان
جاکر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہین تو نہین وتتم الہبۃ بالقبض الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے م قبض کامل منقول مین وہ ہے جو
منقول کے مناسب ہے اور عقار مین وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ مین قبض کامل قسمت کرنیسے ہوتا ہے تا موہوب پر قبض
بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ مین قبض کامل بہ تبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر ولو الموہوب شاغلا لملک الواہب لا مشغولا بہ
ہبہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل بملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب والاصل ان الموہوب ان مشغولا بملک الواہب منع تمامہا
وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونیکا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو
ہبہ تمام ہونیکا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا
کذا فی الدرر فلو وہب جرابا فیہ طعام الواہب او دارا فیہا متاعہ او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذلک لا تصح تو اگر وہ تھیلا ہبہ کیا جسمین واہب کا طعام ہے یا وہ گھر جسمین
واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہے اور تینون چیزون کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا م اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول
ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہین کرتا کذا فی الدرر وبعکسہ تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل
لملک الواہب لا مشغول بہ اور اُسکے بالعکس مین ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین مین فقط اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے ملک واہب سے شاغل ہے نہ مشغول
م خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہین اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک واہبہ لا یمنع تمامہا
عدم تمام ہبہ مین مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہین م منجملہ اسکی صورتون کے
ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اُس متاع کے ساتھ جو اُس گھر مین ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا
ہے گھر مین اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونون پر تھا حقیقۃ تو اُسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر
واہب کی ملک ہونا مانع نہین کذا فی الطحطاوی کرہن وصدقۃ لان القبض شرط تمامہما وتمامہ فی العمادیۃ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند
اسواسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقے کے تمام ہونیکی اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے م یعنی رہن اور صدقہ پورا نہین ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا
ملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور دونون کا شاغل ہونا مضر نہین تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لا یجوز

۱ یعنے کم زیادہ ہونا جنسین کا درست ہے اور اُدھار درست نہین کہ گیہون مثلاً اُسوقت دے اور جو بعد کو لیوے ۱۲ ۲ یعنے بھر دینے والا ہو نہ بھرا ہوا یعنے مظروف ہو نہ ظرف ۱۲

Marfat.com

الا اذا وہب الاب لطفلہ اور اشباہ مین ہے کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وکذا الدار المعارۃ مین کہتا ہون اور اسی طرح عاریت کا گھر ہے م صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسی کا اسباب غصب کیا اور اُس گھر مین رکھا پھر معیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے کذا فی الطحطاوی والتی وہبتہا لزوجہا علی المذہب لان المرأۃ ومتاعہا فی ید الزوج فصح التسلیم اور ہبہ مشغول اُس گھر مین جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اُسکا اسباب زوج کے ہاتھ مین ہے تو تسلیم موہوب صحیح ہو گئی م صورت اُسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اُسمین رہتی ہے اور اُسکا اسباب اُسمین ہے اور زوج بھی اُسکے ساتھ اُسکے گھر مین رہتا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ زوجہ مع گھر اور اسباب کے زوج کے ہاتھ مین ہے اور مقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ومن وہبت للزوج دارا لہا بہا ؛ متاع وہم فیہا تصح المحرر ؛ اور مقرر مین نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو مین نے یون کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو ہبہ صحیح ہے یہی قول محرر معتمد علیہ ہے م وہبانیہ کی اصل بیت یون ہے ومن وہبت للزوج دارا لہا بہا ؛ متاع وہم فیہا فقولان یزبر ؛ یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اُسمین رہتے ہین تو دو قول اسمین مرقوم ہین یعنی جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت مین تصرف کر دیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ المشغول ان یودع الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلا فتصح لشغلہا بالمتاع فی یدہ اور جوہرہ مین ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر موہوب لہ کو مثلاً مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہو گا بسبب مشغول ہونے گھر کے متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ مین یعنی جب شاغل بطریق ودیعت موہوب لہ کے قبض مین آیا پھر مشغول بہ تسلیم واہب اُسکے پاس آیا تو دونون پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق تتم محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے موہوب مفرغ مین م یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہو گیا پھل کے ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین مین مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہو گئی اور مشاع باقی نرہا ومشاع لا یبقی منتفعا بہ بعد ان یقسم کبیت وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اُس مشاع یعنے غیر مقسوم مین جو نفع لینے کے لائق نہین رہتا قسمت کرنیکے بعد چنانچہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر م مشاع لا یقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہین رکھتا باینمعنی کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہین رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہین رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانہا لا تتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہین ہوتا قبض کرنیسے اُس مشاع مین جو قسمت پذیر ہے م قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اُسکے کذا فی الدرر قہستانی نے کہا جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہین اور نہین تو قسمت پذیر ہے انتہی بحر الرائق مین ہے کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ مین یہ ہے کہ جو چیز دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ مانے تو اگر قاضی مانع قسمت[1] پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہے چنانچہ گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہین چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ ولاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہین ہوتا اگرچہ واہب نے اُسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ مین ہے تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز نہونا مذہب ٹھہرا م درر سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت مین قبض کامل بدون قسمت کے نہین ہوتا وفی الصیرفیۃ عن العتابی وقیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ مین عتابی سے منقول ہے اور بعضون نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے م فقہا کی ظاہر عبارت سے عدم جواز معتمد ہے یہانتک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کیطرف منسوب کیا ہے بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحطاوی فان قسمہ وسلمہ صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہو گا بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی مانع قبض کامل

[1] قولہ قاضی کا جبر موقوف ہے کہ مفاد مقصود بعد قسمت باقی رہے ورنہ نہین تو اس تطویل سے کیا فائدہ ہوا ۱۲ امیر علی رح

اشاعت تھی سو قسمت اور تسلیم سے زائل ہوگئی ولو سلمہ شائعا لا یکنہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ ینمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کردیا اس طرح پر کہ کل کو تسلیم کردیا تو موہوب لہ اُسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اُسکا تصرف اُسمین نافذ نہوگا تو موہوب لہ اُسکا تاوان دیگا درصورت تصرف اور واہب کا تصرف اُسمین نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصول البہتہ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ لکن بقولہ الفتوی اکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لکن درر مین ہی فصول سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہوجاتا ہی قبض کرنیسے اور اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اُسکے بزازیہ مین ہی برخلاف اُس قول کے جسکو صحیح کہا ہی عمادیہ مین لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اُسکو مشی بیان کیا ہی اپنی شرح مین مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ظاہر عبارت شارح دال ہی کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہی حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہی چنانچہ حلبی مین القانی سے مذکور ہی اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہی بیع مشاع کی جائز ہی قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر مین اور اجارہ اسکا جائز ہی شریک سے یا اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہی تو اُجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہی اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ صحیح ہی ورنہ باطل ہی والا جائز نہین اور رہن مشاع کا فاسد ہی مقسوم اور غیر مقسوم مین شریک اور غیر شریک برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز نہ محمد کے نزدیک اور خلاف محتمل القسمۃ مین ہی اور غیر محتمل القسمۃ مین بالاتفاق جائز نہین اور ایداع مشاع شریک سے جائز ہی اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہی کذا فی الطحطاوی

وہل للقریب الرجوع فی البہتہ الفاسدۃ قال فی الدرر نعم وتعقبہ فی الشرنبلالیۃ بانہ غیر ظاہر علی قول المفتی بہ من افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہی قرابت دار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ مین درر مین کہا کہ ہان جائز ہی اور شرنبلالیہ مین اُسپر اعتراض کیا کہ رجوع غیر ظاہر ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہوجاتا ہے قبض کرنیسے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طاری کان یرجع فی بعضہا شائعا فانہ لا یفسدہا اتفاقا اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہی جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہین جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع مین رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہین بالاتفاق ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہی کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع مین ہبہ کو باطل کردے والاستحقاق شیوع مقارن لا طاری یفسد الکل حتی لو وہب رضا وزرعا وسلمہا فاستحق الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق البعض الشائع فیما یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہو نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہی کل موہوب کا تو اگر زمین و کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کردیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین مین باطل ہوگیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ مین جس زراعت کے بعض شائع ہونے مین کلام ہی اور صاحب درر نے یون وجہ بیان کی ہی کہ زرع زمین کیساتھ بحکم اتصال شیئے واحد کے مانند ہی پھر جب اسکا بعض مستحق ٹھہرا تو یون ہوگیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ مین تو ہبہ باطل ہوگا باقی مین اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنی لا نہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی والاستحقاق اذا ظہر بالبینۃ کان مستندا الی ما قبل الہبۃ فیکون مقارنا لہا لا طاریا کما زعمہ صدر الشریعۃ تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جبکہ گواہون سے ثابت ہو تو استحقاق ماقبل ہبہ کیطرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہی اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا اتباع کیا ہی اس قول مین سہو آگاہ رہو ہم استحقاق زرع کو نظیر یہ مین شیوع مقارن کہا ہی اور نہایہ اور کرمانی مین اُسکو شیوع طاری قرار دیا ہی قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ مین دو روایتین ہین اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال اس قول مین متفرد نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح ہبۃ لبن فی ضرع وصوف علی ظہر غنم ونخل فی ارض وثمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہین ہبہ دودھ کا تھن مین اور روئین کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین مین اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت مین اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع کے مانند ہی ولو فصلہ وسلمہ جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کردے یعنی مثلاً دودھ کو تھن سے علیحدہ کرکے ہبہ اور تسلیم کردے تو جائز ہوجائیگا بسبب دور ہوجانے مانع قبض کامل کے وہل یکفی فصل الموہوب باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہی جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے

Marfat.com

اذن سے دُر رکا ظاہر یہ ہے کہ ہان کفایت کرتا ہے بخلاف دقیق فی بُر دہن فی سمسم وسمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا یملک الا بعقد جدید برخلاف
اُس آٹے کے جو گیہون مین بالقوۃ ہے اور اُس تیل کے جو تلون مین ہے اور اُس گھی کے جو دودھ مین ہے کیونکہ یہ اصلا صحیح نہین اسواسطیکہ وہ بالفعل معدوم ہے تو
مملوک نہوگا مگر عقد جدید سے ہم عدم جواز کا بھید یہ ہے کہ گیہون مستحیل ہوکر آٹا ہوجاتے ہین اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہوجاتے ہین کذا فی الدرر
وملک بالقبول بلا قبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب مملوکہ ہوجاتا ہے قبول کرلینے سے
بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ مین ہو ہبہ کیوقت اگرچہ اُسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہوا سواسطیکہ اسوقت مین یعنی جبکہ موہوب لہ قابض
ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کیواسطے عمل کرنیوالا ہے یعنی بواسطہ قابض ہونیکے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا جانسا ناب حدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ
یہ ہے جبکہ دو قبض ہم جنس ہون تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہوجاتا ہے چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت
قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونون قبض امانت کے قبض ہین تو صحیح ہوگا بلا قبض مستانف واذا تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا العکس اور جبکہ
دونون قبض ہم جنس نہون متغائر ہون تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنے کے اور ادنی اعلی کا نائب نہین ہوتا ہم نیابت اعلی کی مثال یہ ہے کہ
غصب سے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کردیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہین اور قبض ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر
مالک نے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالی وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وہو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہم اور ہبہ اُس شخص کا جسکی فی الجملہ
ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ مین داخل ہوا باپ کے نہونے کیوقت بشرطیکہ صغیر اُنکے
عیال مین ہو ہم ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال مین تصرف نکرسکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال مین تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ اور
موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہوجاتا ہے
عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ مین ہو یا اُسکے مودع کے ہاتھ مین ہو اسواسطے ہبہ مذکور پورا ہے
کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہوسکے تو اسمین
فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وہب اجنبی تتم بقبض ولیہ دہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرہ
وعند عدمہم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اُسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصون مین سے
ایک شخص ہے اول باپ پھر اُسکا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی اگرچہ صغیر اُنکی گود یعنی اُنکی پرورش اور حمایت مین نہو اور اُنکے نہونے کیوقت ہبہ تمام
ہوتا ہے اُس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش مین صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی ولو ملتقطا لو فی حجرہما والا لا لقوات الولایۃ اور
اجنبی کا صغیر کو تمام ہوجاتا ہے اُسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش مین ہو اور اگر پرورش
مین نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہین بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی النہر ولقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل اور
تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنیسے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی المنافع المحض کالبالغ حتی
لو وہب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اُسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے کہ نابالغ
نافع محض مین بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ فائدہ نہین ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اُسپر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول
کرنا صحیح نہین کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز وا لصحیح جوازہ انتہی مین کہتا ہون
لیکن برجندی مین ہے کہ اس مین اختلاف ہے کہ اگر اُس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے

Marfat.com

تو بعضہون نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہین اور صحیح قول یہ ہی کہ قبض مذکور جائز ہی انتہی م یہ استدراک ہی عندعدمہم کے قول پر ظاہر القہستانی ترجیحہ وغراہ نفخر الاسلام وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وغراہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہی اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہی برخلاف اُس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح مین اعتماد کیا ہی اور مصنف نے اُسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کیطرف منسوب کیا ہی م قہستانی نے جواز قبض مربی طفل باوجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہی تبصیح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری مین خانیہ سے منقول ہی کہ یہی قول صحیح ہی اور فتاوی صغری سے نقل کیا ہی کہ یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الطحطاوی لکن تنہ بحیلہ بوصل ولو بامہ والاجنبی ایضا فتامل لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہی جواز کا بسبب وصل کرنے دلو مع وجود ابیہ کے امہ والاجنبی کے ساتھ بھی سو اُسمین تامل کرم یعنی جسطرح مصنف کا قول ولو مع وجود ابیہ موصول ہی اس قول سے وبقبضہ ولو میزا اسیطرح اگر اُسکو امہ والاجنبی سے وصل کیجئے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہی کہ مان اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہوجاتا ہی کذا فی الطحطاوی وصح رد ہ لہا کقبولہ سراجیہ اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہی جیسا قبول کرنا اُسکا صحیح ہی کذا فی السراجیہ وفیہا حسنات الصبی لہ ولابویہ اجر التعلیم ونحوہ اور سراجیہ مین ہی صغیر کی نیکیان اُسکے واسطے ہین یعنی اُسی کو ثواب ہی اُنکا اور اُسکے مان باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہی م بعضون کے نزدیک صغیر کی نیکیون کا ثواب اُسکے والدین کو ہی اور قول معتمد یہ کہ صغیر ہی کو ثواب ہی چونکہ گناہ صغیر پر نہین کہ حسنات اُسکا کفارہ ہون لہذا اُسکے حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من مال ولدہ بلا ضرر ولا تملیک ولا یباح لہما الاکل لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اس مال کا کھانا مباح ہی جو اُسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہی کہ کھانا مباح نہین انتہی ما فی السراجیہ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب صغیر کا کول والدین کو مباح نہین مگر بضرورت چنانچہ افلاس والدین وضعوا ہدایا الختان بین یدی الصبی مما یصلح کتاب الصبیان فالہدیۃ لہ والافان المہدی من اقربائہ الاب ومن معارفہ فللاب ومن معارف الام فللام قال ہذا للصبی ولالوگون نے ختنے کیوقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہی چنانچہ لڑکون کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا مملوک ہی اور اگر ایسا نہین چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریۃ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت دارون یا اُسکے دوستون سے ہی تو تحفہ باپ کیواسطے ہی یا مان کے اقارب اور دوستون سے ہی تو تحفہ اُسکی مان کیواسطے ہی تحفہ لانیوالے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کیواسطے ہی یا نہ کہا ہو ولو قال ہدیۃ للاب والام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانیوالا کہے کہ مین نے باپ یا مان کو تحفہ دیا ہی تو اُسی کا قول مقبول ہوگا وکذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسیطرح کا حکم ہی لڑکی کی شب زفاف کے تحفونکا کذا فی الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او تلمیذہ ثیابا ثم اراد وفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک عالم ہبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ مین ہی کہ اپنے فرزند یا شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہ اُسکو جائز نہین جبتک کپڑے بنانے کیوقت یون بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہین م ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہی لیکن شاگرد کے حق مین بلا تسلیم ہبہ معلوم نہین ہوتا مگر یہ کہ اُسکے حق مین اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجیے بزازیہ مین ہی کہ شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہی کہ بنانے کیوقت بیان کردے کہ وہ عاریت ہی تا غیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہی اسواسطے کہ عاریت متحقق نہین ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المنتقی ثیاب البدن یکلہا لبسہا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ اور منتقی مین ہی کہ بدن کے کپڑونکا لڑکا مالک ہوتا ہی اُنکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک غیرہ کے م تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ تملیک میراث نہونگے اور یہ مسئلہ اس صورت مین مفروض ہی جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ ثیاب کا تولد کے بعد مفروض ہی تو دونون مین فرق ظاہر ہوگیا کذا فی الطحطاوی فی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار الی قصد سوی بہم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین بعض اولاد کے زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہی یعنی اُسمین اختیار نہین اور اسیطرح بعض اولاد کے زیادہ دینے مین کچھ مضائقہ نہین جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو اُسمین برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی م عطایا مین کمی زیادتی مکروہ ہی جبکہ اولاد درجے مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم مین مشغول ہو نہ کسب مین تو اگر اسکو زیادہ دیوے تو جائز ہی بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اُسکو قوت سے زیادہ نہ دے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ مین ہی کہ اگر

Marfat.com

بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ مین اپنا مال امور خیر مین صرف کر ڈالون تو یہ بہتر ہی اُسکے واسطے چھوڑ جانیسے انتہی اور محمد کا قول غیر مختار یہ ہی کہ عطایا مین بیٹی کا لڑکا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز وتم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال مین تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہی اور وہ گنہگار ہوگا ھم یعنی ایک لڑکے کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہی یعنی ہبہ بعد موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ ہی تو نکرنا چاہیے اور بعضے مذاہب مین ہبہ مذکور منقوض ہوگا اسکی موت کے بعد اور سب ارث اسمین میراث! دینگے کذا فی الطحطاوی یہ قول جو مشہور ہی کہ جبر مورث تابموت نہوسکے قول ضعیف ہی واللہ اعلم وفیہا لایجوز ان یہب شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانہا تبرع ابتداء اور خانیہ مین ہی کہ باپ کو جائز نہین اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتدا مین احسان ہی یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہی وفیہا یبیع القاضی ما وہب للصغیر حتی لایرجع الواہب فی ہبتہ اور خانیہ مین ہی کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیر لے ولو قبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فالقبض لہا بعد الزفاف وہب لہا صح قبضہ ولو بحضرۃ الاب فی الصحیح لنیابتہ عنہ فصح قبض الاب لقبضہا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا گیا تو اُسکا قبض صحیح ہی اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح مین بسبب نائب ہونے زوج کے اُسکے باپ کیطرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بلا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہی اور اگر بالغہ ہی تو اُسی کا قبض معتبر ہی نہ زوج اور باپ کا ۔ زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہی زوج کے گھر مین نکاح کے بعد وقبلہ ای الزفاف لایصح لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہین بسبب نہونے ولایت کے وہب اثنان وارالواحد صح لعدم الشیوع دو شخصون یعنی دو شریکون نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہی بواسطہ عدم شیوع ھم اسواسطے کہ دونون شخصون نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا کذا فی الدرر والمنح وبعکسہ الکبیرین لاعندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اور بالعکس اُسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہین بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ ہین ھم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہی تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ ہین اور وہ ہبہ کا مانع ہے اما مالا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل القسمۃ نہو چنانچہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصونکو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہی قیدنا بالکبیرین لانہ وہب لکبیر وصغیر فی عیال کبیر اولانہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا ہمنے دو بالغون کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال مین داخل ہی یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہین بالاتفاق ھم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہی لو وہب لکبیر وصغیر والصغیر فی عیالہ اور دونون کتابون مین محیط سے تعلیل مسئلہ یون منقول ہی کہ واہب ہبہ کیوقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر واہب کیطرف راجع ہی برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہی مسئلہ ثانیہ مین کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالہبۃ لجواز الرہن والاجارۃ من اثنین اتفاقا اور عدم جواز مین ہمنے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص نے دو شخصون کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہی واذا تصدق بعشرۃ دراہم او وہبہا للفقیر صح لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالی وہو واحد فلا شیوع اور جبکہ دس درم دو فقیرون کو خیرات دے یا ہبہ کرے تو صحیح ہی اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہی اور صدقہ سے مقصود رضاے ذات اقدس الٰہی ہوتی ہی اور وہ ایک ہی تو شیوع ثابت نہوا ھم زیلعی مین ہی اور فقیر نائب ہی خدا ے تعالی کا لاغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا صح للشیوع ای لاتملک حتی لو قسمہا وسلمہا صح صحیح نہین صدقہ دینا دو مالدار خصوصنکو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہی تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونون کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی ھم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے وہب لرجلین درہما ان صحیحا صح ایک شخص نے دو مردون کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کھرا ہی تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ یہ ہبہ ہی مشاع غیر قسمت پذیر کذا فی المنح وان مغشوشا لانہ مما تقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہین کھوٹا ہی تو ہبہ صحیح نہین اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے کہ

وہ در حکم اسباب کے ہے معہ درہمان فقال لرجل وہبت لک احدہما او نصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درم ہین سو اُسنے دوسرے مرد سے کہا کہ مین نے اُن دو درمون سے ایک درم تجکو ہبہ کیا یا اُنکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونون درم برابر ہین یعنی وزن اور جودت مین تو ہبہ جائز نہین م اسواسطے کہ جب وزن اور جودت مین برابر ہوے تو ہبہ مشاع کا ٹھہرا محتمل القسمۃ مین کیونکہ اسمین جبر علی القسمۃ جائز ہے کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہب ثلثہما جاز مطلقا اور اگر دونون درم مختلف ہون اسطرح کہ ایکدرم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ تو ہبہ جائز ہے اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسی واسطے اگر دونون درمون کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقا خواہ دونون مستوی ہون یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز ہبۃ حائط بین دارہ وبین دار جارہ لجارہ وہبۃ البیت من الدار فہذا یدل علی ان کون سقف الواہب علی الحائط واختلاط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ مجتبی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اُس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اُسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر مین سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے واہب کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیوارون سے صحت ہبہ کا مانع نہین کذا فی المجتبی م طحطاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونیکی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہے والا اُسکی صراحت نہین کلام مین فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام مین اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کردے تو ہبہ جائز ہے اسی طرح ہے ہبہ بیت کا مع جمیع حدود حقوق مقسوم اور مفروغ ہوکر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ ممر مشترک رہے اس مین اور دوسرے مین جائز ہے انتہے

باب الرجوع فی الہبۃ

یہ باب ہے رجوع فی الہبۃ مین یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا اعیان مین ہوتا ہے نہ اقوال مین کذا فی الطحطاوی صح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کرکے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض کے پہلے تو خود ہبہ تمام نہین ہوا م یعنی گر قبل قبض موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو نہ دیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اُسکو رجوع فی الہبۃ نہین کہتے مع انتفاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریما وقیل تنزیہا نہایہ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہے ساتھ نہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہایۃ م حدیث مین وارد ہے اسکے مثل جو دیتا ہے پھر پھیر لیتا ہے اُس کتے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہے پھر جب آسودہ ہوتا ہے تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جو ہبہ کرے وہ اُسکا زیادہ تر حقدار ہے جبتک اُسکا عوض نہ لے انتہی تو رجوع فی الہبۃ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے مین جمع بین الحدیثین ہوگیا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی ولو مع اسقاط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاط خانیہ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہین ہوتا واہب کے ساقط کردینے سے کذا فی الخانیۃ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضا عن الہبۃ لکن سیجیء اشتراطہ فی العقد اور جواہر مین ہے کہ صحیح نہین ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کرلیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہے اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا عقد مین یعنی مجتبی سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فیہا حروف ومع خزقہ یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہبۃ کو حروف ومع خزقہ کے منع کرتے ہین حروف مذکورہ سے موانع سبع آیندہ مراد ہین م موانع سبع کو تسہیل ضبط کیواسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ مین جمع کیا ہے اور معنی ترکیب یہ ہے کہ آنسو نے اُسکو زخمی کرڈالا خزق بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ مین دال سے مراد زیادت ہے نفس عین موہوب مین ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہوجانیکی موجب ہے م زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہین اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہوگئی کہ وہ رجوع کی مانع نہین اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے چنانچہ غلام اور لونڈی مین طول فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الخانیۃ لا یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہوگئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جوان ہوا پھر بڈھا ہوگیا لیکن خانیہ مین

باب الرجوع فی الہبۃ

لہ محتمل یعنی تقسیم مستوی ہے بلا کسر تو شیوع مجوز نہوگا بخلاف ثلث یا دو ثلث یا ربع وغیرہ کے جنمین کسر لازم ہے ۱۲ امیر علی

اُسکے مخالف ہی اور اعتماد کیا ہی اُسپر فہستانی نے تو اُس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائلی ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور فیہ ہی اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ عود نہین کرتی م زیادت زائلہ کے اعتبار مین دو قول ہین محیط مین ہی کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور قیمت اُسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہین اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس مین ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہی اور اسی طرح جمیع حیوانات مین اور اسی طرح فتاوی عالمگیری مین ہی اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا مسلم نہین بلکہ یہ از قبیل زوال مانع کے ہی کذا فی الطحطاوی کبناء وغرس ان عدا زیادۃ فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جا نماز مین موہوب مین بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوب کی زیادت مین شمار ہوا اور اگر کل زمین کی زیادت مین معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہی ولو عدا فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ مین شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اُسی قطعہ مین کذا فی الزیلعی م فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب نے ایکمکانے پر کھجور جائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہین نہ کل مین نہ بعض مین اور اگر یہ زیادت مین معدود نہو یا نقصان زمین مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین تو اگر دکان نہایت صغیر بنائے تو یہ اصلا زیادت نہ ٹھہریگی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم یعنی طویل و عریض ہو تو عمارت مذکور تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اُسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو اُس قطعہ کیغیر مین رجوع جائز ہوگا انتہی وکمن جمال وخیاطۃ وصبغ وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم وابصار اعمی واسلام عبد ومداواۃ وعفو جنایۃ وتعلیم قرآن وکتابۃ وقراءۃ ونقط مصحف باعرابہ وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا ونحوہا ورماند فربہی اور خوبصوتی کے اور دوخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور جوان ہوجانے صغیر اور سماعت بہرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اُسکے معالجے کے اور معاف ہوجانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلا اور مانند امثلہ مذکورہ کے م معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت زیادت متصلہ مین شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہوکر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہین اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہی جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اُسنے کسی کا عمدا خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اُسکو معاف کردیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہی لہذا اُسکو زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا وفی البزازیۃ والحمل ان زاد خیر امنع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ مین ہی اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہین م عورتون کا حال حاملہ ہونیمین مختلف ہوتا ہی یعنی عورت حاملہ ہونیسے موٹی اور خوبصورت ہوجاتی ہی اور بعض دُبلی اور بدصورت تو در صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المتولدۃ کبر القول للواہب فی نحو بناء وخیاطۃ وصبغ للموہوب لہ خانیۃ وحاوی وشملہ فی المحیط لکنہ استثنی ما لو کان لا یبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے مین اختلاف کیا تو زیادت متولدہ مین جیسے جوان ہوجانے مین واہب کا قول معتبر ہی اور مانند عمارت اور دوخت اور رنگت کے موہوب لہ کا قول مقبول ہی کذا فی الخانیۃ والحاوی اور مانند اُسکے محیط مین ہی لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنے کیا ہی جو بن نہین سکتی اسقدر مدت مین م توضیح اختلاف یہ ہی کہ مثلا موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہین مین نے اسی طرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف مین در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لایمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہین ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل مین رجوع کرے ۔ زیادت مین م مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اُسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہی موہوب سے مُبدا اور زیادت

منفصلہ رجوع اصلی کی مانع نہین لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف فلیتنبہ لہ لیکن ماں کو واہب
نہ پھیرے جبتک کہ اُسکا بچہ اس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہی قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہی کہ وہ ابو یوسف کا قول ہی نہ امام رح کا تو اُس سے خبردار
رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد ہل للواہب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہوگئی اور ہنوز موہوب لہ کے پاس نہین جنی تو
کیا واہب کو رجوع جائز ہی سراج مین کہا کہ رجوع جائز نہین اور زیلعی نے کہا کہ ہان رجوع جائز ہی وفی الجوہرۃ مریض مدیون بمستغرق وہب امۃ فمات وقد
وطیت ردہا مع عقرہا ہو المختار اور جوہرہ مین ہی مریض مدیون ہی جو سراپا مستغرق بدین ہی اُسنے لونڈی ہبہ کی پھر وہ مرگیا اور حالانکہ موطوءہ ہوگئی خواہ
وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اُسکے غیر سے تو موہوب لہ اسکو پھیر دے اسکی عقر وطی کے ساتھ یہی قول مختار ہی م رد ہبہ بلحاظ حق غرماء ہی والمیم موت احد
العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہی بعد قبض کے تو اگر قبض سے پہلے کوئی مرگیا تو عقد باطل ہی ولو اختلفا والعین فی
ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دو شخصون مین اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ مین ہی تو وارث ہی کا قول مقبول ہی م اختلاف کی یہ صورت ہی
کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ سے کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی مین نہین کیا بلکہ اسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اسکی حیات مین
مین نے قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہی کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہی وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال اشعار
کفارۃ دیۃ خراج ورابع + ضمان لعتق ہکذا النفقات + کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا + بموت لما ان الجمیع صلات + اور البتہ مصنف نے نظم کیا ان حقوق کو جو ساقط ہوجاتے
ہین موت سے تو یون کہا ہی کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعلت عتق اسیطرح نفقات اور اسیطرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہوجاتا ہی موت سے
اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہین م سقوط کفارہ درصورت عدم وصیت ہی ضمان عتق کی یہ صورت ہی کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کردیا اور
اُسپر تاوان لازم آیا بسبب اُسکے مالدار ہونے کے پھر آزاد کرنیوالا مرگیا والعین العوض بشرط ان یذکر لفظا یعلم الواہب انہ عوض کل ہبتہ اور عین سے مراد عوض ہی بشرطیکہ
موہوب لہ عوض دینے کیوقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب یہ جانے کہ وہ اُسکے تمام ہبہ کا عوض ہی م طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ عوض کی دانست کافی ہی یعنی
بلا ذکر موہوب لہ فان قال خذہ عوض ہبتک او بدلہا او فی مقابلتہا ونحو ذلک فقبضہ الواہب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض
یا اسکا بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابل لے اور مانند اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہوگیا م اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت بیع ہی ولو
لم یذکر انہ عوض رجع کل بہبتہ اور اگر موہوب لہ یون ذکر نہ کرے کہ وہ عوض ہی تو ہر شخص اپنا ہبہ پھیر لے ولذا یشترط فیہ شرائط الہبۃ کقبض وافراز وعدم شیوع ولو العوض مجانسا او
یسیرا وفی بعض نسخ المتن بدل الہبۃ العقد وہو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونے کے ہبہ ہی اسیواسطے عوض مین ہبہ کی شرطین مشروط ہین چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور
جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہمجنس ہبہ کے ہو یا کمتر ہو ہبہ سے اور متن کے بعضے نسخون مین بجاے بدل الہبۃ کے بدل العقد ہی اور وہ
تحریف ہی کاتبون کی م مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہین اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت مین جائز نہین ہوتا بسبب لازم آنے بیاج
کے دلیل اسپر یہ ہی کہ موہوب لہ مالک ہی ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہین دیتا اور عوض تو اُسنے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہوجائے کذا فی الطحطاوی
ولا یجوز للاب ان یعوض عما وہب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہین کہ عوض دے اُسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے م تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور
مال سے عوض دے تو جائز ہی ولو وہب العبد التاجر ثم عوض فلکل منہما الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اسکا عوض دیا تو دونون مین سے ہر شخص کو
پھیر لینا درست ہی کذا فی البحر م وجہ اسکی یہ ہی کہ غلام اہل تبرع سے نہین ہی پھر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر
ہوگا اسواسطے کہ بناء تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم
بحر اور جائز نہین مسلمان کو شراب یا سور عوض دینا نصرانی کے ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کیجانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہین کذا فی البحر م یعنے اگر نصرانی نے

Marfat.com

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اُسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا لو اشترطا ان لا یکون العوض بعض الموہوب فلہ عوضہ البعض عن الباقی لا الصحیح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب نہ ہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح ہے تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدہما عن الآخران کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی الہبۃ ورجوع مجتبی اور دراہم متعین ہو جاتے ہیں ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی المجتبی اھ تو جب دراہم موہوب پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلا جنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز نہ ہوا اور رجوع اسیوقت تک جائز ہوگا جبتک دراہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا ہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحطاوی ودقیق الخطۃ یصلح عوضا عنہا لحدوثہ بالطحن ولہ گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے مگر تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے تو بعض اسکی صحیح نہ ہوا کذا لو صبغ بعض الثیاب ولت بعض بسویق ثم عوضہ صح فانیہ اور اسی طرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو پانی میں گھولے پھر اسکو عوض ستو میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کر کے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسیطرح موہوب سیر بھر ستو میں سے موہوب لہ نے پاؤ بھر ستو کھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نہ رہا گویا دوسری چیز ہوگئی ولو عوضہ وہو احدی جاریتین موہوبتین وجد ذلک اولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کو وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا سو موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع متنع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط لو اوہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کیطرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال اعوض عنی علی انی ضامن بعد وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے بایں شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونیکے سبب سے بخلاف ادائے دین یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادائے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کیطرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے اسواسطے کہ ادائے دین مدیون پر واجب ہے تو جب اجنبی نے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین اُسنے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا اشترط الضمان ظہیریہ اور قاعدہ کلیہ رجوع کا یہ ہے کہ جس حکم کا آدمی سے مطالبہ کیا جائے حبس اور ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریہ ہم حبس اور ملازمت کی قید سے ادا نذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون بل بالقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوب بعلیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کو اسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے بھر لیگا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہ ہوا بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یخرج عن الاصل ما لو قال انفق علی عیالی وقال لا سیر اشترنی فانہ یرجع فیہا بلا اشتراط رجوع کفالۃ فتح انہ یطالب بہا لا بحبس ولا بملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر لے یعنی مال دیکر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ تاتارخانیہ

Marfat.com

باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بنا ردار اور استخلاص کا وہ حبس سے نہ ملازمت سے سو اسمیں تامل کرو شاید وجہ جمع یہ ہو کہ عرف میں استحقاق ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح نے بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ وجہ استثنا میں نظر ہے کذا فی الطحطاوی **وان استحق نصفا لم یرجع بنصف العوض** اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیرے اجوہرہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض اسوقت ہے جبکہ موہوب لہ منقسم نہ ہو اور اگر منقسم ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیرے **لانہ لم یسلم العوض کذا فی الطحطاوی وعکسہ لا** یعنی جبکہ نصف ہبہ مستحق ہو تو نصف عوض پھیرے **لم یرد الباقی** یعنی جبتک کہ باقی عوض کو نہ پھیرے اسواسطے کہ باقی صلاحیت عوض ہونیکے رکھتا ہے ابتدا تعویض میں سو اسی طرح اسکی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہے لیکن و مختار ہوگا تا عوض سلامت رہنے کے **لانہ** یعنی ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لانہ یعنی فی صورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض کا لیکن عوض مذکور کو لاسکو یوالی علیٰ ما ذکرنا

میں بسبب سلامت رہنے عوض کے مراد عوض بالغیر المشروط فان المشروط کالمشروط قبلہ کما سیجی فیوزع البدل علی المبدل مہایہ اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر شروط ہے عقد ہبہ میں سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی درحقیقت وہ بیع ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایہ **کما لو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلہا اذا کانت قائمۃ لا ان کانت ہالکۃ** چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جبکہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اسواسطے کہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازدادت المتہلم یعنی خلاصہ جیسا کہ اگر عوض مستحق ہوا اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہوگئی ہو رجوع نہ کرے کذا فی الخلاصۃ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے **وان استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثلہ ان العوض ہالک وہو مثلی وبقیمتہ ان قیمیا** غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیرے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیرے اگر عوض ہالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیرے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی النہایۃ **ولو عوض النصف رجع بالعوض ولا یفرق الشیوع** لانہ طاری اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضر نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے

تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر نقل فی المجتبیٰ لا یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا والمراد من صرح بہ غیرہ وفرع علیہ المذہب مطلقا کما مر قید بہ فی المجتبیٰ میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہے انتہی اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جسنے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبیٰ کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید کے مذکور ہیں چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کرے ہم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گیہوں کا آٹا گیہوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہیں ہوتا مگر بعد گیہوں کے اور از انجملہ وہ ہے کہ انڈیوں سے بچہ نکلتا ہے کہ وہ بچہ پیدا ہو بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی المنح **وانما خرج الہبۃ عن ملک الموہوب لہ** اور خلے ہبہ سے مراد ہبہ کا خروج ہے موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا **لو ہبۃ الا اذا رجع الثانی فلہ ان یرجع** سوا اگر رجوع قضاء اور رضا کما سیجی ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بہا الثالث علی الثانی او باعہا منہ لم یرجع الاول خرج عن ملکہ مانع رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جبکہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اسواسطے کہ آویگا کہ رجوع عبارت ہے فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے از قسم اس پر کہ واہب ثالث واہب ثانی پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھ بیچ کرے تو واہب اول رجوع نہ کریگا **ولو باع نصفہ رجع فی الباقی لعدم المانع** اور اگر موہوب لہ نے نصف ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضر نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے

الی بیع کی تو واہب نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف مبیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں قید اخرج بقولہ بالکلیۃ بان یکون خرج عن ملکہ من کل وجہ تم فرع علیہ بقولہ اور مصنف نے خروج میں بالکلیہ کی قید لگائی بایں معنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریع کی بقولہ **فلو ضحی الموہوب لہ بالشاۃ الموہوبۃ او نذر التصدق بہا وصارت لحما لا یمنع الرجوع** تو اگر موہوب لہ نے دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا اسکے خیرات کرنیکی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنے سے گوشت ہو گیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں ہے اسواسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں داخل رہتا ہے

Marfat.com

خروج عن الملک ثابت ہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ قربانی مذکور اور متعہ ادا ہو جاتا ہی محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک رجوع جائز نہین اور صحیح یہ ہی کہ امام رہ کا قول محمدؒ کے قول کے مانند ہی وفسلہ المتعۃ والقران والنذر بمعنی اور قربانی کے مانند متعہ اور قران اور نذر ہی کذا فی المجتبی م طحطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام مین نذر مطلق مراد ہی تو تمن سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنہاج فان وہب لہ ثوبا فجعلہ صدقۃ اللہ تعالی فلہ الرجوع خلافا للثانی اور منہاج مین ہی کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کیواسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف مذہب ابو یوسفؒ م جبتک فقیر نے خیرات نہین پائی تبتک رجوع درست ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ذبحہا من غیر تضحیۃ فلہ الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون قربانی کرنے کے تو واہب کو رجوع جائز ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسفؒ کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطاء فوہبہ مولاہ لغریمہ او لولی الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام کما لا یعود النکاح لو وہبہا ازوجہا ثم رجع خانیہ ایک غلام ہی جسپر دین یا جنایت خطا ہی پھر اسکے مالک نے اسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ہو گئی پھر اگر واہب رجوع فی الہبۃ کرے تو استحسان کی رو سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمدؒ کے نزدیک عود نکریگی اور امام کی ایک روایت مین جیسے نکاح عود نہین کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کر دی اسکے شوہر کو پھر اسنے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیۃ والازار الزوجیۃ وقت الہبۃ اور زاے عجمہ سے زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہی فلو وہب لامراتہ ثم تزوجہا رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کیوقت زوجیت نہ تھی ولو وہب لامراتہ لا العکس انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے بالعکس اسکے انتہی یعنی اگر واہب عورت ہوا اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہی اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لاتصح ہبۃ المولی لام ولدہ دنوفی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ اذ لا ید للمجور لہا لو اوصی لہا بعد موتہ تصح لعتقہا بموتہ فصیلہا کافی صحیح نہین ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ ہبکہ اسکی مرض الموت مین ہو اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہو جائیگا اسواسطے کہ مجور کو کچھ تصرف نہین اور اگر ام ولد کیواسطے وصیت کر جاے اپنی موت کے بعد یعنی یون کہے میری موت کے بعد ام ولد کو آزاد کر دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہو جانیکے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبض کرا دیا جاویگا کذا فی الکافی ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے صحیح نہوا کہ شرائط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہین رکھتی بسبب مجور التصرف ہونیکے والحاق القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو رضیعا او مسلما لا یرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہی تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نکریگا کذا فی الشمنی فرع محرم وہ ہی جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہی نہ فقط قرابت ورنہ فقط محرمیت ولو وہب لمحرم بلا رحم کاخیہ رضاعا ولو ابن عمہ ومحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب اخیہ وہو عبد لاجنبی ولعبد اخیہ رجع اور اگر واہب نے ہبہ کیا اس محرم کو جسسے قرابت نہین چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خواشدمن اور داماد کو اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہی یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا ابن عم کے لفظ سے تمن پر مبالغہ کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ ابن عم قرابت دار ہی تو اسکو بعد اسکے قرار دینا بہتر تھا اور صاحبینؒ کا یہ مذہب ہی کہ غلام بھائی کے ہبہ مین رجوع جائز ہی اور بھائی کے غلام کے ہبہ مین رجوع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای اجنبی مولاہ لغریمہ ذا رحم محرم من الواہب فلہ رجوع فیہا اتفاقا علی الاصح لان الہبۃ لاحدہما قطعت تمنع الرجوع بخلاف ما لو کان لکل واحد منہما علی حدۃ فانہ یرجع فی ہبتہ اتفاقا اور اگر دونون یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے محرم قرابت دار ہون تو رجوع جائز نہین باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے بنابر قول صحیح تر اسواسطے کہ دونون شخصون مین سے جس شخص کیواسطے ہبہ واقع ہوا وہ مانع ہی رجوع فی الہبۃ کا کذا فی البحر غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہی کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وہب لاخیہ وہو اجنبی مالا فقسمہ فقبضاہ لہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع در رسانے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہین چنانچہ پہلے یا پچھلے سودونون نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے مین رجوع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والحاصل ہلاک بعین

Marfat.com

الموہوبۃ او بہاے ہوے عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہی ہم ہلاک سے تلف ہوجانا عین کا یا اُسکے عامہ منافع کا تلف ہونا مراد ہی باوجود بقاے ملک تو یہ گمان نہ کرنا
چاہیئے کہ خروج عن الملک مغنی ہی ہلاکت سے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑکر اسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاۃ مذبوحہ کذا فی
الطحطاوی عن الملکی و لو ادعاہ ای الہلاک صدق بلا حلف لانہ منکر ارادہ اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہی
ہبہ پھیر دینے کا فان قال لواہب ہی ہذہ العین حلفت المنکر انہا لیست ہذہ خلاصہ پھر اگر واہب کہے کہ وہ یعنی ہبہ یہی چیز ہی تو منکر یون قسم کھائے کہ ہبہ یہ چیز
نہین ہی کذا فی الخلاصہ کما یحلف الواہب ان الموہوب لہ لیس بابنی حیث ادعی الاخ ذلک لانہ یدعی سبب النسب لا النسب خانیہ جیسے واہب یون
قسم کھائے کہ موہوب لہ اسکا بھائی نہین جبکہ بھائی دعوی کرے بھائی ہونے کا اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہی سبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ ہم یعنے جب واہب
رجوع فی ہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ مین تیرا بھائی ہون تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہی نہ نسب پر
تو میان مال کا اثبات مقصود ہو نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اسمین قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف ولا یصح الرجوع الا
بتراضیہما او بحکم الحاکم لاختلاف فیہ اور صحیح نہین رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونون کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونیکے رجوع مین ہم بعض
مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبۃ جائز نہین پھر جب اسمین اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضاے طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کرکے پھر لیگا
بلا رضاے موہوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعہ بعد انقضاء الاقالۃ تو موہوب
بعد حکم حاکم موہوب کو ندینے سے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ہم جبتک حاکم حکم نہ کرے استرداد کا یا فسخ ہبہ تراضی سے نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب مین ثابت ہی تو اُسکا تصرف
اسکی بیع اور عتق مین نافذ ہی اگرچہ بعد مرافعۃ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اُسکے پاس تلف ہوجاے تو اسپر تاوان نہین کیونکہ اسکی ملک
ہنوز قائم ہی اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہین اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اُسکی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع باحدہما بقضاء
او رضی کان فسخا لعقد الہبۃ من الاصل و اعادۃ الملک القدیم لاہبۃ للواہب و جبکہ رجوع کیا متعاقدین مین سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع
عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے ہم اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو ہبہ
نہوگا بدون قبض کے اور جبکہ قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمین رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلہذا لا یشترط فی
قبض الواہب و صح الرجوع فی الشائع و لو کان ہبۃ لما فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہی نہ ہبہ موہوب کا اسواسطے شرط نہین رجوع مین قبض
کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہی بعض شائع مین اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع مین صحیح نہوتا یعنی اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہین کما تقدم و للواہب ولایۃ علی ابنہ مطلقا
بقضاء او رضی او رواہب کو جائز ہی پھیر دینا موہوب کا اسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہم یعنی واہب نے ایک چیز خریدکی پھر وہی چیز دوسرے
شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبۃ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہی بخلاف الرد
بالعیب بعد القبض بغیر قضا بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہم یعنی اگر ایک چیز خریدکی پھر اسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب قدیم
کے مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہی عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے
واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہین پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہی کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فافترقا در بتصرف
فقط رضا بلا قضا سے اسواسطے جائز نہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف مین ہی نہ فسخ مین تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا ہم چونکہ حق مشتری سلامت مبیع
مین ہی لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہوجاے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو ملگیا اور درصورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر لیگا اور اُس سے فسخ بیع ضرور تہ
لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کہ اسمین فسخ کا حق واہب کو ثابت ہی کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہی تو درصورت رجوع عین ملک واہب اسکی طرف عائد ہوگی نہ ہبہ جداگانہ تو افتراق

Marfat.com

بیع اور ہبہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی المنح ملخصاً ثم مرادہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثرہ اصلا والا لعاد المنفصل الی ملک الواہب برجوعہ فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل مین نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل یعنی زمان ماضی مین بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی مین تو زیادت منفصل ملک واہب کیطرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے کذا فی الفصولین م زوائد منفصلہ جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہین پہونچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہین اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ کالہبۃ لقرابۃ جاز ہذا الاتفاق منہما جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع مین جسمین رجوع صحیح نہین منجملہ مواضع سبعہ سابقہ کے چنانچہ ہبہ واہب کی قرابت مین تو ان دونون کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ہبۃ اور مجتبی مین ہے کہ جائز نہین اقالہ ہبہ اور محارم کے صدقہ مین بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہان ہبہ ہے ثم قال وکل شئ یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فہذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاوین تو اسکا یہی حکم ہے م یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمین اقالہ کرنا نافع نہین بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ دین غیر مقبوض ہے وفی الدرر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر مین ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زایل ہو گیا تو رجوع عود کریگا م زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض مین تو یہ نہین ہو سکتا مگر خروج عن الملک مین ہو سکتا ہے جبکہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہو گئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ پھر لیگا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمین سلامت موہوب مستحق نہین ہے م ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود مین تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارے مین جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہو جاے پھر ایک مرد اسکا مستحق ثابت ہو اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونون شخص دافع سے تاوان بھر لینگے کذا فی الطحطاوی والاعارۃ کالہبۃ ہنا لان قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام مین اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہے اور یہان غرور نہین بسبب نہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے م عقد نہین یعنی عقد معاوضہ نہین والا عاریت اور ہبہ مین عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہو جائے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سواے معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھر لے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہین لے سکتا واذا وقعت الہبۃ بشرط العوض المعین فہی ہبۃ ابتداء فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم انتہاء فترد بالعیب وخیار الرویۃ ویوخذ بالشفعۃ ہذا اذا قال وہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیع ابتداء وانتہاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونون عوضون مین تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ مین شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرویۃ سے پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اس صورت مین ہے جبکہ واہب یون کہے کہ مین نے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یون کہیگا کہ مین نے تجکو ہبہ کیا بمقابلہ اسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی م رد بالعیب عوض اور معوض دونون مین ہوگا اور اسی طرح خیار الرویۃ اور شفعہ دونون مین ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونون کی ملک اپنے حق مین ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم جائز نہوگا اور قبض شرط نرہیگا اور شیوع مضر نہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجہولا بطل اشتراطہ فیکون ہبۃ ابتداء وانتہاء

بسنہ قولہ دونون کا اتفاق الخ میرے نزدیک صحیح نسخہ لاتفاق ہے تو ترجمہ یہ کہ دونون کے متفق ہونے سے جائز ہے ۱۲

Marfat.com

اور عوض پاہین مصنفؒ نے معین ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو درصورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونون اعتبار سے بقبوض ہبہ ہوگا نہ بیع فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وہب لواقف ارضا شرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز وان شرط کان کبیع ذکرہ الناصحی واقف نے اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہین اور اگر استبدال اسکا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے اسکو ذکر کیا ہی وفی المجمع واجاز محمد ہبۃ مال طفلہ بشرط عوض مساو دمنعاہ قلت فیحتاج علی قولہما الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر اور مجمع مین ہی اور جائز کہا ہی محمد بن حسنؒ نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت مین برابر ہو موہوب کے اور شیخینؒ نے اسکو منع کیا ہی مین کہتا ہون تو شیخینؒ کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان مین فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی م یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخینؒ کے نزدیک جائز ہی اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہین تو دونون مین فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یون فرق مذکور کیا ہی کہ جب واقف نے استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہی ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہی واقف کی شرطین بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اسواسطے کہ ہبہ باعتبار ابتدا کے تبرع اور احسان ہی اور وہ ممنوع ہی طفل کے مال مین احسان کرنے سے مطلقاً فصل فی مسائل متفرقہ یہ فصل ہی ہبہ کے مسائل متفرقہ مین وہبہ ابنۃ الاحماھا او علی ان یعید فیہا علیہ او یتزوجہا او وہب دارا علی ان یرد علیہ شیئاً منہا او معینا ثبت الدار اور بعہا او علی ان یعوض فی الہبۃ والصدقۃ صح عنہما صحت الہبۃ وبطل الاستثناء فی الصورۃ الاولی وبطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانہ بعض المبیع او مجہول والہبۃ لا تبطل بالشروط الفاسدۃ ہبہ کی سوائے اسکے حمل کے ہبہ کی اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو پھیر دے یا موہوب لہ اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بناوے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر مین سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو جیسا کہ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ سیلاور صدقہ مین سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہی اور پہلی صورت مین استثناء عمل باطل ہی اور باقی صورتون مین شرط باطل ہی اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہی یا مجہول ہی اور ہبہ باطل نہین ہوتا شرطون سے م مجہول ہونا پچھلی دو صورتون مین ظاہر ہی نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ مین تو ہدایہ کی یہ تعلیل بہتر ہی کہ یہ شروط مقتضاے عقد کے مخالف ہین تو فاسد ہوئین اور ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے لانس م من اشتراط معلومیۃ العوض اور نہ بھولیو اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا م یعنی جہالت عوض کی مفسد ہی سراج مین اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جس عقد کی شرط قبض ہی تو شرط اسکی مفسد نہین ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی عتق حمل امتہ ثم وہبہا صح ولو وہبہ ثم وہبہا لم یصح لبقاء الحمل علی ملکہ فکان مشغولا بہ بخلاف الاول اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہی اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہین بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا یعنے اور شرط ہبہ یہ ہی کہ موہوب مشغول نہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنے درصورت عتق حمل واہب کی ملک پر جنین باقی رہا تو موہوب مشغول بملک واہب رہا کما لا یصح تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غد او ان مت فقد ابرأتک عن الدین او ان مت من مرضی ہذا او ان مت من مرضک ہذا او ان مت فانت فی حل من مہری فہو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق جیسے صحیح نہین تعلیق ابراء دین کی شرط محض چنانچہ صاحب دین کا یون کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مر جاے تو تو بری الذمہ ہی دین سے یا زوجہ کا یون کہنا اپنے زوج سے اگر تو مر جاے اپنے اس مرض سے یا مین مر جاؤن اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہی ماخوذ نہین تو وہ باطل ہی کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہی ہم مجئ غد مین مخاطرہ نہین مگر جب مجئ غد کو بقاے دین کے ساتھ ملاحظہ کیجیے کذا فی الطحطاوی الا بشرط کائن لیکون تنجیزا کقولہ لمدیونہ الکان لی علیک دین ابراتک عنہ صح تعلیق ابراء کی بشرط محض صحیح نہین مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہی تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاے چنانچہ اپنے مدیون سے یون کہنا کہ اگر میرا دین تجھپر ہو تو مین نے تجھکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہی وکذا ان مت بضم التاء فانت بری من الدین او ان مت من مرضی ہذا فانت فی حل من مہری فہو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق ہم مجئ غد مین مخاطرہ نہین مگر جب مجئ غد کو بقاے دین کے ساتھ ملاحظہ کیجیے کذا فی الطحطاوی الا بشرط کائن لیکون تنجیزا کقولہ لمدیونہ الکان لی علیک دین ابراتک عنہ صح تعلیق ابراء کی بشرط محض صحیح نہین مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہی تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاے چنانچہ اپنے مدیون سے یون کہنا کہ اگر میرا دین تجھپر ہو تو مین نے تجھکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہی وکذا ان مت بضم التاء فانت بری منہ او فی حل جاز وکان وصیۃ خانیہ اور اسی طرح یہ تعلیق کہ اگر مین مر جاؤن تو تو اس سے بری الذمہ ہی یا تو دین سے پاک ہی ماخوذ نہین اور یہ قول صحیح ہوگا کذا فی الخانیہ ہم مرض مخصوص شاہ الیہ سے مرنا

Marfat.com

یقینی نہین لہذا شارح نے اسکو وہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہی لہذا اسکو یہان وصیت کہا **جاز العمری** للمعمر ولورثتہ بعدہ لبطلان الشرط
ہبہ بطریق عمری جائز ہی اور موہوب اسکا مملوک ہی جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اسکے اسکے وارث کا مملوک کردیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے م عمری بضم
ترجمہ خراب ہے مطلب ظاہر ہے ۱۲
اول یہ ہی کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمین رہے پھر جب موہوب لہ مرجاے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے دینے سے موہوب لہ
اور اسکے ورثہ مالک ہو جاتے ہین اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی **لا یجوز الرقبی** لانہا تعلیق بالخطر رقبی جائز نہین کیونکہ تعلیق ہی خطر پر م رقبی بضم یہ کہ میرا گھر تیرا ہے
بطریق رقبے یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہی اور اگر تو مرے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہی امام اور محمد کا یہ قول ہی کہ یہ ہبہ جائز نہین بسبب تعلیق بالخطر
کے اور ابو یوسف کا یہ قول ہی کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہی کیونکہ فی الحال تملیک ہی اور شرط باطل ہی اور پہلا قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن المضمرات و اذا لم تصح تکون
عاریۃ شمنی لحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمری فہی لمعمرہ فی حیاتہ وموتہ لا ترقبوا فمن ارقب شیئا فہو سبیل المیراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا تو اس طرح کا دینا عاریت
ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری او عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہی کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اسکا مالک زندگی اور
موت مین وہی شخص ہی جسکو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبے نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبے کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہی یعنی رقبی دینے والے
کی میراث ہی **بعث الی امراتہ متاعا** ہدایا الیہا **وبعثت ہی لہ ایضا** ہدایا عوضا للہبۃ صرحت بالعوض اولا **ثم افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج**
انہ عاریۃ لا ہبۃ وحلف **واراد الاسترداد وارادت ہی الاسترداد ایضا یسترد کل منہما ما اعطی** اذ لا ہبۃ فلا عوض زوج نے زوجہ کیطرف اسباب
تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اسنے عوض کی تصریح کی یا نہ کی پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج
نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر اسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے جو
دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہین سو بدلہ بھی نہین یعنی اسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا **ولو استہلک**
احدہما ما بعثہ الآخر ضمنہ لانہ من استہلک العاریۃ ضمنا خانیہ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کردیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اسکا تاوان دے
اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اسکا ضمان دے کذا فی الخانیہ م استہلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہوجائیگی تو تاوان لازم
ہوگا کذا فی الطحطاوی **ہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراءہ عنہ یتم من غیر قبول** اذا لم یوجب انفساخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو جو
دین ہی اور دین کا معاف کردینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہی بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہوجانیکا موجب نہو
م قبول کی اسواسطے حاجت نہین کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنی اسقاط ہی اور اسقاط مین قبول شرط نہین اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا موجب
چنانچہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے
اس قبض کے جو مستحق بالعقد ہی اور ایک عاقد کو فسخ مین اختیار نہین لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید
بالمجلس کذا فی العنایۃ ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہی بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہی مجلس اور غیر مجلس مین رد کردینے سے اسواسطے کہ اس مین
اسقاط ہی اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہی کذا فی العنایہ م معنی اسقاط تعمیم کی تعلیل ہی یعنی رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ اسمین
اسقاط ہی اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہی لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ
مین ہی کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نہ کرے اور نہ رد کرے یہانتک کہ دائن اور مدیون جدا ہون پھر بعد چند روز کے مدیون رد
تو قول صحیح مین رد نہوگا م صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہی اسپر یہ استدراک ہی بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہی کہ اگرچہ قول
صحیح ہی لیکن دوسرا قول اصح ہی تو دونون قول مصحح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی ولکن فی المجتبی الاصح ان الہبۃ تملیک والابراء اسقاط لیکن مجتبی مین

Marfat.com

صحیح تر یہ قول ہی کہ ہبہ تو تملیک ہی اور ابرا اسقاط ہی ہم یہ استدراک ہی قہستانی کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہی اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہی کذا فی الحلبی **تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای** سلط الملک غیر المدیون **علی قبضہ ای الدین فیصح** حینئذ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جسپر دین نہین ہی باطل ہی مگر تین صورتون مین باطل نہین حوالہ مین اور وصیت مین اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی ہم جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہی کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہی کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکہ مین دیون ہین تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الخطاوی منہ **لو وہبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط** اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہی کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہی تو معتمد صحت ہبہ ہی بسبب مسلط کرنیکے م یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہی اور ظاہر کلام یہ ہی کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہین اور فتاوی قاضیخان مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ یہ ہبہ صحیح نہین مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو اب جائز ہی اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسیطرح اشباہ مین ہی کذا فی الطحطاوی **ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ یجوز ولو کان وکیلا بالبیع فضولین** اور اس اصل پر جو متن مین مذکور ہی یہ حکم متفرع ہوتا ہی کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہین اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفضولین م یعنی وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہی وکیل کا ہو تو صحیح نہین **ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح** اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فلم تقر لہ قبضہ بنازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہین ہے کہ اگر یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہی اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک مین بطریق عاریت کے ہی کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہی بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ تملیک ہونے کے تو مقر کو دین کا قبض کرنا جائز ہی کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی دین کے احکام سے ہم تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا اور اسیطرح اگر مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ باطل فتامل اور اسیطرح اقرار صحیح ہی اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہی وہ فلانے شخص کا ہی کذا فی البزازیۃ وغیرہا مین کہتا ہون اور یہ تو مشکل ہی اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کرنے م جواب اشکال کا یون ممکن ہی کہ مراد یہ ہی کہ میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہی وہ نفس الامر مین فلانے شخص کا ہی تو کچھ اشکال نہین کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ تصرف الامام مغزیا لصلح البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ مین ہی تصرف امام کے قاعدے مین بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول ہی کہ دو شخصون نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونون شخصون مین سے ایک کا نام دفتر سلطانی مین لکھا جاے تو عطا سلطانی اسی شخص کے واسطے ہوگی جسکا نام دفتر مین لکھا گیا الی آخرہ م مضمون عبارت بزازیہ یون ہی جس شخص کی عطا دفتر مین ہی وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونون نے اسپر اتفاق کیا کہ ایک کا نام دفتر مین لکھا جاے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا مین کچھ نہین اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہی اور بدل صلح اور عطا اسکو دیا جاوے جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہی رضاے غیر کو اسمین دخل نہین کذا فی النہایۃ **والصدقۃ کالہبۃ** بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہی بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطاے غیر واجب ہی اسیطرح صدقہ ہی لہذا دونون احکام مین یکسان ہین وحینئذ **لا تصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم** اور اسوقت مین یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہین یعنی تمام نہین اور نہ شاع محتمل القسمۃ مین صحیح ہی **ولا رجوع فیہا ولو علی غنی** لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہین اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ مین بمقصود ثواب ہی

Marfat.com

تہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اسمین رجوع جائز ہی ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ والآخر صدقۃ فالقول للواہب خانیہ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے کہا ہبہ ہی یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہی تو مجھکو پھیر لینا جائز ہی اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہی یعنی پھیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیہ **فائدہ جلیلہ** سید حموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تملیک بمعنی ہبہ ہوتی ہی اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہی اور جبتک تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اسمین علما کا اختلاف ہی بعضون نے کہا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین بقیاس علی الہبۃ اور اکثر علما اسپر ہین کہ تملیک جائز ہی بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہی سو اسمین تملیک ہبہ وغیرہ ہین باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغائرت تو ظاہر ہی اور حکم کی مغائرت اسواسطے ہی کہ اگر درخت پر لگے پھلونکو ہبہ کرے تو جائز نہین اور تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہی تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہی بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی پر لوگونکا عمل ہی اور مقر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہی بالاتفاق چنانچہ مفتاح مین ہی انتہی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملتقطہ شارح کے کتب فقہ الی السلطان لیسا لتملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع فکتب کتابۃ جاءتنا مسئلہ ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول اقیم السوال بالمقصود ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک ارض محدود کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اسکے منشی نے لکھدیا کہ اس زمین کا مین نے اسکو مالک کر دیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ بان قیاس یہ ہی کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہی لیکن ہرگاہ کہ پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہی سوال بالمقصد حاضر ہونیکے قائم مقام کر دیا گیا وجہ قیاس یہ ہی کہ تملیک محتاج ہی قبول فی المجلس کی بمنزلہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبول کہتا کذا فی الطحطاوی **اعطت زوجہا مالا لیسوی لہ فظفر بہ بعض غرمائہ ان کان ثبت دینہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ما فلہا ذلک** یعنی زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اسکے سوال پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف مین پھر اس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے پھیر لینا جائز نہین اور اگر اسنے دیا ہو تاکہ زوج اسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہی نہ زوج کو دفع لانبہ بالتصرف فیہ فضل وکثر ذلک فمات الاب بن اعطاہ ہبۃ فالکل لہ ولا میراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اس مین تصرف کرے اسنے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہی اور نہین تو میراث ہی یعنے وہ مال سب وارثون مین قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہی **لعبت الیہ ہدیۃ فی اناء وہل یباح اکلہا فبہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت لذتہ یباح والا فان کان بینہما ابتساط یباح ایضا والا فلا** ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھا لینا برتن مین مباح ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنے روٹی سوربے مین بھیگی ہو یا مانند اسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر اسکو دوسرے برتن مین کیجیے تو لذت اسکی جاتی رہے تو اسمین کھا لینا جائز ہی اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین بے تکلفی ہو تو بھی اس مین کھانا مباح ہی اور نہین تو مباح نہین ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ سب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا عرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اسکا مالک ہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھولون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اور اسکا پھیر دینا لازم نہین پھر جب تحفہ نہ ٹھہریگا تو امانت ہوگا

دعا قوما الی طعام وقربہم علی اخوتہ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان آخر ولا اعطاء رسائل وخادم وہرۃ بغیر رب المنزل ولا کلب ولو رب البیت الا ان یناولہ الخبز المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگون کو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا نہین جائز ہی اور نہ رسائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہی اور نہ کتے کو دینا جائز ہی اگرچہ صاحب خانہ کاکتا ہو مگر یہ کہ اسکو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہی اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی ہم فقیہ نے کہا کہ قیاس تو یہی ہی اور استحسان مین یہ ہی کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اسکا دینا جائز ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہی خادم سے مراد وہ خادم ہی

Marfat.com

جو دستارخوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہی پھر جب اسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہوگا جوہرہ
مین ہی کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمین تصرف کرنا درست نہوگا
اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی فی الاشباہ لا جبر علی الصلات اور اشباہ مین ہی کہ جبر نہین صلون پر صلات جمع
ہی صلہ کی اور صلہ عبارت ہی اداے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ و نفقۃ زوجۃ و عین
موصی بہا و مال وقف صلون پر زبردستی نہین مگر چار صلون پر زبردستی ہی شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اس چیز مین جسکی وصیت کیگئی اور وقف کے مال مین م تو
مشتری پر تسلیم عقار واجب ہی شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہی و لہذا اگر شفیع مرجاے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہی اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہی ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے
عوض ہی کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہی اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہی اگرچہ وہ صلہ محض ہی اگر بمقابلہ عمل کے نہو اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہی
اور چھٹی صورت اداے دیت ہی عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہی کذا فی الطحطاوی قد حررت ابیات الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی فقلت شعر و واہب
دین لیس یرجع مطلقا و ابراء ذی نصف یصح المحرر + اور البتہ مین نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہی شرنبلالی کی شرح کے موافق تو مین نے یون کہا اور
دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والیکا ابرا کرنا صحیح ہی اور یہی قول محرر اور محقق ہی م ابراء
نصف دین کی یہ صورت ہی کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کردے تو اگر دائن یون کہے کہ مین نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہ بالاتفاق
صحیح ہی اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مین نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ پہلی صورت کیطرح اسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف
یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی شعر علی حجہا او ترکہ ظلمہ لہا + اذا وہبت مہرا ولم یوف یخسر + جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر
یا زوج کے ظلم نہ کرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا م صورت اسکی یہ ہی کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کرنیکے عورت نے
مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو حج کیواسطے لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی نہ تھی مگر شرط
مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہی ہان اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو ماریگا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے
کہ جو حق زوج ہی وہ ظلم نہین کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر شعر معلق تطلیق بابراء مہرہا + و انکاح اخری لو یرد فیظفر + طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر
دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفریاب ہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی م صورت اسکی یہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب مین تیرے
اوپر دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجکو معاف کردے تو تو طالق ہی پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی
یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہین بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہی شعر و ان قبض الانسان مال مبیعہ + فابرأ یوخذ منہ کالدین اظہر + اور اگر آدمی نے اپنے مبیع کا مال
یعنی ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اس سے پھیر لیا جائے گا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہی م ابراء ثمن کی یہ صورت ہی کہ
کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہی اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا اسکو بائع
سے پھیرے گا اسیطرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اس سے دین پھیر لیگا شعر و من دون ارض فی البناء صحیحۃ
و عندی فیہ وقفۃ فیحرر + اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہی اور میرے نزدیک اس مین توقف اور تامل ہی تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے
قلت وجہ توقفی تصریحہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض و عکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتاملہ مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ
مذکورہ مین تصریح کرنا فقہا کا ہی کتاب الرہن مین اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے
صحیح نہین اسواسطے کہ شائع کے مانند ہی تو اس مین تامل کر م اصل توقف علامہ عبد البر شارح وہبانیہ سے ہی شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت

عہ قولہ من دون ارض الخ اس شعر مین ہبہ کا کچھ ذکر نہین ہی لہذا اگر یون ہوتا ہے ہبۃ البناء من دون ارض صحیحۃ - الخ تو اظہر تھا واللہ اعلم ۱۲ امیر علی

Marfat.com

بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلے کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہی اور بائع نے مجکو عمارت
اسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال
مین نظر ہی اسواسطے کہ یہان کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہو اسواسطے کہ
قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہی انتہی
اور کافی مین ہی کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پھل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گھر مین اور من بھر اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو کھیت
کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اوکھیڑنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا
استحسان کیوجہ سے گویا اس نے علیحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن ندے اور موہوب لہ ویسا کرے تو تاوان اسپر لازم ہوگا
انتہی تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنے صحت ہبہ عمارت بلا ارض اس صورت مین ہی جبکہ واہب نے
عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اس پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی اشرت باظہر لما فی العمادیۃ عن خواہرزادہ انہ لا یرجع
واختارہ بعض المشائخ اور اشارہ کیا مین نے بلفظ اظہر چوتھی بیت مین اس قول ضعیف کیطرف جو عمادیہ مین ہی خواہرزادہ سے کہ بعد قبض ثمن مشتری
بائع سے ثمن نہ پھیرے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وبظفر ای بنکاح ضرتہا لانہ بردہ للابرا ابطلہ فلا حنث فلیحفظ اور بلفظ یظفر اشارہ
کیا تیسری بیت مین یعنے زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابرا کے رد کرنے سے اس نے تعلیق طلاق کو باطل
کردیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیئے **خاتمہ** تاتارخانیہ مین ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو چنانچہ کپڑا
یا اس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو چنانچہ گوشت اور مانند اسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اس مین سے کچھ ندے اور اگر فی الحال
کھانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اس مین سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھے سراج وہاج مین ہی ایک مرد مرگیا سو دوسرے
شخص نے اسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اسکے کفن کے واسطے تو اس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا اور کپڑے سے کفن اسکا کرے اور وہ کپڑا اپنے
واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب یہ ہی کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند
اسکا مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے
صرف کرے کذا فی الطحطاوی واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم وصلے اللہ علی سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۵

Marfat.com

Marfat.com